تحریکِ پاکستان

اور نیشنلسٹ علماء

چوہدری حبیب احمدؒ

حماد احمد جاوید فاروقی پبلشرز
دربار مارکیٹ لاہور
0342-4584608
0300-4157405

1000/-

تحریکِ پاکستان

اور نیشنلسٹ علماء

سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں
اقبال

چودھری حبیب احمدؒ

احمد جاوید فاروقی پبلشرز
داتا دربار مارکیٹ لاہور

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

نام کتاب _____ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء

تالیف _____ چوہدری حبیب احمد

صفحات _____ 1040

سن اشاعت _____ 2014ء

پیش لفظ _____ محمد کاشف رضا

تعداد _____ 600

قیمت _____

ناشر _____ احمد جاوید فاروقی پبلشرز،

داتا دربار مارکیٹ، لاہور

..... ملنے کا پتہ .....

☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ☆ قادری رضوی کتب خانہ ☆ الحقائق فاؤنڈیشن
☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز ☆ نیو القمر بک کارپوریشن ☆ رضوان کتب خانہ ☆ نوریہ رضویہ
☆ المعارف ☆ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت ☆ ہجریری بک شاپ
☆ مکتبہ قادریہ ☆ مکتبہ اہل سنت لوئر مال ☆ کتب خانہ امام احمد رضا ☆ دارالنور پبلی کیشنز
☆ دارالعلم ☆ فضل حق پبلی کیشنز ☆ ادارہ صراط مستقیم ☆ چشتی کتب خانہ ☆ والضحیٰ پبلی کیشنز
☆ مکتبہ جمال کرم ☆ منہاج سی ڈی ہاؤس ☆ عطار ورائٹی ہاؤس ☆ رضا ورائٹی ہاؤس
☆ مکتبہ خلیلیہ سعیدیہ ☆ نشانے منزل ☆ قادری ورائٹی ہاؤس ☆ مکتبہ کرم بک شاپ دربار مارکیٹ
☆ شبیر برادرز ☆ نظامیہ کتاب گھر ☆ ادارہ پیغام القرآن

0342-4584608 -- 0300-4157405

Marfat.com

تاریخ کا خنجر

محمد کاشف رضا

تاریخ نگار غیر جانبدار ہو کر جو ہر قلم دکھاتا تو آج تاریخ کے نقش و نگار کچھ اور طرح سے نظر آتے۔ بالاکوٹ کا فسانہ جہاد، 1857ء کے غدار، اور سرسید کے اصل خط و خال کو جاننا مشکل نہ ہوتا، مگر المیہ یہ ہوا کہ مورخین نے شخصیت پرستی اور عقیدتمندی کو داخل تاریخ کر کے نصاب تاریخ کے حقائق اُلٹ پلٹ دیے بلکہ حقائق کو افسانہ بنا ڈالا، تاریخ میں بھی فرقہ واریت کا سنگ بنیاد رکھ دیا اور سب اپنی اپنی تاریخ ہاتھوں میں اُٹھائے ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے۔ تاریخ کوئی عقیدہ نہیں، مگر ایسی تاریخ پیش کی گئی کہ لوگ اسے عقیدہ تصور کرنے لگے۔ قلم کی جادو نگاری اور قوت بیان کے بل بوتے پر حامد کی ٹوپی محمود کے سر رکھ دی گئی۔ اب ذرا ایک حوالہ ملاحظہ کیجئے، جس میں فاضل مورخ نے کوئی سند پیش نہیں کی اپنی شوخیٔ طبع کے سوا۔ جناب نورالحسن راشد کاندھلوی لکھتے ہیں۔

''یہی نہیں بلکہ مولوی علی نقی صاحب (والد امام احمد رضا بریلوی) اکابر علمائے دیوبند خصوصاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے خاصی محبت و عقیدت رکھتے تھے، مولوی علی نقی صاحب کی بعض تحریرات میں، جو اس زمانہ کی چھپی ہوئی ہیں، حضرت مولانا گنگوہی کا باندالفاظ میں ذکر آیا ہے''۔ (سہ ماہی احوال و آثار جنوری تا مارچ ۲۰۰۹، کاندھلہ انڈیا)

جواب میں اگر بریلی سے کوئی پتھر آئے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی اور مولانا اشرف علی تھانوی نے امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں پیش ہو کر اپنی کفریہ عبارات سے رجوع کر کے توبہ نامہ لکھ دیا تھا تو شیشے کے گھر میں بیٹھے جناب راشد کاندھلوی کیا تسلیم کر لیں گے بغیر حوالہ کے؟؟ یہاں ماخذ اول کی اصلاح ماخذ ثانی سے کرنا تاریخ ٹھہرا، ماخذ اول پکار پکار کر بھی حقائق بیان کرے مگر عقیدت کی کالے شیشوں والی عینک، بھیانک چہروں کو خوبصورت ہی دیکھنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس کی مثال بالاکوٹ کے خودساختہ ''شہیدین'' (مولوی اسماعیل دہلوی، سید احمد بریلوی) کے بارے میں مولانا غلام رسول مہر کی دیکھیے وہ فرماتے ہیں۔

''میں مجاہدین کی شان و آبرو بہرحال رکھنے کا قائل ہوں اگرچہ وہ سابقہ بیانات یا توجیہات سے عین مطابق نہ ہو''۔ (سید احمد شہید، وحید احمد مسعود مطبوعہ لاہور)

مہر صاحب اپنی کتاب ''سرگزشت مجاہدین'' کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''سید احمد شہید کے سلسلے کی یہ تیسری اور آخری کتاب ہے۔ اس پر وہ سفر اختتام کو پہنچا جس کے

Marfat.com

لیے سروسامان اور تگ وتاز میں میری زندگی کے کم وبیش بیس سال صرف ہوئے" (مولانا غلام رسول مہر، حیات وخدمات، ڈاکٹر محمد آصف اعوان، مطبوعہ لاہور)

دیکھا آپ نے غلام رسول مہر صاحب نے مجاہدین کی شان وآبرو قائم رکھنے کے لیے بیس سال صرف کر دیئے یعنی بیس سال تاریخی حقائق کے خلاف قلم بدست رہے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ ایسے مورخین کی تحریروں کو علم تاریخ سے ناواقف تاریخ نویس یا پھر ان کے غالی عقیدت مند "سند" کے طور پر آگے چلاتے ہیں۔ مثال کے طور پر مشہور مرتب کتب جناب محمد عالم مختار حق کی مندرجہ ذیل تحریر ملاحظہ فرمایئے۔

"ان کا سب سے اہم کارنامہ سید احمد شہید اور ان کے رفقاء کی سوانح عمری ہے جس کی تصنیف میں آپ نے عمر عزیز کے کم وبیش بیس برس صرف کیے۔ یہ کتاب تحریک مجاہدین سے مولانا (غلام رسول مہر) کی قلبی وابستگی کی مظہر ہی نہیں بلکہ اردو ادب میں بھی ایک مایہ ناز اور گراں قدر اضافہ ہے جس سے تحقیق وتدوین کی نئی راہیں متعین ہوتی ہیں"۔ (گنجینہ مہر، محمد عالم مختار حق جلد اول مطبوعہ لاہور)

۱۸۵۷ء، تحریک ہجرت، تحریک ترک موالات کی تاریخ کے ساتھ بھی بعض لوگوں نے "گیم" کی ہے۔ جبہ ودستار میں چھپے مکروہ چہرے بے نقاب نہیں کیے گئے، مورخ یک طرفہ تھا بس انہیں ہیرو بنا کر پیش کرتا رہا، اکابر علماء دیوبند کا کردار اور تاریخ دارالعلوم دیوبند، اگر کوئی مورخ کھل کر لکھ دے تو گریبانوں کی دھجیاں، اور دستاروں کا پرزہ پرزہ تاریخ کے عجائب گھر میں ہمارے زیر قدم آجائے۔ مگر کیا کیا جائے مصلحت بیں مؤرخین کا جو سب کچھ جاننے کے باوجود "خاموشی" کی چادر اوڑھے تاریخ لکھنے میں مصروف ہیں۔ خدا کرے ان کے قلم کا سکوت ٹوٹے، وہ جھوٹ کے ایوان میں سچ کے موذن بن جائیں۔ زیر نظر کتاب "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" چودھری حبیب احمد صاحب کی تاریخی کاوش ہے۔ جس میں دردمندی اور پاکستان سے محبت جھلک رہی ہے۔ متحدہ قومیت کے نعرہ لگانے والے اور ان کے ہمنواؤں کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ لگا کر جناب چودھری حبیب احمد نے نظریہ پاکستان کے نور کو بجھانے والے بھیانک کرداروں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ ہندوؤں کے گماشتے، گاندھی کے ایجنٹ آج بھی پاکستان میں قائداعظم، علامہ اقبال، علماء ومشائخ کے خلاف منظم سازشیں کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ تاریخ کا خنجر انہیں ایسے زخم لگائے گا کہ وہ اپنے زخموں کو چاٹ چاٹ کر اس پاک سرزمین پر زندہ رہیں گے۔ "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" ان کے زخموں پر تیز نمک کا کردار ادا کرے گی۔

محمد کاشف رضا.....دارالحقائق لاہور

۵_۳_۲۰۱۴ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

پیش لفظ

(طبع اوّل)

ہماری اُبھرتی ہوئی نئی نسل نے تحریک پاکستان کی تمدوجزر کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ اس تحریک کی کامیابی نے ہماری عظیم الشان مملکت کو جنم دیا۔ اور اب یہ مملکت اپنے ارتقائی مراحل سے گذر رہی ہے۔ وہ وقت قریب ہے جبکہ یہ نئی نسل قومی زندگی کی زمام کار اپنے ہاتھوں میں لے گی اور اسے یہ قطعاً معلوم نہیں کہ ہم نے اپنی مجاہدانہ مملکت کے لیے یہ جنگ کیوں لڑی؟ تحریک پاکستان کا منشاء و مقصود کیا تھا؟ متحدہ ہندوستان سے ہماری علیحدگی کی وجہ جواز کیا تھی اور اس مملکت کے حصول و قیام کے بعد ہم یہاں کس قسم کا نظام متشکل کرنا چاہتے تھے؟ ان حالات میں اگر ہم نئی نسل کو انتہائی دلنشیں پیرائے میں یہ نہیں بتائیں گے کہ یہ معرکۂ دین و وطن کیوں پیش آیا اس وقت تک ان کے ذہنوں میں یہ مختلف سوالات برابر ابھرتے رہیں گے اور یہ ذہنی کش مکش انھیں مسلسل طلسم پیچ و تاب بنائے رکھے گی۔

یہ صورت حال انتہائی اضطراب انگیز اور پریشاں کن ہے کہ ہماری ملت کے کارفرماؤں اور دانشوروں نے آج تک نئی نسل کو ان واقعات و حقائق سے متعارف کرانے کی ادنیٰ سعی و کاوش نہیں فرمائی۔ وہ نہ تو ہماری اس عظیم الشان اور انقلاب آفریں جدّوجہد کی کوئی حقیقت کشا تاریخ مرتب کر سکے اور نہ نئی نسلوں کے قلوب و اذہان کو ان ارفع و اعلیٰ مقاصد کی روشنی

Marfat.com

عطا کر سکے جن کی خاطر ایشیا کی سرزمین میں یہ انقلاب عظیم برپا کیا گیا اور اس کی بدولت عصر حاضر کی یہ عظیم ترین اسلامی مملکت نقشۂ عالم میں ابھر کر منظر عام پر آگئی۔ سوچیے کہ اپنی تاریخ کے ان جیتے جاگتے حقائق کی نقاب کشائی کیے بغیر ہم اپنی آئندہ نسلوں کے قلب و نگاہ کو کیوں کر وہ ذوق و شوق، فہم و بصیرت اور جذبۂ تحقیق و تجسس عطا کر سکتے ہیں جو ان کی عقابی روح کو بیدار کر کے اُسے بال کشائی کی اُمنگوں اور عزائم سے مالا مال کر سکے۔

ایک طرف یہ عالم ہے اور دوسری جانب یہ کیفیت کہ شیخ مکتب اس کشادہ دل سے بے نصیب ہے جو نونہالان ملت کے بڑھتے ہوئے پیچ و تاب کو سکون و اطمینان کا سرمایہ عطا کر سکے۔ اسے خود اس سے ادنیٰ دلچسپی نہیں کہ نئی نسل کے شاہین بچوں کے سینوں میں کیا کیا طوفان اُٹھ رہے ہیں اور انھیں کیوں کر ساحلوں کی پابندی میں حقیقی منزل کی جانب رواں دواں آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ ان نونہالان ملت کی اس سے بڑھ کر بدنصیبی اور کیا ہو گی کہ انھیں اس عظیم سالارِ انقلاب کے بارے میں کوئی قابل ذکر معلومات حاصل نہیں جو ہماری اس آزاد مملکت کے حصول و قیام کے لیے برطانوی ملوکیت اور نیشنل کانگرس کی منظم قوتوں سے مردانہ وار نبرد آزما رہا۔ اس نے انتہائی نامساعد حالات میں ہماری قومی آزادی اور استقلال کی شمع خون جگر سے روشن کی اور اسے مخالفت کی تند و تیز یورشِ طوفان کے ہر حملے سے بچاتا اپنے قافلہ سمیت منزلِ مراد تک پہنچ گیا۔ اسے بیگانوں سے زیادہ اپنوں کی مخالفت کے تند و تیز وار سہنے پڑے۔ وہ تمام ملت کو ہندو سامراج کے بڑھتے ہوئے اندیشوں سے نجات دلانے کے لیے تاریخ کی ایک عظیم جنگ لڑ رہا تھا۔ اس کا اصل مقابلہ واردھا آشرم کے مہاتماؤں اور آنند بھون کے مہرہ بازوں سے تھا اور ان سیاسی شعبدہ بازوں نے بڑی عیاری سے خود ہمارے گھر کے جبہ و دستار

Marfat.com

میں لپٹے ہوئے مذہبی پیشوا ـــــ امام الہند اور شیخ الہند ـــــ اس کے مقابل متفرعۃ الجیش بنا کر لا کھڑے کیے تھے۔ کیا آج ہماری نئی نسل یہ تصور بھی کر سکتی ہے کہ مسلمانوں کے لیے جس جداگانہ مملکت کے حصول و قیام کی جنگ لڑی جا رہی تھی اس کی سب سے زیادہ مخالفت خود مسلمانوں اور ان کے مذہبی اجارہ داروں کی طرف سے ہوئی ہو؟ لیکن اس تلخ اور المناک حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ایسا ہوا۔ اور روزِ روشن میں ہوا۔ اور یہ دو چار دن کی بات نہیں تھی بلکہ سالہا سال تک ملتِ اسلامیہ کی آزادی و استقلال اور عظمتِ رفتہ کی بازآفرینی کے لیے قائداعظمؒ انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں جو تاریخی معرکہ سرانجام دیتے رہے اس کی مخالفت میں ہماری اپنی ہی ملت کے امام و شیوخ لنگر لنگوٹے کس کر میدان میں ڈٹے کھڑے تھے اور اس مخالفت سے ان کا مقصد وا روحا آشرم اور آنند بھون کے آقایانِ ولی نعمت کی خوشنودی اور آشیرباد حاصل کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

لیکن آج کس بارگاہ میں یہ گلہ کریں کہ اس داستان غم کا کوئی باب بھی صحیح ترتیب پا کر اب تک قوم کے سامنے نہیں آیا۔ خود ملتِ پاک کے محسن جلیل اور قائداعظمؒ کے کوئی شایان شان سوانح حیات مرتب نہیں ہو سکے اور نتیجتہً قوم نہ صرف اپنے اس بیش بہا تاریخی سرمائے سے محروم ہوتی جا رہی ہے بلکہ اس سلسلہ جہاد ملی کی بہت سی قیمتی کڑیاں رفتارِ زمانہ کی دستبرد کا شکار ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ چنانچہ آج ہر قلب حساس میں یہ اضطراب انگیز سوال ابھر رہے ہیں کہ اپنی اس خود فراموشی، غفلت اور نادانستگی کے باعث یہ سارا قیمتی سرمایہ کھو بیٹھیں گے؟ کیا ہماری موجودہ بے حسی ہمیشہ کے لیے یہ گوارا کر لے گی کہ ہماری آئندہ نسلیں تحریک پاکستان کے مالہٗ و ماعلیہ کے بارے میں تاریکیوں کا شکار ہو کر رہ جائیں اور ان کی اس لاعلمی اور ازخود رفتگی کے نتیجے

Marfat.com

ہیں وہ مقصود و منتہیٰ ہی نگاہوں سے اوجھل ہو کر رہ جائے جس کی خاطر ہم نے ایک دنیا سے لڑائی مول لی تھی؟

یاد رکھیئے کہ اس مملکت عزیز کے حصول میں ہماری تاریخی کامیابی ہماری سعد بختی اور خوش نصیبی کا جیتا جاگتا مظہر تھی۔ لیکن اپنے اس فاتحانہ سفر کے شہ نشانوں سے آنکھیں بند کر کے ہمارے کارفرماؤں نے گذشتہ اٹھارہ برس میں جس ناقابل برداشت بے اعتنائی کا ثبوت دیا ہے، اسے نہ تو تاریخ کے مورخ معاف کریں گے اور نہ خدا کا قانون اور آئندہ نسلیں۔ ابھی وقت ہے کہ جن لوگوں نے ہماری کارفرمائی کی باگیں سنبھال رکھی ہیں وہ اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور نہ صرف اس تاریخی ریکارڈ کو محفوظ کرنے میں کوشاں ہوں بلکہ اسے صحیح ترتیب دے کر واقعات و حقائق کی یہ روشنی منظم طور پر آئندہ نسلوں کی راہ میں پھیلا دی جائے۔

اس کتاب میں تحریک پاکستان اور اس کے خلاف منفیانہ اور تخریبی سازشوں کی جو نقاب کشائی کی گئی ہے۔ وہ ایک فرد واحد کی ذاتی سعی و کاوش کا سرمایہ ہے۔ ایک ہیچمدان فرد کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ اس مقصد کے لیے ہر قسم کا ضروری مواد حاصل کر سکے ہماری یہ قلمی پیش کش وقت کی پکار کے جواب میں ایک انفرادی سی کوشش ہے۔ ہم نے ایک مدت اس شدت انتظار میں بسر کی کہ ہماری قومی قیادت و سیادت کے دعویدار خود اس اہم کام کو اپنے ہاتھوں میں لیں اور اپنے سرکاری ذرائع اور وسائل سے کام لیتے ہوئے تحریک پاکستان اور قائداعظمؒ کی گرانمایہ شخصیت کے بارے میں پورا قابل اعتماد ریکارڈ یکجا کر کے اپنی نگرانی میں اس کی ترتیب و تدوین اور شیرازہ بندی سے عہدہ برآ ہوں۔ لیکن ہماری اس شدت انتظار کو بالآخر مایوسی سے دوچار ہونا پڑا اور ہم نے اپنی امکانی کوششوں اور صلاحیتوں کے مطابق اس کام کا بیڑا اٹھا لیا۔

Marfat.com

یہ پیش کش انہی انفرادی کوششوں کا ایک مختصر سا سرمایہ ہے۔ اس سے قبل ہم نے "جماعت اسلامی کا رُخ کردار" کے نام سے قوم کے سامنے اپنی سعی و کاوش کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ اور اس میں علیٰ رؤس الاشہاد اس حقیقت سے نقاب اُٹھا تھا کہ ہمارے ہاں "اقامت دین" کے بلند بانگ نعروں میں نام نہاد "صالحین" کا جو مجموعہ باز طائفہ اُسلام کے نام پر ملت کو مبتلائے فریب کیے ہوئے ہے۔ اس کا پس منظر کیا ہے؟ انھوں نے تحریک پاکستان کو ناکام بنانے کے لیے کیسے کیسے مقدس حربے اختیار کیے تھے اور ان کے آئندہ عزائم کیا ہیں؟ ہم خوش ہیں کہ تحریک پاکستان کے شیدائیوں اور مملکت پاکستان کے مخلص ترین فدائیوں نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ہماری اس غریبانہ پیش کش کی دل کھول کر داد دی۔ ہمارے لیے سب سے بڑھ کر وجہ مسرت یہ حقیقت ہے کہ اس کتاب کے ذریعے ہم نے اسلام کے مقدس پردوں میں لپٹی ہوئی جس میکیاولی سیاست کو بے نقاب کیا تھا اس کے پُرفریب خدوخال اور کروڑوں پاکستانیوں سے ڈھکے چھپے نہیں رہے۔ اب ربع صدی کے اس نیم مذہبی اور نیم سیاسی فریب کا پردہ پوری طرح چاک ہوگیا ہے اور اب خود اس سومنات کے سالہا سال کے پجاری اس اعتراف حقیقت اور اعلان پر مجبور ہو رہے ہیں کہ وہ سالوں تک اسلام کے نام پر ایک سراسر سیاسی ڈھونگ کی مدح وستائش کے ڈھنڈورچی بنے رہے۔

تحریک پاکستان کے مخالفین میں ایک اور خطرناک گروہ نیشنلسٹ علماء کا تھا۔ اس گروہ میں مولانا ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی جیسے امام الہند اور شیخ الہند شامل تھے۔ مسلمانوں کے ایک طبقہ میں انھیں بڑے تقدس اور احترام کا درجہ بھی حاصل تھا لیکن ہماری تاریخ کی یہ سب سے دلخراش اور جگر پاش داستان ہے کہ تحریک پاکستان کو ناکام

Marfat.com

بنانے میں ملّت اسلامیہ کے خلاف جو مذموم کھیل انھوں نے کھیلا اور جو ناروا ڈرامے انھوں نے اسٹیج کیے، ملّت کے بدترین دشمنوں سے بھی اس کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ اقبالؒ نے اسی داستان غم کی بنا پر خون کے آنسو روتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ؎

چُنیں دَور آسماں کم دیدہ باشد — کہ جبریلِ امیں را دل خراشد
چہ خوش دَیرے بنا کردند اینجا — پرستد مومن و کافر تراشد

ہماری زیرِ نظر قلمی پیش کش اسی تعمیرِ دَیر اور اس کی "مومنانہ پرستش" کی غم انگیز تفصیل ہے۔ ان مقدّسین نے غیروں کے اشارے پر "متحدہ قومیت" کے نام پر ایک نیا "سومنات" تعمیر کیا اور تحریک پاکستان کے خلاف اس بت کی پرستش عینِ اسلام قرار دی۔ ہم نے یہ ضرب المثل تو سنی تھی کہ شیطان اپنی تائید میں انجیل مقدّس سے حوالے تلاش کرتا ہے لیکن یہ کسی مسلمان کے تصوّر میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ ہماری اُمّت کے یہ وطن پرست مذہبی پیشوا "وطنیت کے سومنات" کی حمایت میں قرآن اور اسوۂ رسالت سے وُہ وُہ مضحکہ خیز دلائل منظرِ عام پر لائیں گے کہ ایک دُنیا موجۂ حیرت میں کھو جائے گی۔ تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ علاّمہ اقبالؒ اور مولانا حسین احمد مدنی کے مابین یہی معرکہ دین و وطن رُونما ہوا اور اقبالؒ کو کہنا پڑا کہ ؎

شیخِ ملّت با حدیثِ دل نشیں
بر مرادِ او کند تفسیر دیں

آج شاید کوئی بھی یہ باور کرنے کو تیار نہ ہو کہ پچیس تیس برس قبل ہمارے چوٹی کے مذہبی پیشوا اس قسم کے کھیل بھی کھیلتے رہے۔ اور یہ سب کچھ وارد ھا آشرم کے مہاتماؤں اور آنند بھون کے پنڈتوں کی نیشنلسٹ فوج کا ہراوّل دستہ بن کر سرانجام دیا گیا۔

واقعات و حقائق کی یہ دلدوز و جگر سوز تفصیل کتنی ہی غیر دلچسپ سہی کیوں

Marfat.com

نہ ہو، بہرحال ہماری تاریخ آزادی و استقلال کا ایک عبرت انگیز باب ہے اور جب تک یہ کڑی سامنے نہ آئے تحریک پاکستان کا سلسلۂ حقائق اپنے حقیقی انداز میں تاریخ کے طالب علموں کے سامنے نہیں آسکتا ہمیں اس مقصد کے لیے، اخبار و جرائد کے ہزاروں صفحات کی ورق گردانی کرنی پڑی۔ ہزاروں صفحات پر مشتمل تاریخی مواد کا تجزیہ کرنا پڑا اور کئی سال کی اس جہد مسلسل اور سعیٔ پیہم سے ہم اس قابل ہوئے کہ اپنوں کے ہاتھوں جو کچھ ہم پر گذری اس کا یہ قابل اعتماد سلسلہ نکھر کر طالبانِ تحقیق و تجسّس کی نگاہوں کے سامنے آجائے۔

ہمیں احساس و اعتراف ہے کہ تحریک پاکستان اور اس کے قافلہ سالار کی معرکہ آرائیوں کی وُہ تاریخ مرتّب کرنا، جو ہماری اس فتح عظیم کے شایان شان ہو، ایک فرد واحد کا کام نہیں بلکہ یہ اہم کام ہماری حکومت اور زعمائے ملّت کی مشترک ذمّہ داری ہے۔ اس مقصد کے لیے جس قدر ضروری مواد اور اہم دستاویزی ریکارڈ درکار ہے اُسے جمع کرنا اور پُوری تحقیق و تجسّس سے اُسے قابل اعتماد سطح پر شیرازہ بندی میں لانا انفرادی طور پر ممکن نہیں۔ اس ذمّہ داری کو پُورا کرنے کے لیے ہمارے کارِ فرمایانِ مملکت کو احساس فرض سے کام لینا پڑے گا اور انتہائی قابل اعتماد ذرائع اور پُوری تفصیل سے اس دَور کی تاریخ مرتّب کرنی ہوگی جو تحریک پاکستان کی معرکہ آرائیوں اور ان کے پس منظر پر مشتمل ہے۔

زیر نظر کتاب کی ترتیب یُوں ہے کہ مؤلّف کی تحریر کے لیے جلی قلم، جن کے اقتباسات پیش کیے گیے ہیں ان کے لیے درمیانہ۔ جو حوالے مؤلّف اور دُوسرے حضرات نے دیئے ہیں اُن کے لیے باریک قلم استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ حوالہ جاتی کتاب (REFRANCE BOOK) ہے جو تقریباً ایک ہزار پچاس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے مقصود و مطلوب تحریک پاکستان

---

[1] چودھری علی اکبر خاں صاحب جو باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کی طرف سے کام کر رہے تھے اُنہوں نے باؤنڈری کمیشن کے متعلق لکھنے کا [illegible] وقت ہمارا یہی اندازہ تھا۔

Marfat.com

کے اسی ایک گوشہ کو نمایاں و واضح کرنا ہے۔ ہم ان تمام بزرگوں، دوستوں کے شکر گزار ہیں جنھوں نے فراہمی مواد میں ہماری حوصلہ افزائی اور مدد کی۔ ہم جانتے ہیں کہ ایک طبقہ ہماری اس محنت و کاوش کو داستانِ پارینہ اور پرانے فسانے قرار دے کر اس اہم تقاضا کی ضرورت و اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرے گا یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے عقیدت و ارادت کی بنا پر ان بزرگوں کی تصویریں اپنے صنم کدۂ دل میں سجا رکھی ہیں جن کا ضمیر و علم گرد و غبار اور جن کی صلاحیتیں گاندھی کی آرزوؤں کے لیے وقف ہو چکی تھیں لیکن ہر حق پسند زبانِ حقیقت سے پکار اٹھے گا کہ ایک اہم ضرورت کو پورا کر دیا گیا ہے۔

ہماری اس کاوش سے اگر جوانانِ ملت کے ذہن و دماغ میں پیش کردہ حقیقت راسخ ہو گئی تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے ایک ملی فریضہ سرانجام دیا ہے۔

آئندہ ہمارا ارادہ "نظریۂ پاکستان" کے عنوان سے تصنیف پیش کرنے کا ہے۔ دراصل زیادہ تر اسی آرزو کی تکمیل کے لیے پہلی دونوں کتابیں نذرِ قارئین کی گئی ہیں۔ خدا اس کام کی تکمیل کے لیے توفیق و ہمت عطا فرمائے۔

چودھری حبیب احمد
یکم مئی ۱۹۶۵ء

Marfat.com

ترتیب

پیش لفظ
نظر بہ پاکستان ، ۱
حکیم الامت علامہ اقبالؒ ، ۱۰
علامہ اقبالؒ کا خطبہ الہ آباد مسلم لیگ
سنہ ۱۹۳۰ء ، ۱۵
اقبالؒ کا ایک خط ، ۲۱
فرنٹیئر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن
جون سنہ ۱۹۴۵ء ، ۲۲
پاکستان ، ۲۳
مسٹر این۔ سی دت ، ۲۴
لالہ لاجپت رائے کا خط بنام
مسٹر سی۔ آر۔ داس ، ۲۵
اعترافِ حقیقت۔ بھائی پرمانند
کا بیان ، ۲۷
ایم۔ این۔ رائے ، ۲۸
ایک ڈرامہ ، ۲۹
مسٹر ستیہ مورتی ، ۲۹
مسٹر ایم۔ این رائے اور متحدہ قومیت ۳۰
اعتراف ، ۳۱
مسٹر ابری ، ۳۲
تقریر وائسرائے ، ۳۲
پیارے پنڈت جواہر لعل نہرو ، ۳۳
چودہ نکات ، ۳۷
بنام جواہر لعل از رگھوناتھ سرن ، ۳۹
میرے عزیز جناح ، ۴۰
پنڈت نہرو بنام جناح ، ۴۴
پیارے جواہر لعل ، ۴۵
میرے عزیز جناح ، ۴۷
پیارے جواہر ، ۵۲
میرے عزیز جناح ، ۵۳
جواہر لعل بنام سید محمود
۲ر فروری سنہ ۱۹۴۱ء ، ۵۶
میرے عزیز جواہر ،
خلیق الزمان بنام جواہر
۲۸ر نومبر سنہ ۱۹۳۷ء ، ۵۷ تا ۵۸
اقبال بنام جناح ۲۱ر جون سنہ ۱۹۳۷ء ، ۵۹

Marfat.com

انڈیا ایکٹ ، ۶۰
آخری اور واحد چارۂ کار ، ۶۱
خطبۂ صدارت الٰہ آباد - ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء
کے مزید اقتباسات ، ۶۲
مسلمان اور اس کا مذہب ، ۶۳
علیحدگیٔ سندھ ، ۶۶
صوبوں کی نئی تقسیم ، ۶۹
ہندوستان کا بری اور بحری تحفظ ، ۷۰
گول میز کانفرنس ، ۷۵
تقسیم ہند کے تخیل پر برہمی ، ۷۸
مسلمان کمیونزم کی آغوش میں ، ۷۹
مسلم کانفرنس لاہور ، ۸۲
خطبۂ صدارت کے اقتباسات ، ۸۳
دوسری گول میز کانفرنس
۱۹۳۱ء - ، ۸۴
اکثریت اور اقلیت کی جنگ ، ۸۵
سخت نہ اور سخت جھیلو ، ۸۶
قومیت کا اصول کیا ہے - پنڈت
جواہر لعل نہرو کی الزام تراشی
کا جواب - ، ۸۷
کانگریس کی روش پر نکتہ چینی ، ۸۸
اقبالؒ کا پیام یکم جنوری ۱۹۳۸ء ، ۹۰
آہ اقبالؒ ، ۹۳
یاد اقبالؒ ، ۹۴
قائد اعظمؒ ، ۹۴
انگریز اور مہاتما گاندھی ، ۹۶
اجلاس لاہور ۱۹۴۰ء ، ۹۷
قرارداد لاہور ، ۱۰۰
خطبۂ صدارت ، ۱۰۱
پاکستان ، ۱۱۸
یہ بچوں کا کھیل ہے ، ۱۲۲
لاہور میں مسلمانوں میں تازہ امنگ
مسٹر جناح کی آمد پر مظاہرے
کیے جائیں ، ۱۲۳
مسلم طلبہ اور پاکستان
کانفرنس کی تیاریاں ، ۱۲۵
نظم عنوان سٹوڈنٹس فیڈریشن
پاکستان کانفرنس ، ۱۲۶
خطبۂ استقبالیہ پاکستان کانفرنس ، ۱۴۲
اسلام اور قومیت پرستی ، ۱۴۶
جداگانہ قوم ، ۱۴۸
ہندو مسلم اتحاد ، ۱۴۸
جماعتی قوت ، ۱۵۷
غربت ، ۱۵۸

Marfat.com

ج

پنجاب سٹوڈنٹس فیڈریشن، ۱۵۹
ایک مرکز، ۱۶۰
سٹڈی سرکلز، ۱۶۱
ہمارا شاندار مستقبل، ۱۶۲
فرمودات قائداعظمؒ
مسلم یونیورسٹی، ۱۶۵
سٹوڈنٹس یونین دہلی، ۱۶۵
کانپور کا اجلاس، ۱۶۶
مسلم یونیورسٹی ۵ فروری ۱۹۳۸ء، ۱۶۷
وفاق مسلم طلبا پنجاب، ۱۶۸
مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، ۱۶۸
پنجاب پراونشل مسلم لیگ، ۱۶۹
دہلی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن، ۱۷۰
آل انڈیا مسلم لیگ کونسل، ۱۷۰
سٹوڈنٹس یونین مسلم یونیورسٹی
۲ نومبر ۱۹۴۲ء، ۱۷۱
اجلاس عام پشاور، ۱۷۲
ڈان، ۱۷۲
اسلامیہ کالج پشاور، ۱۷۲
حیدرآباد دکن، ۱۷۳
پیغام عید، ۱۷۳
شاہی دربار بلوچستان میں تقریر، ۱۷۳
ولیکا ٹیکسٹائل مل کے افتتاح
کے موقع پر، ۱۷۴
تعلیم، ۱۷۴
جاگیردار، ۱۷۵
ذخیرہ اندوز، ۱۷۵
اسلامیہ کالج لاہور، ۱۷۵
اجلاس اردو پارک دہلی، ۱۷۶
مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس
کراچی ۱۹۴۳ء، ۱۷۷
تصویر پاکستان سے مراد
۸ مارچ ۱۹۴۴ء، ۱۷۸
نظریۂ قومیت، ۱۷۹
ایڈورڈس کالج پشاور، ۱۸۰
مہاتما گاندھی اور متحدہ
قومیت، ۱۸۲
تمام مذاہب سچے ہیں، ۱۸۳
تمام مذاہب کی مساوات، ۱۸۴
ایک ہی تناور درخت کی
شاخیں، ۱۸۵
یکساں احترام، ۱۸۵
زہر، ۱۸۶
میں جانتا ہوں، ۱۸۷

Marfat.com

بے غرض طالب علم ، ۱۸۷
قرآن پڑھو ، ۱۸۷
الفاظ کی زنجیر ، ۱۸۸
میں مایوس ہو جاتا ، ۱۸۸
حق کسی الہامی کتاب کا
اجارہ نہیں ، ۱۸۸
نجات دل کی پاکیزگی ، ۱۸۹
سیاست اور مذہب ، ۱۹۰
قرآن کی روح پر عمل ، ۱۹۰
خوابوں کی دنیا ، ۱۹۱
قومیت کی روح ، ۱۹۱
ایک ہی ماں ایک ہی خون ، ۱۹۲
خدا ہمیں عقل و فہم دے ، ۱۹۲
ایک قوم ، ۱۹۲
جداگانہ قومیں ، ۱۹۳
میری روح بغاوت کرتی ہے ، ۱۹۴
اصلی ہندو ، ۱۹۴
علی گڑھ اور بنارس ، ۱۹۵
تقسیم ایک گناہ ، ۱۹۶
مذہبی عقیدہ ، ۱۹۶
مذہب میں مساوات ، ۱۹۶
پاکستان ، ۱۹۷
بنی آدم کا خادم ، ۲۰۰
ایک ماہر طبیب ، ۲۰۰
جواہر لعل نہرو ، ۲۰۱
سیاسی وارث ، ۲۰۳
ابوالکلام کے تضادات ، ۲۱۰
دور الہلال ، ۲۱۱
دورِ متحدہ قومیت ، ۲۱۲
اجلاس رام گڑھ ، ۲۱۳
اس سے قبل روح کی
عظمت و رفعت کا معیار ، ۲۱۴
دورِ اولیٰ میں مولانا ، ۲۱۵
خطبۂ صدارت ، ۲۱۵
دور الہلال ، ۲۱۶
انڈیا ونس فریڈم ص ۲۲۷ ، ۲۲۱
اس مرصع غزل کا آخری شعر ، ۲۲۵
مولانا کبھی فرماتے تھے ، ۲۲۶
تحریر فرماتے ہیں ، ۲۲۷
آب کوثر سے جو پہلا لب
گنگا پہنچا ، ۲۲۸
یہ مسلمانوں سے توقع و امید
رکھتے ہیں ، ۲۲۹
دور الہلال ، ۲۲۹

Marfat.com

اندازہ فرمائیے ، ۲۳۱
سراب آسا تفسیر، ۲۳۲
فراہم مہیا کر دیا ، ۲۳۶
کچھ اہمیت نہیں رکھتا ، ۲۳۷
مکتوب ۴۲ حضرت طالوت
کے نام ، ۲۴۴
کانگریس کے قیام کا مقصد
کیا تھا ؟ ، ۲۵۹
کانگریس کا پہلا اجلاس ، ۲۶۰
کانگریس کا دوسرا اجلاس ، ۲۶۰
کانگریس کے انگریز صدر ، ۲۶۰
برطانیہ کی کانگریس نوازی ، ۲۶۱
لارڈ منٹو کی سوانح حیات ، ۲۶۲
۱۹۲۰ء تک کانگریس کی حالت ، ۲۶۲
وفاداری تخت برطانیہ ، ۲۶۳
پہلا ایجی ٹیشن ، ۲۶۳
طالوت صاحب کا خط علامہ اقبال
کے نام ، ۲۶۴
علامہ اقبال کا خط حضرت طالوت
کے نام ، ۲۶۷
علامہ اقبال کا دوسرا خط ، ۲۶۷
علامہ اقبال کا تردیدی بیان ، ۲۶۸
محمد اقبال ، ۲۷۰
اقبال یا اقبال ، ۲۷۲
بھولا بھائی ڈیسائی ، ۲۷۴
کس قدر تاسف سے لکھتے ہیں ، ۲۷۶
تجزیہ ، ۲۷۷
مولوی حسین احمد مدنی مرحوم
کے ارشادات ، ۲۷۷
یہ مطلع تھا مقطع ملاحظہ فرمائیے ، ۲۷۸
لغوی بحث ، ۲۸۳
باب دوم ، ۲۸۷
متحدہ قومیت کا مفہوم ،
عنصر اول ، ۲۸۸
عنصر دوم ، ۲۸۹
مسٹر کے۔ ایم۔ منشی ، ۲۸۹
سودیشی نمائش پٹنہ ، ۲۹۰
عنصر سوم ، ۲۹۲
عنصر چہارم ، ۲۹۳
عنصر پنجم ، ۲۹۳
مسلم و غیر مسلم کے تعلقات ، ۳۰۷
تعلقات کی دوسری قسم ، ۳۱۱
قومیت پرستی سے پہلے ، ۳۱۳
باب پنجم ، متحدہ قومیت ، ۳۱۵

Marfat.com

وطنیت کی جہنم ، ۳۳۱
آخری گذارش ، ۳۳۵
خلاصہ بحث ، ۳۳۶
دعوتِ نوحی ، ۳۳۸
تشریح مزید ، ۳۳۹
نیشنلسٹ علماء ، ۳۴۴
رفع التباس ، ۳۴۷
ملتِ اسلامیہ ہندیہ کی
نشاۃ ثانیہ اور علماء سُو ، ۳۴۸
ابوالکلام آزاد ، ۳۵۵
متحدہ قومیت اور مولانا حسین احمد
مدنی صاحب ، ۳۵۶
طرزِ استدلال ، ۳۶۰
حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ، ۳۶۲
★ مکالمۃ الصدرین ، ۳۶۴
مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا خط
بنام حضرت علامہ عثمانی ، ۳۶۶
مولانا حفظ الرحمٰن کی تقریر کا
خلاصہ ، ۳۶۹
علامہ عثمانی کا جواب ، ۳۷۰
گفتگو کا محور ، ۳۷۲
علامہ عثمانیؒ نے بحث کا رُخ متعین کر لیا ،
۳۷۳
جمعیۃ العلماء اور مسلم لیگ کے فارمولا
کے جُدا جُدا نتائج ، ۳۷۴
حضرت علامہ کا مسکت و حقیقت افروز
جواب اور وفد جمعیۃ العلماء
کی لاجوابی ، ۳۷۵
علی گڑھ کالج پر اتہام ، ۳۷۸
علماء کی مشکلات کا حل علامہ عثمانیؒ
کی طرف سے ، ۳۷۹
انگریزی خواہ طلباء کی شکایت کرنے
سے پہلے دارالعلوم دیوبند
کی اصلاح کیجئے ، ۳۸۰
فرقِ عمل ، ۳۸۱
مولانا مدنی کا پاکستان کے خلاف
استدلال اور علامہ عثمانیؒ
کی طرف سے اس کا مسکت
جواب ، ۳۸۲
اس دوران میں مولانا احمد سعید
کا ایک سوال اور اس کا
جواب ، ۳۸۳
نظریۂ پاکستان کانگریس اور حکومت
دونوں کے نظریوں کے
خلاف ہے ، ۳۸۴

Marfat.com

پاکستان کے قیام پر مولانا مدنی کا ایک استفسار اور اس کا جواب ، ۳۸۵

جمعیتہ العلمار کی وفاقی طرزِ حکومت کی تائید کا خیال اختیارِ ہند پر مبنی ہے ، ۳۸۵

موجودہ الیکشن میں علامہ عثمانیؒ کی حمایت لیگ کی کیا وجہ ہے ؟ ۳۸۶

علامہ عثمانیؒ سے سکوت کی درخواست ، ۳۸۷

مولانا حسین احمد اور آزاد ، ۳۹۰

کیا نیشنلسٹ مسلمان سوچیں گے ؟ از کوہ پیما ، ۳۹۱

نہرو رپورٹ ، ۳۹۴

مجلس احرار کا قیام ، ۳۹۶

امرتسر کے ضمنی انتخابات ، ۳۹۸

کانگریس کی طرف سے احرار کی زندگی پر حملہ ، ۳۹۸

جمعیتہ العلمار کا اجلاس لاہور اور چودھری صاحب کا انتقال ، ۳۹۹

لیگ یونیسٹ ٹکراؤ اور احرار کی نئی کروٹ ، ۴۰۱

پہلی شملہ کانفرنس ، ۴۰۲

پنجاب اسمبلی کے حالیہ انتخابات ، ۴۰۲

لاہور کارپوریشن کے میئر کا انتخاب ، ۴۰۴

گذشتہ اسمبلی کے انتخابات ، ۴۰۵

موجودہ انتخابات ، ۴۰۶

ہوشیارپور میونسپلٹی کا صدر ، ۴۰۷

جالندھر میونسپلٹی کا صدر ، ۴۰۹

ہوشیارپور میونسپلٹی کا سیکرٹری ، ۴۱۰

الہ آباد کا ایگزیکٹو آفیسر ، ۴۱۰

امرتسر کا ایگزیکٹو آفیسر ، ۴۱۰

پنجاب یونیورسٹی اور سندھ یونیورسٹی ، ۴۱۱

مرکز میں مساوات ، ۴۱۲

پنجاب کے سکھ ، ۴۱۵

اچھوت اور مومن ، ۴۱۶

دستور ساز اسمبلی کے انتخابات ، ۴۱۸

احرار سے ، ۴۱۹

جمعیتہ العلمائے سے ، ۴۲۵

لیگ کا عملی اقدام ، ۴۳۰

خان عبدالغفار کی خدمتِ محترم میں مکتوب مفتوح ، ۴۳۲

حضرت مولانا داؤد غزنوی سابق صدر صوبہ کانگریس کا بصیرت

Marfat.com

ط

افروز بیان ، ۴۳۳
تضمین بر اشعار علامہ اقبالؒ ، ۴۳۶
جمعیت العلماء اسلام ۴۳۶
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا
بیان ، ۴۳۷
طلبا کو نصیحت ، ۴۴۱
غیر مسلموں کے اعتراضات ، ۴۴۷
آزاد مسلم کانفرنس کے اعتراضات ، ۴۵۱
جناب صدر کے ارشادات ، ۴۵۴
اعتراف حقیقت ، ۴۶۱
میرے عزیز جواہر لعل ، ۴۶۱
اداریہ ۲۴ نومبر ۱۹۴۴ء
نوائے وقت ، ۴۶۴
اداریہ نوائے وقت ۱۴ اپریل
۱۹۴۵ء ، ۴۶۸
کیا توہین رسولؐ کی آزادی
قائم کرنے کے لیے ستیہ گرہ
کریں گے ، ۴۷۲
کیا مولانا کی خدمتِ اسلام کا
طریقہ یہی ہے ، ۴۷۲
متحدہ قومیت کے شجر خبیثہ کا پہلا
پھل ، ۴۷۳
بلا شرط و معاہدہ ان کنٹیکٹ کے
معنی بیعت گاندھویت ہے ، ۴۷۴
آج یہ ہے کل کیا ہوگا ، ۴۷۴
ابوالکلام آزادؒ ، ۴۷۵
یوم خاموشی ، ۴۸۰
راشٹرپتی ابوالکلام آزادؒ اور
ملک خضر حیات ، ۴۸۴
گاندھی کے مولانا ، ۴۸۸
مولانا حسین احمد مدنی کے
ارشادات ، ۴۸۹
سر راہے ، ۴۹۲
رئیس الاحرار حبیب الرحمٰن
لدھیانوی اور ہندوستان
کی جنگ ، ۴۹۳
ظہیر الدین صدیقی صاحب ، ۴۹۴
شورش کاشمیری ، ۴۹۴
اپنی خود نوشت ، ۴۹۵
عطاء اللہ شاہ بخاری ، ۴۹۶
مولانا آزاد کا مشورہ ، ۴۹۶
پنجاب کے ہندو کانگریسی ، ۴۹۷
پنڈت نہرو کے نام ، ۵۰۰
مسٹر جناح کی لاہور میں آمد ، ۵۰۱

Marfat.com

ع

جیب جناح ملاقات ، ۵۰۲

دہلی میں جیب جناح ملاقات ، ۵۰۴

سلیم پور ہاؤس لکھنؤ میں کانگریس

لیگ اتحاد کا مشورہ ، ۵۰۴

یو۔پی کا الیکشن ، ۵۰۵

لیگ کانگریس کا اختلاف ، ۵۰۶

مسلم لیگ کا عوامی ادب ، ۵۰۷

مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ ، ۵۰۸

نوائے وقت ، ۵۰۹

وُہ دن دُور نہیں جب اسلام

تمام دنیا کو آغوشِ رحمت

میں لے لے گا۔

مولانا شبیر احمد عثمانی کی پشاور

میں تقریر ، ۵۰۹

مولانا آزاد اب قوم پرست مسلمانوں

کو منظم کریں گے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نوائے وقت ۳۰ مئی ۱۹۴۶ء ، ۵۱۱

یہ اتفاق مبارک ہو مومنوں کے

لیے۔

نوائے وقت ۱۴ جون ۱۹۴۶ء ، ۵۱۲

سوراجی اسلام ، ۵۱۴

پاکستان کا بنیادی پتھر ، ۵۶۲

جیب گاندھی خط و کتابت ، ۵۶۵

پاکستان کے خلاف تجویز کی

منظوری ، ۵۷۱

آصف صاحب کا مشورہ ، ۵۷۱

مولانا جیب الرحمٰن کی

رائے ، ۵۷۵

آصف صاحب کی رائے ، ۵۷۵

گاندھی جی سے ملاقات ، ۵۷۶

ڈاکٹر گوپی چند کا سلوک ۵۷۸

مولانا عبدالغنی ڈار ممبر آل انڈیا

کانگریس کمیٹی کی تلاش ، ۵۸۰

مولانا عبدالغنی ڈار کے خطوط ، ۵۸۰

لدھیانہ ، ۵۸۲

ماں اور باپ کے نام ، ۵۸۳

آٹھ سال بعد ، ۵۸۴

قائد اعظم کی عظمت کا اعتراف

سید الاحرار پر کانگریس کے

ڈورے ، ۵۹۹

پاکستان عالم اسلامی کے

خلاف خطرات کی راہیں سدِّ

سکندری ثابت ہوگا ، ۵۹۹

Marfat.com

دورِ قومیت پرستی ، ۶۰۵
آزاد کی بھٹکی ہوئی سیرت اپنے
الفاظ میں ، ۶۰۵
دورِ عباسی کے علمائے متعلق
ارشاد ، ۶۰۶
ایمان افروز اور یقین پرور
جملے ، ۶۰۹
دین و سیاست ، ۶۱۰
قائداعظم کا بیان بمبئی ۸ر دسمبر
۱۹۳۹ء ، ۶۱۱
الہلال ۹ر اکتوبر ۱۹۱۲ء ، ۶۱۱
الہلال ۲۳ر اکتوبر ۱۹۱۲ء ، ۶۱۳
دو زیشنلزم سے بیش تر ، ۶۱۶
غیر اسلامی زندگی کا نتیجہ کیا
ہوتا ہے ، ۶۳۳
قائداعظمؒ ، ۶۴۵
پس چہ باید کرد ؟ ، ۶۴۸
مولانا عبدالستار خان نیازی ایم-ایل
اے کا بیان ، ۶۴۹
دیوبند کے علماء و طلبا ہندو دھرم
سالہ میں - مدیر صدق کا
حقیقت افروز بیان ، ۶۵۰
ضلع انبالہ میں مسلم لیگ
کی فتح ، ۶۵۱ —
تردید کا غیر ضروری تکلف ، ۶۵۲
پیٹ کا دھندہ ، ۶۵۳
مولوی صاحب کا اندھا تعصب ، ۶۵۴
لدھیانہ میں ایک مسلم لیگی نوجوان
کا دردناک قتل ، ۶۵۵
بیگم جہاں آرا شاہ نواز ، ۶۵۶
پنجاب اسمبلی کے نتائج مکمل
ہو گئے ، ۶۵۸
منافق کون ہے ، ۶۵۸
لیگی غنڈہ گردی کو جرمنی و جاپان
کی طرح کچل دیا جائے گا -
مولانا حبیب الرحمٰن ، ۶۵۹
مفتی محمد نعیم کے صاحبزادے اور
دس دیگر احراریوں کی
گرفتاری ، ۶۶۲
سربسجود ، ۶۶۳
کانگریس اور بت پرستی ، ۶۶۵
اسلامیان جالندھر اور مولوی
حسین احمد صاحب ، ۶۶۶
امرت سر سٹیشن پر احراریوں اور مسلم لیگی

Marfat.com

ق

کارکنوں میں تصادم ، ۶۶۷
کپتان شاہ نواز اور صوبائی انتخابات ، ۶۶۸
مولانا آزاد تمام ترہندوؤں کے قبضے میں ہیں -
حضرت مولانا ابراہیم سیالکوٹی ، ۶۷۱
آزاد صاحب گاندھی پرستی کی وجہ سے چوک گئے ، ۶۷۱
ترجمان القرآن کے مفسر آزاد کا وائسرائے کو مشورہ ، ۶۷۲
نیشنلسٹ مسلمانوں کی بے وقعتی ، ۶۷۴
مسلم مجلس کی کس مپرسی ، ۶۷۶
اسلام اور قومیت پر مولانا حسین احمد کے بیان کا جواب روزنامہ احسان ۹ مارچ سنہ ۱۹۳۸ء - ۶۸۸
صالح انقلاب ، ۷۰۵
فتوٰی مودودی ، ۷۰۷
سنہ ۱۹۴۵ء کا تاریخی الیکشن مولانا ظفر احمد کا بیان ، ۷۱۰
مذکورہ بالا بیان کی تائید ، ۷۱۲
جمعیۃ علمائے اسلام ، ۷۱۳
دیوبند کا عظیم الشان جلسہ ، ۷۱۴
مخالفین کی کوشش ، ۷۱۷
طوفانی دورے ، ۷۲۰
مجددی تلوار ، ۷۲۱
مولانا کی صدارت ، ۷۲۵
بوس کی درگت ، ۷۲۶
پردہ اٹھنے کے بعد ، ۷۳۴
نظر کی نامسلمانی سے فریاد ، ۷۳۶
ہفت روزہ فاران جولائی سنہ ۱۹۴۱ء ، ۷۳۸
حدیث کا غلط انطباق ، ۷۴۲
مولانا ماہر القادری تحریر فرماتے ہیں ، ۷۴۵
بیان لالہ ہردیال ، ۷۶۱
لفظ پاکستان سے اختلاف ، ۷۶۲
اکھنڈ ہندوستان کانفرنس ۷۶۳
ایک دلچسپ دلیل ، ۷۶۶
مسٹر جناح کا تدبر - خلوص اور کلیریکیٹر ۷۶
جامعہ ملیہ دہلی کے پرنسپل ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب ، ۷۷۱

Marfat.com

لیگ کونسل کا اجلاس، ۷۷۲
ایک ماہر تعلیمات کو سیاسی دلدّل
میں پھانسنے کی کوشش، ۷۷۴
رُسوائے ہندو اردھا سکیم، ۷۷۶
گاندھی کی چالاکی، ۷۷۷
وارودھا تعلیمی سکیم، ۷۷۹
گاندھی جی کا بیان، ۷۸۱
وارودھا تعلیمی اسکیم کے نتائج، ۷۸۱
روزنامہ انقلاب ۱۵ فروری ۷۸۴
قائداعظم، ۷۸۴
جمعیتہ العلماء، ۷۸۹
تجویز، ۸۱۰
تجویز بابت مدارس عربیہ کا
نصاب، ۸۱۳
جداگانہ انتخابات، ۸۱۷
سر پرسیول گرفتھس، ۸۱۸
سیّد طفیلؔ احمد منگلوری
مرحوم، ۸۱۹
ایڈورڈ ٹامسن، ۸۲۰
پروفیسر کوپ لینڈ، ۸۲۲
سردار سردُول سنگھ کویشر، ۸۲۴
نوائے وقت بجواب رسول ملٹری گزٹ

۱۶ اپریل ۱۹۴۵ء، ۸۲۶
نیشنلسٹ مسلمانوں کی تصویر
دیکھئے، ۸۲۸
پھر وُہی ماس کانٹیکٹ، ۸۲۹
ترنتارن میں احراری فتنہ
انگیزی، ۸۳۱
مسلم طلبا احرار کے گڑھ میں، ۸۳۲
ایک ورق گم گشتہ، ۸۳۳
ترانۂ پاکستان، ۸۳۵
مذہب کے نام پر منافقت، ۸۳۷
راجہ مہندر پرتاپ، ۸۴۱
غازی جمال الحسینی، ۸۴۲
ولی عہد شہزادہ امیر سیف
الاسلام، ۸۴۴
ڈاکٹر حسین الہنا پاشا، ۸۴۵
الاہرام، ۸۴۷
المصری ۸۴۸
قاہرہ ریڈیو، ۸۴۹
وزیر اعظم مصر، ۸۵۱
مصطفےٰ نحاس پاشا، ۸۵۳
حضرت مفتی اعظم الحاج سیّد امین
الحسینی، ۸۵۴

Marfat.com

ل

حسن ہیگل پاشا لیڈر لبرل پارٹی، ۸۵۵

ڈاکٹر عبدالوہاب عزام پاشا، ۸۵۶

حاجی رشید می لیڈر رانڈو نیشن وفد، ۸۵۶

پروفیسر دانا مردم، ۸۵۶

برنارڈ شا، ۸۵۷

ڈاکٹر حسین خالدی، ۸۵۷

انور نشانشیبی، ۸۵۸

فارس الخوری، ۸۵۹

سید می طلہ، ۸۵۹

شیخ نشانشیبی، ۸۶۰

گاندھی جی کے اعتراضات، ۸۶۰

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی، ۸۶۸

غیر مسلم اقلیتیں، ۸۷۷

جمعیتہ العلماء اور اسلامی ہند ۸۸۱

مولانا حسین احمد، ۸۸۲

ہندوؤں کے آلہ ہاتھے کار، ۸۸۲

روزنامہ انقلاب ۵ مارچ ۱۹۳۹ء۔ اقتباسات، ۸۸۲

آزاد ہندوستان میں آزاد اسلام، ۸۸۵

مسٹر جناح کی براڈ کاسٹ کی تقریر، ۸۸۵

گاندھی جی کی فتویٰ بازی، ۸۸۷

اسلامی کلچر کے محافظ، ۸۸۹

ہندوؤں کے خیالات، ۸۹۰

عصمت بی بی از بیچارگی، ۸۹۰

بنگال کے سید حبیب الرحمٰن، ۹۸۱

سر تیج بہادر سپرو کا بیان بسلسلہ مفاہمت، ۸۹۲

مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن، ۸۹۳

سر چھوٹو رام، ۸۹۶

۱۱۔ مارچ ۱۹۴۱ء، ۸۹۶

ستمبر ۱۹۴۰ء، ۸۹۶

میلہ بسنت کی تقریب، ۸۹۷

انقلاب مورخہ ۸ ۳/۴۱، ۸۹۷

مجلس عاملہ کا اجلاس، ۸۹۷

اینٹی پاکستان کانفرنس، ۸۹۸

تقریر سر سکندر حیات ۷ مارچ پنجاب اسمبلی ۱۹۴۱ء، ۸۹۸

پاکستان سے مفہوم، ۸۹۹

بھائی پرمانند، ۸۹۹

بروقت و پُرلطف، ۸۹۹

Marfat.com

مسٹر اپینے ، ۹۰۰
متحدہ قومیت ، ۹۰۰
اعتراف ، ۹۰۱
اہل کانگریس کے نزدیک
کانگریس ، ۹۰۲
ہندو ریپارمز کمیٹی ، ۹۰۳
ایک مشورہ ، ۹۰۴
مہاتمایت ، ۹۰۴
مسٹر منشی سابق ممبر کانگرس
گورنمنٹ بمبئی ، ۹۰۵
چہ خوش ، ۹۰۵
ڈاکٹر سنہا صاحب ، ۹۰۶
جیتی رہو؟ ، ۹۰۸
دریدہ دہن اخبار ، ۹۱۱
مولانا محمد شعیب صاحب ، ۹۱۴
خان محمد علی کا بیان ، ۹۱۵
خان برادران ، ۹۱۷
نیو سٹیٹسمین ، ۹۱۷
وزیر اعظم سرحد ، ۹۱۹
خان عبدالقیوم خان ، ۹۲۰
سردار عبدالرب نشتر ، ۹۲۱
نوائے وقت ، ۹۲۲
وطن پکارتا ہے ، ۹۲۶
انجام کے ہندو ، ۹۲۶
مسلم نیشنل گارڈز ، ۹۲۷
سرکردہ مسلم لیگی ورکر ، ۹۲۷
حضرت سچ جالندھری ، ۹۲۸
ملایا کے تمام مسلمان پاکستان کے
حامی ہیں ، ۹۲۹
پاکستان کی حمایت میں ، ۹۲۹
مسلم طلبا دو سو ہر کا انتخابی
دورہ ، ۹۳۰
داؤد خیل لیگ کی سرگرمیاں ، ۹۳۰
نیشنلسٹ مسلمانوں کو پانچ فیصدی
ووٹ ملے ، ۹۳۱
مسلمان جشن فتح منائیں ، ۹۳۲
مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی نمائندہ
ہے ، ۹۳۴
مرکزی انتخابات میں لیگ کی
فتح ، ۹۳۷
علامہ علاؤالدین صدیقی کا دورۂ
ہوشیارپور ، ۹۳۸
بجنور میں چودھری خلیق الزماں
کی تقریر ، ۹۳۸

Marfat.com

پاکستان نہ بنا گیا تو اسلامی ہند بغاوت کر دے گا۔ قائد اعظم محمد علی جناح کا انتباہ، ۹۳۹

قائد اعظم لاہور پہنچ گئے۔ زندہ باد پنجاب۔ قائد اعظم کا ہدیۂ تبریک، ۹۴۰

اب انقلابی پروگرام کا وقت آگیا، ۹۴۱

جواہر لال نہرو، ۹۴۲

جناح نے مسلمانوں کو بیدار کر دیا، ۹۴۲

تاج محل ہوٹل بمبئی میں عصرانہ، ۹۵۲

محمد علی جناح، ۹۶۱

قائد اعظم غیروں کی نظر میں، ۹۶۳

مسز سروجنی نائیڈو، ۹۶۴

ڈاکٹر امبیدکار، ۹۶۴

مسٹر بیوری نکلسن، ۹۶۵

مسٹر مانٹیگو سابق وزیر ہند، ۹۶۵

وہ جو موت سے بھی مر نہ سکے، ۹۶۶

قائد اعظمؒ کا لقب، ۹۶۹

خدا کی دین ہے جسے دے، ۹۷۰

شورش کا ابوالکلام۔ نوائے وقت کی نظر میں، ۹۷۶

شیخ حسام الدین کی گاندھی ٹوپی، ۹۷۹

زمیندار کا کوہ پیما، ۹۸۳

اسے اسلام کے پرچم لہرا، ۹۸۵

تحریک پاکستان اور طلبا، ۹۸۶

دو سوداگر، ۹۹۰

دوسرے پوسٹر کا اقتباس، ۹۹۲

ہمارا پاکستان، ۹۹۳

رسول اکرم محمد صلعم کی نظر کرم، ۹۹۵

حضرت شیخ مجدد کا نعرۂ حق، ۹۹۶

حضرت شیخ الہند کا آخری پیغام، ۹۹۶

مسلم لیگ کا تاریخی فیصلہ، ۹۹۷

ہمارے صوبوں کی معدنیات، ۱۰۰۰

جمہور مسلمانوں کا مطالبہ، ۱۰۰۲

ملی خودکشی کے معنی، ۱۰۰۳

پاکستان کا نظام حکومت، ۱۰۰۴

مسلم لیگ کی درخشاں کامیابی، ۱۰۰۵

ہمارا قومی نعرہ، ۱۰۰۵

یونائنٹڈ پارٹی کے مسلم ارکان سے خطاب، ۱۰۰۶

آل انڈیا جمعیتہ علماء اسلام کانفرنس کلکتہ، ۱۰۰۸

اُمتِ اسلامیہ کا انفراد و استقلال، ۱۰۰۸

Marfat.com

عالمگیر خلافت اسلامی۔نبوت محمدی کا نصب العین، ۱۰۰۹
پاکستان واحد راہ آزادی و استخلاص ہے، ۱۰۱۰
آل انڈیا مسلم لیگ اور مسٹر محمد علی جناح، ۱۰۱۰
مسلم لیگ مسلم ہند کی نمائندہ ہے، ۱۰۱۱
انتخابات اسمبلی و کونسل میں مسلم لیگ کی تائید کرنا فرض ہے، ۱۰۱۲
مسلم قوم کی مستقل ہستی لیگ کے متوالی، ۱۰۱۳
اپنا قلم اپنا چہرہ، ۱۰۱۴
مراسلات سیاسیہ ۱۰۱۷
جانشین شیخ الہند حضرت علامہ تا شبیر احمد عثمانی کے نام ۱۰ دران ۱۰۳۶ کے مدلل جوابات
حرفِ آخر ۱۰۳۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نظریۂ پاکستان

ملک کے مختلف گوشوں اور جانثارانِ تحریک پاکستان کے حلقوں سے یہ آرزو ابھر رہی ہے کہ تحریک پاکستان کی تاریخ کو اس انداز و اسلوب سے مرتب کیا کیا جائے کہ ہماری آئندہ نسلیں صحیح طور پر یہ جان سکیں کہ کون کون سے عوامل و عناصر اور اسلامیانِ ہند میں کون کون سی جماعتیں اور گروہ تھے جنھوں نے اس ملی احیا کی تحریک کی سرتوڑ مخالفت کی اور وہ نیک طینت اور پاکباز جانثار و جاں سپار اور سرفروش کون تھے جو قائداعظمؒ کی قیادت میں آزادی اور استقلال کی راہوں میں سرگرم تگ و تاز تھے۔ وہ کون تھے جن کے جگر سوز اقدام سے ملت کے حساس فرزند آج بھی دلفگار اور سوز و غم میں ڈوبے ہوئے ہیں اور یہ سعادت کن لوگوں کے حصہ میں آئی کہ اس حیات بخش تحریک میں حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے فرمانوں کی روشنی میں منزلِ مقصود کی تلاش میں مخالفتوں کی تاریکیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے قائد و رہنما کی بسر و چشم اطاعت کرتے رہے۔

"تاریخ کیا ہے! یہ عجیب دودھاری تلوار ہے۔ یہ مخالفت و موافقت اور حمایت و مخاصمت کے کردار کے تمام پہلوؤں کو نکھارا اور ابھار کر سامنے لاتی ہے۔ اگر کسی قوم کے پاس اس کی صحیح تاریخ موجود ہو تو وہ قوم اپنے ماضی کے تجربات کے آئینہ میں اپنے حال کو درخشندہ اور مستقبل کو تابندہ بنا سکتی ہے۔ لیکن اگر تاریخ غلط ہے تو وہ غلط فہمیوں کی ایسی ہولناک تاریکیوں میں گھری رہتی ہے جن سے اس کا نکلنا

Marfat.com

محال ہو جاتا ہے۔ ملّت پاکستانیہ کی اُبھرنے والی نسلیں یقیناً یہ حق رکھتی ہیں وہ اپنے بزرگوں سے تقاضا کریں کہ تحریکِ پاکستان کے صحیح اور مستند تاریخی واقعات اور ٹھوس حقائق کو اُن کے لیے محفوظ کیا جائے یہ کام حکومتی سطح پر ایک اعلےٰ پیمانے سے کرنے کا ہے اور بزرگوں، بوڑھوں اور تحریکِ پاکستان کے کارکنوں کا بھی یہ ملّی فرض ہے جہاں تک ہو سکے اپنے وسائل وذرائع اور خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ایسا مواد جمع کر دیں جس سے مورّخ کو مسلمانانِ ہند کے ایک عظیم کارنامہ کی تاریخ لکھنے میں آسانی ہو سکے۔ ہم نے بھی اُس بڑھیا کی مثل جو سُوت کی ایک آٹی لے کر یوسفؑ کی خریدار بن کر آئی تھی اس خیال سے کہ اظہارِ تمنا تو کیا جا سکے یہ کوشش اس احساس وجذبہ کے تحت کی ہے کہ ہمیں غافل وفرض ناشناس نہ سمجھا جائے چونکہ بصد خلوص ہم بھی اس کاروان میں شریک تھے اس لیے یہ ملّی فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

ہماری تمنّا وآرزو ہے کہ وہ قلوب جن کی نیک آرزوئیں اور دلی دعائیں صرف اور صرف ملّت کی سربلندی وسرفرازی اور استقلال واستحکام پاکستان کے لیے ہیں اور وہ اس چمنستانِ اقبالؒ وجناحؒ کو پھولتا، پھلتا اور سرسبز وشاداب دیکھنا چاہتے ہیں اُن کے سوز وساز اور آہ نیم شبی کے صدقے ہم اپنی استطاعت وبساط کے مطابق وہ نقوش وخطوط بھی سامنے لائیں جن پر چل کر ہمیں عزّت وعظمت اور شوکت وحشمت حاصل ہو سکتی ہے اور ہم کاروان انسانیت کے رہبر ورہنما بن سکتے ہیں۔ نیز ساتھ ہی ساتھ ان قوتوں کے خدّوخال بھی نمایاں اور واضح کر دیں جو پُرفریب اداؤں، عشوہ طرازیوں اور اسلام کے مقدس زرّیں نقاب اوڑھ کر ملّتِ عزیز کی نشاۃ ثانیہ کی مخالفت میں پیش پیش تھیں۔ کاروانِ ملّت جب اپنے عظیم رہنما حضرت قائداعظمؒ کی محبوبانہ اداؤں اور دلنواز صداؤں سے سرمست ومسحور ہو کر نشانِ منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہدایت ورشد کی جن مسندوں، عماموں اور قباؤں نے تحریک کی مخالفت کی ہمیں معلوم ہے اُن کے نام وکام کے تذکرہ سے کچھ ماضی

Marfat.com

گزیدہ گروہ اور شخصیتیں ناراض و برہم ہوں گی انھیں جان لینا چاہیئے کہ تاریخ نے نہ تو کسی کو آج تک معاف کیا ہے نہ فراموش۔ قائداعظمؒ کی عقابی نگاہوں نے زرّیں نقابوں میں مضمر ان فتنوں کو جس طرح بھانپا اور ان کے رفیقوں اور ہمنواؤں نے اُن کے علمی تقدّس و احترام کے وارنش کو جس حسن و خوبی اور ایمانی فراست کی آگ سے دُور کیا۔ تاریخ پاکستان صدیوں تک اُن کے کارناموں پر مسرت و انبساط اور جوش و عشق کے جذبہ سے سرشار ہو کر وجد کرتی رہے گی جہاں اُبھرنے والی نسل کے لیے قائداعظمؒ جیسی انقلاب آفریں شخصیت کی زندگی کے مختلف گوشے شادابیٔ قلب و نظر کا ساماں بنیں گے اور پولیٹیکل کردار کی عظمت کے ساتھ اُن کی ذات کا وہ تابناک پہلو بھی پوری درخشندگی کے ساتھ اُن کی نگاہوں کے سامنے آئے گا وہاں حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی فکر و بصیرت، علمی و فکری معرکہ آرائی کے ساتھ ساتھ اس امام انقلاب کی جرأت و فراست کے حالات و واقعات بھی ہوں گے جو مغربی تہذیب کا دلدادہ ہونے کے باوجود بشری فہم و فراست کا شاہکار تھا۔ جہاں اقبالؒ نے فکری جمود اور ذہنی شکست کے ظلمت کدہ میں فکرِ تازہ کی مشعلیں روشن کیں اور قوم کو بتایا کہ افکارِ تازہ ہی سے جہانِ تازہ کی نمود ہوتی ہے وہاں جناحؒ نے اپنی قوتِ عمل سے قوم کی مُردہ رگوں میں زندگی کا خون دوڑا کر اقبالؒ کی بتائی ہوئی منزلِ حیات کو حاصل کرنے کیلئے آمادہ و تیار کیا اور نوجوانانِ ملّت کو جوش و ولولہ اور ذوقِ یقین کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کیا۔

یوں تو قوموں کی تاریخ مسلسل اور پیہم انقلابات کی ایک داستان دراز ہوتی ہے۔ لیکن ایک انقلابی کی عظمت کا ممتاز اور مؤثر ترین پہلو یہی ہوتا ہے کہ اُس نے قوم کے تصوّرات و خیالات میں کس قدر تبدیلی پیدا کر کے زندگی، روشنی اور توانائی عطا کی تحریکِ پاکستان کی تاریخ کو اگر ایک جملے میں سمویا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ اقبالؒ کے شعوری انقلاب کو قائداعظمؒ نے جامۂ عمل پہنا کر مسلمانانِ ہند کی زندگی کا رُخ بدل دیا اور وہ لوگ جنھوں نے زعمائے ملّت کے خلاف اپنی آستینوں

Marfat.com

میں بغض و عناد اور جوشِ انتقام کے سانپ اور بچھو چھپا رکھے تھے وہ خاسر و ناکام ہوئے۔ ان عناصر نے قائدینِ ملّت سے دشمنانِ دین سے بڑھ چڑھ کر کھلی جنگ کی اور تحریک پاکستان کو اپنی فتنہ انگیز اور گھناؤنی مخالفت کے زہریلے تیروں سے لہولہان کیا لیکن قائداعظمؒ سفینہ ملّت کو انگریز و ہندو کے اٹھائے ہوئے مخالفت کے طوفانوں سے بچا کر ساحلِ مراد تک لے آیا اور پاکستان معرضِ وجود میں آگیا وہ ٹھوس تاریخی حقائق جن سے مسلم لیگی قیادت کو دوچار ہونا پڑا تحریک پاکستان کی یہی تاریخ ہے جسے حضورِ ملّت پیش کرنا ہے۔

یوں تو ہر دور میں ملّت اسلامیہ کو سرفراز و باوقار دیکھنے کے لیے ملّت کے جلیل القدر فرزندوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور زندگی کی عظمتوں اور رفعتوں سے دادِ تحسین و تبریک حاصل کی لیکن سامراجی خوف و ہراس کی جس بھیانک فضا اور ہندوستان کے مخصوص ماحول اور تاریک دور میں سرسیدؒ نے فرزندان اسلام کی رہبری و خدمت کا بیڑہ اٹھایا اور بلاخوف لومتہ لائم حق گوئی و بے باکی سے کام لے کر مفادِ مسلم کی ترجمانی کی۔ ایک باشعور مسلمان اُن کے تدبّر و فراست اور مسلم دوستی کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انھوں نے اسی زمانہ میں "رسالہ اسبابِ بغاوت ہند" سرکاری ملازمت کے باوجود سپردِ قلم کیا۔ اس کی اشاعت سے حکمرانوں میں جو غم و غصّہ پیدا ہوا اُس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اُس وقت کے فارن سیکرٹری مسٹر سیسل بیڈن نے ایک دھواں دھار تقریر میں سرسیدؒ کی اس مشہورِ زمانہ تصنیف کو "باغیانہ مضمون" قرار دیا اور مطالبہ کیا کہ مصنّف کو کڑی سزا دی جائے لیکن ہمارے اس عظیم المرتبت زعیم قوم نے حکمرانوں کی دھمکیوں کو پرکاہ کے برابر وقعت نہ دی۔

اس مسیحائے قوم نے اپنی نصف صدی تک جہد و کاوش، عزم و ہمّت اور فہم و فراست سے کام لے کر مسلمانانِ ہند کو ایک نئی زندگی عطا کی۔ اُس کی جگر کاویوں جان گدازیوں اور شب بیداریوں ہی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں میں سوز و تڑپ، تمنّا و

Marfat.com

آرزو اور جہدِ مسلسل اور کاوشِ پیہم کا جذبہ و شوق پیدا ہوا۔ ملّتِ اسلامیہ کا یہ فرزندِ عظیم مشکلات و موانعات کے پہاڑوں کو روندنے کا عزم و ایثار اپنے اندر رکھتا تھا یہی ناخدا تھا جس نے سفینۂ ملّت کو طوفانوں سے بچا کر ساحلِ مراد کی طرف اُس کا رُخ موڑا اور منزلِ حیات کی نشاندہی بھی کی۔ ہمارے ہاں آزادی کی جو رونقیں اور استقلال کے ہنگامے نظر آ رہے ہیں یہی زعیمِ ملّت تھا جس کے سہانے خوابوں کی یہ درخشندہ تعبیریں ہیں۔ یہی صاحبِ عزم ریفارمر تھا جس نے تعلیمات کی نورپاشیوں سے تیرہ و تار فضاؤں کو منوّر کیا۔ اقبالؒ و جناحؒ فکر و عمل کی قوت سے اسی کے پروگرام کو لے کر آگے بڑھے۔ سرسیّدؒ ہی تھا جس کی بانگِ رحیل نے ہمیں از سرِ نو ذوقِ سفر سے مالا مال کر کے جادۂ پیمائی کے قابل بنایا اور سرسیّدؒ ہی تو ہے جس نے ہندوستان میں سب سے پہلے دو قومی نظریہ پیش کیا۔ مولانا صلاح الدین احمد کے الفاظ میں :۔

"درحقیقت سرسیّد کے روپ میں قوم کو ایک جنّ مل گیا تھا جو چشمِ زدن میں اس کے لیے ہر وہ کام کر دیتا تھا جو برسوں میں ثروت و حکمت کے سہارے بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کبھی غیروں کے حملوں کی روک تھام کی جا رہی ہے کبھی اپنوں کے دماغ سے اوہام کے جالے صاف کیے جا رہے ہیں کہیں گرمی کی چلچلاتی دھوپ میں معماروں اور باغبانوں کی (دارالعلوم علی گڑھ) میں نگرانی کی جا رہی ہے کہیں نئے تصوّرات کی تحصیل اور پرانے اعتقادات کے تحفّظ کے لیے سات سمندروں کے سفر کیے جا رہے ہیں کہیں ملک کی مجالسِ قانون ساز میں قومی مفاد کے لیے تگ و دو کی جا رہی ہے اور اس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ خطباتِ احمدیہ، تہذیب الاخلاق اور تفسیر القرآن کے ذریعے اذہان کی روشنی اور اخلاق کی بلندی کا سامان بھی فراہم ہو رہا ہے۔ غرضیکہ ترقی و تربیت کا ایک معرکۂ عظیم ہے جس کے مختلف محاذوں پر یک وقت یورش جاری ہے اور دفاع بھی، اور بوڑھا سپہ سالار ایک ہاتھ میں دوربین اور دوسرے میں شمشیر عمل لیے ہر مورچے پر مثلِ برق پہنچتا اور مثالِ ابر گرجتا ہے۔"

Marfat.com

سرسیّدؒ خوب سمجھتے تھے کہ زندہ قومیں وقتی شکستوں اور ہنگامی نقصانوں سے قطعًا اثر پذیر نہیں ہوتیں یہ نقصانات ان کے لیے مہمیز کا کام دیتے ہیں۔ اِن سے اُن کے ایمان میں اور بھی پختگی آجاتی ہے۔ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی سے سرسیّدؒ کی شیفتگی اور عشق و محبّت کے سبب یہ ملّت اسلامیہ کے جاں نثار اور فدائی تھے اور مسلمانوں کی خدمت کو وظیفۂ حیات قرار دے چکے تھے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں ؎

خُدا دارم، دل بریاں زعشقِ مصطفٰے دارم
ندارد ہیچ کافر ساز و سامانے کہ من دارم
زجبریل امیں قرآں بہ پیغامے نمی خواہم
ہمہ گفتارِ معشوق است قرآنے کہ من دارم

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ سرسیّدؒ وہ پہلے مسلمان ہیں جنھوں نے ہندوستان میں دو قومی نظریہ کا تصوّر پیش کیا۔ اب ہم اُن کی تحریر سے اپنی تائید و حمایت میں ثبوت نذرِ قارئین کرتے ہیں :۔

"اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ دونوں قومیں دل سے کسی کام میں شریک نہ ہوسکیں گی۔ ابھی تو بہت کم ہے آگے آگے اس سے زیادہ مخالفت اور عناد ان لوگوں کے سبب جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں بڑھتا نظر آتا ہے جو زندہ رہے گا وہ دیکھے گا۔" (۱۸۶۷ء از سرسیّد)

نوٹ :۔ سرسیّدؒ نے یہ الفاظ ۱۸۶۷ء میں بنارس کے کمشنر مسٹر شکسپیئر کے سوال کے جواب میں کہے تھے ؛ (مؤلف)

۱۸۸۳ء میں جب وائسرائے کی کونسل میں بلدیاتی حکومت کے متعلق مسودہ پیش ہوا تو آپ نے اس بات پر اصرار کیا کہ مسلمانوں کی نامزدگی علیحدہ کی جائے اس موقعہ پر آپ نے جو تقریر کی وہ مسلم نظریہ سیاست کے ارتقا کی ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ نے کہا :۔

"انتخاب کے ذریعہ نمائندگی کے طریقۂ کار کا واحد مطلب آبادی کی اکثریت کے افراد اور ایک ہی عقیدہ کے پیروؤں پر مشتمل ہو۔ بے شک وہاں یہ طریق کار احسن ترین ہے

Marfat.com

لیکن ہندستان جیسے ملک میں جہاں ذات کے امتیاز کو اب بھی فروغ ہے۔ جہاں مختلف نسلوں میں کوئی یک جہتی نہیں۔ جہاں مذہبی امتیازات کی شدت ہے۔ جہاں جدید تعلیم نے تمام لوگوں میں مساوی ترقی نہیں کی مجھے کامل یقین ہے کہ ایسے ملک میں اگر مختلف مفادات سے متعلق لوگوں کو ملا کر نظم و نسق میں محض عام انتخابات کے ذریعہ نمائندگی دینے کی کوشش کی گئی تو اس سے کوئی معاشی فلاح و بہبود تو نہ ہوگی البتہ آلٹا نقصان ضرور پہنچے گا جس کی شدت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ جب تک ہند کی سیاسی و معاشی زندگی میں نسل و عقیدہ کے فرق اور ذات کے امتیازات کو اہمیت حاصل ہے اور یہ عناصر نظم و نسق اور ملکی فلاح سے متعلق مسائل پر اثر انداز ہوتے ہیں عام انتخابات کے طریقہ کو اختیار کرنا قرین مصلحت نہ ہوگا۔ اکثریت کا مل طور پر اقلیت کے مفادات پر حاوی ہو جائے گی اور ان پڑھ عوام ایسے اقدامات کے لیے جن سے نسل و عقیدہ کا فرق شدت اختیار کرے حکومت کو ذمہ دار گردانیں گے۔"

"اسی زمانے میں ۱۸۸۵ء میں نیشنل کانگریس قائم ہوئی۔ ابتدا میں کانگریس کی پالیسی حکومت سے وفاداری اور تعاون پر مبنی تھی۔ چنانچہ اس نے حکومت پر زور دیا کہ سرکاری نظم و نسق میں ہندوستانیوں کو "عام امتحان" کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ نمائندگی دی جائے۔ سید احمد نے کانگریس کی اس تجویز کی مخالفت کی کیونکہ آپ کی رائے میں یہ تجویز مسلمانوں کے لیے جو تعلیمی لحاظ سے ہندوؤں کے مقابلہ میں پسماندہ تھے نقصان دہ تھی۔ آپ نے کہا اس قسم کی تجاویز ایسے ممالک میں قابل عمل ہو سکتی ہیں جہاں ایک قوم آباد ہو لیکن ہند میں جہاں دو قومیں ہندو اور مسلمان آباد ہیں اس قسم کی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کا مطلب ہندوؤں کو مسلمانوں پر مسلط کرنا ہے جو مسلمانوں کے لیے ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا ان حالات میں مسلمانوں کے لیے سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ وہ پہلے اپنے حالات کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں تعلیم حاصل کریں۔ تجارت سنبھالیں اور دور رہیں اشنا انگریزوں سے دوستانہ تعلقات استوار کریں اور

Marfat.com

اس کے بعد وہ حکومت کے نظم و نسق میں حصہ مانگنے کے اہل ہوں گے۔ اس کے لئے انھیں ہرگز ہندوؤں کے ایسے مطالبات کی تائید نہیں کرنی چاہیے کیونکہ نیشنل کانگریس جو اس قسم کے مطالبات کرتی ہے وہ ہرگز ہند کی تمام اقوام بالخصوص مسلمانوں کی نمائندہ نہیں ہے۔" چنانچہ اس ضمن میں آپ نے بدرالدین طیب جی کو جو انہی دنوں کانگریس کے اجلاس کی صدارت کر رہے تھے یہ نکتہ سمجھانے کی غرض سے لکھا۔

"غدر کیا ہوا؟ ہندوؤں نے شروع کیا۔ مسلمان دل چلے تھے وہ بیچ میں کود پڑے۔ ہندو تو گنگا نہا کر جیسے تھے ویسے ہو گیے۔ مگر مسلمانوں کے تمام خاندان تباہ و برباد ہوئے"۔

("ہمارا پاکستان" از ایس۔ ایم۔ اے فیروز ایم۔ اے۔ جی۔ ڈی صفحہ ۱۴ و ۱۵)

"۱۹۲۸ء میں کانگریس کے اجلاس منعقدہ کلکتہ میں نہرو رپورٹ میں قائداعظم کی ترمیموں کو بری طرح مسترد کیا گیا تو قائداعظم نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ آئندہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے راستے ایک دوسرے سے جدا ہو گیے ہیں۔ لندن کی گول میز کانفرنسوں نے اس سیاسی قیافہ کو حقیقت کی شکل دے دی اور کانگریس کی ہندو ذہنیت کے متعلق قائداعظم کے شکوک یقین میں تبدیل ہو گیے چنانچہ ان کانفرسوں کی ناکامی کے بعد قائداعظم نے فرمایا:۔

"۱۹۲۷ء سے ان کانفرنسوں تک ہندو مسلم اتحاد کی بہت کوششیں کی گئیں لیکن ان کانفرنسوں کے نتائج میرے لیے میری زندگی کا شاید سب سے بڑا صدمہ ہیں کیونکہ ہندو لیڈروں کی متعصبانہ ذہنیت نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اب اتحاد کی کوئی امید باقی نہیں رہی"۔ ("ہمارا پاکستان" صفحہ ۳۰ - از ایس فیروز)

"سر سید مسلمانوں کو انگریز کے استبداد اور ہندو کی دسیسہ کاریوں سے بچانے اور ان بکھرے ہوئے تنکوں کو اکٹھا کرنے کے لیے اس دور میں ہمہ تن مصروف ہوا جب ہندو انگریزوں کے ساتھ مل کر اپنی ہزار سالہ غلامی کا انتقام لینے کا تہیہ کیے ہوئے تھا۔" لائل محمڈنز اوف انڈیا" کے مصنف کے الفاظ میں:۔

Marfat.com

اُس وقت کوئی آفت ایسی برپا نہیں ہوئی جس کے متعلق یہ نہ کہا گیا ہو کہ اسے مسلمانوں نے برپا کیا تھا، خواہ اسے رام دین اور رامانا دین نے ہی برپا کیوں نہ کیا ہو کوئی بلا آسمانوں سے ایسی نہیں آئی جس نے سب سے پہلے مسلمانوں کا گھر نہ تاکا ہو۔ کوئی کانٹوں والا درخت اُس زمانے میں نہیں اُگا جس کی نسبت یہ نہ کہا گیا ہو کہ یہ مسلمانوں نے بویا ہے۔ کوئی آتشیں بگولا نہیں اُٹھا جس کے بارے میں یہ مشہور نہ کیا گیا ہو کہ اسے مسلمانوں نے اُٹھایا ہے۔"

"یہی تھے اس قوم کے ناکردہ گناہ جس کی پاداش میں ڈاکٹر ہنٹر نے اپنی کتاب (دی انڈین مسلمانز) میں تجویز کر دیا کہ مستقبل کے ہندوستان میں مسلمانوں کا مقام لکڑہاروں اور سقاؤں سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔"

"اس عالمگیر خلفشار کے زمانے میں سرسید نے ملّی خدمت کا بیڑہ اٹھایا۔ وہ آسمانِ ملت کے اُن چمکتے ستاروں کو جو اُس کی قوم کو زندگی کی روشنی بخش کر معزز اور دوسری قوموں کی نگاہ میں باعزت بنا سکتے ہوں دیکھنا چاہتا تھا۔"

"وہ قوم کے لیے یہ کچھ کر رہا تھا اور قوم کے علمائے کرام اور مفتیان عظام اس پر کفر کے فتوے لگانے کے جہادِ عظیم میں مصروف تھے اور سارا زور اُسے ملحد، لامذہب، کرسٹان، نیچری، دہریہ، دجال، مرتد اور کافر ثابت کرنے میں صرف فرما رہے تھے۔ اس میں ہر فرقہ کے مولوی صاحبان شامل تھے حتیٰ کہ جب فتویٰ پر چوٹی کے ساٹھ مولویوں کی مُہروں اور دستخطوں سے سرسیدؒ کی تکفیر پر اجماع ہوگیا تو پھر یہ حضرات یہاں سے بھاگے بھاگے مکہ معظمہ پہنچے تاکہ حرمین شریفین کی مُہروں سے فتوے کی محکمیت کو اور زیادہ ثبت کیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے بھی فرما دیا کہ :-

"یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی طرف مائل ہوگیا ہے یا زندیق ہے کہ کوئی دین نہیں رکھتا اگر اس نے گرفتاری سے پہلے توبہ کرلی اور ان گمراہیوں سے رجوع کی اور توبہ کی علامتیں اس سے ظاہر ہوگئیں تو نہ کیا جائے۔ ورنہ دین کی حفاظت کے لیے اس کا قتل واجب ہے۔"

"سرسیدؒ قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، شہر بہ شہر، کوچہ بکوچہ، قوم کا درد دل میں لیے اس

Marfat.com

کی زندگی اور فلاح و بہبود کے لیے دیوانہ وار پھرتا تھا اور یہ "جامیان شرع مبین اور مفتیان دین متین" کفر کے فتووں کا انبار اٹھائے اس کے پیچھے لگے رہتے اور لوگوں کو تلقین کرتے پھرتے کہ اگر نجات چاہتے ہو تو اس شخص کی کوئی بات نہ سننا۔" (اقتباس از "پاکستان کس نے بنایا" صفحہ ۴

پاکستان کے اس معمار اوّل کے خلاف یہاں سے لے کر مکہ معظمہ تک کے علمائے کرام نے کفر و الحاد اور بے دینی کے فتوے لگائے تھے۔ اندازہ فرمائیے اگر اس وقت تمام مسلمان ان بزرگوں کے فتووں کا اثر قبول کر لیتے تو ہم خطا کار اور گنہگار قسم کے مسلمان تو ایک طرف اس مقدس طائفہ کی اولاد کا بھی کیا حشر ہوتا۔ یہ سب چوہدری غلام محمد، میاں طفیل محمد، نعیم صدیقی، حسین احمد، عطاء اللہ اور مظہر علی، لالہ گردھاری لعل جواہر لعل و فضل مسیح ہوتے۔ (مؤلف)

حکیم الامت علامہ اقبالؒ

ہم تحریک پاکستان کے پس منظر کو قارئین کے ذہن نشین کرانے کے لیے مسلمانوں کے ان عظیم رہنماؤں کے افکار و آرا کو سامنے لا رہے ہیں جو تحریک پاکستان میں معماروں کی حیثیت رکھتے ہیں یہاں پر ہمارا یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ تحریک پاکستان چند ہنگاموں اور دل و دماغ سے اٹھی ہوئی جذباتی لہروں کا نتیجہ نہ تھی بلکہ اسی کشمکش میں ہمارے مفکرین و قائدین کی زندگی گزری ہے۔ علامہ اقبالؒ نے ۱۹۱۰ء کے آغاز سرما میں اسٹریچی ہال ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ میں ایک لیکچر دیا تھا یہ اصل انگریزی زبان میں تھا حضرت مولانا ظفر علی خانؒ نے اس کو اردو میں ترجمہ کیا اور مئی ۱۹۱۱ء میں برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں یہ ترجمہ ایک جلسے میں پڑھ کر سنایا گیا۔ یہ جلسہ محض اسی لیکچر کو سنانے کے لیے منعقد کیا گیا تھا۔ علامہ اقبالؒ اس جلسے میں شریک تھے۔ اس مضمون کا عنوان "ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر" تھا۔ مضمون کا اندازہ خود نام سے ہو سکتا ہے۔ علامہؒ ادب و فلسفہ کے علاوہ عمرانیات کے

Marfat.com

نہایت بالغ نظر عالم اور ماہر تھے۔ قوموں کے عروج و زوال کے اسباب و علل پر آن کی گہری نظر تھی اس مضمون میں اسلام پر مجلسی و معاشی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علامہؒ نے حکمت ایمانی اور مصلحتِ عمرانی کا مطالعہ ایک دوسرے سے تعلق کی روشنی میں خوب دقتِ نظر سے کیا ہے۔ اس کا اصل متن جناب مولوی ابراہیم علی چشتی صاحب نے پاکستان ٹائمز میں شائع فرما کر ملت پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ یہ لیکچر نہایت طویل ہے اس موقعہ پر ہم سارا نذرِ قارئین کرنے سے معذور ہیں۔ صرف وہ حصّہ جو ہماری زیرِ نظر کتاب سے متعلق ہے وہ اس لیے سامنے لا رہے ہیں۔ تاکہ ثابت کیا جا سکے کہ علامہؒ نے ۱۹۳۰ء میں الٰہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے خطبۂ صدارت میں جس حقیقت کا اعلان کیا تھا۔ کہ مسلمان ہندوستان میں ایک جداگانہ قوم ہے اس لیے اس کی مملکت بھی الگ اور آزاد ہونی چاہیئے۔ دو قومی نظریہ کے متعلق ۱۹۱۰ء میں یہی اظہارِ خیال فرمایا تھا۔ اس خیال سے کہ حکیم الامتؒ کے اس فرمان کو تحریکِ پاکستان کا پس منظر سمجھانے کے لیے عام کیا جائے۔ چند اقتباسات پیشِ خدمت ہیں۔ لیکچر کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔ مولانا ظفر علی خانؒ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :۔

"انسانی تاریخ کے پارینہ اوراق کو الٹتے وقت جب ہماری نظر ارتقا کی الم ریز جھلملیوں میں سے چھنتی ہوئی ان کے رزمیہ بین السطور پر پڑتی ہے تو کسی خواب کے گریزپا نظاروں کی طرح ہم گزری ہوئی قوموں اور سلطنتوں اور تمدنوں کے کھنڈروں کو پے در پے نیست سے ہست اور ہست سے نیست ہوتا دیکھتے ہیں جس سے زیادہ ہیبت افزا اور حوصلہ فرسا منظر اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ قدرت کی قوتوں کی نظروں میں نہ افراد کی وقعت ہے نہ اقوام کی منزلت۔ اس کے اٹل قوانین برابر اپنا عمل کیے جا رہے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس کی منزلِ مقصود بہت ہی دور ہے جسے مقاصدِ انسانی کے آغاز و انجام سے کسی قسم کا تعلق نہیں ——— آدمی زادہ طرفہ معجونیست۔

Marfat.com

باوجود حالات گردوپیش کی نامساعدت کے اس کی تخیل جو عقل کی آئینہ بردار ہے اسے اپنی ہستی کا کامل تر جلوہ دکھا دیتی ہے اور ان ذرائع کی دریافت پر آمادہ کرتی ہے جو اس تصویر مثالی میں جس کے خط و خال اس کی شان اکملیت کو چھپائے ہوئے ہیں جان ڈال سکیں۔ دوسرے حیوانات کے مقابلے میں انسان بہت ہی کمزور و ناتواں ہے۔ اپنے بچاؤ کے لیے وہ قدرتی حربوں سے مسلح نہیں کیا گیا۔ وہ بصارت شنیدنی سے محروم ہے۔ اس کی قوت شامہ اور طاقت گریز بہت کم ہے لیکن پھر بھی زندگی کی آزادیوں اور پہنائیوں کی جستجو میں اس نے اپنی ان تھک سرگرمیوں کو ہمیشہ سے وقف کیے رکھا ہے تاکہ قوانین قدرت کی کہنہ طرز عمل سے واقف ہو کر وہ رفتہ رفتہ ان اسباب پر حاوی ہو جائے جو خود اس کے ارتقاء پر مؤثر ہیں۔"

لیکچر کا یہ حصہ ہم نے اس لیے پیش کر دیا ہے کہ نظر بینا دیکھ سکے کہ مسلمانوں کا یہ مفکر عظیم مسلمانوں کو راز حیات سمجھانے اور قوانین خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا اصول و طریقہ بتانے کے لیے کس قدر مضطرب و بے تاب ہے۔ (مؤلف)

آگے بڑھیے:۔

"علم الحیات کے اکتشافات جدیدہ نے اس حقیقت کے چہرہ پر سے پردہ اٹھایا ہے کہ کامیاب حیوانی جماعتوں کا حال ہمیشہ استقبال کے تابع ہوتا ہے۔ مجموعی حیثیت سے اگر نوع پر نظر ڈالی جائے تو اس کے وہ افراد جو ابھی پیدا نہیں ہوئے اس کے موجودہ افراد کے مقابلہ میں شاید زیادہ بدیہی الوجود ہیں۔ موجودہ افراد کی فوری اغراض ان غیر محدود و نامشہود افراد کی اغراض کے تابع بلکہ ان پر نثار کر دی جاتی ہیں جو نسلاً بعد نسلٍ بتدریج ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور علم الحیات کی اس حیرت انگیز حقیقت کو وہ شخص بنگاہِ استغنا نہیں دیکھ سکتا جس کے پیش نظر سیاسی یا تمدنی اصلاح ہے۔"

"میں اپنی قوم کی موجودہ عمرانی حرکت پر اسی پہلو سے نظر ڈالنا چاہتا ہوں۔ اگر غور

Marfat.com

سے دیکھا جائے تو اقوام کے لیے سب سے زیادہ مہتم بالشان عقدہ فقط یہ عقدہ ہے۔ خواہ اس کی نوعیت تمدنی قرار دی جائے خواہ اقتصادی خواہ سیاسی، کہ قومی ہستی کا سلسلہ بلا انقطاع کس طرح قائم رکھا جائے۔ مٹنے یا معدوم ہو جانے کے خیال سے قومیں بھی ویسی ہی خائف ہیں جیسے افراد۔ کسی قوم کی مختلف عقلی یا غیر عقلی قابلیتوں اور استعدادوں کے محاسن کا اندازہ ہمیشہ اسی غایت الغایات سے کرنا چاہیئے۔ ہم کو لازم ہے کہ اپنے محاسن کو جانچیں اور پرکھیں اور اگر ضرورت آ پڑے تو نئے محاسن پیدا کریں۔ اس لیے بقول نطشے کے "کسی قوم کی بقا کا دارو مدار محاسن کی مسلسل و غیر مختتم تولید پر ہوتا ہے۔" کائنات یقیناً جناب باری کی حکمت بالغہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر اس کا مفہوم سرتا سر انسانی ہے لیکن اس کا تبصرہ کے آغاز سے پہلے ہی چند تمہیدی امور پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ یہ بحث میرے نزدیک جماعت مسلمین کے متعلق کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لیے ضروری ہے۔ یہ امور جن پر میں ترتیب وار نظر ڈالوں گا (۱) جماعت المسلمین کی ہیئت ترکیبی (۲) اسلامی تمدن کی یک رنگی (۳) اس ہیئت کا نمونہ جو مسلمانوں کی ہستی کے تسلسل کے لیے لازمی ہے۔"

"اولاً۔ مسلمانوں اور دنیا کی دوسری قوموں میں اصولی فرق یہ ہے کہ قومیت کا اسلامی تصور دوسری قوم کے تصور سے بالکل مختلف ہے۔ ہماری قومیت کا اصل اصول اشتراک زبان ہے نہ اشتراکِ وطن۔ نہ اشتراکِ اغراض اقتصادی۔ بلکہ ہم لوگ اس برادری میں جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی تھی اس لیے شریک ہیں کہ مظاہر کائنات کے متعلق ہم سب کے معتقدات کا سرچشمہ ایک ہے اور جو تاریخی روایات ہم سب کو ترکہ میں پہنچی ہیں وہ بھی ہم سب کے لیے یکساں ہیں۔ اسلام تمام مادی قیود سے بیزاری ظاہر کرتا ہے اور اس کی قومیت کا دار و مدار ایک خاص تہذیبی تصور پر ہے جس کی تجسیمی شکل وہ جماعتِ اشخاص ہے جس میں بڑھنے اور پھیلتے رہنے کی

Marfat.com

قابلیت طبعاً موجود ہے۔"

"اسلام کی زندگی کا انحصار کسی خاص قوم کے خصائل مخصوصہ اور شمائل مختصہ پر نہیں ہے۔ غرض اسلام زمان و مکان کی قیود سے مبرا ہے اس میں شک نہیں کہ قوم عرب نے جس کے بطن سے اسلام پیدا ہوا اس کی پولٹیکل نشوونما میں بہت بڑا حصہ لیا لیکن اسلامی علوم و فنون اور فلسفہ و حکمت کے انمول موتیوں کے رولنے کا کام اور یہ وہ کام ہے جو نفس ناطقہ انسانی کے اعلیٰ زندگی کے کارناموں سے متعلق ہے زیادہ تر غیر عرب اقوام ہی نے انجام دیا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اسلام کا ظہور قوم عرب کی زندگی کی تاریخ میں یزدان طلبی کی ایک آنی، عارضی جھلک ہونے کے لحاظ سے گویا برق چشمک تھی یا شرارہ کا تبسم تھا لیکن اسلام کی دماغی توانائیوں کا جولانگاہ عرب نہ تھا بلکہ عجم تھا۔"

"پس چونکہ اسلام کا جوہر ذاتی بلا کسی آمیزش کے خاص طور پر ذہنی یا تخیلی ہے لہٰذا کیونکر ممکن تھا کہ وہ قومیت کو بھی کسی خارجی یا حسی اصول مثلاً وطن پر مبنی قرار دینا جائز تصور کرے۔"

"قومیت کا ملکی تصور جس پر زمانہ حال میں بہت کچھ حاشیے چڑھائے گئے ہیں اپنی آستین میں اپنی تباہی کے جراثیم کو خود پرورش کر رہا ہے اور اس میں شک نہیں کہ قومیت کے جدید تصور نے چھوٹے چھوٹے پولٹیکل حلقے قائم کرکے اور ان میں قابت کے اس صحیح القوام عنصر کو پھیلا کر (جس تمدن جدیدہ کی شاخ میں بوقلمونی پیوند لگایا ہے) دنیا کو تھوڑا بہت فائدہ ضرور پہنچایا ہے لیکن بڑی خرابی اس تصور میں یہ ہے کہ اس میں غلو اور افراط کا شاخسانہ نکل آتا ہے۔ اس نے بین الاقوامی نیتوں کی نسبت غلط فہمی پھیلا رکھی ہے۔ اس نے پولٹیکل سازشوں اور منصوبہ بازیوں کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اس نے فنون لطیفہ علوم ادبیہ کو خاص قوموں کی خصوصیات کی میراث قرار دے کر تمام انسانی عنصر کو اس میں سے نکال دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وطن پرستی کا خیال جو قومیت کے تصور سے پیدا ہوتا ہے ایک طرح سے مادی شے کا تابع ہے جو

Marfat.com

سراسر اصول اسلام کے خلاف ہے اس لیے کہ اسلام دنیا میں ہر طرح کے شرک خفی و جلی کا قلع قمع کرنے کے لیے نمودار ہوا تھا۔"

مسلمان قوم کی ماہیت و نوعیت کے بارے میں حکیم الامتؒ کے یہ زریں اقوال اور ۱۹۱۰ء میں ہندوستان کی سرزمین میں کھڑے ہو کر ان کا یہ فرمان کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں ان کی اسلام شناسی اور قرآنی بصیرت کا کتنا بین ثبوت ہے۔ ناظرین کرام دیکھا آپ نے کہ دور رس نگاہ کے حامل عاشقِ رسولؐ اقبالؒ نے اسلام اور مسلمان قوم کی کتنی صحیح تعریف پیش کی ہے۔ اور قومیت پرستی کو جو وطن کے بطن سے جنم لیتی ہے۔ سالارِ کاروان انسانیت حضور اقدسؐ کے لائے ہوئے اسلام کی روشنی میں انسانیت کے لیے کتنا مہلک و ضرر رساں قرار دیا۔ علامہؒ کے اس لیکچر کا ترجمہ جو اس دور میں مومن کی گم شدہ پونجی بن چکا ہے اس کا یہ طویل اقتباس صرف اس لیے دیا ہے کہ ہمارے قارئین ان کے ۱۹۱۰ء کے خیالات و آرا سے یہ اخذ فرما سکیں۔ کہ یہی نظریہ حیات تھا جس کو علامہ اقبالؒ نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے خطبۂ صدارت میں زیادہ وضاحت سے سامنے رکھا اور وہ یوم اوّل سے اپنے آخری سانس تک اسی پیغام کو دہراتا چلا گیا۔ اور جب اس مردِ خبیر و بصیر نے دیکھا کہ فضا سازگار ہے تو الہ آباد مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے صدارتی خطبہ میں فرمایا کہ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ مملکت ہونی چاہیئے جس میں وہ اپنے نظریہ حیات (اسلام) کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

علامہ اقبالؒ کا خطبہ الہ آباد مسلم لیگ ۱۹۳۰ء

چند اقتباسات

"مسلم مملکت کا میرا یہ مطالبہ ہندوستان اور اسلام دونوں کے لیے منفعت بخش ہوگا۔ ہندوستان کو اس سے اس حقیقی امن اور سلامتی کی ضمانت مل جائے گی جو قوتوں کے توازن کا فطری نتیجہ ہوگی اور اسلام کو اس سے ایسا موقعہ میسر آجائے گا

Marfat.com

جس سے یہ اس ٹھپّہ کو مٹا سکے جو (عرب ملوکیت) نے اس پر زبردستی لگا رکھا ہے اور اس قابل ہو سکے کہ یہ اپنے قوانین، تعلیم اور ثقافت کو پھر سے زندگی اور حرکت عطا کر سکے اور انھیں عصرِ حاضر کی رُوح کے قریب آنے کے قابل بنا سکے"۔

مردِ روشن ضمیر نے فرمایا:-

"آپ حضرات نے آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت کے لیے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے اور اپنے اس عقیدہ میں مایوسی کا کوئی شائبہ نہیں پاتا کہ اسلام ایک زندہ اور پائندہ قوت ہے جو نگہ انسانی کو جغرافیائی حدود و قیود کے قفس سے آزاد کر کے اس کی فطری وسعتوں میں اِذن بال کشائی دے گا۔ جس کا عقیدہ ہے کہ مذہب انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایک اہم ترین طاقت کا حامل ہے۔ اور جس کا محکم یقین ہے۔ کہ اسلام خود تقدیرِ الٰہی ہے۔ زمانہ کی تقادیر میں اس کے ہاتھ میں رہیں گی اور اس کی تقدیر کسی کے ہاتھ میں نہ ہو گی۔ ایسا شخص مجبور ہے کہ تمام مسائل کو اپنے خاص زاویہ نگاہ سے دیکھے۔ یہ ہرگز خیال نہ فرمائیے کہ جس مسئلہ کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں وہ خالص نظری مسئلہ ہے۔ نہیں یہ تو ایک زندہ اور عملی مسئلہ ہے جو خود نفس اسلام پر بحیثیت ایک نظام حیات و عمل کے اثر انداز ہو گا۔ اس مسئلہ کے صحیح اور مناسب حل پر ہی اس امر کا انحصار ہے کہ آپ حضرات ہندوستان میں ایک ممتاز تہذیب کے علمبرداروں کی حیثیت سے زندہ رہ سکیں"۔

اس کے بعد ہندوستان کی مختلف قوموں اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد و اتفاق کا ذکر کرتے ہوئے کہا:-

"لیکن اس تلخ حقیقت کے بیان کرنے سے صدمہ ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے ملک کی اندرونی یک جہتی کے لیے اس قسم کے اصول دریافت کرنے میں جتنی کوششیں کیں وہ اب تک بالکل ناکام رہی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ کوششیں کیوں ناکام رہی ہیں؟ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایک دوسرے کی نیتوں کو شبہ کی نگاہ

Marfat.com

سے دیکھا جاتا ہے اور دل میں یہ آرزوئیں چھپی ہوئی ہیں کہ کسی نہ کسی طرح فریق مقابل پر تغلب و تسلط حاصل کر لیا جائے یا اس کی یہ وجہ ہے کہ باہمی اشتراک عمل کے بلند مقاصد تباہ ہوتے ہوں تو ہوں لیکن وہ استمراری اجارہ داری ہاتھ سے نہ جانے پائے جو اتفاقات زمانہ سے ایک فریق کے قبضہ میں آچکی ہے۔ حالت یہ ہے کہ دماغ میں "اَنَا الْمَوْجُوْدُ" غیری کا سودا سما رہا ہے لیکن ان جذبات کو قومیت پرستی کے مقدس چولے میں چھپایا جاتا ہے۔ بلند آہنگ دعاوی کو دیکھو تو حب الوطنی کی وسعت قلبی کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔ لیکن دل کی گہرائیوں میں اتر کر جائزہ لو تو وہاں "ذات اور قبیلہ" کی وہی پرانی تنگ نظری جلوہ فرما ہے۔ ہاں! اور اس کا یہ بھی باعث ہو سکتا ہے کہ اس حقیقت کے تسلیم کرنے کو جی نہیں چاہتا کہ اس ملک میں ہر ایک جماعت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی تمدنی روایات کے مطابق آزادانہ طور پر اپنی اجتماعی نشوونما کر سکے۔"

پھر اپنے اصل موضوع کی طرف آکر بتایا کہ ہندوستان میں ملتِ اسلامیہ کا سب سے پہلا نصب العین حیات کیا ہونا چاہیئے۔

فرماتے ہیں:۔

"یہ مطالبہ مسلمانوں کی اس دلی خواہش پر مبنی ہے کہ انھیں بھی کہیں اپنی نشوونما ارتقاء کا موقع ملے۔ اس لیے کہ اس قسم کے مواقع کا حاصل ہونا اس وحدتِ قومی کے نظام حکومت میں قریب قریب ناممکن ہے جس کا نقشہ ہندو ارباب سیاست اپنے ذہن میں لیے بیٹھے ہیں اور جس سے مقصد و حیا یہ ہے کہ تمام ملک میں مستقل طور پر انھیں کا غلبہ اور تسلط ہو۔"

اس کے بعد اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ یہ مطالبہ کسی جذبہ تغلب و استیلا پر مبنی نہیں بلکہ دنیا میں حکومتِ الٰہیہ کے قیام کی آرزو پر مبنی ہے جو مسلمان کے لیے ایمان کی حیثیت لیے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ

Marfat.com

"حقیقت یہ ہے کہ اسلام خدا اور بندے کے درمیان ایک روحانی واسطہ کا ہی نام نہیں ہے یہ ایک نظام حکومت ہے جس کی ہیئت ترکیبی میں یہ صلاحیت رکھی گئی ہے کہ وہ ہر عمل خیر کو اپنے اندر جذب کرلے اس نظام کا تعین اُس وقت ہو چکا تھا جبکہ دنیا میں کسی رسول کے دماغ میں ایسے نظام کا خیال تک بھی نہ آیا تھا۔ اس نظام کی بنیاد ایک ایسے اخلاقی نصب العین پر رکھی گئی ہے۔ جس کی رو سے انسان جمادات اور نباتات کی طرح یا بگل مخلوق نہیں سمجھا جاتا کہ اس کو کبھی اس خطہ سے منسوب کر دیا اور کبھی اُس سے بلکہ وہ ایک ایسی روحانی ہستی سمجھا جاتا ہے جس کی صحیح قدر و قیمت اُس وقت معلوم ہوتی ہے جب وہ ایک خاص معاشرتی نظام کی مشینری میں اپنی جگہ پر فٹ ہو۔ وہ اس مشینری کا ایک فعال پرزہ ہوتا ہے اور اسے ٹھیک انداز میں چلانے کے لیے اس پر حقوق و فرائض کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔"

اس نصب العین کو ایسے واضح اور درخشندہ الفاظ میں سامنے لانے کے بعد راستہ کے خطرناک مراحل کی طرف بھی اشارہ کر دیا تاکہ یہ کاروان شوق رو بہ منزل ہو۔ توزادِ سفر اور سامانِ حفاظت کو بھی ساتھ رکھے فرمایا:۔

"ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں پر جو نازک وقت آج آچکا ہے اس کا تقاضا یہ ہے۔ کہ وہ اپنے اندر وحدتِ افکار و عمل پیدا کر کے مکمل طور پر منظم ہو جائیں ان کی یہ تنظیم ملت اسلامیہ اور ہندوستان دونوں کے حق میں مفید ہوگی۔ ہندوستان کی سیاسی غلامی ایشیا بھر کے لا متناہی مصائب کا سرچشمہ بن رہی ہے۔ اور اس وقت بھی وہی کیفیت ہے اس غلامی نے مشرق کی روح کو کچل ڈالا ہے۔ اور اس سرزمین کو اظہارِ خودی کی اس مسرت سے یکسر محروم کر دیا ہے۔ جس کی برکت سے یہ کبھی ایک عظیم الشان اور درخشندہ کلچر کی تخلیق کا موجب بنی تھی جس

Marfat.com

سرزمین (یعنی ہندوستان) کے ساتھ ہمارا جینا اور مرنا وابستہ ہو چکا ہے۔ اس کی طرف سے ہم پر ایک اہم فریضہ عائد ہوتا ہے علاوہ بریں ہم پر ایشیا کی طرف سے اور علی الخصوص مسلم ایشیا کی طرف سے بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔ تنہا ایک ملک میں سات کروڑ فرزندانِ توحید کی جماعت کوئی معمولی چیز نہیں۔ تمام مسلم ایشیا کے ممالک مجموعی طور پر بھی اسلام کے لیے اتنی گراں بہا متاع نہیں جتنی اکیلی ہندوستان کی ملتِ اسلامیہ۔ اس لیے ہمیں ہندوستان کے مسئلہ کو صرف اس زاویۂ نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ کہ ہندوستان میں اسلام کا کیا حشر ہوگا بلکہ اپنی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس نقطۂ خیال سے بھی کہ ہماری موت و حیات کا عالم اسلامی پر کیا اثر ہوگا۔ ہندوستان اور ایشیا کی طرف سے جو فرائض ہم پر عائد ہوتے ہیں۔ اُن سے ہم کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے جب تک ہمارا نصب العین متعین نہ ہو اور اس کے حصول کے لیے ہم سب منظم طور پر عزم نہ کر لیں۔ ہندوستان کے دیگر سیاسی گروہوں میں ہماری مستقل ملی ہستی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم منظم ہوں۔ متحد ہوں۔ ہم آہنگ ہوں۔ ہمارا یکجا ہوا خمیر انہ آن تمام سیاسی مسائل پر جن کے ساتھ ہماری ملت کی موت اور زندگی وابستہ ہے بہت بُری طرح اثر انداز ہو چکا ہے۔ میں فرقہ وارانہ مسائل میں بھی کی طرف سے ناامید نہیں ہوں لیکن مجھے تو کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ مستقبل قریب میں ہندوستان میں شاید ایسے خطرناک حالات پیدا ہو جائیں کہ مسلمان کو اپنا جداگانہ محاذ قائم کر کے ان کا مقابلہ کرنا پڑے اور ایسے خطرناک حالات میں آزاد راہِ عمل وہی قومیں اختیار کر سکتی ہیں۔ جو حصولِ مقاصد کے لیے تلی بیٹھی ہوں اور اپنے تمام عزائم کو ایک متحد نصب العین پر مرکوز کیے ہوں۔"

Marfat.com

صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ راستہ کی مشکلات کی طرف ہی اشارہ کر دیا بلکہ اس نبض شناس دوراں نے یہ بھی بتا دیا کہ قوم میں کس کس چیز کی کمی ہے فرمایا:۔

"میں صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ دورِ حاضرہ میں مسلمان دو مصیبتوں میں مبتلا ہیں۔ پہلی مصیبت قحط الرجال کی ہے سر سیلکم ہیلی اور لارڈ ارون کی یہ تشخیص بالکل صحیح تھی کہ مسلم قوم میں رہنماؤں کا فقدان ہے۔ جیسا کہ انھوں نے علی گڑھ یونیورسٹی کے طالب علموں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔ لیڈروں سے میری مراد ایسے حضرات ہیں جنھیں مبداء فیض کی کرم گستری یا مشاہدات و تجربات کی بنا پر ایک طرف اسلام کی روح اور اس کے منتہائے نگاہ کے متعلق بصیرت تامہ حاصل ہو اور دوسری طرف عصرِ حاضرہ کے تاریخی شواہد بھی ان کی نگاہوں کے سامنے بے نقاب ہوں۔ ایسے لوگ درحقیقت وہ زندہ قوتیں ہوتے ہیں جو قوم کے عروقِ مردہ میں خونِ زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ وہ اللہ کی دین ہوتے ہیں جسے چاہے دے۔ حسب فرمائش بنوائے نہیں جا سکتے۔

دوسری مصیبت جو مسلمانوں کو تباہ کر رہی ہے کہ ان کے دل سے احساسِ اجتماعیت فنا ہو رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ افراد اور چھوٹے چھوٹے فرقے الگ الگ راستوں پر گامزن ہو رہے ہیں اور ان کا کوئی کام ملت کے اجتماعی افکار و اعمال کو کچھ فائدہ نہیں پہنچاتا۔ ہم آج میدان سیاست میں وہی کچھ کر رہے ہیں۔ جو صدیوں تک مذہب کے دائرے میں کرتے رہے ہیں لیکن فرقہ بندی کے فروعی جھگڑے ہماری اجتماعیت کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے۔ ان جھگڑوں سے کم از کم یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اصل اصول (مذہب) جو ہماری اجتماعیت کا نقطہ ماسکہ ہے اس سے ہمیں گہری دلچسپی ہے پھر یہ اصول اپنے اندر اتنی وسعت رکھتا ہے کہ

Marfat.com

کوئی گروہ یا فرقہ اس حد تک سرکش نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت سے کٹ جائے۔ لیکن سیاست کے دائرے میں انتشار اور بالخصوص ایسے مواقع پر انتشار جب کہ قوم کی زندگی کا انحصار ہی اتحادِ عمل پر ہو قوم کو فنا کر کے رکھ دیتا ہے۔"

یہ ایک نئی آواز تھی جو ہندوستان کی فضا میں غلغلہ انداز ہوئی۔ یہ ایک انوکھا نصب العین تھا جو ہندی مسلمانوں کے سامنے رکھا گیا۔ ہنگامہ آرائی کے اس دور میں اس پر کون کان دھرتا۔ کسی نے فلاسفر کا ناممکن العمل نظریہ بتایا تو کسی نے اسے شاعر کا تخیل کہا اور یوں صدائے جرسِ کارواں خود کارواں کے شور و غوغا میں گم ہو کر رہ گئی۔

لیکن اسی نصب العین کو ۱۹۴۰ء میں ایک مردِ ہوشمند (جناحؒ) نے اس مردِ خاموش کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر ایک لاکھ کے مجمع میں دہرایا جو آج ایک زندہ حقیقت بن کر دنیا کے سامنے پاکستان کی شکل میں موجود ہے۔

اقبالؒ کا ایک خط

حضرت علامہ اقبالؒ کا ایک خط جو آپ نے ۱۹۳۷ء میں قائداعظمؒ کو لکھا۔ اس سے یہ امر بخوبی نمایاں اور واضح ہوتا ہے کہ وہ پاکستان کو کیسی اسلامی مملکت بنانا چاہتے تھے اور کیسا اسلامی نظام پاکستان میں دیکھنے کی تمنا و آرزو رکھتے تھے اور ان کی نگاہ زمانے کے تقاضوں کو کیسے بھانپ رہی تھی۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کا علاج کیا ہے۔ لیگ کا مستقبل اس سوال کے حل پر موقوف ہے۔ اگر لیگ نے اس باب میں یہ نہ کیا تو مجھے یقین ہے کہ عوام اس سے اسی طرح بے تعلق رہیں گے جس طرح اس وقت بے تعلق رہے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اسلامی آئین کے پاس اس مسئلہ کا

Marfat.com

حل موجود ہے۔ اس آئین کو دورِ حاضر کے تصوّرات کی روشنی میں مزید نشوونما (DEVELOPMENT) دی جا سکتی ہے۔ اسلامی آئین کے طویل اور گہرے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام کو اچھی طرح سمجھ کر نافذ کر دیا جائے تو اس سے ہر فرد کو کم از کم سامان پرورش (SUBSISTENCE) ضرور مل جاتا ہے۔ ہندوؤں کے پاس اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں، اگر ہندوؤں نے اشتراکی جمہوریت (SOCIAL DEMOCRACY) کو اپنے ہاں قبول کر لیا تو ہندومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن اسلام کے لیے اشتراکی جمہوریت کو ایسے مناسب انداز سے قبول کر لینا جس سے یہ اس کے اصولوں سے ٹکرائے نہیں اسلام میں کسی تبدیلی کے مترادف نہیں ہوگا بلکہ اس سے مفہوم یہ ہوگا کہ ہم اسلام کو پھر سے اس منزّہ صورت میں اختیار کر رہے ہیں۔ جیسا وہ شروع میں تھا۔"

اب ہم یہاں قائداعظمؒ کے اُس خطاب سے اقتباس جو آپ نے فرنٹیئر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کو جون ۱۹۴۵ء میں فرمایا۔ آپ کے سامنے لا رہے ہیں۔ جس سے قائداعظمؒ کی اسلام شناسی واضح ہو جائے گی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی پتہ چل جائے گا۔ کہ مملکت پاکستان میں قائداعظمؒ کونسا نظامِ حیات نافذ کرنا چاہتے تھے اور پاکستان کے حصول کی تگ و تاز میں کیوں مصروف تھے۔

فرنٹیئر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن جون ۱۹۴۵ء

"پاکستان سے مطلب یہی نہیں کہ ہم غیر ملکی حکومت سے آزادی چاہتے ہیں اس سے حقیقی مراد مسلم آئیڈیالوجی ہے جس کا تحفظ نہایت ضروری ہے۔ ہم نے صرف اپنی آزادی حاصل ہی نہیں کرنی۔ ہم نے اس قابل بھی بننا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کر سکیں اور اسلامی تصوّرات اور اصولات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔"

Marfat.com

پاکستان

ملت کے جس دردمند اور زیرک و فہیم فرزند نے حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی تمنا و آرزو کو لفظ "پاکستان" کا جامہ پہنایا وہ موضع موہراں ضلع ہوشیارپور کے چودھری رحمت علی[1] مرحوم تھے۔ چودھری صاحب مرحوم و مغفور اپنے ایک پمفلٹ[2] میں رقمطراز ہیں کہ "سب سے پہلی بار پاکستان کا تصور میرے ذہن میں ۱۹۳۲ء میں آیا اور میں نے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے لنڈن میں "پاکستان نیشنل موومنٹ" کے نام سے ایک جماعت تشکیل کی۔ اور ۱۹۳۳ء میں اسی تنظیم کے تحت ایک جلسہ عام کیا۔" مسلمانان ہند کی حاصل کردہ اس تصوراتی مملکت کو چودھری صاحب مرحوم کا دیا ہوا یہ نام آسمانِ عظمت و خدمت پر روشن ستارے کی طرح جگمگا رہے گا۔ چودھری صاحب نے پاکستان کی اسکیم کے لیے اپنی طرف سے ایک خاکہ بھی پیش کیا تھا۔ آپ نے پڑھے لکھے مسلمانوں کو اس مملکت کے حصول کی تڑپ و آرزو پیدا کرکے آمادہ و تیار کرنے کے لیے اپنے انداز و اسلوب سے ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ جہاں ان کی یہ پُراثر آواز برطانوی ایوانوں اور قصرِ اقتدار میں گونجی وہاں ان کی اس دردمندانہ نوا سے مسلمانوں کے انگریزی خواں طبقہ میں بیداری و ہشیاری کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ آپ کا خلوص و وفا سے اس منزلِ حیات کو دیا ہوا نام "پاکستان" حضرت قائداعظمؒ کی قیادت میں مسلمانانِ ہند نے اپنایا اور

---

[1] ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں مسلم لیگی امیدوار رانا نصراللہ خان کو کامیاب بنانے کے لیے الیکشنی مہم میں مجھے اس موضع کو دیکھنے اور چودھری صاحب کے بزرگوں اور عزیزوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ (مؤلف) [2] چودھری رحمت علی صاحب مرحوم کے جس پمفلٹ کا ذکر ہم نے محولہ بالا سطور میں کیا ہے اس کا نام "دی ملت آف اسلام اینڈ دی مینس (MENACE) آف انڈین ازم" باقی چودھری رحمت علی پہلا ایڈیشن ۱۹۴۷ء دوسرا ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا۔ (مؤلف)

Marfat.com

ہندوستان کی تاریک فضا میں ان ایمان پرور نعروں "آنکھ کا نور۔ دل کا سرور پاکستان" "جاں سے پیارا" "آنکھ کا تارا پاکستان" "بٹ کے رہے گا ہندوستان۔ لے کے رہیں گے پاکستان"۔ یہ اعزاز اور عظمت مرحوم ہی کے لیے تھی۔ کہ اس تصوراتی مملکت کو ان کا تجویز کردہ نام "پاکستان" دیا جائے۔ چودھری صاحب مرحوم کے مرقد پر خدائے رحیم و کریم رحمت کی بارش برسائے اور اس دردمند مسلمان کی لحد کو جس کا دل ملت کی سرفرازی و سربلندی کے لیے بیقرار و مضطرب رہتا تھا۔ نور خداوندی سے منور کر دے۔ ایسے لوگ جو مردہ قوموں کی رگوں میں زندگی کا خون دوڑا دیں مرتے نہیں۔ ان کی موت میں ہزاروں زندگیاں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ پاکستان جب تک صفحۂ زمین پر قائم رہے گا۔ چودھری صاحب کا نام بھی زندہ رہے گا۔

اب ہم ان ہندو لیڈروں کے خیالات پیش کرتے ہیں۔ جنھوں نے سیاست ہند کی گتھیوں کا حل یہی سمجھا اور اس حقیقت کا برملا اظہار بھی کیا کہ ہندو اور مسلمان ایک قوم نہیں ہیں۔ بلکہ دو قومیں ہیں۔ ان حقیقت پسند ہندوؤں نے ہندی مسائل سیاست کا حل یہ قرار دیا کہ ہمیں کھلے دل سے یہ اعتراف کر لینا چاہیے۔ کہ مسلمان ہندوؤں سے ایک الگ قوم ہیں۔

مسٹر این۔ سی۔ دت

مسٹر این۔ سی۔ دت (سابق رکن آل انڈیا کانگرس کمیٹی) کا ایک بیان یکم فروری ۱۹۴۰ء کے "مدینہ" (ایک کانگریسی اخبار) میں شائع ہوا۔ فرماتے ہیں:۔

"ان حالات میں میرا خیال ہے۔ کہ ہندو مسلم قضیہ کا حل یہی ہوگا کہ ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کو دو قومیں سمجھ لیا جائے اور پھر دو قوموں کی حیثیت سے ان کے ساتھ متحدہ قومیت کا خیال ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دل سے نکال دیا جائے۔ مسٹر جناح نے حال ہی میں گاندھی جی کو جواب دیتے ہوئے متحدہ

Marfat.com

قومیت کے تصوّر کو سراب کے لفظ سے تعبیر کر کے جس خیال کا اظہار کیا ہے وہ میرے خیال میں اب نہیں تو کل حقیقت ہو کر رہے گا۔

بہرحال اگر یہ چیز بھی جلد طے ہو جائے تو کچھ بُرا نہیں۔ یوگوسلاویہ کے کروٹ اور سرب کی طرح اگر ہندوستان کے ہندو اور مسلمانوں میں بھی بحیثیت فرقہ کے نہیں بلکہ بحیثیت دو قوموں کے سمجھوتہ ہو جائے اور مسلم اکثریت کے علاقوں میں ہندو اکثریت کے علاقے مداخلت نہ کریں اور ہندو اکثریت کے صوبوں میں مسلمان مداخلت نہ کریں تب بھی ہندوستان کا اجتماعی مفاد محفوظ رہ سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں پاکستان کے خیال سے نہ ڈرنا چاہیئے۔ البتہ اس میں مناسب ترمیم و اصلاح کر کے اسے اپنے حسب حال بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔"

لالہ لاجپت رائے کا خط

— بنام —

مسٹر سی۔ آر۔ داس

"ایک اور چیز جو کچھ عرصہ سے میرے لیے بیحد وجۂ اضطراب ہو رہی ہے وہ ہندو مسلم اتحاد کا مسئلہ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اس پر دعوتِ غور و خوض دوں گذشتہ چھ ماہ میں میں نے اپنے وقت کا بیشتر حصّہ اسلامی تاریخ اور اسلامی قوانین کے مطالعہ میں صرف کیا ہے اور اس سے جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ چیز (یعنی ہندو مسلم اتحاد) ایک امر محال اور ناقابل عمل شے ہے۔ وہ مسلمان راہنما جو عدم تعاون کی تحریک میں شامل ہیں اگر ان کے خلوص نیّت کو تسلیم بھی کر لیا جائے پھر بھی میرے خیال میں ان کا مذہب اس چیز (ہندو مسلم اتحاد) کے راستے

Marfat.com

ہیں ایک زبردست رکاوٹ ثابت ہوگا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے کلکتہ میں اپنی اس گفتگو کا جو اس باب میں حکیم اجمل خان صاحب اور ڈاکٹر کچلو سے ہوئی تھی آپ سے تذکرہ کیا تھا۔ ہندوستان میں حکیم صاحب سے زیادہ سلجھا ہوا کوئی مسلمان نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حکیم صاحب یا کوئی دوسرا مسلمان راہ نما قرآن کی تعلیم کے احکامات پر خط تنسیخ کھینچ سکتا ہے۔ خدا کرے کہ اسلامی قوانین کے مطالعہ کے بعد جس نتیجہ پر میں پہنچا ہوں وہ غلط ہو کیونکہ میرے دل کی کھٹک کو دور کرنے کے لیے اس سے زیادہ عمدہ بات کوئی نہ ہوگی لیکن میرا خیال صحیح ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم (ہندو اور مسلمان) انگریز کے مقابلہ کے لیے تو متحد ہو سکتے ہیں لیکن برطانوی طرز حکومت کے مطابق ہندوستان میں نظام حکومت قائم کرنے کے لیے ایسا اتحاد ناممکن نظر آتا ہے اس کا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہوگا کہ ہم ہندوستان میں جمہوری طرزِ حکومت قائم نہیں کر سکتے تو پھر اس کا علاج کیا ہے؟

میں ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں سے خائف نہیں ہوں لیکن ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں اور ان کے ساتھ افغانستان وسطِ ایشیا عرب۔ عراق اور ترکی کے مسلح لشکروں کی تاب ہم نہ لا سکیں گے۔ میں تہہ دل سے ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت کا قائل ہوں اس کے لیے میں مسلمان راہ نماؤں پر اعتماد کرنے کو بھی تیار ہوں لیکن قرآن و حدیث کے احکام کو ہم کیا کریں گے؟ مسلمان راہ نما ان پر تو خط تنسیخ نہیں کھینچ سکتے۔ تو پھر کیا ہماری یہ تباہی قضا مبرم ہے؟ امید ہے کہ ایسا نہ ہوگا اور آپ کا ذہن رسا اور قلب بصیر اس مشکل کا کوئی حل تجویز کر سکے گا۔"

(اخبار مرہٹہ ۲ فروری ۱۹۲۰ء)

اندازہ فرمائیے ناظرین کرام کہ یہ ہندو کتاب و سنت کے مطالعہ سے

Marfat.com

جو انھوں نے لا محالہ تراجم کے ذریعہ کیا ہوگا، کس نتیجے پر پہنچا ہے اور ہمارے دورِ الہلال کے مایۂ ناز ابوالکلام آزاد اب متحدہ قومیت کے سرشار ہو کر

شیخ ملت با حدیث دلنشیں بر مرادا و کند تفسیر دیں

کی تصویر بن جاتے ہیں ہم آئندہ چل کر بتائیں گے کہ متحدہ قومیت کے جواز کے لیے ان کی تحقیق اپنی ان کے دورِ الہلال سے کس قدر برعکس اور متضاد ہے۔ اس بات پر حیرت ہے۔ کہ لالہ لاجپت رائے کو چند ماہ کے مطالعہ سے اسلامی تعلیم سے متعلق جو بات نظر آگئی وہ ہمارے اجارہ دارانِ علوم دینی کو ساری عمر کے مزعومہ تدبر و تفحص کے باوجود نہ آسکی اور اگر متحدہ قومیت کے قائل ہونے سے قبل کچھ بصیرت فرقانی تھی بھی تو وہ ہند میں نذرِ برہمن ہو گئی۔ اصل میں فرق یہ ہے کہ لالہ جی نے ان چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ملا جی انھیں مہاتما گاندھی جی کی عینک سے دیکھتے ہیں۔ اس عالم میں دونوں کا ایک نتیجے پر پہنچنا محال ہے۔

اعترافِ حقیقت

بھائی پرمانند کا بیان

"خالصتہً مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو مسٹر جناح نے جو کچھ کہا ہے وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ سنٹرل اسمبلی کے مسلمان ممبر ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے نمائندہ ہوتے ہیں۔ اُن کے رویّہ کو اگر دیکھا جائے تو اس بات کے لیے کسی اور ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مسٹر جناح واقعی ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے افکار و آرا کی نمائندگی کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ "جو کچھ مسٹر جناح کہتے ہیں اگر وہی مسلمانوں کے افکار و آرا کا صحیح نمونہ ہے تو کانگریس نے جو کام پچاس سال سے زیادہ عرصہ میں کیا وہ تمام اکارت گیا۔" لیکن خود

Marfat.com

کانگریس شروع ہی سے مسلم لیگ کے ساتھ تمام معاملات اسی بنا پر طے کرتی رہی ہے کہ مسلم لیگ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے ۱۹۲۰ء میں مہاتما گاندھی نے تحریک خلافت کے رہنماؤں کے ساتھ ملاپ پیدا کیا۔ لیکن وہ تحریک ختم ہو چکی۔ اس لیے اب پھر مسلم لیگ اسی طرح بہ حیثیت نمائندہ جملہ مسلمانان ہند شہرت پکڑ گئی ہے۔ جس طرح کہ خود کانگریس تمام ہندوستانیوں کی نمائندگی کا دعویٰ کرتی ہے۔

مسلم لیگ کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں مہاتما گاندھی اور اُن کے رفقائے کار کو صرف ایک چیز کہتا ہوں اور وہ یہ کہ وہ یا تو کانگریس کی تحریک کو تحریک خلافت کی طرح ختم کر دیں اور ہندو مہاسبھا میں شامل ہو جائیں یا اس حقیقت کا کھلم کھلا اقرار کریں کہ کانگریس واقعی ہندوؤں کی ایک جماعت ہے اس کے سوا کوئی دوسری راہ نہیں ہے۔"

(ہندوستان ٹائمز ۱۵ فروری ۱۹۴۰ء)

ایم - این رائے

"ہم ہندوستانی قومیت کی تقسیم کی اسکیم کے خلاف مسلمانوں کے افکار کی شیرازہ بندی کو خوش آمدید کہتے ہیں لیکن ہم کانگریس لیڈروں کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایسی کانفرنسوں یا مظاہروں کی قوت یا وزن کے اندازہ کرنے میں حد سے نہ بڑھا کریں جتنی رپورٹیں موصول ہوئی ہیں ان سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ آزاد مسلم کانفرنس کامیاب ضرور رہی لیکن یہ ایک ہلاکت انگیز تحریک ہو گی اگر یہ کوشش کی گئی۔ کہ اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے اور اسے خواہ مخواہ مسلم لیگ کے مدمقابل جماعت سمجھ لیا جائے۔ مسلم لیگ کی قوت اور اس کے ہم خیال طبقہ کی تعداد

Marfat.com

کو گھٹانے کی کوشش سے کچھ فائدہ نہیں۔ مسلم لیگ آج اس ملک میں مسلمانوں کی بڑی نمائندہ جماعت ہے۔ پاکستان ریزولیشن یا آزاد کانفرنس اس حقیقت کو کبھی بدل نہیں سکتے۔"

("انڈی پنڈنٹ انڈیا" ۱۲ مئی ۱۹۴۰ء)

ایک ڈرامہ

"یہ "آزاد مسلم کانفرنس" کے نام پر ایک ڈرامہ کھیلا گیا تھا جس کے کردار خاں بہادر اللہ بخش، عبدالرحمٰن سرحدی۔ مولانا حفظ الرحمٰن۔ مولانا حبیب الرحمٰن۔ حافظ محمد ابراہیم۔ محمد امین کھوتو۔ عبداللہ القاضی بنگال۔ مفتی کفایت اللہ۔ مفتی محمد نعیم لدھیانوی۔ مسٹر لیسین نوری وغیرہ تھے۔ اس کانفرنس کا ذرا تفصیل سے ذکر آئندہ کسی مقام پر آئے گا یہاں صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جس حقیقت کا اعتراف ہندو برملا کر رہا ہے۔ نیشنلسٹ علما قرآن و سنت کے نام پر کس کس طرح اور کن کن تاویلوں اور حیلوں سے اس کا چہرہ مسخ کر رہے ہیں۔ یہ آزاد مسلم کانفرنس اواخر اپریل میں دہلی کے مرکزی مقام پر ہوئی تھی چار روز تک جاری رہی۔ اس کے فیصلوں پر ہندو مہا سبھا کے صدر جناب ساورکر کی طرف سے تبریک و تہنیت کا تار ہو صول ہوا تھا۔"

(ہندوستان ٹائمز ۴ مئی ۱۹۴۰ء)

مسٹر ستیہ مورتی

"ملک میں مخلوط حکومتوں کی تشکیل ناممکن ہے اس لیے کہ کانگریس مسلم لیگ کے ساتھ مل کر مخلوط حکومت کس طرح قائم کر سکتی ہے جس لیگ کا نصب العین "ملک میں اسلامی حکومت کا احیاء ہو۔"

(ہندوستان ٹائمز مورخہ ۶/۱۱)

Marfat.com

مسٹر ایم۔ این رائے

اور

متحدہ قومیت

مسٹر ایم۔ این رائے نے اپنے ایک لیکچر میں فرمایا:۔
"اگرچہ سیاسی مصالح کی خاطر ہم ہندوستان کی تحریک کو ایک "قومی تحریک" اور ہندوستان کو ایک "قوم" کہہ دیتے ہیں لیکن ایک سائنس دان اور ایک مورخ کی حیثیت سے ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ بجز اس کے کہ جغرافیائی اور سیاسی اعتبار سے ہندوستان کو ایک وحدت کہا جا سکے اور وہ بھی اس لیے نہیں کہ اہل ہند میں یہ وحدت کا رشتہ کسی اندرونی یک جہتی کی بنا پر قائم ہے بلکہ اس لیے کہ ایک خارجی قوت نے (خواہ مخواہ) اس رشتہ کو ہم پر مسلط کر رکھا ہے (اس صورت کے علاوہ) ہندوستان کو کبھی ایک قوم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تاریخ کو کئی مصالح کی خاطر توڑا مروڑا جاتا ہے انہی مصالح میں سے ایک متحدہ قومیت ہے۔ ۔ ۔ ۔ ہندوستان میں چھوٹی بڑی کئی ایک سلطنتیں رہی ہیں لیکن اس کا ثابت کرنا بہت مشکل ہوگا کہ تمام کا تمام ہندوستان یا اس کا بیش تر حصہ کبھی بھی ایک قومیت بن کر رہا ہے۔ یہانتک کہ قدیم ہندوستان کی سلطنتیں تو اس کی موجودہ حدود سے بھی باہر تک پھیلی ہوئی تھیں اور اس کے برعکس خود ہندوستان کے بعض حصے ان سلطنتوں کی حدود سے باہر ہوا کرتے تھے۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر قومیت پرستی" کا جذبہ کہ سارے ہندوستان کو ایک وحدت تسلیم کر لیا جائے۔ صرف سیاسی حیثیت سے نہیں بلکہ کلچر کے اعتبار سے بھی یا یہ کوشش کہ ہندوستان کی مختلف قوموں کو ان کی نسلی۔ ثقافتی اور دیگر اختلافات کے باوجود ایک قوم بنا دیا جائے۔ بڑی ہراساں کن باتیں

Marfat.com

ہیں۔ یہ وہ مسائل نہیں جنھیں محض فرقہ پرستی کا لیبل لگا کر طعنہ زنی اور دشنام طرازی سے حل کر دیا جائے۔"

اعتراف

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور نے گورو کل یونیورسٹی کے کانووکیشن ایڈریس کے دوران میں کہا:۔

"ہمیں بہ حیثیت قوم اپنے آپ سے اچھی طرح آگاہ ہونا چاہیئے۔ یہ بالکل درست ہوگا اگر کہا جائے کہ کسی قوم کی وحدت کے معنی یہ نہیں کہ وہ قوم اپنے کُل اور اس کُل کے تمام اجزا سے اچھی طرح واقف ہو لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ ہماری اکثریت کو ہندوستان کے متعلق کچھ علم ہی نہیں اور نہ ہی اس علم کے اکتساب کی تمنا ہی ہے۔ ہم اپنے سیاسی پراپیگنڈہ کے لیے متحدہ قومیت کا زور زور سے ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں اور اس سے یقین کر لیتے ہیں کہ واقعی متحدہ قومیت پیدا ہو گئی اور یوں اپنے آپ کو سیاست کی اس افسانوی دنیا میں رکھ چھوڑتے ہیں جو خود ہمارے ذہن کی پیداوار ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں خود اپنے ملک میں بھی تمام نوع انسانی کے ساتھ بہت کم دلچسپی ہے۔ سیاسیات اور معاشیات کے متعلق باتیں کرتے رہنا ہمارا شعار ہو گیا ہے۔ ہم نظری مسائل کی فضاؤں میں اڑتے رہتے ہیں اور تصورات کی ہواؤں میں خاک چھانتے پھرتے ہیں لیکن یہ کبھی نہیں کرتے کہ اپنی معاشرتی حدود سے نکل کر اپنی ہمسایہ قوم (یعنی مسلمانوں کے قریب) جائیں اور خود معلوم کریں کہ ان کے خیالات و احساسات کیا ہیں اور ان کا اسلوب زندگی کیسا ہے۔"

(انڈین پنڈت ۲۷ اپریل ۱۹۱۷ء)

انگریز اس معاملے میں کیا رائے رکھتے تھے:۔

Marfat.com

مسٹر ایمری

مسٹر ایمری نے لنڈن میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔
"مسلمانوں کے خطرات کو مٹانے کے لیے نئی صورت پیدا کرنی پڑے گی۔ یعنی صوبجات کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دیئے جائیں اور نئے سرے سے صوبجات کی تقسیم کی جائے اور حتی الوسع صوبجات کو مرکز سے آزاد رکھا جائے۔"
(اسٹیٹسمین ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۷)

تقریر وائسرائے

۱۶ نومبر ۱۹۴۰ء کو کلکتہ میں "ایسوسی ایٹڈ چیمبرز آف کامرس" کے سالانہ اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے اسی حقیقت کا اعتراف کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ:۔
"ہندوستان کے حالات موجودہ صورت کا پس منظر اور عناصر ترکیبی دولت متحدہ سے بالکل مختلف ہیں۔ یہ سراسر حماقت ہوگی۔ اگر ہندوستان کے آئینی مسائل کو حل کرنے میں یہاں کی بڑی بڑی جماعتوں اور سیاسی پارٹیوں کے زاویہ نگاہ۔ ان کی تہذیب و ثقافت۔ ان کی قومی روایات اور ان کے مزاجوں کے اختلافات کو مدنظر رکھتے ہوئے خاص حالات کے مطابق نئی صورت پیدا نہ کی جائے۔" (اسٹیٹسمین ۱۷ نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۶)

ہندو بھی اقرار کرتا ہے اور انگریز بھی مانتا ہے کہ مسلمانوں کے مطالبات حقیقت پر مبنی ہیں۔ لیکن اگر آج آسمان کے نیچے کسی کو اس حقیقت سے انکار ہے تو وہ خدا کے فضل سے نیشنلسٹ مسلمان ہے۔

بوٹا بوٹا پتہ پتہ حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

اب ہم کچھ پرانے خطوط" جنھیں پنڈت جواہر لعل نہرو نے انگریزی میں

Marfat.com

حصہ اوّل و دوئم (دو کتابوں) میں شائع کیا ہے اور عبدالمجید الحریری ایم۔اے ایل۔ایل۔بی نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے اور جو قیام پاکستان کے بعد ہندوستان میں چھپا ہے۔ دراصل یہ انہی خطوط کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً پنڈت نہرو نے دوسرے لوگوں کو لکھے یا دوسرے لوگوں نے نہرو کو لکھے۔ ہم وہ خطوط جو متعلقہ موضوع سے مناسبت رکھتے ہیں نذر قارئین کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

۲۰۹۔ا ز ایم۔اے جناح
اہیسٹنگس روڈ ۱۷ مارچ ۱۹۳۸ء

پیارے پنڈت جواہر لعل نہرو

"آپ کا خط مورخہ ۸ مارچ ۱۹۳۸ء پہنچا۔ آپ کے پہلے خط مورخہ ۱۰ جنوری سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ ہندو مسلم اتحاد کو فروغ دینے کی غرض سے نزاعی نقطہ جاننا چاہتے ہیں جب میں نے اس خط کے جواب میں آپ کو یہ لکھا کہ یہ مسئلے خط و کتابت سے حل نہیں ہو سکتے اور نہ ان پر پریس میں بحث و مباحثہ مرغوب و مناسب ہوگا تب آپ نے اپنے جواب ۴ فروری میں ایک فہرست اُن شکایتوں کی مرتب فرما کر مجھے بھیجی جو میری مزعومہ تنقید کانگریس اور میری اُن تقریروں پر مبنی بیان کی جاتی ہیں جو مشکل ہی سے کوئی تعلق اُس سوال سے رکھتی ہیں۔ جو ہمارے فوری غور و فکر کا محتاج ہے۔ آپ ان ہی باتوں پر برابر اصرار کرتے رہے اور اب بھی آپ کی یہی رائے ہے کہ ان معاملات پر، جو اگرچہ موضوع پیشِ نظر سے کوئی تعلق نہیں رکھتے مزید غور و فکر کر لیا جائے۔ مگر جیسا کہ میں اپنے پچھلے خط میں بیان کر چکا ہوں میں ایسا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔

جس سوال سے ہماری گفت و شنید کا آغاز ہوا تھا وہ جہاں تک

Marfat.com

میرا علم ہے، مسلمانوں کے مذہب، کلچر، زبان، مخصوص شخصی قوانین اور قومی زندگی اور ملک کی حکومت اور نظم و نسق میں اُن کے سیاسی حقوق سے متعلق ان کے جملہ مفادات اور حقوق کے تحفظ کا تھا۔ متعدد اور مختلف تجویزیں ایسی پیش کی گئی ہیں جو ایک طرف مسلمانوں کو مطمئن کر دیں گی اور دوسری طرف اکثریتی فرقے میں احساس تحفظ اعتماد پیدا کر دیں گی۔ آپ کا اپنے زیر جواب خط میں یہ فرمانا میرے لیے موجب حیرت ہوا۔ مگر وہ معاملات کیا ہیں جو موضوع زیر بحث سے تعلق رکھتے ہیں؟ ہو سکتا ہے کہ میں کند ذہن ہوں یا مسئلے کی پیچیدگیوں سے پورے طور پر آشنا نہ ہوں۔ اگر ایسا ہے تو میں مستحق ہوں کہ مجھے آگاہ کیا جائے اگر آپ مجھے اپنا حال کا کوئی بیان ایسا بتا دیں جو پریس میں آچکا ہو یا کوئی ایسی تقریر جو مجھے مسائل کے سمجھنے میں مدد دے تو میں شکر گزار ہوں گا۔

شاید آپ چودہ نقطے سن چکے ہیں۔

"ثانیاً! جیسا کہ آپ کہتے ہیں"۔ اس سے قطع نظر ان چند گذشتہ سالوں میں بہت سی باتیں ایسی ہو چکی ہیں جن سے صورت حال بدل گئی ہے" ہاں مجھے آپ سے اتفاق ہے اور متعدد اور مختلف تجویزیں اخباروں میں حال ہی میں آئی ہیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ بارہویں فروری کا اسٹیٹسمین اٹھا کر دیکھیں گے تو آپ کی نظر ایک مقالے پر پڑے گی جو زیر عنوان "مسلمانوں کی آنکھوں سے" اُس میں شائع ہوا ہے (آپ کی سہولت کے لیے نقل ملفوف ہے) ثالثاً وہ مقالہ بھی ملاحظہ فرمائیے جو پہلی مارچ ۱۹۳۸ء کے ٹائمز میں شائع ہوا ہے اور جس میں آپ کے اُس اعلان رائے پر بحث کی گئی ہے جو آپ نے حال میں میرا خیال ہے کہ ہری پورہ اجلاس کانگریس میں کیا، اس اعلانِ رائے میں

Marfat.com

ذیل کے فقرے آپ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔

"میں نے اس نام نہاد فرقہ وارانہ مسئلے کو دوربین لگا کر بغور دیکھا مگر جہاں کچھ موجود ہی نہ ہو وہاں کسی کو کیا نظر آئے گا۔" یہ مقالہ نیو ٹائمز کے پہلی مارچ ۱۹۳۸ء کے شمارے میں شائع ہوا اور اس میں متعدد تجویزیں پیش کی گئی ہیں (سہولت مراجعت کے خیال سے نقل ملفوف ہے) علاوہ بریں آپ کی نظر سے مسٹر آنے کی وہ صحافتی ملاقات بھی گذری ہوگی۔ جس میں انھوں نے چند ایسے نقطوں کا ذکر کر کے جن کا مسلم لیگ کی طرف سے مطالبہ ہوگا، کانگریس کو ہوشیار رہنے کا مشورہ دیا۔

اب اس قدر آپ پر اس امر کے واضح کر دینے کو کافی ہے کہ اب تک جو متعدد اور مختلف تجویزیں پیش کی جا چکی ہیں یا جن تجویزوں کے آئندہ پیش کیے جانے کا گمانِ غالب یا توقع ہے، ایسی تمام تجویزوں کا تحلیل و تجزیہ کرنا پڑے گا اور بالآخر میری رائے میں ہر سچے قوم پرور کا یہ فرض ہوگا، خواہ وہ کسی جماعت یا فرقے سے تعلق رکھتا ہو، کہ وہ اس کو اپنا کارِ منصبی قرار دے لے اور صورتِ حال کا جائزہ لے کر مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان ایک معاہدہ کرا دے اور ایک قرارداد متحدہ محاذ وجود میں لے آئے، اور اس سوال سے قطع نظر کر کے کہ ہم کس جماعت یا فرقے سے تعلق رکھتے ہیں، ہم دونوں کو یکساں طور پر یہی محور فکر و نظر اور یہی فرض ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں یہ تمام تجویزیں یک جا کر کے ایک سائل کی حیثیت سے آن کو آپ کی خدمت میں اس غرض سے پیش کروں کہ آپ اور آپ کے دوسرے رفقائے کار اُن پر غور فرمائیں، تو مجھے اندیشہ ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اور نہ مجھ سے یہ ہو سکے گا۔ کہ یہ تمام تجویزیں میں آپ کو اس غرض سے بھیجوں کہ آن متعدد اور مختلف نزاعی نقطوں پر آپ

Marfat.com

سے مزید خط و کتابت کروں۔ لیکن اگر آپ کو اب بھی اس پر اصرار ہے کہ جیسا آپ کے خط کے ان جملوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ "میرا ذہن و دماغ، اس سے پیشتر کہ وہ مؤثر طور پر کام کر سکے یا کوئی اقدام کرنا سوچ سکے، صفائی اور وضاحت چاہتا ہے۔ ابہام یا حقیقی تنقیح طلب امور سے پہلو بچانا تشفی بخش نتائج تک نہیں لے جا سکتا۔ یہ بات واقعی مجھے کچھ عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ میرے بار بار درخواست کرنے پر بھی مجھے یہ نہیں بتایا جاتا کہ وہ کون سے تنقیح طلب امور ہیں جن پر غور و فکر کرنا ہے، اس کو بہ مشکل صورت حال کا کوئی صحیح بیان یا اس کی کوئی معقول تعبیر کہا جا سکتا ہے تو اس صورت میں میں درخواست کروں گا کہ آپ کانگریس کو آمادہ کریں کہ وہ اس مسئلے پر مجھ سے رسمی خط و کتابت کرے اور تب میں اس معاملے کو آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کے سامنے رکھوں گا۔ اور یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ نے خود ہی کہا ہے۔ کہ "چونکہ میں کانگریس کا صدر نہیں ہوں مجھے صدر کی نمائندہ حیثیت حاصل نہیں ہے، ہاں اگر میں اس معاملے میں کوئی خدمت بجا لا سکتا ہوں تو میری خدمات کانگریس کے رہین اشارہ ہیں اور میں بڑی خوشی کے ساتھ آپ سے بلکہ ان معاملات پر گفتگو کروں گا۔" جہاں تک میرا آپ سے ملنے اور ان معاملات پر آپ سے گفتگو کرنے کا تعلق ہے مجھے یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ مجھے اس میں خوشی اور مسرت ہوگی۔"

آپ کا مخلص

ایم۔ اے جناح

(کچھ پرانے خطوط حصہ دوم صفحہ ۴۹ تا ۵۲)

جب مسلم لیگ نے نہرو رپورٹ اس بنا پر مسترد کی کہ کنونشن نے آن منصفانہ اور مناسب تجاویز ترمیمات کو نہ مانا۔ تو قائداعظمؒ نے اپنی طرف سے

Marfat.com

چودہ نکاتی پروگرام پیش کیا اور برملا اعلان کیا کہ ہندوستان کے آئین کی کوئی سکیم بھی مسلمانوں کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوگی جب تک مندرجہ ذیل اساسی نکات پر عمل درآمد نہ ہوگا اور اس آئین میں ان کے حقوق اور مفادات کا تحفظ نہ ہوگا۔

چودہ نکات

۱۔ جدید آئین فیڈرل ہو اور فاضل اختیارات صوبوں کے ہاتھ میں ہوں۔

۲۔ تمام صوبوں کو مساوی طور پر خود مختاری حاصل ہو۔

۳۔ مجالس قانون ساز اور دیگر منتخب اداروں کو ایسے واضح اصولوں پر تشکیل کیا جائے۔ جن میں کسی صوبے کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کیے بغیر یا اس کی مساوی سطح پر لائے بغیر تمام صوبوں کی اقلیتوں کی نسلی بخش اور مؤثر نمائندگی ہو۔

۴۔ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نیابت ایک ثلث سے کم نہیں ہوگی

۵۔ فرقہ وارانہ نمائندگی جداگانہ طریق انتخاب کے ذریعہ جس طرح کہ اب ہے اسی طرح جاری رہے گی۔ اگر کوئی فرقہ کسی وقت جداگانہ طریق انتخاب کو مخلوط طریق انتخاب کے حق میں ترک کرنا چاہیے۔ تو وہ کر سکے گا۔

۶۔ اگر کسی وقت ملکی تقسیم کی جدید حد بندیوں کی ضرورت پیش آئی تو یہ عمل کسی حالت میں پنجاب۔ بنگال اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں مسلمانوں کی اکثریت پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

۷۔ مکمل مذہبی آزادی یعنی تمام جماعتوں کو اپنے عقائد طریق عبادت رسومات۔ ربط و ضبط، تعلیم و تبلیغ وغیرہ میں مکمل آزادی حاصل ہوگی

Marfat.com

۸- کوئی بل یا ریزولیشن یا اس کا کوئی حصّہ کسی مجلس قانون ساز یا کسی منتخبہ ادارہ میں پاس نہیں کیا جائے گا اگر کسی قوم کے تین چوتھائی ممبران اس کی اس بنا پر مخالفت کریں کہ یہ بل یا ریزولیشن یا اس کا کوئی حصّہ اس قوم کے مفاد کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا یا بصورت دیگر ایسے معاملات کو سلجھانے کے لیے کوئی اور عملی کارآمد ذریعہ نکالا جائے۔

۹- سندھ کو بمبئی پریذیڈنسی سے علیحدہ کر دیا جائے۔

۱۰- دوسرے صوبوں کی طرح بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں اصلاحات جاری کی جائیں۔

۱۱- آئین میں ایسی گنجائش کا اہتمام کیا جائے جس سے عام ہندوستانیوں کے ساتھ سرکاری ملازمتوں اور دیگر خود مختار اداروں میں قابلیت کا لحاظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کو تسلی بخش حصّہ ملے۔

۱۲- آئین میں مسلمانوں کی تہذیب - تمدن - زبان - تعلیم - مذہب پرسنل لا اور اوقاف کا تحفظ ہو اور سرکاری اور دوسرے خود مختار اداروں کی تعلیمی امداد میں مناسب حصّہ ملے۔

۱۳- مرکزی اور صوبوں کی وزارتیں اس وقت تک قائم نہ کی جائیں۔ جب تک کہ ان میں کم از کم ایک ثلثہ وزیر مسلمان نہ ہوں۔

۱۴- مرکزی مجلس قانون ساز انڈین فیڈریشن کی جملہ ریاستوں کی رضامندی کے بغیر آئین ہند میں کوئی تبدیلی نہیں کرے گی۔"

ان چودہ نکات سے قارئین یہ اندازہ فرما سکیں گے کہ اس وقت تک قائداعظم صرف اس حد اور اس انداز میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے لڑ رہے تھے ویسے بھی ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۹ء تک کا زمانہ مسلمانوں کے ضعف و انتشار کا زمانہ تھا۔ ہم اس قسم کے تاریخی واقعات پیش کر کے دل و دماغ میں

Marfat.com

تحریک پاکستان کے اسباب و علل کے وہ نقوش و خطوط اُبھارتے اور نمایاں کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ چودہ نکات اس لیے سامنے لائے گیے ہیں کہ جناح کے پچھلے خط کا مقصد و مدعا واضح ہو جائے۔ اب یہ خط بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

۲۷۸۔ از رگھوننڈن سرن

دہلی۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء

بنام جواہر لعل

ایک اقتباس

"میں یہ عرض کر دینا بھول گیا تھا کہ مسٹر جناح سے میں نے دو اہم باتوں کا بہ صراحت ذکر کر دیا تھا۔ اوّل یہ کہ مسلم لیگ کانگریس کے مطالبۂ آزادی کی تائید کرے! دوسرے یہ کہ وہ دعوی کرنا چھوڑ دیں کہ یہاں دو قومیں بستی ہیں۔ ایک ہندو اور دوسری مسلمان۔ میرے اس مطالبے کا انھوں نے کوئی خاص جواب نہیں دیا۔ مگر جیسی کہ اُن کی عادت ہے۔ انھوں نے نہ تو اس سے کوئی اختلاف ظاہر کیا اور نہ رد کیا۔ اس کے برعکس گفتگو جاری رہی اور مطالب اور طرزِ ادا دونوں کے لحاظ سے دوستانہ اور خوشگوار تر ہوتی گئی۔ کاش کوئی اس بات کو باور کر سکتا کہ انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لیے معاملے کو اس طریقے سے میرے سامنے رکھا اس کے پیش نظر ان کے ساتھ کسی فیصلے تک پہنچ جانے میں کوئی دشواری پیش نہ آنی چاہیئے۔ لیگ کے دوسرے سربرآوردہ ممبروں کے مقابلے میں مسٹر جناح کو ہر اعتبار سے فوقیت دینے میں مجھے قطعاً کوئی پس و پیش نہیں۔ اُن سے باتیں کرتے وقت میں نے محسوس کیا۔ کہ میں کسی ٹھوس قابلیت کے آدمی سے باتیں کر رہا ہوں۔ اُن کے متعلق جو قطعی اور یقینی رائے میں نے قائم کی وہ یہ ہے کہ اگر اُن کو کسی طرح اپنا ہمنوا

Marfat.com

بنا لیا جائے تو وہ ایک ایسے شخص ہیں۔ کہ اُن پر اعتماد اور بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ جو شخص یہ خط لیے جا رہا ہے وہ آپ کے جواب کا انتظار کرے گا اگر آپ مسٹر جناح کو کوئی اطلاع بھیجنی چاہئیں تو اس شخص کے ہاتھوں مجھے بھیج دیں۔ مَیں اس کا انتظام کروں گا۔ کہ وہ فوراً اُن کو مل جائے۔"

احترامات کے ساتھ

نہرو

از کچھ پرانے خطوط حصّہ دوم صفحہ ۲۴۷ تا ۲۴۸

مرتبہ از جواہر لعل

مترجمہ عبدالمجید الحریری ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی

اب پنڈت جواہر لعل نہرو کا خط قائداعظمؒ کے نام دیکھئے

نجی۔ بنام ایم۔ اے جناح

لکھنؤ۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء

میرے عزیز جناح

"نہرو نے مجھے آپ سے اپنی کل کی ملاقات اور گفتگو کا حال لکھا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ایک غلط فہمی ہو گئی، جس کے سبب آپ نے یہ سمجھا کہ مَیں دہلی میں مکرر آپ سے اتصال پیدا کروں گا۔ اور ادھر مَیں یہ سمجھا کہ آپ مجھے ٹیلیفون کریں گے حقیقت میں مَیں آپ سے دوبارہ ملنے کا منتظر رہا اور آپ کے پیغام کا انتظار کرتا رہا۔ یہ صحیح ہے کہ میری یہ ملنے کی خواہش اور انتظار دائسرائے سے گفت و شنید کے سلسلہ میں تھی ہماری پچھلی گفتگو اگرچہ خاصی طویل تھی۔ مگر وہ عام قسم کی تھی، مَیں ایک اور موقع چاہتا تھا کہ موضوع بحث پر کچھ اور قریب سے ایک غائر نظر ڈالی جائے مَیں خوشی کے ساتھ آپ سے دوبارہ ملوں گا۔ اگر میرے پاس وقت ہوتا

Marfat.com

تو میں اسی وقت اس غرض سے دہلی چلا آتا مگر مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے دشوار ہوگا۔ اس لیے کہ کل مجھے دہلی جانا ہے اور چند گھنٹے وہاں ٹھہر کر کانگریس کی مجلس عاملہ کی نشست میں شرکت کے لیے وارد ھا جانا ہے۔ آپ بھی غالباً اگلے چند دنوں میں نہایت مصروف رہیں گے۔ وائسرائے کے بیان کے بعد غالباً صورت حال بڑی تیزی کے ساتھ بدلے گی۔ اس حالت میں مستقبل کے لیے منصوبے بنانا آسان نہیں ہے۔ مگر وارد ھا کی نشست کے بعد میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ آپ سے دہلی یا بمبئی میں جہاں آپ کو سہولت ہو ملاقات کروں اگر آپ جلد ہی بمبئی جانے والے ہوں تو وارد ھا سے میں بھی وہیں آجاؤں یا پھر میں دہلی میں آسکتا ہوں۔

مجھے آپ سے پورا اتفاق ہے کہ یہ ایک المیہ ہے کہ ہندو مسلم سوال اب تک دوستانہ طریقے پر طے نہیں پا سکا۔ اس بات کو سوچ کر میں سخت اذیت محسوس کر رہا ہوں اور خود اپنے آپ سے یہ محسوس کر کے شرمندہ ہوں کہ اس مسئلے کے حل کرنے کے سلسلے میں کوئی قابل ذکر خدمت مجھ سے بن نہیں آئی۔ مجھے آپ سے اس بات کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ اگرچہ معمولی حالات میں میری یہ حالت نہیں ہوجایا کرتی مگر اس معاملے میں مجھے خود اپنے اوپر اعتماد باقی نہیں رہ گیا ہے۔ لیکن گذشتہ دو تین سالوں نے مجھ پر ایک قوی اثر ڈالا ہے۔ میرا اپنا دماغ ایک دوسری سطح پر حرکت کر رہا ہے اور میری دلچسپیاں پیش تر دوسری سمتوں میں ہیں اور اس لیے اگرچہ میں نے اس مسئلے پر بہت غور و فکر کیا ہے اور اس کی پیشتر پیچیدگیوں اور الجھاؤ کو سمجھتا ہوں، پھر بھی کچھ ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے میں ان مسائل سے معنوی طور پر اجنبی اور بیگانہ ہوں۔ میرے پس و پیش کی وجہ یہی ہے۔

Marfat.com

مگر یہ باتیں مجھے اس امر کی انتہائی سعی و کوشش کرنے سے نہیں روکتیں کہ اس مسئلے کا کوئی حل ڈھونڈ نکالنے میں ہاتھ بٹاؤں اور میں یقیناً ایسا کروں گا۔ آپ کی نیک نیتی اور لیگ میں آپ کی بلند حیثیت کے ساتھ کوئی حل ڈھونڈ نکالنا اتنا دشوار نہ ہونا چاہیئے، جتنا لوگ سمجھتے ہیں میں پوری سنجیدگی کے ساتھ آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ مجلس عاملہ کے تمام ممبر کوئی حل ڈھونڈ نکالنے کے سخت آرزو مند ہیں۔ میرے لیے یہ امر سخت حیرت و افسوس کا موجب ہے کہ ہم لوگ اس کوشش میں اب تک ناکام رہے ہیں۔ اس لیے کہ جو معاملات واقع میں متنازعہ فیہ ہیں وہ بہرصورت بہ آسانی قابل تصفیہ ہونے چاہئیں اور حقیقت میں ہیں بھی ایسے ہی۔

اس لیے میں وارد ھا کی نشست کے بعد آپ سے جہاں تک جلد ممکن ہوگا ملنے کی کوشش کروں گا۔ کیا آپ از راہ کرم مجھے اپنے پروگرام سے مطلع کریں گے۔ جب ہم مل پائیں گے۔ تب میں خوشی کے ساتھ مسئلے کے تمام پہلوؤں پر گفتگو کروں گا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ آگے چل کر کچھ نمائندوں کا کانگریس کے نمائندوں سے ملنا بہتر ہوگا۔ اس وقت جیسا کہ آپ خود بھی یقیناً محسوس کرتے ہوں گے۔ میرے دماغ میں وہ تغیرات گونج رہے ہیں۔ جو تیزی کے ساتھ وقوع پذیر ہو رہے ہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ اگلے چند ہفتوں میں یہ تقلبات ہمیں کہاں سے کہاں پہنچا دیں گے۔ وائسرائے کا بیان ہم سب کے لیے ایک شہنشانہ چیلنج یا دعوت مبارزت ہونے کے اعتبار سے حیرت انگیز نکلا۔ جہاں تک میں دیکھ رہا ہوں۔ کانگریس کے لیے اس کے سوا اور کوئی راہ کھلی نہیں رہ گئی ہے کہ وہ وائسرائے کی تمام تجویزیں مسترد کر دے اور اس کے نتائج و عواقب ہمارے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی لازمی طور پر

Marfat.com

دُور رس ہوں گے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کا اور آپ کے دُوسرے رفقائے مسلم لیگ کا فیصلہ کیا ہوگا مگر میں اخلاص کے ساتھ یقین رکھتا ہوں کہ آپ بھی وائسرائے کے بیان سے اپنی شدید بیزاری کا اعلان کر دیں گے۔ اور جو خطوط عمل اُنھوں نے تجویز کیے ہیں اُن پر اُن کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیں گے۔ میرا یہ شدید احساس ہے کہ برطانوی حکومت نے ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے ہم سب کے وقار اور خودداری کی اہانت کی ہے۔ اس حکومت نے فرض کر لیا ہے کہ ہم سب اُس کے نظامِ حکومت کے طفیلی ہیں اور وہ جب چاہے اور جہاں چاہے احکامات صادر فرما سکتی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ لکھنؤ کا روزنامہ نیشنل ہیرلڈ بھی دیکھا کرتے ہیں یا نہیں۔ میرا لکھا ہوا ایک مضمون اس میں آج صبح شائع ہوا ہے اور دہلی کل صبح شائع ہوگا۔ ان دونوں مضامین میں وائسرائے کے بیان پر میرے تاثرات محتاط الفاظ میں ظاہر کر دیئے گئے ہیں یہ دونوں مضمون آپ کو بھیج رہا ہوں۔

میں کل یعنی جمعرات ۱۹ اکتوبر کو آپ کو ٹیلیفون کرنے کی کوشش کروں گا۔ میرا آئندہ پروگرام یہ ہے:۔

۲۰ اکتوبر کو الہ آباد اور ۲۱ اکتوبر کے بعد وارد ھا میں رہوں گا کیا میں عرض کر سکتا ہوں کہ دہلی میں آپ سے مل کر مجھے کس قدر مسرت ہوئی۔"

آپ کا مخلص

جواہر لعل نہرو

ایم۔ اے جناح اسکوائر نئی دہلی

کچھ پرانے خطوط حصّہ دوم

صفحہ ۲۴۹ تا ۲۵۱

Marfat.com

پنڈت نہرو کا خط جناح کے نام :-

۲۸۹ بنام ایم۔اے جناح
الہ آباد۔ ۹ دسمبر ۱۹۳۹ء

میرے پیارے جناح

"دو دن ہوئے میں نے آپ کو ایک خط بھیجا تھا اور اطلاع دی تھی کہ میں جلد ہی بمبئی جانے والا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ وہاں آپ سے ملوں گا کل صبح میں نے اخباروں میں آپ کا وہ بیان پڑھا جس میں آپ نے ۲۲ دسمبر کو اس بنا پر یوم نجات و شکر منانا طے کیا ہے کہ بالآخر کانگریسی حکومتیں ختم ہو گئیں اور انھوں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ میں نے اس بیان کو بہت غور سے پڑھا اور کئی بار پڑھا اور پورے چوبیس گھنٹے اس معاملے پر غور کرتا رہا۔ اس خط میں واقعات تاثرات یا نتائج کے بارے میں بحث میں پڑنا میرا کام نہیں ہے۔ ان چیزوں سے متعلق میرے آراء و افکار جو مجھے امید ہے کہ پوری سنجیدگی، متانت اور حق و صداقت کی ایک طلب کے ساتھ قائم کیے گئے ہیں، آپ پر روشن ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں، میں نے مزید روشنی ڈالنے کی کوشش کی مگر وہ روشنی مجھے نہیں ملی۔

کل سے جس چیز نے میرے قلب کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ وہ یہ احساس ہے کہ زندگی نیز سیاست کے اقدار و مقاصد کے شعور میں میرے آپ کے درمیان بڑا شدید اختلاف ہے۔ آپ سے گفتگو کے بعد میں نے امید کی تھی کہ یہ اختلاف اتنا شدید نہ ہوگا۔ مگر اب تو یہ خلیج جو میرے آپ کے درمیان حائل ہے ہمیشہ سے زیادہ وسیع تر معلوم ہوتی ہے۔ ان حالات میں میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ جو مسائل ہمارے سامنے ہیں اُن پر میرا آپ کا باہم غور و فکر کرنا کیا مفید نتیجہ پیدا کر سکتا ہے ایسی

Marfat.com

گفت و شنید کے بار آور ہونے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی مشترک بنیاد اور کوئی مشترک مطمح نظر اور مقصد موجود ہو۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی طرف سے نیز خود میری طرف سے مجھ پر یہ فرض عائد ہے کہ یہ دشواری میں آپ کے سامنے رکھ دوں۔

آپ نے دہلی میں مجھے ایک خط دکھایا تھا جو آپ کو کسی نے بجنور سے لکھا تھا۔ میں نے جب اس معاملے کی چھان بین کی تو مجھے بتایا گیا کہ واقعات جس طرح آپ سے بیان کیے گیے ہیں صحیح نہیں ہیں اور سر تا سر گمراہ کن ہیں۔ اگر آپ ان واقعات کی تفصیل جاننا چاہیں تو میں وہ بجنور سے آپ کے لیے منگا سکتا ہوں۔ اس غرض کے لیے میں چاہوں گا کہ آپ اس خط کی ایک نقل مجھے بھیج دیں۔ جو آپ نے دہلی میں مجھے دکھایا تھا۔"

آپ کا مخلص

جواہر لعل نہرو

ایم۔ اے جناح اسکوائر

۲۶۷ تا ۲۶۸ کچھ پرانے خطوط حصہ دوم صفحہ

قائداعظمؒ پنڈت نہرو کے خط کے جواب میں یہ خط تحریر فرماتے ہیں:۔

۲۹۔ از ایم۔ اے جناح

بمبئی۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۹ء

پیارے جواہر لعل

"مجھے آپ کا خط مورخہ ۱۹ دسمبر ملا۔ چونکہ اخباروں میں آپ کی پیہم نقل و حرکت کی خبریں چھپ رہی تھیں میں یہ نہیں طے کر پا رہا تھا کہ میں آپ کے خط کا جواب کس پتے پر بھیجوں۔ سب سے آخر میں یہ اعلان نظر سے گزرا کہ آپ چودہ کو بمبئی پہنچ رہے ہیں۔ اس لیے یہ خط میں آپ کے بمبئی

Marfat.com

کے پتے پر بھیج رہا ہوں۔ میں اس بات میں آپ سے بالکل متفق ہوں کہ کسی گفت و شنید کے بار آور ہونے کے لیے ضروری ہے کہ گفت و شنید کرنے والوں کے درمیان گفت و شنید کے لیے کوئی مشترک بنیاد اور کوئی مشترک مطمح نظر اور مقصد وجود ہو۔ ٹھیک اسی خیال سے میں نے گذشتہ اکتوبر میں اپنی دہلی کی گفتگو میں مسٹر گاندھی پر نیز آپ پر واضح کر دیا تھا۔ کہ اولاً جبتک کانگریس مسلم لیگ کو مسلمانانِ ہندوستان کی مستند، با اختیار اور نمائندہ جماعت تسلیم نہیں کر لیتی ہندو مسلم تصفیہ سے متعلق گفتگو کا جاری رکھنا ممکن نہ ہوگا۔ اس لیے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ نے اسی بات کو بنیاد گفتگو قرار دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ جب تک کہ مسئلہ اقلیت سے متعلق ہم باہم کسی سمجھوتے تک نہیں پہنچ جاتے۔ تب تک ہم کانگریس کی طرف سے اس اعلان کے مطالبے کی تائید نہیں کر سکتے جس کا خاکہ مجلس عاملہ کی اس قرارداد میں دیا گیا ہے جس کی توثیق ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے کی۔ قطع نظر اس سے کہ مطلوبہ اعلان اپنی نوعیت میں مبہم غیر واضح اور ناقابل عمل ہے۔ مسلم لیگ بھی وائسرائے کے اعلان سے مطمئن نہیں ہوئی۔ اگر خوش قسمتی سے ہم لوگ ہندو مسلم سوال کا کوئی تصفیہ باہم کر لیں تو اس وقت ہم اس پوزیشن میں ہوں گے کہ ایک ایسا متفقہ ضابطہ ترتیب دیں جس کی بنیاد پر ہم شاہ برطانیہ کی حکومت سے ایک ایسے اعلان کا مطالبہ کریں جو ہم سب کو مطمئن کر دے۔

دہلی والی ملاقات میں نہ تو میری پہلی تجویز مسٹر گاندھی یا آپ کے نزدیک قابل قبول ٹھہری اور نہ دوسری۔ مگر آپ نے از راہِ کرم یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ مجھ سے دوبارہ ملنا پسند کریں گے۔ جس کے جواب میں میں نے کہا کہ مجھے ہمیشہ آپ سے ملنے میں مسرت ہوگی۔ میں نے آپ کے خط مورخہ

Marfat.com

بحم دسمبر کے جواب میں جس میں آپ نے مجھ سے بمبئی میں ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی آپ کو مطلع کیا تھا کہ میں دسمبر کے تیسرے ہفتے تک بمبئی میں رہوں گا اور مجھے آپ سے مل کر مسرت ہوگی۔ اب میں صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ اگر آپ معاملے پر مزید غور و فکر کرنا پسند کریں تو میں حاضر ہوں۔

آپ نے حادثہ بجنور کا جو ذکر کیا ہے سو اس کے متعلق مجھے یقین ہے کہ آپ مجھ سے اس بارے میں اتفاق کریں گے کہ اس سے پیشتر کہ کسی نتیجے تک پہنچا جا سکے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس حادثے کی پوری پوری عدالتی تحقیق و تفتیش ہو جائے، مگر کسی ایک منفرد حادثے پر غور و فکر کرنا مشکل ہی سے ہمارے اوقات کا کوئی معقول مصرف ہوگا اس لیے کہ میری رائے میں دستور پر جس طریقے سے عمل کیا جا رہا ہے اس پورے طریقۂ عمل کی اور کانگریسی حکومت کے خلاف ہمارے الزامات کی ایک شاہی کمیشن کے ذریعے پوری پوری جانچ ہو جانی ضروری ہے۔"

آپ کا مخلص

ایم۔اے جناح

اب پنڈت نہرو قائداعظمؒ کو لکھتے ہیں:۔

۲۹۱۔ پنڈت جواہر لعل نہرو

بنام ایم۔اے جناح

بمبئی۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۹ء

میرے عزیز جناح

آپ کے خط مورخہ ۱۳ دسمبر کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو میرے یہاں پہنچنے پر آج دوپہر سے پہلے میرے حوالے کیا گیا۔ میں نے اپنا آخری خط

Marfat.com

آپ کو الہ آباد سے آپ کا وہ بیان پڑھ لینے اور اس پر پوری طرح غور و فکر کر لینے کے بعد بھیجا تھا جس میں آپ نے مسلمانوں کی طرف سے یوم نجات و شکریہ منانے کا ذکر کیا ہے۔ اس بیان سے مجھے سخت اذیت پہنچی تھی اس لیے کہ اس نے مجھے محسوس کرا دیا کہ پبلک مسائل پر غور و فکر کرنے کے انداز میں جو خلیج میرے آپ کے درمیان حائل ہے وہ بہت وسیع ہے اس بنیادی اختلاف کی وجہ سے میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آپ سے گفت و شنید کے لیے اب میرے آپ کے درمیان مشترک زمین کونسی باقی رہ گئی ہے اور میں نے اپنی دشواری آپ کے سامنے رکھ دی تھی۔ یہ دشواری اب بھی باقی ہے۔

اپنے خط میں آپ نے دو اور ایسی ابتدائی شرطوں پر زور دیا ہے۔ جن کے بغیر گفت و شنید یا غور و فکر کے لیے کوئی مشترک زمین پیدا نہیں ہو سکتی۔ پہلی شرط یہ ہے کہ کانگریس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلم لیگ کو مسلمانانِ ہندوستان کی مستند، با اختیار اور نمائندہ تنظیم تسلیم کرے اور اس سے ایسا ہی برتاؤ کرے۔

کانگریس نے مسلم لیگ کو ہمیشہ مسلمانوں کی ایک بہت اہم اور با اثر تنظیم سمجھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم اس بات کے آرزو مند رہے ہیں کہ اگر ہمارے درمیان کچھ اختلافات پائے جاتے ہوں تو انھیں طے کر ڈالیں مگر جو کچھ آپ تجویز فرما رہے ہیں وہ غالباً اس سے کچھ زیادہ ہے اور اس کا اقتضا یہ ہے کہ دوسرے مسلمان جو مسلم لیگ میں نہیں ہیں ہم انھیں ٹھکرا دیں یا ان سے قطع تعلق کر لیں جیسا کہ آپ بھی جانتے ہیں، مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کانگریس میں بھی ہے جو ہمارے قریب تر رفقائے کار رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ کچھ اور مسلم تنظیمیں بھی ہیں، جیسے جمعیۃ العلماء آل انڈیا شیعہ کانفرنس، مجلس احرار اور آل انڈیا مومن کانفرنس وغیرہ

Marfat.com

یہ تنظیمیں اُن تجارتی انجمنوں اور کسانوں کی انجمنوں کے علاوہ ہیں جن میں بہت سے مسلمان بھی شامل ہیں۔ ان میں بہت سی تنظیموں اور بہت سے اشخاص نے عموماً وہی سیاسی پلیٹ فارم اختیار کر رکھا ہے جو کانگریس کے اندر ہمارا ہے۔ ان انجمنوں، تنظیموں اور اشخاص سے نہ تو ہمارا قطع تعلق کر لینا ممکن ہے، اور نہ ہم ان کو کسی طریقے سے ٹھکرا سکتے ہیں۔

آپ نے بہت سے موقعوں پر یہ صحیح فرمایا کہ کانگریس ہندوستان میں ہر شخص کی نمائندگی نہیں کرتی یقیناً وہ ہر شخص کی نمائندگی نہیں کرتی۔ یہ اُن لوگوں کی نمائندگی نہیں کرتی جو اس سے اختلاف رکھتے ہیں خواہ وہ ہندو ہوں خواہ مسلمان آخری تجزیئے کی رُو سے کانگریس اپنے ممبروں اور اپنے ہمدردوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہی حال مسلم لیگ اور دوسری تنظیموں کا ہے یہ بھی اپنے ممبروں اور اپنے ہمدردوں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ مگر یہاں ایک اہم فرق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ کانگریس کی رکنیت تو اس کے دستور اساسی کی رُو سے ہر اُس شخص کے لیے کھلی ہوئی ہے جو اُس کے مقصد اور طریق کار کو تسلیم کرتا ہے۔ مگر مسلم لیگ کی رکنیت کا دروازہ صرف مسلمانوں کے لیے کھلا ہوا ہے۔ اس لحاظ سے دستوری طور پر کانگریس ایک قومی بنیاد رکھتی ہے اور وہ اس بنیاد سے اسی وقت تک دست بردار ہو سکتی ہے۔ جب وہ اپنا وجود ہی ختم کر دے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں ہندو مہاسبھا میں بہت سے ہندو ہیں جو اس خیال کے مخالف ہیں کہ کانگریس ہندوؤں کی نمائندگی بحیثیت اُن کے ہندو ہونے کے کر سکتی ہے۔ پھر سکھ اور کچھ اور لوگ بھی ہیں جن کا مطالبہ یہ ہے کہ جب فرقہ وارانہ معاملات پر غور و فکر کیا جائے تب اُن کی باتیں بھی سُنی جانی چاہئیں۔

Marfat.com

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم تمام دوسرے مسلم اداروں یا اشخاص کو علیحدہ کر کے تنہا مسلم لیگ ہی کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ ادارہ تسلیم کر لیں تو ہمیں خدشہ ہے کہ ہم آپ کا یہ مطالبہ قطعاً تسلیم نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اگر ہم کانگریس کے لیے کوئی ایسا دعویٰ کریں تو باوجود اس ادارے کی انتہائی وسعت کے واقعات ہمارے اس دعویٰ کی تائید نہ کریں۔ مگر میں یہ عرض کرنے کی جسارت ضرور کروں گا کہ جب دو ادارے باہم گفت و شنید اور ایسے مسائل پر غور و فکر کرتے ہیں جن سے دونوں دلچسپی رکھتے ہیں تب اس قسم کے سوالات پیدا نہیں ہوتے۔

آپ کا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اگر کانگریس نے برطانوی حکومت سے کسی اعلان کا مطالبہ کیا تو مسلم لیگ اس مطالبے کی تائید نہیں کر سکتی یہ جان کر مجھے افسوس ہوا، اس لیے کہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ فرقہ وارانہ سوالات سے قطع نظر، ہم خالص سیاسی بنیادوں پر باہم کلیتہً مختلف رائیں رکھتے ہیں۔ کانگریس کا مطالبہ بنیادی اور لازمی طور پر اعلان مقاصد جنگ کا مطالبہ ہے اور زیادہ خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کی آزادی اور ہندوستانیوں کے اس حق کے اعلان کا مطالبہ ہے۔ کہ وہ اپنا دستور اساسی بغیر کسی بیرونی مداخلت کے خود ترتیب دے سکتے ہیں اگر مسلم لیگ اس سے اتفاق نہیں کرتی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے سیاسی مقاصد سرتاسر مختلف ہیں۔ کانگریس کا یہ مطالبہ کوئی نیا مطالبہ نہیں ہے یہ کانگریس کی پہلی دفعہ میں داخل اور ہماری تمام پالیسی گذشتہ کئی سالوں سے اسی پر مبنی رہی ہے۔ میں تو تصور بھی نہیں کر سکتا کہ کانگریس اس کو ترک کیونکر کر سکتی ہے یا اس میں کوئی تبدیلی بھی کیوں کر کر سکتی ہے ذاتی طور پر میں کسی تبدیلی کی کوشش کا کلیتہً مخالف ہوں گا۔ مگر یہ کوئی

Marfat.com

ذاتی معاملہ نہیں ہے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی ایک قرارداد ہے جس کی تائید ہندوستان کے طول وعرض میں ہزاروں جلسوں میں کی گئی اور مجھے اس قرارداد کے نظرانداز کر دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں بالکل بے بس ہوں اس طرح ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی نقطۂ نظر سے ہمارے درمیان کوئی مشترک زمین بحث وفکر نہیں ہے اور ہمارے مقاصد مختلف ہیں یہ اختلاف بجائے خود باہم گفت وشنید اور غور وفکر کو وشلہ اور بے نتیجہ بنا دیتا ہے۔ اور جس چیز نے مجھے آپ کو اپنا پچھلا خط لکھنے پر آمادہ کیا وہ بھی باقی ہے یعنی آپ کی تجویز کے مطابق مسلمانوں کا ایک یوم نجات منانا۔ یہ بات بڑے اہم اور دور رس مسائل پیدا کرتی ہے جن کی تفصیل میں مجھے اس وقت پڑنے کی ضرورت نہیں مگر جو ہم سب کو متاثر کیے بغیر نہ رہیں گی فرقہ وارانہ مسئلے کو اس انداز سے چھیڑنا اور اسے حل کرنے کی کوشش کرنا ان دونوں باتوں میں تطبیق نہیں کی جا سکتی۔

اس لیے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس مرحلے پر اور ان حالات کے ماتحت اس پس منظر کے ساتھ ہمارا ایک دوسرے سے ملنا کوئی مفید نتیجہ پیدا نہ کرے گا۔ بہرحال آپ کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم فرقہ وارانہ یا دوسرے مسائل پر کانگریس اور لیگ کے درمیان آزادی اور صفائی کے ساتھ بحث اور غور وفکر کے لیے ہمیشہ تیار رہیں۔ آپ نے حادثہ بجنور سے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کو میں نے بغور پڑھا یہ ہماری بدقسمتی رہی ہے کہ الزامات یک طرفہ طریقے پر لگائے جاتے ہیں، مگر نہ تو کبھی ان کی جانچ ہوتی ہے اور نہ ان کو تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے۔ آپ اس بات کو مانیں گے کہ شکایتیں کرنا بہت آسان ہے اور بغیر واجبی تحقیق کے ان پر اعتماد کر لینا بہت نقصان دہ ہوا کرتا ہے۔"

آپ کا مخلص:۔ جواہر لعل نہرو

ایم اے جناح اسکوائر بمبئی

کچھ پرانے خطوط حصہ دوم صفحہ ۲۷۰ تا ۲۷۴

Marfat.com

پنڈت جواہر لعل نہرو کے اس طویل مراسلہ کے جواب میں قائداعظمؒ لکھتے ہیں :۔

۲۹۲-از ایم۔اے جناح
۱۵ر دسمبر ۱۹۳۹ء بمبئی

پیارے جواہر

"آپ کا چودھویں دسمبر کا خط ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے دوسرے مسئلے سے متعلق میری پوزیشن صحیح طور پر نہیں سمجھی۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اگر کانگریس برطانوی حکومت سے کسی اعلان کا مطالبہ کرے گی تو مسلم لیگ اس کے مطالبے کی تائید نہ کر سکے گی۔ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کانگریس نے اس قسم کے کسی اعلان کا مطالبہ کیا جس کا تجربہ مجلس عاملہ کی اس قرارداد میں دے دیا گیا ہے جس کی توثیق دسویں اکتوبر ۱۹۳۹ء کی آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے کر دی ہے تو اس صورت میں ان اسباب کی بنا پر جو میں اپنے خط میں بیان کر چکا ہوں۔ ہم اس مطالبے کی تائید نہیں کر سکتے۔

اب اگر کانگریس کی اس قرارداد کی کسی طریقے پر ترمیم نہیں کی جا سکتی اور جیسا کہ آپ کہتے ہیں۔ ذاتی طور پر آپ ہر اس کوشش کے قطعاً مخالف ہوں گے جو اس ترمیم و تغیر کے لیے کی جائے گی اور پھر جیسا کہ آپ نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ مسلم لیگ کو آپ مسلمانان ہندوستان کا مستند، با اختیار اور نمائندہ ادارہ تسلیم کرنے پر قطعاً آمادہ نہیں ہیں تو پھر ان حالات میں کیا میں یہ جان سکتا ہوں کہ آپ مجھ سے کیا کرنے کی توقع یا خواہش رکھتے ہیں؟" آپ کا مخلص :۔ جناح

(کچھ پرانے خطوط حصہ دوم۔ صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۵)

Marfat.com

اب پنڈت جواہر لعل نہرو ۱۶ دسمبر ۱۹۳۹ء کو قائداعظمؒ کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں :-

۲۹۳- بنام جناح

میرے عزیز جناح

آپ کے خط مورخہ ۱۵ دسمبر کا شکریہ ادا کرتا ہوں -

جس فرق کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے - مَیں اُسے محسوس کرتا ہوں یقیناً مسلم لیگ برطانوی حکومت کی طرف سے کیے جانے والے کسی اعلان کے خیال کی مخالفت نہیں کر سکتی - سوال صرف اُس اعلان کی نوعیت اور مضمون کا ہو سکتا ہے - کانگریس نے جس چیز کا مطالبہ کیا تھا وہ یہ تھی کہ جنگ کے مقاصد کا اعلان کر دیا جائے اور ہندوستان کی آزادی اور ہندوستانیوں کا یہ حق کہ وہ اپنا دستورِ اساسی خود ترتیب دے سکتے ہیں، تسلیم کر لیا جائے یہ ایک ایسا حق ہے جو لازماً آزادی کی حقیقت سے جدا ہو ہی نہیں سکتا - یہ سب وہ بنیادی اصول ہیں جو ہمارے مقصدِ آزادی کے منطقی نتائج ہیں اور چونکہ مسلم لیگ بھی اسی مقصد کا اعلان کر چکی ہے اس لیے ان اصولوں کے بارے میں کوئی اختلافِ رائے نہ ہونا چاہیئے - ان اصولوں پر عمل کرنے میں بلاشبہ بہت سے اہم معاملات پر غور کرنا پڑے گا - مگر جہاں تک بنیادی مطالبات کا تعلق ہے وہ ہندوستانی قومیت کی حقیقت اور روح ہیں - ان مطالبات سے دست بردار ہو جانا یا اُن میں اہم تبدیلیاں کر دینا خود اپنے مطالبہ آزادی کے مقدمے کو بگاڑ لینا یا کمزور کر دینا ہے - جنگ کے بارے میں بھی کانگریس گذشتہ گیارہ سالوں میں اپنی پالیسی کا کئی بار اعلان کر چکی ہے - موجودہ اعلان اُس پالیسی کا ایک منطقی نتیجہ ہے - اس پالیسی کی تشکیل میں شخصی طور

Marfat.com

پر میں نے بھی تھوڑا بہت حصّہ لیا ہے اور میں نے اس کو اہمیت دی ہے۔ آپ اس بات کو پورے طور پر محسوس کریں گے کہ اس کے پسندیدہ ہونے کا سوال تو ایک طرف رہا۔ ایسی قدیم اور بنیادی پالیسیوں کا بدلنا ہی بہت دشوار ہے۔

یہ پالیسیاں اپنی روح اور حقیقت کے اعتبار سے سیاسی ہیں اور میں تو یہاں تک عرض کرنے کی جرأت کروں گا کہ ہندوستان کی آزادی کے مطالبے پر یہی اور صرف یہی پالیسیاں مرتب ہو سکتی ہیں۔ تفصیلات پر غور و فکر اور بحث کی جا سکتی ہے، اُن پر عمل کرنے کی صورتیں باہم تعاون سے متعین کی جانی چاہئیں، اور خصوصیت کے ساتھ مختلف جماعتوں اور اقلیتوں کے مفادات پر احتیاط کے ساتھ غور کرنا اور انھیں محفوظ کر دینا چاہیے۔ مگر اس اعلان کی بنیاد ہی کو معرضِ بحث میں لے آنا تو یہ ثابت کرتا ہے کہ سیاسی نظریوں اور پالیسیوں میں بڑا شدید اختلاف ہے اس بات کا بجائے خود ہندو مسلم مسئلے سے کوئی تعلق نہیں ہے اسی وجہ سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے سیاسی مقاصد میں قدرِ مشترک برائے نام رہ گئی ہے۔

کیا میں اس بات کو مکرّر کہہ سکتا ہوں کہ جہاں تک میں جانتا ہوں ہماری طرف سے کوئی شخص بھی مسلم لیگ کے مستند ہونے، اس کے اثر اور اس کی اہمیت سے انکار نہیں کرتا اور نہ اسے گھٹا کر دکھاتا ہے اسی سبب سے ہم مسلم لیگ کے ساتھ معاملات پر غور و فکر کرنے اور اُن مسائل کے ایک اطمینان بخش حل تک پہنچنے کے آرزومند رہے ہیں۔ جو ہمارے سامنے ہیں۔ بدقسمتی سے ہم اُن مسائل پر غور و فکر کے مناسب طریقے تک کبھی پہنچ بھی نہیں پائے اس لیے کہ بہت سے مختلف قسم کے عوائق اور رکاوٹیں شرائط ماقبل کی شکل میں ہماری راہ میں حائل ہو ہو جایا کرتی ہیں۔

Marfat.com

یہ شرائط ماقبل جیسا کہ میں نے آپ کو بتانے کی جرأت کی ہے۔ بڑی دُور رس اہمیت رکھتی ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان شرطوں کو ہر ترقی کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی اجازت کیوں دی جائے، یا وہ ہمیں ان مسائل پر غور و فکر کرنے سے کیوں روکیں ان عوائق کو راہ سے دُور کر کے خود موضوع بحث سے براہ راست تعلق پیدا کر لینا دشوار نہ ہونا چاہیئے۔ مگر چونکہ یہ رکاوٹیں موجود اور جاری و ساری ہیں اور ان میں برابر اضافہ ہو رہا ہے میں خود کو یہ سمجھنے پر مجبور پا رہا ہوں کہ اصل دشواری سیاسی نظریوں اور مقاصد کا اختلاف ہے

اس زمانے میں ۲۲ دسمبر کو ایک کل ہند مظاہرہ کرنے کے فیصلے نے ایک ایسی نفسیاتی رکاوٹ کا اضافہ اور کر دیا جو مسائل زیر بحث پر باہم مل جل کر بحث کرنے سے اور اُن کو طے کرنے سے ہمیں روک دیتی ہے۔ مجھے اس بات کا نہایت افسوس ہے اور میں نے یہ خواہش کی ہے کہ آپ اس رکاوٹ کو جو بغض و عداوت کی طرف لے جا رہی ہے اور جو صرف اسی طرف لے جا سکتی ہے دُور کرنے کی کوئی راہ پیدا کریں۔ میں اب بھی اُمید رکھتا ہوں کہ شاید آپ ایسا کہہ سکیں۔

میں اس بات کا ضرور یقین دلا دینا چاہتا ہوں کہ میں اپنی طرف سے سعی و کوشش کا کوئی دقیقہ ایسا اُٹھا رکھنا نہیں چاہتا جو باہم مفاہمت اور تصفیے کی جانب رہبری کر سکتا ہو۔ مگر جس طرح میں آپ سے یہ نہیں چاہتا اُسی طرح آپ مجھ سے بھی یہ نہ چاہیں گے کہ کسی چیز کی طلب و جستجو میں میں فکر و نیت کی دیانت و راست بازی ترک کر دوں۔ اس طریقے سے کوئی کارآمد چیز ہاتھ نہیں آ سکتی۔ میں گہرے سیاسی عقیدے رکھتا ہوں اور سالہا سال سے میں انہی عقیدوں کے مطابق محنت و مشقت کرتا رہتا ہوں۔ میں یہ عقیدے کبھی نہیں چھوڑ سکتا اور اس وقت تو اور بھی یہ خیال

Marfat.com

دل میں نہیں لا سکتا جب کہ دُنیا ایک ہیبت ناک بحران کی کش مکش
میں مبتلا ہے۔"

آپ کا مخلص

جواہر لعل نہرو

(از کچھ پرانے خطوط صفحہ ۲۷۵ تا ۲۷۷)

یہ ایک خط پنڈت جواہر لعل نہرو کا ایک نیشنلسٹ مسلمان سید محمود صاحب کو لکھتے ہیں یہ بھی ملاحظہ فرمائیے :-

الہ آباد

بنام سید محمود

۲ فروری ۱۹۴۱ء

خط کا اقتباس

"جناح اکثر گنگا بہاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب تک اُن کی شرطیں مان نہ لی جائیں کوئی سیاسی قدم آگے کو نہ اُٹھے۔ بحالتِ موجودہ اس کے معنی ترقی کے حق میں حکم ممانعت و نامنظوری کے ہیں۔ صحیح راہِ عمل یہ ہوگی کہ وہ کہہ دیں کہ میں پاکستان کو اور اُس کے ساتھ کی اور چیزوں میں سے کسی چیز کو نہ چھوڑوں گا نہ اس سے کم پر میں راضی ہوں گا۔ مگر اس بات پر میں بالکل آمادہ ہوں کہ بیرونی اور اجنبی قوت و اقتدار کو ملک بدر کرنے میں دوسروں سے اشتراکِ عمل کروں۔ اس کے بعد اگر ضرورت ہوئی تو اپنے حقوق کے لیے لڑوں گا۔ یہ بالکل بدیہی ہے کہ وہ موجودہ حالات کو بدستور باقی رکھنا چاہتے ہیں اور اس صورت سے اُن کی پوزیشن ناقابل دفاع ہو جاتی ہے۔ خوش قسمتی سے دُنیا بدل رہی ہے اور ایک معنی میں ہمارے دشوار ترین مسائل بھی حوادث کے تصادم سے خود ہی حل ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ثقافتی زاویہ سے مسئلہ پر غور کرنا درست ہے مگر یہ بہت

Marfat.com

دیرطلب ہے اور حوادث ہیں کہ بڑی سرعت کے ساتھ ہمارے پاس سے گذرے جا رہے ہیں اور اپنی جلو میں عظیم تغیرات بر روئے کار لا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بہت دن نہ گذرنے پائیں گے کہ یہ تغیرات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ تمہارے لیے کانگریس کی مجلس عاملہ کے ایک رکن کی حیثیت سے جناح اور مسلم لیگ کے ساتھ ان خطوط پر جن کی تم تصریح کرتے ہو کسی سمجھوتے یا مفاہمت کی تجویز پیش کرنا کہاں تک درست ہوگا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ اس تجویز سے انتشار اور غلط فہمی پیدا ہوگی۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم مولانا آزاد سے مشورہ کر لو؟ وہ کل یہاں آ رہے ہیں اور تین چار دن ٹھہریں گے اگر تم پسند کرو تو میں تمہارا ٹائپ کیا ہوا مسودہ ان کو دے دوں گا۔"

تمہارا پدر از محبت

جواہر لعل

(از کچھ پرانے خطوط حصہ دوم صفحہ ۳۶۶ تا ۳۶۷)

ایک اقتباس

جواہر لعل کے نام

میرے عزیز جواہر

"لیگ کے ممبروں کے قابل اعتراض اور سرکشانہ طرز عمل اور لیگ کے طریق نشر و اشاعت سے متعلق مجھے یقین ہے کہ جو کچھ تم سے کہا گیا ہے وہ واقعات پر مبنی ہوگا۔ اور صحیح ہوگا، مگر یہ تصویر کا ایک رخ ہے وہ گندی زبان اور گالیاں جو کانگرسی مسلمان، احرار اور جمعیت علماء والے روزانہ استعمال کر رہے ہیں۔ اور وہ بے بنیاد پروپیگنڈا جو لیگ کے خلاف جاری ہے وہ بھی دوسرے فریق کے لیے وجہ عزت و افتخار

Marfat.com

نہیں ہو سکتا۔ ایک مثال کے طور پر تمہیں بتاؤں کہ مولانا عطاء اللہ بخاری نے اپنی ایک تقریر میں لیگ کے مندوبین کو "متعفن لاشوں" کے لقب سے یاد فرمایا یعنی سڑی ہوئی بدبودار لاشیں۔ اسی طرح کانگرس کے ایک ترجمان "ہندوستانی" کا مسلم لیگیوں کو "بھانڈ" اور "مداری" بتانا غیر ذمے دار صحافت کی انتہا تھی۔ لاہور کی ایک مسجد میں مسلم لیگ کے ایک ہمدرد پر احراریوں کا حملہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ تشدد کا رجحان کانگریس کے ان مؤیدین میں بھی پایا جاتا ہے، جو ایک طرف تو یہ اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ وہ کسی جداگانہ سیاسی تنظیم پر ایمان نہیں رکھتے اور دوسری طرف شاید مسلمانوں میں ایک جداگانہ گروہ کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کی جو آرزو پائی جاتی ہے وہ اس تلخی اور ناگواری سے تیز تر ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان پائی جاتی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ کبھی نہ کبھی جب باہم ایک دوسرے کے زاویۂ نظر کو غلط سمجھنے کا یہ گہرا اور ظلمت دور ہو جائے گی۔ تب تنگ مزاجی اور غیر ذمے داری کی یہ شدت بھی کم ہو جائے گی اور ہم سیاسی اور مذہبی تنظیموں کے ذمہ دار ارکان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنے سرکش عناصر کو سمجھا بجھا کر اور صحیح رہنمائی کر کے قابو میں رکھیں۔"

تمہارا مخلص:۔ خلیق

خلیق الزماں۔ لکھنؤ ۲۸ نومبر ۱۹۳۷ء

چودھری خلیق الزماں یو۔پی سے ایک سربرآوردہ کانگریسی تھے بعد کو وہ مسلم لیگ میں شریک ہو گئے۔ تقسیم کے بعد ہی وہ پاکستان چلے گئے۔

کچھ پرانے خطوط حصہ دوم صفحہ ۳۱ و ۳۲

مرتبہ جواہر لعل۔ مترجمہ عبدالمجید الحریری ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی

شائع کردہ مکتبہ جامعہ نئی دہلی لمیٹڈ

Marfat.com

جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا جا چکا ہے ان خطوط کو پیش کرنے کا مقصد و مدعا اور غرض و غایت یہ تھی کہ ہمارے قارئین یہ اندازہ فرما سکیں کہ مہاتما گاندھی کا منتخب شدہ جواہر لعل نہرو ہندو مفادات کے تحفظ کے لیے حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے انتخاب کردہ جناحؒ کو متحدہ قومیت کے جال میں پھانسنے کی کس کس انداز و طرق سے کوششیں کر رہا ہے اور مسلمانان ہند کا مرد ہوشمند (جناحؒ) ملی مفادات کے تحفظ و حصول کے لیے کس خداداد بصیرت و فراست سے ہندو چالوں کو ناکام و نامراد بنائے چلے جاتا ہے۔ نیز ان خطوط سے آپ پر یہ بھی روشن اور واضح ہو گیا ہے۔ کہ وہ کون کونسے عوامل و عناصر تھے اور کاروان ملت کو وہ کونسے خطرات درپیش اور کن کن خدشات کا سامنا تھا جن سے مسلمانانِ ہند کو حفظ و امن اور سلامتی کی راہوں پر عزت و توقیر سے لے آنے کے لیے علامہؒ نے جناحؒ کو سالارِ کارواں بنایا تھا۔

نازک اور فیصلہ کن وقت میں جب حالات بڑی تیزی سے بدل رہے تھے۔ غلامی کے بندھن کٹ رہے تھے۔ انگریز رختِ سفر باندھ رہا تھا۔ ہندو اکثریت اپنے سامراجی مقاصد کے ساتھ میدان میں نمودار ہو چکی تھی مسلمان اقلیت پر ظلم و ستم ڈھائے اور عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا تھا۔ مردِ خبیر و علیم اقبالؒ جناحؒ کے دروازے پر دستک دیتے ہیں۔ اب ہم وہ نوازش نامہ پیش کر رہے ہیں جو حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے قائداعظمؒ کو حالات سے متاثر ہو کر تحریر فرمایا:۔

لاہور۔ ۲۱۔ جون ۱۹۳۷ء

بصیغہ راز

مائی ڈیئر جناح

"نوازش نامہ کل موصول ہوا جس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ آپ کی بے پناہ

Marfat.com

مصروفیت سے آگاہی رکھنے کے باوجود آپ کو اکثر خط لکھتے رہنے کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ اس وقت مسلمانوں کو اس طوفانِ بلا میں جو شمال مغربی ہندوستان اور شائد ملک کے گوشے گوشے سے اٹھنے والا ہے صرف آپ کی ذاتِ گرامی ہی سے رہنمائی کی توقع ہے۔

میں سمجھتا ہوں ہم فی الحقیقت خانہ جنگی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ فوج اور پولیس موجود نہ ہو تو یہ خانہ جنگی چشم زدن میں عالمگیر ہو جائے۔ گذشتہ چند ماہ سے ہندو مسلم فسادات کا ایک سلسلہ قائم ہو چکا ہے۔ صرف شمال مغربی ہندوستان کے اندر اس تین ماہ میں کم از کم تین درجہ دار انہ فسادات رونما ہو چکے ہیں۔ ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے توہینِ رسولؐ کی کم از کم چار وارداتیں پیش آچکی ہیں۔ توہین رسول اللہؐ کی ان چاروں وارداتوں میں مجرم فی النار کر دیا گیا

سندھ میں قرآن کریم کے نذرِ آتش کرنے کے واقعات بھی پیش آئے صورت حال کا نظرِ غائر سے مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان حالات کے اسباب نہ مذہبی ہیں نہ معاشی بلکہ خالص سیاسی ہیں۔"

انڈیا ایکٹ

ہندوؤں کے لیے انگریزوں کی طرف سے ایک تحفہ ہے۔

"مسلمانوں کی اکثریت کے صوبوں میں بھی ہندوؤں اور سکھوں کا مقصد مسلمانوں پر خوف و ہراس طاری کر دینا ہے۔ آئین کی کیفیت کچھ ایسی ہے کہ اپنی اکثریت کے صوبوں میں بھی مسلمانوں کا دارومدار تمام تر غیر مسلموں پر ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلم وزارت نہ صرف کوئی مناسب کارروائی نہیں کر سکتی بلکہ وزارت کو خود مسلمانوں سے نا انصافی برتنی پڑتی ہے تاکہ وہ لوگ جن کی امداد پر وزارت قائم ہے خوش رہ سکیں اور ظاہر کیا جا سکے کہ وزارت قطعی طور پر غیر متعصب ہے لہٰذا یہ عالم آشکار حقیقت ہے کہ

Marfat.com

مسلمانوں کے پاس اس آئین کو رد کرنے کے خاص وجوہ موجود ہیں۔ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ دستورِ جدید ہندوؤں ہی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے ان صوبوں میں جہاں ہندو آبادی کی اکثریت ہے۔ حکومت میں ہندوؤں کو قطعی اکثریت حاصل ہے اور وہ مسلمانوں کو بالکل نظر انداز کر سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کو ہندوؤں کا دستِ نگر رکھا گیا ہے مجھے اس امر میں قطعاً ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نظر نہیں آتی کہ موجودہ دستور ہندی مسلمانوں کے لیے زہرِ قاتل کا حکم رکھتا ہے۔ مزید برآں یہ دستور تو اس معاشی تنگدستی کا جو شدید ترین ہوتی چلی جا رہی ہے کوئی حل پیش نہیں کرتا فرقہ دارانہ فیصلہ ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی ہستی کو تسلیم تو کرتا ہے لیکن کسی قوم کی سیاسی ہستی کا اعتراف جو اس کی معاشی پس ماندگی کا کوئی حل نہ تجویز کرتا ہو اور نہ کر سکے اس کے لیے بے سود ہے۔"

آخری اور واحد چارۂ کار

اقبالؒ قائدِ اعظمؒ کے سامنے پیش کرتے ہیں :-

"کانگریس کے صدر نے تو غیر مبہم الفاظ میں مسلمانوں کی جداگانہ سیاسی حیثیت سے ہی انکار کر دیا ہے۔ ہندوؤں کی دوسری جماعت یعنی ہندو مہاسبھا نے جسے میں ہندو عوام کا حقیقی نمائندہ سمجھتا ہوں بارہا اعلان کیا ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کی متحدہ قومیت کا وجود ہندوستان میں ناقابل قبول ہے۔

ہندوستان میں قیامِ امن اور مسلمانوں کو غیر مسلموں کے غلبہ و تسلط سے بچانے کی واحد ترکیب اس طریقہ پر جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے یعنی مسلم صوبوں کے ایک جداگانہ وفاق میں اصلاحات کا نفاذ ہے۔ شمال

Marfat.com

مغربی ہندوستان اور بنگال کے مسلمانوں کو ہندو اور بیرونِ ہند کی دوسری اقوام کی طرح حقِ خود اختیاری سے کیونکر محروم کیا جا سکتا ہے۔ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ شمال مغربی ہندوستان اور بنگال کے مسلمانوں کو فی الحال مسلم اقلیت کے صوبوں کا بہترین مفاد اس وقت اس طریق سے وابستہ ہے لیگ کا آئندہ اجلاس کسی مسلم اقلیت کے صوبہ میں منعقد کرنے کے بجائے پنجاب میں منعقد کرنا بہتر ہوگا۔ پنجاب میں آل انڈیا مسلم لیگ سے دلچسپی بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور لیگ کے آئندہ اجلاس کا لاہور میں انعقاد پنجابی مسلمانوں کی سیاسی بیداری کے لیے از حد مفید ہوگا۔"

خطبۂ صدارت الٰہ آباد - ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء

کے

مزید اقتباسات

آپ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ جنھیں پڑھ کر آپ محسوس کریں گے۔ کہ حکیم الامت شجرِ ملت کو زہریلی ہواؤں سے بچانے کے لیے اپنا جگر خون کر رہا ہے آپ اس مردِ بصیر کو ہدیۂ تبریک و تحسین پیش کرنے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ و تیار پائیں گے۔ جب آپ دیکھیں گے کہ وارد بھائی ساحر کے متحدہ قومیت کے بچھائے ہوئے فریب آمیز جال کے طلسماتی تاروں کے تار و پود بکھیرنے کے لیے کس ہوش و جوش سے مصروفِ کار ہے۔ اس مردِ خود شناس و خدا شناس کی چشمِ بصیرت مکر و دجل، کذب و ریا اور کانگریس کی دسیسہ کاریوں اور فریب انگیزیوں کی تمام چالوں کو بھانپ کر مسلمانانِ ہند کو ان سے ہشیار و خبردار کرنے کے لیے اشاروں ہی اشاروں میں رازہائے دروں سمجھا رہی ہے۔ یہ حکیم، دانا، یہ مسیحائے ملت، یہ دانائے راز اپنے جذبِ دروں سے۔ اپنے نظریات و خیالات

Marfat.com

احساسات و تصوّرات سے توانائی و ہمّت بخش رہا ہے اور ہندوستان میں اسلام کی سربلندی و سرفرازی کے کس قدر مضطرب و بیقرار ہے اور مسلمان کو اس کی حقیقت سے آشنا کر رہا ہے اور یہ مشرق و مغرب دونوں سے باخبر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے :-

مسلمان اور اس کا مذہب

"جس دینی تحریک کا آغاز لوتھر اور روسو کی ذات سے ہوا اس نے مسیحی دنیا کی وحدت کو توڑ کر اسے ایک غیر مربوط اور منتشر کثرت میں تبدیل کر دیا جس سے اہل مغرب کی نگاہیں اقوام و ملل کی تنگ حدود میں الجھ گئیں جس کا اظہار بالآخران سیاسی نظامات کی شکل میں ہوا جنھوں نے جذبۂ قومیت کے ماتحت پرورش پائی یعنی جن کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ سیاسی اتحاد و اتفاق کا وجود صرف عقیدۂ وطنیت کے ماتحت ممکن ہے اس سے اہل مغرب اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مذہب کا معاملہ ہر فرد کی اپنی ذات تک محدود ہے۔ اسے دنیوی زندگی سے کوئی تعلق نہیں لیکن اسلام کے نزدیک ذات انسانی بجائے خود ایک وحدت ہے وہ مادے اور روح کی کسی ناقابل اتحاد ثنویت کا قائل نہیں۔ مذہب اسلام کی رو سے خدا اور کائنات، کلیسا اور ریاست اور روح اور مادہ ایک ہی کل کے مختلف اجزا ہیں۔ انسان کسی ناپاک دنیا کا باشندہ نہیں۔ جس کو ایک روحانی دنیا کی خاطر جو کسی جگہ واقع ہے، ترک کر دینا چاہیئے۔ اسلام کے نزدیک مادہ روح کی اس شکل کا نام ہے جس کا اظہار زید مکانی و زمانی میں ہوتا ہے۔

بہرحال دنیائے اسلام میں لوتھر کا ظہور ممکن نہیں۔ اس لیے اسلام میں کلیسا کا کوئی ایسا نظام موجود نہیں جو ازمنہ متوسط کے مسیحی نظام سے مشابہ ہو اور جس کے توڑنے کی ضرورت پیش آئے۔ دنیائے اسلام کے پیش نظر ایک ایسا عالمگیر نظام سیاست ہے جس کی اساس وحی پر ہے! اسلام

Marfat.com

ایک زندہ قوت ہے جو ذہن انسانی کو نسل و وطن کی قیود سے آزاد کر سکتی ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہے کہ مذہب کو فرد اور ریاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام کی تقدیر خود اس کے ہاتھ میں ہے اسے کسی دوسری تقدیر کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔"

"آپ یہ خیال نہ فرمائیے کہ جس مسئلہ کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے۔ وہ محض نظری حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک زندہ اور عملی سوال ہے جس سے بطور ایک دستور حیات اور نظام عمل کے اسلام کی ساری کائنات متاثر ہو سکتی ہے۔ صرف یہی ایک مسئلہ ہے جس کے صحیح حل پر اس امر کا دارومدار ہے کہ ہم لوگ آگے چل کر ہندوستان میں ایک ممتاز اور نمایاں تہذیب کے حامل بن سکیں گے۔"

"اسلام پر ابتلاء و آزمائش کا کبھی ایسا سخت وقت نہیں آیا جیسا کہ آج اسے درپیش ہے۔ ہر قوم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے بنیادی اصولوں کی ترمیم و تاویل کرے یا ان کو یک قلم منسوخ کر دے لیکن اس قسم کا قدم اٹھانے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ اس کے نتائج و عواقب کیا ہوں گے۔"

"سوال یہ ہے کہ آج جو مسئلہ ہمارے پیش نظر ہے اس کی صحیح حیثیت کیا ہے؟ کیا واقعی مذہب ایک نجی معاملہ ہے؟ اور آپ بھی یہی چاہتے ہیں کہ ایک اخلاقی اور سیاسی نصب العین کی حیثیت سے اسلام کا وہی حشر ہو جو مغرب میں مسیحیت کا ہوا؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اسلام کو بطور ایک اخلاقی تخیل کے تو برقرار رکھیں لیکن اس کے نظام سیاست کے بجائے اور قومی نظامات کو اختیار کر لیں جن میں مذہب کی مداخلت کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا؟ ہندوستان میں یہ سوال اور بھی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ بہ اعتبار آبادی ہم لوگ اقلیت میں ہیں لیکن یہ دعویٰ کہ مذہبی وراثت

Marfat.com

محض انفرادی اور ذاتی واردات ہیں اہل مغرب کی زبان سے تو تعجب خیز معلوم نہیں ہوتا کیونکہ یورپ کے نزدیک مسیحیت کا تصور یہی تھا کہ وہ ایک مشرب رہبانیت ہے لیکن آنحضرتؐ کی واردات مذہب کی حیثیت جیسا کہ قرآنِ پاک میں اُن کا اظہار ہوا ہے اس سے قطعاً مختلف ہے۔ یہ محض حیات نوع کی واردات نہیں جن کا تعلق صرف صاحب واردات کے اندرونِ ذات سے ہو اور اس سے باہر اس کے گرد و پیش کی معاشرت پر ان کا کوئی اثر نہ پڑے برعکس اس کے یہ وہ انفرادی واردات ہیں جن سے بڑے بڑے اجتماعی نظامات کی تخلیق ہوتی ہے اور جن کے اوّلین نتیجے سے ایک ایسے نظام سیاست کی تاسیس ہوئی جس کے اندر قانونی تصورات مضمر تھے اور جن کی اہمیت کو محض اس لیے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی بنیاد وحی و الہام پر ہے"۔

"لہٰذا اسلام کا مذہبی نصب العین اس کے معاشرتی نظام سے الگ نہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اگر آپ نے ایک کو ترک کیا تو یا لآخر دوسرے کا ترک کرنا بھی لازم آئے گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلمان ایک لمحے کے لیے بھی ایسے نظام سیاست پر غور کرنے کے لیے آمادہ ہوگا جو کسی ایسے وطنی یا قومی اصول پر مبنی ہو جو اسلام کے اصولِ اتحاد کے منافی ہو"

"جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ مجھے یہ اعلان کرنے میں مطلق تامل نہیں کہ اگر فرقہ وارانہ امور کے ایک مستقل اور پائیدار تصفیہ کے اس بنیادی اصول کو تسلیم کر لیا جائے کہ مسلمانانِ ہندوستان کو اپنی روایات و تمدن کے ماتحت اس ملک میں آزادانہ نشوونما کا حق حاصل ہے تو وہ اپنے وطن کی آزادی کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کریں گے"

"یہ اصول کہ ہر فرد اور جماعت اس امر کی مجاز ہے کہ وہ اپنے عقائد

Marfat.com

کے مطابق آزادانہ ترقی کرے کسی تنگ تفرقہ داری پر مبنی نہیں۔ فرقہ داری کی بھی بہت سی صورتیں ہیں وہ فرقہ داری جو دوسری قوموں سے نفرت اور ان کی بدخواہی کی تعلیم دے اس کے ذلیل اور ادنیٰ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ میں دوسری قوموں کے رسوم و قوانین اور ان کے معاشرتی اور مذہبی اداروں کی دل سے عزت کرتا ہوں بلکہ بحیثیت مسلمان میرا فرض ہے کہ اگر ضرورت پیش آئے تو احکام قرآنی کے حسب اقتضاء میں ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کروں۔ بایں ہمہ مجھے اس جماعت سے دلی محبت ہے جو میرے اوضاع و اطوار اور میری زندگی کا سرچشمہ ہے اور جس نے اپنے دامن اور اپنے ادب، اپنی حکمت اور اپنے تمدن سے بہرہ مند کرکے مجھے وہ کچھ عطا کیا جس سے میری موجودہ زندگی کی تشکیل ہوئی یہ اس کی برکت ہے کہ میرے ماضی نے از سر نو زندہ ہو کر مجھ میں یہ احساس پیدا کر دیا کہ وہ اب بھی میری ذات میں سرگرم کار ہے!"

نہرو رپورٹ کے واضعین تک نے فرقہ داری کے اس پہلو کا اعتراف کیا ہے۔

علیحدگی سندھ

علیحدگی سندھ پر بحث کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے:۔

"یہ کہنا کہ قومیت کے وسیع نقطۂ نگاہ کے ماتحت کسی فرقہ دارانہ صوبہ کا قیام مناسب نہیں بالکل ایسا ہے جیسے یہ دعوے کرنا کہ بین الاقوامی نصب العین کا تقاضا ہے کہ علیحدہ علیحدہ قوموں کا وجود قائم نہ رہے۔ ان دونوں بیانات میں ایک حد تک صداقت موجود ہے لیکن بین الاقوامی نصب العین کے گرم سے گرم حامیوں کو بھی اس امر کا

Marfat.com

اختراف کرنا پڑے گا کہ قوموں کی پوری پوری آزادی کے بغیر کسی بین الاقوامی ریاست کا وجود قائم کرنا مشکل ہے۔ اس طرح مکمل تمدنی آزادی کے بغیر (اور یاد رکھیئے کہ اپنی ارفع اور اعلیٰ صورت میں فرقہ واری سوائے تمدن کے اور کچھ نہیں) ایک ہم آہنگ اور متوازن قوم کا پیدا کرنا ناممکن ہے"۔

"مغربی ممالک کی طرح ہندوستان کی حالت یہ نہیں کہ اس میں ایک ہی قوم آباد ہو ہندوستان مختلف اقوام کا وطن ہے جن کی نسل و زبان مذہب سب ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ ان کے اعمال و افعال میں وہ احساس پیدا نہیں ہو سکتا جو ایک ہی نسل کے مختلف افراد میں موجود رہتا ہے۔ پس یہ امر کسی طرح مناسب نہیں کہ مختلف ملتوں کے وجود کا خیال کیے بغیر ہندوستان میں ایک اسلامی ہندوستان قائم کیا جائے بالکل حق بجانب ہے میری رائے میں مختلف ملتوں کو فنا کیے بغیر ان سے ایک متوافق اور ہم آہنگ قوم تیار کی جائے تاکہ وہ آسانی کے ساتھ اپنے ان ممکنات کو جو ان کے اندر مضمر ہیں عمل میں لا سکیں"۔

"ذاتی طور پر میری خواہش ہے کہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ، بلوچستان کو ایک ہی ریاست میں ملا دیا جائے۔ خواہ یہ ریاست سلطنت برطانیہ کے اندر حکومت خود اختیاری حاصل کرے۔ خواہ اس کے باہر۔ مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو آخر ایک منظم اسلامی ریاست قائم کرنی پڑے گی۔ قسمت بنگالہ یا اس قسم کے دوسرے اضلاع کو الگ کر دینے سے جن میں ہندو آبادی کا غلبہ ہے اس کی وسعت اور انتظامی مشکلات میں بھی اور کمی ہو جائے گی پھر ان اضلاع کی علیحدگی سے مسلم اقلیتوں کے حقوق کہیں زیادہ محفوظ ہو جائیں گے اس تجویز کو سن کر نہ انگریزوں کو پریشان ہونا چاہیئے نہ ہندوؤں کو۔ ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم

Marfat.com

چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں دینی مرکزیت قائم کر سکے۔ اس طرح نہ صرف ہندوستان کا مسئلہ حل ہو جائے گا بلکہ خود اس سے مسلمانوں کے احساساتِ ذمہ داری قوی ہو جائیں گے اور ان کا جذبۂ حب الوطنی بڑھ جائے گا۔"

"اگر شمالی ہندوستان کے مسلمانوں کو موقع دیا گیا کہ وہ ہندوستان کے جسد سیاسی کے اندر رہ کر اپنے نشوونما میں آزادانہ قدم اٹھا سکیں تو وہ تمام بیرونی حملوں کے خلاف ہندوستان کے بہترین محافظ ثابت ہوں گے۔

پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی ۵۶ فیصدی ہے لیکن ہندوستان کی پوری فوج میں ہمارا حصہ ۵۴ فی صد ہے اور اگر عساکر ہند کی کل تعداد میں سے ان ۱۹ ہزار گورکھوں کو جو نیپال کی آزاد ریاست سے بھرتی کیے جاتے ہیں نکال دیا جاتا ہے تو مسلمانوں کی تعداد ۶۱ فی صدی ہو جائے گی۔ اس سے آپ ان تمام صلاحیتوں کا بہ آسانی اندازہ کر سکتے ہیں جو شمال مغربی ہندوستان کی مسلم آبادی میں موجود ہیں اور جن کی بدولت وہ تمام ہندوستان کو غیر ملکی چیرہ دستیوں سے محفوظ و مصئون رکھ سکتی ہیں۔"

"ہندوؤں کے دل میں اس قسم کا خدشہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ آزاد اسلامی ریاستوں کے قیام سے ایک طرح کی مذہبی حکومت قائم ہو جائے گی اسلام کوئی کلیسائی نظام نہیں بلکہ ایک ریاست ہے جس کا اظہار روسو سے بھی کہیں پیش تر ایک ایسے وجود میں ہوا جو عقد اجتماعی کا پابند ہے۔ ریاست اسلامی کا انحصار ایک اخلاقی نصب العین پر ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان شجر و حجر کی طرح کسی خاص زمین سے وابستہ نہیں،

Marfat.com

بلکہ وہ ایک روحانی ہستی ہے جو ایک اجتماعی ترکیب میں حصہ لیتا ہے اور اس کے ایک زندہ جزو کی حیثیت سے چند فرائض و حقوق کا مالک ہے اسلامی ریاست کی نوعیت کا اندازہ "ٹائمز آف انڈیا" کے اس اقتباس سے کیا جا سکتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ قدیم ہندوستان میں ریاست کا فرض یہ تھا کہ سود کے متعلق قوانین بنائے اسلام میں سود لینا حرام ہے۔ میں صرف ہندوستان اور اسلام کی فلاح اور بہبود کے خیال سے ایک منظم اسلامی ریاست کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ اس سے ہندوستان کے اندر توازنِ قوت اور اس کی بدولت امن و امان قائم ہو جائے گا۔"

صوبوں کی نئی تقسیم

"ہندوستان کے لسانی اور عقائد و معاشرت کے بے شمار اختلافات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک مستقل حکومت قائم کرنے کی یہی صورت ہے کہ یہاں ایسی آزاد ریاستیں قائم کر دی جائیں جو زبان، نسل، تاریخ، مذہب اور اقتصادی مفاد کے اشتراک پر مبنی ہوں۔ سائمن رپورٹ کے اندر فیڈریشن کا جو تصور قائم کیا گیا ہے اس کے ماتحت بھی ضروری ہے کہ مرکزی مجلس مقننہ قانون کا انتخاب عوام کے ذریعہ عمل میں نہ آئے بلکہ وہ فیڈرل ریاستوں کے نمائندوں پر مشتمل ہو۔ سائمن رپورٹ کی رو سے تقریباً ان ہی اصولوں کی بنا پر جن کا اظہار میں نے کیا ہے۔ صوبوں کی تقسیم بھی از سر نو ہونی چاہیئے یہ بھی عرض کروں گا کہ صوبوں کی جدید تقسیم سے پیش تر دو شرطوں کا پورا ہو جانا ضروری ہے۔

اوّلاً یہ تقسیم نئے دستور کے اجراء سے پہلے مکمل ہو جانی چاہیئے۔

ثانیاً۔ اس کی نوعیت ایسی ہو کہ اس سے فرقہ وارانہ مسائل ہمیشہ کے لیے طے ہو جائیں۔

Marfat.com

اگر صوبوں کی تقسیم کسی صحیح اصول کی بنا پر ہوگی تو اس سے مخلوط اور جداگانہ انتخاب کا مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو جائے گا۔ میری رائے میں اس سارے جھگڑے کی بنیاد صوبوں کی موجودہ تقسیم پر ہے ہندوؤں کا خیال ہے کہ جداگانہ انتخاب کا اصول قومیت کے منافی ہے ان کے نزدیک لفظِ قومیت کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے تمام باشندے باہم اس طرح خلط ملط ہو جائیں گے کہ ان کے اندر کسی مخصوص ملّت کا انفرادی وجود باقی نہ رہے لیکن ہم اس کے آرزو مند نہیں۔ ہندوستان میں مختلف اقوام اور مختلف مذاہب موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اگر مسلمانوں کی معاشی پستی ان کی بے حد مقروضیت (بالخصوص پنجاب میں) اور بعض صوبوں میں اُن کی ناکافی اکثریتوں کا خیال کیا جائے گا کہ مسلمان جداگانہ انتخاب کے لیے کیوں مضطرب ہیں ہندوستان ایسے ملک میں اور خاص طور سے ان حالات میں جو اس وقت یہاں درپیش ہیں اس امر کی توقع رکھنا کہ علاقہ وارانہ انتخابات سے ہر ملّت کے مفاد کی پوری پوری نمائندگی ہو سکے گی ناممکن ہے۔ سوائے اس کے تمام اقلیتوں پر ہندوؤں کا غلبہ قائم ہو جائے لیکن اگر صوبوں کی تقسیم کسی ایسے اصول کے ماتحت عمل میں آ جائے کہ ہر صوبے کے اندر تقریباً ایک ہی طرح کی ملّتیں بستی ہوں اور ان کی نسل۔ ان کی زبان ان کا مذہب اور ان کی تہذیب و تمدن ایک ہو تو مسلمانوں کو مخلوط انتخاب پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

ہندوستان کا برّی اور بحری تحفّظ

"جان سائمن کمیشن رپورٹ میں کئی ایسی باتیں لکھی تھیں جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین غلط فہمی، ناگواری اور تلخی کا سبب بن سکتی تھیں سائمن

Marfat.com

کمیشن کی رپورٹ اور اس کے مزعومات پر عالمانہ نظر ڈالنے کے بعد علامہ اقبالؒ نے بڑے پتے کی بات کہی۔

"ایک عجیب بات یہ ہے کہ سائمن رپورٹ میں ہندوستان کی بری سرحدوں کو تو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے لیکن اس کے بحری تحفظ کے متعلق صرف سرسری اشارات کیے گئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان پر ہمیشہ خشکی کے راستے سے حملے ہوتے رہے ہیں لیکن یہ امر بھی مسلّم ہے۔ کہ ہندوستان کے موجودہ حاکم اس کے غیر محفوظ سواحل کی وجہ سے اس پر قابض ہوئے تھے۔ ایک آزاد اور خود مختار ہندوستان کے لیے از بس ضروری ہے کہ وہ خشکی کی بجائے اپنی بحری سرحدوں کی زیادہ حفاظت کرے"

"مجھے یقین ہے کہ اگر فیڈرل ریاست وجود میں آئے گی تو مسلم فیڈرل ریاستیں ہندوستان کے تحفظ کی خاطر ایک غیر جانب دار ہندوستانی فوج کے قیام کے لیے جو خشکی اور سمندر دونوں پر متعین ہو ہر قسم کی مدد دینے پر آمادہ ہوں گی۔ مغلوں کے زمانے میں اس قسم کے غیر جانب دار عساکر واقعتہً موجود تھے بلکہ اکبر کے زمانے میں تو ان تمام سرحدی افواج کے افسر ہندو ہی تھے۔"

"میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر فیڈرل نظام حکومت میں ایک غیر جانب دارانہ ہندوستانی لشکر قائم ہو تو اس سے مسلمانوں کے جذبات حب الوطنی اور زیادہ قوی ہو جائیں گے اور اس بدگمانی کا بھی ازالہ ہو جائے گا کہ اگر باہر سے حملہ ہوا تو مسلمانانِ ہندوستان اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ مل جائیں گے۔"

"میں نے مختصراً اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ ہندوستان کے آئینی مسئلوں کے متعلق ہم مسلمانوں کو کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ ہمارا سب سے بڑا مطالبہ یہ ہے کہ فرقہ وارانہ مسائل کے مستقل تصفیئے کے لیے

Marfat.com

برطانوی ہندوستان میں صوبوں کی تقسیم از سر نو ہو جائے۔ لیکن اگر مسلمانوں کا مطالبہ مسترد کر دیا گیا تو پھر میں نہایت شد و مد کے ساتھ ان مطالبات کی تائید کروں گا جن کا اعلان آل انڈیا مسلم کانفرنس اور آل انڈیا مسلم لیگ میں بار بار کیا گیا ہے۔"

مسلمانانِ ہندوستان کسی ایسی آئینی تبدیلی کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں جس کے تحت وہ بنگال اور پنجاب میں جداگانہ انتخاب کے ذریعے اپنی اکثریت حاصل نہ کر سکیں یا مرکزی مجلس میں انھیں ۳۳ فیصد نشستیں نہ مل جائیں۔ اب تک مسلمانوں کے سیاسی رہنما دو گروہوں میں گر چکے ہیں۔ پہلا گروہ لکھنؤ کا مسترد شدہ میثاق ہے جسے قومیت ہند کے غلط تصور پر مرتب کیا گیا ہے اور جس کے ماتحت مسلمان ان تمام مواقع سے محروم رہ جاتے ہیں کہ وہ اس ملک میں کوئی سیاسی طاقت پیدا کر سکیں۔"

"دوسرا گروہ پنجاب کی نام نہاد دیہاتی آبادی کی خاطر اسلامی اتحاد و اتفاق کی وہ ناعاقبت اندیشانہ قربانی ہے جس کا اظہار ایک ایسی تجویز میں ہوا ہے جس سے پنجاب کے مسلمان اقلیت میں رہ جاتے ہیں لیکن مسلم لیگ کا فرض ہے کہ وہ میثاق اور تجویز دونوں کی مذمت کرے۔"

آگے چل کر :-

"مسلمانانِ ہندوستان کو کسی ایسی تبدیلی سے بھی اتفاق نہیں ہوگا جس کے ماتحت سندھ کو بھی ایک علیحدہ صوبہ نہ کر دیا جائے یا شمال مغربی سرحدی صوبے کا سیاسی درجہ وہی نہ ہو جائے جو ہندوستان کے دوسرے صوبوں کا ہے۔ احاطۂ بمبئی اور سندھ میں کوئی چیز بھی تو مشترک نہیں۔ ارکان کمیشن کو بھی اعتراف ہے کہ اہل سندھ کی نمائندگی اور ان کا تمدن عراق اور عرب سے مشابہ ہے، نہ کہ ہندوستان سے

Marfat.com

مشہور اسلامی جغرافیہ دان مسعودی نے آج سے بہت پہلے عرب اور سندھ کی ایک باہمی مشابہت کی طرف اشارہ کر دیا تھا مسعودی نے لکھا ہے کہ سندھ وہ ملک ہے جو مملکت اسلامی سے قریب تر ہے، سب سے پہلے اموی خلیفہ کا قول تھا کہ مصر کی پشت افریقہ کی جانب ہے اور منہ عرب کی جانب، مناسب ردّ و بدل کے ساتھ یہی کچھ سندھ کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے۔ سندھ کی پیٹھ ہندوستان کی طرف ہے اور منہ مشرق وسطیٰ کی جانب۔"

"علاوہ ازیں اگر سندھ کے زراعتی مسائل کا حل سے حکومت بمبئی کو مطلق ہمدردی نہیں اور اس کی بے شمار تجارتی صلاحیتوں کا لحاظ رکھ لیا جائے (اس لیے کہ کراچی بڑھتے بڑھتے ایک روز لازماً ہندوستان کا دوسرا دارالسلطنت بن جائے گا) تو صاف نظر آتا ہے کہ اس کو احاطہ بمبئی سے ملحق رکھنا مصلحت اندیشی سے کس قدر دور ہے؟ بے شک اس وقت بمبئی کا رویہ دوستانہ ہے لیکن ممکن ہے کہ کل ہی وہ اس کا حریف بن جائے۔

کہا جاتا ہے کہ اس راہ میں کچھ مالی مشکلات حائل ہیں ابھی تک اس کے متعلق کوئی مستند بیان میری نظر سے نہیں گزرا لیکن فرض کر لیجئے کہ اس قسم کی مشکلات موجود ہیں۔ اس کے یہ معنی تو نہیں کہ حکومت ہند اس امید افزا صوبے کو اپنی آزادانہ ترقی کی جدوجہد میں عارضی طور پر مدد نہ دے۔ رہا شمال مغربی سرحدی صوبہ سو یہ امر نہایت افسوس ناک ہے کہ ارکان کمیشن نے عملاً اس امر سے انکار کر دیا ہے کہ اس صوبے کے باشندوں کو بھی اصلاحات کا حق حاصل ہے۔ ان کی سفارشات سب کمیٹی سے بھی کم ہیں اور وہ جس کونسل کی تجویز پیش کرتے ہیں وہ چیف کمشنر کی مطلق العنانی کے لیے محض ایک آڑ کا کام دے گی۔

Marfat.com

نوبیں آباد ہیں برطانوی جمہوریت کی صورت قائم نہیں ہو سکتی۔ ہونا تو یہ چاہیئے، کہ اس مسئلے کو جغرافیائی اصول پر حل کیا جائے۔ جداگانہ انتخابات کو قائم رکھنا اس کا کوئی عمدہ بدل نہیں ہے مجھے یہ امید نہیں کہ اقلیتوں کی سب کمیٹی کسی صحیح نتیجے پر پہنچے گی آخر سارا مسئلہ برطانوی پارلیمنٹ میں پیش ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ انگریز کے بالغ نظر تدبر سے اس مسئلے کو محض سطحی نظروں سے نہیں دیکھیں گے۔ جیسا کہ اب ہندوستان کے اکثر ارباب سیاست نے کیا ہے۔ بلکہ ان کی نگاہیں اس معاملہ کی تہ تک پہنچ جائیں گی اور وہ محسوس کریں گے کہ ہندوستان کے اندر امن و سکون کے قیام کا طریق کیا ہے؟"

"ہر وہ دستور جو اس تصوّر پر مبنی ہوگا کہ ہندوستان میں ایک ہی قوم بستی ہے۔ یا جس کا مقصد یہ ہو کہ یہاں ان اصولوں کا نفاذ کیا جائے جو برطانیہ کے جذبات جمہوریت پسندی کا نتیجہ ہیں اس کا مطلب صرف اسی قدر ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کو نادانستہ طور پر خانہ جنگی کے لیے تیار کیا جائے۔ جہاں تک میری سمجھ کام کرتی ہے اس وقت تک امن و سکون قائم نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس امر کو تسلیم نہ کر لیا جائے۔ کہ ہندوستان کی ہر ملّت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ماضی سے اپنا رشتہ منقطع کیے بغیر جدید اصولوں پر آزادی کے ساتھ ترقی کرے۔"

"مجھے یہ دیکھ کر مسرّت ہوتی ہے کہ ہمارے مسلمان مندوبین کو اس مسئلے کے صحیح حل کی اہمیّت کا پورا پورا احساس ہے۔ جس کو ہم نے ہندوستان کا بین الاقوامی مسئلہ کہا ہے۔ ان کا یہ اصرار بالکل بجا ہے کہ مرکزی حکومت میں ذمہ داری کا مسئلہ طے کرنے سے پہلے فرقہ وارانہ تنازعات کا تصفیہ ہو جانا ضروری ہے۔ کسی مسلمان سیاسی راہنما کو اس طعن آمیز لفظ یعنی "فرقہ واری" کا مطلق خیال نہیں کرنا چاہیئے جسے ہندو محض پروپیگنڈے

Marfat.com

کی خاطر استعمال کرتے ہیں تاکہ بقول وزیراعظم وہ انگلستان کے جذبات جمہوریت پسندی سے فائدہ اٹھا سکیں۔"

"اور اگر انگریز ہندوستان میں ایک ایسی صورتِ حالات فرض کرلیں جو واقعتہً موجود نہیں۔ اس وقت بڑے بڑے مفاد خطرے میں پڑے ہیں لیکن ہماری تعداد سات کروڑ ہے اور ہم ہندوستان کے دوسرے باشندوں کی نسبت کہیں زیادہ یک رنگ قوم ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہندوستان میں کوئی قوم بستی ہے تو وہ صرف مسلمان ہی ہے۔ اگرچہ ہندو ہر بات میں ہم سے آگے ہیں لیکن اب بھی ان کو وہ یک رنگی حاصل نہیں ہوئی جو ایک قوم بننے کے لیے ناگزیر ہے اور جو اسلام نے از خود آپ کو عطا کی ہے۔ بے شک ہندو اس امر کے لیے مضطرب ہیں کہ وہ ایک قوم بن جائیں مگر قوموں کی ترکیب گویا ایک نئی زندگی میں قدم رکھنا ہے اور جہاں تک ہندوؤں کا تعلق ہے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام نظام معاشرت کو یک قلم بدل دیں ایسے ہی مسلمان رہنماؤں اور ارباب سیاست کو اس لطیف مگر مغالطہ انگیز دلیل سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے کہ ترکی، ایران اور دوسرے اسلامی ممالک قوم پسندی کے اصولوں پر گامزن ہیں۔ مسلمانانِ ہندوستان کی حالت اس سے مختلف ہے۔ ان ممالک کی ساری آبادی تقریباً مسلمانوں کی ہے اور جو اقلیتیں باقی رہ جاتی ہیں ان کا تعلق باصطلاح قرآنی اہل کتاب سے ہے۔ مسلمان اور اہل کتاب کے درمیان کوئی معاشرتی دیوار حائل نہیں۔ اگر کوئی یہودی عیسائی یا زردشتی (یعنی پارسی) کسی مسلمان کا کھانا چھوئے تو وہ نجس نہیں ہوتا۔ شریعت اسلامی کی رو سے ان میں باہم مناکحت جائز ہے۔ حقیقت میں یہ وہ اوّلین قدم تھا جو اسلام نے عملاً اتحاد نوع انسان کی خاطر اٹھایا۔ اس نے ان لوگوں کا جن کا سیاسی نصب العین تقریباً ایک ساتھ تھا باہم مل جانے کی دعوت دی۔ قرآن پاک

Marfat.com

کا ارشاد ہے۔ یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ (یعنی توحید) سواءٍ بیننا و بینکم الخ یہ الگ بات ہے کہ مسلمان اور عیسائی اقوام کی باہمی جنگ و جدل اور پھر مغرب کی چیرہ دستیوں نے اس امر کا موقع نہیں دیا کہ دنیائے اسلام اس آیت کے لاانتہا معنوں کو عمل میں لاتی بہرحال آج بلادِ اسلامیہ میں یہ مقصد اسلامی قومیت کی شکل میں پورا ہو رہا ہے۔"

تقسیم ہند کے تخیل پر برہمی

جواہر لعل نے بھی اقبالؒ کے ان تصورات پر خالص ہندوانہ انداز میں نکتہ چینی کی اور ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ اپنی مشہور کتاب "تلاش ہند" (DISCOVERY OF INDIA) میں جو انھوں نے جیل کی تنہائیوں میں کامل اطمینان اور یکسوئی کی حالت میں تمام معاندانہ۔ رقیبانہ و حریفانہ جذبات کش مکش سے خالی الذہن ہو کر تحریر فرمائی تھی لکھا:۔

"اب سے چند سال پہلے تقسیم ہند کی آواز بلند ہوئی یوں تو اس کے بہت سے اصلی اور ضمنی اسباب تھے۔ فریقین کی بہت سی غلطیاں اور حماقتیں تھیں اور سب سے بڑھ کر حکومت برطانیہ کی تفریقی پالیسی تھی لیکن ان سب کی تہہ میں یہ نفسیاتی کیفیت تھی جو علاوہ اور تاریخی اسباب کے اس وجہ سے پیدا ہوئی تھی کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے متوسط طبقے کی نشو و نما بہت دیر میں ہوئی۔ آج ہمارے ملک میں جو اندرونی کش مکش نظر آتی ہے وہ صرف قومی تحریک اور غیر ملکی حکومت ہی میں نہیں بلکہ جاگیری نظام اور جدید تصورات و ادارات میں بھی ہے۔"

"یہ کش مکش مجموعی طور پر پوری قوم میں نظر آتی ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں

Marfat.com

اور دوسری بڑی جماعتوں کے اندر بھی، قومی تحریک جس کی نمایندگی نیشنل کانگریس کرتی ہے۔ یقیناً جدید تصورات اور واردات کی نشوونما کے تاریخی عمل کی علمبردار رہی ہے۔ اگرچہ وہ اُن تصورات کو بعض قدیم اُصولوں سے ہم آہنگ کرنا چاہتی ہے اس وجہ سے اس میں ہر قسم کے لوگ جو آپس میں شدید اختلافات رکھتے ہیں جمع ہوگیے ہیں۔ ہندوؤں میں ایک تنگ اور بے لوچ سماجی نظام نے ترقی کی راہ میں رکاوٹ ڈالی اور دوسری جماعتوں کو بھی بھڑکایا۔ مگر اب خود اس سماجی نظام کی جڑیں کھوکھلی ہوگئی ہیں اور اس میں وہ سختی نہیں رہی۔ بہرحال اس نظام میں اتنی قوت نہیں کہ وہ قومی تحریک میں جو وسیع معنی میں ہر قسم کی سیاسی اور سماجی سرگرمیوں پر حاوی ہے، دراڑ ڈالا سکے۔ اب قومی تحریک میں اتنا زور پیدا ہوگیا ہے کہ وہ ہر قسم کی رکاوٹوں کے باوجود آگے بڑھتی رہی ہے۔ مسلمانوں میں جاگیرداری عناصر بدستور طاقتور ہیں اور عام طور پر انھیں عوام سے اپنی قیادت منوانے میں کامیابی ہوتی رہتی ہے۔ ہندو متوسط طبقہ اور مسلمان متوسط طبقہ کی نشوونما میں ایک نسل سے زیادہ کا فرق رہا ہے اور یہ فرق اب تک سیاست، معیشت اور دوسرے شعبوں میں نمایاں ہے۔ اس پسماندگی نے مسلمانوں میں خوف کی نفسیاتی کیفیت پیدا کردی ہے۔

"پاکستان یعنی ہندوستان کی تقسیم کرنے کی تجویز خواہ وہ جذباتی حیثیت سے کتنی ہی کشش کیوں نہ رکھتی ہو اس پسماندگی کا علاج نہیں ہے بلکہ یہ اندیشہ ہے کہ اس جاگیردار طبقے کو اور تقویت پہنچے گی اور مسلمانوں کی معاشی ترقی میں تاخیر ہوگی۔"

مسلمان کمیونزم کی آغوش میں

آپ نے دیکھا یہاں پنڈت جواہر لعل نہرو غریب مسلمان کو کمیونزم کا خوشنما

Marfat.com

کھلونا دے کر اس کے دل بہلاوے کا ساماں پیدا کر کے اس کی انفرادیت کو متحدہ قومیت کے سمندر میں گم کرنا چاہتا ہے۔ اور کانگریس (یعنی ہندو) کے مفاد کے لیے تحریکِ پاکستان کے بارے میں مسلمانوں کے دلوں میں یہ کہہ کر شکوک و شبہات پیدا کرنا چاہتا ہے کہ "پاکستان" بھی ان کی اس مفلوک الحالی اور مفلسی و غربت کا علاج نہیں لیکن حکیم الامتؒ اس معاشی مسئلہ کو کس زاویہ اور رُخ سے دیکھتے ہیں اور مسلمانوں کی انفرادیت کو برقرار رکھتے ہوئے معاشی ترقی کے لیے کیا سوچتے ہیں اور انھیں قومی تحریک (کانگریس کی خالص ہندوانہ جدّوجہد) سے الگ کر کے انھیں اپنی منزلِ حیات کی طرف کس طرح لے جانا چاہتے ہیں اور پنڈت جی کے اس جال فریب کو کس طرح تار تار کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے :۔

"آئندہ گول میز کانفرنس میں اگر برطانیہ نے دونوں قوموں کے اختلافات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تو آخر کار یہ بات دونوں ملکوں کے لیے تباہ کن ثابت ہوگی۔ اگر برطانیہ نے اپنے کسی مادی مفاد کے پیشِ نظر ہندوؤں کو سیاسی اختیارات سونپ دیئے اور انھیں برسرِ اقتدار رکھے، تو ہندوستان کے مسلمان اس بات پر مجبور ہوں گے کہ سوراجیہ یا اینگلو سوراجیہ نظامِ حکومت کے خلاف وہی حربہ استعمال کریں جو گاندھی نے برطانوی حکومت کے خلاف کیا تھا۔ مزید برآں اس کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایشیا کے تمام مسلمان رُوسی کمیونزم کے آغوش میں چلے جائیں اور اس طرح مشرق میں ان کے تفوق و اقتدار کو سخت دھکا لگے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ رُوسی لوگ فطرتاً لامذہب نہیں ہیں، بلکہ میری رائے میں وہاں کے مرد اور عورتوں میں مذہبی میلان بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔ رُوس کے مزاج کی موجودہ منفی حالت غیر معینہ عرصہ تک نہیں رہے گی، یہ اس لیے کہ کسی سوسائٹی کا انتظام دہریت کی بنیاد پر قائم نہیں رہ سکتا۔ حالات کے اپنے معمول پر آجانے کے بعد جونہی لوگوں کو

Marfat.com

ٹھنڈے دل سے سوچنے کا موقع ملے گا۔ انھیں یقینی طور پر اپنے نظام کے لیے کسی مثبت مینار کی تلاش کرنی ہوگی۔

اگر بالیشوزم میں خدا کی ہستی کا اقرار شامل کر دیا جائے تو بالیشوزم اسلام کے بہت ہی قریب آجاتا ہے۔ اس لیے میں متعجب نہیں ہوگا کہ اگر کسی زمانہ میں اسلام روس پر چھا جائے یا روس اسلام پر۔ اس چیز کا انحصار زیادہ تر اس حیثیت پر ہوگا جو نئے آئین میں ہندوستان کے مسلمانوں کی ہوگی۔"

ذرا آگے چل کر

ہندوؤں کے متعلق اپنے خیالات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"میرا مطلب یہ نہیں کہ ہندوؤں کے خلاف مجھے تعصب ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ میں ان قربانیوں اور ہمت کا جس کا انھوں نے پہلے چند سالوں میں مظاہرہ کیا ہے دل سے مداح ہوں۔ انھوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں ممتاز شخصیتیں پیدا کی ہیں اور وہ بہت تیزی سے معاشرتی اور اقتصادی ترقی کے راستہ پر گامزن ہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں اگر ہندو ہم پر حکومت کریں، بشرطیکہ ان میں حکومت کرنے کی اہلیت اور شعور ہو۔ میں نے مختصر طور پر ہندوستان کے مسلمانوں کا نظریہ پیش کر دیا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ میں ہندو مسلم سمجھوتہ کے متعلق مایوس ہوں۔

مجھے تو امید ہے کہ گول میز کانفرنس میں ہندو مسلم مسئلہ کا کوئی نہ کوئی حل ضرور مل جائے گا جس سے نہ صرف ہندو اور مسلمان بلکہ انگریز بھی مطمئن ہو جائیں گے۔ ہمیں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے حالات کا روشن پہلو لینا چاہیئے اور بہترین نتائج کی خواہش معمولی نتائج کی توقع اور بہترین نتائج کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔

Marfat.com

میں یہ سمجھ سکتا ہوں کہ بعض لوگ یہ ضرور کہیں گے کہ اس قسم کی امیدیں رکھنا تو بہت اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن نہ ختم ہونے والے جھگڑے اور فسادات، عدم تعاون اور رسول نافرمانی، برطانوی حکومت کا تشدد، بنگال کے انتہا پسندوں کی دہشت پسندی اور کانپور کے ہندو مسلم بلوؤں کے پیش نظر اس قسم کی امیدیں غلط معلوم ہوتی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جمہوریت کے ساتھ جھگڑے اور فساد لازم و ملزوم ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ جمہوریت کامل سیاسی سکون کی ضامن ہے تو دنیا کی تاریخ سے وہ بالکل ناواقف ہے، حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے، جمہوریت ہی ایسی تمام خواہشات و شکایات کو پھر ابھرنے کا موقع ملتا ہے جنھیں شخصی حکومت کے دور میں دبا دیا گیا ہو یا پورا نہ کیا گیا ہو۔ جمہوریت ایسی آرزوؤں اور تمناؤں کی موجد ہوتی ہے جو ایسا اوقات ناقابل عمل ہوتی ہیں۔ یہ اختیار کا آسرا نہیں لیتی، بلکہ تقریروں، اخباروں اور پارلیمنٹ میں بحث و تمحیص سے قوت حاصل کرتی ہے اور بتدریج لوگوں کو کسی مسئلہ کے ایسے حل کو قبول کرنے پر تیار کر لیتی ہے جو معیاری تو نہیں کہا جا سکتا لیکن حالات کے پیش نظر قابل عمل ہوتا ہے۔"

مسلم کانفرنس لاہور

۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء میں مسلم کانفرنس کا لاہور میں اجلاس ہوا صدارت کے فرائض حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے سرانجام دیئے خطبہ صدارت جو آپ نے ارشاد فرمایا مفہوم و معنی کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے۔ آپ نے سب سے زیادہ زور جس بات پر دیا وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان اور اسلام

Marfat.com

کے مابین کس طرح کا رشتہ اور تعلق ہے؟

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے۔ تحریک پاکستان کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے یہ از بسکہ ضروری ہے کہ جس شخص نے مسلمانان ہند کو تصورِ پاکستان دیا اُس مردِ قلندرؒ کے خیالات و نظریات، جذبات و احساسات اور میلانات و رجحانات کو جس قدر بھی ہو سکے عامۃ المسلمین خصوصاً اپنی اُبھرتی ہوئی نوخیز نسل کے سامنے رکھا جائے۔ تاکہ حقیقی معنوں میں وہ پاکستان کی رُوح اور نظریۂ پاکستان کی گہرائی و اہمیّت کو سمجھ سکے اور یہ ستاروں پہ کمند ڈالنے والے نوجوانانِ ملّت اپنے جذبہ و عمل سے پاکستانی معاشرہ کو وہ حقیقی معاشرہ بنا سکیں جس کو دیکھنے کی آرزوئیں اقبالؒ و جناحؒ کے سینہ میں موجزن تھیں اور آج بھی یہی خواہان ملّت اسی اُمید کے سہارے مصروفِ عمل ہیں اور اس گلستان ملّت کو اپنے نونہالوں کے ذوق و شوق اور جہد و عمل کے بھرپور جذبوں کے ساتھ سرسبز و شاداب دیکھنے کے متمنّی و آرزو مند ہیں۔ ہاں! جن کی آہ سحر اور دعائے نیم شبی میں یہی آرزو یہی تڑپ اور یہی تمنّا، یہی حسرت مچل رہی ہے۔

پاکستان کی آئندہ نسلوں پر یہ واضح کرنے کے لیے کہ آپ کے انفرادی تشخّص اور ملّی بقا کے لیے تحریک پاکستان کے رہنماؤں نے کس قدر ذہنی کاوشوں اور خداداد مومنانہ فراستوں، صلاحیتوں اور سیاسی بصیرتوں سے کام لیا ہے۔ ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ جس قدر ہو سکے تحریک پاکستان کا مواد فراہم کر دیا جائے۔

خطبہ صدارت کے اقتباسات

ملاحظہ فرمایئے:۔

"سیاسیات کی بڑ انسان کی روحانی زندگی میں واقع ہوئی ہے، میرا

Marfat.com

عقیدہ ہے کہ اسلام ذاتی رائے کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ وہ ایک سوسائٹی ہے یا پھر سوک چرچ (Civic Church) سیاسیات سے میری دلچسپی بھی دراصل اسی وجہ سے ہے۔ آج کل ہندوستان کے اندر سیاسی تصورات جو شکل اختیار کر رہے ہیں۔ وہ آگے چل کر اسلام کی ابتدائی ساخت اور فطرت پر غالباً اثر انداز ہوں گے۔ میں یورپ کی وطنیت کا مخالف ہوں اس لیے نہیں کہ اسے اگر ہندوستان میں نشوونما پانے کا موقع ملے تو مسلمان کو مادی فوائد کم ہوں گے، میری مخالفت تو اس بنا پر ہے کہ میں اس کے ملحدانہ مادیت پرستی کے بیج دیکھتا ہوں، جو میرے نزدیک انسانیت کے لیے ایک عظیم ترین خطرہ ہے، حب الوطنی بالکل طبعی صفت ہے اور انسان کی اخلاقی زندگی میں اس کے لیے پوری جگہ ہے، لیکن اصل اہمیت اس کے ایمان، اس کی تہذیب اور اس کی روایات کو حاصل ہے اور میری نظر میں یہی اقدار اس قابل ہیں کہ انسان ان کے لیے زندہ رہے، اور ان ہی کے لیے مرے، نہ زمین کے اس ٹکڑے کے لیے ہے جس سے اس کی روح کو کچھ عارضی ربط پیدا ہو گیا ہے۔"

ان چند سطروں میں اقبال نے جو کچھ وطن، مذہب اور فرد کے باہمی ربط و تعلق کے بارے میں کہا ہے، وہ درحقیقت ان کی شاعری کا، ان کے جملہ افکار و خیالات کا عطر اور لب لباب ہے، بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں، یہ بات اس طرح کہی جا سکتی ہے کہ اقبالؒ کے یہ خیالات اسلام کی صحیح ترجمانی ہیں۔

دوسری گول میز کانفرنس ۱۹۳۱ء

ارشاد فرماتے ہیں:-

"پھر کیا ہمیں کانگریس کی موجودہ جدوجہد میں شرکت نہیں کرنی چاہیئے؟ میں بغیر کسی تامل کے کہتا ہوں ہرگز نہیں"۔ اس تحریک کے بنیادی محرکات کا

Marfat.com

بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جائے گی۔ میرے نزدیک اس تحریک کی بنا نفرت اور غصّہ پر ہے، کانگریسی لیڈر تمام ہندوستان کے واحد نمائندہ ہونے کی مدعی ہیں، لیکن آخری گول میز کانفرنس نے ثابت کر دیا کہ صورت حال بالکل برعکس ہے۔ قدرتی طور پر یہ احساس ان کے لیے خوش آئند نہیں، وہ جانتے ہیں کہ برطانوی حکومت اب طرفہ وارانہ سمجھوتہ کی اہمیت کو سمجھتی ہے وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اقلیتوں کے مابین معاہدہ ہو چکا ہے اور برطانوی حکومت اپنا ہنگامی فیصلہ نافذ کرنے پر تیار ہے۔ اگر ہندوستان کی مختلف جماعتیں کسی فیصلہ پر یک جا نہ ہو سکیں کانگریس لیڈروں کو ڈر ہے کہ برطانوی حکومت اپنا فیصلہ کرتے وقت کہیں اقلیتوں کے مطالبات نہ مان لے اور اسی لیے انھوں نے موجودہ تحریک کو جاری کر دیا ہے تاکہ ایک بے بنیاد مطالبہ کو قوت دیں اور اس طرح اس معاہدہ کو ناکام کر دیں جو شاید آئندہ دستور میں جگہ پائے اور حکومت کو مجبور کر سکیں کہ وہ اقلیتوں کا معاملہ کانگریس کے ساتھ طے کرے، کانگریس نے جس قرار داد کی بنا پر موجودہ جد و جہد شروع کی ہے اس میں اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ کہ چونکہ حکومت نے مہاتما گاندھی کو ملک کا واحد نمائندہ تسلیم نہیں کیا اس لیے کانگریس نے جد و جہد جاری کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے، پھر کوئی اقلیت ایسی تحریک میں کیسے شامل ہو سکتی ہے جو جس قدر حکومت کے خلاف ہے اتنی اس کے خلاف بھی ہے۔"

یہ بالکل وہی دلیل ہے جو آخر میں قائداعظمؒ کی زبان پر تھی اقبالؒ نے ۱۹۳۲ء میں جو کچھ کہا، قائداعظمؒ نے اس کا اعادہ ۱۹۴۲ء میں کیا۔

اکثریت اور اقلیت کی جنگ

تحریک آزادی پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ہندوستان کی موجودہ تحریک کو مغرب کے خلاف بغاوت کے نام سے

Marfat.com

پکارا جاتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ مغرب کے خلاف بغاوت نہیں ہے کیونکہ ہندوستانی مغربی اداروں کا ہی اپنے ملک کے لیے مطالبہ کرتے ہیں یہ ایک الگ سوال ہے، کہ کاشت کاروں کے ملک کو جو موجودہ جمہوریتوں کی اقتصادیات سے محض نابلد ہو انتخابات پارٹی لیڈر اور پارلیمان کی خالی شان و شوکت راس آئیں گے یا نہیں؟ تعلیم یافتہ شہری حصہ جمہوریت کا طلب گار ہے اقلیتیں جو اپنے تمدنی وجود کا احساس رکھتی ہیں اور جن کی بقا خطرہ میں ہے تحفظات چاہتی ہیں، جسے اکثریت تسلیم نہیں کرتی۔ اکثریت قومیت میں یقین رکھنے کا دعویٰ کرتی ہے جسے اگر مغربی حالات سے دیکھا جائے تو نظری طور پر صحیح ہے، لیکن اگر ہندوستان کے حالات سے دیکھا جائے تو عملی طور پر غلط ہے، پس موجودہ جدوجہد انگلستان اور ہندوستان کے مابین نہیں ہے بلکہ اکثریت اور اقلیتوں کے درمیان ہے۔ اقلیتیں مغربی جمہوریت کو قبول نہیں کر سکتیں، جب تک کہ اس میں ہندوستان کے حالات کے مطابق ترمیم نہ کی جائے۔"

سخت بنو اور سختی جھیلو

داشگاف اور برہنہ الفاظ میں فرماتے ہیں :—

"خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنا نصب العین متعین کر کے خود اپنی حالت کو نہیں بدلتی۔ کامیابی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ انسان کو خود اپنی قلبی زندگی کی آزادی میں یقین ہو۔ یہی یقین تو ہے جو قوم کی نظر اپنے مقصد سے ہٹنے نہیں دیتا اور تذبذب سے نجات دلاتا ہے، جو سبق ہمیں پرانے تجربہ سے ملا ہے وہ بھولنا نہیں چاہیئے۔ کسی طرف سے کسی قسم کی توقع نہ رکھو، خود اپنے اوپر نظر جماؤ۔ اپنی خاک کو انسانیت کی پختگی بخشو اگر تم اپنے ارادوں

Marfat.com

یں کامیاب ہونا چاہتے ہو مسولینی کا قول تھا۔ "جو قوت رکھتا ہے، دولت رکھتا ہے۔" میں کہوں گا جو قوت مجسم ہے اسے سب کچھ میسر ہے۔ سخت بنو اور سختی جھیلو۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا یہی راز ہے۔ ہمارے نصب العین کا تعین ہو چکا ہے۔ ہمیں آئندہ دستور میں اسلام کے لیے ایک ایسی جگہ فتح کرنی ہے جو آگے چل کر اس ملک میں اس کے مقاصد کی تکمیل میں مددگار ثابت ہو۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مقصد کی روشنی میں جماعت کی ترقی پذیر صلاحیتوں کو بیدار کیا جائے اور اس کی خوابیدہ قوتوں کو جھنجھوڑا جائے۔ شعلہ حیات مستعار نہیں لیا جاتا اسے خود اپنی روح کے مندر میں فروزاں کیا جاتا ہے۔ اس کے حصول کے لیے پیہم مستعدی کی ضرورت ہے اور ایک مستقل پروگرام کی۔"

قومیت کا اصول کیا ہے

پنڈت جواہر لعل نہرو

کی

الزام تراشی کا جواب

فرماتے ہیں:۔

"مسلمان کے خلاف پنڈت جواہر لعل نہرو کا دوسرا الزام یہ ہے کہ ان میں چند لوگ قطعی طور پر اصول قومیت کے منکر ہیں۔ اگر قومیت سے مراد ان کی یہ ہے کہ مختلف مذہبی جماعتوں کو حیاتیاتی معنوں میں ملا جلا کر ایک کر دیا جائے تو پھر میں خود ہی نظریہ قومیت کے انکار کا مجرم ہوں۔ میرے خیال کے مطابق ہندوستان کے خصوصی حالات کے پیش نظر ان معنوں میں

Marfat.com

یہاں ایک قوم کی تشکیل ناممکن ہی نہیں بلکہ نامناسب بھی ہے اور پھر ان معنوں میں تو قومیت کے سب سے بڑے مخالف مسٹر گاندھی ہیں جنھوں نے اچھوتوں کی دوسری جماعتوں کے ساتھ مدغم ہونے کے خلاف جہاد کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مشن بنایا ہوا ہے اور جو نہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ انھیں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کا ایک حصّہ سمجھا جائے۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں، مسٹر گاندھی کا اچھوتوں سے پیغام یہ ہے کہ "ہندو دھرم کو مت چھوڑو، ہندو مت میں رہو لیکن ہندو بننے کی کوشش نہ کرو۔" لیکن ایک ایسے شخص کو جو اصول قومیت کا ان معنوں میں مخالف ہو کہ مختلف مذہبی جماعتیں اپنی انفرادیت نہ کھو بیٹھیں لازمی طور پر قومیت کا دشمن نہیں کہا جا سکتا۔ یہ اس لیے کہ ہندوستان میں مختلف جماعتوں کے کئی مفاد بدیہی طور پر مشترک ہیں اور جہاں تک ان مشترک مفادات کا تعلق ہے، مختلف جماعتوں میں کسی نہ کسی سمجھوتہ کا امکان ضرور ہے بلکہ میرا تو یہ یقین ہے، کہ اس قسم کا سمجھوتہ لازمی طور پر ہو کر رہے گا۔ موجودہ حالات ملک کی سیاسی ترقی کی راہ میں ایک لازمی منزل ہیں، ہمیں ایک متحدہ ہندوستان کی بنیاد ٹھوس حقائق پر رکھنی ہو گی، یعنی یہ کہ اس ملک میں ایک سے زیادہ قومیں آباد ہیں۔ جتنی جلدی بھی ملک کے سیاستدان واحد قومیت کے خیال کو جس کا مطلب مختلف جماعتوں کو حیاتیاتی طور سے مدغم کرنے کے سوا کچھ اور نہیں، ترک کر دیں ہم سب کے لیے اسی قدر اچھا ہے۔"

کانگریس کی روش پر نکتہ چینی

۱۹ جون ۱۹۳۴ء کو کانگریس کی روش پر نکتہ چینی کرتے ہوئے

Marfat.com

فرماتے ہیں :-

"کانگریس کا دعویٰ ہے کہ وہ ہندوستان کی تمام مذہبی جماعتوں کی یکساں طور پر نمائندگی کرتی ہے اور چونکہ فرقہ وارانہ فیصلہ کے متعلق ہندوستان میں اختلاف رائے ہے اس لیے نہ وہ اسے تسلیم ہی کرتی ہے اور نہ اسے منظور کرتی ہے لیکن فرقہ وارانہ فیصلہ کے متعلق کانگریس کا تبصرہ انکار ہی کے برابر ہے، حالانکہ اپنے دعویٰ کے مطابق کانگریس کو اس فیصلہ کے متعلق کسی قسم کی رائے کا اظہار نہ کرنا چاہیئے تھا۔ کانگریس ورکنگ کمیٹی نے جان بوجھ کر اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اگرچہ اس فیصلہ کو قرطاس ابیض میں شامل کر دیا گیا ہے لیکن اس کی حیثیت بالکل مختلف ہے۔ قرطاس ابیض کے دوسرے حصے صرف تجاویز ہیں لیکن فرقہ وارانہ فیصلہ ایک طے شدہ امر کی حیثیت رکھتا ہے جو برطانوی وزیر اعظم نے ان ہی لوگوں کی درخواست پر دیا تھا جو آج اس کی مخالفت کر رہے ہیں

اپنی قرارداد میں کانگریس نے اپنی فرقہ وارانہ ذہنیت کو چھپانے کی کوشش کی ہے لیکن اس فعل نے ان چالوں کو اس طرح بے نقاب کر دیا ہے کہ کوئی مسلمان دھوکے میں نہیں آسکتا۔ اس نازک موقع پر میں مسلمانان ہند کو مشورہ دوں گا کہ گو فرقہ وارانہ فیصلہ میں ان کے تمام مطالبات کو پورا نہیں کیا گیا وہ پامردی کے ساتھ اس کی حمایت کریں۔ ایک باعمل قوم کی حیثیت سے وہ صرف یہی راہ اختیار کر سکتے ہیں"

اقبالؒ کے ان افکار و خیالات کی شدید مخالفت کانگریس جوہر لعل اور نیشنلسٹ مسلمانوں کی طرف سے ہوئی لیکن بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ ان کی رائے کتنی صحیح تھی۔ اگر اس رائے کو نہ مانتے تو تباہ ہو گئے ہوتے۔ اپنی ملی انفرادیت سے محروم ہو گئے ہوتے اور متحدہ قومیت کے طلسم کدہ میں کھو کر دین حق سے متنفر ہو جاتے۔

Marfat.com

اقبالؒ کا پیام

یکم جنوری ۱۹۳۸ء آل انڈیا ریڈیو لاہور سے ایک پیغام میں فرماتے ہیں:-

"دورِ حاضرہ کو علوم عقلیہ اور سائنس کی عدیم المثال ترقی پر بڑا فخر ہے اور یہ فخر یقیناً حق بجانب ہے، آج زمان و مکاں کی پہنائیاں سمٹ رہی ہیں اور انسان نے فطرت کے اسرار کی نقاب کشائی اور تسخیر میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے لیکن اس تمام ترقی کے باوجود ملوکیت کے جبر و استبداد نے جمہوریت، اشتراکیت فسطائیت اور نہ جانے کیا کیا نقاب اوڑھ رکھے ہیں، ان نقابوں کی آڑ میں دنیا بھر میں قدر حریت اور شرف انسانیت کی ایسی مٹی پلید ہو رہی ہے، کہ تاریخ عالم کا کوئی تاریک سے تاریک صفحہ بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ جن نام نہاد مدبروں کو انسانوں کی قیادت اور حکومت سپرد کی گئی ہے، وہ خون ریزی، سفاکی اور زیردست آزاری کے دیوتا ثابت ہوئے۔ جن حاکموں کا یہ فرض تھا کہ اخلاق انسانی کے نوامیس عالیہ کی حفاظت کریں، انسان کو انسان پر ظلم کرنے سے روکیں اور انسانیت کی ذہنی اور عملی سطح کو بلند کریں، انھوں نے ملوکیت اور استعمار کے جوش میں لاکھوں اور کروڑوں مظلوم بندگان خدا کو ہلاک و پامال کر ڈالا صرف اس لیے کہ ان کے اپنے مخصوص گروہ کی ہوا و ہوس کی تسکین کا سامان بہم پہنچایا جائے۔ انھوں نے کمزور قوموں پر تسلط حاصل کرنے کے بعد ان کے اخلاق ان کے مذہب، ان کی معاشرتی روایات ان کے ادب اور ان کے احوال پر دست تطاول دراز کیا، پھر ان میں تفرقہ ڈال کر ان بدبختوں کو خون ریزی اور برادر کشی میں مصروف کر دیا، تاکہ وہ غلامی کی افیون سے مدہوش و غافل رہیں اور استعمار

Marfat.com

کی جو تاک چپ چاپ ان کا لہو پیتی رہے۔ جو سال گذر چکا ہے اس کو دیکھو اور نو روز کی خوشیوں کے درمیان دنیا کے واقعات پر نظر ڈالو۔ تو معلوم ہوگا، کہ اس دنیا کے ہر گوشہ میں چاہے وہ فلسطین ہو یا حبش، ہسپانیہ ہو یا چین، ایک قیامت برپا ہے۔ بیدردی سے تمدنِ انسانی کے عظیم الشان آثار کو معدوم کیا جا رہا ہے اور جو حکومتیں فی الحال آگ اور خون کے اس تماشے میں عملاً شریک نہیں ہیں وہ اقتصادی میدان میں کمزوروں کے خون کا آخری قطرہ چوس رہی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا ہی میں یوم حشر آن پہنچا ہے۔ ہر شخص نفسی نفسی پکار رہا ہے اور کسی دوسرے کے لیے محبت اور ہمدردی کی آواز سنائی نہیں دیتی۔

تمام دنیا کے ارباب فکر دم بخود ہیں کہ تہذیب و تمدن کے اس عروج اور انسان کے اس کمال کا انجام یہی ہونا تھا کہ انسان ایک دوسرے کے جان و مال کے دشمن بن کر کرۂ ارض پر زندگی کا قیام ناممکن بنا دیں؟

دراصل انسان کی بقا کا راز انسانیت کے احترام میں ہے اور جب تک تمام دنیا کی علمی قوتیں اپنی توجہ انسانیت کے درس پر مرکوز نہ کر دینگی یہ دنیا بدستور درندوں کی بستی رہے گی۔ کیا ہم نے نہیں دیکھا کہ ہسپانیہ کے باشندے ایک نسل۔ ایک مذہب اور ایک قوم رکھنے کے باوجود محض اقتصادی مسائل کے اختلاف پر ایک دوسرے کا گلا گھونٹ رہے ہیں، اور اپنے ہی ہاتھوں اپنے تمدن کا نام و نشان مٹا رہے ہیں اس ایک واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ قومی عصبیت بھی ہرگز قائم و دائم نہیں، وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے اور وہ بنی نوع انسان کی وحدت ہے جو رنگ و نسل اور زبان سے بالاتر ہے۔ جب تک اس نام نہاد

Marfat.com

جمہوریت، اس ناپاک قوم پرستی اور اس ذلیل ملوکیت کی لعنتوں کو مٹایا نہ جائے گا جب تک انسان اپنے عمل کے اعتبار سے الخلق عیال اللہ کے اصول کا قائل نہ ہوگا۔ جب تک جغرافیائی وطن پرستی، اور رنگ و نسل کے اعتبارات کو نہ مٹایا جائے گا اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کر سکے گا اور اُخوت، حریت اور مساوات کے شاندار الفاظ شرمندۂ معنی نہ ہوں گے۔"

ہم نے حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے احساسات و تصورات اور خیالات و نظریات نظریۂ پاکستان کے متعلق قارئین کے سامنے رکھ دیے ہیں کہ راہ تاریک اور حوصلہ شکن حالات میں فرقوں اور گروہوں میں بٹی ہوئی مسلم قوم کو یہ کہتے ہوئے منزل کی طرف

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

بڑھنے کے لیے ذوق و شوق اور جوش و عمل کے نئے جذبوں سے آراستہ و پیراستہ کیا جا رہا ہے اور سالارِ ملت (قائداعظمؒ) کو اپنے حکیمانہ مشورے کس حسن کارانہ انداز اور مدبرانہ وقار سے پیش کیے جا رہے ہیں۔ اس مردِ قلندرؒ کی دردمندانہ نواؤں اور خلوص آمیز صداؤں سے مسلمانانِ ہند کی فکری اور قلبی دنیا میں ایک انقلاب بیدار ہو رہا ہے۔ گلستانِ ملت کے گوشے گوشے میں زندگی کی نمود ہو رہی ہے۔ ہر شاخِ خوابیدہ انگڑائیاں لے کر بیدار ہو رہی ہے اور ہر دیدۂ بینا پکار پکار کر کہتا ہے ؎

شورشِ عندلیب نے روحِ چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کلی کلی مست تھی خوابِ ناز میں

اس دانا کے رازِ حیات آور پیغام نے ملت کو حیاتِ تازہ عطا

Marfat.com

کر دی۔ سطح بین نگاہوں کے نزدیک تو تصورِ پاکستان ایک شاعر کے تخیل سے زیادہ نہ تھا لیکن جن کی نظریں سطح سے نیچے اُتر کر گہرائی تک پہنچتی ہیں وہ محسوس کرنے لگے کہ ملّتِ خوابِ غفلت سے کروٹ بدل رہی ہے۔ اب جو اپنے کانوں پر غفلتوں کے لحاف لپیٹ کر سوئے ہوئے تھے بیدار ہونا شروع ہوئے ہیں اور مایوسیوں اور نا اُمیدیوں کو جھٹک کر پورے اعتماد و یقین کے ساتھ منزلِ حیات کی طرف بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اب اقبالؒ کا نورِ بصیرت عام ہو رہا ہے۔ اب جلوۂ خورشید سے شب گریزاں اور نغماتِ اتحاد و تنظیم سے جہانِ ملّت معمور ہو رہا ہے۔

حکیم الامت علامہ اقبالؒ مسلمانانِ ہند کو درسِ بیداری اور پیغام حیات دے کر ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو ہمیں داغِ مفارقت دے گئے اور اب یہ مردِ قلندرؒ عالمگیری مسجد کے سایہ میں خوابِ شبیریں کے مزے لے رہا ہے۔ علامہؒ کا ایسے حالات میں جدا ہو جانا جبکہ وہ ایک عظیم مقصد کے لیے مسلمان کو بیدار کر رہے تھے ایک المیہ تھا۔ ان کے آتش ناک نغموں نے کشمیر سے راس کماری تک مسلمانوں کے دلوں میں ایک نئی لگن لگا دی تھی۔ یوں تو ان کی وفات پر ہر حساس دل میں اک طوفانِ بلاخیز بپا تھا۔ مولانا ظفر علی خانؒ نے اس احساسِ غم و زیاں کو اپنے اشعار میں یوں سمویا ہے مولانا اس میدان میں منفرد شخصیت کے مالک ہیں اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اظہارِ غم میں ان کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

آہ! اقبالؒ

گھر گھر میں یہی چرچے ہیں کہ اقبال کا مرنا
اسلام کے سر پر ہے قیامت کا گذرنا

کلکتہ و کابل میں بچھی ہے صفِ ماتم
اس غم میں سیہ پوش ہیں بغداد و سمرنا

Marfat.com

تھا اُس کے تخیّل کا فسوں جس نے سکھایا — سو سال کے سوئے ہوئے جذبوں کو اُبھرنا
ہر روز دیا اُس نے مسلمان کو یہی درس — ہرگز نہ کسی سے بجز اللہ کے ڈرنا
ملّت کو نئی زندگی اقبالؒ نے بخشی
ممکن نہیں اس بات کا اقرار نہ کرنا

(کلکتہ ۔ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء)

یہ ناانصافی ہوگی اگر جناب اسد ملتانی جنھوں نے عمر بھر حضرت اقبالؒ کے رنگ میں شعر کہنے کی کوششیں کی ان کے وہ اشعار جو انھوں نے "یادِ اقبالؒ" کے عنوان سے کہے اس مقام پر نذرِ قارئین نہ کیے جائیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

یادِ اقبالؒ

نہیں اُٹھا کوئی پُر درد صدا تیرے بعد — ہو گیا قافلہ ہر دم درا تیرے بعد
جس کی فریاد سے بینوں میں خلل پڑ جائے — نہیں ایسا کوئی آشفتہ سرا تیرے بعد
غلطی پر جو کوئی ٹوک سکنے والا نہ رہا — کھو گئے بو لہبی میں علما و تیرے بعد
ان کے پردوں سے گذر سکتی ہے اب کس کی نظر — مسلمیں پھرتے ہیں ارباب ریا تیرے بعد
یہ بھی ہے تیری نواؤں کا اثر جس کے سبب — قبلہ رُو رہبرِ فرزانہؒ ہوا تیرے بعد
یہ صداقت کا کرشمہ ہے کہ تیرا پیغام — جذب و تاثیر میں کچھ اور بڑھا تیرے بعد
تیرے ہوتے جسے کہہ دیتے تھے شاعر کا خیال
قوم کا قبلۂ مقصود بنا تیرے بعد

قائدِ اعظمؒ

اقبالؒ کے پیغام حیات آور کو جسے کسی زمانہ میں محض شاعر کا خیال کہا جاتا تھا اب حکیم الامتؒ اپنا فرض پورا کر چکے تو ملّت کا رہبر فرزانہؒ جناحؒ

Marfat.com

اسے لے کر آگے بڑھتا ہے۔ قدم قدم پر مخالفت و موانعت کے پہاڑ ہیں لیکن یہ پیکرِ استقامت۔ یہ مردِ راہ بین حوادث و موانع سے گھبرانے کی بجائے منزلِ مقصود کی طرف قدم اٹھائے چلا جاتا ہے اور مسلمانوں کے حق و عدل پر مبنی مطالبہ کو پوری جرأت و بے باکی اور تدبر و فراست سے ہندو اور انگریز کے سامنے رکھتا ہے اور دلائل و براہین سے متحدہ قومیت کے طلسم و فریب کا دامن چاک کر دیتا ہے۔ یہ یقین و اعتماد کی دولت سے مالا مال جسے قدرت کی طرف سے فہم و فراست اور عقل و بصیرت کا وافر حصّہ ملا تھا ۱۹۴۰ء میں لاہور کے تاریخی اجلاس میں فرزندانِ توحید کے بے پایاں سمندر میں یہ اعلان کرتا ہے کہ ہم نے آخری اور حتمی فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ ہندوستان کے جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریتی آبادی ہے۔ ہم ان کو ملا کر اپنی حکومت قائم کریں گے اور اس خطۂ زمین میں ہم اپنی تہذیب و تمدن کے مطابق اپنا معاشرہ۔ اپنے دین کے اصولوں کی روشنی میں ترتیب دیں گے۔ ہم اپنی منزل پر پہنچنے اور اپنے نصب العین کے حصول کے لیے مسلسل جدّ و جہد کریں گے۔ اور اس مقصد کے لیے ہم اپنی جانیں تک قربان کر دیں گے۔ آپ نے زندہ دلانِ لاہور کے ایثار و خلوص کو دیکھ کر فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے دلوں میں ذوقِ سفر کی امنگیں اور ولولے انگڑائیاں لے رہے ہیں اور آپ نے ایک مضبوط قوم کی طرح یہ عزم و عہد کر لیا ہے کہ ہماری پیشقدمیاں صحنِ زمین پر اس وقت رکیں گی۔ جب ہم منزلِ مراد کو پالیں گے۔ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ قائداعظمؒ نے مسلمانانِ ہند کو یک جہتی۔ یک رنگی و ہم آہنگی اور یک نظری کا بھولا ہوا سبق یاد دلا کر ان میں ایک مقصد۔ ایک منزل۔ ایک نصب العین کے حصول کے لیے آرزو طلب کو بیدار کر کے ان کے جذبۂ خودی کو ابھار

Marfat.com

اور نکھار کر جنھیں محض ایک فرقہ وارانہ اقلیت کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ باعظمت و باوقار قوم بنا دیا۔ اس سالارِ کارواں نے راہ کے خطرات سے رہروانِ منزل کو شناسا کیا۔ اس کی عقابی نگاہوں نے مکر و فریب کے زرّیں نقابوں میں مضمر فتنوں کو بھانپا اور عزم و استقلال سے ملّتِ اسلامیہ کی منزلِ حیات کی طرف صحیح رہبری و رہنمائی کی۔ وارد ھا کے سامری نے حصول پاکستان کے سارے امکانات کو سبوتاژ کرنے کے لیے ہر قسم کے مکر و فن سے کام لیا۔ اپنی بساطِ سیاست کے ہر قسم کے مہروں کو آگے بڑھایا لیکن قائداعظمؒ جو اپنی ملّتِ عزیز کے وہ سہانے خواب جو اقبالؒ نے دیکھے تھے ان کو محسوس و مشہود حقائق کی صورت میں ابھرتے دیکھ رہے تھے اس بوڑھے قائدؒ نے کانگریس کی پُرفریب اداؤں اور عشوہ طرازیوں سے فرزندانِ ملّت کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ اپنے آپ کو ایک مضبوط سلک تنظیم میں منسلک و یک جا اور ہم آہنگ کر لو۔ اب ہم قراردادِ لاہور سنہ ۱۹۴۰ء کا وہ تاریخی خطبہ جو قائداعظمؒ نے ارشاد فرمایا پیش کرنے سے قبل قائداعظمؒ کا وہ بیان جو مورخہ ۲۳ فروری سنہ ۱۹۴۰ء کو ہندوستان ٹائمز میں اور وہ بیان بھی جو ۸ دسمبر سنہ ۱۹۳۹ء کو قانون ساز اسمبلی کے بارے میں بمبئی میں دیا پیش کرتے ہیں :-

انگریز اور مہاتما گاندھی

"انگریز چاہتے ہیں کہ ہم ہندوستان پر حکومت کریں اور مہاتما گاندھی چاہتے ہیں کہ ہم ہندوستان پر حکومت کریں لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم نہ انگریز کو اپنے اوپر حکومت کرنے دیں گے نہ ہندو کو خواہ یہ الگ الگ ہو یا دونوں متحد ہو کر ایسا کرنا چاہئیں"

(ہندوستان ٹائمز مورخہ ۲۳/۲/۴۰)

Marfat.com

قائداعظمؒ نے ۸ر دسمبر ۱۹۳۹ء کو قانون ساز اسمبلی کے بارے میں بمبئی میں جو بیان دیا :-

"مجھے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ کیا ہی اچھا ہوا اگر مہاتما گاندھی اپنے خیالات کی فضول نمائش چھوڑ دیں ایسے خیالات جو روز بروز اور ہفتہ بہ ہفتہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور جن میں اگر کسی چیز کو ثبات ہے تو وہ اُن کا باہمی تضاد و تخالف ہے انھیں چاہیئے کہ وہ اپنی تمام توجہ صرف ایک ہی مسئلہ پر مرکوز کر دیں۔ یعنی ہندوستان کے مسئلہ کے سلجھانے میں کیونکہ تمام کانگریسی لیڈروں میں سے وہی ایک ہیں جو بوجوہ احسن ہندو قوم کی نمائندگی کر سکتے ہیں اور ہندوؤں کی طرف سے سمجھوتہ کر سکتے ہیں اور یہاں دو بڑی جماعتوں میں یگانگت اور اتفاق پیدا کر سکتے ہیں اور جب یہ ہو گیا تو دوسری باتیں خود بخود صاف ہو جائیں گی مجھے اس امر کا اعادہ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کی طرف سے میں اس باعزت سمجھوتہ کے حصول کے لیے اپنی تمام طاقت و ہمت کے ساتھ مدد کرنے میں تیار ہوں"

اجلاس لاہور ۱۹۴۰ء

۱۹۳۰ء میں جو نظریہ حکیم الامت نے پیش کیا۔ اس کو ۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لاہور میں قائداعظمؒ نے بدیں الفاظ مہر تصدیق ثبت کی :-

The only Course open to us all is to allow the major Nations separate homelands by dividing India into autonomous National States.

Marfat.com

اور اس کو آل انڈیا مسلم لیگ نے یہ شکل دی :۔

"قرار پایا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اس اجلاس کی پکی پکی رائے یہ ہے کہ اس ملک میں دستور بندی کی کوئی تجویز جو حسب ذیل بنیادی اصول پر وضع کی جائے گی۔ کسی صورت میں قابل عمل یا مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

اصول یہ ہے کہ جغرافیائی لحاظ سے متصل واقع ہونے والے قطعات ملکی کو الگ الگ حلقے قرار دے کر حد بندی مناسب و درست کے ساتھ اس طریق سے کر دی جائے۔ کہ وہ رقبے جن میں مسلمان باعتبار تعداد آبادی کی اکثریت رکھتے ہیں۔ آزاد ریاستیں قائم کر سکیں مثلاً وہ منطقے جو ہندوستان کے شمال مغرب اور مشرق میں واقع ہیں اس مقصد کے لیے الگ کر دیے جائیں اور ان منطقوں کی داخلی اجزا اپنی اپنی جگہ خود مختار اور ریاستیں سمجھے جائیں۔"

پھر اس کی مزید تشریح یوں فرمائی :۔

Geographically Contiguous units should be demarcated into regions which should be so constituted with such territorial re-adjustments as may be necessary, that the areas in which the Muslims are numerically in a majority as in the N. W. and Eastern Zones of India should be grouped to constitute independent states in which the constituent units shall be autonomous and sovereign. Steps should be taken as soon as the circumstances may permit or immediately after the termination of war to frame a proper Scheme for the partition of India in consultation with the All India Muslim League.

Marfat.com

اشعار ملاحظہ ہوں :۔

جینا کی صدا اور ہے گاندھی کی کتھا اور
بطحا کی فضا اور ہے ورد ھا کی ہوا اور
اُس کا ہے یہ نقشہ کہ ہیں دل اور زباں ایک
اس کی یہ علامت کہ کہا اور کیا اور
کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ملّت ہے وطن سے
حالانکہ ہے فرمودۂ شاہِ دُوسرا اور

(مولانا ظفر علی خان ۱۹۴۰ء)

حکیم اُمّت کا نظریہ اب عرف عام میں پاکستان کے نام سے مشہور ہوگیا اور جب ۱۹۴۰ء میں لیگ کا سالانہ اجلاس مدراس میں منعقد ہوا تو پاکستان کے نظریہ کو بنیادی قانون کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا۔ لیگ نے اب اپنا نصب العین ان الفاظ میں متعیّن کیا :۔

"مکمل آزاد ریاستوں کا استقرار جو اس طرح متعیّن کی جائیں گی کہ شمال مغرب اور شمال مشرق کے وہ علاقے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے مسلمانوں کے ملّی نشیمن ہوں گے۔ ان کی حکومت میں کسی غیر کا عمل دخل نہ ہوگا۔"

پاکستان کا نظریہ اب آہستہ آہستہ خاور جہاں تاب کی درخشندہ شعاعوں کی طرح مطلع سیاست ہند پر چھائے جا رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ باطل کی ظلمت ناکیاں چپکے چپکے دبے پاؤں پیچھے کو سرکتی جا رہی تھیں۔

Marfat.com

قرارداد لاہور

اس "دیارہ بدیناً" نے ملی تشخص کے حیات بخش احساسات وخیالات اور تعمیر ملت کے جذبہ وعشق سے سرشار ہو کر مسلمانان ہند کو جو منتشر ذرّوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے ایک محکم چٹان میں تبدیل کرنے کے لیے لیگ کے ہلالی پرچم تلے پیغام حیات دیا اللہ نے اس نحیف ونزار رہبر فرزانہ کے جسم میں وہ بجلیاں پنہاں کر رکھی تھیں۔ جو اسے اس کبرسنی کے عالم میں جواں ہمتی کے ساتھ اپنے کیف عزائم میں سرمست منزل مقصود کی طرف بڑھنے کے لیے بے تاب ومضطرب بنائے ہوئے تھیں۔ مبداء فیض کی کرم گستری سے قافلہ ملت جناحؒ کی بے باکانہ قیادت میں سوئے منزل رواں دواں ہو چکا تھا اور ہجوم مشکلات کے باوجود یہ منازل پر منازل قطع کرتا جا رہا تھا۔ یہ بوڑھا جرنیل اپنے ہم قدموں کو وہ "حرفِ راز" جو حکیم الامتؒ نے اس مردِ کار کو سمجھایا تھا اس رازِ حیات کے نقطے سمجھانے کے لیے۔ ان کی تقدیریں بدلنے کے لیے۔ ان میں خوب وناخوب کی تمیز پیدا کرنے کے لیے اور اپنے گھر میں آبرومندانہ زندگی بسر کرنے کی کیفیتوں اور مسرتوں سے آشنا وخبردار کرنے کے لیے اور عزت ووقار سے اپنے دین۔ اپنے نظام حیات کے مطابق اپنا جہانِ نو پیدا کرنے کے گرُ ازبر کرا رہا تھا۔ اس کے دلنوازی کے سلیقے نے اب ملت کو ایک منزل۔ ایک مقصد کے حصول کے لیے۔ جہد وکاوش اور سعی وعمل کرنے کا عادی بنا کر اس تصورِ حیات کو جس کو ایک زمانہ میں شاعر کا خواب پریشان کہہ کر اس کا مذاق اڑایا گیا تھا مقصودِ حیات بتا کر اور قوم کا نصب العین قرار دے کر ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور کے تاریخی اجلاس میں حصول پاکستان کے عزم بلند کا اعلان کیا تاکہ دنیا

Marfat.com

کروڑ مسلمانوں کی قوم ایک علیحدہ مملکت میں اپنی تمدنی اور معاشرتی صلاحیتوں کو اسلامی خطوط کی روشنی میں آبھار اور نکھار سکے۔ یہی تصوراتی مملکت ہے۔ جسے مسلم لیگ نے اسلام کے نام پر حاصل کیا۔

خطبہ صدارت

"قائداعظم نے اپنے خطبۂ صدارت میں آل انڈیا مسلم لیگ کی گذشتہ جدوجہد کا محاسبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہم آج پورے پندرہ ماہ کے بعد اپنے اجلاس میں شریک ہو رہے ہیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا گذشتہ اجلاس دسمبر ۱۹۳۸ء میں پٹنہ میں منعقد ہوا تھا۔ اس دوران میں بہت سے واقعات رونما ہو چکے ہیں سب سے پہلے میں آپ کو یہ بتاؤں گا کہ پٹنہ کے اجلاس کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کو کن چیزوں پر اپنی توجہ مرکوز کرنی پڑتی رہی۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ سب سے ضروری کام جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے وہ مسلم لیگ کی تنظیم ہے۔ گو یہ کام ابھی تک مکمل نہیں ہوا۔ تاہم پندرہ ماہ میں ہم نے کافی ترقی کر لی ہے اور مقام مسرت ہے کہ ہم تمام صوبوں میں لیگ کی شاخیں قائم کر چکے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسمبلی کے ہر ضمنی انتخاب میں ہمیں زبردست مخالفین سے مقابلہ کرنا پڑا۔ میں مسلمانوں کو ہدیۂ تہنیت پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اس آزمائش میں قابل قدر استقلال اور جرأت کا ثبوت دیا ہے۔ چنانچہ کسی ضمنی انتخاب میں ہمارے مخالفین کو لیگ کے امیدوار کے مقابلہ میں کامیابی نہیں ہوئی۔ یو۔پی کونسل کے گذشتہ انتخاب میں مسلم لیگ نے سو فیصدی کامیابی حاصل کی ہے۔ میں اس وقت آپ کو ان تفصیلات میں لے جانا نہیں چاہتا جو لیگ کی تنظیمی مہم سے تعلق رکھتی ہیں۔ صرف اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ لیگ کو روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ پٹنہ کے اجلاس

Marfat.com

میں ہم نے خواتین کی ایک کمیٹی بنائی تھی یہ چیز ہمارے لیے ایک خاص اہمیت رکھتی ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ ہمیں اس چیز کی اشد ضرورت ہے کہ ہم اپنی خواتین کو ایسے مواقع بہم پہنچائیں کہ وہ ہمارے ساتھ زندگی اور موت کی اس کشمکش میں حصّہ لے سکیں۔ خواتین گھر کی چار دیواری میں پردہ میں رہتے ہوئے بھی کافی کام کر سکتی ہیں۔ ہم نے یہ کمیٹی اسی نقطۂ نظر کے ماتحت بنائی تھی کہ وہ لیگ کے تنظیمی کاموں میں شریک ہو سکیں۔ اس مرکزی کمیٹی کے ذمّہ سب سے پہلا کام یہ تھا کہ وہ صوبائی اور ڈسٹرکٹ لیگ کی تنظیم کرے۔ دوسرا کام یہ تھا کہ یہ کمیٹی زیادہ سے زیادہ تعداد میں خواتین کو لیگ کا ممبر بنائے۔ تیسرا کام جو اس کمیٹی کے سپرد تھا وہ یہ تھا کہ ملک بھر کی خواتین میں سیاسی بیداری پیدا کرنے کے لیے نہایت وسیع پیمانہ پر پروپیگنڈا کیا جائے۔"

"یاد رکھیئے کہ اگر ہماری خواتین میں خاطر خواہ بیداری پیدا ہو جائے تو ہماری آئندہ نسلوں کو مشکلات سے دوچار ہونا نہ پڑے گا۔ چوتھی مہم یہ تھی کہ خواتین کو ایسے مسائل سے روشناس کرایا جائے۔ جو مسلم سوسائٹی کی ترقی سے متعلق ہیں۔ مسرّت کا مقام ہے کہ مرکزی کمیٹی نے اس کام کو نہایت تندی اور گرمجوشی سے شروع کیا اور اب تک قابل قدر مفید خدمات انجام دے چکی ہے۔ اور جب ہم کمیٹی کے کارناموں کی رپورٹ پر نظر ڈالتے ہیں تو بلاشبہ ہمیں ان کی خدمات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ جنوری ۱۹۳۹ء سے لے کر اعلان جنگ کے وقت تک ہمیں لاتعداد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ناگپور میں ہمیں ودیا مندر کا مقابلہ کرنا پڑا پھر ملک بھر میں وارد ھا سکیم کے خلاف جنگ کیا۔ کانگریسی حکومتوں میں مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی اور مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ علاوہ ازیں جے پور اور

Marfat.com

بہاول نگر وغیرہ ریاستوں میں مسلمانوں کے ساتھ قابل اعتراض برتاؤ کے خلاف ہمیں اُٹھنا پڑا۔ پھر ہمیں اس اہم مسئلہ سے دوچار ہونا پڑا جو راجکوٹ جیسی مختصر ریاست میں رُونما ہُوا۔ اس طرح آل انڈیا مسلم لیگ کو جنوری ۱۹۳۹ء سے لے کر اعلان جنگ تک لاتعداد اہم مسائل سے دوچار ہونا پڑتا رہا۔ اعلان جنگ سے سب سے بڑا خطرہ مسلمانانِ ہند کے لیے تھا کہ کہیں مرکزی حکومت میں فیڈرل سکیم کا نفاذ نہ کر دیا جائے۔ ہمیں ان تمام چالوں کا علم ہے جو اس وقت کھیلی جا رہی تھیں لیکن مسلم لیگ ہر طرف سے اس کی مدافعت میں مصروف تھی۔"

"ہمیں پُورا احساس تھا کہ ہم گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی مہلک فیڈرل سکیم کو کبھی قبول نہ کریں گے۔ مجھے کامل یقین ہے۔ کہ اس اسکیم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ہم نے برٹش گورنمنٹ کو کافی حد تک ترغیب دی ہے اور برٹش گورنمنٹ کو اس حقیقت کا احساس دلانے کے لیے مسلم لیگ نے قابل قدر کام کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ انگریز نہایت ضدی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ محتاط بھی۔ بلاشبہ وہ جاہل لوگ ہیں لیکن تیز فہم نہیں ہیں۔ جب جنگ کا اعلان ہو چکا۔ تو بالآخر قدرتی طور پر جناب وائسرائے کو مسلم لیگ کی امداد کی ضرورت پڑی۔ جناب وائسرائے کو عین اسی وقت اس کا احساس ہُوا کہ مسلم لیگ ایک طاقت ہے۔"

"یاد رہے کہ اعلان جنگ سے پہلے وائسرائے نے مجھے کبھی یاد نہیں کیا تھا۔ وہ صرف مہاتما گاندھی کو یاد فرماتے رہے تھے۔ میں کافی عرصہ تک اسمبلی میں ایک اہم پارٹی کا لیڈر رہ چکا ہوں بلکہ اسمبلی میں موجودہ مسلم لیگ پارٹی کی قیادت سے بھی کہیں زیادہ میں نے اس پارٹی کی قیادت کی ہے۔ مگر جناب وائسرائے نے اس سے پہلے مجھے کبھی یاد نہ

Marfat.com

کیا تھا۔ چنانچہ اس دفعہ جب مہاتما گاندھی کے ساتھ مجھے بھی ملاقات کا دعوت نامہ ملا تو میں دل میں سخت حیران ہوا کہ یہ مرتبہ مجھے اچانک کیسے حاصل ہوگیا؟ لیکن میں نے اس سوال کا جواب تلاش کرلیا اس سوال کا جواب "آل انڈیا مسلم لیگ" تھا جس کا میں صدر ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ کانگریس اعلیٰ کمان کو اس سے نہایت مہلک صدمہ پہنچا کیونکہ یہ واقعہ ان کی آل انڈیا نمائندگی کے لیے ایک چیلنج تھا۔

چنانچہ مہاتما گاندھی اور کانگریسی اعلیٰ کمان کے طرز عمل سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہے۔ کیونکہ وہ ابھی تک اس صدمہ سے صحت یاب نہیں ہو سکے آپ اپنی تنظیم کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ خود لگا سکتے ہیں۔ میں اس موضوع پر اور کچھ نہیں کہوں گا۔"

قائداعظمؒ نے مسلمانوں کی موجودہ پوزیشن پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"آئندہ آئین میں ہماری پوزیشن کیا ہوگی؟ کہا جاتا ہے کہ جس وقت حالات اجازت دیں گے یا کم از کم لڑائی ختم ہونے کے فوراً بعد ۱۹۲۵ء کے آئین کو بنیادی طور پر جانچا جائے گا اور بالآخر ہمیشہ کے لیے اس سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔ ہم اس کے قائل نہیں کہ برٹش گورنمنٹ کو اعلانات شائع کرنے کے لیے کہا جائے یہ اعلانات حقیقتاً کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے۔ یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ آپ برٹش گورنمنٹ سے اعلانات کا مطالبہ کرکے انہیں اس ملک سے باہر نکال سکیں۔ بہرحال کانگریس نے وائسرائے سے اعلان کا مطالبہ کیا وائسرائے نے جواب دے دیا کہ میں اعلان کر چکا ہوں، کانگریس نے کہا یہ اعلان نہیں ہم تو اور قسم کا اعلان چاہتے ہیں آپ ابھی فوراً اس بات کا اعلان

Marfat.com

کریں کہ ہندوستان آزاد ہے اور ہندوستانیوں کو ایک کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی بنانے کا حق حاصل ہے جو عام بالغانہ حق رائے دہندگی یا اگر ممکن ہو تو اس سے کم حق رائے دہندگی کے اصول پر منتخب کی جائے۔"

"یہ اسمبلی بلاشبہ اقلیتوں کے حقوق کا مکمل تحفظ کرے گی"۔ مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ اگر اقلیتوں کو اس سے تسلی نہ ہوئی تو وہ اس بات کے لیے رضامند ہیں کہ یہ مسئلہ ایک اعلیٰ قسم کی غیر جانبدارانہ عدالت کے سامنے رکھا جائے تاکہ وہ اس جھگڑے کا فیصلہ کر دے، یہ ایک غیر عملی تجویز ہے اور علاوہ ازیں تاریخی اور آئینی نقطۂ نظر سے یہ کتنی لغو بات ہے کہ ایک حکمران طاقت کو یہ کہا جائے کہ وہ کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کی حمایت میں برطرف ہو جائے۔ اس کو بھی چھوڑیئے فرض کیجئے کہ ہم اس حق رائے دہندگی سے رضامندی کا اظہار کر دیں جس کی بنا پر مرکزی اسمبلی کا انتخاب ہو یا فرض کیجئے کہ ہم مسلمانوں کے مستقل نمائندے جو کی حیثیت سے کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی کے غیر مسلم ممبران سے اتفاق نہ کریں تو پھر کیا ہوگا؟ کہا جاتا ہے کہ ہمیں سوائے ان معاملات کے جو اقلیتوں کے تحفظات سے تعلق رکھتے ہیں باقی کسی معاملے میں اختلاف رائے کا حق حاصل نہیں ہوگا جسکو یہ اسمبلی اس ضمنی برا عظم کیلئے ایک قومی آئین مرتب کرتے وقت طے کریگی ہمیں صرف یہ حق دیا جاتا ہے کہ ہم اقلیتوں کے حقوق و تحفظات کے معاملہ کے سوائے اور کسی مقام پر اختلاف رائے سے کام نہ لے سکیں ہمیں یہ حق دیا جاتا ہے کہ ہم جداگانہ انتخاب سے اپنے نمائندے بھیج سکیں گے یہ تجویز اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ جونہی یہ سکیم معرض عمل میں آئے گی انگریزوں کا تسلط ختم ہو جائے گا۔ اگر یہ نشا نہیں تو یہ ایک بے معنی چیز ہے مسٹر گاندھی بلاشبہ یہی کہتے ہیں کہ یہ آئین فیصلہ کر دے گا کہ آیا انگریز یہاں سے چلے جائیں گے یا نہیں۔ اگر وہ چلے گئے تو کس حد تک ان کا اقتدار ختم ہو جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں ان کا مطلب صرف یہ ہے کہ "پہلے یہ اعلان کر دیجئے کہ ہم آزاد ہیں اس کے بعد میں یہ فیصلہ کروں گا کہ اس کے عوض

Marfat.com

میں آپ کو کیا پیش کروں"۔ کیا مسٹر گاندھی اس قسم کی باتیں کرتے وقت حقیقتاً کامل آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن انگریز جائیں یا نہ جائیں یہ چیز واضح ہے کہ بڑی حد تک قوت عوام کے ہاتھ میں ہوگی۔ اب فرض کیجئے کہ اگر اس اثنا میں کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی کی اکثریت اور مسلمانوں میں اختلاف رائے ہو جائے تو ثالثی عدالت کا تقرر کون کرے گا؟ یہ فرض کیجئے کہ ایک متفقہ عدالت کا تقرر عمل میں آچکا ہے اور عدالتی فیصلہ دیا جا چکا ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس کے بعد اس امر کی کون نگہداشت کرے گا کہ جو عمل ہوگا۔ عدالتی فیصلہ کی جملہ دفعات کے عین مطابق ہوگا؟ اس چیز کی دیکھ بھال کون کرے گا کہ عملی طور پر فیصلہ کا احترام کیا گیا ہے؟ کیونکہ ہمیں تو یہ بتایا جاتا ہے کہ اس وقت انگریزوں کا اقتدار مکمل طور پر ختم ہو چکا ہوگا اس عدالتی فیصلہ کی پشت پر کونسا جواز ہوگا۔ جو اس کو معرض عمل میں دیکھ سکے گا؟"

"ہمیں بالآخر اسی نتیجے پر پہنچنا پڑے گا۔ یہ کام ہندو اکثریت انجام دے گی۔ کیا یہ کام انگریزوں کی سنگینوں کے بل بوتے پر کیا جائے گا یا گاندھی جی کے اہنسا کی مدد سے کیا آئندہ ہم ان پر کسی قسم کا اعتماد رکھ سکتے ہیں؟ حضرات! کیا آپ اس چیز کو تصور کر سکتے ہیں کہ اس نوعیت کا معاشرتی مسئلہ۔ جس پر آئندہ آئین کی بنا ہو اور جو نو کروڑ مسلمانوں پر اثر انداز ہوتا ہو عدالتی فیصلہ کے ذریعے طے ہو سکتا ہے؟ لیکن ابھی تک کانگریس کی تجویز یہی ہے"۔

"جہاں تک ہمارے اندرونی معاملات کا تعلق ہے۔ ہم نے اس پر کافی غور و فکر کیا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ہمارے پاس لاتعداد اسکیمیں ہیں جو بڑے بڑے ماہرین آئین اور دیگر اصحاب نے جو

Marfat.com

ہندوستانی آئینی معاملات میں گہری دلچسپی لیتے ہیں بھیجی ہیں اور ہم نے ایک سب کمیٹی صرف اسی کام کے لیے مقرر کر رکھی ہے جو ان سکیموں کی تفصیلات پر جو ابھی تک موصول ہوتی ہیں غور و خوض کر رہی ہے۔"

"ایک چیز واضح ہے وہ یہ کہ اس بات کو شروع سے غلطی سے فرض کر لیا گیا ہے کہ مسلمان اقلیت ہیں اور یہ لفظ سننے کی کچھ عادت سی پڑ گئی تھی بعض اوقات قائم شدہ رجحانات سے استخلاص بھی مشکل ہو جاتا ہے مسلمان اقلیت نہیں ہیں مسلمان ہر اعتبار سے ایک مستقل قوم ہیں۔"

"ہندوستان میں مسئلہ کی نوعیت فرقہ وارانہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسئلہ ایک بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے اور اسی نقطۂ نظر سے اس کا تصفیہ ہو سکتا ہے۔ جب تک اس اساسی اور بنیادی حقیقت کا احساس نہ کیا جائے گا خواہ کسی آئین کو بھی معرضِ عمل میں لایا جائے۔ تباہ کن نتائج پیدا کرے گا اور نہ صرف مسلمانوں کے لیے بربادی اور استہلاک کا موجب ثابت ہوگا۔ بلکہ ہندوؤں اور انگریزوں کے لیے بھی! اگر برٹش گورنمنٹ حقیقتاً خلوص کے ساتھ اس ضمنی برِ اعظم کے باشندوں کی خوشی اور امن پسندی کی متمنی ہے تو اس کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہندوستان کو خود مختار ریاستوں میں تقسیم کر کے ان دو اہم قوموں کو علیحدہ ہو جانے دے یہ ریاستیں کسی اعتبار سے ایک دوسری سے متصادم نہیں ہوں گی بلکہ اس کے برعکس ایک قوم کا دوسری قوم پر سیاسی اقتدار اور معاشرتی نظام مسلط کرنے کا حریفانہ اور قدرتی جذبہ فنا ہو جائے گا۔ ان دونوں کے درمیان بین الاقوامی معاہدوں کے ذریعہ دوستانہ مراسم بڑھیں گے اور دونوں قومیں اپنے ہمسایوں کے ساتھ کامل امن پسندی سے رہیں گی اس کے علاوہ یہ چیز دوستانہ طور پر اقلیتوں کے مسئلہ کو بالفعل طے کرنے اور ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں ان کے متعلق ہم آہنگی

Marfat.com

پیدا کرنے میں بہت مدد ثابت ہوگی اور یہ ایک ایسا طریقہ ہوگا جس کے ذریعہ مسلمان اور دیگر اقلیتوں کے حقوق اور تحفظات کا نہایت مؤثر اور تسلی بخش انتظام ہو سکے گا۔"

"اس بات کا اندازہ لگانا نہایت مشکل ہے کہ ہمارے ہندو بھائی اسلام اور ہندویت کی اصلی ماہیت کو آخر کیوں نہیں سمجھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں مذہب نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے سے مختلف دو معاشرتی نظام ہیں، اور متحدہ قومیت ایک ایسا خواب ہے جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان میں ایک قوم کا غلط تصور حد اعتدال سے نکل گیا ہے اور آج ہماری بہت سی مشکلات کا باعث بن رہا ہے۔ اور اگر ہم نے بروقت اپنے رجحانات کی اصلاح نہ کر لی تو یہ چیز ہندوستان کی بربادی پر منتج ہوگی۔ ہندو اور مسلمان الگ الگ فلسفہ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، دونوں کی معاشرت جدا جدا ہے اور دونوں کا ادب ایک دوسرے سے مختلف ہے، ان میں باہمی شادیاں نہیں ہوتیں۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ کھانا بھی نہیں کھاتے۔ حقیقتاً وہ دو الگ تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن کی بنیادیں متضاد تصورات پر قائم ہیں یہ حقیقت میں واضح ہے کہ ہندو اور مسلمان دو مختلف تاریخوں سے وجدان حاصل کرتے ہیں۔ ان کا رزمیہ الگ ہے۔ ان کے مشاہیر الگ ہیں اور وہ ایک دوسرے سے مختلف تاریخی سرمایہ رکھتے ہیں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ان کی فتح اور شکست مختلف حیثیتیں رکھتی ہیں۔"

"دو ایسی قوموں کو ایک نظام سلطنت میں جمع کر دینا جہاں ایک عددی اقلیت میں ہو اور دوسری اکثریت میں یہ عمل محض باہمی منافرت کو بڑھائے گا اور بالآخر اس نظام کی بربادی کا باعث ہوگا جو ایسے ملک کی حکومت کے لیے وضع کیا جائے گا۔"

Marfat.com

۲۲ مارچ کی سہ پہر کو قائداعظمؒ نے اپنے خطبۂ صدارت میں، اور اس کے بعد ۲۳ کے کھلے اجلاس میں مندرجہ ذیل قرارداد کے ذریعہ اس حقیقتِ ثانیہ کا اعلان کر دیا کہ مسلمانانِ ہند کا نصب العین یہ ہے کہ وہ ان علاقوں میں جہاں ان کی اکثریت ہے۔ اپنی آزاد و جداگانہ حکومت قائم کریں گے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے اس اجلاس نے نہایت غور و فکر کے بعد یہ رائے قائم کی کہ کوئی دستوری منصوبہ اُس وقت تک اس ملک میں قابل عمل اور مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہوگا جب تک کہ وہ مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں پر نہ مرتّب کیا جائے:۔

"جغرافیائی اعتبار سے ملی ہوئی وحدتوں کی حد بندی منطقوں کی شکل میں کر دی جائے اور ان کو اراضی کی ضروری کمی بیشی کے ساتھ اس طرح تشکیل دیا جائے کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی عددی اکثریت ہے جیسا کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی منطقوں میں ہے ان کو یک جا کر کے مسلمانوں کے آزاد قومی وطن کی حیثیت سے آزاد مملکتیں قائم کر دی جائیں جن کو تشکیل دینے والی وحدتیں خود مختار اور با اقتدار ہیں۔"

"ان وحدتوں اور منطقوں کے دستور میں اقلیتوں کے مذہبی، تمدنی، معاشرتی، سیاسی، انتظامی اور دیگر مفادات اور حقوق کے تحفّظ کے لیے اُن کے مشورے سے مناسب مؤثر اور ابتدائی تحفّظات کا خاص بندوبست کر دیا جائے اور ہندوستان کے دوسرے حصّوں کے دستور میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ان کے اور دوسری اقلیتوں کے مذہبی، تمدنی، معاشرتی، سیاسی، انتظامی اور دیگر مفادات اور حقوق کے تحفّظ کے لیے ان کے مشورہ سے مناسب، مؤثر اور ابتدائی تحفّظات کا خاص بندوبست کر دیا جائے۔"

Marfat.com

"دیگر یہ کہ یہ جلسہ مجلس عاملہ کو مجاز کرتا ہے کہ وہ ان بنیادی اصولوں کے مطابق ایک دستور کا خاکہ مرتب کرے جس کے تحت آخر میں متعلقہ منطقہ کے تمام اختیارات مثلاً دفاع، امور خارجہ، رسل و رسائل، محصول اور دیگر ضروری امور اپنے ہاتھ میں لے لیں"۔

بیا تا گل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم

یہ تھی لاہور کی وہ تاریخی قرارداد جس نے مسلمانانِ ہند کو آوارہ تصورات سے نکال کر ان کے سامنے نئی زندگی کا دروازہ کھول دیا ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء سے ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں ایک انقلاب آفریں باب کا آغاز ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی جداگانہ حکومت کا نصب العین یقیناً ایک نئی زندگی کی تمہید ہے۔ اس تجویز کی مخالفت اگر کہیں سے ہو سکتی تھی۔ تو اقلیت کے صوبوں کی طرف سے ہو سکتی تھی۔ لیکن ان صوبوں کے مسلمان نمائندوں نے نہایت وسیع القلبی سے اس قرارداد کی تائید کی اور اس حقیقت ثانیہ کو اقطاعِ عالم پر واضح کر دیا کہ مسلمان اپنے انفرادی مصالح کو ملتِ اسلامیہ کی کلی بہبودی پر قربان کرنے کے لیے بسر و چشم حاضر ہے

لیگ کے اس عدیم النظیر اجتماع کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ہندو راج کے منصوبے باندھنے والوں کے ساتھ ساتھ چند ایک صادقوں اور جعفروں کو بھی شکست فاش ہوئی جو اس عظیم الشان تقریب کی کامیابی میں اپنے طرۂ امتیاز کی خمیدگی کا کھٹکا محسوس کر رہے تھے۔ لیکن اس مرد مخلص کے محکم یقین کے سامنے ان کے دام تزویر کی گرہیں تارِ عنکبوت بن کر رہ گئیں اور لاہور کے اس اجتماع نے دنیا پر واضح کر دیا کہ لیگ میں اب اتنی قوت ہے کہ کسی فرد یا گروہ کا وقتی اقتدار

Marfat.com

لیگ کی ترقی میں حائل نہیں ہو سکتا۔

اسلامیانِ ہند کا یہ جلسہ آج قوم میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑانے والا تھا۔ سرزمین لاہور کا ذرّہ ذرّہ اپنے محبوب قائداعظم محمّد علی جناح کے استقبال کے لیے ہمہ تن چشم بن رہا تھا اور بے قراری کے ساتھ ۲۱ مارچ کی سعید گھڑی کا انتظار کر رہا تھا۔ گھر گھر، کوچے کوچے اس مردِ مجاہد کے استقبال اور جلوس کی تیاریاں ہو رہی تھیں آنے والی سعید اور مبارک گھڑی کا تصوّر نگاہوں میں چمک اور دلوں میں مسرّت آفریں تموّج پیدا کر رہا تھا۔ حوصلے انگڑائیاں لے رہے تھے ہمّتیں آنکھیں ملتی ہوئی بیدار ہو رہی تھیں اور ہر دھڑکنے والا دل یہ محسوس کر رہا تھا کہ ولولۂ شوق کی یہ گرمجوشیاں اور کیفِ عزائم کی یہ سرمستیاں اس حقیقت کی آئینہ دار ہیں کہ خدا کا یہ مخلص بندہ محمّد علی جناح دس کروڑ فرزندانِ توحید کی نگاہوں کا مرکز بن چکا ہے اور اس وقت اس کی ذات میں ساری ملّتِ اسلامیہ سموئی ہوئی ہے

زندہ دلانِ لاہور کا یہ کاروانِ شوق پوری سرگرمی اور جذب و انہماک سے اپنے امیرِ ملّت کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ جگہ جگہ گلی کوچوں اور شاہراہوں پر جھنڈیاں لگ رہی تھیں۔ خوبصورت دروازے بن رہے تھے لیکن یکایک قائداعظم کے جلوس کے عین دو روز قبل ۱۹ مارچ کو ایک طوفانِ بلاخیز اُٹھا کہ شہر کی ساری خوشیاں خس و خاشاک کی طرح اپنے ساتھ بہا کر لے گیا اور یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی کہ لاہور میں خاکساروں پر گولی چل گئی، شہر میں کرفیو آرڈر کا نفاذ ہو گیا اور اس طرح یہ ہنستا بولتا شہر چشم زدن میں قبرستان کا منظر پیش کرنے لگا۔ اہالیانِ شہر کے وہ دل جو ایک دن پہلے آرزوؤں [illegible] کے نشیمن بنے ہوئے تھے ایک طاغوتی طاقت کے پنجۂ اقتدار

Marfat.com

میں جکڑ کر رہ گیے اور دیکھتے ہی دیکھتے رنج وغم کا کاشانہ بن گیے اور دیواروں پر منتشر قطعات اور طغرے۔ بکھری ہوئی جھنڈیاں اور نیم تیار شدہ استقبال کے دروازے ایک روز قبل کے جانفزا تصوّرات کی مرثیہ خوانی کرنے لگے۔ گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی۔ اور شہر کا ہر متنفس ہراساں اور متوحش نظر آنے لگا کہ اب کیا ہوگا۔

لاہور کے اس قیامت خیز سانحہ نے اسلامیان پنجاب کے دلوں میں غم وغصّہ کی آگ بھڑکا دی اور دشمنانِ لیگ خون کی اس ہولی کو بھی اپنی مصلحت کوشیوں کا آلہ کار بنانے میں مصروف تھے اور لیگ کے اس اجلاس کو ناکام بنانے کے لیے خاکساروں کو اُبھار رہے تھے کہ جناح اس سانحۂ الم انگیز کو محض ٹال کر چلا جائے گا۔ لیکن لیگ کے اس اجلاس کی اہمیّت صرف اس لیے نہیں تھی کہ اس میں مسلمانانِ ہند کے سامنے ایک ملّی نصب العین رکھا گیا۔ لاہور کا یہ اجلاس فی الحقیقت اس حسن تدبّر اور معاملہ فہمی کا بھی آئینہ دار ہے۔ جس کو کام میں لاکر قائداعظم نے اس واقعہ ہائلہ کے نتائج وعواقب کو سنبھال لیا۔ شروع میں انھیں یہ مشورہ دیا گیا کہ بہتری اسی میں ہے کہ اجلاس ملتوی کر دیا جائے اس تدبّر اور استقلال کے پیکر نے یہ سب کچھ سُنا اور دیکھا۔ حقیقتاً یہ اس کی اولوالعزمی کا امتحان تھا۔ اس کے پائے ثبات کی زبردست آزمائش تھی۔ لیگ کے مخالفین اپنی چالوں میں مصروف تھے لیکن ادھر عزم وہمّت کے اس مجسّمہ کے چشمے کے سیاہ ریشمی دھاگے کی ایک جنبش پر دس کروڑ مسلمانوں کی قسمت کا انحصار تھا، وہ اپنے مقام کو سمجھتا تھا وہ اپنے منصب سے اور اس کی ذمّہ داری سے کماحقہ واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس نازک وقت میں اگر پائے استقلال لغزش کھا گیا تو مسلمانانِ ہند کا آبگینۂ حیات اس کے ہاتھ سے گر کر چکنا چور ہو جائے گا۔ چنانچہ اس رہبر فرزانہ نے ۲۰ مارچ کو یہ اعلان

Marfat.com

کر دیا کہ معینہ پروگرام کے مطابق لیگ کا اجلاس ہوگا لیکن اس قیامت خیز سانحہ کے پیش نظر جلوس نہیں نکالا جائے گا۔

یہ تھی وہ فضا جس میں لیگ کا اجلاس شروع ہوا۔ ہر طرف پریشانیوں کا ہجوم تھا چہروں پر افسردگی اور پژمردگی چھائی ہوئی تھی خاکساروں کو جلسے کی پُرامن کارروائی میں خلل اندازی کے لیے اُبھارا جا رہا تھا۔ پنڈال میں عجیب افراتفری پھیلی ہوئی تھی ہر طرف سے انصاف انصاف کی آوازیں آ رہی تھیں۔ چند منٹوں میں یہ پیکر استقلال اُٹھا اور اس نے عوام کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا چشم زدن میں سناٹا چھا گیا اور حاضرین کی نگاہیں اس دُبلے پتلے انسان پر مرتکز ہو گئیں۔ شاید جناح کو اپنی بلند ئی مرتبت کا صحیح اندازہ عین اس وقت ہوا ہو کہ اس کی عظمت عوام کے دلوں میں کس قدر گھر کر چکی ہے۔ چنانچہ اس نے پوری خود اعتمادی سے عوام کو یقین دلایا کہ خواہ ہمارے سامنے پنجاب گورنمنٹ ہو یا گورنمنٹ آف انڈیا وزارت پنجاب ہو یا پنجاب کا وزیر اعظم مسلم لیگ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گی۔ جب تک خاکساروں کے ساتھ انصاف نہ کیا جائے گا۔ جلسہ کی کارروائی پُرامن طریق پر اختتام پذیر ہوئی اور اس کے بعد مسئلہ خاکساران میں تحقیق و تفتیش اور معاملات گشتری کا ریزولیشن پاس کیا اور شہدائے لاہور کے اعزّہ و اقارب سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس معاملہ میں جلد از جلد ایک آزاد اور غیر جانبدار تحقیقاتی کمیٹی کا تقرر کرے جو جلد از جلد اپنی رپورٹ پیش کرے۔ علاوہ ازیں ریزولیشن میں مجلس عاملہ کو یہ اختیارات دیے گیے کہ رپورٹ شائع ہونے کے فوراً بعد مناسب کارروائی عمل لائے۔

اجلاس کے اختتام پر قائداعظم نے ایک دفعہ پھر اس قیامت خیز

Marfat.com

سانحہ پر اظہارِ افسوس کیا اور کہا کہ جس وقت مجھے گولی چلنے کی خبر پہنچی میں سخت پریشان ہوا مجھے یہ مشورہ بھی دیا گیا کہ جلسہ ملتوی کر دیا جائے مگر چونکہ مجھے عوام پر پورا اعتماد تھا۔ میں نے اجلاس کے انعقاد کا فیصلہ کر لیا۔ جب میں لاہور پہنچا تو میں نے اخبارات کے نمائندوں سے ملاقات کے دوران میں کہہ دیا تھا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس مسلمانانِ ہند کی سیاسی تاریخ میں ایک انقلاب آفرین باب کا آغاز کرے گا۔ بلاشبہ لیگ کا یہ اجلاس ہر اعتبار سے کامیاب ثابت ہو چکا ہے اگر یہ واقعہ ہائلہ درپیش نہ آتا تو ایک عظیم الشان جلوس نکلتا اور اہالیان لاہور کو اپنے ولولۂ شوق اور گرمجوشی کے اظہار کا موقع مل جاتا ان کے حریف اس اجلاس کو کسی نہ کسی طرح ناکام بنانا چاہتے تھے لیکن بالآخر انھیں نامراد اور خاسر لوٹنا پڑا اور جلسہ پوری کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا میں خوش ہوں کہ جلسہ کی ساری کارروائی پرامن اور خاموش فضا میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ مسلمانوں کے لیے یہ ایک خاص آزمائش کی گھڑی تھی ان کا خون کھول رہا تھا اُن کی تیس جانیں تلف ہو گئی تھیں۔ اس وقت تحمل سے کام لینا بہت مشکل تھا۔" لیکن آپ نے دنیا پر یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ مسلمان رنج والم کے ہجوم میں بھی صبر و استقلال کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ آپ نے دنیا کو بتا دیا ہے کہ آپ اپنا کام لاکھوں کے اجتماع میں بھی بحسن و خوبی پایۂ تکمیل کو پہنچا سکتے ہیں۔ کسی قوم کے لیے اس سے بہتر سند اور کیا ہو سکتی ہے۔ لیگ کا سارا وقار مسلمانانِ پنجاب کے ہاتھ میں تھا۔ میں اسلامیانِ پنجاب کو تہہ دل سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے میرے عزائم میں قوت پیدا کر دی ہے تاکہ میں آپ سب کی خدمت کر سکوں۔"

لاہور کا یہ اجلاس فی الحقیقت مسلمانانِ ہند کی ملّی زندگی کا ایک زرّیں باب ہے مسلمانانِ ہند کا یہ عظیم الشان اجتماع خاکساروں پر گولی چلنے کے قیامت خیز سانحہ کی وجہ سے ابتلا میں نہایت افسردہ

Marfat.com

اور پژمردہ فضا میں شروع ہوا ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ لوگ محض ایک فرضِ کفایہ کی ادائیگی کے لیے کشاں کشاں جلسہ گاہ کی جانب آ رہے ہیں پوری کی پوری قوم ایک طاغوتی طاقت کے پنجۂ استبداد میں جکڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ چہروں پر افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ دل حزن و ملال کا نشانہ بنے ہوئے تھے لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ اس افسردگی اور پژمردگی کے دور دورہ میں جب اس قوم کا رہبرِ فرزانہ آیا تو اس نے دس کروڑ فرزندانِ توحید کی رگوں میں خون دوڑایا اور اس مردِ مخلص کے نعرۂ حق نے نبضِ ملت میں ایک زندگی بخش تموج پیدا کر دیا بعض اوقات شر سے خیر کا پہلو بھی نکل آتا ہے۔ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو نہ مسلمانوں کے صبر و استقلال کا امتحان ہو سکتا اور نہ ہی قائداعظم محمد علی جناح کی عظمت قیادت کا صحیح صحیح اندازہ ہو سکتا۔ اور نہ ہی لیگ اور خاکسار ایک دوسرے کے قریب ہو سکتے۔ لاہور کے اجلاس میں مسلمانوں کا ضبط و انضباط محمد علی جناح کے حسن تدبر کی درخشندہ مثال ہے۔

لاہور کا یہ اجلاس حقیقتاً مسلمانوں کی سیاسی تاریخ میں ایک انقلاب آفرین باب کا آغاز کرتا ہے۔ مسلمانانِ ہند گزشتہ نصف صدی سے سیاسی گمراہی میں مبتلا تھے لیکن لاہور کے اس اجلاس نے ان کو صحیح تصورِ حیات دیا یہ نظریہ مسلمانان ہند کے سامنے ۱۹۳۰ء سے موجود تھا حکیم الامت حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے اپنے خطبہ صدارت (الہ آباد) میں شمالی ہند میں ایک اسلامی حکومت کے قیام کی تجویز کو پیش کیا۔ انھوں نے قوم کے سامنے صرف ایک تصور پیش کر دیا تھا اور انھیں متنبہ کر دیا تھا کہ اگر مسلمان ہندو اکثریت میں مدغم ہو کر رہ گئے تو یہ عمل اُن کی ملی اور اور قومی خصوصیات کے استہلاک پر منتج ہوگا۔ مسلمانانِ ہندوستان میں تمدنی قوت کی حیثیت سے صرف اس وقت زندہ رہ سکتا ہے اور

Marfat.com

اسلام کی ثقافتی قوت کی بقا اسی میں ہے کہ ملک کے ایک حصّہ میں اس کی مرکزیت قائم ہو جائے اس لیے میری آرزو یہ ہے کہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک واحد ریاست قائم کی جائے کیونکہ ہندوستان دنیا بھر میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اس ملک میں اسلام بحیثیت تہذیبی قوت کے اسی صورت میں زندہ رہ سکتا ہے کہ اسے ایک مخصوص علاقہ میں مرکوز کر دیا جائے۔" یہ تھی اس مردِ حق آگاہ کی دلی آرزو جسے ظاہر بین نگاہوں نے ابتدا میں شاعر کے تخیل سے زیادہ وقعت نہ دی تھی۔ عام لوگوں نے فلاسفر کے اس تصوّر کو ایک ناقابلِ عمل نظریہ سمجھ کر سرسری نظر سے دیکھا لیکن جناح کی دوربین نگاہوں نے اس پر پورے جذب و انہماک سے غور کیا اور اس تجویز کو ایسے نفسیاتی دور میں قوم کے سامنے رکھا جو اس زندگی بخش نصب العین کے لیے سازگار ترین وقت تھا۔ حکومتِ برطانیہ اس امر کا اعلان کر چکی تھی کہ ۱۹۳۵ء کے آئین کو بنیادی نقطۂ نظر سے جانچا جائے گا۔

فیڈرل سکیم بھی معرضِ التوا میں پڑ چکی تھی۔ چنانچہ نفسیاتی نقطۂ نظر سے یہ بہترین موقعہ تھا کہ مسلم قوم اپنی زندگی کے محبوب ترین نصب العین کا اعلان کر دے اور دنیا پر واضح کر دے کہ مسلمان اور اسلامی حکومت ایک حقیقتِ ثابتہ ہے جس میں کسی شک و شبہ۔ کسی وہم و گمان کی گنجائش نہیں۔

قرار دادِ لاہور مسلمانوں کی تمناؤں اور ان کی زندگی کا نصب العین ہے اور فطرت کے اٹل اصولوں کی طرح ایک محکم اصول ہے۔ جسے دنیا کی کوئی مخالفت جھٹلا نہیں سکتی۔ یہ دس کروڑ مسلمانوں کی ایک متفقہ آواز ہے یہ دس کروڑ اسلامیانِ ہند کا قومی عزم ہے۔ قرار دادِ لاہور ایک زندہ اور پائندہ قوم کا عزم راسخ ہے۔ یہ اس قوم کا اعلان ہے۔ جو

Marfat.com

ہندوستان میں ایک تمدنی قوت کی حیثیت سے زندہ رہنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ قرار داد لاہور ان فرزندانِ توحید کا نعرۂ حق ہے جو اپنے نصب العین کے حصول کے لیے وقت آنے پر جان پر کھیل جائیں گے۔ اور اپنی عزیز ترین متاع قربان کر دیں گے۔

ہندوستان میں آزاد اسلامی حکومت ایک اٹل سیاسی عقیدہ ہے جس کو دنیا کی کوئی قوت متزلزل نہیں کر سکتی کیونکہ شمع ایمان کے جن پروانوں کا یہ عقیدہ ہے انھوں نے گاندھی جی کا آہنسا نہیں پڑھا وہ اللہ کی نصرت پر بھروسہ کر کے سربکف میدان میں آئیں گے اور طاغوتی قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر ایک دفعہ پھر دنیا کو دکھا دیں گے۔ کہ مسلمان حق اور باطل میں صرف اپنے خون سے خطِ امتیاز کھینچنا جانتا ہے یہی وجہ تھی کہ قائداعظم نے سب سے پہلی مرتبہ اس امر کا اعلان کیا کہ اب وہ منزل ہماری آنکھوں کے سامنے آ چکی ہے جس کو پانے کے لیے میں اپنی جان کی بازی لگا دوں گا یہ ریزولیشن طاغوتی طاقتوں کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ یہ قرار داد محض چند الفاظ کا مجموعہ نہیں۔ اس میں اسلامی تاریخ کی پوری کائنات پنہاں ہے۔ جس کا ایک ایک ذرہ حقیقی آزادی اور استقلال کے لیے دعوتِ عمل دے رہا ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ع

خونِ حسینؓ باز دہ کوفہ و شام خویش را

حیات قائداعظم

از چودھری سردار محمد خان صاحب

صفحہ ۳۹۵ تا ۴۱۳

Marfat.com

پاکستان

اُٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں
نفسِ سوختہ سے شام و سحر پیدا کریں

"۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے سیشن نے پاکستان کا ریزولیشن پاس کیا پنجاب کے مرحوم وزیراعظم نے کئی مواقع پر "پاکستان" کے متعلق ایسے خیالات کا اظہار کیا جس سے "مسلمان" سیخ پا ہوئے۔ اسلامیہ کالج کے جلسہ تقسیم انعامات میں بھی انھوں نے اس روش کو قائم رکھا۔ مسلمان طلبہ میں پاکستانی گروہ کلیجہ مسوس کر رہ گیا۔ پنجاب گورنمنٹ کی "قاہرانہ گرفت" نے لیگ کے تن آسان مجاہدوں کا زہرہ آب کر رکھا تھا، کسی کو ہمت نہ تھی کہ وہ "جرأت رندانہ" سے کام لے کر اس "سکوت" کو توڑے۔ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن مسلمان طلبہ کی تنظیم کی ایک ایسی شکل تھی۔ جو عملی سیاسیات میں نہیں فکری رنگ میں تعلیم اقتصاد اور سیاست میں نوجوانوں کی راہنمائی کی دعویدار تھی کچھ عرصہ سے یہ "جماعت" باہمی آویزش اور انتشار و افتراق کا شکار رہ چکی تھی "صدر فیڈریشن" سابقہ سیکرٹری کو چودہ سال کے پیٹے "تطہیر فیڈریشن" کی مجاہدانہ جدوجہد میں خارج کر چکے تھے۔ "آل پنجاب" کے نام سے ایک "جماعت در جماعت" کا رقیب پیدا ہو چکا تھا۔ مالی حالت کی یہ کیفیت تھی کہ "رسید بک اور لیٹر فارم" طبع کرائے گئے تو ان کا بل ادا کرنے کی توفیق نہ تھی۔

فیڈریشن کے صدر ایم۔اے کا آخری امتحان دے چکے تھے وہ میرے مخلص دوست تھے انھوں نے اس یادِ امانت کو اس "مجروح و شکستہ" صورت میں امتحان خلوص کے لیے میرے سپرد کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے دانستہ پہلوتہی کی کہ شائد میرے کندھے اس بوجھ سے ایسا نہ دب

Marfat.com

جائیں کہ میں اپنے احباب کے سامنے واژگوں ہو کر رہ جاؤں۔ انھوں نے اعلان کر دیا تو مجبوراً اس "تحفۂ دوست" کو آئینی رنگ دینے کے لیے میں نے اخبارات میں یہ اعلان بھیجا :۔

"سٹوڈنٹس فیڈریشن کا نام اور اس کا کام طلبائے پنجاب کے لیے گذشتہ چند سالوں میں "نشانِ محبت" کی حیثیت حاصل کر چکا تھا۔ ایک ایسا مرحلہ بھی آیا جب اس گھر کے اپنے مکینوں نے بعض وجوہ کی بنا پر دانستہ یا نادانستہ اپنے لگائے ہوئے پودے کو یاد مخالفت بن کر نقصان بھی پہنچایا لیکن وہ لوگ جو کام کرنا چاہتے ہیں اور لذتِ کردار انھیں نظر و بحث میں دیر تک نہیں الجھا سکتی باہمی اختلافات کے ایسے دھارے پر دیر تک بہنے کو گوارا نہیں کر سکتے جس کا منتہائے نظر تعمیر کی بجائے تخریب ہو، اب ہر گزشتہ ٹھوکر نئے انتباہ کا سامان بن کر اور ہر لغزش نئی راہنمائی کا دم بھرتے ہوئے طلبائے پنجاب کے سامنے ایک ایسے دور کو لے آئی ہے جب انھیں از سرِ نو بلند عزائم کے لیے قدم اٹھانا ہوگا۔ نئے سال سے طلبائے پنجاب کی تنظیم کے لیے انفرادی کوششیں جاری ہیں، کئی مختصر جماعتیں بھی سرگرم عمل ہیں ایک جماعت غالب نے متفقہ طور پر مجھے مجبور کیا کہ میں "صدارت" کی خدمت کا بارِ گراں اٹھاتے ہوئے تنظیم نو کی طرح ڈالوں از بسکہ میں اس نئی ذمہ داری کے لیے اپنے آپ کو اس لیے موزوں نہیں سمجھتا کہ شائد میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے فرائض کو کما حقہٗ ادا نہ کر سکوں، یہ امر بھی مانع ہے کہ تعمیرِ نو کی اساس اتحاد و محبت کی بجائے افتراق اور بدگمانی کی عام فضا میں رکھنا اصل مقصدِ خدمت کے منافی ہے صدر سیکرٹری یا اس قسم کے دوسرے الفاظ جب تک خوش کن ہونے کی بجائے ذمہ داریوں کی تلخیوں کا مرقع نظر نہ آئیں صرف دم چھلے بن کر کسی کی عزت افزائی نہیں کر سکتے اور صرف ان الفاظ کے لیے کام کرنا انتہائی

Marfat.com

دنات ہے۔ میں نے اسی بنا پر اُن حسن ظن رکھنے والے احباب سے درخواست کی کہ وہ اس معاملہ پر مزید غور کرنے کے لیے پھر ایک اجلاس بلائیں۔ اب اس اعلان کے ذریعہ میں تمام پرانے اور نئے روٹھے ہوئے اور رنجیدہ احباب کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ فیڈریشن کی تنظیم میں تمام سابقہ تاریک پہلوؤں کو فراموش کر کے روشن مستقبل کے متعلق غور و فکر کرنے کے لیے ۱۴ جون بروز جمعہ ساڑھے چھ بجے شام جامع آسٹریین (۱۰۶ میکلوڈ روڈ) میں تشریف لائیں تاکہ مناسب پروگرام مرتب ہو سکے اور صدر کا باقاعدہ انتخاب ہو سکے ہائی سکولوں کے طلبہ بھی اپنے نمائندے بھیج سکتے ہیں، بیرونی طلبہ تحریری طور پر اپنی رائے سے مجھے اطلاع دیں۔"

(۱۵ جون ۱۹۴۷ء۔ روزنامہ احسان لاہور)

"میں جان بوجھ کر اس اجلاس میں شامل نہ ہوا تاکہ میری عدم موجودگی میں آزادانہ فیصلہ ہو سکے، اور اگر واقعی "جماعت" متفقہ طور پر اس صبر آزما مرحلہ پر میری قیادت کو ضروری سمجھے تو میں اللہ کے بھروسہ پر قدم اٹھاؤں ورنہ "ہوس" کی صدارت میرے لیے ذریعۂ انقباض تھی۔ فیصلہ یہی ہوا کہ ایسے وقت میں یہ کام میرے سپرد ہوا اور میں سارے نظام کو از سر نو درست کر کے فیڈریشن میں جان ڈالوں، یہ کام آسان نہ تھا۔ اکثر وہ لوگ جو بعد میں ہمارے ساتھی بن گئے اس مرحلہ پر ہم سے تمسخر کرتے اور کئی بلند مکانوں کے مکین نگاہِ غلط انداز ڈال کر کہہ دیتے "یہ بچوں کا کھیل ہے"۔ میں نے توکلت علی اللہ کہہ کر جون ۱۹۴۷ء کے آخری ہفتہ میں چارج لیا اور سب سے پہلے فیڈریشن کا نیا پروگرام کے عنوان سے اخبارات میں یہ اعلان بھیجا:۔

دعوتِ اتحاد:۔ ۱۴ جون ۱۹۴۷ء کے اجلاس میں میری عدم موجودگی میں مجھے صدر منتخب کیا گیا میں اس نئی ذمہ داری سے اس وقت

Marfat.com

تک عہدہ برآ ہونے کی کوشش کروں گا جب تک کہ مجھے کوئی ذمہ دار اور دردِ دل رکھنے والا نوجوان نہ مل جائے، جو پنجاب کے مسلمان طالب علموں میں تنظیم و اتحاد کے ساتھ ساتھ "ولولہ کامل" پیدا کر دے اور میں یہ کام اس کے سپرد کر دوں۔ میرے پیش نظر سب سے پہلے کام یہ ہے کہ پوری جدوجہد سے فیڈریشن کو واحد نمائندہ جماعت کی صورت میں پکا پکا مکمل بنا دیا جائے، بیرون لاہور اور پنجاب کے کئی احباب نے اپنے مفید مشوروں سے میری بصیرت میں اضافہ کیا ہے۔ میں ان سب دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور بہ حیثیت صدر تمام ایسے فیصلے کالعدم قرار دیتا ہوں، جن سے کسی بھی کام کرنے والے دوست کی حوصلہ شکنی ہوئی ہو۔"

خم زندگی صفحہ ۵۶ تا ۵۹
داعی الی الحق[1]

ذرا آگے چل کر

"تعطیلات کے بعد پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا حساس اور فرض شناس عنصر میدانِ عمل میں آگیا۔ میں نے لاء کالج گورنمنٹ کالج۔ دیال سنگھ کالج اور ایف سی کالج کے طلبہ میں تبلیغ و اشاعت کے لیے اپنے نمائندے بھیجے، دن رات ایک کر کے کئی طوفانی دورے کیے۔ مخلص ساتھیوں نے دیوانہ وار ساتھ دیا لیکن وہ لوگ جو "فیڈریشن" کے نظام کی کمزوری پر پل رہے تھے اور ہر جگہ اپنی نمائش کے لیے مواقع تلاش کرتے تھے۔ مجھ پر پل پڑے "بے عمل" انسانوں کی طرح ان کا ہتھیار جہاد صرف طعن و تشنیع تھا اور میں نے اپنے مخلص ساتھیوں کو مردانِ عمل بنا چکا تھا۔ اس لیے ان کی

---

[1] داعی الی الحق جناب عبدالحمید مرزا صاحب کا قلمی نام ہے جو دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ۱۹۴۱ء میں صدر تھے اور حضرت قائداعظمؒ ان کی صدارت میں منعقد ہونے والی پاکستان کانفرنس میں شرکت کے لیے لاہور تشریف لائے تھے۔ (مؤلف)

Marfat.com

چمک شعلے کی طرح بجھ کر رہ گئی۔" (خم زنار گی صفحہ ۶)

یہ بچوں کا کھیل ہے

"میں نے ۱۵ جون ۱۹۴۷ء سے ۳۰ جون تک اپنے پرچہ زے درست کیے جو طلبہ اور نمازی میرے غمگسار تھے اور جو احباب مجھے قریب سے دیکھنے سمجھنے اور اس ذمہ داری کا احساس کرنے میں میرے دکھ کے ساتھی بنے وہ ابتداً بہت کم لوگ تھے۔ ان میں چوہدری نصراللہ خان ایڈووکیٹ (مرحوم) کو نہیں بھول سکتا جو خاموش نگاہوں اور درد بھرے دل کے ساتھ اس "بچوں کے کھیل" کو قومی معرکہ بنانے میں میرے دستِ راست بن گئے۔ مرحوم جنرل سیکرٹری تھے۔ میرے درس کے طلبہ اور رفقاء میں سے حافظ نذر احمد، حبیب چوہدری، ڈاکٹر محمد شریف، عبدالستار اور کچھ دوسرے رفقاء ابتدائی کام کے لیے آگے بڑھے، اشفاق احمد، محمد صادق، سید محمد اصغر اور کچھ دوسرے سینئر طلبا بھی آ ملے افسوس ہے کہ مجھے سب نام زبانی یاد نہیں اگر کچھ عزیز احباب اس مضمون کو پڑھیں تو اس مقدمۃ الجیش کے سب نام یا زیادہ سے زیادہ نام ریکارڈ پر آنے ضروری ہیں۔"

ہفت روزہ "وفاق" ۱۷ دسمبر ۱۹۶۱ء
صفحہ ۱۰ "تحریک پاکستان اور طلبہ"
از عبدالحمید عرفانا ایڈووکیٹ

یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیے:-

"میں نے حافظ نذر احمد کو جو بھیرے میں مقیم تھے لاہور بلا لیا "کانفرنس" کے لیے مجلس استقبالیہ کی تشکیل ہوئی اور نہایت منظم طریق پر پراپیگنڈا شروع کر دیا ہر روز ایک اعلان اخبارات میں بھیجا جاتا گورنمنٹ نے ہماری نگرانی شروع کر دی، برادرانِ وطن چوکنے ہو گئے۔

Marfat.com

مرحوم وزیراعظم سے میں نے ایک وفد لے کر خود ملاقات کی انھوں نے پندرہ منٹ وقت دیا لیکن جب گفتگو شروع ہوئی تو ڈیڑھ گھنٹہ پندرہ منٹ میں گزر گیا۔"

آگے چل کر:-

"مسلمان" خیمے والے نے سامان اور خیمے دینے سے انکار کر دیا مشہور ہو گیا کہ خیموں میں آگ لگا دی جائے گی، سیاہ جھنڈیاں ہندو نواز دوستوں نے تیار کر لیں، اسلامیہ کالج کا گراؤنڈ دینے میں ابتداءً انکار کر دیا گیا سر عبدالقادر صدر انجمن سے وفد لے کر گئے کہ یہ سیاسی ہنگامہ اسلامیہ کالج میں انجمن حمایت اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے کمزور ساتھی دھڑکتے ہوئے دلوں کے ساتھ میرے پاس آئے، میں نے قطعی جواب دے دیا کہ کچھ ہی ہو اب کانفرنس ہو کر رہے گی سرکاری افسروں کے صاحبزادوں اور ملازمتوں کے امیدوار طلبہ نے خود فیڈریشن کے اندر میرے خلاف ایک محاذ قائم کر دیا لیکن خدا کا سایہ سر پر ہو تو یہ مشکلات زیادہ چمک کا باعث بن جاتی ہیں۔"

(جہانِ زندگی صفحہ ۱۶۱ - از داعی الی الحق)

لاہور میں مسلمانوں میں ناراضگی

مسٹر جناح کی آمد پر مظاہرے کیے جائیں

"اسلامیہ کالج لاہور کے طلبہ کا ایک طبقہ یکم مارچ کو لاہور میں ایک پاکستان کانفرنس کرنے لگا ہے اور مسٹر جناح اس کی صدارت کے لیے آ رہے ہیں معلوم ہوا ہے کہ اسلامیہ کالج کے حکام نے اس کانفرنس کے لیے کالج گراؤنڈ کو استعمال کی اجازت دے دی ہے، اس کے برعکس کہا جاتا

Marfat.com

ہے کہ نونہالان احرار کانفرنس والوں نے بھی درخواست دی ہوئی ہے کہ انھیں کانفرنس اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں کرنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن انھیں اجازت ملتی نظر نہیں آتی۔ لاہور کے مسلمانوں کا ایک طبقہ اس بات کے خلاف بتایا جاتا ہے کہ اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں پاکستان ایسی شر انگیز کانفرنس کے لیے استعمال کرنے کی اجازت دی جائے اور اس سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ کانفرنس کے موقعہ پر مظاہرے کر کے اپنی ناراضگی کا اظہار کریں گے۔" (روزنامہ ملاپ ۲۱ فروری ۱۹۴۱ء)

اس قسم کے کئی بیانات اور اشتہارات شائع ہوئے میں نے اپنے "مجاہد" دوستوں کو مزید ہمت اور استقلال سے کام کرنے پر آمادہ کیا اور چند دنوں میں میدان صاف ہو گیا۔ "مسلم پریس" اور نوجوانوں کے عمل نے مخالفوں کا منہ بند کر دیا اس سلسلہ میں میں نے کئی مضامین لکھے انداز عمل کو سمجھنے کے لیے ایک اعلان دیکھئے:۔

"ہم حیران ہیں کہ برادرانِ وطن کو کیوں مسلم اتحاد ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ برادرانِ وطن کان کھول کر سن لیں "مسلمان قوم" اب ان کی آلۂ کار نہیں بن سکتی، ہمارے اپنے اختلافات کیسے ہی ہوں لیکن جب بھی ملت کے اتحاد اور اجتماعی قوت کے مظاہرے کا وقت ہوگا مسلمان غیور طلبہ تمام ذاتی اختلافات کے باوجود مخالفانہ قوتوں کے مقابلہ میں یک جان اور یک قالب ہیں۔

ایسے نامہربان دوستوں کی اطلاع کے لیے ہم اعلان کرتے ہیں کہ خدا کے فضل سے تمام اختلافات اور ہماری بہادرانہ مسابقت میں مصالحانہ کشمکش یک جہتی اور یک نگاہی کا بہترین نمونہ بن چکی ہے اسلامیہ کالج کے طلبہ۔ سٹاف اور عامۃ المسلمین سب متفقہ طور پر پاکستان سیشن کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ ہمارے اختلافات اگر ہوں تو وہ ہم خود گھر بیٹھ کر طے کر

Marfat.com

لیں گے غیور مسلمانوں کو غیر مسلموں کی وکالت کی ضرورت نہیں آپ اپنے گھر کی خبر لیں اور مزید تصدیق کی ضرورت ہو تو اس عظیم الشان مظاہرہ کو دیکھیں جو یکم مارچ کو آپ کی آنکھیں چندھیا دینے کے لیے کافی ہوگا قائداعظم یکم مارچ صبح ۸ بجے فرانٹیئر میل سے لاہور پہنچ رہے ہیں یقین ہے کہ مسلمان غیور نوجوان طلبہ ایسا شاندار استقبال کریں گے جو اپنی نظیر آپ ہوگا۔"

منجانب طلبہ اسلامیہ کالج

زمیندار ۲۳ فروری ۱۹۴۱ء

از خم زندگی صفحہ ۷۰ و ۷۱

مسلم طلبہ اور پاکستان

کانفرنس کی تیاریاں

"پنجاب کے مسلمان طلبہ مسلمانوں کے آئندہ سیاسی نصب العین کے متعلق ایک کانفرنس کر رہے ہیں آج اس سلسلہ میں طلبہ کا ایک وفد دہلی میں قائداعظم سے ملاقات کر رہا ہے اور اُن سے تاریخوں کا فیصلہ کر رہا ہے کہ کن تاریخوں میں یہ کانفرنس منعقد کی جائے غالباً مارچ کے پہلے عشرہ میں کانفرنس منعقد کی جائے گی۔ طلبہ نے اس سلسلہ میں نہایت ہی سرگرمی سے کام کیا ہے، روپیہ وغیرہ جمع ہو چکا ہے، ابتدائی انتظام سب مکمل ہیں ان طلبہ کی ہمت قابل داد ہے کہ انھوں نے اپنے آنے والے زمانہ کے متعلق حال ہی میں سوچنا شروع کر دیا ہے۔ مستقبل اُن ہی کا ہے اور ہمارے مستقبل کی دولت یہی نوجوان ہیں ہم مسلم طلبہ کو تہہ دل سے مبارک باد دیتے ہیں کہ انھوں نے ملت کے مستقبل کے متعلق اپنے فرض کا احساس کیا کچھ کر کے دکھایا ہم ہر دردمند ملت سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان نونہالانِ قوم کی ہمت افزائی

Marfat.com

ہیں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے گا۔ ہماری دعا ہے کہ کانفرنس کامیاب ہو اور ہمارے آج کے بچے کل کے باپ اس طرح بنیں کہ زمانہ دیکھے۔"

ایک نظم

عنوان

سٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان کانفرنس

جزاک اللہ یہ جذبہ غلامانِ محمدؐ کا
لبوں پہ حق۔ دلوں میں پاس اعلانِ محمدؐ کا

یہ طفلی۔ یہ معصومی یہ پاسِ ملتِ بیضا
جہان میں فخر ہے یہ پاسداران محمدؐ کا

ضعیفی فخر کرتی ہے، جوانی ناز کرتی ہے
اٹھا اس شان سے دستہ جوانانِ محمدؐ کا

مشامِ روح کو تازہ کرے گا بوئے الفت سے
تر و تازہ یہ گلدستہ گلستانِ محمدؐ کا

پرو کر رشتۂ وحدت میں پھر موتی اخوت کے
دکھائے گا یہ جلوہ دہر کو شانِ محمدؐ کا

کرے گا آبیاری گلشنِ اسلام و ملت کی
نگہبان اس زمین پر ہے خیابانِ محمدؐ کا

وہ مسلم تنگ آئے ہیں جو اہلِ جور کے ہاتھوں
کرے گا ان پہ سایہ پھر سے دامانِ محمدؐ کا

وہ اہلِ حق جنھوں نے ظلم کی کڑیاں اٹھائی ہیں
انھیں پہنچائے گا پیغام اعوانِ محمدؐ کا

جنھیں غیروں نے سمجھا بے سر و سامان مانے ہیں
سنائے گا انھیں مژدہ یہ سامانِ محمدؐ کا

امیروں کو جھکائے گا خدائے کعبہ کے آگے
کرے گا بول بالا پھر غریبان محمدؐ کا

کہاں اے محمدؐ کے فدائی! تجھ کو مژدہ ہو!
زمانہ منتظر ہے پھر فدایان محمدؐ کا

یہ فرزندانِ ملت آج یہ کہتے ہوئے اٹھے
دبائے حق کوئی کیوں حق شناسانِ محمدؐ کا

پہلوانانِ دنیا لاکھ مرحب اور عنتر ہوں
کریں گے سامنا کب تک جوانانِ محمدؐ کا

روزنامہ احسان ۲ جنوری ۱۹۴۱ء - ٹائیٹل پورا صفحہ
خم زندگی صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۳

Marfat.com

"اس قسم کے مقالات و مضامین بے شمار شائع ہوئے اور خدا خدا کرکے وہ دن آ پہنچا جب ہمیں اپنی محنت کا ثمرہ مل گیا اس کانفرنس کا پروگرام یہ تھا جو اخبارات میں شائع ہوا :-

یکم مارچ کو صبح ۸ بجے قائداعظم محمد علی جناح لاہور ریلوے اسٹیشن پر پہنچیں گے، پاکستان کانفرنس کے سیشن کا مفصل پروگرام یہ ہے

یکم مارچ - صبح ۹ بجے قائداعظم اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں پرچم لہرائیں گے مضامین سب کمیٹی کا اجلاس ۲½ بجے سے ۴½ بجے تک - پہلا کھلا اجلاس ۸ بجے سے ۱۱ بجے رات تک - تلاوت قرآن عزیز - ترانہ ملی

خطبۂ استقبالیہ — خطبۂ صدارت

از عبدالحمید مرزا صدر ریسپشن کمیٹی — از قائداعظم صدر مسلم لیگ

"اعلان کے مطابق قائداعظم محمد علی جناح یکم مارچ کو لاہور پہنچے - لوگوں کا بیان ہے کہ اتنا شاندار استقبال کبھی کسی لیڈر کا نہیں ہوا اور نیٹ پریس نے اخبارات میں یوں بیان دیا :-

"آج مسٹر محمد علی جناح بٹھنڈہ ایکسپریس سے لاہور پہنچے - گاڑی لیٹ تھی اس لیے بے پناہ ہجوم کو جو آن کے استقبال کے لیے اسٹیشن کے اندر اور باہر موجود تھا بہت زیادہ انتظار کرنا پڑا - اسٹیشن پر ہزاروں مسلمان نوجوان جھنڈے لیے موجود تھے میاں عبدالحی وزیر تعلیم بھی اسٹیشن پر تھے ہجوم کا اندازہ دس ہزار کے قریب ہوگا - گاڑی جونہی پلیٹ فارم پر پہنچی سارا اسٹیشن اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا اسٹیشن سے مسٹر جناح اسلامیہ کالج کے میدان میں پہنچے جہاں انھوں نے مسلم لیگ کا جھنڈا لہرایا اور تقریر میں فرمایا :-

"میں تہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے عزت بخشی اور اس محبت اور جوش سے میرا استقبال کیا کہ مجھے اسٹیشن سے باہر نکلنے کا راستہ بھی نہ مل

Marfat.com

سکا۔ مجھ سے اتنا پیار اور اتنا ظلم ہوا کہ مجھے عقبی دروازہ سے نکلنا پڑا۔ سب پیار و محبت سہی لیکن تنظیم بھی ضروری ہے۔ مسلمانوں کو تنظیم کی خاص ضرورت ہے، آپ نے مجھے یہ عزت بخشی ہے کہ میں لاہور میں مسلم لیگ کا جھنڈا بلند کروں مسلم لیگ نے تین سال میں آپ کو ایک پلیٹ فارم دیا ہے اور صرف ایک پلیٹ فارم ہی نہیں بلکہ ایک پروگرام دیا ہے۔ .. .. .. ہمارا مقصد لاہور ریزولیشن کو جسے عرف عام میں پاکستان کہتے ہیں حاصل کرنا ہے۔ مسلمانوں میں پاکستان کے لیے سب سے زیادہ جذبہ ہونا چاہیئے کیونکہ اس میں سب سے زیادہ فائدہ پنجاب کے مسلمان کو ہی پہنچے گا۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے کام میں روڑے اٹکانے والے بھی موجود ہیں لیکن پاکستان کو اب کوئی انسان روک نہیں سکتا۔ مسلم لیگ کے جھنڈے نے مسلمانانِ ہند کا نام ساری دنیا میں بلند کر دیا ہے۔ آج سے تین سال پہلے مسلمانانِ ہند کو ہندوستان میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی لیکن آج مسٹر ایمری بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ :-

ساری تقریریں بڑی پرجوش اور سچے اخلاص اور زندگی کا نمونہ تھیں، وہ لوگ جنھوں نے اس کانفرنس میں شمولیت کی، ان کا بیان ہے کہ اتنا مجمع اور اتنا عمدہ انتظام اسلامیہ کالج کی ساری تاریخ میں کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ میں کانفرنس کو دیکھ کر سجدہ شکرانہ میں گر گیا اور میری روح شاداں تھی کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت نے مجھے اس قابل کر دیا کہ میں پنجاب میں پاکستان کے لیے ایک نیا دور پیدا کرنے کا محرک بن سکوں :-

کانفرنس کی روئداد اور تقاریر کے چند اقتباسات جو اخبارات میں شائع ہوئے۔

"یکم مارچ کو پاکستان کانفرنس کا پہلا اجلاس" قائداعظم کی صدارت میں ۹ بجے شروع ہوا پنڈال میں ۸۰ ہزار کا مجمع تھا۔

Marfat.com

۱۔۔۔ خواتین بھی جن کے لیے الگ انتظام تھا۔ خاصی تعداد میں موجود تھیں۔ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے معززین میں سے خان بہادر سعداللہ۔ نواب زادہ لیاقت علی خان۔ چودھری خلیق الزماں۔ سر عبدالقادر۔ مس جناح۔ نواب ممدوٹ۔ ملک برکت علی۔ میاں بشیر احمد اور کئی دوسرے معززین موجود تھے پنڈال میں لاؤڈ سپیکر دں کا اعلیٰ انتظام تھا۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

اجلاس تلاوتِ قرآن عزیز سے شروع ہوا اس کے بعد نواب سعداللہ کے صاحبزادوں نے ایک نظم بعنوان آباد ہو مسلم! آزاد ہو مسلم۔ نہایت خوش الحانی سے پڑھی، اس کے بعد مرزا عبدالحمید صدر پنجاب م۔س۔ف نے خطبۂ استقبالیہ پڑھا جو حاضرین نے بیحد پسند کیا یہ خطبہ کل شائع ہو چکا ہے اس کے بعد قائداعظم محمد علی جناح صدر منتخب نے یہ مختصر تقریر کی :۔

"میں تہہ دل سے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ارکان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے مجھے اس کانفرنس کی صدارت کی عزت بخشی، جب آپ کا دعوت نامہ مجھے ملا تو میں نے محسوس کیا کہ میرے اور آپ کے مابین ایک گہرا رشتۂ اخوت ہے اس لیے میں نے دلی شکریہ کے ساتھ آپ کی اس دعوت کو قبول کر لیا، مجھے آپ کی دعوت سے صاف طور پر یہ حقیقت نظر آ گئی۔ کہ آپ اس کانفرنس سے پنجاب کی زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز کر رہے ہیں، یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ مسلم لیگ کی قرار دادِ لاہور بھی اسی شہر میں ۲۲ مارچ کو منظور ہوئی تھی اور آج آپ کی کانفرنس بھی یکم مارچ کو منعقد ہو رہی ہے۔ میں آپ سے کہوں گا "مارچ آن" یعنی بڑھے چلو۔

میں نے کافی غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ آج اپنے خیالات آپ کے سامنے رکھوں، آپ کی مضامین کمیٹی نے سب سے پہلا اور اہم ریزولیشن مرتب کر لیا ہے، یہ ریزولیشن آپ کے سامنے پیش ہو رہا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس قرار داد پر آزادانہ فیصلہ دیں۔ میں سمجھتا

Marfat.com

ہوں کہ اگر میں نے اس پر کوئی تقریر کی تو ممکن ہے میرے خیالات آپ کے فیصلہ پر اثر انداز ہوں، یہ بات مجھے پسند نہیں ہے، میرے خیالات سب کو معلوم ہیں اور میں بارہا ان کا اظہار کر چکا ہوں، آکسفورڈ اور کیمرج کی یونیورسٹیوں میں یہ رسم ہے کہ اس ملک کے مقتدر راہنما ان یونیورسٹیوں کی مجالس میں جاتے ہیں اور بحث و مباحثہ میں حصہ لے لیتے ہیں۔ لیکن طلبہ کے خیالات پر اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کرتے آج مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا مسلمان طلبہ کو سیاست میں عملی طور پر حصہ لینا چاہیئے؟ میں کہتا ہوں کہ پاکستان پر غور و فکر کرنا ان کا فرض ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ طلبہ عملی سیاست میں حصہ لے رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ طلبہ اس سوال پر غور کریں جس کا تعلق اس ملک سے ہے، اس نیا سے ہے، تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ میں کل صبح اپنا دل کھول کر آپ کے سامنے رکھ دوں گا اور یہ یقین رکھیئے کہ میں نے آپ کو بہت کچھ بتانا ہے۔"

"اس کے بعد مسٹر عبدالستار خان نیازی ایم۔اے نے "پاکستان" ریزولیشن پیش کرتے ہوئے پرجوش تقریر کی۔ مرزا عبدالحمید نے ریزولیشن کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ اسلام ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا نام ہے یہ ہمارے تمام امور پر حاوی ہے اس لیے ہمیں چاہیئے کہ اسلام کے قانون کے مطابق اپنا پروگرام تیار کریں۔"

مسٹر جناح کی اختتامی تقریر کے بعد ریزولیشن متفقہ طور پر پاس ہوا۔

(اورینٹ پریس ۲۴ مارچ ۱۹۴۳ء)

۲۔۔۔ اسلامیہ کالج کی طالبات نے مسلم گرلز سٹوڈنٹس فیڈریشن کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا تو اس کے جواب میں مسٹر جناح نے جو تقریر کی اس کے بعض حصے یہ ہیں "مسلمانوں نے متواتر پچیس سال ہندو مسلم سمجھوتہ کے

Marfat.com

لیے کوشش کی لیکن یہ کوشش ناکام رہی اور اس ناکامی میں قدرت کا ہاتھ کارفرما تھا قدرت نہیں چاہتی تھی کہ ان دو قوموں میں جن میں کوئی چیز مشترک نہیں کوئی غیر فطری سمجھوتہ ہو اگر اس قسم کا کوئی سمجھوتہ ہوتا تو اس کا لازمی انجام ایک عبرت ناک تباہی ہوتا۔"

"بعض لوگ "پاکستانی" کے لفظ سے عوام کو ڈراتے ہیں۔ حالانکہ ہر ایماندار آدمی جانتا ہے کہ پاکستان سے ہماری کیا مراد ہے، یہ لوگ بدنیتی سے کام لے کر شرارت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مجھے اس قسم کی شرارتوں سے خائف نہیں کیا جا سکتا۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ میں ہر مرتبہ پاکستان کا لفظ استعمال کروں گا۔ وہ مسلمان جو ابھی تک متذبذب ہیں اور جن کی ذہنیت متزلزل ہے۔ انھیں فوراً دوٹوک فیصلہ کرنا چاہیئے کہ انھیں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا ہے انھیں فوراً کسی نہ کسی طرف ہو جانا چاہیئے۔ ہندوستان کبھی ایک ملک نہ تھا، یہاں کبھی ایک قوم آباد نہ تھی صرف جغرافیائی اعتبار سے ہی نہیں ثقافتی اعتبار سے اور سیاسی اعتبار سے بھی ہندوستان کبھی ایک ملک نہیں ہوا۔ مغلوں نے یہاں تلوار کے زور سے حکومت کی ان کے بعد انگریز آئے اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ انھوں نے اپنی حکومت تلوار اور مشین گن کے زور سے قائم رکھی ہے۔ آج انگریز یہ کہتا ہے کہ میں رضامندی سے حکومت سے دست بردار ہونا چاہتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ اب یہ حکومت کسے ملے کیا ہندو اور مسلمان مشترکہ حکومت کریں؟ مسلمانوں نے پچیس سال تک سمجھوتہ کی کوشش جاری رکھی۔ مگر یہ کوشش ناکام رہی اور اس کی ذمہ داری ہندو ذہنیت پر عائد ہوتی ہے۔ جو ہمیشہ ہندو راج کے لیے کوشاں رہی۔ قدرت یہی چاہتی ہے کہ اس قسم کا کوئی غیر فطری سمجھوتہ نہ ہو، کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ تباہی ہوتا ہے۔ ہندو راج کا مقصد

Marfat.com

"مسلم تمدن" کی روح کچلنا ہے۔ ہندو کے ارادوں کا ثبوت اڑھائی سالہ کانگریسی عہدِ وزارت میں مل چکا ہے۔ اب چارۂ کار کیا ہے؟ ہندوستان کی مشترکہ حکومت ناممکن ہے میرے نزدیک ہمارے مسئلہ کا واحد حل تقسیم ہند ہے۔ مسلمان کو اُسی کے قومی وطن میں رہنے دو اُسے اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرنے دو۔ تم اپنے وطن میں حکومت کرو، اس کے بعد ہم "دوستانہ طریق" پر ایک دوسرے سے تعاون کر سکتے ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی چیز بھی بدل اشتراک نہیں، نہ مذہب نہ تہذیب نہ فلسفہ۔ یہ دو مختلف قومیں ہیں اور ان کے مابین بنیادی اختلافات اتنے شدید ہیں کہ انھیں ایک قوم کہنا شدید غلطی ہے۔ دو مختلف قوموں اور تہذیبوں کو کسی طرح ایک نہیں کہا جا سکتا اور ہندو قوم کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ مغربی جمہوریت کے اُصولوں کی بنا پر مرکز میں اکثریت حاصل کر کے مسلمان قوم کے لیے قانون مرتب کرے۔ پاکستان کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ مسلسل جدّوجہد کرو اور اس کے لیے دن رات کام کرو، اس وقت تک آرام نہ کرو، جب تک پاکستان قائم نہیں ہو جاتا اور اگر ضرورت پڑے تو پاکستان کے لیے مر جاؤ۔

۳۔ قائداعظم مسٹر محمد علی جناح نے اپنی صدارتی تقریر میں جن الفاظ کے ساتھ ہمارے کام کا ذکر کیا وہ قابل غور ہے:۔

Ladies and Gentelmen,

In the first instance let me again thank you for the honour that you have done to me in asking me to preside over your deliberationi in this conference of the Punjab Muslim Students, Federation. As I said, I felt that it was a call from the kindred spirit and I was only too good to respond to that call. Next I have also watched your

Marfat.com

organisation of this conference and your deliberations and let me most heartily congratulate you for the way in which you have organised this conference. (cheers) I also wish to convey, not only to the young men here, but to a large body of Muslims of Lahore and those who have come from different parts, that I really appreciate and feel happy that the Muslims in the Punjab are now awake, (cheers) and that there is a small band of young men who have tried very hard to organise this conference of the Punjab Muslim students, Federation. But, I think, those who have worked for it, those who have labourd for it, must have the fullest satisfactions that their labours have born the fruits and they are fully rewarded for their work. (cheers)

مُسلم نوجوانوں کا ترانہ

آج یہ ہم اعلان کریں گے
حاصل پاکستان کریں گے
قائداعظم گر فرمادیں
حق پہ جاں قربان کریں گے

Marfat.com

"روزنامہ احسان" نے مقالہ افتتاحیہ میں لکھا:۔

"لاہور میں پاکستان کانفرنس کس قدر کامیاب رہی؟ جہاں تک اس سوال کا تعلق مسلمانوں سے ہے ہمیں کہنے دیجئے کہ یہ کانفرنس مسلم لیگ کے گذشتہ آل انڈیا اجلاس سے بدرجہا بہتر اور مؤثر رہی اس کا اثر مسلمان بچے بچے پر ہوا اور جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے اس کانفرنس کی کامیابی نہایت ہی قابل اطمینان بلکہ قابل فخر ہے، یہ ہمارے نوجوانوں کا ہماری قوم پر احسان ہے کہ انکی کوششوں سے اب تمام غلط فہمیاں قریب قریب دور ہو چکی ہیں جو غیر مسلم حلقوں میں موجود تھیں، اب بقول قائداعظم کسی ایماندار انسان کو تو ان اعتراضات کی جرأت نہیں رہی جو غلط فہمیوں کی بنا پر بلا سوچے سمجھے کیے جا رہے تھے البتہ کوئی شرارت کرے تو اسے خدا ہی سمجھا سکتا ہے جو اخبارات کل تک پاکستان کا نام لے کر ایسا بدکتے تھے کہ انھیں پہچانا مشکل تھا آج یہ کہتے نظر آتے ہیں:۔ مسلمانوں کے علاقوں میں ان کی آزاد حکومت ہو اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔" ("دیر بھارت" ۶ مارچ ۱۹۴۷ء)

(خم زندگی صفحہ ۳۷ تا ۸۱۔ از داعی الی الحق)

"میں نے ہندوستان کے تمام قائدین کو زوردار خطوط لکھے قائداعظم کو صاف صاف لکھا کہ پنجاب میں غریب طلبہ اور تمام سرمایہ دار طاقتوں کی آویزش ہے، اب آپ کے خلوص کا امتحان ہے، وہ بڑے ہوشیار سیاستدان ہیں، انھوں نے ہماری حوصلہ افزائی مبہم الفاظ میں کی۔ وہ پنجاب کی فضا سے مطمئن نہ تھے ہماری رفتار کو گہری نگاہ عمل سے دیکھ رہے تھے انھوں نے سر سکندر کی پاس خاطر ہمیں یہ خط لکھا:۔

(خط اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

Marfat.com

Mount Pleasant Road,
Malabar Hill, Bambay,
20th January, 1941.

Dear Sir,

I am in receipt of your letter of the 15th instant and thank you for it.

I fully realise the importance of your conference but I am very sorry to say that I cannot possibly commit myself to participate in the conference which you are going to hold on the 15th and 16th of February in Lahore.

I would, however, advise you not to call it by the name of Pakistan conference, you can call it as you propose to do under the auspices of the provincial Muslim students Federation, and then you will be at liberty to pass a resolution supporting the Lahore Resolution, of the all India Muslim league, popularly known as "Pakistan". I would further advise you to go ahead and hold the conference and if I can manage to attend it I will try and do so. I cannot explain to you the various commitments that I have already made. It is not that I do not consider the great importance of your province which is destined to play a very important part in moulding the future destiny of the Musalmans of this country; but there is no need to despair, we must have patience and move on determinately and steadily.

I am coming to Delhi, most probably, on or about the 10th of February, and if you and your co-organisers of the conference can conveniently come down to Delhi I will be very glad to see you all.

Your faithfully,
M. A. Jinnah.

Abdull Hamid Mirza Esq.

Marfat.com

جناب یوسف سلیم چشتی

اسی دوران میں جناب یوسف سلیم چشتی پرنسپل اشاعت اسلام کالج لاہور نے طلبا کی حوصلہ افزائی کے لیے کہا :-

"مخالفین کہتے ہیں کہ پاکستان ناممکن ہے ـــــ نوجوانوں کو میری نصیحت ہے۔ کہ وہ ان باتوں سے متأثر نہ ہوں، اپنے اندر "یک نگاہی" پیدا کرلیں پھر یہ چیز ناممکن نہیں رہے گی، تاریخ عالم شاہد ہے کہ اس صفت نے بارہا ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے ـــــ یک نگاہی وہ صفت ہے جو مُردوں کو زندہ کر سکتی ہے ـــــ ؎

مُردۂ از یک نگاہی زندہ شو بگذر از بے مرکزی پائندہ شو

مسلمان نوجوانوں کو اس حقیقت سے ایک لحظہ کے لیے بھی غافل نہ ہونا چاہیئے۔ دس کروڑ اسلامیانِ ہند کا مستقبل صرف ان ہی کی جدّوجہد پر منحصر ہے پہلے وہ اپنی خودی کا عرفان حاصل کریں، اس کے بعد "آتش عشق" میں بے خطر کود پڑیں انشاءاللہ وہ آگ ان کے لیے اور آیندہ نسلوں کے لیے گلزار ابراہیمؑ بن جائے گی۔"

(یوسف سلیم چشتی ۲۱ جنوری ۱۹۴۱ء)

میں سمجھ گیا کہ "قائد" موصوف کو پنجاب کے لیگ لیڈروں کی عافیت کوشی کی وجہ سے کسی قلندرانہ اقدام کی اُمید نہیں ـــــ ہم کام کرتے ہے اور اللہ تعالےٰ نے ساری مخالف فضا کو ہمارے لیے یک قلم بادل دیا۔ بے شمار مضامین۔ اعلانات۔ پوسٹر شائع ہوئے، میں ان دنوں رات کو ایک یا دو بجے سوتا اکثر مضامین اور اعلانات خود لکھتا۔ عوام کے نفسیات کے مطابق ہر بات کا جائزہ لے کر اگلا قدم اٹھاتا سردیوں کے موسم میں ایک کمبل اوڑھے رات دن اسلامیہ کالج اور دفتر میں کام کرتا رہتا۔ ساتھی کہتے کہ یہ پھر دیوانہ

Marfat.com

نہ ہو جائے۔ کام کے انداز کو سمجھنے کے لیے چند اقتباسات بطور نمونہ ضروری ہیں وہ ملاحظہ ہوں:۔

۱۔۔۔ "پاکستان کے اعلان کو کم و بیش ایک سال کا عرصہ ہوا اس قلیل ترین مہلت میں تمام انٹی پاکستان عناصر متحد و منظم ہو گئے انھوں نے اس حقیقت حقہ کے خلاف سرگرم کوششیں کیں، جلسے کیے جلوس نکالے، کانفرنسیں منعقد کیں غرضیکہ ہر طرح سے مخالفت کی۔ اس کے برعکس پاکستان کے حامیوں نے بھی کچھ نہ کچھ کام کیا لیکن بے ربط و ضبط۔ مسلم اقلیت والے صوبوں میں پاکستان کے متعلق جلسے ہوئے کانفرنسیں ہوئیں پنجاب بدستور خواب خرگوش میں محو ہے۔ حالانکہ اسی صوبہ سے "قوم کے اقبال" نے یہ تجویز پیش کی تھی اور مسلم لیگ نے اسے سرکاری رنگ دیا تھا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس "جمود" کو توڑنے کا سہرا طلبہ کے سر ہو۔ ہمارے عافیت کوش بزرگ دعاؤں اور مجاہد کارکن عملاً ہمارا ساتھ دیں۔ معزز لیڈروں سے خط و کتابت جاری ہے۔ سکیم تیار ہے اور امید ہے کہ ہم عنقریب پروگرام اور تاریخوں کا اعلان شائع کرنے کے قابل ہو سکیں گے، اس سلسلہ میں تمام مسلم طلبہ کا فرض ہے کہ وہ فیڈریشن کے رکن بن کر مسلم دوستی کا ثبوت دیں۔ پ۔م۔س فیڈریشن کی لائل پور ڈسٹرکٹ برانچ "مسلم سٹوڈنٹس ایجوکیشنل کانفرنس" منعقد کر رہی ہے۔ خط و کتابت کے مراحل طے ہو چکے ہیں تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ۱۴ جنوری ۱۹۴۱ء

۲۔۔۔ لاہور کی سرزمین کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے "اقبال" نے سب سے پہلے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد کے خطبۂ صدارت میں "مسلم انڈیا" سے اسلامیان ہند کو روشناس کرایا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں قائداعظم نے پاکستان کی سکیم منظور کر کے جہانِ نو کے نقش اوّل کی طرح توڑ ڈالی۔ اب ہمارا فرض ہے کہ منزل کو قریب تر لانے کے لیے بزرگوں کی راہنمائی کریں تاکہ علامہ مرحوم

Marfat.com

کی یہ آرزو پوری ہو سکے

جوانوں کو پیروں کا استاد کر!

پاکستان کانفرنس کا مقصد یہ ہے۔ کہ مسلمان طلبہ بزرگوں کے اتحاد سے ملّت کے قصرِ پاکستان کی بنیاد رکھ سکیں کیونکہ یہی طبقہ مستقبل میں ملک و ملّت کی عنانِ تقدیر کا پاسبان ہوگا۔ اب آپ کے لیے صرف دو کام ہیں:۔

ا۔ تمام مسلم طلبہ بے چین ہو جائیں اور وہ جہاں جہاں بھی ہیں۔ اپنے حلقۂ اثر میں اس کانفرنس کے لیے نمائندے منتخب کریں۔ ڈیلی گیٹ ٹکٹ منگوائیں اور لاہور آنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ب۔ لاہور کے تمام کالجوں کے غیور مسلم طلبہ اس مقصدِ جلیل کے شایان شان استقبالیہ کمیٹی بنائیں۔ ممبروں کی تعداد بڑھانے میں مشنری سپرٹ سے کام لیں۔ مجلس استقبالیہ کے ٹکٹ تیار ہیں۔ استقبالیہ کمیٹی کی ممبری کا چندہ صرف ایک روپیہ ہوگا۔ مرکزی دفتر سے ہر قسم کی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔" ۱۵ر جنوری ۱۹۴۱ء

مختلف وفود کی تشکیل ہوئی۔ لاہور۔ امرتسر۔ شیخوپورہ۔ سیالکوٹ راولپنڈی وغیرہ کا دورہ کیا گیا۔ اس دورہ کے متعلق زوردار مضامین شائع ہوئے اور اطراف پنجاب و بیرون پنجاب سے ہمیں حوصلہ افزا خطوط موصول ہوئے۔ مجھے ایک بار پھر تجربہ ہوا کہ عزم کامل اور خدا کا بھروسہ ہی دنیا میں کامیاب عمل کا اصل ہتھیار ہے۔

چند خطوط ملاحظہ کیجئے:۔

ا۔ "ہم پاکستان کانفرنس کے انعقاد کے لیے بے تاب تھے اس اعلان کو پڑھ کر سچ مچ میرے جسم میں ایک پاؤنڈ خون بڑھ گیا ہے۔"

(۱۷ر جنوری ۱۹۴۱ء سیکرٹری مجلس پاکستان کمالیہ)

Marfat.com

ب ـــ "میرا دل اور دماغ آپ کے ساتھ ہے۔ میں کانفرنس میں شمولیت کی کوشش کروں گا۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو کامیاب کرے اور مسلمان نوجوان ہندوستان کے مستقبل کی تعمیر کے معمار ہوں۔"

(فضل الحق وزیر اعظم بنگال ۲۰ جنوری ۱۹۴۱ء)

ج ـــ "اس جرأت آمیز اقدام پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہوئی ہے کہ پنجاب کے مسلم طلبہ کی یہ جماعت زندہ اور متحرک ہے میں ضرور کانفرنس میں شامل ہوں گا۔"

(محمد نعمان وائس پریذیڈنٹ آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن)

د ـــ "مجھے بیحد مسرت ہوئی کہ آپ لائل پور میں ایجوکیشنل کانفرنس کر رہے ہیں اور لاہور میں پاکستان کانفرنس ـــ میں ہر دو جگہ حاضر ہونے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تعالےٰ آپ کا حامی ہو۔"

(سر) عبداللہ ہارون کراچی۔ ایم۔ ایل۔ اے (سنٹرل)

ہ ـــ "اس پرآشوب زمانہ میں جبکہ دشمنانِ قوم و وطن اپنی تمام قوتوں سے پاکستان جیسی فطری تقسیم کے خلاف باطل آرائی اور زاغ خائی سے طوفان بدتمیزی بپا کیے ہوئے ہیں۔ ہمیں مجوزہ پاکستان کانفرنس کے انعقاد کی خبر سن کر اور نوجوانانِ اسلام کا عزم بالجزم دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔"

(سردار) اورنگ زیب خاں (موجودہ وزیر اعظم) صوبہ سرحد

و ـــ "اس فرض سے پنجاب مسلم لیگ بھی غافل تھی۔ مقام شکر ہے کہ نونہالان قوم نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے پاکستان کے عین مرکز میں کانفرنس کرنے کا فیصلہ کیا۔" (مولانا) عبدالحامد بدایونی ۔ چودھری خلیق الزماں

پہلے لائل پور میں تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی۔ ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء کے اخبارات میں یہ پروگرام شائع ہوا۔

"پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی تعلیمی کانفرنس ڈسٹرکٹ بورڈ کے ہال

Marfat.com

میں سر سیٹھ عبداللہ ہارون صدر سندھ پراونشل مسلم لیگ و ایم۔ ایل۔ اے (سنٹرل) منعقد ہوگی۔ ۱۵ فروری ایک بج کر ۴۵ منٹ پر صدر منتخب لائل پور پہنچ رہے ہیں۔

۱۵ فروری ۱۹۴۱ء

۷½ بجے شام پہلا اجلاس

تلاوتِ قرآن عزیز — ارشاد اللہ تیمی

ترانہ ملی — شیخ مقبول احمد

پیغامات — سیکرٹری

خطبہ استقبالیہ — صدر مجلس استقبالیہ

نظم — خلیق قریشی

تقریر — باجی رشیدہ لطیف ایم۔ ایل۔ اے

ریزولیشن نمبر ۱ — اقبال احمد

تقریر — خان بہادر مولوی غلام محی الدین ایم۔ ایل۔ اے

تقریر — محمد نعمان زبیری علیگ

خطبہ صدارت — سر عبداللہ ہارون

۱۶ فروری ۱۹۴۱ء

تلاوتِ قرآن عزیز

تقریر — عبدالحمید کمال بیگ صدر پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن

ریزولیشن — عبدالستار نیازی ایم۔ اے

موئد — زیڈ۔ اے ملک بی۔ اے

تقریر — ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب سیکرٹری اسلامیہ کالج لاہور

تقریر — مولانا علم الدین سالک ایم۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج

تقریر — سر شاہنواز صدر پنجاب مسلم لیگ

شکریہ — سیکرٹری

سر عبداللہ ہارون لاہور پہنچے تو اسٹیشن پر ان کا شاندار استقبال ہوا۔ ٹریبیون اور سول میں یونائیٹڈ پریس نے بیان بھیجا اور فوٹو شائع کی، یہ کانفرنس بڑی کامیاب رہی، اور رینٹ پریس کے نمائندے نے اخبارات میں مفصل کارروائی بھیجی اس کے چند اقتباسات یہ ہیں:۔

ا۔م۔پ فیڈریشن کا اجلاس لائل پور میں منعقد ہوا۔ یہ اجلاس بڑا کامیاب رہا۔ صدر محترم نے اپنے خطبہ میں کہا:۔

"اے عزیز طلبہ! آپ یاد رکھیں کالج میں آپ کی تعلیم تب ہی گوارا کی جا سکتی

Marfat.com

ہے جبکہ آپ کالج میں اپنے تئیں اس ضروری سامان سے لیس کرنے کے لیے جائیں جس سے آپ نہ صرف اپنی اور اپنے والدین کی مدد حفاظت اور خدمت کے قابل ہو جائیں بلکہ اپنی قوم کے تمام لوگوں کی مدد و حفاظت اور خدمت کر سکیں۔ آپ کا منتہائے مقصود عیش و آرام کی ایک ناکارہ زندگی نہیں بلکہ تکالیف سے پُر ایک ایسی جاں دجہد کی زندگی ہونا چاہیے جس سے آپ اپنی قوم کو باقی دُنیا کی نظروں میں باوقار اور سربلند کر سکیں آپ اس مقصد کو بڑی آسانی سے پورا کر سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ آپ عہد کریں کہ دفتروں میں کلرک نہ بنیں گے اور نہ نئے ایوان تعمیر کرنا آپ کا مقصد ہوگا بلکہ آپ اسلام کے ایسے سپاہی ہوں گے جو اپنی قوم کے لیے جدّ و جہد کرتے ہوئے زندہ رہیں گے اور قوم ہی کے لیے مریں گے"۔

دوسرے اجلاس میں مرزا عبدالحمید بیگ صدر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے جامع اور بسیط تقریر میں عامۃ المسلمین سے اپیل کی کہ وہ قرآن عزیز کو اپنی زندگی کا خضرِ راہ بنائیں، آپ نے پاکستان سکیم کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا تصور ہمارے ذہن میں وہ نہیں۔ جو دوسری قومیں لے رہی ہیں "ہم مسلم قوم" کے لیے ایک زندہ مرکز چاہتے ہیں جو اس کے حصولِ نصب العین کے لیے مادی نشان بن سکے، اس پاکستان میں خدا کی مخلوق پر ظلم و جبر نہ ہوگا بلکہ وہ بھائیوں کی طرح رہ سکیں گے آخر میں آپ نے قرارداد بھی پیش کی۔ زمیندار ۱۹ فروری ۱۹۴۴ء

(از خُم زندگی)

اب آپ وہ خطبہ استقبالیہ پاکستان کانفرنس جو جناب عبدالحمید مرزا صدر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے دیا جو کہ ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :۔

(خطبہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

Marfat.com

خطبۂ استقبالیہ پاکستان کانفرنس

قائداعظم۔ بزرگانِ ملت، بھائیو اور بہنو!

"میں اراکین مجلس استقبالیہ اور تمام مسلمانانِ لاہور کی طرف سے آپ حضرات کو خلوصِ قلب سے خوش آمدید کہتا ہوں جنھوں نے فیڈریشن کی دعوت پر اس تاریخی شہر میں تشریف لانے کی تکلیف گوارا کی اور اس طرح نوجوانوں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمام ارکان تہ دل سے آپ کے شکرگزار ہیں۔

تاریخی شہر:۔ حضرات! نوجوانوں کا یہ اجلاس ایسے شہر میں منعقد ہو رہا ہے جو عرصہ دراز تک مسلمانانِ ہند کی عظمت کا آئینہ دار رہا ہے اگر ایک طرف اس کی آغوش میں سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان نورالدین جہانگیر دنیاوی بادشاہ خوابِ شیریں کے مزے لے رہے ہیں تو دوسری طرف اسی سرزمین میں حضرت داتا گنج بخشؒ اور حضرت میاں میرؒ روحانی بادشاہ بھی آرام فرما ہیں۔ ایک طرف مسجد وزیر خان شاہی مسجد اور قلعہ کی عمارات مسلمانوں کی گذشتہ عظمت کی یاد دلا رہی ہیں۔ تو دوسری طرف "چراغ دودہ عبدالصمد" شرف النساء کا مقبرہ مسلمانوں کے سیاسی زوال پر آنسو بہا رہا ہے۔

مردِ قلندر:۔ اسی شہر میں مسجد عالمگیری کے سائے میں وہ مردِ قلندرؒ بھی بیٹھی نیند سو رہا ہے، جو ساری عمر ملت کے غم میں مصروفِ فغاں رہا۔ جس کی نوائے صبحگاہی نے ہزاروں مسلمانوں کا جگر خون کر دیا جس نے صدہا مسلمانوں کو عشق کی لذت سے شناسا کیا جس کی بشریٰ بصیرت نے ہندوستان کے نو کروڑ مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کا انتظام کر دیا۔

اسلامی قومیت:۔ حضرات! دورِ حاضر میں جیسا کہ ارباب حل سے

Marfat.com

مخفی نہیں، تمام مغربی اقوام میکیاولی کے پیش کردہ نظریہ وطنیت پر عامل ہیں جس کی رُو سے آدمی، دنداں وچنگ کے بغیر، درندہ بن جاتا ہے آدمیت فنا ہو جاتی ہے، صرف قومیں باقی رہ جاتی ہیں اور ایک انسان دوسرے انسان کے خون کا پیاسا بن جاتا ہے ؎

اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے
قومیّتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

اس کے برخلاف اسلام جو قانونِ فطرت ہے، عالمگیر مساوات کا پیغام دیتا ہے۔ آدمیت کا احترام کرنا سکھاتا ہے۔ اس نے نسل، وطن، رنگ، زبان قوم اور قبیلہ کے بتوں کی پاش پاش کر دیا اور تمام امتیازات کو جو اِن آمور کی بنا پر پیدا ہو سکتے ہیں مٹا دیا۔ اس تخریب کے بعد اس نے عقلی بنیادوں پر قومیت کی تعمیر کی جو شخص قرآنِ مجید کو دستورِ حیات تسلیم کرے، وہ ایک قوم کا فرد ہے اور جو انکار کرے وہ دوسری قوم کا فرد ہے، اس طرح اس نے دنیا کے لوگوں کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا مومن اور کافر پس تمام مسلمان خواہ وہ کسی ملک، کسی وطن، کسی رنگ اور کسی قبیلہ سے کیوں تعلق نہ رکھتے ہوں، ایک قوم ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں "انما المومنون اخوۃ"۔ اندریں صورت، صاف صاف ظاہر ہے کہ مغربی نظریۂ قومیت جس کی رُو سے قوم کی بنیاد وطن ہے اسلامی نظریۂ قومیت کی ضد ہے جس کی رُو سے قوم کی بنیاد مذہب ہے اور اس لیے یہ نظریہ کسی مسلمان کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

کلمۂ توحید:۔ اس توحید کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں کم از کم دو قومیں آباد ہیں۔ ایک مسلمان جن کی قومیت کی بنیاد کلمۂ توحید ہے اور دوسری شق میں وہ تمام افراد داخل ہیں جو وطن کو قومیت قرار دیتے ہیں۔

Marfat.com

ہندو اکثریت :۔ کانگریس نے وطنی نظریۂ قومیت کو اس لیے قبول کیا کہ اولاً ہندوؤں کو اس نظریہ کے تسلیم کرنے میں کوئی مذہبی دشواری پیش نہیں آسکتی، ان کا مذہب صرف نجات اُخروی کا ضامن ہے موجودہ زندگی اور اس کے لواحق سے کوئی غرض نہیں رکھتا۔ میکیاولی کا نظریۂ وطنیت ہندوؤں کے معاشرتی نظام سے متصادم نہیں ہوتا کیونکہ ہندو دھرم نے انھیں کوئی ایسی چیز دی ہی نہیں۔

ثانیاً اس نظریہ کی رُو سے کہ "ایک ملک میں جس قدر باشندے ہیں بربنائے اشتراکِ وطن، سب ایک قوم ہیں"۔ ایک وحدانی طرز کی حکومت قائم ہوسکتی ہے۔ جس میں اُصولِ جمہوریت کی رُو سے، حکومت دراصل اکثریت کے ہاتھ میں ہوگی اور چونکہ ہندو کھلی ہوئی اکثریت میں ہیں، اس لیے حکومت بہرحال انہی کی ہوگی، خواہ حکمران پارٹی سناتنی ہو یا آریہ سماجی، سرمایہ دار ہو یا کاشت کار، گاندھوی ہو یا نہرو اتی، کانگرسی ہو یا مہاسبھائی اور اس طرح ہندوستان کے نو کروڑ مسلمانوں کو آئینی اقلیت کا درجہ دے کر دائمی غلامی میں مبتلا کرکے محمود غزنوی تک کے زمانے کا انتقام لیا جا سکتا ہے۔

حکومت برطانیہ :۔ اب رہی حکومت برطانیہ وہ بھی ایک ملک اور ایک قوم کے نظریہ کی حامی اس لیے ہے کہ وطنیت کا عقیدہ لوگوں کو مذہب سے بیگانہ بنا دیتا ہے۔ وہ خدا کی بجائے وطن کو معبود قرار دیتے ہیں اور انگریز کی سب سے بڑی خواہش یہی تو ہے کہ مسلمان اپنے مذہب سے بیگانہ ہو جائے۔ اسی لیے اس کی سیاست نے اس مردم خیز خطہ میں وطنی نبوت کا انتظام کر دیا۔ تاکہ مسلمانوں کو مدینہ منورہ جانے کی ضرورت باقی نہ رہے اور عالمگیر

Marfat.com

اخوتِ اسلامی کا احساس فنا ہو جائے اور اس طرح ان کی ہمدردیاں، ہندوستان کے حدود اربعہ میں محدود ہو جائیں اور جب مذہب کا جوش سرد پڑ جائے تو جہاد بآسانی منسوخ کرایا جا سکتا ہے۔

علاوہ بریں وہمدانی طرزِ حکومت کی رُو سے ہندوستان میں صرف دو طاقتیں مسلّم ہوں گی ایک انگریز دوسری ہندو اور یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اپنے مفاد کو مدِ نظر رکھ کر، مفاہمات کر سکیں گے اور اقلیتوں کو یا نظر انداز کر دیا جائے گا یا بھینٹ چڑھا دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ دو تین سال ہوئے پنڈت جواہر لعل نہرو نے ایک بیان میں لکھا تھا کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں، ایک انگریز دوسری کانگریس (ہندو) ہندوستان اور مسلمان! اس نظریۂ وطنیت کا دوسرا نتیجہ یہ ہے۔ کہ وطن کو مذہب پر مقدم رکھا جائے۔ چنانچہ کانگریس اور ہندوؤں کا مسلک یہ ہے کہ وطن کو مذہب پر مقدم رکھنا چاہیئے، اسلام بقول علامہ اقبالؒ خود تقدیر ہے، لہٰذا اسے کسی دوسری تقدیر کے حوالہ نہیں کیا جا سکتا مذہب ایک مسلمان کی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے اس لیے وہ اوّل بھی مسلمان ہے اور آخر بھی مسلمان ہے اور چونکہ اس کی ساری زندگی مذہب کے تحت حکومت ہے اس لیے اس کی سیاست، اس کے مذہب سے جدا نہیں ہو سکتی، مذہبی اصولوں کی طرح وہ اپنی سیاست کے اصول بھی قرآن مجید ہی سے حاصل کرتا ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اسے دنیا کے تمام سیاسی مفکرین کی دریوزہ گری سے بے نیاز اور مستغنی کر سکتی ہے۔

وزیر ہند کا مشورہ :۔ مسٹر امری وزیر ہند نے جو پچھلے دنوں ہندوستانیوں کو یہ تلقین کی تھی، کہ ہندوستان کو مقدم رکھیں، اس کی تہ میں یہی راز مضمر ہے کہ مسلمان بھی وطن کو مذہب پر مقدم رکھنے کا بغیر

Marfat.com

اسلامی نظریہ قبول کریں لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے علامہ اقبالؒ کی بروقت رہنمائی نے اب انھیں اس قدر بصیرت عطا کر دی ہے کہ اب نہ وہ ساحر واردھا کے طلسم میں گرفتار رہ سکتے ہیں نہ ساحر لندن کے افسون کا شکار رہ سکتے ہیں۔ گمراہ کن نظریۂ قومیت و وطنیت! اس غیر اسلامی نظریۂ قومیت و وطنیت کا تیسرا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ مذہب انسان کا نجی معاملہ ہے اس لیے وہ اس کی سیاسی معاشرتی اور اقتصادی زندگی پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اسلام جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں محض ایک اخلاقی نصب العین ہی نہیں ہے بلکہ مکمل دستورِ حیات ہے وہ بنی آدم کو صرف عقائد مذہبی کی ہی تلقین نہیں کرتا بلکہ نظامِ معاشرت بھی عطا کرتا ہے اس لیے انسانی زندگی کا کوئی شعبہ اس کے ہمہ گیر اقتدار سے آزاد نہیں ہو سکتا اور کوئی مسلمان اپنی زندگی کو دو یا اس سے زیادہ طبقات میں منقسم نہیں کر سکتا بایں ہمہ کہ ایک طبقہ مذہب کے زیر اثر ہو اور دیگر طبقات کسی دوسرے دستور العمل کے ماتحت اسلام نے انسانی زندگی کو ایک ناقابل تقسیم وحدت قرار دیا ہے پس کانگریسی مسلمانوں کا یہ قول کہ مذہب اور اخلاق کو اسلام کے تحت اور سیاست اور معیشت کو وطنیت کے تحت رکھا جائے سراسر غیر اسلامی اور گمراہ کن ہے، بلکہ یہ قول اس امر کی دلیل ہے کہ یہ اصحاب اسلام کی حقیقت ہی سے ناواقف ہیں۔

اسلام اور قومیت پرستی:۔ اسلام کسی قسم کی ثنویت کو برداشت نہیں کر سکتا اور چونکہ وہ ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا دوسرا نام ہے اس لیے ہر وہ نظام جو غیر اسلامی ہے۔ لازمی طور پر اس کے نظام سے متصادم ہوگا اور ایک مسلمان کے لیے ناممکن ہے کہ وہ ان دونوں کو بیک وقت قبول کر سکے اسے ایک کو اختیار اور دوسرے کو ترک کرنا پڑے گا۔

Marfat.com

جس طرح یہ ناممکن ہے کہ ایک نازی جماعت کا فرد، بیک وقت نازی بھی اور اشتراکی بھی یا جمہوریت نواز بھی ہو اور فاشسٹی بھی، اسی طرح یہ بات بھی ناممکن ہے بلکہ ناقابل تصوّر ہے کہ ایک مسلمان مسلمان بھی ہو اور اشتراکی بھی مسلمان بھی ہو اور قوم پرست بھی۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے یہ غلطی خوردہ بھائی جس قدر جلد اس منطقی تضاد سے دامن چھڑا سکیں اسی قدر بہتر ہے جس طرح ایک انسان بیک وقت دو متضاد سمتوں میں جانے والی گاڑیوں پر سوار نہیں ہو سکتا اسی طرح ایک مسلمان بھی بیک وقت مسلمان اور قوم پرست نہیں ہو سکتا۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا بالکل آسان ہو جاتا ہے کہ جب ایک مسلمان اپنے مذہب کی رُو سے مامور ہے کہ :۔

۱۔ قومیّت کی بنیاد، مذہب کو قرار دے نہ کہ وطن یا نسل یا رنگ یا زبان کو۔

۲۔ پہلے بھی مسلمان ہو، درمیان بھی مسلمان ہو اور آخر میں بھی مسلمان ہو۔

۳۔ مذہب کو وطن پر مقدم رکھے اور اگر اس کا وطن، اس کے مذہب سے متصادم ہو تو وہ اس وطن کو پائے حقارت سے ٹھکرا دے اور ارض اللّٰہ واسعۃ کو مدّنظر رکھ کر کسی دوسرے خطّہ کو اپنا وطن بنالے۔

۴۔ مذہب کو محض چند عقائد یا رسوم کا مجموعہ یا انسان کا ایک نجی معاملہ نہ سمجھے، بلکہ اپنی زندگی کا سرچشمہ یقین کرے۔

۵۔ مذہب اور سیاست، دین اور دُنیا رُوح اور مادہ میں کوئی تفریق نہ کرے۔ مسلمان دُنیا کی کسی دوسری قوم کے ساتھ مل کر متحدہ قومیّت نہیں بنا سکتا اور نہ قرآن مجید کے علاوہ اور کسی نظامِ فکر، ضابطۂ اخلاق، یا طریق حیات کو قبول کر سکتا ہے۔

Marfat.com

جداگانہ قوم :- لہٰذا ہندوستان کے نو کروڑ مسلمان ایک جداگانہ قوم ہیں جن کا کلچر معیشت معاشرت اور نظریہ حیات سب کچھ اس برّ اعظم کی دوسری قوموں سے مختلف اور جداگانہ ہیں اس لیے ان کی ثقافتی اور اخلاقی نشوونما صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ انھیں سیاسی اور اقتصادی آزادی کے علاوہ کلچرل اٹانومی (ثقافتی آزادی) بھی حاصل ہو، جہاں وہ قرآن مجید کے عمرانی نظام کو نافذ کر سکیں۔

کانگریسی کریڈ۔ کانگریسی نظام اور کانگریسی حکومت یہ تینوں چونکہ غیر اسلامی ہیں اس لیے ان کی انفرادی اور ملّی ہستی کے لیے ویسی ہی تباہ کن ہیں جیسی برطانوی حکومت!

ہندو مسلم اتحاد :- حضرات! مسلمان رہنماؤں نے اپنی روائتی فراخدلی کے زیر اثر ہندوؤں سے اشتراک و اتحاد کر کے بھی دیکھ لیا نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات نکلا۔ مسلمانوں نے کانگریس میں شامل ہو کر اس ملک کے لیے جو ایثار کیا اس کا صلہ انھیں خدمتی اور سٹلمنٹ کی تحریک اور نہرو رپورٹ کی شکل میں دیا گیا اس رپورٹ کے مقصد کو واضح کرنے کے لیے رئیس الاحرار مولانا محمد علی جنّت آشیانی کا یہ مختصر تبصرہ بہت کافی ہے۔

خلقت خدا کی، ملک انگریز کا۔ حکم ہندو مہا سبھا بہادر کا۔

مردِ خود آگاہ! حضرات یہ حالات تھے جب اللہ تعالیٰ نے ایک مردِ آگاہ کو صحیح بصیرت اور حقیقی معرفت عطا کر دی اور وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہبان بن گیا۔ اس نے ان تمام خطرات کا جائزہ لے کر مسلمانان ہند کے لیے ۱۹۳۰ء میں وہ "نسخہ کیمیا" تجویز کر دیا جس میں ان کے ہر درد کا مداوا موجود ہے۔ جو ان کی کامیابی کا ضامن ہے جس سے ان کو دنیا میں دوبارہ عزّت حاصل ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

"The units of Indian Society" Iqbal stated in his memorable presidential address, "are not territorial as in European countries. India is a continent of human groups, belonging to different races, speaking different languages Their behaviour is not at all determined be a common race consciousness. Even the Hindus do not form a homogeneous group. The principal of European democracy cannot be applied to India without recoghising the fact of communal groups. The Muslim demand for the creation of a Muslim India within India is, therefore perfectly justified. I would like to see the Punjab, N W. F. P., Sindh and Baluchistan amalgamated into a single state, Self Government within the British Empire or without the British Empire the formation of a consolidated N. W. India Muslim State appears to me to be the final destiny of the Muslim at least of the N. W. India."

حضرات!

یہ ہے وہ نظریہ جسے حکیم الامتؒ نے ۱۹۳۰ء میں پیش کیا تھا اور بالآخر ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس لاہور میں قائداعظم محمد علی جناح نے بدیں الفاظ اس پر مہر توثیق ثبت کر دی۔

جناب شیخ انور علی قریشی انور غازی آبادی جو اب ہجرت کے بعد 84 چیمبرلین روڈ لاہور میں قیام رکھتے ہیں ان کی وہ نظم جو انھوں نے ۱۹۴۱ء میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان کانفرنس لاہور اور ۱۹۴۲ء میں جالندھر کانفرنس میں پڑھی ملاحظہ فرمائیں:-

نظم

(۱)

کل مشورے ہوئے یہ غیروں کی انجمن میں
چھوڑو نہ جان باقی اسلامیوں کے تن میں

Marfat.com

یہ خار سے کھٹکتے ہیں ہند کے چمن میں
بس آگ سی لگی ہے سُن کر یہ تن بدن میں
مَیں نے کہا شری جی کیا سوچتے ہو من میں
یہ چاند وہ نہیں ہے آجائے جو گہن میں

(۲)

بادِ خزاں کے جھونکے گو بار بار آئیں
سَو بار آزمایا سَو بار آزمائیں
قوت کو صرف کر دیں زور آزما صبر لگائیں
اسلام کا گلِ تر سہتا ہے سب ہوائیں
اس کو خزاں نہیں ہے مہکے گا یہ چمن میں
یہ چاند وہ نہیں ہے آجائے جو گہن میں

(۳)

اَے آسماں جفا جُو اپنا نکال ارماں
تجھ کو قسم ستم کی خالی کر اپنا پیکاں
اور یاد رکھ کہ آخر ہو گا تو ہی پریشاں
اسلام کا مٹانا ہرگز نہیں ہے آساں
چمکے گا یہ تو انور تاروں کی انجمن میں
یہ چاند وہ نہیں ہے آجائے گہن میں

پاکستان :۔ حکیم الامتؒ کے نظریہ کو عرفِ عام میں "پاکستان" کہا جاتا ہے اور اب مسلم لیگ نے بھی سہولت کی غرض سے اسی لفظ کو سرکاری حیثیت دے دی ہے۔ فی الجملہ پاکستان سکیم کا مقصد یہ ہے کہ جب مسلمان

Marfat.com

ایک جداگانہ قوم ہیں، تو وہ اس ملک میں حکومت کا اسی قدر حق رکھتے ہیں جس قدر ہندو اور چونکہ (CONSTITUENT ASSEMBLY) میں وہ ہمیشہ اقلیت میں رہیں گے۔ اسی لیے دراصل جمہوری حکومت میں ہندو راج ہوگا پس انصاف کا تقاضا یہ ہے اور مسلمانوں کی زندگی کی ضمانت بھی یہی ہے کہ اس براعظم کے جن جن علاقوں میں وہ اکثریت میں ہیں وہاں ان کی حکومت ہو اور جہاں جہاں ہندو اکثریت میں ہیں وہ حکمرانی کریں۔

یہ نظریہ جس قدر عادلانہ اور فراخدلانہ ہے ہندو سیاست کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی لیکن برادرانِ وطن چونکہ ہندوستان کو ایک دیوی سمجھتے ہیں اس لیے لفظ تقسیم (PARTITION) کو قطع اعضاء (VIVISECTION) سے تعبیر کرتے ہیں اور اُن کے اندازِ فغاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی مسلمان کسی جاندار کو ذبح کرنا چاہتے ہیں، کاش انھیں معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان محض تودۂ خاک ہے نہ کہ دیوی یا ماتا یا معبود اور اگر اس ملک کو گاندھوی اصطلاح میں ذی روح سمجھ لیا جائے تو بھی اسلام کی راہ میں اس کی تقسیم ناجائز نہیں ہے اس حقیقت کو پھر سمجھ لیجئے کہ اسلام ایک زندہ قوت کا نام ہے، دورِ حاضر کی زلزلہ سامانیوں اور انقلاب آفرینیوں نے اقوامِ عالم میں ہیجان پیدا کر دیا، وہ قوم جو مسلمان کے نام سے ہندوستان میں آباد ہے، اُس نے بھی اپنی حفاظت کے لیے اس قوت کو سمجھنے اور ایک مادی نشان کو مرکز قرار دے کر خلافت ربانی کا اہل بننے کی تیاری کا اعلان کر دیا ہے۔ مسلمان، نسل، رنگ، قومیت اور وطنیت کی کشمکش سے نکلنا چاہتا ہے وہ اپنی فطرت یعنی "اسلام" کو اپنی زندگی کا اصلِ اصول قرار دینے کے لیے بے تاب ہے ایسا مسلمان کبھی بھی خطرناک نہیں ہو سکتا، ہمسایہ

Marfat.com

اقوام کے لیے ہوا نہیں بن سکتا، وہ انصاف اور عدل کے ساتھ ہر ذی روح کے جائز حقوق کا حامی اور ہمسایوں کے لیے سامانِ رحمت ہوگا، اس لیے برادرانِ وطن کو ٹھنڈے دل سے غور کرکے "مسلمان" کے اس فطری حق کے حصول میں مدد کرنی چاہیے تاکہ دنیا میں امن و سلامتی کا دور دورہ ہو غریبوں کے آنسو پونچھے جائیں، میں پاکستان کے مشہور نظریوں کی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا اس کا تعلق عملی سیاسیات سے ہے اور سٹوڈنٹس کانفرنس کا مقصد ان کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرنا نہیں بلکہ مسلم طلبہ کو متحد کرکے سچا مسلمان بننے کی جماعتی شاہراہ پر ڈالنا ہے، اصولی طور پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہم مسلمان اور صرف مسلمان ہیں ہمارا جینا، مرنا اور ہمارا ہر قدم اس لیے اٹھتا ہے کہ بہ حیثیت مسلمان اس مقصدِ اعلیٰ کو حاصل کریں جس کے لیے اسلام کو عرش سے فرش پر اترنے کی زحمت دی گئی جس کے لیے مسلم قوم کو پردۂ خفا سے عرصۂ ظہور میں لایا گیا جس کے لیے "جہاد و قتال" کا فریضہ عائد کیا گیا جس کی "جدوجہد" کی صلاحیتیں پیدا کرنے کی خاطر روزوں کی مشقتیں فرض کی گئیں جس کے ساتھ ساتھ اصلاح نفس اور رجوع الی اللہ کا ضمیمہ اس لیے لگایا گیا کہ وہ ان صلاحیتوں میں روحانی رنگینیاں اور ربانی کیفیتیں شامل کرسکیں۔

خلافتِ ربانی :- اللہ تعالیٰ نے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً جَعَلَکُمْ خَلَائِفَ فِی الْاَرْضِ کہہ کر ہمیشہ کے لیے فیصلہ کر دیا کہ حکومت صرف اللہ کے لیے ہے، انسانیت کے لیے صرف نیابت ہے حکومت نہیں، انسانیت اگر حکومت کا دعویٰ کرے تو یہ بغاوت ہوگی حاکم فقط اللہ ہے انسان فقط خلیفہ حاکم اور نائب حاکم ہے ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

Marfat.com

حکومت ربّانی کا نام اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ اگر مجازی یا ظلّی طور پر بھی انسانیت کے لیے حکومت کا حق مان لیا جائے تو وہ ایسی حکومت ہونی چاہیئے۔ جو حکومت ربّی کا نمونہ ہو اس کا دستور دستورِ حق ہو اور اس کا مرکز مرکزِ حق لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم یہی ہے کہ خدا کی تمام مخلوق اللہ کے حکم کے مطابق صرف اسی کے سامنے سر جھکائے، نظام ملّت اللہ کے قانون کے سانچے میں ڈھلا ہو۔ خدا کے احکام کی بجا آوری تمام بنی نوع انسان کی بہبودی اور خدمت خلق کا عالمگیر نظام حکومت اسلام کا آخری نصب العین ہے اسی کو امر اللہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ یہی امر اللہ کا سارا بکھیڑا و عطر و مرکز ہے، یہی چیز ہے جو پورے قرآن میں پھیلی ہوئی ہے لا الہ الا اللہ اپنی گہرائیوں میں اسی حقیقت کو لیے ہوئے ہے اسی امر اللہ کو عملی صورت دینے کے لیے محمدؐ الرسول اللہ مبعوث ہوئے اور اسی کی تکمیل کے لیے اُمّت اسلامی کی تخلیق ہوئی آج مسلمان طالب علم پھر اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے بے تاب ہیں ان کے دل میں ایک آنے والے انقلاب کی خوابیدہ آرزوئیں کروٹیں لے رہی ہیں۔ زندگی نام ہے آرزو کا؟ آرزو جس قدر زندہ ہو زندگی اتنی ہی تابندہ ہوتی ہے آج ہم اس تابندگی کے نظارہ کے لیے بے تاب ہیں ؎

خلوت کی گھڑی گزری جلوت کی گھڑی آئی
چھٹنے کو ہے بجلی سے آغوشِ سحاب آخر

حضرات! چونکہ اس پاکستان سکیم کی رو سے ہندو راج کے منصوبے خاک میں مل جاتے ہیں اس لیے ہندوؤں کی طرف سے اس کی مخالفت یقینی ہے اور قدرتی لیکن ہمیں افسوس ہے اُن مسلمانوں پر جو ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنی رسوائی کا سامان مہیا کر رہے۔ مثال کے طور پر جب گذشتہ کرسمس میں قائداعظم نے

Marfat.com

بمبئی، کراچی اور احمد آباد میں اپنی تقاریر میں یہ اعلان کیا کہ مسلمان اس ملک میں ایسی حکومت کے لیے کوشاں ہیں، جہاں وہ اسلامی قانون نافذ کر سکیں تو قومیت پرست مسلمانوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی اور اس اعلان کے جواب میں ان بزرگوں نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ مسلمانوں کے لیے بہت کچھ سامانِ عبرت رکھتا ہے!

بنگال کے مولوی سید حبیب الرحمٰن صاحب گوہر افشانی فرماتے ہیں: "ہندوستان میں کسی اکثریت یا اقلیت کی حکومت نہ ہوگی بلکہ اس کی زمام حکومت ایسے ہندو اور مسلمان محبانِ وطن کے ہاتھوں میں ہوگی جو نہ صرف مسلمانوں ہی کا اعتماد رکھتے ہوں گے بلکہ انہیں ہندو اور دوسری جماعتوں کا بھی اعتماد حاصل ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ مسٹر جناح اور ان کے ہم خیال سخت مغالطہ میں ہوں گے۔ اگر وہ یہ سمجھیں کہ کانگریس مجلسِ احرار۔ بنگال پرجا پارٹی۔ جمعیۃ العلماء یا جمعیۃ المومن مسٹر جناح سے کسی طرح بھی مسلمانوں کے کم خیر خواہ ہیں۔

نزاکت وقت کا تقاضا ہے کہ تمام قومیت پرست مسلمان لیڈر جنھیں ہندوستانی مسلمانوں کی راہنمائی کا فطری حق حاصل ہے آگے بڑھیں اور ہندوؤں کے ساتھ ایک ایسا سیاسی معاہدہ کریں جس سے مسٹر جناح اور ان کے ہمنواؤں کی یا تو اصلاح ہو جائے یا خاتمہ ہو جائے۔" ہندوستان ٹائمز ۱۴ ۱/۴۱

حضرات! دیکھا آپ نے ان قوم پرست مسلمانوں کو مسٹر جناح کی طرف سے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ کہیں مسٹر جناح اور ان کے ہمنوا ہندوستان کے کسی گوشہ میں ایسی حکومت نہ قائم کر دیں جس میں شریعت اسلامیہ کے قوانین نافذ ہو سکیں، اس لیے یہ مسلمان کفار سے رشتۂ مودت استوار کر رہے ہیں تاکہ ہندوؤں کی مدد سے

Marfat.com

مسلمانوں کا خاتمہ کیا جا سکے ؎

الامان از روح جعفر الامان
الامان از جعفران الامان

اللہ اللہ! کیا رنگ انقلاب ہے کہ وہ لوگ جن کی عمریں قرآن و حدیث کی تفسیریں لکھنے میں صرف ہوئیں آج کفار کے ساتھ مل کر غیر اسلامی طرز کی حکومت کے قیام میں ساعی ہیں اور مغربی تمدن کا پروردہ سر بمہر سومنات کا باشندہ عربی زبان سے بے بہرہ اور جبہ و عمامہ سے بیگانہ "ولایت پاس" ایک بیرسٹر آج اس بت کدہ میں اقبالؒ کے خواب کی تعبیر کے لیے کوشاں ہے اور اسلامی حکومت کے قیام کا علمبردار ہے ؎

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

حضرات! معترضین کا اس جلیل القدر مجاہد ملت کو یہ کہنا کہ پاکستان سکیم اسلام کے خلاف ہے درحقیقت قانونِ حق سے بے خبر اور عمل میں بے پرواہ ہونے کی دلیل ہے۔ کیا یہ اعلان کرنا کہ "اسلامی حکومت کا قیام" اسلام کے خلاف ہے بدیہی طور پر ظاہر نہیں کرتا کہ ایسے لوگوں کا "ایمان" اللہ کے قانون کی پابندی نہیں بلکہ غیروں کی اجارت سے اسلام کی تشریح کرنا ہے۔ ورنہ پیامِ حق تو پکار پکار کر کہہ رہا ہے "اِن الحکم الا للہ" یاد رکھو! حکومت کا حق صرف اللہ کو ہے" اور مومن حق جب اس حقیقت کو سمجھ لیتا ہے تو وہ کسی انسان کا غلام نہیں رہ سکتا، اس کے تمام اغلال اور سلاسل جو بالادست انسانوں نے زیردست انسانوں کی گردن میں مختلف نام دے کر ڈال رکھے ہیں، ایک ایک کر کے اتر جاتے ہیں اور وہ بندۂ خدا ایک کھلی فضا میں اطمینان کا سانس لیتا ہے اور سر اونچا کر کے محسوس کرتا ہے کہ ؎

بندۂ حق بے نیاز از ہر مقام ۔ ۔ ۔ نے غلام او را نہ او کس را غلام

Marfat.com

رسم و راہ دین و آئینش ز حق
زشت و خوب و تلخ نوشینش ز حق

حضرات! مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا یہ اجلاس مسلم طلبہ کی جماعتی حیات میں ویسا ہی شہ نشان (LAND MARK) ہے جیسا کہ لاہور کا اجلاس مسلم لیگ عظیم الشان شہ نشان تھا۔ ضرورت ہے کہ اس شہ نشان کو جو میلوں کی دوریوں اور پہاڑیوں کی بلندیوں سے ایک مدت تک نظر آتا رہے گا۔ بلند تر کرنے کے اسباب پیدا کیے جائیں ضرورت ہے کہ ہمارا ہر نوجوان بھائی اور ہر نوجوان بہن اس نشان کو دیکھ کر اپنی راہ تلاش کرے۔ مجھے کہنے دیجئے کہ ہم اسلام کی گودیوں میں پلے ہوئے وہ نوجوان ہیں جن کی تقدیر فرش نشینی نہیں ہمارا اصل مقام عرش ہے ہماری تقدیر کرسی نشینی نہیں ہم اس لیے تعلیم حاصل نہیں کرتے کہ بنگلہ اور کوٹھی میں مقیم ہو کر مانگی ہوئی کرسی پر مطمئن ہو جائیں بلکہ ہمارا دل خدا کا گھر اور ہمارا منتہا وصالِ حق ہے ؎

خدا کا گھر نہ رکھا دل کو بنگلوں میں مکیں ہو کر
بھلا یا عرش کو اس قوم نے کرسی نشیں ہو کر

بھائیو! آؤ مدنی آقا کی محبت سے سرشار ہو کر وہ ایمان پیدا کریں جس کی بجلیاں باطل کی بنیادوں میں کپکپی پیدا کر دیں۔ ذوقِ یقین اعضا کو مستعد ارادوں کو بلند اور حوصلوں کو کوہ شکن بنا دے۔ ہمارے بوڑھے جبرئیل کے ایمان نے ہندوستان کے مستقبل کو حیرت انگیز چمک دی ہے اس نے دنیا بھر کی گالیاں سن کر اپنوں اور بیگانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آنے والی نسل کے لیے وہ شاہراہ پیدا کر دی ہے جس پر چل کر منزل تک پہنچنا اب ہمارا کام ہے۔

دوستو! اس منزل تک پہنچنے کے لیے ایمان اور یقین پیدا کرو!

Marfat.com

ایمان کیا ہے یہ ایک نسبتی اور اضافی چیز ہے۔ ایمان کی ابتدا اور انتہا نہیں ایمان ازلی اور ابدی خاصیت ہے۔ ایمان ایک بحر بیکراں اور پہنائے بے پایاں ہے اس منزل کے مسافر کے لیے آسمان کی رفعت اور سمندر کی وسعت کچھ شئے نہیں، بڑے سے بڑا عزم اور بلند سے بلند حوصلہ جو مردِ مومن اپنے لیے تجویز کرتا ہے اسلام کے محکمہ قضا و قدر کے سمندر میں ایک تل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مردِ مومن کے سامنے پہاڑ پانی کی طرح بہہ جاتے ہیں۔ سمندر اُچھل کر خشک ہو جاتے ہیں، گھاٹیاں اور خندقیں لاشوں سے پاٹ دی جاتی ہیں، ہاتھیوں کی قطاریں گاجر مولی کی طرح کٹ جاتی ہیں بظاہر بیکس اور بے بس انسان اس خطرناک ہتھیار (ایمان) سے مسلح ہو کر خدا کی خدائی اور زمین و آسمان کی ملکوت کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے اور پھر حیران ہوتا ہے کہ ابھی اور بلندیاں باقی ہیں۔

جماعتی قوت! اے میرے رفیقانِ کار! میں مانتا ہوں مسلمان طالب علم اس وقت تک جماعتی قوت سے ناآشنا رہا خود مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن اپنوں اور بیگانوں کی جفاکاریوں کی وجہ سے ایک قوت کی حیثیت میں کچھ نہ کر سکی لیکن اس غالب خدا نے اپنی غائبانہ مدد سے میری کمزور آواز کو قوت دی میرے بہادر اور نشۂ عشق سے سرشار ساتھیوں نے دن رات ایک کر کے اپنا آرام برباد کر کے دیوانوں کی طرح بے چین رہ کر مجھے رسوائی سے بچا لیا اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت پنجاب کے مسلم طلبا میں ایک مقناطیسی روح کام کر رہی ہے۔ میں اس سال تعلیمی دور کے آخری کنارے پر ہوں میرے اکثر پُرجوش ساتھی جنھیں میں محبت سے دیوانے کہہ کر خوش ہوتا ہوں۔ تعلیمی دور ختم کر رہے ہیں لیکن جاتے ہوئے ہماری خواہش ہے کہ مسلمان

Marfat.com

طلبہ اور مسلمان طالبات کے لیے ایک نیا ولولہ، نیا ذوق یقین، نیا ایمان ہاں اس دورِ ظلمت میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا از سرِ نو غلام بنانیکے لیے وقت کے لحاظ سے پرانا لیکن عمل کے لحاظ سے نیا اسلام پیدا کردیں، ہماری عقابی روح منزل کی بلندیوں تک خود بھی پہنچے اور ہماری جگہ لینے والے بھائیوں کے لیے بھی راستہ صاف ہو جائے ؎

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں

بھائیو اور بہنو! تمہارے سامنے ایک وسیع اور فراخ نصب العین ہے اس کی منزل حدِّ افق سے ہزاروں میل دور ہے، اُٹھو اور خوشی خوشی نیا سامان سفر باندھ کر چلو جب تک مسافر میں ذوقِ عمل نہ رہے منزلیں کب طے ہو سکتی ہیں، پہاڑ کب پانی کی طرح بہہ سکتے ہیں، ایمان کا نور دلوں میں جلا اور حوصلوں میں تہوّر کب پیدا کر سکتا ہے شجاع اور غیور مومن کا شیوۂ عاشقی یہ ہے کہ عشق کی منزل کا سراغ نہ ملے اور وصل کی تڑپ بدستور باقی رہے، وہ منزل کی تڑپ میں تڑپ تڑپ کر مرے اور اس کے رقصِ بسمل کا تماشا دیکھنے کے لیے ایک جہان انگیز اجتماع سامنے ہو۔ عشق کے مجمر کے دہکتے ہوئے انگاروں کی سوزیں پروانوں کے پَر جلیں، دل اچھل اچھل کر حلق کو آئیں کشتگانِ محبت کی قطاریں بکھری ہوئی ہوں لیکن مومنِ حق کی زبان سے آہ بھی نکلے تو صرف یہ لا الٰہ الّا اللہ! وہ اگر مرے تو ایک پوری قوم کو زندہ کر کے مرے اس کی موت کے اندر حیات کا کھلا راز موجود ہو!

غربت :۔ میں جانتا ہوں تم مسلمان طالب علم غریب ہو، تمہارے اُمرا اور بزرگ اس طرح تمہاری حوصلہ افزائی نہیں کرتے جیسے برادران وطن کر رہے ہیں، یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہاری مشکلات بہت بڑی ہیں،

Marfat.com

لیکن مجھے یقین ہے کہ تمہارا عزم کامل ابھی تک کمزور نہیں ہوا۔ تم میں مدنی آقاؐ کی غلامی نے حوصلہ کی شکست پیدا نہیں ہونے دی۔ تمہارا جسم کمزور ہے۔ مگر اس کے رگ و ریشہ میں خدا پر یقین کی فولاد موجود ہے اس میں ایمان کی ریت کے سنگ ریزے موجود ہیں۔ رسول کریمؐ کی محبت کا نیا خون ہے۔ فتح و ظفر کی جلبلاہٹ کی نئی اٹھان ہے۔ آؤ حرکت اور عمل کا نیا دور شروع کر دیں۔ ہماری تمام انگڑائیاں اور لمبی لمبی جمائیاں ہرن ہو جائیں۔ ہم جھٹ اپنے آپ کو ایک نئے اور حیات انگیز ماحول میں دیکھیں۔ نیا آسمان۔ نئی زمین اور پاکستان کا نیا تخیل ہمارے سامنے موجود ہے۔ بدلا ہوا قائداعظم ایک نئے جنون کے ساتھ اپنی زندگی کا پیغام عظیم دے رہا ہے علامہ اقبالؒ کی روح آج خوش ہے کہ جوانوں کو پیروں کا استاد کر ــــ کا سماں پیدا ہو رہا ہے۔ ہمیں اس نئے ماحول میں نیا عزم اور نیا حوصلہ پیدا کرنا ہے نئے ولولے نئی لگن اور اس کی نرالی چمک پیدا کرنی ہے۔ ہم پھر اٹھیں گے اور دنیا کو پھر حیران کر دیں گے، اب وقت آگیا ہے کہ گلستانِ اندلس کی بہار قرطبہ کی سنگین محرابوں پر چلنے والی نہریں، الزہرا کا عظیم الشان محل مراکش کی وادیاں، قاہرہ کے مینار، دجلہ و فرات کی لہریں، گنگا و جمنا کے کنارے بحیرہ روم کی موجیں۔ لال قلعہ کی عظمت، تاج محل کی سطوت، سندھ کے بیابان، مہاراشٹر کے کوہستان اور عرب کے ریگستان زبانِ حال سے از سرِ نو اسلام کی عظمت کی یاد تازہ کر لیں۔

پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن:۔ مجھے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے متعلق بھی کچھ کہنا ہے طالب علموں کی یہ تنظیم اصولی طور پر دورِ حاضر کی اس سیاست سے جو انگریز اور ہندو کے ارتقائی دور کی رہین منت ہے بالکل الگ اور خالص تعلیمی اور اسلامی حدود تک محدود ہے۔

Marfat.com

لیکن ہمارے بزرگوں کے جمود و تعطّل نے ہمیں مجبور کر دیا ہے۔ کہ کانگرس کی ستیہ گرہی غوغا آرائی کے مقابلہ میں ہم اپنے نظام کو مستحکم کریں ہم آزادانہ طور پر آگے بڑھیں، دلفریب ناموں اور نمائشی انقلابی نعروں کے جال سے ملّت اسلامیہ کے نونہالوں کو ان کے نصب العین سے آگاہ کرتے ہوئے بچائیں۔ علامہ اقبالؒ کی تعلیمات کو عام کرتے ہوئے ان نقب لگانے والوں کا پردہ چاک کر دیں جو اس مجدّدِ ملّت کا نام لے کر مسلمان کو بتانِ آذری کا پرستار بنانے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

ایک مرکز:۔ میں یہاں یہ اعلان کر دینا نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں مسلمان طالب علموں کی صرف ایک مرکزی جماعت ہے اور اس کا نام دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن ہے اس کا تعلق آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ساتھ ہے یہی وہ واحد نظام ہے جس کے ساتھ سارے ہندوستان کے مسلم طلبہ وابستہ ہیں۔ اس کے سوا جو طرح بھی ڈالی گئی یا ڈالی جائے گی وہ اعتزال اور تفریق کے سوا کچھ نہیں۔ میں حیران ہوں کہ ایسی راہیں نکالنے والے احباب گاندھی ٹوپی۔ سوشلزم اور آزادی کے اس تخیّل کو چھوڑ کر جو انھیں مادرِ وطن کے چرنوں میں زمین بوس کر رہا تھا کیسے یک لخت اقبالؒ کی تعلیمات کے دلدادہ ہو گئے وہی اقبالؒ جس نے اس دیش بھگتی کے مہاتماؤں کو تار دیو بکھیرا جس نے بڑے بڑے عاموں۔ دھوتیوں اور حریّت کے نمائشی نعروں سے متأثر نہ ہوتے ہوئے لا الٰہ الا اللہ کی ضرب کاری سے طلسمِ باطل کو توڑا۔ میں مسلمان طالب علموں کو آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلمان طالب علموں کا دائرہ عمل صرف یہ ہے کہ وہ تعلیمی حیثیت میں اسلامی کلچر کو خود سمجھیں اور اپنے مستقبل کے لیے قرآن عزیز کو لائحہ عمل قرار دیں۔ پروفیسروں اور تعلیمی اداروں کے افسران کو نصاب تعلیم کے تبدیل کرنے اور باقی تعلیمی ضرورتوں

Marfat.com

کے لیے منظم کام کرنا طلبہ کا کام نہیں، یہ اُن کا اپنا کام ہے۔ طلبہ ان کے پروگرام کو ناقد کر سکتے ہیں، ایسے اساتذہ یقیناً ہمارے لیے کوئی اچھا نمونہ پیش نہیں کر سکتے جو خود ان گتھیوں کو نہ سلجھا سکیں بلکہ ہمارے مشوروں کے محتاج ہوں پھر وہ پروفیسر جو غیر اسلامی کالجوں میں اسلامی نام رکھ کر مسلمانوں کی نمائندگی اور یہ کہہ کر کہ نعوذ باللہ اسلام کے سب سے بڑے علمبردار دورِ حاضر میں گاندھی اور نہرو ہیں۔ نہیں بلکہ گاندھی چودھویں صدی کا پیغمبر ہے انصاب تعلیم میں کیا اسلامی رنگ پیدا کر سکتے ہیں۔

سٹڈی سرکلز:۔ ایک نہایت ضروری چیز ہے لیکن بے جا بانہ لڑکوں اور لڑکیوں کو ان لوگوں کے قائم کردہ نگارخانوں میں سٹڈی سرکل کے نام سے جمع کرنا جہاں قرآنِ عزیز کے قانونِ عصمت اور دستورِ حیا کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا جائے کہ دورِ حاضرہ میں پردہ اور اسلامی قیود زمانۂ تاریک کی یادگار ہیں۔ اشتراکیت کے اصولِ اباحت کو جائز قرار دیتے ہوئے ایسے سٹڈی سرکل درحقیقت علمبرداران اشتراکیت کا وہ حربہ ہیں جس سے سادہ لوح نوجوانوں کے اخلاق و ایمان پر ڈاکہ ڈالا جا سکتا ہے۔

ہمارے پاس ان اُمور کے قطعی دلائل موجود ہیں کہ اشتراکیت نے جہاں بھی قدم جمائے وہاں یہی طریق اختیار کیا گیا کہ محبوب ناموں اور نظر فریب پروگراموں کی آڑ لے کر اپنے زہریلے جراثیم پھیلائے اور جب وہ پلیگ کی صورت اختیار کر گئے تو اس کے بعد ملتِ اسلامیہ کے گلے پر اس کے اپنے فرزندوں کے ہاتھوں چھری چلائی گئی۔ میں تمام غیور مسلمان پروفیسروں، اساتذہ اور طلبہ سے اپیل کروں گا کہ وہ کسی نام سے فریب نہ کھائیں قرآن عزیز اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پروگرام کو سامنے رکھیں، اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔ ان کے نام استعمال کرکے

Marfat.com

اگر مسلمان نوجوانوں کے دین و ایمان کو برباد کیا گیا تو اس کی ذمہ داری بہرحال ان پر ہے۔ مسلمان کی نجات قرآن عزیز سے وابستہ ہے، ضرورت ہے کہ قرآن عزیز کی تعلیم کے سٹڈی سرکل قائم ہوں۔ مسجدوں، اسلامی درسگاہوں اور اسلامی مراکز میں اسلامی تعلیمات کے لیے ادارے قائم کیے جائیں۔ مسلمان کی نجات صرف قرآن عزیز سے وابستہ ہے مسلمان کا حاکم صرف خدا ہے۔ اور اس کا آخری انسانی سہارا آقائے نامدار سرور کونین فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہے ؎

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

مجھے یہ کہنے میں بے انتہا مسرت ہے کہ آج ہم نے ان تمام سنہری زنجیروں کو توڑ دیا ہے ہمارے سامنے ایک روشن مستقبل ہے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ بکھرے ہوئے موتی ایک سلک میں منسلک ہو جائیں ہمیں اپنے مذہب اور اپنی تہذیب کے استحکام کے لیے خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ضرورت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کل جب قوم کے بوڑھے سپاہی میدان سے رخصت ہوں تو ہم گلستانِ ملت کے صحیح پاسبان بن سکیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ علامہ اقبالؒ کی یہ دعا قبول ہو رہی ہے ؎

جوانوں کو مری آہ سحر دے — پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے — مرا نورِ بصیرت عام کر دے

ہمارا شاندار مستقبل:۔ نوجوان طالب علمو! تم قوم کا سرمایہ حیات ہو! اٹھو اب صبر و سکون اور اطمینان کے اس غیر آباد و ویرانے کو چھوڑ دو۔ دل گرم، نگاہ پاک جان بے تاب کے ساتھ ساتھ مشرب ناب تمہارا پروگرام حیات بن جائے، تمہارے لیے نیا آسمان اور نئی زمین منتظر ہے تم اس زمین میں چاند اور سورج بن کر چمکو گے اور ان

Marfat.com

دھیمے دھیمے ستاروں اور لیمپ کی روشنیوں کو جن کا تیل ختم ہو رہا ہے، مات کر دو گے، ہو سکتا ہے کہ لوگ مجھے پرے ہٹا سکیں اور میری اس خواب کو مجذوب کی بڑ قرار دیں لیکن وہ نکتہ چیں اور فریب عقل کے دام افتادہ سُن لیں!

عشق اور جنون کی کتاب میں "ناممکن" کا لفظ نہیں لکھا گیا یہاں کوئی شے مشکل نہیں، کوئی امر محال نہیں، انسانوں نے اپنے جنوں کی لَے میں آسمانوں پر کمند اور ستاروں پر جال ڈالے ہیں۔ مومنِ حق اس کائناتِ جہاں میں صرف خدا سے کمتر مخلوق ہے۔ خلیفۃ اللہ فی الارض ہے اس سے برتر مخلوق اس جہان سعی و عمل میں نظر نہیں آتی مومن کے شایان شان نہیں کہ اس براعظم میں جسے ہندوستان کہتے ہیں، اپنی میراث بھول جائے ؎

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

اب صاحبِ لولاک بننے کی تیاریاں ہیں پاکستان ہماری پہلی منزل ہے قدم اٹھ چکا ہے اس راہ میں لاحزن ولاخوف کا مرکب ہمارا خادم ہے، اب نہ تو مکر و فریب ڈرا سکتے ہیں نہ دھمکیاں پیچھے ہٹا سکتی ہیں، نہ بیوفائیاں اور کج ادائیاں ارادوں کو متزلزل کر سکتی ہیں نہ موت ہمارے اس مقصدِ عظمیٰ کے درمیان حائل ہو سکتی ہے، ہمارے تمام ذاتی مقاصد اس بلند مقصد کے سامنے ہیچ ہیں۔ اگر ہم میں سے ایک کے بعد دوسرے کو موت شکار کرتی ہے تو ہماری زبان سے جو آخری الفاظ نکلیں گے وہ یہ ہوں گے:۔

"اے زندہ رہنے والے دوستو! آگے بڑھو! خدائے لایزال تمہاری کوششوں میں برکت دے اور تمہارے ہاتھ پر فتح ہو" مجھے یقین ہے کہ

Marfat.com

صوبہ پنجاب کے طلبہ اور طالبات اسلام کی اس تقدیر کے زندہ نشان بنکر رہیں گے کہ "صاحب لولاک" بننے کے لیے جب بھی وہ میدان عمل میں اتریں گے تو قرآن عزیز کا جہانِ نو بناتے ہوئے جاں بحق ہوں گے، صدہا جان دیں گے۔ تو ان کی جگہ ہزاروں کھڑے ہوتے جائیں گے، قانونِ حق کے استحکام کے جذبات کبھی نہ مریں گے اور آزادیٔ اسلام کی امنگیں کبھی نہ ٹھنڈی ہوں گی

اے پاک روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تیرے لائے ہوئے اٹل اور غیر فانی قانون کے عشق میں ہم جان دیں گے۔ تو مرتے وقت بھی یہی الفاظ زبان پر جاری رہیں گے۔

لك حبّی وفؤادی لك حیاتی ووجودی
لك دمی ونفسی لك عقلی ولسانی
لك قلبی وجنانی فانت الحیاۃ ولاحیات الّا بك

"میری محبت اور میرا دل تیرے لیے ہے۔ میری زندگی اور میرا وجود تیرے لیے ہے میرا خون اور میری جان تیرے لیے ہے۔ بس تو ہی میری زندگی ہے اور اے نشانِ محبوب! تیرے بغیر میری زندگی کچھ نہیں ہے!!

میں طول کلامی کی معافی چاہتا ہوں۔ ع لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم! قائداعظم اور جملہ محترم مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ؎

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہِ مسلمان کو تلوار کر دے

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

Marfat.com

فرمودات قائداعظمؒ

مسلم یونیورسٹی

۶ مارچ ۱۹۴۸ء کو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں خطاب فرماتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:۔

"دو سال ہوئے میں نے شملہ میں کہا کہ ہندوستان کے لیے پارلیمانی جمہوری نظام حکومت غیر موزوں ہے۔ اس پر کانگریسی اخبارات نے میرے خلاف طعن و تشنیع سے کام لیا اور مجھے بتایا کہ "تم اسلام کو نقصان پہنچانے کے مجرم ہو کیونکہ وہ جمہوریت کی تلقین کرتا ہے"۔ مگر جہاں تک مجھے اسلام کا علم ہے وہ ایسی جمہوریت کی وکالت نہیں کرتا جو غیر مسلم اکثریت کو مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا اختیار دے۔ ہم کوئی ایسا نظامِ حکومت قبول نہیں کر سکتے جس کی رو سے ایک غیر مسلم اکثریت محض تعداد کی بنا پر ہم مسلمانوں پر حکومت کرے اور ہمیں اپنا فرمانبردار بنالے"۔

سٹوڈنٹس یونین دہلی

قائداعظمؒ نومبر ۱۹۴۷ء میں عربک کالج سٹوڈنٹس یونین دہلی میں خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"حضرات! مسلمانوں کو اپنا آلہ کار بنانے کے لیے کانگریسی لیڈر اخبارات میں اکثر اوقات بیانات شائع کرتے ہیں۔ مگر ان سے ان کو کوئی مدد نہ ملے گی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مسٹر جناح کو یا مسلم لیگ کے کسی ادنیٰ مرد شخص کو حکومتِ ہند کا وزیراعظم بنانے کے لیے تیار ہیں۔ مسلمان چاہیں تو تمام اختیارات پر قابض ہو جائیں۔ ہمیں ان کی خواہش نہیں۔ ہم برطانوی

Marfat.com

حکومت کی بجائے مسلم حکومت قبول کرنے کو تیار ہیں"۔

حضرات! آپ ہی بتائیے کہ اس بیان پر کوئی ہوشمند آدمی جس کے دماغ میں عقل و تمیز کا شمہ بھی ہو یقین کر سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، مسلمان بالغ ہو گیے ہیں، سیانے ہو گیے ہیں۔ ان میں آج سے تین برس پہلے کی بہ نسبت فرق آ گیا ہے۔ کامل فرق، بنیادی فرق، زمین و آسمان کا فرق اور مجھے یقین ہے ایسا ہی یقین جیسا اس وقت اپنے زندہ ہونے کا آج سے پانچ برس بعد یہ فرق اور بھی بڑھ جائے گا"۔

کانپور کا اجلاس

مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کانپور کے اجلاس ۳۰ مارچ ۱۹۴۱ء کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :-

"کانگریس نوجوانان اسلام کو ایک مدت تک یہ کہہ کر دھوکہ دیتی رہی ہے کہ وہ ایک قومی انجمن ہے اور ملک کی آزادی کے لیے لڑ رہی ہے۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ کانگریس ایک قومی ادارہ نہیں ہے۔ وہ ایک فاسسٹی مجلس عظمیٰ (فاسسٹ گرینڈ کونسل) ہے اور ایک ایسے آمر کے دست قدرت میں ہے جو چار آنے چندہ دینے والا رکن بھی نہیں۔ اب مسلم لیگ نے کانگریس کی فریب کاریوں کا راز افشا کر دیا ہے۔ جب سے مسٹر گاندھی کانگریس میں آئے ہیں ان میں روحانیت کا ایک ایسا عنصر شامل ہو گیا ہے جو حال بد پیدا کر رہا ہے۔ مسٹر گاندھی کی آمریت نے یہ حقیقت کھول کر رکھ دی ہے کہ کانگریس محض اور فقط ہندوؤں کا ایک فرقہ وارانہ ادارہ ہے مگر مسٹر گاندھی ہٹ دھرمی سے اس امر پر اصرار کیے جاتے ہیں کہ کانگریس سارے ہندوستان کی زبان ہے نہ کہ وہ صرف ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے اور پھر ان میں سے بھی سب کی نمائندگی نہیں کرتی"۔

Marfat.com

مسلم یونیورسٹی

مسلم یونیورسٹی یونین کے اجلاس ۵ فروری ۱۹۳۸ء میں ایک ایمان پرور اور حیات آور پیغام دیتے ہوئے فرمایا:-

"لیگ نے مسلمانوں کو ان کے رجعت پسند عناصر سے رہائی دلوائی ہے اور ایسی رائے کی تخلیق کر دی ہے۔ کہ وہ لوگ جو خود غرضی سے اپنے ذاتی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے تھے قومی غدار ہیں لیگ نے آپ کو مولویوں اور ملاؤں کے ناکارہ عناصر سے بھی رہا کر دیا ہے میں مولوی کی جانب من حیث الجماعت اشارہ نہیں کر رہا ان میں بعض مخلص ہیں اور محبان وطن مگر ان کا ایک طبقہ برا ہے۔ میں نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ برطانوی حکومت، کانگریس، رجعت پسند مسلمان اور مولوی و ملا ان چاروں سے رہائی پانے کے بعد اب آپ فرقہ اناث کو قید و بند سے چھڑائیں۔ یہ قطعاً ضروری ہے اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ ہم اہل مغرب کی نقالی کریں اور بیہودگیاں اور خرابیاں اختیار کریں ہرگز نہیں۔ میرا مقصد ہے کہ ہماری مستورات ہماری زندگی میں نہ صرف معاشرتی بلکہ سیاسی لحاظ سے بھی حصہ لیں"۔

آگے چل کر:-

"مجھے یقین ہے اور آپ میری تائید کریں گے کہ کانگریس کی حکمت عملی مسلمانوں میں تقسیم و تفریق پیدا کرنا ہے۔ یہ وہی پرانی برطانوی تدبیر و ترکیب ہے۔ کانگریس والے اپنے آقاؤں کے نقش قدم پر چلتے ہیں میری اس بات کو دل میں جگہ دیجئے کہ اگر آپ مسلمانوں کے مابین کامل اتحاد پیدا نہ کریں گے جیسا ہے اس کی قیمت کتنی بھی اور کیسی ہی کیوں نہ دینی پڑے تو مسلمان تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ ہمیں اپنا بگڑا ہوا گھر بنانا چاہیئے۔ اگر

Marfat.com

آپ کارکنان لیگ کی مدد کریں تو ہم یہ بگڑی خاطر خواہ طور پر بنا سکیں گے۔"

وفاق مسلم طلبا پنجاب

۲ مارچ ۱۹۴۱ء "وفاق مسلم طلبا پنجاب" کے سامنے "قرارداد لاہور" (پاکستان) کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

"میں کوئی مولوی ہوں نہ مولانا، اور نہ مجھے یہ ادعا ہے کہ میں خلافیات کا فاضل اجل ہوں، لیکن مجھے اپنے عقائد کا تھوڑا بہت علم ضرور ہے اور میں اپنے عقیدے میں راسخ الاعتقاد ضرور ہوں، خدا کے لیے یہ بتا دو کہ قرارداد لاہور کو اسلام دشمنی سے کیا تعلق ہے؟ کیوں آخر یہ اسلام کے منافی ہے۔"

مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

۸ نومبر ۱۹۴۱ء مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں تقریر ارشاد فرمائی اور بتایا کہ ہندو لیڈر تصور پاکستان کے خلاف کیا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں:۔

خواتین و حضرات! ہندو لیڈر کیا کہتے ہیں؟ میں ایک سابقہ کانگریسی وزیر یعنی مسٹر منشی کی ایک تقریر سے صرف ایک اقتباس پیش کرتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ "ہندو پاکستان کے ماتحت ریاست ایک ملکی حکومت نہ ہوگی، اور جو ایک ایسی مجلس قانون ساز کے سامنے جواب دہ ہوگی جس میں تمام فرقوں کے نمائندے موجود ہوں بلکہ ایک دینی حکومت ہوگی جس نے ایک خاص مذہب کے احکام کے مطابق حکومت کرنے کا عہد کیا ہوگا اور اس طرح ان تمام لوگوں کو جو اس دین کے معتقد نہ ہوں حکومت میں حصہ نہ ملے گا۔ چنانچہ مسلمانوں کی دینی حکومت کے ماتحت ایک کروڑ تیرہ لاکھ

Marfat.com

ہندوؤں اور سکھوں کو اقلیت کی حیثیت حاصل ہوگی۔ پنجاب میں ان ہندوؤں اور سکھوں کو مسلمانوں کے رحم و کرم پر رہنا ہوگا اور پھر سارے ہندوستان میں یہ ایک کروڑ تیرہ لاکھ انسان اجنبی قرار پائیں گے۔"

خواتین و حضرات! آپ ہی بتائیے کہ یہ بیان ہندوؤں اور سکھوں کو برانگیختہ نہیں کرسکتا؟ ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ یہ ایک دینی ریاست ہوگی (مراد تھیاکریسی) جس میں آپ کو کوئی اختیار حکومت حاصل نہ ہوگا۔ مسٹر منشی غالباً یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں غیر مسلموں سے اچھوتوں جیسا سلوک کیا جائیگا ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اچھوت پن کو صرف انکے مذہب اور ان کے فلسفہ میں دخل ہے۔ مسلمانوں کے ہاں یہ بات نہیں اسلام ان غیر مسلموں کے حق میں جو اس کی حفاظت میں رہتے ہوں علمبردار ہے انصاف کا، مساوات کا اور راستبازی اور بے تعصبی کا، بلکہ فیاضی کا بھی! یہ لوگ ہمارے بھائی ہوں گے اور ریاست کے شہری سمجھے جائیں گے۔" (نعرہ تحسین) (از ارشادات جناح صفحہ ۱۷۳)

پنجاب پراونشل مسلم لیگ

قائداعظمؒ کی اس تقریر کا ایک اقتباس جو آپ نے پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے اجلاس ۱۸ نومبر ۱۹۴۲ء کو لائل پور میں ارشاد فرمائی:۔

"حضرات! میں بہت خوش ہوں کہ اب پنجاب کے تمام مسلمان مسلم لیگ کے معین و مددگار ہیں مجھے اہل دیہات کی غربت اور افلاس دیکھ کر بہت رنج ہوتا ہے۔ میں نے دوران سفر میں جب ریلوے سٹیشنوں پر پنجاب کے دیہاتی مسلمانوں کے گروہ دیکھے تو مجھے ان کی غربت نے بے حد مشوش کیا۔ میرے خیال میں حکومت پاکستان کا سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ ان لوگوں کا معیارِ زندگی بلند کرے اور ان کو لطفِ حیات سے شادکام ہونے کے لیے سامان بہم پہنچائے۔"

(از ارشادات جناح صفحہ ۱۸۰)

Marfat.com

دہلی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن

قائداعظمؒ کی اس تقریر کا ایک اقتباس جو آپ نے بمقام دہلی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی پہلی کانفرنس کی رسم افتتاح کے موقع پر نومبر ۱۹۴۰ء کو ارشاد فرمائی :-

"امر واقعہ یہ ہے کہ کانگریس ہندوستان کی حکومت تو چاہتی ہے مگر برطانوی تلواروں کے زیر سایہ کانگریسی حاکمانہ اختیار کی طلب گار ہے مگر دوسرے فرقوں پر جبر کرنے کے لیے۔ آج کل کانگریس خود برطانوی حکومت کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ اپنے اختیارات اس کے حوالے کر دے۔ کانگریس طرح طرح کے حیلوں سے حکومت کو خوف زدہ کرنا چاہتی ہے اور اس طریق سے مطلب براری کے درپے ہے۔ حکومت اس دھوکہ سے آگاہ ہے۔ ہم بھی باخبر ہیں مگر حکومت کو یہ حوصلہ نہیں کہ مسلمانوں کو کانگریس یا ہندوؤں کے رحم پر چھوڑ دے اگر وہ ایسا کرے گی تو بری طرح پچھتاے گی۔" (از ارشادات جناح صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۳)

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل

قائداعظمؒ کی وہ تقریر جو آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ایک اجلاس میں ۲۵ فروری ۱۹۴۱ء کو ارشاد فرمائی۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے :-

"ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد کے لیے مسٹر گاندھی نے جو کوششیں ۱۹۲۵ء سے اس وقت تک کی ہیں ان کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ کبھی تو ان کو روشنی نظر آتی ہے اور کبھی اندھیرا چھا جاتا ہے مگر مسئلہ کی اصلیت کبھی دکھائی نہیں دیتی وہ کہتے ہیں کہ اتحاد مابین ہندو مسلم کے

Marfat.com

لیے لیگ کو لازم ہے کہ ہندو مہاسبھا کے ساتھ مذاکرات کرے۔ میں پوچھتا ہوں کہ پھر کانگریس کس کی نمائندہ جماعت ہے؟

کیا مسلمانوں کی بھی؟ میں کانگریس اور مسٹر گاندھی کو کہوں گا کہ وہ اس امر کا کامل احساس کرلیں کہ مسلمان ایک اقلیت نہیں ہیں بلکہ ایک ممیز قوم اس کے خلاف کانگریس جو کہتی ہے غلط ہے۔ ایک فریب ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو مطیع بنانا ہے تاکہ وہ اپنے حقوق سے دست بردار ہو جائیں مگر ہماری منزل مقصود کچھ اور ہے جس کی نسبت کانگریس کہتی ہے کہ ہم ابھی تک اسے نہیں سمجھے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اب بھی نہیں سمجھے میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اب بھی نہیں سمجھے تو قیامت تک نہیں سمجھیں گے۔"

(ارشادات جناح صفحہ ۸۶ و ۸۷)

سٹوڈنٹس یونین مسلم یونیورسٹی

قائداعظمؒ کی تقریر کا ایک اقتباس جو آپ نے سٹوڈنٹس یونین مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اجلاس میں ۲ر نومبر ۱۹۴۲ء کو ارشاد فرمائی:۔

"میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ مسلم لیگ غیر معمولی ترقی کرکے ایک وسیع ادارہ ہوگئی ہے۔ اب ایک یا دو اشخاص کی مالی امداد سے کام نہیں چل سکتا اسی وجہ سے میں نے یہ اپیل کی تھی، خدا کے فضل سے اس کا ہر جماعت میں خیر مقدم ہوا۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ دو آنے چار آنے تک کے منی آرڈر وصول ہوئے ہیں۔ غریب مسلمان بڑے خلوص سے اپنے ذرا ذرا سے عطیے بھیج رہے ہیں اور پُر درد خطوط لکھ رہے ہیں اگر آپ یہ خطوط دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ جذبۂ ایثار کی کتنی تیز آگ ان کے سینوں میں بھڑک رہی ہے وہ لکھتے ہیں کہ ہم غریب ہیں روپیہ نہیں دے سکتے مگر اپنی جانیں دے دیں گے اور اس کے لیے وہ بالکل تیار ہیں۔ دولتمندوں

Marfat.com

سے لاکھوں سے کہیں زیادہ ایسی چھوٹی چھوٹی رقموں نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔" (از ارشادات جناح صفحہ ۱۲۰)

اجلاس عام پشاور

قائداعظمؒ کی وہ تقریر جو آپ نے ۱۲ نومبر ۱۹۴۵ء کو اجلاس عام پشاور میں ارشاد فرمائی اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:-

ہمارا کوئی دوست نہیں ہے۔ ہمیں نہ انگریز پر بھروسہ ہے نہ ہندو بنئے پر ہم دونوں کے خلاف جنگ کریں گے خواہ وہ آپس میں متحد کیوں نہ ہو جائیں۔" (از ارشادات جناح صفحہ ۲۲۶)

ڈان

قائداعظمؒ نے ۲۶ ۱/۴۸ کے "ڈان" میں فرمایا:-

"میں تو یہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ لوگوں کو اس استفسار کی ضرورت کیوں پڑ رہی ہے کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہوگا یا نہیں۔ .. .. .. اسلامی اصول تو ایسے ہیں جن کی نظیر دنیا میں کوئی بھی پیش نہیں کر سکتا۔ یہ اصول آج بھی اسی طرح کارآمد ہیں جس طرح آج سے تیرہ سو سال پیشتر تھے۔"

اسلامیہ کالج پشاور

قائداعظمؒ نے یہ تقریر ۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں ارشاد فرمائی اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:-

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک قطعہ ارض حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔" (بحوالہ "ڈان" ۱۴ جنوری ۱۹۴۸ء)

Marfat.com

حیدرآباد دکن

قائداعظمؒ نے ۱۱ر جولائی ۱۹۴۶ء کو حیدرآباد دکن کے ایک اجتماع سے خطاب کیا اس کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:-

"اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر شیوۂ صبر و رضا پر کاربند رہیں اور اس ارشادِ خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں تو ہمیں دنیا کی کوئی ایک طاقت یا کئی طاقتوں کا مجموعہ بھی مغلوب نہیں کر سکتا۔"

پیغامِ عید

وہ پیغام عید جو قائداعظمؒ نے ۱۸ر اگست ۱۹۴۷ء کو دیا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:-

ہمارے وہ بھائی جو ہندوستان میں اقلیت ہیں اطمینان رکھیں کہ ہم نہ ان کو فراموش کر سکتے ہیں نہ ان کی طرف سے لاپرواہ ہو سکتے ہیں ہماری دلی ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں۔ ان کی اعانت اور بہتری کے لیے ہم بڑی سے بڑی کوشش کو بھی زیادہ نہیں سمجھیں گے کیوں کہ مجھے اس کا احساس ہے کہ اس برِصغیر میں مسلم اقلیتی صوبے ہی تھے جنھوں نے ہمارے محبوب نصب العین پاکستان کے لیے سب سے پہلے پیشقدمی کی اور اس کے لیے جھنڈے کو سربلند کیا۔"

شاہی دربار بلوچستان میں تقریر

قائداعظمؒ کی وہ تقریر جو آپ نے ۱۴ر فروری ۱۹۴۸ء کو شاہی دربار بلوچستان میں ارشاد فرمائی اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:-

Marfat.com

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اُس اُسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام نے ہمارے لیے بنایا ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصوّرات اور اُصولوں پر رکھیں۔"

ویکا ٹیکسٹائل مل کے افتتاح کے موقع پر

قائداعظمؒ نے ۲۶ ستمبر ۱۹۴۷ء کو افتتاح کے موقع پر جو فرمایا اس کا اقتباس ملاحظہ ہو:-

"مجھے اُمید ہے کہ آپ نے اپنے کارخانہ کا پلان تیار کرتے وقت کاریگروں کے لیے مناسب رہائشی مکانات اور دوسری آسائشوں کا خاص طور پر اہتمام کیا ہوگا کیونکہ کوئی صنعت اُس وقت تک حقیقتاً فروغ نہیں پا سکتی جب تک اُس کے مزدور مطمئن نہ ہوں۔"

تعلیم

"آپ تعلیم پر پورا دھیان دیں۔ اپنے آپ کو عمل کے لیے تیار کریں۔ یہ آپ کا پہلا فریضہ ہے۔ آپ کی تعلیم کا ایک حصّہ یہ بھی ہے کہ آپ دورِ حاضر کی سیاست کا مطالعہ کریں۔ یہ دیکھیں کہ آپ کے گرد دُنیا میں کیا ہو رہا ہے ہماری قوم کے لیے تعلیم زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ دُنیا اتنی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے کہ اگر آپ نے اپنے آپ کو تعلیم یافتہ نہ بنایا تو نہ صرف یہ کہ آپ پیچھے رہ جائیں گے۔ بلکہ بالکل ختم ہو جائیں گے۔

تعلیم کی اشاعت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس مقصد کی خاطر جتنی بھی مصیبتیں جھیلی جائیں کم ہیں۔"

Marfat.com

جاگیردار

"ہمارے عوام میں کروڑوں افراد ایسے ہیں جنھیں پیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا کیا تہذیب یہی ہے؟ کیا پاکستان کا مطلب یہی ہے؟ آپ کو معلوم ہے کہ کروڑوں انسانوں کو اس طرح سے لوٹ کھسوٹ کا شکار بنایا گیا ہے کہ انھیں ایک وقت کا کھانا تک میسّر نہیں آتا۔ اگر زمیندار اور جاگیردار عقلمند ہیں تو انھیں اپنے آپ کو بدلے ہوئے حالات کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو خدا اُن کے حال پر رحم کرے۔ بہرحال ہم ان کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔"

ذخیرہ اندوز

"میں اُن لوگوں سے مخاطب ہوں جنھوں نے عوام کے مفاد سے لاپرواہ ہوکر ذخیرہ بازی اور منافع خوری سے ہاتھ رنگے ہیں۔ میں ان سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنا یہ غیر فطری پیشہ فوراً ترک کردیں۔ پاکستان میں ذخیرہ بازوں اور منافع خوروں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ وہ قوم کے جسم کو مہلک مرض بن کر کھاتے چلے جارہے ہیں۔ ان کو نیست و نابود کردیا جائے گا۔ حکومت کا مقصد یہ ہے کہ مملکت کو فائدہ پہنچائے۔"

اسلامیہ کالج لاہور

اسلامیہ کالج لاہور کے میدان میں ۱۹۴۱ء کو "مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان کانفرنس" کے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا

"ہندو قوم کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ مغربی جمہوریت کے اصولوں کی بنا پر مرکز میں اکثریت حاصل کرکے مسلمان قوم کے لیے قانون مرتب

Marfat.com

کرے، پاکستان کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ مسلسل جدّوجہد کرو اور اس کے لیے دن رات کام کرو اس وقت تک آرام نہ کرو، جب تک پاکستان قائم نہیں ہو جاتا اور اگر ضرورت پڑے تو پاکستان کے لیے جان دے دو۔"

جناب عبدالحمید مرزا ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی پرنسپل ایم۔سی کالج پٹّو کی جو اُس وقت طلبا کی جمعیّت کے صُوبہ پنجاب کے صدر تھے۔ اُنھوں نے اپنے صدارتی خطبہ میں جو نوجوانانِ کالج کی طرف سے قائداعظمؒ کی خدمت میں عرض کیا تھا:۔

"آج ہم نے غلامی کی زنجیروں کو توڑ دیا ہے۔ ہمارے سامنے ایک روشن مستقبل ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ بکھرے ہوئے موتی ایک سلک میں منسلک ہو جائیں اور کل جب قوم کے بوڑھے سپاہی میدان سے رخصت ہوں تو ہم گلستانِ ملّت کے صحیح پاسبان بن سکیں تاکہ علّامہ اقبالؒ کی یہ دُعا قبول ہو جائے ؎

جوانوں کو مری آہ سحر دے
پھر ان شاہین بچّوں کو بال و پر دے
خُدایا آرزُو میری یہی ہے
مرا نُورِ بصیرت عام کر دے

اجلاس اُردو پارک دہلی

حضرت قائداعظمؒ ۲۴ مارچ ۱۹۴۲ء میں اُردو پارک دہلی منعقدہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے حقیقت افروز واقعات سامنے لاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

"یہ امر واقعہ ہے کہ آج کل کانگریس کے مسلمان گماشتوں اور حکومت کے مسلمان ایجنٹوں کے ہاتھوں مسلم لیگ میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ لوگ کانگریس کے غلام ہیں اور برطانوی شہنشاہیت کے مددگار۔ ان کو کسی نہ کسی طرح ہندو اخبارات میں اپنے فریب کارانہ خیالات کے اظہار اور پراپیگنڈہ کا موقع مل جاتا ہے۔ میں ایسے مسلمان کو مسلمان نہیں سمجھتا جو دشمن سے جا ملے اور ہماری پیٹھ پر خنجر مارے۔ میری رائے میں مسلمانوں اور مسلم لیگ میں اختلاف پیدا کرنے اور تفرقہ ڈالنے کی کوشش نہ صرف بیکار ہے۔ بلکہ ایک بیہودہ کھیل کے برابر ہے۔ کیونکہ آپ حضرات نے دنیا کو یہ ثبوت دے دیا ہے، کہ مسلم لیگ اور محض مسلم لیگ سارے مسلمانوں کی نمائندگی کی مجاز ہے۔

حضرات! ہمارے دشمنوں کے مخالفانہ پراپیگنڈا نے ہمارے خلاف یہ تہمت تراشی ہے کہ ہم مسلمان برطانوی شہنشاہیت کے مؤید ہیں۔ یہ سخت جھوٹ ہے۔ یہ ہماری توہین ہے ہمیں ملزم ٹھہرانے والے لوگ اپنے جھوٹ سے خود ہی بخوبی واقف ہیں۔ میں نے اپنی ساری زندگی میں اس خیال کو دل میں جگہ نہیں دی کہ ہم اس ملک کے اندر کسی غیر ملوکیت کے فرمانبردار رہیں۔"

مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس کراچی

سنہ ۱۹۴۳ء میں کراچی مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے اسلام شناس علامہ اقبالؒ کے اس منتخب کردہ "قائداعظمؒ" نے جنھیں صالح قیادت دین سے بے بہرہ کہتی رہی فرمایا:۔

"وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان

Marfat.com

جسدِ واحد کی طرح ہیں۔ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے۔ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس اُمت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ بندھن۔ وہ رشتہ۔ وہ چٹان۔ وہ لنگر خدا کی کتاب عظیم قرآن کریم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے۔ ہم میں زیادہ سے زیادہ وحدت پیدا ہوتی جائے گی۔ ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب، ایک امت"

تصورِ پاکستان سے مُراد

۸ مارچ ۱۹۴۷ء مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں جب آپ سے سوال کیا گیا کہ تصورِ پاکستان سے کیا مراد ہے تو آپ نے جو ارشاد فرمایا وہ تحریک پاکستان کے مخالف مولویوں کے منہ پر اسلام شناس قائداعظم کی ایک چپت ہے جسے تاریخ اپنے اوراق کے اندر محفوظ رکھے گی۔ فرماتے ہیں:۔

"پاکستان اُس دن وجود میں آگیا تھا جب ہندوستان میں پہلا غیر مسلم مسلمان ہوا تھا۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی"

قائداعظم کا انداز یہ تھا کہ وہ بات بڑی مختصر کرتے تھے لیکن وہ ہوتی تھی بڑی جامع۔ صاف۔ سیدھی۔ دوٹوک۔ اس میں نہ کوئی پیچ و خم ہوتا تھا نہ ابہام یا الجھاؤ۔ انھوں نے مذکورۂ بالا سوالات کا جواب ایک فقرہ میں دے دیا، اور وہ فقرہ ایسا ہے کہ جوں جوں اس پر غور کیجئے نگہ بصیرت وجد میں آجاتی ہے۔ اس سے نہ صرف مطالبہ پاکستان کی بنیاد اور وجہ جواز ہی سامنے آجاتی ہے بلکہ خود اسلام کا ایک بنیادی اصول بھی اس طرح اُجاگر ہو جاتا ہے کہ اس سے بہت سے سیاسی

Marfat.com

عقدے حل ہو جاتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ "مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمۂ توحید ہے وطن نہیں اور نہ ہی نسل"۔ ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا وہ ایک جداگانہ قوم کا فرد ہو گیا۔ ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آ گئی۔

"آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبہ کا جذبہ محرکہ کیا تھا؟ مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ جواز کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟ اس کی وجہ نہ ہندو کی تنگ نظری نہ انگریز کی چال۔ یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔

نظریہ قومیت:۔ غور فرمایا آپ نے قائداعظمؒ نے اس سیدھے سادھے اور مختصر سے جملے میں کتنی بڑی حقیقت کو بے نقاب کر دیا! آج اگر ہندوستان میں کوئی ہندو عیسائی ہو جائے تو اس کے مذہبی عقیدہ میں تبدیلی آ جاتی ہے اس کی سیاسی زندگی میں اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وہ جس طرح پہلے ہندوستانی قوم کا فرد تھا، اسی طرح اس تبدیلیٔ مذہب کے بعد بھی، اسی قوم کا فرد رہے گا۔ یا مثلاً انگلستان میں یہودیت کے پیرو بھی بستے ہیں اور عیسائی بھی اگر کوئی یہودی اپنا مذہب چھوڑ کر عیسائی ہو جاتا ہے۔ تو اس سے اس کی قومیت (NATIONAHITY) پر کوئی اثر نہیں پڑتا وہ بدستور انگلستانی رہتا ہے لیکن اسلام کی کیفیت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس میں جہاں کوئی شخص اسلام لاتا ہے وہ ایک جداگانہ قوم (اُمتِ مسلمہ) کا فرد بن جاتا ہے۔ اس سے صرف اسی کا مذہب ہی نہیں بدلتا اس کی قومیت بھی بدل جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر اسلام میں، قومیت کا مدار، نسل، رنگ، زبان یا وطن کا اشتراک نہیں۔ اس کا مدار، دین کا اشتراک ہے۔ جو لوگ دین میں مشترک (مسلمان)

Marfat.com

ہیں وہ دُنیا کے کسی خطّے میں بستے ہوں۔ کسی نسل سے متعلق ہوں کوئی زبان بولتے ہوں۔ وہ سب ایک قوم کے افراد ہیں۔ اس کے برعکس اگر وہ ایک ہی ملک میں بستے ہوں اور ایک ہی نسل کیا، بلکہ ایک ہی خاندان سے بھی متعلق کیوں نہ ہوں، اگر وہ دین میں مشترک نہیں۔ (دونوں مسلمان نہیں) تو وہ الگ الگ قوموں کے افراد ہیں۔ فارس کا سلمانؓ۔ رُوم کا صہیبؓ۔ حبشہ کا بلالؓ اور عرب کے عمرؓ۔ نسل۔ رنگ۔ زبان۔ وطن کے اختلاف کے باوجود محض دین کے اشتراک کی بنیاد پر ایک قوم کے افراد تھے، لیکن محمدالرّسول اللہؐ اور حضورؐ کا حقیقی چچا ابولہب۔ دو الگ الگ قومیتیں رکھتے تھے۔ یہی وہ اسلام کا اصل الاصول تھا جسے علّامہ اقبالؒ نے بہت پہلے ان الفاظ میں بیان کیا تھا کہ ؎

اپنی ملّت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری
دامنِ دین ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملّت بھی گئی

قائداعظم کا پاکستان

۲۵ دسمبر ۱۹۴۶ء کو دا می ایم۔ سی۔ اے ہال میں جناب علّامہ پرویز کی تقریر کا اقتباس

ایڈورڈس کالج پشاور

۱۷ نومبر ۱۹۴۵ء ایڈورڈس کالج پشاور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

Marfat.com

"ہم دونوں قوموں میں صرف "مذہب" کا فرق نہیں۔ ہمارا کلچر ایک دوسرے سے الگ ہے ہمارا دین ہمیں ایک ضابطۂ حیات دیتا ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس ضابطہ کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔"

ہم نے حکیم الامتؒ اور حضرت قائداعظمؒ کے فرمودات اور تقاریر سے کافی مواد آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے جس سے ہر بالغ نظر اور فہیم و زیرک۔ حساس اور دردِ دل رکھنے والا مسلمان یہ اندازہ کرے گا کہ اقبال شخص ملی پر کیوں زور دے رہے تھے اور قائداعظمؒ نے تحریک پاکستان میں جان ڈالنے کے لیے اپنی زندگی کے شب و روز کیوں صرف کیے۔ آگے چل کر آپ پر یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ ہندو (کانگریس) نے اپنے گماشتوں کے ذریعے اسلام کے مقدس نام پر مسلمانوں کی تحریک ملی کی مخالفت کیوں کرائی اور عامۃ المسلمین کو پاکستانی قیادت سے مایوس و بدظن کرنے کے لیے انھوں نے کس طرح ہر قسم کے رکیک و رذیل الزامات لگائے اور سوقیانہ حملے کیے ہماری نوخیز نسلیں اور آنے والا زمانہ اس بات کا شدت سے منتظر ہے کہ ان حقائق و واقعات کو ابھارا اور نکھار کر سامنے لایا جائے۔ جن سے تحریک پاکستان کو دوچار ہونا پڑا اور اسلام کے ان منافقوں اور غداروں کو بھی بے نقاب کر کے ان کے سامنے کھڑا کیا جائے۔ جو گاندھوی فلسفہ کے مؤید و حمائتی بن کر قیام پاکستان کی تحریک کی مخالفت میں پیش پیش رہے۔ ہماری ابھرنے والی نسل یہ چاہتی ہے کہ اس دور کے جعفروں اور صادقوں کو ملی عدالت میں کھڑا کیا جائے۔ ہماری یہ ادنیٰ اور حقیر سی کوشش ممکن ہے۔ نوجوانانِ ملت کو اتنا کچھ نہ دے سکے جتنا معلوماتی ذخیرہ ان کے سامنے ہونا چاہیے لیکن اس

Marfat.com

خیال سے کہ جتنا بھی ہو سکے اُتنا کام ہونا چاہیئے اپنے محدود مسائل اور بے بضاعتی کے باوجود بھی ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ ایک طرح نو ہے جسے ہم ڈال کر سست رہروانِ قافلہ کو ہشیار و خبردار کر دیں گے اور جب دردمند اور حساس فرزندانِ توحید غفلتوں کی نیند سے انگڑائی لے کر بیدار اور آمادۂ عمل ہوں گے تو ان کے ولولے اور جذبے اقبالؒ و جناحؒ کی آرزوؤں اور اُمیدوں کے ان انمول موتیوں کو جیبِ دامان میں لیے ہوں گے۔ اب ہم آگے چل کر مہاتما گاندھی اور جواہر لعل جن کی زندگی کا مقصد و مدعا ہندی مسلمان کو اپنے اندر جذب کرنا تھا ان کے خیالات و نظریات آپ کے حضور پیش کر رہے ہیں۔

مہاتما گاندھی اور متحدہ قومیت

متحدہ قومیت اور دو قومی نظریہ کو سمجھنے اور تحریک پاکستان سے متعارف ہونے کے لیے ہندوؤں کے فہیم و زیرک لیڈر مہاتما گاندھی کی اُن تمام چالبازیوں اور فریب کارانہ ہتھکنڈوں کا جاننا انتہائی ضروری ہے جو انھوں نے ہندوستان میں متحدہ قومیت کا جواز پیش کرنے کے لیے استعمال کیے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ گاندھی جی نے نہ صرف اپنے مطالب و مقاصد کو اسلام کے رنگ میں ڈھالنے کے لیے خود کوششیں کی بلکہ ایسے نمائشی کانگریسی مولویوں کی بھی خدمات حاصل کیں جو اقبالؒ و جناحؒ کے نظریہ پاکستان اور مسلمانوں کی انفرادیت اور ملی تشخص کا ابطال مذہبی دلائل سے کر سکیں۔ جب آپ ہندوستان کے مخصوص حالات و واقعات کی گہرائیوں میں ڈوب کر حقیقی معنوں میں سیاسی جائزہ لیں گے۔ تو ایک چیز کو نمایاں اور ظاہر و باہر دیکھیں گے کہ ہندو قیادت اپنی ہزار سالہ غلامی کا انتقام لینے اور مسلمانوں کو اپنے

Marfat.com

اندر جذب و مدغم کرنے کے لیے کس قدر مضطرب و بے قرار ہے۔ مہاتما گاندھی ہندو مت کی کو کمزوریوں کو دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ یہ مذہب وقت کے تقاضوں کا ساتھ دینے سے قاصر ہے اس خیال سے کہ پڑھے لکھے ہندو نوجوان ہندویت سے دل برداشتہ ہو کر یا تو اسلام کی گود میں چلے جائیں گے یا مے سے مایوس و بیزار ہو کر دہریت کی طرف مائل ہو جائینگے چنانچہ اس مہاتما نے اس کا علاج یہ سوچا کہ اسلام کی برتری اور عظمت کو ختم کرنے کے لیے ہندوستان کی فضا میں یہ بات عام کر دی جائے کہ عالمگیر سچائیاں تمام مذاہب میں یکساں ہیں اس مطلب کے لیے انھوں نے خود بھی کام کیا اور کانگریسی ملاؤں کو بھی استعمال کیا۔ یہ حیلہ کاری گاندھی کے لیے دونوں طرح مفید مطلب تھی اس سے وہ مہلک اثر جس سے پڑھا لکھا ہندو نوجوان ہندوازم سے مایوس و بددل ہو سکتا تھا وہ بھی کافی حد تک زائل ہو گیا دوسرے مسلمانوں میں ان کے ذریعے وطنیت پرستی کے جراثیم بھی داخل کیے گیے ہم کانگریسی مولویوں کے بارے میں تو آگے چل کر لکھیں گے اس مقام پر صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دراصل یہ مہاتما گاندھی ہی کے خیالات تھے جن کو ان نیشنلسٹ علما نے اسلامی لباس پہنایا۔ اب اس مقصد کے لیے مہاتما گاندھی نے مسلمان کے ذہن و دماغ کو اپنے انداز میں کس طرح مسموم کرنے کی کوششیں کی۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

تمام مذاہب سچے ہیں

"طویل مطالعہ اور تجربہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ

۱۔ تمام مذاہب سچے ہیں۔

۲۔ تمام مذاہب میں کچھ نہ کچھ غلطیاں ہیں۔

۳۔ تمام مذاہب مجھے اتنے ہی عزیز ہیں جتنا کہ خود میرا ہندو دھرم۔

Marfat.com

بالکل اسی طرح جس طرح ہر انسان کو تمام انسان اتنے ہی عزیز ہونے چاہئیں جتنے کہ خود اس کے اعزّہ ہیں تو دوسرے مذاہب کا احترام بھی اتنا ہی کرتا ہوں جتنا کہ خود اپنے مذہب کا۔ اس لیے تبدیلی مذہب کا تو کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ بھائی چارے اور سنگت کا تو مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ وہ ہندو کی بہتر ہندو بننے میں اور مسلمان کی بہتر مسلمان بننے میں اور عیسائی کی بہتر عیسائی بننے میں مدد کرے۔ سرپرستانہ رواداری کا رجحان ایک عالمگیر بھائی چارہ کے منافی ہے۔

"اگر مجھے یہ گمان ہے کہ میرا مذہب کم و بیش سچا ہے اور دوسرے مذاہب بجائے کم و بیش سچے ہونے کے کم و بیش جھوٹے ہیں تب اگر ان مذاہب کے ساتھ میرا کوئی بھائی چارہ قائم بھی ہو تو وہ اُس بھائی چارے سے بالکل مختلف ہوگا جس کی ہمیں عالمی بھائی چارے میں ضرورت ہے۔ دوسروں کے لیے ہمیں یہ دعا نہیں مانگنی چاہیئے کہ "اے خدا انھیں بھی وہی روشنی دے جو تو نے ہمیں دی ہے" بلکہ ہماری دعا یہ ہونی چاہیئے کہ "اے خدا انھیں بھی وہی روشنی اور حقیقت کا احساس دے جس کی انھیں ارتقا کا اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کے لیے ضرورت ہو" صرف اس بات کی دعا مانگو کہ تمہارے احباب بہتر انسان بنیں خواہ ان کے مذہب کی شکل کچھ بھی ہو"

(سامبرستی ۱۹۲۸ء)

آگے چلئے:۔

تمام مذاہب کی مساوات

"چونکہ میں دنیا کے تمام مذاہب کی مساوات میں یقین رکھتا ہوں۔ میں کسی شخص کو صرف اس لیے گندہ نہیں سمجھ سکتا کہ اُس نے درخت

Marfat.com

کی ایک شاخ کو جس پر وہ بیٹھا ہوا تھا چھوڑ کر اسی درخت کی کسی دوسری شاخ پر اپنا گھونسلا بنا لیا ہے۔ اگر وہ پھر پہلی شاخ پر واپس[1] آجائے تو وہ اس قابل ہے کہ اس کا خیر مقدم کیا جائے۔"

(ینگ انڈیا ۲۵ ستمبر ۱۹۳۶ء)

یہ بھی ملاحظہ فرمائیے:-

ایک ہی تناور درخت کی شاخیں

"مذہبی رواداری بلاشبہ میرا عقیدہ رہا ہے۔ مگر اب میں اور آگے بڑھ گیا ہوں۔ اب میں رواداری سے بڑھ کر تمام مذاہب کے لیے مساوی احترام کی حد تک پہنچ گیا ہوں۔ تمام مذاہب ایک ہی تناور درخت کی شاخیں ہیں لیکن مجھے صرف مصلحتِ وقت کے لحاظ سے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر اپنی جگہ نہیں بدلنی چاہیئے۔ ایسا کرنے سے میں اُس شاخ کو کاٹ دوں گا جس پر بیٹھا ہوا ہوں۔ اسی لیے میں تبدیلی مذہب کو بہت زیادہ محسوس کرتا ہوں۔ الّا اس صورت میں کہ اندرونی احساس کی بنا پر تبدیل مذہب رضا و رغبت کے دباؤ کا نتیجہ ہو۔ تبدیل مذہب کے ایسے واقعات بڑی تعداد میں نہیں ہو سکتے اور کبھی جان و مال کے خوف یا دنیوی فائدے کے لیے تو ہو ہی نہیں سکتے۔"

(ہریجن ۱۲ جنوری ۱۹۴۷ء)

غور فرمائیے:-

یکساں احترام

"ہمارے اندر تمام مذاہب کا یکساں احترام ہونا چاہیئے۔ بادشاہ خان

[1] یعنی شدھ ہو کر ہندوستان کا مسلمان پھر ہندوؤں میں شامل ہو جائے۔ (مؤلف)

Marfat.com

جب کبھی یہاں آتے ہیں تو ہماری پوجا میں بہت خوشی سے شریک ہوتے ہیں وہ اُس لئے کو پسند کرتے ہیں جس میں رامائن گائی جاتی ہے اور بہت غور سے گیتا کو سنتے ہیں مگر ایسا کرنے سے اُن کا اسلامی عقیدہ تو کم نہیں ہوگیا؟ تو میں اُسی طرح احترام کے ساتھ قرآن کی قرأت کو کیوں نہ سنوں"۔

"دنوبا اور پیارے لال نے جیل میں عربی زبان سیکھی اور قرآن پڑھا ان کے ہندو دھرم کو اس مطالعہ سے تقویت حاصل ہوئی۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ ہندو مسلم اتحاد صرف دلوں کے ایسے ہی بیساختہ ملاپ سے قائم ہوگا، اور کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ رام کے صرف ایک ہزار نام نہیں ہیں اُسی کو ہم خدا، رحیم، رزاق اور بہت سے ایسے دوسرے ناموں سے یاد کرتے ہیں جو ایک سچا عقیدہ رکھنے والے کے دل سے نکالا کرتے ہیں"۔ (ہریجن ۱۵ فروری ۱۹۴۲ء)

اس فریب آمیز گہرائی کو بھی بھانپیے :-

زہر

"مذہب انسان کو خدا سے اور بنی نوع انسان سے وابستہ کرتا ہے۔ کیا اسلام مسلمانوں کو صرف اسلام ہی سے وابستہ کرتا ہے اور ہندوؤں کا دشمن بناتا ہے؟ کیا پیغمبر کا پیام صرف یہ تھا کہ صرف مسلمانوں ہی کے درمیان صلح رہے اور ہندوؤں اور غیر مسلموں سے جنگ ہو؟

جو لوگ یہ زہر مسلمانوں کے دلوں میں گھول رہے ہیں وہ اسلام کے ساتھ سب سے زیادہ برائی کر رہے ہیں"۔ (ہریجن ۱۴ مئی ۱۹۴۰ء)

غور اس پر بھی فرمائیے سرکار! -

Marfat.com

مَیں جانتا ہُوں

"بلاشبہ مَیں اسلام کو الہامی مذاہب میں سے ایک سمجھتا ہوں اس لیے قرآن کو الہامی کتاب سمجھتا ہوں اور محمدؐ کو ایک پیغمبر مانتا ہوں۔ لیکن اسی طرح میں ہندو مذہب، عیسائیت اور یہودیوں کو بھی الہامی مانتا ہوں۔"

(ہریجن ۱۳ر جولائی ۱۹۴۷ء)

اب ایک بے غرض طالب علم کی سنیئے :-

بے غرض طالب علم

"میں اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ میں نے ایک بے غرض طالب علم کی طرح پیغمبر اسلام کی زندگی اور قرآن کا مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ قرآن کی تعلیمات کے اصلی اجزا عدم تشدد کے موافق ہیں۔"

قرآن پڑھو

"جو لوگ مسائل کو سمجھنا پسند کرتے ہیں وہ قرآن پڑھیں تب انھیں معلوم ہوگا کہ قرآن میں سینکڑوں باتیں ہیں جو ان کے لیے بھی قابل قبول ہیں اور بھگوت گیتا میں ایسی باتیں ہیں جن پر کوئی مسلمان بھی اعتراض نہیں کر سکتا۔ کیا میں کسی مسلمان سے صرف اس لیے نفرت کرنے لگوں کہ قرآن میں بعض آیات ایسی ہیں جن کے صحیح معنی نہیں سمجھ سکا۔"

(مہاتما گاندھی ہندو سوراج صفحہ ۲)

۲۲ نومبر ۱۹۰۹ء

Marfat.com

الفاظ کی زنجیر

"ہم خدا کو صرف اس لیے کیوں الزام دیں کہ ہم خود آپس میں اس بنا پر لڑتے ہیں کہ ہم اُسے مختلف واسطوں سے دیکھتے ہیں جیسے قرآن انجیل تالمود، اوستا یا گیتا۔

سورج تو ہمالیہ پر بھی اسی طرح چمکتا ہے جس طرح مسطح میدانوں پر تو کیا میدانوں کے لوگ برفستانوں کے لوگوں سے اس لیے جھگڑا کریں کہ وہ سورج کی گرمی مختلف طریقوں سے محسوس کرتے ہیں؟ ہم کیوں کتابوں اور اُن کے الفاظ کو اپنے لیے ایسی زنجیر بنا لیں جو بجائے اس کے کہ ہماری نجات اور ہمارے دلوں کے اتحاد کا باعث ہو ہمیں غلام بنا دے۔"

(ینگ انڈیا ۸ ستمبر ۱۹۱۸ء)

میں مایوس ہو جاتا

"میں واقعی اتحاد حاصل کرنے سے مایوس ہو جاتا اگر مقدس قرآن میں کوئی ایسی بات ہوتی جس میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہوتی کہ وہ ہندوؤں کو اپنا قدرتی دشمن سمجھیں یا اگر ہندو دھرم میں کوئی ایسی چیز ہوتی جس سے دونوں کے درمیان ایک دوامی دشمنی کی سند حاصل ہوتی۔"

(ینگ انڈیا ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۰ء)

اندازہ فرمائیے:۔

حق کسی الہامی کتاب کا اجارہ نہیں

"قرآن کو الہامی تسلیم کرنے میں مجھے کوئی تامل نہیں ہے۔ جس طرح مجھے انجیل زند اوستا اور گرنتھ صاحب کے متعلق کوئی عذر نہیں۔ الہام

Marfat.com

کسی قوم یا قبیلہ کا اجارہ نہیں ہے۔ ۔ ۔ ۔ ہندو حلقوں میں قرآن اور پیغمبر صاحب کے متعلق احساس احترام پیدا کرنے میں مجھے کبھی ذرا بھی دشواری نہیں ہوئی لیکن اسلامی حلقوں میں وید اور خدا کی تجسیم کے متعلق ویسا ہی احترام پیدا کرنے میں میں نے دشواری محسوس کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں جسٹس امیر علی کی اس رائے سے بالکل متفق ہوں کہ اسلام ہارون رشید اور مامون کے زمانہ میں سب سے زیادہ روادار مذاہب میں سے ایک تھا۔ لیکن اس زمانہ کے مذہبی معلمین کے متعلق رجعت پسندی پیدا ہوئی ان رجعت پسندوں میں بہت سے عالم و فاضل اور با اثر لوگ تھے۔ اور وہ اسلام کے روادار اور وسیع القلب معلمین پر تقریباً چھا گئے۔ لیکن مجھے کوئی شبہ نہیں کہ اسلام کے اندر کافی خوبیاں ہیں جو اس کو عدم رواداری اور تنگ نظری سے محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ حق کسی ایک الہامی کتاب کا مخصوص اجارہ نہیں ہوتا۔"

(ینگ انڈیا ۳ مارچ ۱۹۲۷ء)

یہ بھی سنیئے :-

نجات دل کی پاکیزگی

"یہ امر خارج از گمان ہے کوئی شخص نیک بن جائے گا یا نجات حاصل کرے گا اگر وہ کوئی خاص مذہب اختیار کرے مثلاً ہندو دھرم عیسائیت یا اسلام۔ ۔ ۔ ۔ نجات کردار کی پاکیزگی اور دل کی پاکیزگی پر منحصر ہوتی ہے۔ اس لیے میں ہندوؤں سے کہتا ہوں کہ جو تمہارا جی چاہے کرو۔ لیکن مجھ جیسے کسی شخص سے جو بہت کافی غور و خوض کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچتا ہے یہ خواہش نہ کرو کہ وہ کوئی ایسی بات کرے جو وہ نہیں کرتے۔"

(ینگ انڈیا ۳ مارچ ۱۹۲۷ء)

Marfat.com

متحدہ قومیت کے جال کے دلفریب تاروں کو دیکھئے :-

سیاست اور مذہب

"میری ابھی تک یہ رائے ہے کہ میں سیاست سے مذہب کے جدا ہونے کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔ درحقیقت مذہب کو تو ہمارے ہر فعل پر حاوی ہونا چاہیئے۔ لیکن اس صورت میں مذہب کے معنی فرقہ پرستی کے نہیں ہیں اس کے معنی تو دنیا کی ایک منظم اخلاقی حکومت پر اعتقاد رکھنے کے ہیں۔ یہ عقیدہ صرف اس لیے غیر حقیقی نہیں ہو سکتا کہ وہ نظر نہیں آتا یہ مذہب تو ہندو دھرم، اسلام اور عیسائیت وغیرہ کی حدود سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ وہ ان مذاہب کو منسوخ تو نہیں کرتا مگر وہ ان سب کو ہم آہنگ کرتا ہے، اور ان ہی میں حقانیت پیدا کرتا ہے۔"

(ہریجن ۱۰ر فروری ۱۹۴۰ء)

آگے چلئے :-

قرآن کی روح پر عمل

"جہاں تک قرآن شریف کا تعلق ہے۔ جنوبی افریقہ میں میرے مسلمان احباب اور موکل وہ لوگ تھے۔ جنھوں نے مجھے قرآن پڑھنے کی دعوت دی انھوں نے میرے لیے اسلامی لٹریچر مہیا کیا۔ ہندوستان واپس آنے پر یہاں کے دوستوں نے مجھے قرآن کے ترجمے بھیجے۔ بھیجنے والوں میں ایک ڈاکٹر محمد علی اور ایک مسٹر پکھٹال ہیں جنھوں نے خود قرآن کا ترجمہ کیا ہے۔ مرحوم حکیم اجمل خاں نے مجھے مولانا شبلی کا ایک ترجمہ دیا تھا۔ کیا میں اب بدل گیا یا زمانہ بدل گیا کہ اب مجھ جیسے غیر مسلم کے لیے قرآن پڑھنا اور اس کے وہ معنی بیان کرنے کی جرأت کرنا جو میں نے سمجھے ہیں ایک جرم [illegible] متقی مسلمانوں نے مجھ

Marfat.com

سے بارہا کہا ہے کہ میں بہت سے مسلمانوں سے بہتر مسلمان ہوں اس لیے کہ میں قرآن کی روح پر عمل کرتا ہوں اور پیغمبر کے متعلق بہت سے دوسرے مسلمانوں سے زیادہ واقفیت رکھتا ہوں میں کس کی شہادت تسلیم کروں۔ ان مسلمانوں دوستوں کی یا ان ریسرچ اسکالر صاحب کی میں حیران ہوں۔"

اجی صاحب وہ جس سے آپ کا مطلب (یعنی متحدہ قومیت اور وطنیت پرستی کا جواز پورا ہوتا ہو) نکلتا ہو۔ (مؤلف)

خوابوں کی دنیا

"اگر ہندو یہ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان میں صرف ہندو ہی رہیں تو وہ خوابوں کی دنیا میں رہتے ہیں۔ تمام ہندو، مسلمان۔ پارسی اور عیسائی جنھوں نے ہندوستان کو اپنا وطن بنایا ہے آپس میں ہم وطن ہیں اور انھیں متحد ہو کر رہنا ہوگا خواہ اپنے مفادات ہی کے لیے ایسا کرنا پڑے دنیا کے کسی حصہ میں ایک قومیت اور مذہب کی یکسانیت لازم و ملزوم چیز نہیں ہے اور نہ ہندوستان میں کبھی ایسا ہوا ہے۔" (ہندو سوراج صفحہ ۶۲-۲۲ نومبر ۱۹۰۸ء)

اب قومیت کی روح کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:۔

قومیت کی روح

"ہندوستان صرف اس لیے قومی اتحاد سے محروم نہیں ہو سکتا کہ مختلف عقائد کے لوگ اس ملک میں رہتے ہیں۔ .. .. ملک میں جذب کرنے کی قابلیت ہونی چاہیے۔ ہندوستان ایسا ہی ملک ہے حقیقت تو یہ ہے کہ یہاں اتنے ہی مختلف عقائد ہیں جس قدر کہ باشندے

Marfat.com

ہیں۔ لیکن جو لوگ قومیت کی رُوح کو محسوس کرتے ہیں وہ ایک دوسرے کے مذہب میں مداخلت نہیں کرتے۔" (ہندو سوراج صفحہ ۶۲ ر نومبر ۱۹۰۸ء)
خیال فرمائیے:-

ایک ہی ماں ایک ہی خُون

"ایک نیک کام میں مسلمانوں کی مدد کرنا ہندوستان کی خدمت کرنا ہے اس لیے کہ مسلمان اور ہندو ایک ہی خون سے پیدا ہوئے ہیں وہ ایک ہی ماں (بھارت ماتا) کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔"
(ینگ انڈیا ۲۸ ر جولائی ۱۹۲۱ء)

چلو معاملہ صاف متحدہ قومیت اور وطن پرستی کے لیے اس سے پُرفریب دلیل اور کیا دی جا سکتی ہے؟

خُدا ہمیں عقل و فہم دے

"باوجودیکہ ہم دونوں (ہندو۔ مسلمان) ایک ہی مادرِ وطن کے بچے ہیں، ایک ہی کھانا کھاتے ہیں، لیکن ایک دوسرے کو اب ہم اپنے دلوں میں کوئی جگہ نہیں دیتے۔ ہمیں نہایت عاجزی کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے کہ خدا ہمیں عقل و فہم عطا کرے۔" (ینگ انڈیا ۱۳ ر جنوری ۱۹۲۷ء)

ایک قوم

"یہ صاحب اپنے خط کے آخری پیراگراف میں ایک خطرناک اصول پیش کرتے ہیں۔ ہندوستان کیوں ایک قوم نہیں ہے؟ مثلاً کیا وہ مغلوں کے زمانہ میں ایک نہ تھا؟ کیا ہندوستان دو قوموں پر مشتمل ہے؟ اگر ہے تو پھر دو قوموں ہی تک یہ اصول کیونکر محدود ہو سکتا ہے؟

Marfat.com

کیا عیسائی تیسری قوم نہیں ہیں؟ پارسی چوتھی قوم نہیں ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ کیا چین کے مسلمان چینیوں سے جُدا ایک قوم ہیں؟ پنجاب کے مسلمان وہاں کے سکھوں اور ہندوؤں سے کیونکر مختلف ہیں؟ کیا وہ سب پنجابی نہیں ہیں؟

ایک ہی زمین سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں اور کون سی چیز ایسی ہے جو انہیں اپنے مذہب کے اتباع سے روکتی ہو؟ کیا انگلستان کے مسلمان انگلستان کے انگریزوں سے مختلف کوئی قوم ہیں؟ یا پھر یہ بات کہ صرف ہندوستان کے مسلمان ہی ایک الگ قوم ہیں؟ باقی کوئی دوسرا فرقہ علیحدہ نہیں ہے؟ کیا ہندوستان کے دو ٹکڑے کیے جائیں گے۔ ایک ہندو۔ ایک مسلم؟ اور ان مٹھی بھر مسلمانوں کا کیا حشر ہوتا ہے جو سینکڑوں ایسے گانوؤں میں رہتے ہیں۔ جہاں بالادست اکثریت ہندوؤں کی ہے؟ تقسیم کا جو طریقہ خط لکھنے والے صاحب نے پیش کیا ہے۔ وہ تو جنگ و جدل کا طریقہ ہے۔" (ہریجن ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء)

گاندھی جی لکھتے ہیں:۔

جُداگانہ قومیں

"ممکن ہے کہ یہ دعویٰ کہ ہندوستان میں مسلمان ایک جُداگانہ قوم ہیں قابلِ بحث ہو۔ لیکن یہ تو میں نے کبھی نہیں سنا کہ دُنیا میں اتنی ہی قومیں ہیں جتنے مذہب ہیں اگر ایسا ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ جب کوئی شخص اپنا مذہب بدلتا ہے تو اس کی قومیت بھی بدل جاتی ہے۔ مجھے خط لکھنے والے صاحب کا تو یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ انگریز، مصری، امریکی جاپان وغیرہ جُداگانہ قومیں نہیں ہیں لیکن مسلمان، پارسی، سکھ، ہندو، عیسائی، یہودی، بدھ سب جُداگانہ قومیں ہیں۔ خواہ وہ کہیں پیدا ہوئی ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ان صاحب نے بہت ہی کمزور دلیل

Marfat.com

اختیار کی ہے۔" (ہریجن ۱۱ر نومبر ۱۹۳۹ء)

میری رُوح بغاوت کرتی ہے

"عدم تشدد پر ایمان رکھتے ہوئے میں ہندوستان کی تقسیم کی مخالفت تشدد کے ساتھ نہیں کر سکتا۔ اگر درحقیقت مسلمان تقسیم چاہتے ہیں، تو میں اس (Division) پر دل سے تو کبھی رضامند نہیں ہو سکتا۔ میں اس کو روکنے کے لیے عدم تشدد کا ہر طریقہ اختیار کروں گا اس لیے کہ تقسیم کے یہ معنیٰ ہیں کہ لاتعداد ہندوؤں اور مسلمانوں کی وہ محنت ضائع جائے جو انھوں نے ایک قوم بن کر رہنے کے لیے کی ہے میری تمام رُوح اس خیال کے مقابلہ میں بغاوت کرتی ہے کہ ہندو دھرم اور اسلام دو مخالف تہذیبوں اور عقیدوں کا نام ہے اس لیے کہ میرا یقین تو یہ ہے کہ قرآن اور گیتا کا خدا دونوں ایک ہیں اور ہم سب خواہ ہمارے نام کچھ ہی ہوں ایک ہی خدا کے بچے ہیں۔ میں یقیناً اس خیال کے خلاف بغاوت کروں گا کہ کروڑوں ہندوستانی جو کل تک ہندو تھے اپنا مذہب بدلنے کی وجہ سے اپنی قومیت بھی بدل سکتے ہیں"۔

(ہریجن ۱۳ر اپریل ۱۹۴۰ء)

ناظرین غور فرمائیں:۔

اصلی نام ہندو

"عملی زندگی میں ہم دونوں کو (ہندو مسلمانوں) دو جداگانہ قوموں میں تقسیم کرنا ناممکن ہے۔ ہم دو مختلف قومیں نہیں ہیں ہر مسلمان اگر اپنے خاندان کی تاریخ میں دُور تک پیچھے جائے تو اُسے معلوم ہوگا کہ اس کا اصلی نام ہندو نام ہے۔ ہر مسلمان دراصل ہندو ہی ہے جس نے

Marfat.com

اسلام قبول کرلیا ہے۔ ایسا کرنے سے کوئی جداگانہ قومیت تو پیدا نہیں ہوتی۔"
(ہریجن ۶ جون ۱۹۴۷ء)

دیکھتے جائیے:-

علیگڑھ اور بنارس

"کیا آپ (طلبا) اپنی یونیورسٹی (بنارس یونیورسٹی) میں علیگڑھ کے طالب علموں کو شریک ہونے کی ترغیب دے سکتے ہو؟ کیا تم اپنے سے علیگڑھ کے طلباء کو مانوس کر سکتے ہو؟ میرے خیال میں یہ تمہارا خاص کام ہونا چاہیئے۔ تمہاری یونیورسٹی کو یہ خاص خدمت انجام دینی چاہیئے.... کتنا ہی روپیہ تمھیں مل جائے۔ مگر وہ معجزہ اس سے حاصل نہیں ہوسکتا جو میں چاہتا ہوں۔ یعنی ہندو مسلمانوں کے دلوں کا اتحاد۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تم خود مسلمانوں کو یہاں آنے کی دعوت دو۔ اگر وہ اس دعوت کو رد کردیں تو اس سے آزردہ نہ ہو۔ تم ایک بہت عظیم الشان تہذیب کے نمائندے ہو جو بقول لوکانیہ تلک دس ہزار سال قدیم ہے اور بعض کے قول کے مطابق اس سے بھی زیادہ، اس تہذیب کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دنیا کو اپنا دوست بنائے، نام نہاد دشمنوں کو بھی اپنا دوست بنائے، ہماری تہذیب نے دریائے گنگا کی طرح بہت سے چشموں کو باہر سے اپنے اندر شامل کیا ہے۔ اور میری دعا ہے کہ ہندو یونیورسٹی بھی جو ہندو تہذیب اور ہندو کلچر کی نمائندگی کرنے کی کوششیں کر رہی ہے۔ دوسری تہذیبوں کے بہترین عناصر کو دعوت دے اور اپنے میں شامل کرے۔ اور فرقہ واری اتحاد اور ہم آہنگی کا نمونہ بن جائے۔"
(ہریجن یکم فروری ۱۹۴۷ء)

Marfat.com

تقسیم ایک گناہ

"میں ہندوستان کی تقسیم کو ایک گناہ سمجھتا ہوں۔ میں نے تو اپنے بیان میں صرف یہ رائے ظاہر کی ہے۔ کہ اگر میرا ہمسایہ گناہ کا ارتکاب کرنا چاہے تو میں اُسے ایسا کرنے سے روک نہیں سکتا، لیکن شری راج گوپال آچاری یہ گوارا کرتے ہیں کہ اگر ان کا ہمسایہ گناہ کرے تو وہ اُسے گوارا کر لیں گے میں کبھی ایسے جرم میں شریک نہیں ہو سکتا۔" (ہریجن ۲۲ مئی ۱۹۴۲ء)

مہاتما گاندھی جی کا اپنا مذہبی عقیدہ کیا تھا؟
غور فرمائیے :-

مذہبی عقیدہ

"میں ہندو دھرم کے بارے میں اپنے جذبات کو الفاظ میں ادا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جیسے ان جذبات کو بیان نہیں کر سکتا جو میں اپنی بیوی کے بارے میں رکھتا ہوں۔ میں یہ نہیں سمجھتا کہ میری بیوی میں خامیاں نہیں ہیں لیکن اسی کے ساتھ مجھے ایک ایسے رابطے کا احساس ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ یہی احساس میں ہندو دھرم کے بارے میں اس کی خامیوں اور کمیوں کے باوجود رکھتا ہوں ..... میں شدت سے مذہبی اصلاح کا حامی ہوں لیکن میرا یہ جوش کبھی اس حد تک نہیں پہنچتا کہ میں ہندو دھرم کے بنیادی ارکان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کر دوں۔"
(ینگ انڈیا ۶ اکتوبر ۱۹۲۱ء)

مذہب میں مساوات

"میں نے جو کچھ اسلام کے متعلق لکھا ہے آج کے ہر لفظ پر قائم ہوں۔ میں نے

Marfat.com

کہیں یہ نہیں کہا کہ میں قرآن کے ہر حرف پر یقین رکھتا ہوں یا کسی بھی آسمانی کتاب کے ہر لفظ کو مانتا ہوں۔ لیکن یہ کام میرا نہیں کہ میں دوسرے مذہبوں کی کتابوں پر نکتہ چینی کروں یا اُن کے نقائص کی نشاندہی کروں لیکن میرا حق ہے اور ہونا چاہیئے کہ جو کچھ حقائق ان مذاہب میں ہوں ان کا اعلان کروں اور اُن پر عمل کروں لہٰذا یہ کام میرا نہیں کہ میں قرآن یا پیغمبر کی زندگی میں کسی ایسی بات پر نکتہ چینی کروں جسے میں نہیں سمجھ سکا ہوں لیکن میں ایسے مواقع کا خیر مقدم کیا کرتا ہوں جب میں ایسی باتوں کی توصیف کر سکوں جن کو میں پیغمبر کی زندگی میں پسند کر سکا یا سمجھ سکا ہوں ایسی باتوں کے متعلق جو میرے لیے دشوار رہی ہوتی ہیں دیندار مسلمان متنوں کی نظر سے اُن کو دیکھتا ہوں اور میں اُن کو اسلام کے مشہور مفسرین کی تحریروں کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ دوسرے مذاہب کو احترام کی اُسی نظر سے دیکھ کر میں مذاہب کی مساوات کے اصول کو سمجھ سکا ہو لیکن یہ بھی میرا حق اور فرض ہے کہ ہندو مذہب کے نقائص کی بھی نشاندہی کروں تاکہ اس کو پاک صاف رکھا جائے۔"[1]

مذہب اور ہندو دھرم مہاتما گاندھی[2]

پاکستان

"آزادی کے لیے ایک عوامی تحریک کا آپ کیوں کر تصور کر سکتے ہیں۔ جب تک کہ مسلمانوں سے معاملہ طے نہ کر لیں۔ یہ ایک مسلم نامہ نگار کا سوال

---

[1] جتنے خطوط پیش کیے گیے ہیں۔ یہ انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ نے شائع کیے ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

ہے جن کے خطوط سے میرے فائل بھرے پڑے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ میں ایسا ہی خیال کرتا تھا لیکن اس وقت تو میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کے خیالات تک میری رسائی نہیں۔ میں لیگ کے اخباروں کو پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں وہ ایک حد تک مجھے مسلمانوں کے خیالات سے واقف کرتے ہیں۔ اُن کی رائے میں بالکل ناقابل اعتماد ہوں۔ میری خلافت کے زمانہ کی خدمات بھی ان کی نظر میں بہت مشتبہ ہیں۔ مگر میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ یہ ایک گزر جانے والی صورت حال ہے۔ مجھے تو یقین ہے کہ میں نے کبھی کوئی برائی مسلمانوں کے مفاد کے ساتھ یا کسی مسلمان کے ساتھ نہیں کی۔ خدا کا شکر ہے کہ آج بھی متعدد مسلمانوں کے متعلق میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ وہ میرے دوست ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کس طرح اس بے اعتمادی کو رفع کروں۔ میرے نکتہ چین کہتے ہیں کہ "ہمیں پاکستان دو"۔ میں کہتا ہوں کہ پاکستان دینا میرے اختیار میں کب ہے۔ اگر میں اس مطالبہ کو حق بجانب سمجھتا تو اس کے لیے لیگ کے پہلو بہ پہلو کام کرتا مگر میں ایسا تو نہیں سمجھتا، میں چاہتا ہوں کہ کوئی مجھے یقین دلا سکے کہ یہ مطالبہ حق بجانب ہے۔ کسی شخص نے بھی اس مطالبہ کے مضمرات مجھے نہیں بتائے ہیں۔ پاکستان کے مخالف اخباروں میں جو مضمرات بتائے جاتے ہیں۔ وہ تو بہت ہی خوفناک ہیں لیکن میں مخالفوں کے اعتراضوں کو بھی صحیح تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ بات تو مطالبہ کی حمایت کرنے والے بھی جان سکتے ہیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور ان کا مطلب کیا ہے۔ بلاشبہ پاکستان کے حامی چاہتے ہیں کہ دوسروں کی رائے کو بدل دیں اور یہ نہیں چاہتے کہ زبردستی کریں لیکن کیا ایسی کوئی کوششیں کی گئی ہے کہ مخالفوں کو دوستانہ طریقہ سے پاکستان کی حقیقت سمجھائی گئی ہو یا ان کی رائے کو بدلنے کے لیے کوشش کی گئی ہو۔ مجھے یقین ہے کہ نہ صرف میں بلکہ کانگریس بھی آمادہ

Marfat.com

ہے کہ اس طرح اس کی رائے بدلنے کی کوششیں کی جائے۔ ۔ ۔ ۔
انگریزوں میں سوائے اس کے اور کوئی سمجھوتہ ممکن نہیں کہ اُن کی دولت ختم ہو جائے اور وہ ہندوستان سے دست بردار ہو جائیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو مسلم لیگ اور کانگریس دو بڑی منظم جماعتیں ہیں آپس میں سمجھوتہ کر کے ایک ایسی عارضی حکومت قائم کر سکتی ہیں جسے سب قبول کر لیں اور اس کے بعد منتخبہ مجلس دستور ساز بنائی جا سکتی ہے ۔ میری موجودہ تحریک کا واحد مقصد تو یہ ہے کہ انگریزی اقتدار ختم۔ ۔ ۔ ۔ پھر کیوں وہ مسلمان بھی جو پاکستان چاہتے ہیں آزادی کی تحریک میں شریک نہ ہوں اور اس جدّوجہد میں حصّہ نہ لیں البتہ اگر وہ انگریزوں کی مدد سے اور ان کی سرپرستی میں پاکستان حاصل کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں تو پھر یہ بات دوسری ہے اس معاملہ میں میرا کوئی مقام نہیں۔" (ہریجن ۱۲ جولائی ۱۹۴۲ء)
آگے چلیئے :۔

"ہر شخص اس اتحاد کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے مگر ہر شخص یہ نہیں جانتا کہ اتحاد سے مراد سیاسی اتحاد نہیں جو زبردستی پیدا کیا جائے بلکہ قلبی اتحاد ہے۔ اتحاد پیدا کرنے کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ کانگریسی چاہے وہ کسی مذہب کا پیرو ہو، بذاتِ خود ہندو، مسلمان، عیسائی، یہودی زرتشتی وغیرہ، مختصر یہ کہ ہر ہندو اور غیر ہندو کی نمائندگی کرے، اسے ہندوستان کے چالیس کروڑ باشندوں میں سے ہر ایک کے ساتھ وحدت کا احساس ہونا چاہیئے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہر کانگریسی دوسرے مذہب کے لوگوں سے ذاتی طور پر دوستانہ تعلقات پیدا کرے۔ وہ ہر مذہب کا اتنا ہی احترام کرے جتنا اپنے مذہب کا۔"
(رسالہ تعمیری پروگرام صفحہ ۸)

Marfat.com

مہاتما جی طریقہ بتلاتے ہیں :-

"جن دنوں میں چھوٹا سا بچہ تھا راجکوٹ میں دو اندھے استاد فن کار تھے۔ ان میں سے ایک موسیقی کا ماہر تھا۔ جب وہ اپنا ساز چھیڑتا تھا تو اس کی انگلیاں اس چابکدستی سے تاروں پر دوڑتی تھیں کہ لوگ سن کر محو ہو جاتے تھے۔ اس طرح کے تار ہر انسان کے دل میں ہوتے ہیں اگر ہم یہ جانتے ہیں کہ صحیح تار کو کیونکر چھیڑیں تو ہم مطلوبہ نغمہ پیدا کر سکتے ہیں۔"

یہ بھی سنو کہ :-

بنی آدم کا خادم

"مجھے اسلام یا مسلمانوں کا دشمن نہ سمجھو۔ میں ہمیشہ تمہارا اور بنی آدم کا خادم اور دوست رہا ہوں۔" (ہریجن، ۳۰ جولائی ۱۹۴۷ء)

ایک ماہر طبیب

"کسی کو یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ میں نے اس مسئلہ (ہندو مسلم اتحاد) سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھوئے ہیں۔ میں تو ایک ماہر طبیب کی طرح جیسے اپنی دوا پر بھروسہ ہوتا ہے وقت کا منتظر ہوں۔ اس کا مجھے پورا یقین ہے کہ میری یہی دوا اس بظاہر ناقابل علاج مرض کے لیے اکسیر ہے اور یہ کہ آخر کار دونوں یا ان میں سے ایک فریق میرے ہی علاج کو قبول کرنے پر مجبور ہوگا۔" (ینگ انڈیا ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

اس مقام پر ہم نے گاندھی کے ان فریب آمیز خیالات اور تحریرات کو پیش کیا ہے جن کے ذریعے وہ مسلمانوں کے اندر "متحدہ قومیت" اور "وطنیت" کا زہر آلود نظریہ پھیلانے اور اپنے مقاصد و مطالب کی تکمیل کے لیے اسلام کو

Marfat.com

اپنے مذموم خیالوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی سعیٔ ناپاک کر رہے ہیں یہ تو ذرا آگے چل کر بتایا جائے گا کہ وہ مفسران قرآن کون تھے جن کی طرف گاندھی جی نے اشارہ فرمایا ہے۔ یہاں تو ہمیں صرف پنڈت جواہر لعل نہرو جنھیں گاندھی جی اپنے جانشین قرار دیتے ہیں ان کے بارے میں صرف اتنا عرض و واضح کرنا ہے۔ اگر مہاتما اپنے رنگ میں سحرستان داردھا کے طلسم کدے سے دلائل و براہین کے سانپ میدان میں اس لیے پھینک رہے ہیں کہ مسلمانوں کو مذہب کے زرّیں نقاب میں چھپ کر فریب دیا جائے تو دوسری طرف پنڈت جی جنھیں مہاتما جی کی پوری آشیرباد حاصل ہے وہ مغرب اور مفلوک الحال (لیکن اسلام کی نعمت سے مالا مال) مسلمان کو روٹی کا جلوہ دکھا کر صراطِ مستقیم سے بھٹکا کر "متحدہ قومیت" کے لیے ہموار کر رہے ہیں۔ ہم جہاں تک سمجھ سکے ہیں دونوں کا مدعا و مقصد یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے بدن سے روح محمدؐ نکال کر انھیں اس دین سے برگشتہ کر کے (جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے دین کو مکمل کر دیا اور ہم اسے ہی انسانوں کے لیے راہ نجات قرار دیتے ہیں) اپنی راہوں پر لایا جائے اب مہاتما جی کے جانشین پنڈت جواہر لعل نہرو کی کوششیں ملاحظہ ہوں:۔

جواہر لعل نہرو

"مذہبی نقطۂ نظر کسی قوم کی اخلاقی اور روحانی اور معاشی ترقی میں مدد نہیں دیتا بلکہ اس میں حائل ہی ہوتا ہے، اخلاق و روحانیت کو اس دنیا کے معیاروں سے جانچا جائے۔ نہ کہ آخرت کے معیار سے عام طور پر تو مذہب خدا یا ذات مطلق کی غیر معاشرتی جستجو

Marfat.com

بن کر رہ جاتا ہے اور مذہبی آدمی کو سماج کی بھلائی سے کہیں اپنی شخصی نجات کی فکر رہتی ہے۔" (میری کہانی جلد دوم صفحہ ۱۶۷)

غور فرمائیے:۔

"ہمارے پیش نظر ایک ایسی سماج ہے جس میں طبقوں کا فرق مٹ جائے۔ معاشی معاملات میں سب کے ساتھ یکساں انصاف برتا جائے اور سب کو یکساں موقع دیا جائے۔ ایک منظم سماج جس کا یہ مقصد ہو کہ بنی نوع انسان بلند تر مادی اور تمدنی سطح پر پہنچ سکے اور اس میں روحانی صفات یعنی اشتراک عمل، بے غرض خدمت خلق، حق پسندی اور محبت نشوونما پا سکیں۔ ہمارا نصب العین یہ ہے کہ اس طرح کا ایک عالمگیر نظام ہو جائے۔ اس راہ میں جو چیز حائل ہو اسے مٹانا پڑے گا اگر ممکن ہو تو نرمی سے ورنہ مجبوراً سختی سے۔ یہ یقینی بات ہے کہ جبر کی ضرورت اکثر پیش آئے گی لیکن اگر قوت کا استعمال کیا جائے تو وہ نفرت اور ظلم کے جذبے کے ساتھ نہ ہونا چاہیئے بلکہ ٹھنڈے دل سے، محض رکاوٹ دور کرنے کے لیے۔"

(میری کہانی حصہ دوم - صفحہ ۴۷۰)

کاش پنڈت نہرو نیشنلسٹ مولویوں کے انفرادی نجات والے خود ساختہ اسلام کی بجائے حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے اس محمدیؐ اسلام کو سمجھتے جو رب العالمین کا عطا کردہ نظام حیات ہے اور ہر انسانی بچے کی نشوونما کی پوری پوری ذمہ داری لیتا ہے اور وسائل پیداوار ہر حاجت مند کے لیے یکساں کھلے رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

کس درین جا سائل و محروم نیست　　عبد و مولا حاکم و محکوم نیست
کس نباشد در جہاں محتاج کس　　نکتۂ شرع مبین این است و بس

لیکن پنڈت جی کا مقصد تو یہاں مسلمان کو اسلام سے بدظن کرنے۔

Marfat.com

اس کے ملّی تشخّص اور انفرادیت کو ختم کر کے وطن کی چار دیواری میں محصور قومیت کے بت کا پرستار بنانے کا ہے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں :-

"لیکن اگر عہد حاضر کا تقاضا مساوات ہے تو اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ایک ایسا معاشی نظام قائم کیا جائے جو اس تقاضے سے ہم آہنگ ہو۔ .. .. ہندوستان کے مسائل بظاہر پیچیدہ معلوم ہوتے ہیں لیکن اس پیچیدگی کا اصل سبب یہ ہے کہ ہم معاشی اور سماجی نظام کو جوں کا توں قائم رکھتے ہوئے آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ .. .. سیاسی تبدیلیوں کا ہونا ضروری ہے لیکن معاشی تبدیلیاں بھی اتنی ہی اہم ہیں۔ ان تبدیلیوں کا رجحان یہ ہوگا کہ یہاں ایک ایسی اجتماعیت کو رواج دیا جائے جو جمہور کی نگرانی میں منصوبہ بندی پر مبنی ہو۔"

(تلاش ہند جلد دوم صفحہ ۲۸۲)

ہم نے عرض کیا ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو مہاتما گاندھی کے صحیح جانشین ہیں اس کے متعلق خود گاندھی جی کی زبان سے سنیئے :-

سیاسی وارث

"جواہر لعل میرا سیاسی وارث ہے۔ میری زندگی میں وہ مجھ سے اختلاف رکھتا ہو لیکن میرے بعد وہ میری زبان بولنے لگے گا۔"

(گاندھی جی کا خطبہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی واردھا ۱۹۴۲ء)

یہ ایک بار پھر سن لیجئے :-

"میری ابھی تک یہ رائے ہے کہ میں سیاست سے مذہب کے جدا ہونے کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔ درحقیقت مذہب کو تو ہمارے

Marfat.com

ہر فعل پر حاوی ہونا چاہیئے۔ لیکن اس صورت میں مذہب کے معنی فرقہ پرستی کے نہیں ہیں۔" (ہریجن ۱۰ فروری ۱۹۴۷ء)

اندازہ فرمالیا ناظرین کرام! جواہر لعل گاندھی جی کے سیاسی وارث ہیں اور مہاتما سیاست اور مذہب کے جدا ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور مذہب اُن کے نزدیک یہ ہے کہ مسلمانانِ ہندوستان متحدہ قومیت کے سمندر میں غرق ہو کر اپنی انفرادیت کو ختم کر دیں۔

اب ہم تاریخ پاکستان کے اُس افسوسناک باب۔ تاریک ترین دور۔ دلخراش حقیقت اور قابل نفرت ملاّئی کردار کو سامنے لا رہے ہیں جس سے ہماری اُبھرتی ہوئی نسل کے دردمندوں کے حسّاس قلوب حیرت و استعجاب کے سمندر میں ڈوب جائیں گے اور نگہ غیرت و حمیت کا شانۂ چشم میں سمٹ آئے گی جب ہماری نوخیز نسل یہ دیکھے گی کہ نیشنلسٹ علما کتاب و سنّت کا حسین و دلکش نقاب اوڑھ کر نیشنلزم (وطنیت) اور متحدہ قومیت کے جواز کے لیے اپنے علم و فضل کو گرو غیر کیے ہوئے تھے اور دہریت و الحاد کے جراثیم اسلام کے مقدس نام پر جسدِ ملت میں داخل کرنے کے لیے اپنی صلاحیتوں کو وقف غیر کیے ہوئے تھے۔

اور ستم یہ ہے کہ اس محرم اسرار۔ مرد بصیر، روشن ضمیر، حکیم الامت علامہ اقبالؒ کو "افرنگ زدگی" کا طعنہ دے کر مسلم مہاشوں پر فخر و ناز کیا جا رہا تھا۔ چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ ہندوستان کے سب سے اعلیٰ دارالعلوم کے سب سے بڑے کلید بردار شیخ الحدیث مسلمانوں ہی کے لیے فریب نگاہ بن کر اسلام کی تشریح و تفسیر گاندھوی مقاصد کے عین مطابق کر رہے تھے۔

Marfat.com

اس سے اندوہناک مقام اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس ہادی برحق ختم الرسلؐ نے مکہ کے ابوجہل کو گلے نہیں لگایا اور فارس کا سلمانؓ "اہل بیتؐ" میں سے قرار دیا بزعم خویش اس کی مسند پر بیٹھنے والا مسلمانوں اور ہندوؤں کو وطن کی چار دیواری میں محصور کر کے ایک قوم قرار دے رہا ہے۔ وہ حیات انگیز نظریۂ زندگی جو بلالؓ کے نغمۂ عشق کو اپنے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے اسے اسلامیان ہند کی نظروں سے اوجھل کر کے انھیں بنسری اور برہمن کے ناقوس قومیت پر سر دھننے کی ترغیب و تحریص دی جا رہی ہے۔ مسلمانوں کے لیے ضعفِ ماتم بچھانے کے لیے اس سے زیادہ غم و اندوہ کا اور کونسا مقام ہو سکتا ہے۔ حیرت ہے کہ اس وقت آسمان کیوں نہ ٹوٹ پڑا، زمین کیوں نہ شق ہو گئی ؎

اے محمدؐ گر قیامت را بر آری سر ز خاک
سر بر آر و ایں قیامت در میانِ خلق بین

ہندوستان میں قومیت اسلام کی جڑ کاٹنے کے لیے سب سے پہلا شخص جو مہاتما گاندھی کا ہمنوا و ہمقدم ہوا ہمارے نزدیک وہ ابوالکلام آزاد ہے جس نے دورِ الہلال کے خیالات و نظریات کو یکسر فراموش کر کے ساحر وارد ھا کے طلسم و افسوں کا شکار ہو کر ہندوستان کے دوسرے مولویوں کو متاثر اور گاندھی کی تحریک کی تائید و حمایت کے لیے آمادہ و رضامند کیا۔ ان لوگوں نے کانگریسی پروپیگنڈا کا وہ طوفان اٹھایا اور مسلم لیگی قیادت و سیادت کے مقام و مرتبہ کو کم کرنے اور سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں سے ان کی عزت و توقیر گھٹانے اور عامۃ المسلمین کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے کے لیے قرآن عزیز اور حدیث پاک کی وہ وہ تشریحیں اور تاویلیں کیں کہ الامان والحفیظ۔ لیکن وہ پیکرانِ فہم و بصیرت

Marfat.com

جنھیں حضورِ رسالتمآبؐ کے خاکِ قدم کا ہر ذرّہ اُبھر اُبھر کر رہنمائی و رہبری دے رہا تھا وہ کس طرح ایسے "امام الہند" اور "شیخ الحدیث" کی ہمنوائی میں شریک ہوتے۔ اقبالؒ و جناحؒ نے مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت اور وحدت فی الخیال والعمل پیدا کرنے کے لیے ان کے پُرفریب مقدّس پردوں کو چاک کیا اور مسلمانوں کو کافر و مومن کی تمیز بتائی۔ پیکرِ استقامت حکیم الامّت علّامہ اقبالؒ نے اسی احساسِ دردانگیز اور ہجومِ غم و وفورِ الم میں جو سیلابِ اشک بن کر اُمنڈ آیا تھا نیشنلسٹ علماء کے طائفہ کے متعلق فرمایا ؎

بآں قوم از تو میخواہم کشادے　　فقہش بے یقینے، کم سوادے

بسے نادیدنی را دیدہ ام من!

مرا اے کاشکے مادر نہ زادے

متحدہ قومیّت کے ملّائی تخیّل کے خلاف اقبالؒ و جناحؒ اور اُن کے ہمنواؤں کی جہد آزمائی تو آپ کو ہماری پوری کتاب میں پھیلی ہوئی نظر آئے گی یہاں پر ہم دورالہلال کے اُصولوں اور عقائد و نظریات سے منحرف ابوالکلام کے وہ تضادات پیش کریں گے جن سے ہمارے قارئین آسانی سے یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ نیشنلسٹ علما کے اس سرخیل نے آبِ کوثر سے پھسل کر لبِ گنگا پہنچنے کو معراجِ زیست قرار دے لیا اور انجام کار اس بھٹکے ہوئے راہی نے اپنی کتاب انڈیا ونس فریڈم صفحہ ۲۲۷ میں کس طرح اسلام سے مایوسی و بے زاری کا کھلا اعلان کر کے دُنیا پر یہ واضح و آشکار کر دیا کہ وہ صحیح معنوں میں اسلامی نظریۂ حیات سے منحرف اور منکر ہو چکے تھے ہم گاندھی و آزاد کی تحریروں سے یہ ثابت کریں گے کہ پہلے ابوالکلام خود بے یقینی کا شکار ہوئے اور پھر مدنی کو پھسلایا اور ان کے توسّط سے دیوبندیوں

Marfat.com

کی اکثریت کو تحریک پاکستان کے خلاف استعمال کیا۔

جن کو تحریک پاکستان میں حضرت قائداعظمؒ کی قیادت میں کام کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے اُس زمانہ میں ان مولویوں کی بے سروپا دلیلوں۔ بے ہنگم شورشوں اور بعید از حقیقت بیانوں اور سحر آمیز قلمکاریوں کو دیکھ سن کر جو یہ کانگریسی نیتاؤں کے اشارہ ابما پر لکھا کرتے تھے۔ بوڑھے جرنیل کا ہر سپاہی تأسف انگیز لہجے میں یہ کہہ دیا کرتا تھا ؎

ستون چشم بد دور ہیں آپ دین کے؟

یہ تو اُس ہادی برحقؐ کا فیضِ کریمانہ تھا۔ کہ اقبالؒ نے باطل کے ان فریب آمیز تاروں کو ایمانی بصیرت سے بھانپ کر فرزندانِ ملت کو ان سے آگاہ و خبردار کر دیا اور جمہور اسلام کے قوی ایمان نے انھیں تارِ عنکبوت سمجھ کر توڑ پھوڑ کے رکھ دیا۔ اور ملت اسلامیہ کی فضا لے کے رہیں گے پاکستان کی حیات افروز نواؤں سے معمور ہو گئی۔

گو "مفسر قرآن" اور "شیخ الحدیث" کے مریدوں اور ہمنواؤں کی ایک اچھی خاصی تعداد جگہ بہ جگہ۔ شہر بہ شہر۔ گاؤں بہ گاؤں۔ قریہ بہ قریہ۔ کو بہ کو "متحدہ قومیت" کا زہر پھیلا رہی تھی اور ان کی ان مذموم حرکات نے مسلمانوں کو اچھا خاصا پریشان کر رکھا تھا کہ عربی سے بے بہرہ اور مغربی لباس کے دلدادہ کی مانیں یا ان عماموں اور جبّوں میں ملبوس ریش و دراز وں کی۔ یہ وہ دور الحاد و کفر تھا۔ جس میں نہایت دیدہ زیب۔ خوشنما اور دلکش۔ جاذب نظر۔ اور دلربا کانگریسی اسلام کے نقاب اوڑھ کر یہ نام نہاد اسلام کے علمبردار جو بظاہر مسلمانوں کی سرفرازی اور سربلندی کے خواہاں معلوم ہوتے تھے ملی تشخص کا حلیہ بگاڑنے کے لیے اور اسلامیوں کی انفرادیت کے

Marfat.com

فرقِ وتمیز کو ہندو ساحر کی فریب کاریوں کے سمندر (متحدہ قومیت) میں فنا کر دینا چاہتے تھے۔ قدم قدم پر مسلمانوں کی حیاتِ نو کی تحریک کی مخالفت پر کمر بستہ تھے۔

اس عالمِ حیرانی و پریشانی میں۔ اس تُند و تیز ہوا میں اس مردِ درویش کا جلایا ہوا چراغ فرزندانِ ملّت کے قلوب و اذہان کو قرآنی نُور سے منوّر کر رہا تھا۔ ان کے عزم و ثبات میں اضافہ اور ان کے حوصلوں کو بلند کر رہا تھا۔ اقبالؒ کی تربیت گاہ کے یہ طالبان حق شناس یہ قلندرانِ اقبالؒ۔ یہ دیوانے اور فرزانے تھے۔ جنھوں نے تحریک پاکستان میں قائداعظمؒ کے ہمقدم و ہم رکاب ہونے کا فخر حاصل کیا اور فکرِ اقبالؒ کی روشنی میں ان کے وارد ھائی دلائل کا منہ توڑ جواب بھی دیتے رہے۔

تاریخ پاکستان کا یہ ناقابل فراموش باب۔ یہ المناک اور بصیرت انگیز دور ایسا ہے جسے ہم چاہتے ہیں کہ جس قدر ہو سکے تفصیل کے ساتھ نذرِ قارئین کریں۔ ہمیں ان لوگوں کے جذبات و احساسات کا پُورا پُورا خیال ہے جن کی عقیدت و ارادت کا دامن ان کانگریسی علماءؒ کے ساتھ بندھا ہُوا ہے لیکن اس حقیقت بیانی سے گریز ہم ایک ملّی جُرم تصوّر کرتے ہیں۔

یہ ایک کھلی اور واضح حقیقت ہے اور ہمیں یہ خطرہ اور خدشہ ہمیشہ لاحق اور درپیش رہا ہے کہ وہ ملّائی قوتیں جنھوں نے اسلام ہی کے نام پر قیامِ پاکستان کی شدید مخالفت کی تھی وہ پاکستان بن جانے کے بعد اس کے تعمیری منصوبوں میں اسلام ہی کا لبادہ اوڑھ کر رخنہ اندازیاں کرتی رہیں گی۔ ہم واشگاف الفاظ میں کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے تحریکِ پاکستان میں ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے

Marfat.com

کام کیا ہے ہمیں یہ ملک دلی وجان سے عزیز ہے۔ لہٰذا ہم ان نقاب پوشوں کو قطعاً اجازت دینے کے لیے تیار نہیں کہ یہاں "سوراجی اسلام" (گنگا جمنی اسلام) جس کی بصارت اُن ایام میں معدوم اور زائل ہو چکی تھی جب جمہورا اسلام حکیم، لامت علامہ اقبالؒ کے عطا کردہ نظریۂ پاکستان کی روشنی میں جنگِ پاکستان لڑ رہے تھے اقبالؒ و جناحؒ کے پاکستان میں اُسی طرح اسلام کے نام پر تخریب پسندی کا مرتکب ہو اور مسلمانوں میں تشتّت و انتشار پھیلانے اور پاکستان کے استقلال و استحکام کو کمزور کرنے کے لیے نعرہ زنی کرے۔ یہ لوگ پاکستان کا قیام جن کے ماضی کی تکذیب ہے پاکستان کو ہر وقت اور ہر لحہ تفریق و انتشار میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ خاکم بدہن اس کے وجود کو ناپید کر کے اپنے ابوالآباؤں کی کہی ہوئی صداقتوں کو ہم گنہگاروں سے منوا سکیں۔

ہمارے نزدیک گو یہ فریب خوردہ لوگ ربّ کائنات کی قضاؤں سے اُلجھ رہے ہیں اور آج بھی بیٹھے اُٹھتے اپنی مجلسوں اور محفلوں میں گاندھی و نہرو کی تعریف کا وہی حق ادا کرتے ہیں اور اقبالؒ و جناحؒ پر تبرّہ کہنے سے باز نہیں آتے اور اس دور کے باقی ماندہ قومیت پرست مولوی صاحبان پاکستان میں دم عافیت لینے کے بعد بھی اپنا زہر گھول رہے ہیں لیکن ہم یہ اپنا فریضہ سمجھتے ہیں کہ جہاں تک خدائے عزّوجل نے ہمیں ہمّت و طاقت دی ہے ہم اپنی اُس پاکستانی نسل کو جو کل پاکستان میں صاحب اقتدار و اختیار ہوں گے ان کے مسموم اثرات سے بچانے اور محفوظ کرنے کے لیے ان تاریخی حقائق کو سامنے لائیں جن کے آئینہ میں یہ ان مقدّس اور مذہبی شخصیتوں کے کردار کو دیکھ سکیں۔ انہی جذبات و تاثرات سے مغلوب ہو کر اُس دور

Marfat.com

میں مولانا ظفر علی خانؒ نے فرمایا تھا ؎

گر کا تنا ہے چرخہ تو دستِ قضا سے کات
یک لخت ترک آذریوں سے رسوم کر
کہہ دے یہ اُن سے بھول گیے کیوں حرم کو آپ
آئیں ابوالکلام جو زردھا سے گھوم کر

ابوالکلام کے تضادات

ہم دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ جب تک مولانا آزاد کی فکری تبدیلیوں اور ذہنی قلابازیوں کو سامنے نہ لایا جائے ہم اس پس منظر کو کہ علمائے دیوبند نے کیوں ہندو کانگریس کا ساتھ دیا آپ کے سامنے پیش نہ کر سکیں گے اور نہ ہی آپ یہ اندازہ فرما سکیں گے کہ ارادت و عقیدت کی وہ زنجیریں جو کسی زمانہ میں انسان کسی کی محبوبانہ اداؤں اور دلفریب نواؤں سے مسحور و متاثر ہو کر از خود اپنے پاؤں میں ڈال لیتا ہے وہ عقیدت و محبت کی مدہوشیوں میں کس طرح انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتی ہیں۔ آزاد کی دورِ الہلال کی بیباک صداؤں اور حیات آور نواؤں نے خوابیدہ مسلمان کو خوابِ غفلت و مدہوشی سے بیدار کرنے میں نمایاں حصّہ لیا تھا لہٰذا اس دور کے حلقۂ عقیدت میں آئے ہوئے لوگوں نے ان کے "متحدہ قومیت" کے دور میں بھی ان کے اشاروں پر کام کیا۔ ویسے تو کتاب کے ہر باب میں تقریباً تقریباً آزاد و مدنی کے ہمنواؤں کا ذکر آئے گا۔ کیونکہ جب تک تحریک پاکستان کے حمائیتوں اور مخالفین کا بار بار تذکرہ نہیں ہوگا۔ اس وقت تک ہم تحریک پاکستان کی تاریخ کو ترتیب نہیں دے سکیں گے۔

Marfat.com

لیکن فی الحال ہم مولانا آزاد کی دورالہلال کی چند تحریرات اور اس کے برعکس متحدہ قومیت کے زمانہ کے خیالات نذر قارئین کرکے اس باب کا آغاز کر رہے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے:۔

دورالہلال

"اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل و اعتقاد کے لیے بھی اس کتاب کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا راہ نما بنائے وہ مسلم نہیں۔ بلکہ شرک فی صفات اللہ کی طرح شرک فی صفات القرآن کا مجرم اور اس لیے مشرک ہے، اسلام اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس کے پیروؤں کو اپنے پولٹیکل یا لیسی قائم کرنے کے لیے ہندوؤں کی پیروی کرنی پڑے۔ مسلمانوں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی شرم انگیز سوال نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسروں کی پولٹیکل تعلیموں کے آگے جھک کر نیا راستہ پیدا کریں۔ ان کو کسی جماعت میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں وہ خود دنیا کو اپنی راہ پر چلانے والے ہیں اور صدیوں تک چلا چکے ہیں وہ خدا کے سامنے کھڑے ہو جائیں تو ساری دنیا ان کے سامنے کھڑی ہو جائے ان کا خود اپنا راستہ موجود ہے۔ راہ کی تلاش میں کیوں اوروں کے..... دروازوں پر بھٹکتے پھریں۔ خدا ان کو سربلند کرتا ہے وہ کیوں اپنے سروں کو جھکاتے ہیں؟ وہ خدا کی جماعت ہیں اور خدا کی غیرت اس کو کبھی گوارا نہیں کر سکتی کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والوں کے سر غیروں کے آگے جھکیں" (صفحہ ۱۲ تا ۱۹)

آگے چلیے:۔

Marfat.com

"ہم تو خود مسلمانوں کی سب سے بڑی غلطی سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ انہوں نے اپنے سامنے دو راستے ہی دیکھے یا گورنمنٹ پر اعتماد یا ہندو اور کانگریس کی شرکت" روزنامہ الہلال ۱۹ ۱۲/۱۲

دورِ متحدہ قومیت

"مسلمانوں کو اپنے (حقوق) کے تحفظات کے لیے گورنمنٹ برطانیہ کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے۔ انھیں اپنے برادران وطن کی طرف دیکھنا چاہیئے .. .. .. ان سے بدگمان نہیں رہنا چاہیئے بلکہ جوق در جوق کانگریس میں شریک ہو جانا چاہیئے۔ کانگریس کے ہاتھوں میں ان کے حقوق بالکل محفوظ ہیں"۔ (اسٹیٹسمین ۱۹ ۲/۴۰)

اب ایک کانگریسی اخبار مدینہ جو بجنور سے نکلتا تھا اس کا مقالہ افتتاحیہ پیش کیا جاتا ہے یہ فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ "مدینہ" بجنور کے ایڈیٹر راست گو ہیں یا مولانا آزاد یا دونوں .. .. ..

اخبار مدینہ اپنی ۸ر فروری ۱۹۲۰ء کی اشاعت کے مقالہ افتتاحیہ میں لکھتا ہے :-

"مولانا ابوالکلام آزاد سے بڑھ کر کانگریس کا حامی و ناصر کون ہوگا لیکن آپ بھی ہندوستان میں مسلمانوں کو ایک جداگانہ قوم سمجھتے ہیں .. .. چنانچہ مولانائے محترم نے اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے راقم الحروف سے فرمایا تھا کہ

"مسلمانوں کو ہر در و دیوار پر نقش کر دینا چاہیئے" کہ وہ اپنی ملی انفرادیت کو کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑ سکتے .. .. .. پچھلے دنوں مولانا نے اس موضوع پر مدینہ میں ایک سلسلہ مضامین لکھنے کا وعدہ

Marfat.com

فرمایا تھا لیکن افسوس ہے کہ موصوف کی مصروفیت و علالت
کی وجہ سے یہ وعدہ پورا نہ ہو سکا۔ ورنہ ہم اس کے اقتباسات
پیش کر کے گاندھی جی کو بتلاتے کہ اس مسئلہ میں انھوں نے
اپنے نفس کو کتنا فریب دے رکھا ہے۔"

مولانا آزاد کے متعلق مولانا کے مرید مدیر مدینہ کا اعلان تو یہ ہے لیکن سنیئے مولانا کا اپنا ارشاد کیا ہے۔ انتخاب صدارت کے بعد لاہور میں ایک تقریر کے دوران مولانا صاحب نے فرمایا :۔

"جناح کا یہ نظریہ کہ ہندوستان میں (ہندو اور مسلمان) دو
جداگانہ اقوام ہیں غلط فہمی پر مبنی ہے۔ میں اس باب میں ان
سے متفق نہیں ہوں۔" (اسٹیٹسمین ۲/۴ ۱۹)

اجلاس رام گڑھ

اس کے خطبہ میں مولانا آزاد سے وہ سب کچھ کہلوایا گیا جس کے کہنے سے وہ برسوں تک پہلو تہی کرتے رہے۔ اس خطبہ میں ارشاد یہ بھی فرمایا کہ میرا مسلک آج بھی وہی ہے جو الہلال کے زمانہ میں تھا۔ فرماتے ہیں :۔

"مجھے معلوم نہیں کہ آپ لوگوں میں سے ایسے کتنے ہیں جن
کی نظر سے میری وہ تحریریں گذر چکی ہیں جو آج سے اٹھائیس
برس پہلے میں الہلال کے صفحوں پر لکھتا رہا ہوں اگر چند شخص
بھی ایسے موجود ہیں تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ اپنا
حافظہ تازہ کر لیں۔" (خطبہ صدارت صفحہ ۲۸)

دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں :۔

"میں اپنے ہم مذہبوں کو یاد دلاؤں گا کہ میں نے ۱۹۱۲ء میں

Marfat.com

جس جگہ سے انھیں خطاب کیا تھا آج بھی میں اسی جگہ کھڑا ہوں۔ اس تمام مدّت نے حالات کا جو انبار ہمارے سامنے کھڑا کر دیا ہے۔ اُن میں سے کوئی حالت ایسی نہیں جو میرے سامنے سے نہ گذری ہو۔ میری آنکھوں نے دیکھنے اور میرے دماغ نے سوچنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔

حالات میرے سامنے سے گذرتے ہی نہیں رہے میں اُن کے اندر کھڑا رہا اور میں نے ایک ایک حالت کا جائزہ لیا۔ میں مجبور ہوں کہ اپنے مشاہدے کو نہ جھٹلاؤں میرے لیے ممکن نہیں کہ اپنے یقین سے لڑوں۔ میں اپنی ضمیر کی آواز کو نہیں دبا سکتا۔ میں اس تمام عرصے میں ان سے کہتا رہا ہوں کہ ہندوستان کے نو کروڑ مسلمانوں کے لیے صرف وہی ایک راہِ عمل ہی ہو سکتی ہے جس کی میں نے ۱۹۱۲ء میں انھیں دعوت دی تھی۔" (صفحہ ۳۵)

مولانا فرماتے ہیں کہ لوگ اپنا حافظہ تازہ کر لیں۔ حالانکہ ضرورت مخاطبین سے زیادہ مولانا کو ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے پاس الہلال کا کوئی پرچہ نہیں ہے۔ آئیے ہم مولانا کو بتلائیں کہ وہ ۱۹۱۲ء میں کیا کہتے تھے:۔

"وقت کی ساری پھیلی ہوئی اندھیاریوں میں انسانی فطرت کا ہی ایک رو[illegible] سے جو [illegible] تھا گاندھی کی روح عظیم کو تھکنے نہیں دیتا۔" (صفحہ ۲۱)

اس سے قبل روح کی عظمت و رفعت کا معیار

"اولیا اللہ کا گروہ جس قدر محبت الٰہی اور انقطاع ماسوی اللہ میں ترقی کرتا ہے اتنا ہی اس کے اعمال میں اخلاق الٰہی اور نور

Marfat.com

ربّانی کا ظہور بھی ترقی کرتا ہے اور اُن کی رُوح فیضانِ الٰہی کے نزدیک تر ہوتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ تکمیل مرتبہ انسانیت تک اس کا ارتفاع ہو جاتا ہے اور یہی "صراطِ مستقیم" اور دینِ قیّم کا آخری مرتبہ ہے ... ... یہ وہ قانون ارتقا ہے جسے محمد الرّسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دریافت کیا۔"

(الہلال مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۱۲ء)

دورِ اُولیٰ میں مولانا

"کانگریس کمیٹیاں جو کام کر رہی ہیں ان میں مسلمان بھی ہندوؤں کے برابر کے شریک ہیں لیکن خالص مسلمانوں کے اندر سرگرمی عمل پیدا کرنے کے لیے کانگریس کا نظام کافی نہیں۔ ... ... کانگریس کمیٹیاں کسی شہر یا بستی میں پچاس جلسے منعقد کر کے مسلمانوں سے کہیں کہ چرخہ چلاؤ اور ولائتی کپڑا چھوڑ دو تو وہ اثر پیدا نہیں ہوگا۔ جو خلافت کمیٹی جمعہ کے دن مسجد میں ایک وعظ کر کے پیدا کر سکتی ہے۔" (مضامین ابوالکلام آزاد ۱۹۲۱ء)

خطبہ صدارت ۱۹۲۱ء

"قوم افراد سے مرکب ہے اور افراد کی قومی ہستی کے قیام و ظہور کے لیے ضروری ہے کہ ایک جماعتی مسلک میں تمام افراد منسلک ہو جائیں اور فرقہ و تشتت کی جگہ وحدت و اتحاد پر افراد قوم کی شیرازہ بندی کی جائے۔ ہم اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور یورپ کے اجتماعی طریقوں کی نقالی کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ آخر اسلام نے بھی حیات اجتماعی کے لیے کوئی

Marfat.com

نظام ہمیں دیا تھا، اگر دیا تھا اور ہم نے ضائع کر دیا تو یورپ کی دریوزہ گری سے پہلے اسلام کا قرار دادہ جماعتی نظام کیوں نہ قائم کریں۔"

کیا مولانا اسلام کے نظام اجتماعی کے قیام کے لیے مصروف تگ و تاز رہے یا دورِ کانگریس میں انھوں نے یورپ کی نقالی کی اور مغربی جمہوریت اور وطنیت کا پرچار کیا اور ان کا انجام کن نظریات و اعتقادات کے دور میں ہوا؟

دورِ الہلال

"انسان کی سب سے بڑی ضلالت اور خدا فراموشی تھی کہ اس نے رشتۂ خلقت کی وحدت کو بھلا کر زمین کے ٹکڑوں اور خاندانوں کی تفریقوں پر انسانی رشتے قائم کر لیے تھے۔ خدا کی زمین کو جو محبت اور باہمی اتحاد کے لیے تھی قوموں کے باہمی اختلافات و نزاعات کا گھر بنا دیا تھا لیکن اسلام دنیا میں پہلی آواز ہے جس نے انسان کی بنائی ہوئی تفریقات پر نہیں بلکہ انہی تعہد کی وحدت پر ایک عالم گیر اتحاد و اخوت کی دعوت دی اور کہا کہ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔

اے لوگو! ہم نے دنیا میں تمہاری خلقت کا وسیلہ مرد اور عورت کا اتحاد رکھا اور نسلوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا اس لیے کہ باہم پہچانے جاؤ ورنہ دراصل یہ تفریق و انشعاب کوئی ذریعۂ امتیاز نہیں۔ امتیاز اور شرف اسی کے لیے ہے جو اللہ کے

Marfat.com

نزدیک سب سے زیادہ متفق ہے"
آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں :-
"انسان کے تمام دنیوی رشتے خود انسان کے بنائے ہوئے ہیں۔ اصل رشتہ صرف ایک ہے اور وہی ہے جو انسان کو اس کے خالق اور پروردگار سے متصل کرتا ہے۔ وہ ایک ہے پس اس کے ماننے والوں کو بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔
اگرچہ سمندروں کے طوفان، پہاڑوں کی مرتفع چوٹیاں زمین کے دور دراز گوشوں اور جنس و نسل کی تفریقوں نے ان کو باہم ایک دوسرے سے جدا کر دیا"

(الہلال ۶ نومبر ۱۹۱۳ء)

اللہ اللہ کیا رنگ انقلاب ہے کہ اب یہی ابوالکلام مشرقی اور مغربی پاکستان کے مسلمانوں کو ایک نہیں سمجھتے اور اس اسلامی رشتے کو سب سے بڑا فریب قرار دے رہے ہیں اور اسلام کے اسی زریں اصول کی تکذیب و تردید فرما رہے ہیں جسے مندرجہ بالا سطور میں پورے حتم و یقین سے پیش کر رہے ہیں۔
یہ بھی ملاحظہ فرمائیے :-
"یہ برادری خدا کی قائم کی ہوئی برادری ہے ہر انسان جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا۔ پھر وہ اس اقرار کے اس برادری میں شامل ہو گیا۔ خواہ مصری ہو۔ خواہ الجیریا کا وحشی خواہ قسطنطنیہ کا تعلیم یافتہ ترک، لیکن اگر وہ مسلم ہے۔ تو اس ایک خاندانِ توحید کا عضو ہے جس کا گھرانہ کسی خاص وطن اور مقام سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ تمام دنیا اس کا وطن اور تمام قومیں اس کی عزیز ہیں۔ دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں۔ مگر یہ رشتہ کبھی

Marfat.com

نہیں ٹوٹ سکتا۔" الہلال ۱۱/۱۲ ۱۹۱۲ء

اس سے بھی زیادہ یقین آفریں، بلند آہنگ اور پرشکوہ الفاظ میں فرماتے ہیں۔

"پس اے عزیزانِ ملت! اور اے بقیہ ماتم زدگان قافلۂ اسلام!! اگر یہ سچ ہے کہ دنیا کے کسی گوشہ میں پیروانِ اسلام کے سروں پر تلوار چمک رہی ہے تو تعجب ہے کہ اگر اس کا زخم ہم اپنے دلوں میں نہ دیکھیں۔ اگر اس آسمان کے نیچے کہیں بھی ایک مسلم پیرو توحید کی لاش تڑپ رہی ہے تو لعنت ہے ان سات کروڑ زندگیوں پر جن کے دل میں اس کی تڑپ نہ ہو۔ اگر مراکش میں ایک حامی وطن کے حلق بریدہ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا ہو تو ہم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہمارے منہ سے دل و جگر کے ٹکڑے نہیں گرتے؟

ایران میں وہ گردنیں پھانسی کے پھندوں میں لٹک رہی ہیں جن سے آخری ساعتِ نزع میں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کی آواز نکل رہی تھی تو ہم پر اللہ اور اس کے ملائکہ کی پھٹکار ہو۔ اگر اپنی گردنوں پر اس کے نشان محسوس نہ کریں۔ اگر آج بلقان کے میدانوں میں حافظین کلمۂ توحید کے سر اور سینے صلیب پرستوں کی گولیوں سے چھن رہے ہیں تو ہم اللہ، اس کے ملائکہ اور اس کے رسول کے آگے ملعون ہوں اگر اپنے پہلوؤں کے اندر ایک لمحہ کے لیے بھی راحت اور سکون محسوس کریں۔

میں کیا کہہ رہا ہوں؟ حالانکہ اگر اسلام کی روح کا ایک ذرہ بھی اس کے پیروؤں میں باقی ہے تو مجھ کو کہنا چاہیئے کہ اگر میدان جنگ میں کسی ترک کے تلوے میں ایک کانٹا چبھ جائے تو قسم ہے خدائے اسلام کی کہ کوئی ہندوستان کا مسلمان مسلمان

Marfat.com

نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس چبھن کو تلوے کی جگہ اپنے دل میں محسوس نہ کرے کیونکہ ملّت اسلامیہ ایک جسم واحد ہے اور مسلمان خواہ کہیں ہو اس کے اعضاء و جوارح ہیں۔ اگر ہاتھ کی انگلی میں کانٹا چبھے تو جب تک باقی اعضا کٹ کر الگ نہ ہو گیے ہوں ممکن نہیں اس صدمے سے بے خبر رہیں۔"

ہم انڈیا ونس فریڈم" مولانا مرحوم کی آخری کتاب ہے۔ جو انگریزی میں ہے اور ہمایوں کبیر نے مسوّدہ ترتیب دیا جس کا لفظ لفظ پڑھ کر مولانا کو سنایا گیا اس کے صفحہ ۲۲۷ کی وہ انگریزی عبارت نقل کر کے پھر اس کا ترجمہ نذرِ قارئین کرتے ہیں آپ دیکھیں گے کہ "متحدہ قومیت" کے نشہ سے سرشار راشٹرپتی ابوالکلام کس طرح مندرجہ بالا سطور سے یکسر منحرف ہو کر اپنے ہی پیش کردہ اسلامی اصول کی تکذیب کر رہے ہیں اور کس جرأت و دلیری اور ہشیاری و خوبی سے حقائق کا چہرہ بگاڑ رہے ہیں۔

نیز اپنے پہلے خیالات و نظریات، تصوّرات و احساسات کو کس طرح بدل کر رکھ دیا ہے جو حضرات اب بھی اس بات کے دعویدار ہیں کہ آزاد مرحوم نے اسلام سے سرکشی اور بے رخی نہیں برتی ان سطور کے پڑھنے کے بعد بھی اگر وہ مصر رہیں تو پھر ہمارے پاس ان کا کوئی علاج نہیں۔ ہمارا چیلنج ہے کہ وہ ان کی بازآفرینی کی ایک سطر تک پیش نہیں کر سکتے۔

ملاحظہ فرمائیے:۔

Mr. Jinnah and his followers did not see to reali that geography was against them. Muslims in undivid India were distributed in a way which made it impossib

Marfat.com

to form a separate state in a consolidated area. The Muslim majority areas were on the north-west and the north-east. These two regions have no point of physical contract. People in these two areas are completely different from one another in every respect, except only in religion. It is one of the greatest frauds of the people to suggest that religious affinity can unite areas which are geographically, economically, linguistically and culturally different It is true that Islam sought to establish a society which transcends social, linguistic, economic and political frontiers. History has however proved that after and first few decades of at most after the first century Islam was not able to unite all the Muslim countries into one state on the basis of Islam. This was the position in the past and this is the position to-day. No one can hope that East and West Pakistan will compose all their differences and form one nation.

(India wins freedom P. 227)

مولانا ظفر علی ۱۹۳۹ء

رسول اللہ کے گھر میں یہ کیسا انقلاب آیا
کہ گاندھی جی کی کٹیا عالمانِ دین کا ڈیرا ہے
خدا ہی جانتا ہے حشر اس ٹولی کا کیا ہوگا
حرم سے جس کی بد بختی نے رخ ملت کا پھیرا ہے

Marfat.com

اصل تحریر ہم نے انڈیا ونس فریڈم صفحہ ۲۲۷ سے پیش کردی ہے۔ انگریزی خواں حضرات دیکھ لیں یہاں لفظ صاف اور واضح طور پر اسلام ہے۔ اب چند اہم سطور کا ترجمہ نذر قارئین کرتے ہیں

"یہ کہنا کہ مذہبی ہم آہنگی ان علاقوں کو جو جغرافیائی اقتصادی، لسانی اور تمدنی طور پر مختلف ہیں متحد کر سکتی ہے لوگوں کے ساتھ سب سے بڑا فریب ہے، یہ صحیح ہے کہ اسلام نے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کی کوشش کی جو نسلی، لسانی اقتصادی اور سیاسی حدود سے بالا تر ہو۔ لیکن تاریخ نے ثابت کر دیا کہ پہلے چند قرنوں یا زیادہ سے زیادہ پہلی صدی کے بعد اسلام صرف اسلام کی بنا پر تمام مسلم ممالک کو ایک اسٹیٹ میں منسلک کرنے میں ناکام رہا۔"

مولانا آزاد (مرحوم) کی یہ آخری کتاب مشتمل ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد (مرحوم) کے مختصر سوانح حیات پر اور ان کارناموں کے مقابلتاً تفصیلی بیان پر جو انھوں نے ہندوستان کی آزادی کی کشمکش کے دوران سرانجام دیئے۔ کتاب کے مرتب مسٹر ہمایوں کبیر نے پیش لفظ میں کتاب کی ترتیب و تسوید کی داستان بھی بیان کی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ قریب دو سال تک ان کا معمول رہا کہ وہ ہر شام ایک گھنٹہ کے قریب مولانا آزاد کے ساتھ بسر کرتے۔ مولانا اپنی داستان زبانی بیان کرتے اور ہمایوں کبیر صاحب اس کے نوٹ لیتے جاتے اس کے بعد وہ اس

Marfat.com

داستان کو (انگریزی زبان میں) ترتیب دیتے اس طرح جب اس
اس کتاب کا مسوّدہ تیار ہوگیا تو مولانا آزاد نے اس
کا ایک ایک فقرہ پڑھا اور یوں اسے ان کی تصویب و توثیق حاصل
ہوگئی۔ مولانا آزاد نے فیصلہ کیا کہ کتاب کے قریب تیس صفحات
سردست شائع نہ ہوں۔ چنانچہ ان صفحات کو نیشنل لائبریری
کلکتہ اور نیشنل آرچائیوز نئی دہلی میں سربمہر لفافوں میں رکھ دیا
گیا بقایا مسوّدہ زیر نظر کتاب کی شکل میں ہندوستان میں شائع
ہوا ہے (پاکستان میں یہ کتاب غالباً فروخت کے لیے نہیں آئی)

کتاب کا مطالعہ جو مجموعی نقوش پڑھنے والے کے دل پر چھوڑتا
ہے انھیں مختصر الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ :-

۱۔ اگر دو ایک مقامات پر اس قسم کا مذکرہ ضمنی اشارات میں
نہ آ جاتا تو کسی ناواقف کو پتہ نہ چل سکتا کہ کتاب کسی مسلمان
کی لکھی ہوئی ہے یا غیر مسلم کی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ متحدہ قومیت کے
رنگ میں ڈوبے ہوئے انسان کی کیفیت ایسی ہی ہونی
چاہیئے۔ اس نقطہ نگاہ سے مصنف اپنی تصنیف میں کامیاب ہے

۲۔ مصنف ہر مقام پر اپنی انفرادیت کو نمایاں طور پر محسوس
کرانا چاہتا ہے وہ بتانا چاہتا ہے کہ ہندوستان میں اس
سے بہتر سیاست دان کوئی نہیں تھا چنانچہ جن معاملات میں
اس کے رفقائے کار کو اس کی رائے سے اختلاف ہوتا ہے
اور فیصلہ مصنف کی رائے کے خلاف ہوتا ہے مصنف
بتاتا ہے کہ آخر الامر واقعات ثابت کر دیتے ہیں کہ اس
کی رائے صحیح اور باقیوں کی رائے غلط تھی۔

۳۔ مصنف کے دل میں ایک پھانس ہے جو اسے کسی پہلو چین

Marfat.com

سے نہیں بیٹھنے دیتی وہ پھانس ہے۔ مسٹر جناح کا تصور پوری کتاب میں نظر آتا ہے کہ جناح مصنف کے اعصاب پر سوار ہے اور اس کے خلاف آتش انتقام مصنف کو طلسم پیچ و تاب بنائے ہوئے ہے

۴۔ مصنف کی زندگی ایک عظیم المناک حادثہ سے دوچار ہوئی جس کی یاد اسے آخری دم تک ستاتی رہی۔ یہ المناک حادثہ تھا ہندوستان کی تقسیم اور پاکستان کا قیام۔ اس سے ہندوستان کو جس قدر نقصان پہنچا ہے وہ اس پر خون کے آنسو روتا ہے۔

۵۔ مصنف یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں شروع سے آخر تک ایک ہی مسلک کا پیرو اور ایک ہی اصول کا پابند رہا ہے یعنی نیشنلزم اور ہندوؤں اور مسلمانوں کی متحدہ قومیت یہ وہ مقام ہے جہاں ان لوگوں کے دل میں مصنف کا کوئی احترام باقی نہیں رہتا جو اس کی پوری زندگی سے واقف ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ اس کے پہلے دور (الہلال، اور دوسرے دور (کانگریسی دور) میں کس قدر تضاد و تخالف تھا۔

۶۔ مصنف اپنے رفقائے کار میں سے کسی پر بھی تنقید سے نہیں جھجکتا۔ حتیٰ کہ گاندھی، پٹیل، جواہر لال جیسی شخصیتیں بھی اس سے مامون نہیں ہیں لیکن اس تنقید سے مقصود مصنف کا اپنی برتری کا اثبات ہوتا ہے۔

۷۔ مصنف اسلام کے مستقبل سے مایوس تھا اور اسے ایک "چلے ہوئے کارتوس" سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔

(طلوع اسلام جون ۱۹۵۹ء)

Marfat.com

گو یہ کتاب تقسیم ہندوستان کے بعد شائع ہوئی ہے لیکن جیسا کہ ہم ابتدا میں عرض کر آئے ہیں کہ جب تک آزاد کے زمانۂ الہلال اور کانگریسی دور میں خیالات و نظریات کے واضح فرق کو سامنے نہیں لایا جائے گا۔ اس وقت تک کانگریسی علماء کی صحیح تصویر کشی میں دقت ہو گی اسی لیے ہم نے آزاد کے بدلے ہوئے خیالات کے بارے میں جو اس کتاب میں پیش کیے گیے ہیں۔ مختصراً تنقید و تبصرہ قارئین کی نذر کر دیا ہے۔

یہ بھی ملاحظہ فرمائیے :۔

"لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ میں ایک اور احساس رکھتا ہوں جسے میری زندگی کی حقیقتوں نے پیدا کیا ہے اسلام کی روح مجھے اس سے نہیں روکتی۔ وہ اس راہ میں میری رہنمائی کرتی ہے۔ میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں۔ میں ہندوستان کی ایک ناقابل تقسیم متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوں جس کے بغیر اس کی عظمت کا ہیکل ادھورا رہ جاتا ہے۔ میں اس کی تکوین (بناوٹ) کا ایک ناگزیر عامل (FACTOR) ہوں۔ میں اپنے اس دعویٰ سے کبھی دست بردار نہیں ہو سکتا۔"

آگے بڑھیئے :۔

"ہندوستان کے لیے قدرت کا یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ اس کی زمین انسان کی مختلف نسلوں، مختلف تہذیبوں اور مختلف مذہبوں کے قافلوں کی منزل ہے۔ ما بھی تاریخ کی صبح بھی نمودار نہیں ہوئی تھی کہ ان قافلوں کی آمد شروع ہو گئی اور پھر ایک کے بعد دوسرا یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کی وسیع سرزمین سب کا استقبال

Marfat.com

کرتی رہی اور اس کی فیاض گود نے سب کے لیے جگہ بنالی۔ ان ہی قافلوں میں ایک حجازی قافلہ ہم پیروانِ اسلام کا بھی تھا۔ یہ پچھلے قافلوں کے نشان راہ پر چلتا ہوا یہاں پہنچا اور ہمیشہ کے لیے یہاں بس گیا یہ دنیا کی دو مختلف قوموں اور تہذیبوں کے دھاروں کا ملاپ تھا۔ یہ گنگا اور جمنا کے دھاروں کی طرح ایک دوسرے سے الگ الگ بہتے رہے لیکن پھر جیسا کہ قدرت کا اٹل قانون ہے دونوں کو ایک سنگم میں مل جانا پڑا۔ ان دونوں کا میل تاریخ کا ایک عظیم واقعہ تھا جس دن یہ واقعہ ظہور میں آیا اسی روز سے قدرت کے مخفی ہاتھوں نے پرانے ہندوستان کی جگہ ایک نئے ہندوستان کے ڈھالنے کا کام شروع کر دیا۔"

(صفحہ ۳۷ و ۳۸)

یہ بھی سنو:-

۱۔ "کانگریس جو بھی قدم اٹھانا چاہتی ہے ہندوستان کے لیے اٹھانا چاہتی ہے۔" (صفحہ ۲۴)

۲۔ "یہ تخیل کہ ہندوستان میں دو قومیں آباد ہیں سرکاری دماغوں کا وضع کردہ ہے۔" (صفحہ ۲۸ و ۲۹)

اس مرصع غزل کا آخری شعر

"ہماری اس ایک ہزار سال کی مشترک زندگی نے ایک متحدہ قومیت کا سانچا ڈھال دیا ہے ایسے سانچے بنائے نہیں جا سکتے وہ قدرت کے مخفی ہاتھوں سے صدیوں میں خود بخود بنا کرتے ہیں اب یہ سانچہ ڈھل چکا اور قسمت کی مہر اس پر لگ چکی۔ ہم پسند کریں یا نہ کریں مگر اب ہم ایک ہندوستانی قوم اور ناقابل تقسیم ہندوستانی قوم بن چکے ہیں۔ علیحدگی کا کوئی بنا وٹی تخیل (یعنی

Marfat.com

پاکستان) ہمارے اس ایک ہونے کو دو نہیں کر سکتا۔ ہمیں قدرت کے فیصلے پر رضامند ہونا چاہیئے اور اپنی قسمت کی تعمیر میں لگ جانا چاہیئے۔ (صفحہ ۳۹)

آگے چل کر رقمطراز ہیں :-

"مہاتما گاندھی کی راہنمائی پر اعتماد ہی ایک تنہا راہنمائی ہے جس نے ہماری تحریک کا شاندار ماضی تعمیر کیا اور اس سے ہم ایک فتح مند مستقبل کی توقع کر سکتے ہیں"۔

"یہی ایک تنہا راہ نمائی ہے۔

مولانا صاحب کا ایمان۔ قرآن کا ارشاد :-

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ

کہدے کہ راہ نمائی صرف ایک ہے اور وہ اللہ کی راہ نمائی ہے۔

مولانا کبھی فرماتے تھے :-

"البتہ بطور تحدیث نعمت کے عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ راہ سوجھائی کہ مسلمانوں کے پولٹیکل نصب العین کو بھی قرآن کریم سے ماخوذ ہونا چاہیئے۔ اور ان کو اس راہ میں از روئے مذہب قدم رکھنا چاہیئے نہ کہ باتباع حریت جدیدہ یورپ و تقلید اخوان وطن، پھر یہ اس کا ایک فضل ہے اور اس میں گلے شکوے کی گنجائش نہیں۔ آج چالیس برس سے مسلمان پالٹیکس پر انکار یا اقرار کے لحاظ سے بحث کر رہے ہیں لیکن براہ کرم بتایئے کہ آجتک ایک صدا بھی تمام اسلامی ہند میں اس کی بلند ہوئی؟ آجتک مسلمانوں نے اور ان کے تمام لیڈروں نے پولٹیکل آزادی کو ہمیشہ ہندوؤں کی آنکھ اور یورپ کے نئے آزادانہ دور

Marfat.com

کا نتیجہ سمجھا لیکن کسی نے اس پہلو پر نظر نہ ڈالی کہ خود اسلام بھی مسلمانوں کو ان کی سیاست کے لیے کوئی بلند جگہ دیتا ہے یا نہیں۔ اس کا دعویٰ کس کو ہے کہ نئی بات دکھلا دی البتہ ایک کھوئی ہوئی بصارت تھی جو اب واپس آ گئی"

(الہلال۔ ۲ر دسمبر ۱۹۱۲ء)

تحریر فرماتے ہیں:۔

"کفار سے مسلمانوں کو ساز باز نہ رکھنی چاہیئے۔ ان سے بے تعلق ہونا لازم ہے۔ جو ساز باز رکھتے ہیں۔ جنھیں ان سے بے تعلق ہونے میں اپنے اور اپنی قوم کے لیے مشکلات اور مصائب کا اندیشہ ہو وہ غلطی پر ہیں۔ ان کو پشیمان ہونا پڑے گا۔ اسلام کو فتح نصیب ہو گی اور مسلمانوں کی بہبود و بہتری کا قدرت کاملہ کوئی اور انتظام کرے گی۔ اس وقت معلوم ہو گا کہ لات ندامت ولا ینفع الندم" اس وقت نادم ہوئے جب ندامت مفید ہی نہ رہی" (مضامین آزاد حصہ سوئم)

آپ دیکھ چکے ہیں کہ دور الہلال کے نظریات و خیالات اور ایمان و ایقان سے منحرف ہونے والا اور "متحدہ قومیت" کے نشہ سے سرشار ترجمان القرآن کی شکل میں قرآن عزیز کی گاندھوی تفسیر و تشریح کرنے والا مفسر قرآن اسلام کے نصب العین سے کس قدر بیزار و مایوس ہے۔ جسے کبھی ترک مسلمان سے ہمدردی نہ کرنے والا ہندی مسلمان مسلمان نظر نہیں آتا تھا اب مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں اسے کوئی رشتہ اتحاد نظر نہیں آتا لیکن دیکھئے ایک غیر مسلم محقق و مورخ اپنی تحقیقات کے بعد کس نتیجہ پر پہنچا ہے۔

Marfat.com

"اسلام کوئی ناممکن الحصول نصب العین متعین نہیں کرتا"۔
HLTTi- HISTORY OF THE ARABS P.129

گبن جیسا متعصب مورخ کیا لکھتا ہے:۔

"جو چیز ہمارے لیے وجہ حیرت ہے وہ اسلام کی اس قدر جلد اشاعت نہیں بلکہ یہ کہ اس کی تعلیم کس قدر ابدی حقائق پر مبنی ہے۔ (زوال وسقوط روما صفحہ ۲۸۷)

آب کوثر سے جو پھسلا لب گنگا پہنچا

ابوالکلام آزاد متحدہ قومیت کے نشہ و جذبات سے سرشار جوانی کے دور میں اسلام کا نام لے کر مسلمانوں کے دلوں کو گرمایا کرتے تھے اسلام سے مایوسی و بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ اسلام (رب العالمین اور رحمۃ للعالمین) کا دین عالمگیر برادری کی تشکیل کرنے میں ناکام و ناکامیاب ہے اور حضرت والا نیشنلزم کے حیات کش اور انسانیت سوز دلدل میں پھنستے ہیں، لیکن مغربی ملحد، بے دین، مفکر و مورخ اور سیاست دان اپنی تحقیقات اور مشاہدات کے بعد نیشنلزم کے متعلق اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں:۔

"نیشنلزم انسانی تاریخ کا سب سے بڑا مفسدہ ہے"۔

اور اس نتیجہ پر کہ:۔

نیشنلزم نوع انسانی کی تباہی کے لیے سب سے بڑی قوت ہے

BERTRAND RUSSELL IN "THE HOPE FOR A CHANGING WORLD.

Marfat.com

یہ حضرات زبانِ حال سے پکار رہے ہیں :-

"مسلمانوں کی اُخوتِ باہمی کا عقیدہ یقیناً مغرب کی تنگ نظر قومیت پرستی کے عقیدے سے کہیں بہتر ہے اور یہی عقیدہ موجودہ زمانے کے تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے"

TOYNBEB THE WORLD AND THE WEST P93.

یہ مسلمانوں سے توقع و اُمید رکھتے ہیں کہ

"تم اپنے عالمگیر مودّت و اُخوّت کے تصوّر کو چھوڑ کر یورپ کا ایسا تنگ نظر تصوّر اپنے ہاں رائج نہیں کر لوگے۔ ایک ہی عالمگیر برادری کا تصوّر ویسے تو نوعِ انسانی کی فلاح کے لیے ہمیشہ ضروری رہا ہے لیکن اس ایٹم کے دور میں اس کی اہمیت اور ضرورت اور بھی شدید ہو گئی"

دورالہلال

دورالہلال میں مولانا آزاد بھی اتنی خیالات کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

ملاحظہ فرمایئے :-

"مسلمانوں کے لیے راہ عمل ہمیشہ ایک ہی رہی ہے اور ہمیشہ کی طرح اب بھی ایک ہے یعنی ہندوستان کے مسلمان اپنی جماعتی زندگی کی اس معصیت سے باز آجائیں جس میں وہ ایک عرصہ سے مبتلا رہے ہیں اور جس کی وجہ سے فوز و فلاح کے تمام دروازے ان پر بند ہو گئے ہیں۔ جماعتی زندگی کی معصیت سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان میں ایک جماعت بن کر رہنے کا شرعی نظام مفقود ہو گیا ہے وہ بالکل اس

Marfat.com

گلے کی طرح ہیں جس کا انبوہ جنگل کی جھاڑیوں میں منتشر ہوکر گم ہوگیا ہو۔" (مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب) از مولانا آزاد

یہ بھی ملاحظہ فرمائیے :-

"ہمارے ملکی بھائی اپنے اندر صرف قومیت اور سیاست کی روح پیدا کرکے زندگی کی حرارت پیدا کر سکتے ہیں اس طرح اور قومیں بھی لیکن مسلمان کی تو کوئی علیحدہ قومیت نہیں ہے جو کسی خاص نسل و خاندان یا زمین کی جغرافیائی تقسیم سے تعلق رکھتی ہو۔ ان کی ہر چیز مذہب یا بالفاظ مناسب تر ان کا تمام کاروبار صرف خدا سے ہے بس جب تک وہ اپنے تمام اعمال کی بنیاد مذہب کو قرار نہیں دیں گے اس وقت تک ان میں نہ قومیت کی روح پیدا ہو سکے گی اور نہ وہ اپنے بکھرے ہوئے شیرازہ کو جمع کر سکیں گے۔"

"آج دنیا "قوم" اور "وطن" کے نام میں جو تاثیر دیکھتی ہے مسلمانوں کے لیے وہ اثر "صرف" اسلام یا خدا کے لفظ میں ہے۔ یورپ میں نیشن کا لفظ کہہ کر ایک شخص ہزاروں دلوں میں حرکت پیدا کر سکتا ہے لیکن آپ کے پاس اس کے مقابلہ میں اگر کوئی لفظ ہے تو خدا یا اسلام ہے۔"

آگے چلیئے :-

"ممکن ہے کہ ایک باپ اپنے لڑکے سے روٹھ جائے بعید نہیں کہ ایک ماں اپنی گود سے بچے کو الگ کر دے ہو سکتا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن بن جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے تمام عہد مودت۔ خون اور نسل کے باندھے ہوئے پیمان وفا و محبت ٹوٹ جائیں مگر جو رشتہ ایک چین

Marfat.com

کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے۔ ایک عرب کو بدّو قریشی سے پیوست ویک جان کر سکتا ہے دُنیا کی کوئی طاقت نہیں ہے جو اسے توڑ سکے اور اس زنجیر کو کاٹ سکے جس میں خدا کے ہاتھوں نے انسانوں کے دلوں کو ہمیشہ کے لیے جکڑ دیا ہے۔"

(الہلال ۶ر نومبر ۱۹۱۳ء)

اندازہ فرمائیے:۔

"ہمارے عقیدہ میں تو ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا کسی اور تعلیم گاہ سے حاصل کیا گیا ہو۔ ایک کفر صریح ہے اور پالٹیکس بھی اس میں داخل ہے۔ افسوس کہ آپ حضرات نے اسلام کو کبھی اس کی اصلی عظمت میں نہیں دیکھا۔

مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ" ورنہ اپنی پولٹیکل پالیسی کے لیے نہ تو گورنمنٹ کے دروازے پر جھکنا پڑتا اور نہ ہی ہندوؤں کی اقتداء کی ضرورت پیش آتی۔" (مضامین آزاد حصہ دوئم)

ابوالکلام مرحوم کی تحریر ایسی نظر فریب اور سحر آمیز ہے۔ کہ جب مرحوم نے دور الہلال کے مؤقف سے منحرف ہو کر قرآن عزیز کی گاندھوی تفسیر کی تو عقیدت کیش اور ارادت مند سطح بین حضرات اس بنیادی فرق کو محسوس نہ کرتے ہوئے جو دور الہلال کے آزاد اور متحدہ قومیت کے نشہ سے سرشار اور گاندھوی خیالات کے پرستار ابوالکلام میں تھا جنھوں نے اب راشٹرپتی آزاد کا لقب بھی اختیار کر لیا تھا بدستور ان کی سحر آفرینیوں سے مسحور رہے اور مولانا آزاد نے بھی مہاتما گاندھی کے اس خیال کو قبول کرتے ہوئے کہ عالمگیر سچائیاں سب میں ایک جیسی ہیں اور "تمام مذاہب یکساں ہیں" اور خدا پرستی اور نیک عملی کی زندگی نجات و سعادت کی ضامن ہے۔ ہدایت خدا کی

Marfat.com

رحمت ہے جو کسی ایک گروہ کی میراث نہیں ہو سکتی وغیرہ وغیرہ اپنی تائید و حمایت پیش کر دی۔

خیال فرمائیے جب اس سطحی کشش و جاذبیت کو مولانا ابوالکلام مرحوم جیسے مفسّر قرآن کی تائید بھی حاصل ہو جائے تو اس سحر کو سطحی ذہنیتوں کے مسحور کرنے سے کون روک سکتا ہے اور ایسے لوگوں کے متاثر و مرعوب ہونے میں کون سی شے مانع ہو سکتی ہے۔ یہی اسلام سوز نظریہ شہنشاہ اکبر کے دور میں ابھرا انہی جذبات و مقاصد کو دین الٰہی کا نام دیا گیا۔ یہ بات تاریخ دان حضرات سے پوشیدہ نہیں اور اسی طرح وہ مساعی جمیلہ بھی ان کی نگاہوں سے مستور نہیں جو اس نظریہ کے ابطال و استیصال کے لیے حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مومنانہ۔ مجاہدانہ اور مفکّرانہ انداز اختیار کیا۔

سراب آسا تفسیر

ہم نے ہفت روزہ "اقدام" میں کہ کانگریسی دور کے ابوالکلام آزاد نے "متحدہ قومیت" کے نظریہ کو تقویت بخشنے کے لیے اپنے الہلالی دور کے نظریات سے یکسر انحراف کر کے گاندھوی اثر و رسوخ (ہندوؤں کو) قوت و طاقت مہیا کرنے کے لیے جو سراب آسا تفسیر اور فریب آمیز تشریح قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کی لکھی ہے تفصیل سے لکھا تھا کہ وہ انسان کو قرآنی مفہوم و روح سے کوسوں دور لے جاتی ہے بلکہ

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبریل و مصطفٰےؐ را

ہم اس مقام پر اپنے ناظرین کرام کی خدمت عالیہ میں پیش

Marfat.com

کرکے انصاف کے طالب ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (پارہ اوّل رکوع ۴)

مولانا آزاد کا گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :۔

"جو لوگ (پیغمبر اسلام پر) ایمان لا چکے ہیں وہ ہوں یا وہ لوگ ہوں جو یہودی ہیں یا نصاریٰ اور صابی ہوں (کوئی ہو اور کسی گروہ بندی میں سے ہو) لیکن جو کوئی بھی خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس کے اعمال اچھے ہوئے تو وہ اپنے ایمان و عمل کا اجر اپنے پروردگار سے ضرور پائے گا اس کے لیے نہ تو کسی طرح کا کھٹکا ہوگا، نہ کسی طرح کی غمگینی"

یہ ہم نے ترجمان القرآن کے صفحہ نمبر ۱۹ و ۱۹۱ سے حرف بحرف نقل کیا ہے اور اس جلد سے ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء کی تاریخ ملتی ہے، اس جلد میں سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے۔

ترجمہ کے الفاظ پر دوبارہ غور فرمائیے یا وہ لوگ ہوں جو یہودی ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی پر ایمان و اقرار ضروری نہیں۔ یہ ظاہر کرنے سے ہماری مراد صرف یہ ہے کہ آزاد نے ایمان بالرسالت کو ضروری قرار نہیں دیا۔

اب اس آیت مبارکہ کا قرآنی مفہوم ملاحظہ فرمائیں :۔

"تحقیق جو لوگ ایمان لانے والے ہیں اور یہود و نصاریٰ و صابئین اور جو شخص بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لائے اور عمل اچھے کرے ان کا اجر ان کے اللہ کے پاس ہے اور ان کو کسی قسم کا خوف و حزن نہیں"

دونوں ترجموں کا فرق قارئین کے سامنے ہے اور بخوبی اندازہ فرما سکتے ہیں کہ ابوالکلام مرحوم کے ترجمہ سے مفہوم یکسر بدل جاتا ہے۔ مولانا مرحوم کی یہ تصریح و تفسیر جدید نظریہ (یکسانیت مذاہب) کے مؤیدین کا عروۃ الوثقیٰ ہے۔

Marfat.com

سچ ہے کہ متحدہ قومیت و وطنیت کے نشہ و اثر سے سرشار و مخمور انسان اس کے سوا اور سمجھ بھی کیا سکتا ہے۔ شاعر نے سچ کہا ہے ؎

کانگریس کے مولوی کی کیا پوچھتے ہو کیا ہے
گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ ہے

"قارئین کرام! قرآن کے اس دعویٰ کو ایک زندہ حقیقت سمجھ کر ذہن میں محفوظ فرمائیے:۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

"اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ضابطۂ حیات اور نظام حقیقی دے کر بھیجا تاکہ وہ نظام تمام نظامہائے عالم پر غالب آجائے۔ خواہ یہ چیز مشرکین کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گزرے"

دیکھا مولانا آزاد مرحوم کے اس دعویٰ کے بعد کہ عالمگیر سچائیاں تمام مذاہب میں یکساں ہیں اور نجات و سعادت بھی سب میں! خدا کا یہ دعویٰ کہ دین اسلام تمام مذاہب سے ارفع و اعلیٰ ہے اور نجات و سعادت اس سے باہر کہیں نہیں۔ ابوالکلام مرحوم کے ترجمہ و تفسیر کو کس طرح باطل قرار دے رہا ہے۔

آگے چلئے:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ (دوسرا پارہ آیت ۲۰۸)

"اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں سارے کے سارے اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"

اس سے اگلی آیت:۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

Marfat.com

عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (دوسرا پارہ آیت ۲۰۹)

"پھر اگر تم لغزش کرو بعد اس کے کہ آچکیں تمہارے پاس روشن دلیلیں تو
جان لو اللہ زبردست حکمت والا ہے"

آگے چلیے:—

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۝ (پارہ پانچواں آیت ۱۳۶)

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا ۝ (پانچواں پارہ آیت ۱۳۷)

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمَا ۙ (پانچواں پارہ آیت ۱۳۸)

"اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولؐ پر اور اس کی کتاب پر جو
اس نے نازل کی اپنے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو نازل کی اس
سے پہلے اور جو کوئی انکار کرے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس
کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز قیامت کا تو وہ بھٹک گیا راہ حق سے
بہت دور بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور پھر انکار کر دیا پھر پڑ گیے کفر میں،
اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ ہی دکھائے گا انہیں راہ، خوشخبری دے دیجئے
منافقوں کو انہیں عذاب ہوگا دردناک"

اسی سے آگے چل کر قرآن کریم کا ارشاد:

اِلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۝ (پانچواں پارہ آیت ۱۳۹)

Marfat.com

"وہ لوگ جو بناتے ہیں کافروں کو دوست، سوائے مسلمانوں کے، کیا وہ چاہتے ہیں ان کے پاس عزت، پس بے شک عزت تو اللہ ہی کے لیے ہے۔"

إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ (پارہ پانچواں آیت ۱۴۰)

"بلاشبہ اللہ جمع کرنے والا ہے سب منافقوں اور کافروں کو جہنم میں۔"

فراہم و مہیا کر دیا

عزیزانِ ملت! اصل میں قرآن عزیز نے یہی صحیح تصور پیش کیا تھا۔ لیکن ابوالکلام مرحوم جو دورِ الہلال میں مسلمانوں میں ایک عالمِ دین اور مفسر کی حیثیت سے امتیاز حاصل کر چکے تھے اور اُن کے قلم و زبان کا مسلمانوں کے دلوں پر گہرا اثر تھا۔ اسلام سے مایوس و بیزار ہونے کے بعد جب کانگریس کے اس نظریہ قومیت کو مقبول عام بنانا مقصود ٹھہرا تو متحدہ قومیت کے اس نظریہ "ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی آپس میں ہیں بھائی بھائی" کے نعرے کے لیے مسلمانوں سے قبول عام کی سند حاصل کرنے کے لیے سراسر قرآنی مفہوم اور اپنے دورِ الہلال کی تحریروں کے خلاف یہ تفسیر کی جس کا ترجمہ ہندو کانگریس نے ہندی میں شائع کر کے بھی تقسیم کیا۔

اور ایسے اجتماعات و تقاریب میں جنھیں "تمام مذاہب کی کانفرنس" کا نام دیا جاتا تھا ہندو اس تفسیر کو بطور سند پیش کرتے رہے۔ ہم اس مقام پر اس پر تفصیلاً نہیں کہ ایسے مذاہب کے زیرک و فہیم لوگوں نے (جن میں مہاتما گاندھی صف اوّل میں تھے) یہ محسوس کر لیا تھا کہ ان کا مذہب وقت کے جدید تقاضوں کا جواب نہیں دے سکتا، اس لیے ان کی قوم کے پڑھے لکھے نوجوان اُن کے مذہب سے مایوس و بدظن ہو کر اسلام کی گود میں چلے جائیں گے۔ انھوں نے ایسے اجتماعات اور ایسی کانفرنسوں کا ڈھونگ رچا کر اسلام کو

Marfat.com

جسے اللہ تعالےٰ نے (دین الحق) فرمایا ہے اور دعوے کیا ہے کہ تمام ادیان پر غالب آکر رہے گا بھی (جو دراصل مذہب نہیں دین ہے) انھیں مذاہب کی صف میں لا کھڑا کیا اور اس پروپیگنڈے میں شدّت پیدا کر دی کہ عالمگیر سچائیاں تمام مذاہب میں یکساں ہیں۔

مقام تأسف و افسوس ہے کہ ایک زمانہ میں تو کعبے کو صنم خانے سے پاسبان مل گیے تھے لیکن اس دَور میں کفر نوازی کا فریضہ الہلال دور کے مفسّر قرآن نے سرانجام دیا اور اس نعرے کو تقویت کا سامان راشٹرپتی ابوالکلام مرحوم نے مہیا و فراہم کر دیا۔ یہاں صرف ایک واقعہ اپنی معروضات کی تائید و حمایت میں پیش کریں گے۔

کچھ اہمیّت نہیں رکھتا

جون ۱۹۴۱ء میں شولاپور کے مقام پر اسی نوعیت کی ایک "تمام مذاہب کانفرنس" منعقد ہوئی جس کے صدر ہندو قوم کے مشہور کارکن اور معروف خدمتگار پنڈت سندرلال جی تھے۔ پنڈت جی نے خطبہ میں اپنا سارا علم اور پورا زور اس بات میں صرف کر دیا کہ اسلام یہ خود تسلیم کرتا ہے کہ نجات و سعادت کی راہیں ہر مذہب میں یکساں طور پر موجود ہیں اور کسی مذہب کو دوسرے مذہب پر فوقیت نہیں۔ اصل مذہب "خدا پرستی اور نیک عملی" کی زندگی ہے اور یہ اصل ہر مذہب میں موجود ہے، فرق صرف شرح و منہاج و فروعات، میں ہے اور ایسا فرق کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ پنڈت جی نے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں شروع سے آخر تک جناب ابوالکلام مرحوم کی تفسیر سورۂ فاتحہ (ترجمان القرآن جلد اوّل) سے شرح و بسط سے اقتباسات پیش کیے جن سے حرفاً حرفاً ان کے اس دعویٰ کی تصدیق و تائید ہوتی تھی۔

Marfat.com

قارئین کرام خدا پرستی اور نیک عملی یعنی (پرستش پوجا پاٹ) کا تصور بھی جناب آزاد نے اس لیے دیا ہے کہ مسلمان جو اسلام کو ایک ضابطۂ حیات کی حیثیت سے پیش کر کے یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہمارے اصول حیات الگ ہیں، قرآن قوانین خداوندی کا ایسا مکمل مجموعہ ہے جو ہماری قدم قدم پر رہبری و رہنمائی کرتا ہے۔ ہماری تہذیب ہمارا رہنا سہنا، کھانا پینا بالکل ہندوؤں سے مختلف ہے۔ لیکن آزاد فرماتے ہیں کہ مسلمان نظام حیات کی حیثیت سے تو جمہوریت یعنی ہندو اکثریت کے اصولوں کو اپنا لیں اور وطن کو اپنا معبود قرار دے لیں، انفرادی طور پر ہر مسلمان پوجا پاٹ (پرستش) خدا کی کرے اور اپنے آپ کو یہ فریب دے کہ خدا کا فرمانبردار اور مطیع بندہ ہوں۔

خود ہی فرمائیے بھلا کونسا صحیح العقل انسان ہوگا جو قرآن عزیز کے واضح احکامات کے بعد آزاد کی مندرجہ بالا تفسیر و ترجمہ پر اعتبار و اعتماد کرے گا؟

راشٹر پتی مولانا ابوالکلام آزاد کی گاندھوی تفسیر کا ایک اور نمونہ حاضر خدمت ہے:۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝

سورہ توبہ کی اس آیت پاک کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:۔

"اہل کتاب میں سے جن لوگوں کا یہ حال ہے کہ نہ تو خدا پر (سچا) ایمان رکھتے ہیں نہ آخرت کے دن پر۔ نہ اُن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جنھیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے (ان کی کتاب میں) حرام ٹھہرا دیا ہے اور نہ سچے دین ہی پر عمل پیرا ہیں، تو (مسلمانو!) اُن سے (بھی) جنگ کرو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی خوشی

Marfat.com

سے جزیہ دینا قبول کرلیں اور حالت ایسی ہو جائے کہ اُن کی سرکشی ٹوٹ چکی ہو۔"
(ترجمان القرآن جلد دوئم صفحہ ۸۲)

دیکھئے اہل کتاب خدا کو بھی مانتے تھے اور اپنے خیال کے مطابق نیک اعمال بھی کرتے تھے بایں ہمہ مسلمانوں کو (خاص حالات کے ماتحت) جس طرح کفار اور مشرکین سے قتال کا حکم دیا گیا اسی طرح اہل کتاب سے بھی قتال کا حکم دیا گیا اس حکم کے وقت اہل کتاب کے خلاف جو فرد جرم (چارج شیٹ) عائد کی گئی وہ یہ ہے جس کا ترجمہ مولانا آزاد مرحوم نے متحدہ قومیت اور وطنیت کے گاندھی تصور کو تقویت دینے کے لیے اس طرح کیا جو مندرجہ بالا سطور میں پیش کیا گیا ہے۔

اب اس آیۂ جلیلہ کا قرآنی مفہوم ملاحظہ فرمائیے :۔

"اہل کتاب جو نہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں نہ آخرت پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا اور رسولؐ نے حرام بتایا ہے اور نہ سچے دین کو ہی قبول کرتے ہیں ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر جزیہ دینا قبول کرلیں۔"

دونوں ترجمے سامنے رکھ کر ایک صاحب ایمان یہی تسلیم و اقرار کرنے پر مجبور ہوگا کہ مولانا مرحوم نے یکسر قرآن عزیز کے مفہوم و مطلب کو بدل کر رکھ دیا ہے۔

اس آیہ جلیلہ سے تو حسب ذیل امور کی تصریح ہوتی ہے :۔

۱۔ اہل کتاب ہر چند خدا اور آخرت پر ایمان کے مدعی تھے (اور ہیں) لیکن قرآن کریم ان کے اس ایمان کو ایمان ہی قرار نہیں دیتا اس لیے قرآن کریم کی رو سے ایمان وہی ہے جو اس طریق پر لایا جائے جو قرآن نے بتایا ہے۔

۲۔ اہل کتاب کا اس طرح پر ایمان نہ لانے کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ حرام اور

Marfat.com

حلال میں ان پابندیوں کو ملحوظ نہیں رکھتے جو قرآن کریم نے عائد کی ہیں اس سے واضح ہو گیا کہ اسلام صرف "خدا پرستی اور نیک عملی" (بزعم خویش) کا نام نہیں بلکہ قرآن کریم کے تشریعی احکام کی پابندی بھی ضروری ہے۔

۳۔ تیسرے ٹکڑے میں اس امر کی وضاحت بیان فرمادی کہ ان لوگوں کا اپنے اپنے طریقہ پر خدا پرست بن جانا کچھ معنی نہیں رکھتا ان کے لیے دین الحق قبول کرنا نہایت ضروری ہے یعنی اسلام میں داخل ہونا لازمی شرط ہے۔ دین الحق اس مذہب کا نام ہے جو نبی اکرمؐ کی وساطت سے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ قرآن میں جہاں جہاں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں اسی دین کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔

ملاحظہ ہو $\frac{9}{23}$ ، $\frac{48}{28}$ ، $\frac{61}{9}$

مندرجہ صدر آیت کا مطلب بالکل واضح ہے لیکن چونکہ یہ حقیقت جناب آزاد کے برہمو سماجی اسلامی نظریہ کے خلاف جاتی تھی اس لیے انہوں نے ترجمہ میں ایسا اضافہ فرمایا ہے۔ جس سے اس کا مفہوم یکسر بدل جاتا ہے۔

ذرا غور فرمائیے ترجمہ میں چار لفظوں کے اضافے نے بات کہاں سے تک پہنچا دی۔ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ یہ لوگ ان چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے جنھیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہے یعنی قرآن کریم میں جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے یہ لوگ انھیں حرام نہیں سمجھتے لیکن جناب آزاد نے یہ کہہ کر کہ جنھیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے (ان کی کتاب میں) حرام ٹھہرا دیا ہے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن صرف یہ چاہتا ہے کہ یہ لوگ ان چیزوں کو حرام سمجھیں۔ جو ان کی کتاب میں حرام ٹھہرائی گئی ہیں۔

اندازہ فرمائیے قرآن کریم پر یہ کتنا بڑا اضافہ ہے اور اس اضافہ کی کتنی بڑی جرأت! یہ ہے تفسیر کا وہ طریقہ جس سے یہ حضرات اپنے نظریوں

Marfat.com

کو قرآنی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور نہیں ڈرتے کہ یہ جرأت کس قدر بے باک ہے!

قرآن عزیز کھلے کھلے الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (پارہ ۹ رکوع ۱۰)

(اے رسول! ان سے کہہ دو کہ) اے نوعِ انسانی! میں تم تمام کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی مارتا اور وہی جلاتا ہے۔ پس ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی اُمّی پر۔ جو خود اللہ پر اور اس کے کلام پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی اتباع کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

لہٰذا کوئی شخص رسول اکرمؐ کو خدا کا سچا رسول اور قرآن کریم کو خدا کی سچی کتاب ماننے کے دعوے میں سچا نہیں ہے تاوقتیکہ وہ قرآن کی اتباع نہ کرے اور یہ خطاب تمام نوعِ انسانی سے ہے کسی خاص فرقہ یا گروہ سے نہیں۔

مولانا آزاد کی تفسیر نے ہندوستان کی فضا میں کیا اثرات چھوڑے؟ یہی کہ پنڈت سندر جی لال جیسے لوگوں کو ایسا مواد مل گیا جس سے وہ اسلام کو ہندو مت کے برابر لا کر کھڑا کر سکیں۔ ہم خوفِ طوالت سے مولانا آزاد مرحوم کے بارے میں زیادہ نہیں لکھ رہے۔ اب مولانا حسین احمد مدنی کے خیالات و نظریات پیش کریں گے۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں نیشلسٹ علماء کے ابوالآباء ہیں اور انہی ابوالآباؤں کے زیر اثر دیگر کانگریسی مولویوں نے ہندی مسلمانوں کی تحریک استقلال و استحکام یعنی ملی احیاء کی تحریک حصول پاکستان

Marfat.com

کی مذہب کے نام پر سر توڑ مخالفت کی۔ کہا جا سکتا ہے کہ آزاد و مدنی (مرحومین) جبکہ یہ دونوں اس جہان سے رخصت ہو چکے ہیں ان کے بارے میں اس قدر لکھنا مناسب نہیں۔ ہمارے نزدیک یہ بزرگ ایک مکتب فکر ہیں اور ان دونوں کی بدولت نیشنلسٹ مولویوں نے تحریک حصول پاکستان کو سخت نقصان و ضعف پہنچایا۔ ظاہر ہے کہ تاریخ موافقت و مخالفت کے دونوں کردار پیش کرتی ہے۔ جب تاریخ تحریک پاکستان میں ان تحریک کے ہمدردوں۔ جانثاروں اور قائدین اور کارکنوں کے سنہری کارنامے سامنے آئیں گے تو ضمناً مخالفین تحریک پاکستان کا ذکر بھی ضرور چھڑے گا۔ لہٰذا اس امر کے پیش نظر ہم اپنے کو مجبور پاتے ہیں کہ آزاد و مدنی کا تذکرہ ذرا تفصیل سے کریں تاکہ ہماری نوخیز نسل آسانی سے سمجھ سکے کہ عمامہ و جبّہ پہننے والے ان لوگوں نے ان مفسّروں اور شیخ الحدیث کہلانے والے مولاناؤں نے مسلمانوں کی ملّی تحریک کی مخالفت کس بنا پر کی۔

ان گوشوں کو نمایاں کرنا اور ان حقیقتوں کو اُبھارنا نہایت ضروری ہے۔ جن کے بغیر تحریک پاکستان کی تاریخ مکمّل نہیں ہوگی۔ ہماری یہ ذاتی رائے ہی نہیں بلکہ ہمارے سابقہ ضلع ہوشیارپور کے صدر مسلم لیگ جناب چودھری علی اکبر خاں صاحب جنھوں نے وزارت سے لے کر سفارت تک کے عہدہ پر متمکن رہ کر پاکستان کی خدمت کی تائید و حمایت حاصل ہے کہ مدنی مرحوم مولانا آزاد کے اثر کو قبول کر کے اس راہ پر جا نکلے جو ہمارے نزدیک سیدھی راہ نہ تھی۔

جس طرح آزاد مرحوم نے متحدہ قومیّت اور وطنیت کے جواز کے لیے جو حقیقتاً صحیح معنوں میں مغربی طرز جمہوریت کی نقالی ہے اور مہاتما گاندھی اور دیگر ہندو کانگریسیوں نے جسے ہندو قوم کے لیے مفید مطلب سمجھ کر اپنا لیا تھا قرآن و اسلام سے دلائل تراشے اور گاندھی کے اُس تصوّر و خیال کو

Marfat.com

تقویت دی جس کو ہندوستان میں عام کرکے وہ مسلمانوں کی ملی ہستی کو فنا کرنا چاہتا تھا۔ مدنی مرحوم نے بھی جہاں تک ہو سکا پوری قوت و ہمت سے اپنی تمام توانائیاں مسلمانوں کے ملی تشخص کو فنا و برباد کرنے کے لیے صرف کر دیں۔ اور قرآن عزیز کی واضح اور کھلی کھلی آیات مقدسہ کو آلٹے سیدھے معنی پہنا کر متحدہ قومیت کے نظریہ کو حقیقی روح قرآنی قرار دینے کے لیے اپنے علم و قلم کا زور صرف کیا اور اپنے مریدین کو اس ڈھب پر لانے اور انھیں متاثر و متفق کرنے اور مسلم لیگ تحریک کی سرتوڑ مخالفت کرنے کے لیے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے زیر اثر علمائے دیوبند نے تقریباً ستانوے فیصدی قیام پاکستان کی مخالفت کی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے متحدہ قومیت کے غلط نظریے اور وطنیت کے باطل عقیدے کے خلاف مجبور ہو کر حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا ؎

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمدؐ عربی است
بمصطفےٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

علامہؒ نے یہ اس وقت فرمایا جب مدنی مرحوم نے کہا تھا کہ قومیں وطن سے بنتی ہیں اب ہم اپنے قارئین کے سامنے حکیم الامتؒ اور مدنی مرحوم کی وہ خط و کتابت جو اس مسئلہ پر ہوئی، لائیں گے۔ یوں تو کتاب کے مختلف مقامات پر آزاد و مدنی (مرحومین) کے خیالات و نظریات۔ اصول و عقائد سامنے آئیں گے اور حکیم الامت علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے تصورات و افکار، نظریات و احساسات۔ اور فرمودات و ارشادات بھی کیونکہ تحریک

Marfat.com

پاکستان کی تاریخ مرتب کرنے کے لیے مخالف و موافق آرا کا یک جا جمع کرنا اور مخالفانہ و موافقانہ قوتوں کا ذکر بار بار لازمی اور ضروری ہے لہٰذا اس مقام پر مدنی مرحوم کے خیالات کو سامنے لانے کے لیے آغاز حضرت طالوت کے نام مکتوب نمبر ۲۴۲ سے کرتے ہیں جو کتاب مکتوبات شیخ الاسلام میں مرکوز ہے۔

ملاحظہ فرمائیے :-

مکتوب نمبر ۲۴۲

حضرت طالوت کے نام

" محترم المقام زید مجدکم - السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - مزاج مبارک والا نامہ باعث سرفرازی ہوا - میں آپ کی ہمدردانہ محبت کا شکر گزار ہوں بالخصوص اس بنا پر کہ باوجود عدم ملاقات کے اس قدر التفات فرماتے ہیں میرے پاس بہت سے خطوط مضامین اس کے متعلق استفسار کے آئے مگر میں انتہائی درجہ میں عدیم الفرصت ہوں اور اس قسم کے افتراآت اور سب و شتم کا سیلاب کم و بیش اس زمانہ سے جبکہ میں نے تحریکات وطنیہ اور ملیہ میں قدم اٹھایا ہے، برابر جاری ہے۔ اس لیے ایسی باتوں میں وقت صرف کرنا اضاعتِ وقت سمجھتا ہوں و اذا خاطبھم الجاھلون الخ پر عمل پیرا رہتا ہوں - میں اس وقت بھی چپ تھا مگر آپ کے والا نامہ نے مجبور کیا کہ حقیقت واضح کی جائے - اس لیے باوجود عدیم الفرصتی مختلف اوقات میں لکھ کر مندرجہ ذیل مضمون پیش کرتا ہوں اور تاخیر کی معافی کا خواستگار ہوں

اصل واقعہ یہ ہے کہ صدر بازار دہلی متصل پلنگش زیر صدارت مولانا نورالدین صاحب جلسہ کیا گیا، اس میں اہل محلہ کی طرف سے ایڈریس پیش کیا گیا اور اس میں میری ملی اور وطنی خدمات کو سراہا گیا۔ جلسہ وعظ و نصیحت کا

Marfat.com

نہ تھا اور نہ اسلامی تعلیمات کے بیان کرنے کا اس روز صبح کو جلسہ مذہبی ہو چکا تھا مولانا نورالدین صاحب نے تین یا چار برس میں ترجمہ قرآن شریف ختم کیا تھا اور اس کی خوشی میں جلسہ ہو چکا تھا اس میں مذہبی تقریر فضائل قرآن اور اس تعلیمات کے متعلق تقریباً دو گھنٹہ ہو چکی تھی نیز جامع مسجد میں تبلیغ کے متعلق مذہبی وعظ اس سے پہلے اسی دن ہو چکا تھا۔ شب کے جلسہ کے اعلان میں یہ طبع کیا جا چکا تھا کہ حسین احمد کو ایڈریس پیش کیا جائے گا۔ ایڈریس کے جلسہ سے لیگیوں اور بالخصوص مولوی مظہرالدین صاحب اور ان کے ہمنواؤں میں انتہائی غصہ پھیلا ہوا تھا کوشش کی جا رہی تھی کہ جلسہ کو درہم برہم کیا جائے جس کو احساس کر کے جناب صدر نے اپنی صدارتی تقریر میں یہ کہہ دیا تھا کہ اس جلسہ میں کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق کوئی تقریر نہ ہوگی۔ اس کے بعد میں ایڈریس کا جواب دینے کے لیے کھڑا ہوا۔ صدارتی تقریر کے بعد ایڈریس پیش کیا تھا۔ میں نے بعض ضروری مضامین کے بعد ملک کی حالت بیرونی ممالک اور غیر اقوام نیز اندرون ملک میں آزادی کا تمہیدی مضمون شروع کیا۔ تو کہا کہ موجودہ زمانہ میں قومیں وطن سے بنتی ہیں۔ نسل یا مذہب سے نہیں بنتیں۔ دیکھو انگلستان کے بسنے والے سب ایک قوم شمار کیے جاتے ہیں، حالانکہ ان میں یہودی ہیں، نصرانی بھی، پروٹسٹنٹ بھی کیتھولک بھی یہی حال امریکہ، جاپان اور فرانس وغیرہ کا ہے الخ۔ جو لوگ جلسہ کو درہم برہم کرنے آئے تھے انھوں نے شور مچانا شروع کیا۔ میں اس وقت یہ نہ سمجھ سکا کہ شور کی وجہ کیا ہے۔ جلسہ جاری رکھنے والے لوگ اور وہ چند آدمی جو کہ شور و غوغا چاہتے تھے سوال و جواب دیتے رہے اور چپ رہو کے الفاظ سنائی دیئے۔ اگلے روز "الامان" وغیرہ میں چھپا کہ حسین احمد نے تقریر میں کہا کہ قومیت وطن سے ہوتی ہے مذہب سے نہیں ہوتی اور

Marfat.com

اس پر شور و غوغا ہوا۔ اس کے بعد اس میں اور دیگر اخبارات میں سب و شتم چھاپا گیا کلام کے ابتدا اور انتہا کو حذف کر دیا گیا اور کوشش کی گئی تھی کہ عام مسلمانوں کو ورغلایا جائے میں اس تحریف اور اتہام کو دیکھ کر چپکا ہو گیا اور تقریر کا بڑا حصہ "انصاری" اور "ریتج" میں بھی چھپا مگر اس کو کسی نے نہیں لیا "الامان" اور "وحدت" سے "انقلاب" "زمیندار" وغیرہ نے لیا اور اپنے اپنے دلوں کی بھڑاس نکالی۔

۸ یا ۹ جنوری کے "انصاری" اور "ریتج" کو ملاحظہ فرمائیے کہ میں نے یہ ہرگز نہیں کیا کہ مذہب و ملت کا دار و مدار وطینت پر ہے۔ یہ بالکل افترا اور دجل ہے "احسان" مورخہ ۱۳ جنوری کے صفحہ ۳ پر بھی میرا قول یہ نہیں بتایا گیا بلکہ یہ کہا گیا کہ "قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے اگرچہ یہ بھی غلط ہے مگر یہ بھی ضرور تسلیم کیا گیا ہے کہ مذہب و ملت کا مدار وطینت پر ہوتا میں نے نہیں کہا تھا،

شملہ کی چوٹیوں اور نئی دہلی سے تعلق رکھنے والے ایسے افترا اور اتہام کرتے ہی رہتے ہیں، اس قسم کی تحریفیں اور سب و شتم اُن کے فرائض منصبیہ میں آجانا ضرور تعجب خیز امر ہے۔ ان سے میری خط و کتابت نہیں، مجھ جیسے ادنیٰ ترین ہندوستانی کا اُن کی بارگاہ عالی تک پہنچا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے اگر غیر مناسب نہ ہو تو اُن کی عالی بارگاہ میں یہ شعر ضرور پہنچا دیجئے۔

هنيئاً مريئاً غير داءٍ مخامرٍ
لعزة من اعراضنا ما استحلت

افسوس کہ بعض اشخاص اور آپ جیسے عالی خیال تو یہ جانتے ہیں کہ مخالفت کی بنا پر یہ اخبار ہر قسم کی ناجائز اور ناسزا کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ اُن پر ہرگز اعتماد ایسے امور میں نہ کرنا چاہیئے اور

Marfat.com

سر اقبال جیسے عالی خیال اور حوصلہ مند مذہب میں ڈوبے ہوئے تجربہ کار شخص کو یہ خیال نہ آیا نہ تحقیق کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ آیۃ اذا جاکم فاسق بنبا فتبینوا الایۃ گویا کہ ان کی نظر سے نہیں گزری سر اقبال فرماتے ہیں ؎

حسرود بر سر منبر کہ ملّت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمدؐ عربی است

کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ ملّت اور قوم کو سر اقبال ایک قرار دے کر ملّت کو وطنیت کی بنا پر نہ ہونے کی وجہ سے قومیت کو بھی اس سے منزّہ قرار دیتے ہیں۔ یہ بوالعجبی نہیں تو کیا ہے۔ زبانِ عربی اور مقام محمدؐ عربی (علیہ السلام سے) کون بے خبر ہے؟

ذرا غور فرمائیے میں نے اپنی تقریر میں لفظ قومیت کا کہا ہے ملّت کا نہیں کہا ہے۔ دونوں لفظوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ملّت کے معنی شریعت اور دین کے ہیں اور قوم کے معنی عورتوں اور مردوں کی جماعت کے ہیں۔

قاموس میں ہے وبالکسر الشریعۃ او الدین۔ یہ ملّت کی بحث میں ہے۔ نیز قاموس میں ہے القوم الجماعۃ من الرجال والنساء معا او الرجال خاصۃ او تدخلہ النساء تبعیۃ۔"

(بحث قوم)

مجمع البحار میں ملّت کے معنی ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں ما شرع اللہ لعبادہ علی سنۃ الانبیاء علیہم السلام ویستعمل فی جملۃ الشرائع لا فی احادھا ثم استخت فاستحملت فی الملۃ الباطلۃ فقیل الکفر ملۃ واحدۃ الخ

میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ منطق کون سی ہے۔ لفظ قوم، ملّت، دین، تینوں

Marfat.com

عربی ہیں۔ اُن کے معانی کو لغت عربی سے پوچھئے اور دیکھئے کہ کسی لغت عربی کی معتبر کتاب میں قوم اور علیٰ ہذا القیاس قوم اور دین کو مرادف اور ہم معنیٰ قرار دیا ہے یا نہیں۔ آیات و روایات کو ٹٹولیے اور سر صاحب کی بوالعجبی کی داد دیجئے۔

اگر میری تقریر کے سیاق و سباق کو بھی حذف کر دیا جائے اور عبارت میں حسب اعلان جریدہ "احسان" قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے۔ بتائی جائے تب بھی میں نے کب کہا کہ ملت یا دین کی اساس وطن پر ہے پھر سر موصوف کی یہ نسبت "سرود بر سر منبر الخ افترا محض نہیں تو کیا ہے اور اُن کا ان تینوں کو ایک قرار دینا عجمیت اور زبان عربی سے ناواقفیت نہیں ہے تو کیا ہے، یا للعجب و لیضحة الادب

آپ مجھ کو ارشاد فرماتے ہیں تو اپنے خیالات سے مجھ کو مطلع کر جواباً عرض ہے کہ قوم کا لفظ ایسی جماعت پر اطلاق کیا جاتا ہے جس میں کوئی وجہ جامعیت کی موجود ہو، خواہ وہ مذہبیت ہو یا وطنیت یا نسل یا زبان یا پیشہ یا رنگت یا کوئی صفت مادی یا معنوی وغیرہ وغیرہ۔

کہا جاتا ہے عربی قوم۔ عجمی قوم۔ ایرانی قوم۔ مصری قوم۔ پختون قوم فارسی بولنے والی قوم۔ سیدوں کی قوم۔ شیخوں کی قوم۔ کنجڑوں کی قوم۔ موچیوں کی قوم۔ کالوں کی قوم۔ گوروں کی قوم۔ صوفیوں کی قوم، دنیا داروں کی قوم وغیرہ وغیرہ،

یہ محاورات تمام دنیا میں شائع و ذائع ہیں اور زبان عربی بلکہ احادیث و آیات میں بکثرت وجوہ اطلاق لفظ قوم کا پایا جاتا ہے انھیں میں ہندوستانی قوم بھی ہے۔ موجودہ زمانہ میں ہندوستانی قوم سے بیرونی ممالک میں تمام باشندگان ہندوستانی سمجھے جاتے ہیں۔ خواہ اردو بولنے والے ہوں یا بنگلہ خواہ وہ کالے ہوں یا گورے،

Marfat.com

ہندو ہوں یا مسلمان، پارسی ہوں یا سکھ، انڈین کا لفظ ہر ہندوستانی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ میں ہندوستان سے باہر تقریباً سترہ برس رہا ہوں عرب، شام، فلسطین، افریقہ، مصر، مالٹا وغیرہ میں رہتا ہوا ہر ملک کے باشندوں سے ملنا جلنا، بیٹھنا اٹھنا ہوا جرمن، اسٹرین، بلگیرین انگریز، فرانسیسی، آسٹریلین، امریکی، روسی، چینی، جاپانی، ترکی، عربی وغیرہ وغیرہ مسلم اور غیر مسلم کے ساتھ سالہا سال ملنا جلنا، نشست و برخاست کی نوبت آئی۔ اگر یہ لوگ عربی یا ترکی یا فارسی یا اردو سے واقف ہوتے تھے تو بلا ترجمان ورنہ بذریعہ ترجمان گفتگوئیں ہوتی تھیں۔ سیاسی مسائل اور مذہبی امور زیر بحث رہتے تھے۔ میں نے بیرونی ممالک کے عام لوگوں کو اسی خیال اور عقیدہ پر پایا کہ وہ ہندوستانی لوگوں کو ایک قوم سمجھتے ہیں اور سب کو باوجود مختلف المذاہب و مختلف اللسان والالوان ہونے کے ایک ہی لڑی میں پروتے ہیں۔ لغوی معنیٰ اس سے انکاری نہیں عرف اس کا متقاضی ہے پھر اس کے انکار کے کیا معنیٰ ہیں۔

یہ دعویٰ کہ اسلام کی تعلیم قومیت کی بنیاد، جغرافیائی حدود یا نسلی وحدت یا رنگ کی یکسانی کے بجائے شرف انسانی اور اخوت بشری پر رکھتی ہے (جیسا کہ مدیر احسان کا دعویٰ ہے، مجھے نہیں معلوم کہ نص قطعی یا ظنی سے ثابت ہے۔ جس کی بنا پر اختلاف اوطان وغیرہ پر اطلاق لفظ قوم ممنوع ہو۔ لوگوں میں مساویانہ برتاؤ اور برادرانہ معاملات دوسری چیز ہیں۔ حالانکہ ان میں امتیاز عرفاً و شرعاً معتبر ہے اس کے علاوہ تقریر میں تو اسلامی تعلیم اور نظریہ کا ذکر بھی نہیں تھا۔

میرے محترم اس اجنبی اور خود غرض حکومت اور پردیسی خون چوسنے والی قوم نے جس قعر مذلت اور ہلاکت اور قحط و افلاس کے

Marfat.com

تیرہ و تاریک گڑھے میں تمام ہندوستانیوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً عرصہ دراز سے ڈال رکھا ہے اور جس طرح وہ ہندوستانیوں کو روز افزوں فنا کے گھاٹ اتارتی جا رہی ہے اور وہ اس قدر ظاہر و باہر ہے کہ اس کے بیان کی حاجت نہیں ہے نیز اس سے آزاد ہونا اور ملک و ملت کی زندگی اور بہبودی کی فکر اور سعی کرنا ہر حیثیت سے سبھوں کا فریضہ ہونا بھی اظہر من الشمس ہے (ان دونوں چیزوں سے بجز غبی یا مکابر کوئی شخص بھی منکر نہیں ہو سکتا) اگرچہ اس پردیسی خونخوار قوم سے نجات کے اور بھی ذرائع عقلاً ممکن ہیں مگر جس قدر قوی اور مؤثر ذریعہ تمام ہندوستانیوں کا متفق اور متحد ہو جانا ہے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے اس کے آگے اس حکومت کے جملہ اسلحہ اور تمام قوتیں بیکار ہیں اور بغیر نقصان عظیم ہندوستانی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اشد ضرورت ہے کہ تمام باشندگان ملک کو منظم کیا جائے اور اس کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کر کے کامیابی کے میدان میں گامزن بنایا جائے۔

ہندوستان کے مختلف عناصر اور متفرق ملل کے لیے کوئی رشتہ اتحاد غیر متحدہ قومیت کے نہیں جس کی اساس وطنیت ہی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ کوئی اور دوسری چیز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ کانگریس نے ابتدا ہی سے اس امر کو اپنے اغراض و مقاصد میں داخل کیا ہے ۱۸۸۵ء میں جبکہ کانگریس کا اولین اجلاس ہوا تو سب سے پہلا مقصد مندرجہ ذیل الفاظ میں ظاہر کیا گیا۔

"ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متفق اور متحد کر کے ایک قوم بنایا جائے۔"

یہی متحدہ قومیت انگلستان کے دل میں ہمیشہ سے کھٹکتی رہی

Marfat.com

ہے اور انگریز اس سے خائف اور اس کے زائل کرنے کے لیے ہر طرح سے ساعی ہے۔ پروفیسر سیلے نے "اکسپنشن آف انگلینڈ" میں اس کے متعلق لکھا ہے۔

"اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہو جائے اور اس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی عملی روح بھی نہ ہو بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہندوستانیوں کے لیے شرمناک ہے تو اسی وقت سے ہماری شہنشاہیت کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اس پر فاتحانہ حکمرانی نہیں کر سکتے اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنی بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً برباد ہو جائیں گے۔"

اس بنا پر ہمیشہ یہی کوشش مدبران برطانیہ کی جاری ہے کہ یہ جذبہ ہندوستانیوں میں پیدا نہ ہونے دیا جائے اور اگر کبھی اس کی صورت پیش آ بھی جائے تو اس کو جلد از جلد ہر ممکن صورت سے تفرقہ ڈلوا کر فنا کر دیا جائے۔ "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی انگریزی پالیسی مشہور تر اور مشاہد ہے۔ بالخصوص کانگریس کے پیدا ہونے کے بعد تو اس راہ میں انتہائی جد و جہد جاری ہے۔

مسٹر بیک اور مسٹر مارلین اور سر اکلانڈ کالون وغیرہ کی انتہائی انفرادی مساعی اور پھر ۱۸۸۵ء کی اجتماعی مساعی اس پر شاہد عدل ہیں جس کے ماتحت اولاً اسی سن میں "یونائیٹڈ انڈین پیٹریاٹک ایسوسی ایشن" قائم کرائی گئی ہے جس کا دوسرا نام "انٹی کانگریس" تھا اور پھر ۱۸۹۳ء میں محمڈن اینگلو اورینٹل ڈیفنس ایسوسی ایشن آف اپر انڈیا" تخلیق کی گئی جس کے مقاصد حسب ذیل قرار دئے گئے تھے۔

(الف) مسلمانوں کی رائیں انگریزوں اور گورنمنٹ ہند کے سامنے

Marfat.com

پیش کر کے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کرنا۔
(ب) عام سیاسی شورش کو مسلمانوں میں پھیلنے سے روکنا۔
(ج) ان تدابیر میں امداد دینا جو سلطنت برطانیہ کے استحکام اور سلطنت کی حفاظت میں ممد ہوں۔ ہندوستان میں امن قائم رکھنے کی کوشش کرنا اور لوگوں میں وفاداری کے جذبات پیدا کرنا۔

مسٹر بیک اور مسٹر کاٹن وغیرہ کی انفرادی مساعی کا نتیجہ تھا کہ سرسید جیسے تیز اور سخت سیاسی آدمی کے خیالات پر نہایت زبردست اثر ڈالا گیا (اسباب بغاوت ہند) کے لکھنے والے شخص کے عقائد اور ارادوں کو روزانہ اور پیہم مساعی سے بالکل ہی جامد اور انگریز پرست ٹوریپوک بنا دیا گیا۔ انھیں مساعی کی بنا پر ۱۹۰۰ء میں لارڈ میکڈانلڈ نے ناگری اور اردو کا قصہ اٹھایا اور انھیں وجوہ کی بنا پر ۱۹۰۹ء میں متعدد ذمہ داران برطانیہ کی کوششوں سے مسلم لیگ کی تخلیق شملہ کی چوٹیوں سے ظہور پذیر ہوئی اور آج تک اسی پالیسی پر گامزن ہے اسی بنا پر بار بار امن سبھائیں قائم کرائی گئیں۔ اسی بنا پر خدمی اور سنگٹھن کو میدان میں پیش کیا گیا۔

مسٹر ہارنیس اور مسٹر بیک وغیرہ کی کارروائیاں اگر دیکھنی ہوں تو "انسٹی ٹیوٹ گزٹ" کے پرچے ملاحظہ ہوں۔

مسلمانوں کو خصوصی طور پر کانگریس سے متنفر کرنے کی پالیسی آج سے نہیں بلکہ ۱۸۹۵ء یا اس سے بھی پہلے سے جاری ہے اور کامیاب ہوتی جاتی ہے، آج بھی شراب ارغوانی جو کہ مسلم لیگ کی گھٹی میں ڈالی گئی تھی۔ اس کے ممبروں کو گورے گورے ہاتھوں سے پلائی جا رہی ہے اور وفاداران ازلی اپنے خداوندوں کی مختلف پیراؤں میں خدمات جلیلہ انجام دیتے ہوئے لیگ کے پلیٹ فارم پر گر جتے اور جمعیۃ علماء

Marfat.com

اور دیگر سچے مخلصین عوام ملک و ملت سے نفرت دلاتے ہیں طول کے خوف سے میں مفصل کیفیت اس بیان میں نہیں لاتا اگر آئندہ کوئی موقعہ ملا تو عرض کروں گا، مسلمانوں کو ہمیشہ دھوکا دیا گیا ہے اور آج بھی نہایت قوت اور چالاکی سے دیا جا رہا ہے۔ ان کو چاہیئے کہ گذشتہ تاریخ کا مطالعہ کریں اور اپنے تحفظ زندگی کا سامان کریں۔ اہل مطالعہ سے میری پُرزور درخواست ہے کہ وہ ضرور بالضرور کتاب "مسلمانوں کا روشن مستقبل" جو کہ ابھی مطبع نظامی میں چھپی ہے منگائیں اور اس کے آئینے میں انگریزی پالیسی اور مسلم لیگ وغیرہ کی حقیقت اور "نام نہاد" لیڈروں کی برہنہ تصاویر مشاہدہ کریں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار"

والسلام۔ ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۸ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

از مکتوبات شیخ الاسلام حصہ سوئم

مرتبہ نجم الدین اصلاحی

شائع کردہ مکتبہ دینیہ دیوبند ضلع سہارنپور

قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ حسین احمد مدنی مرحوم نے متحدہ قومیت اور وطنیت کے نشہ اور جذب و کیف میں آکر حضرت حکیم الامت علامہ اقبالؒ کو "سر صاحب" لکھا ہے اور مسلم لیگ کو نیاز مندان برطانیہ اور وفاداران ازلی کی جماعت جس کی تخلیق ذمہ داران برطانیہ کے ہاتھوں شملہ کی چوٹیوں سے ظہور پذیر ہوئی قرار دیا پیش تر اس کے کہ ہم مولوی حسین احمد مدنی مرحوم کے مزید خیالات جو متحدہ قومیت اور وطنیت کے جواز میں آنھوں نے قرآن و حدیث کی من مانی تشریح و تاویل کے سہاروں سے ہمارے سامنے رکھے۔ سامنے لاکر اُن پر تنقید و تبصرہ پیش کریں مناسب و معقول بات یہی نظر آئی کہ اسی مقام پر ہی مولوی صاحب مرحوم کی کانگریس کی تشکیل اور اس کے ہاتھوں سے ہوئی۔

Marfat.com

تاریخی حقائق کی روشنی میں پیش کرتے ہوئے آگے بڑھیں تاکہ آپ پر یہ واضح و روشن ہو جائے کہ کانگرس کی ابتدا کیسے۔ کن ہاتھوں سے اور کیوں ہوئی اور ہندو مفادات کی ساعی اس تنظیم نے کس طرح انگریز کی خوشامد اور چاپلوسی سے کام لے کر مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کرنے کے اقدامات کیے۔

جناب محمد اشرف خان عطا مدیر معاون روزنامہ "زمیندار" نے ایک کتاب "پاکستان اور عرب" کے نام سے لکھی ہے اور انتساب ان مجاہدوں اور جانبازوں کے نام جنھوں نے اپنے خون سے کشت پاکستان کی آبیاری کی، کیا ہے۔ مندرجہ ذیل سطور رسم اس کتاب کے صفحہ ۳۳ تا ۳۸ پیش کر کے کچھ باقی کتابوں سے حاصل کردہ مواد بھی حاضر خدمت کریں گے تاکہ تفصیل سے کانگریس کے وجود کرش ہونے کے تاریخی عوامل سامنے آجائیں اس کتاب سے ۵ مئی ۱۹۴۷ء کی تاریخ اشاعت ملتی ہے۔

"مسلم لیگ پر مخالفین کی طرف سے سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مسلم لیگ برطانیہ کی ساختہ پرداختہ ہے اور اس کے اشارہ چشم پر رقص کرتی ہے اس لیے ملک کی آزادی کے راستے میں ایک سنگِ گراں ہے۔ معترضین کا یہ اعتراض سن کر کبھی تو بے ساختہ ہنسی آنے لگتی ہے اور کبھی ذمہ دار افراد کی دماغی کوتاہیوں پر افسوس آتا ہے۔ کیا یہ معترضین نہیں جانتے کہ وہ کانگریس تھی یا مسلم لیگ جس کو ۱۸۸۵ء سے لے کر ۱۹۱۵ء تک برطانیہ کی سرپرستی کا شرف حاصل رہا۔ وہ کانگریس ہی ہے جس کی بنیاد ایک انگریز مسٹر ہیوم نے ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ڈفرن کے مشورہ سے ۱۸۸۵ء میں رکھی۔ وہ کانگریس ہی ہے جو مسلسل ۱۹۱۷ء تک تاج برطانیہ کی وفاداری کے راگ الاپتی رہی اور برطانیہ کی اطاعت شعاری کی تجاویز منظور کرتی رہی۔ جس جماعت کی بنیاد ایک ایسی قوم کے فرد نے رکھی ہو جس قوم کی

Marfat.com

حکمت عملی کا انحصار تشتت و افتراق پیدا کرنے پر ہوا اور جو گذشتہ دو صدیوں سے ہندو مسلم افتراق اور نفاق کا بیج بو کر حکومت کر رہی ہو اس جماعت سے یہ توقع رکھنا کہ وہ ہندوستان کو امن و سلامتی اور صلح و آشتی کی دولت سے مالا مال کر دے گی ایک خیال خام ہے۔ آج کانگریس ہندوستان میں اسی حکمت عمل پر چل رہی ہے کہ جس پر اس کے بانی مسٹر ہوم کی قوم آج تک عمل پیرا ہے۔ کانگریس کی بنیاد ہی اس جذبہ کے ماتحت انگریز نے رکھی تھی کہ ہندوستان کی بنیا اکثریت کو کانگریس کے نام پر ہندوستان کی نارشل اقوام سے ٹکرا دیا جائے۔ چنانچہ آج کانگریس اپنے بانی کے اس بھیانک خواب کی تعبیر اور بدارادوں کی تکمیل کر رہی ہے۔ انگریز خود بنیا تھا اس لیے اس نے ہندوستان کی بنیا اکثریت کو کانگریسی جھنڈے کے نیچے منظم کیا اور نیچوں کی منظم جماعت کانگریس آج ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں، سات کروڑ اچھوتوں۔ چار کروڑ قدیم باشندوں اور ڈیڑھ کروڑ کے لگ بھگ دوسری اقلیتوں کو غلام بنانے کے خواب دیکھ رہی ہے اور آج بھی مسٹر ہوم کی ہم قوم حکومت کانگریس کی پیٹھ کو تھپکی دے کر اسے ناانصافی، ظلم، تعدی اور درازدستی پر اُبھار رہی ہے۔

یہ تو تھی کانگریس کی ہیئت ترکیبی۔ اس کے برعکس مسلم لیگ کی بنیاد مسلم قوم کے حقوق کے تحفظ کے لیے مسلم رہنماؤں کے اتحاد و تعاون سے نواب محسن الملک نے رکھی جنھوں نے اس وقت مسٹر ہوم کے ارادوں کو بھانپ لیا اور سمجھ لیا کہ کانگریس کی بنیاد رکھنے سے انگریز کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسلمان قوم کو جس سے انگریز نے حکومت چھینی ہے ہندو کے زور سے مسلا اور دبا یا جائے دو بنیوں کا یہ اتحاد جس نے کانگریس کی شکل اختیار کی۔ اس جماعت کی تشکیل سے

Marfat.com

انگریز کا مدعا یہ تھا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک ایسی طاقت کو لا کھڑا کیا جائے جس کی وجہ سے مسلمان کو ابھرنے کا موقعہ نہ مل سکے اور اگر کوئی ایسا وقت آجائے کہ انگریز کو ہندوستان چھوڑنا پڑے تو اس صورت میں ہندوستان کے اندر اسلامی حکومت قائم نہ ہو سکے تاکہ ہندوستان اور مشرق وسطیٰ اور دیگر اسلامی ممالک آپس میں تال میل پیدا کر کے یورپ کی نصرانی طاقتوں کے مقابلہ میں متحدہ اور متفقہ محاذ قائم نہ کر سکیں

ہندو سرمایہ دار اور بنیئے نے مسلمان قوم کو مفلوج بنانے میں جو تعاون انگریز سے کیا تھا اس کا صلہ انگریز نے مختلف مراحل پر مختلف شکلوں میں ادا کیا اور جمہوری آئین و دستور کی آڑ لے کر ہندو اکثریت کو حکومت کے ہر شعبہ میں مسلمانوں پر حاوی اور مسلط کر دیا۔

بعض حلقوں کی طرف سے یہ کہا جائے گا کہ کانگریس تو انگریز کے ساتھ کئی مواقع پر متصادم بھی ہوئی ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے اور تمام تحریکات کا جن کی قیادت کانگریس نے کی اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ہندو کانگریس اور برطانوی ملوکیت کے مابین یہ تصادم سیاسی ہونے کے بہ نسبت اقتصادی نوعیت کے زیادہ تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ دو بنیا اور تاجر قوموں کے مفادات کی ٹکر تھی۔ ان تحریکات میں ہندو نے نہایت عیاری سے مسلمان کو انگریز کے خلاف استعمال کیا اور اس سے فائدہ اٹھا کر ہندو قوم کو منظم کرتی رہی۔ کانگریس کی انقلابی ذہنیت کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ ہندو سرمایہ دار اور کارخانہ دار نے گاندھی اور دوسرے کانگریسی لیڈروں کو اپنی دولت کی فراوانی کی بنا پر اقتصادی مفادات کے پیش نظر انگریز کے خلاف استعمال کیا۔ گاندھی ایک طرف تو انگریز سے اقتصادی جنگ لڑتا رہا لیکن دوسری طرف وہ ہندو قوم کو برابر مسلمانوں کے خلاف منظم کرتا رہا لیکن سادہ دل مسلمان

Marfat.com

لیڈروں نے جو صحیح معنوں میں آزادی کے پروانے تھے گاندھی کی اس گہری اور عیارانہ چال کو نہ سمجھا اور وہ اس .. .. .. لنگوٹی پوش مہاتما کی ہر حرکت کو یہ سمجھتے رہے کہ وہ ہندوستان کی آزادی کے لیے ہے یہی وجہ تھی کہ مولانا محمد علی مولانا شوکت علی۔ مولانا ظفر علی خان۔ حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری نے مسلمان قوم کو کانگریس میں مدغم کرنے کے لیے اپنی چوٹی کا زور صرف کر دیا۔

لیکن جب نہرو رپورٹ کے بعد مولانا محمد علی پر گاندھی اور دوسرے کانگریسی لیڈروں کی مہاسبھائی ذہنیت آشکار ہو گئی تو انھوں نے مسلم قوم کی تنظیم کا الگ بیڑہ اٹھایا لیکن خدا نے مولانا محمد علی کو اتنی فرصت نہ دی کہ وہ اپنی قوم کو الگ منظم کر کے کانگریس کی عیارانہ چالوں کا مقابلہ کر سکتے کیونکہ موت نے ان کے رشتۂ حیات کو منقطع کر دیا۔ جس چیز کے احساس نے مولانا محمد علی مرحوم کو آخری دم تک بے تاب اور بے قرار رکھا وہ مسلم قوم کی تنظیم کا خیال تھا لیکن اللہ تعالےٰ نے اس عظیم الشان کام کا بوجھ محمد علی کے ہمنام محمد علی جناح کے کندھوں پر ڈال دیا اور آج خدا کے فضل و کرم اور مرزمین المرسلین میں ابدی نیند سونے والے مجاہد محمد علی کی روح اطہر کی بے تابانہ کوششوں سے ہندوستان کا مسلمان پورے طور پر منظم ہے اور مسلم لیگ کے سبز ہلالی پرچم کے نیچے جمع ہے۔ یہ وہی مسلم لیگ ہے کہ جس کی بنیاد محسن الملک نے ۱۹۰۱ء میں رکھی تھی یہ وہی مسلم لیگ ہے کہ جس کی صدارت کا شرف حکیم اجمل خان اور محمد علی مرحوم ایسی جلیل القدر شخصیتوں کو حاصل ہوا۔ یہ وہی مسلم لیگ ہے کہ جس نے کانگرس سے لکھنؤ پیکٹ کیا۔ یہ وہی مسلم لیگ ہے جو ہندو مسلم اتحاد کے لیے سالہا کانگریس کے ساتھ تعاون کرتی رہی۔ یہ وہی مسلم لیگ ہے کہ جس کے صدر مولوی۔ اے۔ کے فضل الحق نے یونین

Marfat.com

جبک کے پرزے اس وقت ہزارہا انسانوں کے اجتماع میں اڑائے جبکہ کانگریس کے اجلاس اسی یونین جیک کے نیچے ہوا کرتے تھے۔

یہ وہی مسلم لیگ ہے کہ جس کو ۱۹۳۶ء میں کانگریسی علماء کی حمایت حاصل رہی۔ یہ وہی مسلم لیگ ہے جس کے صدر محمد علی جناح کو سب سے بڑے لیڈر گوکھلے اور دادا بھائی نارو جی ہندو مسلم اتحاد کا پیامبر کہہ کر پکارتے تھے اور جنا تما گاندھی یہ کہتے تھے کہ مسٹر محمد علی جناح ہندوستان کی وہ عظیم ترین شخصیت ہے کہ جسے کوئی لالچ اور دھمکی مفاد وطن کے خلاف خرید یا استعمال نہیں کر سکتی۔ اور یہ وہی مسلم لیگ ہے کہ جس کے صدر مسٹر محمد علی جناح نے ہندوستان کے مفاد کی خاطر ولنگڈن ایسے خود سر وائسرائے سے ٹکر لی لیکن ہندوستان کے مفاد کو نقصان نہ پہنچنے دیا۔

یہی وہ محمد علی جناح ہے کہ جس نے گلینسی اور خضر کی معاندانہ حرکات کا دندان شکن جواب دیا۔ یہی وہ مسلم لیگ ہے کہ جسے سروں اور خان بہادروں کی جماعت کہا جاتا تھا لیکن جب وقت آیا تو سروں اور خان بہادروں۔ نوابوں اور خطاب یافتگان نے برطانی حکومت کے خطابات پر تین حرف بھیج دیئے اور پنجاب کے سروں۔ خان بہادروں نوابوں۔ جاگیرداروں نے خضر کی وزارت سے ٹکر لے کر جیل کی کوٹھڑیوں کو اپنا گھر بنا لیا۔ سرحد اور پنجاب کے مسلمان نے ثابت کر دیا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کے مفاد کی خاطر قید و بند کو معمولی چیز تصور کرتی ہے۔ دنیا کی آنکھوں نے دیکھ لیا۔ لاکھوں مرد و زن پنجاب اور سرحد کے ہر شہر تحصیل اور ضلع میں اپنے آپ کو گرفتاریوں کے لیے پیش کرتے رہے۔ مسلمان بچوں اور عورتوں نے سینے تان کر انگریز کی گولیوں کا مقابلہ کیا۔ اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ قربانی کے میدان میں مسلم لیگ کانگریس یا کسی دوسری جماعت سے پیچھے نہیں بلکہ وقت آنے پر وہ قربانی کے

Marfat.com

میدان میں ایسی مثال پیش کر سکتی ہے جو آج تک کسی سیاسی جماعت یا قوم نے پیش نہ کی ہو۔ اب ہر شخص یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ انگریز کی ساختہ، پرداختہ جماعت کون ہے۔ گو آج ہمارے نیشنلسٹ بھائی ہٹ دھرمی ضد ذاتی منفعت اور لالچ کی وجہ سے حق گوئی سے کترا رہے ہیں اور کانگرسی نقار خانہ کی طوطی بن کر وہی راگ الاپ رہے ہیں جو ہندو لیڈروں کی زبانوں پر رواں ہے لیکن وقت آئے گا اور اور انشاء اللہ جلد آئے گا جب ہمارے نیشنلسٹ مسلمان بھائی حقیقت و صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے مسلم لیگ اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم کی طرف لوٹیں گے اور تسلیم کریں گے کہ محمد علی جناح نے دو قوموں کا جو نعرہ لگایا تھا اور تقسیم ہند کا جو مطالبہ کیا تھا وہی صحیح اور درست تھا۔"

اب ہم دوسری کتابوں سے حاصل کردہ مواد پیش کر رہے ہیں:۔

کانگریس کے قیام کا مقصد کیا تھا؟

اس کو مسٹر ستیہ پال "کانگریس کے ساٹھ سال" کے مؤلف کے الفاظ میں سنیئے:۔

"مسٹر ہیوم نے کانگریس کی بنیاد رکھی۔ ہندوستان کی بہتری کے لیے نہیں بلکہ برٹش راج کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے ... مسٹر ہیوم کا کوئی کتنا ہی شکریہ کیوں نہ ادا کرے کہ انھوں نے ایک ایسی تنظیم کی بنا ڈالی جو اپنی کوششوں سے شاہ بلوط کے درخت کی طرح پروان چڑھی ہم چاہتے ہیں کہ ہر ہندوستانی اس بات کو ملحوظ رکھے کہ اس کی پشت پر بیرونی حکومت کے جوئے سے آزاد کرانے کا مقصد نہ تھا بلکہ یہ کہ برٹش حکومت کی جڑیں ہندوستان میں اور مضبوط و مستحکم ہوں۔ تاج برطانیہ سے وفاداری کانگریس کا مذہبی فریضہ تھا تعلیم یافتہ

Marfat.com

برٹش طرز حکومت کا دلدادہ تھا۔"
("کانگریس کے ساٹھ سال" مؤلفہ مسٹر ستیہ پال صفحہ ۱۱۰ و ۱۱۱)

کانگریس کا پہلا اجلاس

"۲۸ دسمبر کو بمبئی میں اس کا پہلا اجلاس ہوا جس کی سرپرستی اور صدارت مسٹر اے۔ او ہیوم نے کی۔ لارڈ ڈفرن ۱۸۸۴ء میں ہندوستان کے وائسرائے بن کر آئے اور انھوں نے مسٹر ہیوم کو جو سول سروس کے ایک پنشن یافتہ انگریز تھے بلا کر انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد ڈلوائی۔"

کانگریس کا دوسرا اجلاس

۱۸۸۶ء میں کلکتہ میں دادا بھائی نوروجی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں انھوں نے اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا:-

"کیا یہ ممکن ہے کہ اس قسم کا اجتماع جس کا ہر فرد برٹش حکومت کی نعمتوں سے واقف ہے کسی ایسے مقصد کے لیے منعقد ہو سکتا تھا جو حکومت کے خلاف ہو؟ اس حکومت کے جس نے ہم کو یہ سب کچھ عطا کیا ہے۔ ہم کو صاف طور سے اعلان کر دینا چاہیئے کہ ہم سر سے پیر تک وفادار ہیں۔"

("کانگریس کے ساٹھ سال" مؤلفہ ستیہ پال صفحہ ۱۲۷)

کانگریس کے انگریز صدر

"کانگریس کا بانی ہی انگریز نہ تھا بلکہ اس کے متعدد اجلاسوں کی صدارت انگریز کرتے تھے۔ ۱۸۸۸ء میں الہ آباد کے اجلاس کی صدارت مسٹر جارج یول نے کی۔ سر ولیم ویڈبرن انڈین سول سروس کے آدمی

Marfat.com

تھے۔ ۱۸۸۷ء میں انھوں نے پنشن لی اور ۱۸۸۹ء میں انھوں نے بمبئی کے اجلاس کی صدارت کی جس میں برٹش پارلیمنٹ کے ممبر و انگلستان کے مشہور خطیب چارلس برائٹ نے شرکت کی پھر ۱۸۹۲ء میں پارلیمنٹ کے ایک دوسرے ممبر دیبا نے کانگریس کے اجلاس کی صدارت کی مسلم لیگ کے قیام سے صرف دو سال قبل یعنی ۱۹۰۵ء میں بمبئی کے اجلاس کی صدارت سر ہنری کاٹن نے کی جو انڈین سول سروس کا آدمی اور آسام کا چیف کمشنر رہ چکا ہے۔"

برطانیہ کی کانگریس نوازی

مسلم لیگ کے قیام کے وقت انگریز اور کانگریسی لیڈروں میں اس قدر باہمی موانست تھی کہ جو ہندوستانی کانگریس کے اجلاس کی صدارت کرتا یا اس کے اندر کوئی اہمیت حاصل کرتا وہ فوراً یا تو ہائی کورٹ کا جج بنا دیا جاتا یا وائسرائے کی ایگزیکٹیو کونسل کا ممبر نامزد ہو جاتا چنانچہ سر ایس۔ پی۔ سنہا، سر کرشنا سوامی ایار، سر سنکرن نیر، مسٹر رامانسام کانگریس کے عہدے حاصل کر کے حکومت کی کلیدی آسامیاں حاصل کرتے رہے۔ سر ایم کرشنا میر ۱۹۱۷ء میں کانگریس میں نمودار ہوئے اور لا ممبر بنا دیئے گئے۔ اسی طرح مسٹر چندا وکار، این۔ ایم سمرانتھ اور مسٹر جی۔ این باسو اور سر جمنا لال سیتلوا کانگریس کے پلیٹ فارم ہی سے اپنے عہدوں تک پہنچے۔ مسٹر ایس۔ آر داس نے ۱۹۰۵ء میں کانگریس میں ایک زوردار تقریر کی اور وائسرائے کی ایگزیکٹیو کونسل کے رکن نامزد کر دیئے گئے۔ مسٹر ایس سنہا کو صرف کانگریس کے اہم لیڈر ہونے کی بنا پر بہار کی ایگزیکٹیو کونسل کا ممبر بنایا گیا۔ سر فیروز شاہ مہتا کو لارڈ کرزن نے ۱۹۰۵ء میں سر کا

Marfat.com

خطاب دیا جو کانگریس کے بہت بڑے لیڈر تھے اور سری نواس سامتری کو محض کانگریس کا لیڈر ہونے کی وجہ سے لیجسلیٹو کونسل کا ممبر نامزد کیا گیا۔

برطانیہ کی کانگریس نوازی کا یہ عالم تھا ۱۹۰۵ء میں جب کانگریس کنونشن کا اجلاس بنارس میں ہوا تو اس وقت کے گورنر سر آرتھر لالی نے اپنے خیمے کانگریس کے اجلاس کے لیے عطا فرمائے۔ ان تمام واقعات کو نہایت تفصیل کے ساتھ مسٹر ستیارامیہ پتا بھائی نے اپنی کتاب ہسٹری آف دی کانگریس" میں درج کیا ہے"

لارڈ منٹو کی سوانح حیات

"لیڈی منٹو نے لارڈ منٹو کی سوانح حیات میں یہ واقعہ درج کیا ہے کہ ۱۹۰۹ء میں لارڈ مارلے گورنمنٹ آف انڈیا کے لیے قانونی ممبر کا تقرر کرنا چاہتے تھے۔ دو ممبروں پر نظر انتخاب پڑی ایک اشوتوش مکرجی اور دوسرے مسٹر ایس پی سنہا، مسٹر سنہا کلکتہ کے اجلاس کانگریس میں ۱۸۹۶ء میں ایک ریزولیشن پر تقریر فرما چکے تھے اس لیے ایک غیر کانگریسی کے مقابلے میں ایک کانگریسی کو منتخب کیا گیا"

۱۹۲۰ء تک کانگریس کی حالت

"ہر اجلاس میں سب سے پہلا ریزولیشن بادشاہ سلامت کی وفاداری کا ہوتا تھا جس کو تمام مندوبین کھڑے ہو کر منظور کرتے تھے اور اجلاس میں سب سے اوپر لوبین جیک لہرایا جاتا تھا"

Marfat.com

وفاداری تختِ برطانیہ

سنہ ۱۹۱۲ء میں مدراس میں کانگریس کا اجلاس ہو رہا تھا مسٹر اے۔ چی پٹرو ہندوستانی فوج کے متعلق تقریر کر رہے تھے کہ دوران تقریر میں لارڈ نپٹ لیفٹننٹ گورنر مدراس تشریف لائے فوراً تمام ہاؤس بلحاظ ادب کھڑا ہو گیا اور مقرر کو روک کر مسٹر سریندر ناتھ بینرجی سے کانگریس کی وفاداری تختِ برطانیہ کا ریزولیشن پیش کرایا گیا۔ بالکل یہی واقعہ سنہ ۱۹۱۷ء میں کانگریس سیشن لکھنؤ میں پیش آیا۔ جب سر جیمس مسٹن جلسے میں تشریف لائے۔"

پہلا ایجی ٹیشن

"سنہ ۱۹۰۵ء میں کانگریس کا پہلا ایجی ٹیشن مسلمانوں کے ایک مطالبہ کے خلاف جس کا مقصد تقسیم بنگال کے اعلان کی تنسیخ تھا کانگریس کی تاریخ میں اس ایجی ٹیشن کو تحریک آزادی کی بنیاد بتایا جاتا ہے حالانکہ یہ مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ تھا۔ چنانچہ لارڈ کرزن نے تنسیخ تقسیم کا اعلان کیا پھر ہندو انگریز دوستی کے مظاہرے شروع ہو گئے۔"

چونکہ مدنی مرحوم نے کانگریس کو آزادی پسند۔ حریت نواز اور مسلم لیگ کو فرنگ کے وفادارانِ ازلی قسم کے لوگوں کی جماعت کہا تھا اس لیے یہاں پر ہم نے تاریخ کا وہ حقیقی رخ پیش کیا ہے جس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ انگریز کی ہندو نواز پالیسی نے کانگریس کا خمیر اٹھایا اور کانگریس کا مقصد وحید بھی تخت و تاج برطانیہ کی وفاداری کا اظہار و اعلان تھا ہم پہلے مدنی مرحوم کا خط جناب طالوت کے نام درج کر چکے ہیں۔ اب آپ طالوت صاحب کا خط علامہ اقبالؒ کے نام پڑھیئے اس میں طالوت صاحب

Marfat.com

نے دراصل مدنی مرحوم کے ان خیالات و احساسات اور نظریات و اعتقادات کو علامہ کے سامنے رکھا ہے۔

طالوت صاحب کا خط

علامہ اقبال کے نام

متاع محترم السلامیان۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

"اگرچہ میرا یہ درجہ نہیں کہ آپ سے شرف مخاطبت حاصل کر سکوں مگر "الضرورات تبیح المحذورات" کی بنا پر باوجود اس علم کے آپ کی طبیعت کچھ ناساز رہتی ہے "تکلیف دینے کی معافی چاہتا ہوں۔ اُمید کہ آپ اخلاق کریمہ کی بنا پر اپنے اوقات ثمینہ میں سے دو چار منٹ نکال کر میرے عریضہ کو پڑھنے اور اس کے جواب کی زحمت برداشت کریں گے۔

مولانا حسین احمد صاحب قبلہ کے متعلق آپ کی نظم عجم "ہنوز ندانم الخ" "احسان" میں چھپی اور اس سے پہلے "احسان" "زمیندار" "انقلاب" میں اُن کے خلاف متواتر پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا رہا۔ میں نے مولانا کو ایک نیاز نامہ میں اس نظم اور اس پروپیگنڈہ کی طرف توجہ دلائی اس کے جواب میں انھوں نے ازراہ شفقت ایک مفصل تحریر بھیجی جس کے اہم اقتباسات ذیل میں درج ہیں:۔

"میں نے بعض ضروری مضامین کے بعد ملک کی حالت بیرونی ممالک اور غیر اقوام نیز اندرون ملک میں آزادی کی ضرورت کا تمہیدی مضمون شروع کیا تو کہا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں نسل یا مذہب سے نہیں بنتیں دیکھو انگلستان کے بسنے والے سب ایک قوم شمار کیے جاتے ہیں حالانکہ ان میں یہودی بھی ہیں نصرانی بھی پروٹسٹنٹ بھی کیتھولک

Marfat.com

بھی یہی حال امریکہ، فرانس۔ جاپان وغیرہ کا ہے"۔ الخ

"جو کہ جلسہ درہم برہم کرنے کے لیے آئے تھے اور موقع چاہ رہے تھے۔ انھوں نے شور مچانا شروع کیا۔ میں اس وقت یہ نہیں سمجھ سکا کہ شور کی وجہ کیا ہے جلسہ جاری رکھنے والے لوگ اور وہ چند آدمی جو کہ شور و غوغا چاہتے تھے سوال و جواب دیتے رہے اور چپ رہو وغیرہ کے الفاظ سنائی دیئے اگلے روز "الامان" وغیرہ میں چھپا کہ حسین احمد نے تقریر میں کہا ہے کہ قومیت وطن سے ہوتی ہے مذہب سے نہیں ہوتی اور اس پر شور و غوغا ہوا۔ اس کے بعد اس میں اور دیگر اخبارات میں سب و شتم چھاپا گیا"۔

"کلام کے ابتدا اور انتہا کو حذف کر دیا گیا تھا اور کوشش کی گئی تھی کہ تمام مسلمانوں کو ورغلایا جائے۔ میں اس میں تحریف اور اتہام دیکھ کر چکا ہو گیا تقریر کا بڑا حصہ "انصاری" اور "تیج" میں چھپا مگر اس کو کسی نے نہیں لیا "الامان" اور "وحدت" سے انقلاب اور "زمیندار" نے لیا اور اپنے دلوں کی بھڑاس نکالی۔

"۸ یا ۹ جنوری کے "انصاری" اور "تیج" کو ملاحظہ فرمائیے۔ میں نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ مذہب و ملت کا دارومدار وطنیت پر ہے یہ بالکل افترا اور دجل ہے "احسان" مورخہ ۳۱ جنوری کے صفحہ ۳ پر میرا قول یہ نہیں بتایا گیا بلکہ یہ کہا گیا کہ "قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے اگرچہ یہ بھی غلط ہے مگر یہ ضرور تسلیم کیا گیا ہے کہ مذہب و ملت کا دارومدار وطنیت پر ہوتا ہے میں نے نہیں کہا تھا"۔

"شملہ کی چٹیوں اور نئی دہلی سے تعلق رکھنے والے ایسا افترا اور اتہام کرتے ہی رہتے ہیں اس قسم کی تحریفیں اور سب و شتم ان کے فرائض منصبیہ میں سے ہیں ہی مگر سر اقبال جیسے مہذب اور متین شخص کا ان کی صف میں آجانا ضرور تعجب خیز امر ہے۔ ان سے میری خط و کتابت نہیں۔ مجھ جیسے ادنیٰ ترین ہندوستانی کا ان کی عالی بارگاہ تک پہنچنا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور

Marfat.com

ہے اگر غیر مناسب نہ ہو تو ان کی عالی بارگاہ میں یہ شعر ضرور پہنچا دیجئے۔"

هنيئاً مريئاً غير داء مخامر
اعزة من اعراضنا ما استحلت

افسوس کہ سمجھدار اشخاص اور آپ جیسے عالی خیال یہ تو جانتے ہیں کہ مخالفت کی بنا پر اخبار ہر قسم کی ناجائز اور ناسزا کارروائیاں کرتے رہتے ہیں اُن پر ہرگز اعتماد ایسے اُمور میں نہ کرنا چاہیئے اور سر اقبال موصوف جیسے عالی خیال اور حوصلہ مند مذہب میں ڈوبے ہوئے تجربہ کار شخص کو یہ خیال نہ آیا نہ تحقیق کرنے کی طرف توجہ فرمائی آیۃ اذ جاءکم فاسق بنباء فتبینوا الایۃ گویا ان کی نظر سے نہیں گزری اگر میری تقریر کے سیاق و سباق کو حذف بھی کر دیا جائے اور عبارت میں تحریف کر کے حسب اعلان جریدہ "احسان" قوم یا "قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے"۔ بتائی جائے تب بھی میں نے کب کہا کہ ملت یا دین کی اساس وطن پر ہے۔ اس کے علاوہ تقریر میں تو اسلامی تعلیم اور نظریہ کا ذکر بھی نہیں تھا۔"

یہ مولانا کی تحریر کے دو اقتباس ہیں جو میرے نزدیک ضروری تھے کہ آپ کی نظر سے گذر جائیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے مولانا کی پوزیشن صاف ہے۔ آپ کی نظم کی اساس غلط پروپیگنڈہ پر ہے آپ کے نزدیک بھی اگر مولانا بے قصور ہوں تو مہربانی فرما کر اپنی عالی ظرفی کی بنا پر اخبارات میں اُن کی پوزیشن صاف فرمائیے۔ بصورت دیگر مجھے اپنے خیالات سے مطلع فرمائیے تاکہ مولانا سے مزید تشفی کر لی جائے۔ ہمارے جیسے نیازمند دونوں حضرات کے عقیدت کیش ہیں۔ دوگونہ رنج و عذاب میں مبتلا ہیں۔

اُمید ہے کہ باوجود عدیم الفرصتی کے ہمیں اس "ورطہ حیرانی سے نکالنے

Marfat.com

میں آیۂ رحمت ثابت ہونگے۔ (طالوت صفحہ ۱۳۵)

علامہ اقبال کا خط
جناب طالوت کے نام

۱۶ فروری ۱۹۳۵ء

جناب من! مولانا حسین احمد صاحب کے معتقدین اور احباب کے بہت سے خطوط میرے پاس آئے ان میں سے بعض میں تو اصل معاملہ کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مگر بعض نے معاملہ پر ٹھنڈے دل سے غور کیا ہے اور مولوی صاحب کو بھی اس ضمن میں خطوط لکھے ہیں چنانچہ آپ کے خط میں مولوی صاحب کے خط کے اقتباسات درج ہیں اس واسطے میں نے آپ ہی کے خط کو جواب کے لیے انتخاب کیا ہے۔ جواب انشاء اللہ اخبار "احسان" میں شائع ہوگا۔ میں فرداً فرداً علالت کی وجہ سے خط لکھنے سے قاصر ہوں۔ (مخلص محمد اقبال)

علامہ اقبال کا دوسرا خط
حضرت طالوت کے نام

۱۸ فروری ۱۹۳۵ء

جناب من سلام مسنون۔ میں حسب وعدہ آپ کے خط کا جواب "احسان" میں لکھوانے کو تھا کہ میرے ذہن میں ایک بات آئی جس کا گوش گزار کر دینا ضروری ہے امید ہے آپ مولوی صاحب کو خط لکھنے کی زحمت گوارا فرما کر اس بات کو صاف کر دیں گے جو اقتباسات آپ نے ان کے خط سے درج کیے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے فرمایا کہ آجکل قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔ اگر ان کا مقصود ان الفاظ سے صرف ایک امر واقعہ کا بیان کرنا ہے تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایشیا میں بھی مقبول ہو رہا ہے۔ البتہ اگر ان کا یہ مقصد تھا کہ ہندی

Marfat.com

مسلمان بھی اس نظریئے کو قبول کر لیں تو پھر بحث کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ کیونکہ کسی نظریئے کو اختیار کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ آیا وہ اسلام کے مطابق ہے یا منافی۔ اس خیال سے بحث تلخ اور طویل نہ ہونے پائے اس بات کا صاف ہو جانا ضروری ہے کہ مولانا کا مقصود ان الفاظ سے کیا تھا۔ ان کا جو جواب آئے وہ آپ مجھے روانہ کر دیجئے۔ مولوی صاحب کو میری طرف سے یقین دلائیے کہ میں ان کے احترام میں کسی مسلمان سے پیچھے نہیں ہوں۔ اگر مذکورہ بالا ارشاد ان کا مقصد نہیں ہے جو میں نے اوپر لکھا ہے تو میں اُن کے مشورے کو اپنے ایمان اور دیانت کی رُو سے اسلام کی رُوح اور اس کے اساسی اُصولوں کے خلاف جانتا ہوں۔ میرے نزدیک ایسا مشورہ مولوی صاحب کے شایان شان نہیں اور مسلمانان ہند کی گمراہی کا باعث ہوگا۔ اگر مولوی صاحب نے میری تحریروں کو پڑھنے کی کبھی تکلیف گوارا فرمائی ہے تو انھیں معلوم ہوا ہوگا کہ میں نے اپنی عمر کا نصف اسلامی قومیت اور ملت کے اسلامی نقطۂ نظر کی تشریح و توضیح میں گذارا ہے۔ محض اس وجہ سے کہ مجھ کو ایشیا کے لیے اور خصوصاً اسلام کے لیے فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایک خطرۂ عظیم محسوس ہوتا ہے کسی سیاسی جماعت کا پروپیگنڈہ کرنا خود میرا اس سے پہلے مقصد تھا نہ آج مقصود ہے بلکہ وہ شخص جو دین کو سیاسی پروپیگنڈے کا پردہ بناتا ہے۔ میرے نزدیک لعنتی ہے۔"

(مخلص محمد اقبال)

علامہ اقبال کا تردیدی بیان

جو روزنامہ احسان ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا:-

"میں نے مسلمانوں کو وطنی قومیت قبول کرنے کا مشورہ نہیں دیا" حضرت

Marfat.com

مولانا حسین احمد مدنی کا بیان "مجھے اس اعتراف کرنے کے بعد ان پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں رہتا" علامہ اقبال کا مکتوب قومیت و وطنیت کے سلسلہ میں ایک علمی بحث کا خوشگوار خاتمہ۔

جناب ایڈیٹر صاحب "احسان" لاہور

السلام علیکم۔ میں نے جو تبصرہ مولانا حسین احمد صاحب کے بیان پر شائع کیا ہے اور آپ کے اخبار میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں اس امر کی تصریح کر دی تھی۔ اگر مولانا کا یہ ارشاد کہ "زمانہ حال میں اقوام اوطان سے بنتی ہیں" محض بر سبیل تذکرہ ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں اور اگر مولانا نے مسلمانانِ ہند کو مشورہ دیا ہے کہ وہ جدید نظریۂ وطنیت کا اختیار کریں تو دینی پہلو سے اس پر مجھ کو اعتراض ہے۔ مولوی صاحب کے اس بیان میں جو اخبار "انصاری" میں شائع ہوا مندرجہ ذیل الفاظ ہیں

"لہٰذا ضرورت ہے کہ تمام باشندگان ملک کو منظم کیا جائے۔ ہندوستان کے مختلف عناصر اور متفرق ملل کے لیے کوئی رشتہ اتحاد بجز قومیت نہیں جس کی اساس محض یہی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے"

ان الفاظ سے تو میں نے یہی سمجھا کہ مولوی صاحب نے مسلمانان ہند کو مشورہ دیا ہے اسی بنا پر میں نے وہ مضمون لکھا جو اخبار احسان میں شائع ہوا ہے لیکن بعد میں مولوی صاحب کا ایک خط طالوت صاحب کے نام آیا جس کی ایک نقل انھوں نے مجھ کو ارسال کی ہے۔ اس خط میں مولانا ارشاد فرماتے ہیں :-

"میرے محترم سر صاحب کا ارشاد ہے کہ اگر بیان واقعہ مقصود تھا تو اس میں کوئی کلام نہیں اور اگر مشورہ مقصود ہے تو وہ خلاف دیانت ہے اس لیے میں خیال کرتا ہوں کہ پھر الفاظ پر غور کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تقریر کے سیاق و سباق پر نظر ڈالی جائے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ موجودہ زمانے

Marfat.com

میں قومیں اوطان سے بنتیں ہیں" یہ اس زمانہ کی جاری ہونے والی نظریت اور ذہنیت کی خبر ہے یہاں یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ ہم کو ایسا کرنا چاہیئے خبر ہے انشا نہیں ہے کسی ناقل نے مشورہ کو ذکر بھی نہیں کیا پھر اس کو مشورہ دینا کس قدر غلطی ہے"

"خط کے مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ انھوں نے مسلمانان ہند کو جدید نظریہ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا لہذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق اس پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ میں مولانا صاحب کے عقیدت مندوں کے جوش عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنھوں نے ایک دینی امر کی توضیح کے سلسلہ میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں۔ خدائے تعالےٰ ان کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید کرے نیز ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں"

محمد اقبال

ہم مولانا خدا بخش صاحب ملتان کے شکر گزار ہیں کہ موصوف نے کتابچہ "نظریہ قومیت" حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ و علامہ اقبال مرتبہ جناب طالوت صاحب بغرض اشاعت اور ہماری واقفیت کے لیئے بھیجا ہم نے بغور پڑھا اور کئی بار پڑھا اور ڈاکٹر صاحب مرحوم پر اس وجہ سے زیادہ افسوس ہوا کہ جب موصوف کے دل میں مولانا مدنی مدظلہ کا احترام دوسروں سے کسی طرح کم نہ تھا تو کیا اس کا یہی اخلاقی جواب تھا کہ محض اخبارات اور اپنے حاشیہ

Marfat.com

نشینوں کے کہنے اور رطب و یابس کے شائع کر دینے ہی کو قرآن و حدیث سمجھ کر مولانا ممدوح سے دریافت کیے بغیر ایسے اشعار جو مزامیرِ ابلیس کے تحت داخل ہیں اپنی زبان فیض ترجمان سے کیونکر نکال دیئے اور پھر باہمی خط و کتابت کے بعد ڈاکٹر صاحب نے خود کیوں نہ ہدایت کر دی کہ "ارمغان حجاز" سے یہ خرافات علیحدہ کر دی جائیں۔ ہم ڈاکٹر صاحب مرحوم کو ایک شاعر اور فلسفی سے زیادہ حیثیت دینے کو شرعی جرم سمجھتے ہیں کیونکہ ہم نے ان کے کلام کو بغور پڑھا ہے اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ مرحوم کے جہاں سینکڑوں اور ہزاروں اشعار مفید ہیں وہیں اُن کے کتنے اشعار ایسے ہیں جن سے کھلے بندوں اسلام اور اسلامی فلسفہ پر اس کی زد پڑتی ہے۔ اگر زمانہ حال میں اقوام اوطان سے بنتیں ہیں یا متحدہ قومیت کا نظریہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اسلام کے مطابق نہ تھا تو اس سے کہیں کھلی ہوئی گمراہی کی تبلیغ موصوف کے اس شعر میں کیا موجود نہیں ہے ؎

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

پاکستان میں قانون سازی کا اصول فکر اقبال کی روشنی میں ہو، تو ہو سکتا ہے کیونکہ پاکستان جس اسلام کے نام پر بنا ہے وہ مرحوم ہی کے فلسفہ کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے ڈاکٹر صاحب مرحوم کو امام ابو حنیفہؒ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم۔ اکابر اولیاء اسلام کے دوش بدوش بلکہ مع شی زائد مرتبہ دے دیا جائے تو پھر بھی کم ہے مگر ہم ہندی طالب علموں کے نزدیک تو ڈاکٹر صاحب کا وہی مقام ہے جو علامہ اقبال احمد صاحب سہیل مرحوم کا ہے یہ اور بات ہے کہ آخر الذکر وکالت کی نذر ہو کر رہ گیے اور اول الذکر پنجاب کی نبوت خیز زمین کی بدولت

Marfat.com

آج شارح اور مقنن اسلام وغیرہ کے ناموں سے یاد کیے جا رہے ہیں۔ یوپی جو ہندوستان اور پاکستان کا قلب ہے اگر ڈاکٹر صاحب مرحوم اس سرزمین میں پیدا ہوئے ہوتے اور یہیں ان کا نشو و ارتقا ہوا ہوتا تو شاید رموز و اسرار شریعت کے ساتھ ان کو اگر فراق مراتب نہ کنی زندیقی کا حکیمانہ مصرع فراموش نہ ہوتا اور نہ وہ آخر میں رجوع فرماتے بلکہ یا تو خاموش رہتے یا براہ راست مولانا مدنی سے پوچھ کر وہ کرتے جس کے وہ اہل تھے۔ بہرکیف اسفی لا یعود "ارمغان حجاز" سے جب وہ اشعار نہیں نکالے گیے تو مجبوراً ہم کو بھی یہ حق مدافعت حاصل ہے کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے اشعار کے جو جوابات دئے گیے تھے اب الگ شائع کر دیں یہاں پر صرف علامہ اقبال صاحب سہیل مرحوم اعظم گڑھ کے اُن اشعار کو شائع کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن کے اندر نہ صرف شاعری بلکہ ڈاکٹر صاحب کو تعلیم بھی دے دی گئی ہے۔

اہل دیانت خود ہی انصاف فرمائیں گے۔ مانا کہ ڈاکٹر صاحب بہت بڑے فلسفی کہے جا رہے ہیں لیکن جہاں تک شاعری اور وہ بھی اُردو فارسی شاعری کا درجہ ہے۔ سہیل صاحب کا مقام ان سے بہت زیادہ بلند ہے ارشاد فرماتے ہیں۔

اقبال با اقبال

معاندے کہ بشیخ الحدیث خردہ گفت — سبک بچشم فرو زین سباب بے سببی است
بیان او ہمہ تخیل و بحث در تفسیر — زبان او عجمی و کلام در عربی است
کہ گفت بر سر منبر کہ ملت از وطن است — دروغ گوئی ایراد این چہ بوالعجبی است
درست گفت محدث کہ قوم از وطن است — کہ مستفاد فرمودۂ خدا و نبی است
زبان طعن کشودی مگر نہ دانستی — کہ فرق ملت و قوم از لطائف ادبی است

Marfat.com

تفاوتے است فروزاں بیان ملت و قوم
یکے ز کیش دوگر کشوریست یا نسبی است

بملت ار چہ براہیمی است سرور ما
دلے بہ قوم حجازی بہ نسل مطلبی است

ز قوم خویش شمر داہل کفر را باحد
رسول پاکؐ کہ نامش محمدؐ عربی است

خدائے گفت بقرآن مکل قوم ہاد
مگر بہ نکتہ کجا پے برد کسے کہ غبی است

بقوم خویش خطاب پیمبراں بہ نگر
پر از حکایت ایقوم مصحف عربی است

بلند تر بود از قوم رتبۂ ملت
کہ حبل دین قوی تر ز رشتہ نسبی است

کسے کہ ملت اسلام تور سینۂ اوست
بروز واست اگر زنگی است در حلبی است

مگر بہ ہموطناں در جہاد و استخلاص
مجاہدانہ تعاون ز روئے حق طلبی است

سلوک رفق و مدارا بہ جار و ذی القربیٰ
عمل بہ حکم الٰہی و اتباع نبی است

محبت وطن است از شعائر ایمان
ہمیں حدیث پیمبر فدیتہ بابی است

نظر نہا بودن و با دیدہ ور افتادن
دو گونہ شیوۂ بوجہلی است و بولہبی است

رموز حکمت ایمان ز فلسفی جستن
تلاش لذت عرفان ز باده غبی است

خموشی از سخن ناسزا گزیدہ تر است
کہ ہرزہ لاف زدن خیرگی و بے ادبی است

بہ دیوبند گذر گر نجات می طلبی
ز دیوبند نفس سطح شود و دانش تو ابی است

بگیر راہ حسین احمد از خدا خواہی
کہ نائب است نبی را دہم ز آل نبی است

(صفحہ ۱۳۵ سے ۱۴۳ تک)

نوٹ:- مکتوبات شیخ الاسلام اوّل و دوئم و سوئم تین جلدیں ہیں۔ جن کو نجم الدین اصلاحی نے ترتیب دیا ہے اور یہ مکتبۂ دینیہ دیوبند ضلع سہارنپور سے ملتے ہیں۔ پاکستان میں رہنے والے وہ مسلمان جو مدنی مرحوم کے مریدین میں سے ہیں ان کے پاس یہ تینوں جلدیں عموماً دیکھی گئی ہیں اور پاکستان کی لائبریریوں میں بھی ممکن ہے یہ مل سکیں۔

ہمارے نزدیک جن جذبات کا اظہار نجم الدین اصلاحی صاحب نے کیا ہے قریباً قریباً یہی جذبات آن حضرات کے ہیں۔ جو مدنی کے حلقہ

Marfat.com

ارادت میں ہیں اور پاکستان میں رہتے ہیں۔ ان کی تحریر کا وہ حصّہ خصوصی طور پر توجہ کا مستحق ہے جہاں فرمایا ہے کہ پاکستان کا آئین تو فکر اقبال کی روشنی میں مرتّب ہو سکتا ہے کیونکہ پاکستان جس اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے وہ دراصل اقبال مرحوم ہی کے فلسفہ کا دوسرا نام ہے۔ یہ فقرہ قابل غور ہے اور یہ ان حضرات کے جذبات و عقائد اور خیالات و نظریات کی پوری پوری ترجمانی و عکاسی کرتا ہے جن کی عقیدتیں اور ارادتیں پاکستان میں رہتے ہوئے بھی آزاد و مدنی مرحوم سے ہیں اور وہ پاکستان میں آزاد و مدنی کا اسلام لانے کے لیے اپنے انداز میں کام کر رہے ہیں۔ اور اقبالؒ و مدنی مرحوم کو وہی مرتبہ و اہمیت دیتے ہیں جو نجم الدین اصلاحی صاحب نے دی ہے۔

اب ہم مسئلہ متحدہ قومیت پر مدنی مرحوم کی تحریریں پیش کر کے یہ ثابت کریں گے کہ نہ تو مدنی مرحوم نے متحدہ قومیت کی روح کو آزاد مرحوم کے نظریہ و خیال سے کچھ الگ اور مختلف انداز میں سمجھا اور نہ حکیم الامت علامہ اقبالؒ تا دم زیست اپنے اصول و عقائد سے ادھر ادھر ہٹے۔ نیز ہم سے جہاں تک ہو سکے گا۔ وہ مواد جو اس مسئلہ پر دونوں طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ قارئین کرام کے سامنے لانے کی حتی المقدور کوشش کریں گے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مولوی حسین احمد مدنی متحدہ قومیت اور وطنیت کے نظریہ کے اسی طرح قائل اور انہی خطوط پر سوچتے اور عمل کرتے تھے جن پر کانگریس کے ہندو لیڈر یا ان کا شکوہ بیجا ہے جو علامہؒ سے کر رہے ہیں۔

بھولا بھائی ڈیسائی

کانگریس پارٹی کے لیڈر مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

"اب یہ ناممکن ہوگا کہ کوئی ایسا نظام حکومت قائم کیا جائے جس کی بنیاد مذہب پر ہو۔ اب وقت آچکا ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کرلیں اور اُسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ ضمیر مذہب اور خدا کو اُن کے مناسب مقام یعنی آسمان کی بلندیوں پر رکھ دیا جائے اور انھیں خواہ مخواہ زمین کے معاملات میں گھسیٹ کر نہ لایا جائے۔ اس بات کا تصور بھی ناممکن ہے کہ اگر مذہب کو سیاست سے الگ نہ کیا جائے تو کوئی نظام حکومت قائم ہو سکتا ہے۔۔۔۔ عہد حاضر میں بہترین نظام حکومت کی بنا اس نظریئے پر قائم ہو سکتی ہے کہ جغرافیائی حدود کے اندر گھرا ہوا ایک ملک ہو اور اس ملک کے اندر رہنے والے تمام افراد معاشی اور سیاسی مفاد کے رشتہ میں منسلک ہو کر ایک متحدہ قومیت بن جائیں۔"

(ہندوستان ٹائمز ۵ ۹/۳۸)

یہ نظریہ ایک ہندو کا ہی نہیں بلکہ خود مولانا حسین احمد مدنی صاحب مرحوم کا بھی ارشاد ہے کہ

"ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو۔ مسلمان۔ سکھ۔ عیسائی پارسی سب شامل ہوں حاصل کرنے کے لیے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہیئے ایسی مشترکہ آزادی اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے اور اسلام اس آزادی کی اجازت دیتا ہے۔"

(زمزم ۷ جولائی ۱۹۳۸ء)

متحدہ قومیت کا معنی یہ ہوا کہ نظام حکومت ایسی جمہوریت پر قائم ہوگا جو مسلم و غیر مسلم کی جماعتوں پر مشتمل ہوگی اور جس میں اکثریت کے فیصلے ملک کا قانون بنا کریں گے۔ یہ ہے مختصراً متحدہ قومیت کا تصور اور کانگریسی عقیدہ اس کے برعکس اگر مسلمان چاہیں کہ من حیث المسلم اپنا

Marfat.com

الگ جماعتی تشخص قائم رکھیں تو یہ جذبہ فرقہ پرستی کا وہ شجر ملعونہ ہے، جو متحدہ قومیت کی جنتِ ارضی میں کسی صورت میں بار آور نہیں ہو سکتا چنانچہ پنڈت جواہر لعل نہرو فرماتے ہیں :-

"ہندوستان میں مسلم قومیت پر زور دینے کا مطلب کیا ہوتا بس یہی کہ ایک قوم کے اندر ایک دوسری قوم موجود ہے جو یکجا نہیں منتشر ہے۔ مبہم ہے اور غیر متعین ہے اب سیاسی نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو یہ تخیل بالکل لغو معلوم ہوتا ہے اور معاشی نقطہ نظر سے یہ بہت دور از کار ہے .. .. .. مسلم قومیت کا ذکر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں کوئی قوم ہی نہیں بس مذہبی اخوت کا رشتہ ہی ایک چیز ہے" (میری کہانی جلد دوم صفحہ ۳۳۱)

پھر فرماتے ہیں :-

"مسلم قوم کا تخیل تو صرف چند لوگوں کی من گھڑت اور محض پرواز خیال ہے۔ اگر اخبارات اس کی اس قدر اشاعت نہ کرتے تو بہت تھوڑے لوگ اس سے واقف ہوتے اور اگر زیادہ لوگوں کو اس پر اعتقاد ہوتا بھی تو حقیقت سے دوچار ہونے کے بعد اس کا خاتمہ ہو جاتا" (میری کہانی جلد دوم صفحہ ۳۳۲)

کس قدر تاسف سے لکھتے ہیں کہ

"ایسے لوگ ابھی زندہ ہیں جو ہندو مسلمانوں کا ذکر اس طور پر کرتے ہیں گویا دو ملتوں اور قوموں کے بارے میں گفتگو ہے جدید دنیا میں اس دقیانوسی خیال کی گنجائش نہیں" (میری کہانی جلد دوم صفحہ ۳۳۱)

خود مولانا صاحب اس خیال کی تائید ان حقیقت کشا الفاظ میں فرماتے ہیں :-

"ہندو مہا سبھا ویسے ہی ہندوؤں کی الگ جماعت ہے جیسے

Marfat.com

مسلم لیگ مسلمانوں کی کانگریس ہندوستان میں بسنے والے ہر ہندوستانی کی جماعت ہے۔"
(زمزم ۷ر جولائی ۱۹۳۸ء)

یعنی مولانا صاحب کے نزدیک بھی پنڈت جی کی طرح مسلمانوں کی الگ جماعت کا وجود نہایت قابل نفرت چیز ہے اور قابل فخر جماعت وہی ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے امتزاج سے متحدہ قومیت کی بنیاد پر استوار ہو۔

تجزیہ:۔ تفصیلات بالا سے ہم نے یہ دیکھ لیا کہ متحدّہ قومیت کے اجزائے ترکیبی کیا کیا ہونے ضروری ہیں۔ چند الفاظ میں یوں سمجھئے۔ کہ متحدّہ قومیّت میں

۱۔ مختلف قوموں کی تہذیب کو مٹا کر اُسے ایک جدید تہذیب میں منتقل کر دیا جائے گا۔

۲۔ مختلف جماعتوں کے جُداگانہ مذاہب کی تحلیل سے ایک مرکب مذہب کو محض ایک پرائیویٹ عقیدہ سمجھا جائے گا۔

۳۔ مختلف قوموں کا الگ الگ نام بھی باقی نہ رہے گا بلکہ ایک مشترکہ نام بنا بر وطنیت اختیار کیا جائے گا۔

۴۔ مختلف جماعتوں کی زبان بھی جُداگانہ نہیں ہو گی بلکہ اکثریت کی زبان متحدہ زبان قرار پائے گی۔

۵۔ متحدّہ قومیّت کا نظام ایک ایسی جمہوریت سے مرتّب ہو گا۔ جو تمام اقوام کے امتزاج سے قائم ہو گا اور جس کی رُو سے اکثریت کے فیصلے ملک کا قانون بنا کریں گے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ متحدّہ قومیّت میں مسلمانوں کو اپنا الگ قومی تشخّص (NATIONAL IDENTITY) کی اجازت نہ ہو گی۔

اب مولوی حسین احمد مدنی مرحوم کے ارشادات سنیئے:۔

Marfat.com

"جو لوگ مسلمانوں کو اس میدانِ سیاست میں اترنے سے روک رہے ہیں اور متحدہ قومیت کو بھیانک صورت میں ظاہر کر کے نفرت دلا رہے ہیں بلا شک و شبہ برطانیہ کی ایسی عظیم الشان خدمات سرانجام دے رہے ہیں جو اس کی افواج اور اسلحہ سے بھی سرانجام نہیں پا سکتیں۔" (متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۷۰)

"یہاں تک خیر تھی لیکن دراز دستیِ ایں کوتاہ آستین بین۔ کہ وہ ایک قدم اور آگے بڑھتے ہیں سنیئے اور داد دیجئے کہ خود حضرت علامہ علیہ الرحمۃ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ

"یہ امر یقینی اور غیر قابل انکار ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب کی ہستی کوئی معمولی ہستی نہ تھی اور ان کے کمالات بھی غیر معمولی تھے۔ وہ آسمان حکمت و فلسفہ۔ شعر و سخن۔ تحریر و تقریر دل و دماغ اور دیگر کمالات علمیہ و عملیہ کے درخشندہ آفتاب تھے مگر باوجود کمالات گوناگوں ساحرین برطانیہ کے سحر میں مبتلا ہو جانا یا بعض غلطیوں میں پڑ جانا اور کسی ایجاد خواں طالب علم کا اس سے محفوظ رہنا کوئی تعجب خیز بات نہیں۔" ایضاً صفحہ

یہ مطلع تھا مقطع ملاحظہ فرمائیے:۔

"غرضیکہ جادوگرانِ برطانیہ نے اپنی ساحرانہ کارگزاریوں سے سر سید جیسے تجربہ کار عقلمند شخص کو نہ صرف متحدہ قومیت سے بلکہ پالٹکس اور آئینی جد و جہد سے بھی روکا اور اسی کے ذریعہ سے مسلمانوں کو ہمیشہ سیاسیات سے علیحدہ رکھ کر بالکل نابلد اور ڈرپوک بنا دیا۔ پھر اگر ڈاکٹر اقبال مرحوم اس سحر سے مسحور ہیں تو کیا تعجب ہے۔" (ایضاً صفحہ ۴۲)

غالب کو کسی مخالف نے ماں کی گالی دی تو اس نے کہا تھا کہ ان بدمذاق کور ذوق لوگوں کو گالی دینے کا سلیقہ بھی نہیں آتا۔ غالب شاعر تھا اس لیے اس نے اس چیز کو کور ذوقی پر محمول کیا لیکن اس کور ذوقی

Marfat.com

کا اگر نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب آدمی کے اعصاب پر انتقامی جذبات کا بھوت سوار ہو جائے تو اس کا عقلی توازن قائم نہیں رہتا اور اس کے بعد اسے خود معلوم نہیں ہوتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ حضرت علامہؒ کے متعلق اور جو کچھ جی میں آئے کہہ لیجئے شائد کوئی نہ کوئی ایسا نل جائے۔ جو اسے باور کر لے لیکن ان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ سحر برطانیہ سے مسحور ہو چکے ہیں ایک ایسا الزام ہے جسے تسلیم کرنے کے لیے کوئی صحیح الدماغ آدمی آپ کو نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ جو شخص اقبالؒ سے تھوڑا بہت بھی واقف ہے وہ جانتا ہے کہ ان کی تمام زندگی سحر برطانیہ اور افسون فرنگ کے خلاف ایک مسلسل جہاد تھی اور ان کی زندگی کا یہ ایک ایسا کارنامہ تھا جس کا اعتراف خود ان کے مخالفین تک کو تھا۔ اُن کے کلام پر اگر کوئی صاحب دو لفظوں میں تبصرہ کرنا چاہیئے تو بلا تکلف کہہ سکتا ہے کہ وہ

فریاد ز افرنگ و دلآویزیٔ افرنگ

کی فسوں شکن تشریح ہے وہ اقبال جس کی تمام عمر یہ کہتے کہتے گذر گئی کہ

اے ز افسونِ فرنگی بے خبر　　فتنہ ہا در آستینِ او نگر
از فریبِ او اگر خواہی اماں　　اشتراکش را ز حوضِ خود براں

وہ جس نے "کفن دزدانِ یورپ" کی انسانیت سوز و سیہ کاریوں کے خلاف ایک مسلسل صدائے احتجاج ان الفاظ میں بلند کی ہو کہ

آدمیت زار نالید از فرنگ　　زندگی ہنگامہ بر چید از فرنگ

وہ جو ان کے متعلق اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہو کہ

جبرئیل از صحبتش ابلیس گشت

Marfat.com

اور اس لیے ایک صدائے ربّانی بن کر آخری سانس تک یہی تلقین کرتا رہا ہو کہ

مومنِ خود کا فسونِ افرنگ شو[1]

اس اقبال کے متعلق یہ کہنا کہ وہ "ساحرین برطانیہ" کے جادو سے مسحور ہو چکا تھا یا تو بقول غالب اپنی انتہائی بدمذاقی کا ثبوت دینا ہے یا مغلوب الغضب ہونے کا اعلان کرنا۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ آج ہندوستان کے مسلمانوں میں بالعموم اور اُس طبقہ میں بالخصوص جو انگریزی خواں ہے سحرِ یورپ کے خلاف جس قدر بغاوت اور تنافر کے جذبات پائے جاتے ہیں یہ رہین منّت ہیں اُسی مردِ حق آگاہؒ کی سعیِ پیہم کے۔ کس قدر ظلم ہے کہ بجائے اس کے کہ مولانا صاحب انگریزی نہ جاننے والے طبقہ کے نمائندہ کی حیثیت سے حضرت علامہؒ کے اس احسان کے اظہار کے لیے تشکّر فرماتے وہ ان کے خلاف اس حربہ کو لے کر میدان میں اُتر آئے ہیں جس کی زد اُچٹ کر خود اپنے ہی اُوپر آ پڑے کہ

"نامرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد"

اگر حضرت علامہؒ کے خلاف عوام کو بھڑکانا ہی مقصود تھا تو اتنا کہہ دینا ہی کافی تھا۔ کہ ان کا فوٹو دیکھ لو داڑھی کہاں ہے؟ اور پھر آپ نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ یہ سحرِ برطانیہ کا طعنہ کس موقع پر دیا جاتا ہے! مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ "آجکل قومیں اوطان سے بنتی ہیں نہ مذہب

---

[1] حضرت علامہؒ کے کلام سے اس عنوان پر اگر تمام اشعار جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ مثنوی "پس چہ باید کرد" سے مندرجہ صدر اشعار یونہی اس وقت ذہن میں آگئے استقصاء اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ ہر وہ شخص جس نے کلام اقبال کو سرسری نظر سے بھی دیکھا ہے اسے معلوم ہے کہ طلسم فرنگ کی انھوں نے کس حد تک نقاب کشائی کی ہے۔

Marfat.com

سے نہیں بنتیں "

حضرت علامہؒ کا ارشاد ہے کہ نظریہ قومیت کی بنا وطنیت پر ہے۔ ساحرین یورپ کا پیدا کردہ ہے۔ اسلام مسلم قومیت کی بنا خالص ایمان پر رکھتا ہے۔ لہٰذا اسلام کا نظریۂ قومیت یورپ کے نظریۂ قومیت کے بالکل خلاف ہے۔ اس کے جواب میں مولانا صاحب کا فتویٰ ہے۔ کہ اقبال ساحرین یورپ کے دامِ تزویر میں گرفتار تھا۔ یعنی جو شخص یورپ کے ایجاد کردہ نظریہ کی تائید کرے۔ وہ تو رئیس الاحرار ہے اس پر سحرِ یورپ کا کوئی اثر نہیں اور جو شخص اس کی مخالفت کرے اور یہ بتائے کہ یہ سحرِ یورپ ہے اس سے بچ کر رہنا وہ ساحرین یورپ کے سحر میں گرفتار ہے۔

بسوخت ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

ان حضرات کے نزدیک سحرِ برطانیہ سے تو وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے۔ جو کفر و اسلام کے امتزاج سے ہندوستان میں ایک "متحدہ قومیت" کی تشکیل کی حمایت کرے۔ اپنی کوئی رائے نہ رکھے بلکہ کانگریس کی پاس کردہ تجاویز کے لیے آلہ مکبّر الصوت (LOUD SPEAKER) کا کام دے۔ کانگریسی آئمہ سیاست کی اقتداء میں جو نیت امام کی سو میری کہہ کر اُن کی آواز پر اُٹھنا اور جھکتا چلا جائے۔ ہائی کمانڈ کے فتاویٰ کے نیچے الجواب صحیح لکھ کر مہر تصدیق ثبت کر دے اور جو ایسا نہ کرے۔ اس کے متعلق اعلان کر دے کہ اُسے انسان کہلانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

وہی جذبۂ انانیت و خود پرستی جو کبھی اپنے آپ کو نحن ابناء اللہ اللہ کی جا ہیتی اور دوسروں کو لَیْسَ عَلَی شَیْءٍ (عقل و بصیرت سے عاری سمجھنے پر آمادہ کرتا تھا جو اس دعویٰ کا محرک ہوتا تھا کہ لن یدخل الجنۃ

Marfat.com

الا من کان ھودًا و نصاریٰ (جنت میں وہی جا سکے گا جو ہمارے مسلک کی تائید کرے گا) آج وہی جذبہ اپنے آپ کو ربس الاخرر اور باقی مسلمانوں کو ذلیل و خوار غلام سمجھنے کا محرک بن رہا ہے روح وہی کارفرما ہے جو اقوام سابقہ کے احبار و رہبان میں ہنگامہ خیز تھی صرف قالب میں فرق ہے ؎

بدل کے بھیس زمانے میں پھر سے آتے ہیں
اگرچہ پیر ہے آدم جواں ہیں لات و منات (اقبالؒ)

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ مولانا صاحب نے حضرت علامہؒ کی زندگی میں اپنی غلطی کو اس نقاب میں چھپانے کی کوشش کی تھی کہ دہلی کی تقریر سے ان کا مطلب صرف اس قدر بیان کرنا تھا کہ آجکل یورپ میں قومیت کے متعلق اس قسم کا نظریہ قائم ہو چکا ہے اس سے مفہوم یہ مشورہ دینا نہیں کہ مسلمان بھی اپنی قومیت کی تشکیل انہی خطوط پر کریں۔ اس کا اعتراف خود رسالہ زیر نظر میں بھی موجود ہے جہاں فرماتے ہیں :-

"جس طرح ڈاکٹر صاحب مرحوم کو میرے بعض احباب کے خطوط کے جواب سے معلوم ہوا دہلی کی تقریر میں مشورہ دینا مقصود نہ تھا اور نہ کوئی لفظ اس کا ذکر کیا گیا تھا۔" (متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۷)

لیکن اب مولانا صاحب نہ صرف اس نظریہ کا مشورہ ہی دیتے ہیں بلکہ اسے قرآن کریم سے ثابت کر کے بطور مذہبی فریضہ کے پیش کرنے کی کوشش فرماتے ہیں اور (معاذ اللہ) اسے خود نبی اکرمؐ کی طرف منسوب کر کے مسلمانوں کو اس اسوۂ حسنہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ہندو شائقین کے لیے اپنے ضائع شدہ حقوق حاصل کرنے کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

Marfat.com

"ایسے مقاصد کے لیے متحدہ قومیت غیر مسلموں کے ساتھ بنانا خود جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے"۔ (ایضاً صفحہ ۴۲)

اور اس کی شدت سے تائید فرماتے ہیں کہ:۔

"بنابریں متحدہ قومیت کا جذبہ جو کہ ان مختلف مذاہب ہندیہ میں بجز وطنیت اور کسی طریقہ سے پیدا نہیں ہو سکتا، پیدا ہونا اور نہایت قوت کے ساتھ پیدا ہونا از بس ضروری ہے"۔ (متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۹۰)

معلوم نہیں کہ جس مسئلہ کو حضرت علامہؒ کی زندگی میں محض اخبار (خبر دینے) کی حیثیت سے پیش کیا گیا تھا۔ اب کون سے مصالح سامنے آگئے کہ اسے انشا کی حیثیت دی جا رہی ہے اور مسلمانوں کے دین اور دنیا کا تحفظ اسی کے اندر بتایا جا رہا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ سیاسی معاملات میں عوام کا حافظہ کمزور ہوا کرتا ہے۔ لیکن اتنا کمزور بھی نہیں جتنا مولانا صاحب خیال فرما رہے ہیں۔

لغوی بحث:۔ مولانا صاحب نے ۱۹۳۸ء میں جو بیان شائع فرمایا تھا اس میں تمام قوت اس بات کے ثابت کر دینے میں صرف فرما دی تھی کہ میں نے "قوم" کا لفظ استعمال کیا تھا اور حضرت علامہؒ نے اپنے شعر میں لفظ ملت لکھا ہے جو قوم کے لفظ سے بالکل جداگانہ مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ ہم نے اپنے مضمون نظریۂ قومیت مطبوعہ طلوع اسلام بابت مئی ۱۹۳۸ء میں عرض کیا تھا کہ ایک ایسے اہم مسئلہ کو لغوی بحث کے لفظی گورکھ دھندوں میں الجھا کر یہ سمجھ لینا کہ ہم نے اپنے دعویٰ کو نہایت محکم دلائل سے ثابت کر دیا ہے۔ اپنے آپ کو دھوکہ دینا اور قوم پر ظلم کرنا ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ متحدہ قومیت کا تصور از روئے اسلام جائز ہے یا نہیں؟ اس سوال کو اس بحث سے کیا تعلق کہ لفظ ملت بمعنی قوم استعمال ہوتا ہے یا نہیں؟

Marfat.com

رسالہ زیر نظر جب ہمارے سامنے آیا تو چونکہ اس کا عنوان تھا "متحدہ قومیت اور اسلام" ہمیں خوشی ہوئی کہ مولانا صاحب جیسے عالم متبحر نے اب تو اسلامی نقطۂ نگاہ سے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہوگی۔ جب ہم نے دیکھا کہ مولانا صاحب نے ایک نہیں دو نہیں بیس یا بائیس صفحات پھر اس تحقیق انیق کی نذر کر دئے ہیں کہ قوم کے معنی ملت کے معنوں سے مختلف ہیں اور اس میں بڑی بوجھل عربی لغت کی کتابوں مثلاً مختار الصحاح۔ قاموس۔ تاج العروس۔ مجمع البحار۔ المنجد وغیرہ کے حوالوں سے اپنے دعوے کی تائید فرمائی ہے۔ ہم تو اس چیز کو سمجھ ہی نہیں سکے کہ نفس موضوع کو بالآخر اس لغوی بحث سے تعلق کیا ہے یا تو مولانا صاحب خود ہی یہ نہیں سمجھ سکے کہ مسئلہ متنازعہ فیہ ہے کیا اور یا وہ دانستہ فریق مقابل کو دار العلوم دیوبند کے کتب خانہ کے بوجھ سے ڈرانا چاہتے ہیں اس اسلوب مباحثہ سے ہمیں ایک مناظر کا قصہ یاد آ گیا۔ ایک مولوی صاحب تھے فن مناظرہ میں طاق لیکن ویسے بالکل کورے فریق مخالف ایک پڑھے لکھے فارغ التحصیل طالب علم تھے۔ اول الذکر مولوی صاحب کو فکر دامن گیر ہوئی کہ نفس موضوع پر بات چھیڑ گئی۔ تو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے انھوں نے بساط مناظرہ پر شاطرانہ چال سے کام لینے کی ٹھانی۔ اٹھ کر فرمایا کہ مولوی صاحب سب سے پہلے یہ فرمائیے کہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کلمہ ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب کے دماغ میں پوری صرف و نحو چکر لگا رہی تھی وہ اس نحوی غلطی کے کس طرح مرتکب ہو سکتے تھے انھوں نے فرمایا کہ نہیں! یہ کلمہ کیسے ہو سکتا ہے۔ الکلمۃ لفظ مفرداً (کلمہ لفظ مفرد کو کہتے ہیں) مناظر مولوی صاحب نے بلند آواز سے کہا لو بھائی مسلمانو! جو شخص

لطیفہ

Marfat.com

مسلمانوں کے کلمہ کو کلمہ ہی نہیں مانتا اس سے ہماری بحث کیا ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کی باہمی بحث تو اُن سے ہو سکتی ہے جن کا کلمہ ایک ہو عوام کی جانے بلا کہ نحوی مولوی صاحب نے کیا کہا۔ آنہوں نے اتنا ہی سمجھا کہ یہ تو واقعی کلمہ کا بھی قائل نہیں ہے یہ ظاہر ہے کہ اس کے بعد کیا ہوا ہوگا۔

قوم و ملّت کے لغوی گورکھ دھندے سے کچھ اسی نہج کی بحث مولانا صاحب چھیڑ دیتے ہیں اور آپ یہ سن کر انگشت بدنداں رہ جائیں کہ خود مولانا صاحب کو اس امر کا اعتراف ہے کہ حضرت علامہؒ نے ملّت کا لفظ قوم ہی کے معنوں میں استعمال کیا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

"مگر دوسری حیثیت سے کہ جناب ڈاکٹر صاحب مسلمانان ہند کو قومیت متحدہ کا مشورہ دینا خلافِ دیانت سمجھتے ہیں اور یہ امر میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔" (متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۵۰)

اب آپ خود اندازہ فرمایئے۔ کہ مولانا صاحب کا اتنی طول طویل لغوی بحث سے مطلب کیا ہے۔ یہ تو رہا خود ان کا اعتراف لیکن اگر بحث کا فیصلہ اس لغوی اعتبار سے ہی کرنا ہو تو وہ تو ایک فقرہ میں ہو سکتا ہے۔ بے شک عربی میں قوم کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں۔ اور ملّت کے معنی شرع و دین کے لیکن حضرت علامہؒ نے اشعار مذکورۂ صدر فارسی زبان میں لکھے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ فارسی میں ملّت بمعنی جماعت اور گروہ کے آتا ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق مولانا فرماتے ہیں :-

"اور اگر غور کیا جائے تو متاخرین عرب اور فارسیوں اور ترکوں نے بھی لفظ ملّت کو قوم کے معنی میں کہیں بھی استعمال نہیں کیا۔"

(متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۱۵)

Marfat.com

لیکن ہم نہایت ادب سے گذارش کریں گے کہ جہاں انھوں نے عربی کے اتنے اتنے ضخیم لغت کھنگالے تھے۔ اگر فارسی کے ایک چھوٹے سے لغت مثلاً "غیاث اللغات" کی ورق گردانی کی تکلیف گوارا فرما لیتے تو اس میں نہایت آسانی سے نظر آجاتا کہ ملت کے معنی جماعت اور گروہ کے بھی لکھے ہیں۔

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

پھر یہ چیز بھی غور طلب ہے کہ مولانا نے "متحدہ قومیت" کے معانی متعین کرنے کا جو طریق اختیار فرمایا ہے وہ اصولی طور پر غلط ہے وہ پہلے لغت سے لفظ قوم کے معنی متعین فرماتے ہیں۔ یعنی گروہ، جماعت اور پھر لفظ متحدہ کے یعنی جن میں باہمی اتحاد ہو اور اس کے بعد جھٹ اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ کہ متحدہ قومیت کے معنی ہیں دو قوموں کا باہمی اتحاد کے رشتہ میں منسلک ہونا اور اس کے بعد فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں کہ یہ کس طرح اسلام کے منافی ہے یہ ہے لے دے کے خلاصہ ان کی تمام لغوی بحث متعلقہ متحدہ قومیت اور اسلام کا اسی سے تو ہم سمجھے ہیں کہ مولانا صاحب پر غالباً ابھی تک یہ واضح نہیں ہوا کہ مسئلہ متنازعہ فیہ ہے کیا۔ یہ ظاہر ہے کہ متحدہ قومیت یا (NATIONALISM) دور حاضرہ کی ایک سیاسی اصطلاح ہے جس کے معانی دور حاضرہ کی سیاسی روشنی میں ہی متعین کیے جا سکتے ہیں نہ کہ اس زمانہ کے کتب لغت سے جن میں اس اصطلاح کا کہیں ذکر تک نہ ہو۔ اس طرح اصطلاحات کے معانی متعین کرنے سے تو اصلی مطلب کبھی سامنے نہیں آسکتا۔ دور حاضرہ کی مختلف سیاسی اصطلاحات کو لیجئے۔ مثلاً ترک موالات۔ عدم تشدد۔ مخلوط انتخاب۔ گول میز کانفرنس بین الاقوامی وفاق (FEDERATION OF STATES)

Marfat.com

وغیرہ اور اُن کے معانی پرانی کتب لغت سے متعین کیجئے پھر دیکھیے اصلی مطلب کس طرح خبط ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ مصطلحات مروجہ کے معنی ہمیشہ اس زمانہ اور اُس ماحول کے ماتحت لینے پڑیں گے جس میں کسی اصطلاح کا رواج ہوا ہو۔ لہٰذا جب ہم "متحدہ قومیت" کی اسلام کی میزان سے تولنا چاہیں گے۔ تو پہلے یہ معین کرنا ضروری ہوگا کہ متحدہ قومیت سے مراد کیا ہے۔ اس کے بعد دیکھیں گے کہ اسلام اس کے متعلق کیا کہتا ہے یہ ہے صحیح طریقہ کسی واضح نتیجہ تک پہنچنے کا۔ آیئے پہلے متحدہ قومیت کے معانی متعین کریں۔

باب دوم

متحدہ قومیت کا مفہوم: ۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں متحدہ قومیت (NATIONALISM) دورِ حاضر کی ایک سیاسی اصطلاح ہے جو بالخصوص ہندوستان میں فرقہ داری (COMMUNALISM) کے مقابلہ میں رائج کی گئی ہے۔ اس اصطلاح کے معنی متعین کرنے کے لیے ہمیں اُن سیاسی مدبرین کی تحریروں اور تقریروں کی طرف رجوع کرنا ہوگا جنھوں نے اس اصطلاح کو رائج کیا ہے۔ مولانا صاحب نے خود فرمایا ہے۔ کہ کانگریس نے پہلے اپنے پہلے اجلاس منعقدہ ۱۸۸۵ء میں اپنا پہلا اور ضروری مقصد حسب ذیل الفاظ میں ظاہر کیا تھا:۔

"ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے۔ ان سب کو متحد و متفق کر کے ایک قوم بنانا۔"

(متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۵۳)

لہٰذا متحدہ قومیت کے معنی کانگریسی حضرات کے پاس سے ہمیں مل سکیں گے اور وہ بھی عصر حاضر کے کانگریسی حضرات سے کہ اس مسئلہ نے

Marfat.com

اتنی اہمیت حال ہی میں اختیار کی ہے۔ پنڈت جواہر لعل نہرو لکھتے ہیں

"ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ہندوستان میں ایک متحدہ قومیت پیدا ہو۔" (جامعہ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

اس سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ جس متحدہ قومیت کا نقشہ کانگریس کے ذہن میں ہے وہ آج موجود نہیں ہے۔ بلکہ وہ کوشش کرنے کے بعد پیدا ہو گی۔ آج مسلمان ایک الگ قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ہندو الگ اس لیے یہ مشکل متحدہ قومیت کی نہیں ہے۔ متحدہ قومیت کے عناصر ترکیبی کیا ہونگے۔ اس کی تفصیل ذیل کی سطور میں آئے گی۔

عنصر اوّل:۔ مہاتما گاندھی ہی لکھتے ہیں:۔

"آج مسلمانوں کی الگ تہذیب ہے اور ہندوؤں کی الگ۔ ان دونوں تہذیبوں کے امتزاج سے متحدہ قومیت کی تہذیب مرتب ہو گی۔"

(ہریجن مورخہ ۲۹/۱۰/۳۸ بحوالہ اسٹیٹسمین)

اس کی تفسیر سوامی سمپورنانند وزیر تعلیم یوپی ان الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

"ہر وہ شخص جو ہندو یا مسلم تہذیب کے قائم رکھنے اور اس کو مدرس میں جاری کرنے پر زور دیتا ہے۔ وہ یقینی طور پر ملک کو نقصان پہنچاتا ہے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ چیز ہندوستان میں مفقود ہونی چاہیئے۔ جب ہندو مسلم تہذیبیں مٹ جائیں گی۔ تب ہی ہندوستانی تہذیب زندہ رہ سکے گی۔" (طریقون و مدینہ)

کانگریس کے شعبہ اسلامیات کے معتمد ڈاکٹر اشرف صاحب اس کی تشریح میں یوں رطب اللسان ہیں:۔

"اسی اعتبار سے ہم آج ایک نئے اور زندہ تمدن کی تعمیر میں مصروف ہیں ہماری سیاسی اور سماجی جدوجہد اس نئے تمدن کا پیش خیمہ ہے۔"

(الجمعیۃ رجب ۱۳۵۶ھ)

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوگا۔ ایسی تہذیب جو نہ مسلمانوں کی ہو۔ نہ ہندوؤں کی بلکہ دونوں کے امتزاج سے ایک نئی تہذیب پیدا ہو۔

عنصر دوم:۔ آج مسلمانوں کا مذہب الگ ہے۔ اور ہندوؤں کا الگ اس لیے متحدہ قومیت ابھی وجود میں نہیں آسکی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ دونوں مذاہب ملا کر ایک ایسا مذہب پیدا کیا جائے جو دونوں کا مشترکہ مذہب بن سکے۔ چنانچہ ڈاکٹر سید محمود صاحب وزیر تعلیم صوبہ بہار اپنے ایک مضمون میں اکبر کے دین الٰہی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں:۔

"بعض نے اپنے ولولہ اور جوش سے مجبور ہوکر کہ ہندوستان میں قومیت کی آفرینش کے پیش نظر ایک ایسے جدید مذہبی نظام کی نشوونما کرنی چاہی جو ہندوستان میں سب کے مناسب حال ہو۔ یہ ان لوگوں کی معمولی خدمات نہیں کہی جاسکتیں۔" (جامعہ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

آنریبل مسٹر کے ایم منشی ہوم منسٹر حکومت بمبئی نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں فرمایا:۔

"جس قدر رجحانات مذہب یا زبان یا ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل کی بنا پر قومیت پرستی کے خلاف پیدا ہوتے ہیں کانگریس ان رجحانات کی مخالفت میں ایک مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ من حیث القوم ہماری کمزوری کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کی طرف سے ایک واہمہ پیدا کر دیا گیا ہے کہ مذہب یا زبان کا رشتہ قومیت کے رشتہ کی جگہ وجہ جامعیت ہو سکتا ہے۔ یہ ایک بڑا مہلک دھوکا ہے۔ یاد رکھیئے مذہب یا زبان کا رشتہ قومیت کے بلند ترین رشتہ کے ماتحت رہنا چاہیئے۔ یہ تصور ہی ہندوستان کو محکم اور آزاد بنا سکے گا۔" (نیشنل کال $\frac{9}{29}$ ۲۰)

Marfat.com

ڈاکٹر جی۔ تیا بھی ستیا رامیا۔ کانگریس کی مجلس عاملہ کے ایک رکن نے سودیشی نمائش پٹنہ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہمارا معاشرتی نظام جو ہزاروں برس ہوئے وجود میں آیا تھا اس کی رُو سے افلاس کا ناطہ علم اور عظمت کے ساتھ جوڑ دیا جاتا تھا لیکن اب زندگی کی متضاد قوتوں میں توازن پیدا ہو چکا ہے۔ انٹرا کیٹ (کمیونزم اور اشتمالیت) سوشلزم دورِ حاضرہ کے نظریۂ حیات ہیں۔ اور ہندو ازم اور اسلام ازم عہد کہن کی یادگاریں ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم ان کی بنیادوں کا از سرِ نو امتحان کریں۔" (ہندوستان ٹائمز ۱۹۳۸/۹)

مذہب چونکہ متحدہ قومیت کی تشکیل و تعمیر میں ایک سنگ راہ سمجھا جاتا ہے اس لیے یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ جب تک ایک متحدہ مذہب وجود میں نہ آئے۔ مذہب کو محض ایک پرائیویٹ عقیدہ کی حیثیت دی جائے اور اسے سیاست سے بالکل الگ رکھا جائے چنانچہ کانگریس کے صدر سبھاش بوس نے آسام میں ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا۔ کہ "میں سب کچھ مسلمانوں کے حوالہ کر دینے کو تیار ہوں بشرطیکہ متحدہ قومیت کے نظریہ کو تسلیم کر لیں۔"

اس کی وضاحت میں ٹریبون نے اپنے ۱۷ جون ۱۹۳۸ء کے پرچے کے افتتاحیہ میں لکھا:۔

"بس اس ایک شرط کے ماتحت طول و عرض ملک میں کوئی ایک کانگریسی بھی ایسا نہ ہو جو تمام اختیارات مسلمانوں کے حوالہ کر دینے پر آمادہ نہ ہو۔ اُن کے (یعنی کانگریسیوں کے) نزدیک یہ مسئلہ ذرا بھی اہمیت نہیں رکھتا کہ کانگریس یا حکومت کے دائرہ میں حکومت جس کے ہاتھ میں ہے وہ ہندو ہے یا مسلمان یا عیسائی کیونکہ اُن کے نظریہ کی رُو سے مذہب کو سیاسیات سے نہ کوئی واسطہ ہے اور نہ ہی ہونا چاہیئے"

Marfat.com

اور ایک مسلم قومیت پرست اسی نظریہ کو ان الفاظ میں دہراتا ہے
"لیکن ان کا (مسلمانوں کا) باہمی اختلاف جو زیادہ تر مذہبی رجحانات کا
نتیجہ ہے کبھی دور نہیں ہو سکتا اور اگر اس کے دور کرنے کی کوئی تدبیر ہو
سکتی ہے تو صرف یہ کہ وہ کسی ایسے ادارے میں شریک ہو جائیں جو مذہبیات
سے بالکل علیحدہ اور صرف سیاسیات سے تعلق رکھتا ہو اور ایسا ادارہ
صرف کانگریس ہے۔" (مدینہ ۱۳ اگست ۱۹۳۸ء)

ایک صاحب نے کہیں یہ اعتراض کیا کہ جواہر لال اور گاندھی
مسلمانوں کے لیڈر کیسے ہو سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں ایک مسلمان
کانگریسی اخبار نے لکھا کہ:-

"اگر لیڈری سے مراد مسلمانوں کی دینی امامت و قیادت ہے تو یہ
اعتراض درست ہے لیکن اگر اس سے مراد سیاسی رہنمائی ہے تو بے شک
وہ قائد و امام ہو سکتے ہیں۔" (زمزم ۱۵ ۶/۳۸)

وارد ھا کی تعلیمی اسکیم کے متعلق جب یہ اعتراض کیا گیا کہ اس
میں مذہبی تعلیم کا عنصر موجود نہیں تو اس کے جواب میں کانگرس کا آرگن
نیشنل ہیرلڈ اپنی ۳ ۱۱/۳۸ کی اشاعت میں لکھتا ہے:-

"مذہبی تعصب کو یہ چیز فراموش نہ کرنی چاہیئے۔ کہ اس ملک میں
جہاں اتنے مختلف عقائد موجود ہیں۔ قومی تعلیم کو مفید بنانے کی یہی تجویز
ہو سکتی ہے کہ اسے قرآن یا شاستروں کے قوانین اور احکام سے نہ لادا جائے۔"

متحدہ قومیت کے علمبردار ایک ایسے مذہب کو جو جماعتی زندگی
سکھاتا ہو کس قدر خطرناک سمجھتے ہیں۔ اس کا کچھ اندازہ پنڈت
جواہر لال نہرو کے ان الفاظ سے لگ سکتا ہے وہ اپنی سرگذشت
میں لکھتے ہیں:-

"جس چیز کو مذہب یا منظم مذہب کہتے ہیں۔ اسے ہندوستان یا

Marfat.com

دُوسری جگہ دیکھ کر میرا دل ہیبت زدہ ہوگیا ہے۔ مَیں نے اکثر مذہب کی مذمّت کی ہے اور اسے یکسر مٹا دینے تک کی آرزو کی ہے۔ قریب قریب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اندھے یقین اور ترقی دشمنی کا بے دلیل عقیدت اور تعصّب کا، توہم پرستی اور لوگوں سے بے جا فائدہ اٹھانے کا قائم شدہ حقوق اور مستقل حقوق کی بقا کا حامی ہے۔" (میری کہانی صفحہ ۱۶۱)

لہٰذا متخیرہ قومیت کی تشکیل کے لیے دوسری چیز یہ ہے کہ مذہب اس قسم کا بنا دیا جائے۔ جیسا دین الٰہی یا برہمو سماج جس کی داغ بیل اکبر نے ڈالی تھی اور جس کی تشریح مولانا آزاد نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن میں کی ہے اور جب تک ایسا مذہب تیار نہ ہو سکے اس وقت تک مذہب کو ایک پرائیویٹ عقیدہ کی حیثیت دی جائے جسے دنیاوی معاملات سے کوئی تعلق نہ ہو۔

عنصر سوم:- آج مسلمان اپنا نام من حیث الجماعت الگ رکھتے ہیں اور ہندو الگ یہ افتراق و اختلاف بھی متحدہ قومیت کی تعمیر میں سخت حائل ہے۔ لہٰذا قومیت متحدہ کی تشکیل کے لیے ضروری ہے کہ قوم کا نام بھی ایک ہو ڈاکٹر سید محمود صاحب اپنے محولا بالا مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:-

"لفظ ہندی کو زبان کے لیے نہیں۔ بلکہ اہل ہند کے لیے اختیار کرنا چاہیے۔ دنیا بھر میں صرف ہمارا ملک ہی ایسا ملک ہے جس میں مختلف لوگ مذاہب سے شناخت میں آتے ہیں۔ صرف اس کا اظہار ہی ہماری دماغی کیفیت کا آئینہ بن جاتا ہے۔ اور ہمارے متعلق یہ ثابت کر دیتا ہے کہ ہم اس برّاعظم کی علیحدہ علیحدہ مذہبی اقوام ہیں۔ اس لیے وقت آگیا ہے کہ ہم ایک مشترک نام اختیار کر لیں۔"

یہ اس لیے کہ جیسا کہ ہم مسٹر کے۔ ایم منشی کی تقریر کے اقتباس

Marfat.com

سے واضح کر چکے ہیں وطنیت اور متحدہ قومیت کا رشتہ مذہب کے رشتہ سے کہیں بلند و بالا ہے۔ اس لیے نام کا انتساب بالا رشتہ کی بنا پر ہونا چاہیئے لہٰذا متحدہ قومیت کی تشکیل کے لیے تیسری ضروری چیز یہ ہوئی کہ مسلمانوں کا اپنا الگ اسلامی نام بھی نہ رہے۔

عنصر چہارم: متحدہ قومیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس قوم کی زبان بھی ایک ہو۔ اس لیے کہ جب تک کسی قوم کی زبان مختلف ہوتی ہے وہ دوسری قوم کے اثر سے جذب نہیں ہو سکتی اور بغیر انجذاب و انہضام متحدہ قومیت کا وجود عمل میں نہیں آ سکتا۔ رنگ۔ زبان کے وجود کے بقا کی تمنا کرنا فرقہ پرستی ہے۔ جو قومیت کے بالکل متضاد جذبہ ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو اپنے ایک مضمون میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"مگر بدقسمتی سے ابھی تک ہندوستان میں فرقہ پرستی طاقتور ہے اور اس بنا پر زبان میں علیحدگی پسندی کا رجحان بھی وحدت کے رجحان کے ساتھ ساتھ اپنا اثر برابر دکھائے جا رہا ہے۔ قوم پرستی کے پودے نشوونما کے ساتھ یہ علیحدگی پسندی جو زبان کے معاملہ میں پائی جاتی ہے یقیناً فنا ہو جائے گی۔ ایک علیحدگی پسند عامی زبان کو اوپر سے کھرچیے تو دیکھو گے کہ وہ اندر سے فرقہ پرست ہے۔ بلکہ زیادہ تر تم اسے ایک سیاسی رجعت پسند پاؤ گے"۔

عنصر پنجم: جب تک مسلمان اپنے مذہب کے پابند ہیں ان کے باہمی معاملات کا تصفیہ از روئے کتاب و سنت صرف مسلمانوں کی جماعت اُن کی اپنی مجلس شوریٰ اور اُس مجلس کا امیر مرکز ملت ہی کر سکتا ہے لیکن یہ اصول متحدہ قومیت کی تشکیل کے منافی ہے۔ متحدہ قومیت کا فیصلہ ایک ایسی جمہوری حکومت کی طرف سے ہوگا جو تمام

Marfat.com

مختلف مذاہب کے مشترکہ مجموعہ پر مشتمل ہو گی اور جمہوریت کے اصول کے مطابق اکثریت کا فیصلہ ملک کا قانون بنا کرے گا۔ اور اس جمہوریت کی بنا خالص وطنیت ہو گی۔ اس کے متعلق ہم مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی کانگریس پارٹی کے لیڈر۔ پنڈت جواہر لعل نہرو۔ مولانا حسین احمد مدنی کے خیالات پچھلے اوراق میں پیش کر آئے ہیں۔

معانی متعین ہو گیے۔ ارباب نظر کے لیے تو شاید ہی ضرورت ہو کہ اب دلائل و براہین سے یہ ثابت کیا جائے کہ اس قسم کی متحدہ قومیت کشتی ملت کو اپنے ہاتھوں آنند بھون کے سامنے گنگا میں ڈبو دینے کے مرادف ہے۔ لیکن چونکہ مولانا صاحب اس متحدہ قومیت کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ اس کی تشکیل مذہبی فریضہ کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے آئندہ صفحات میں یہ واضح کیا جائے گا۔ کہ فی الواقعہ

عجم ہنوز نہ موزِ دیں نمی دانار

پہلے مولانا صاحب کے دلائل پیش کیے جائیں گے۔

متحدہ قومیت اور اسلام۔ مولانا صاحب نے اپنے دعوے کے اثبات میں سب سے پہلے یہ دلیل پیش کی ہے۔ کہ قرآن کریم میں جتنا مختلف انبیاء کرام کی قوموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان قوموں میں مومن و کافر دونوں شامل تھے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ مومنین و کافرین کے امتزاج سے متحدہ قومیت بن سکتی ہے۔ لفظ قوم کی بحث کے دوران میں ارشاد ہے کہ:۔

"جس جگہ یہ لفظ مضاف واقع ہوا ہے اور مضاف الیہ مسلمان یا پیغمبر ہے اور کلام غیر مسلم کے متعلق ہے۔ تو یقیناً اس جگہ پر مشرکوں اور کفار کا پیغمبر یا مسلمانوں کے ساتھ قومیت متحدہ میں منسلک ہونا ہی مفہوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

کذبت قوم نوح المرسلین کذبت قبلھم قوم نوح
واصحاب الرس ۔۔ ۔۔ ۔۔ الخ" (متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۱۸)

اس قسم کی اضافتوں کی مثالوں کے بعد فرماتے ہیں :۔

"غرضیکہ اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں جن میں غیر مسلموں کو اور پیغمبر کو ایک قوم بنایا گیا ہے۔ اور ان کفار کو پیغمبر کی طرف بوجہ اتحاد نسب یا اتحادِ وطن وغیرہ نسبت کیا گیا ہے۔" (ایضاً صفحہ ۱۷)

چنانچہ خود نبی اکرمؐ کے متعلق لکھتے ہیں کہ :۔

"بارگاہ الٰہی سے جناب رسول اللہ صلعم اور دوسرے پیغمبروں کو بعد تقرر دین و شریعت کہا جاتا ہے۔

قل یا قوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل الخ یہ

"کہہ دو اے میری قوم تم اپنی جگہ پر عمل کرو۔ میں اپنی جگہ پر عمل کرتا ہوں"

اس کے بعد ان آیات سے حسب ذیل نتائج مستنبط فرماتے ہیں :۔

الغرض یہ آیتیں صاف طور سے واضح کر رہی ہیں کہ

(الف) قرآن کے نقطۂ نظر اور استعمال میں لفظ قوم اپنے معنی کی حیثیت سے مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر اس جماعت پر بولا جائے گا جس میں کوئی رابطہ ہو۔ خواہ نسب کا یا وطن کا یا پیشہ یا زبان کا۔

(ب) قومیت میں اشتراکِ مسلم و کافر ہو سکتا ہے۔ اور قرآن کے استعمال میں موجود ہے۔

(ج) پیغمبر بھی اتحاد قومیت میں کافر و مشرک اور فاسق کے ساتھ دنیا میں تعلق رکھ سکتا ہے۔ اور رکھتا ہے۔" (متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۲۲)

ہمارا خیال ہے کہ اس دلیل کو پڑھ کر آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی ہو گی کہ حضرت علامہؒ کیوں بلک بلک کر رو رہے تھے اور ہندوستان

Marfat.com

یں اسلام کے مستقبل پر کیوں خون کے آنسو بہاتے تھے۔ جس قوم کے سب سے بڑے دارالعلوم کے سب سے بڑے عالم کی قرآن فہمی کی یہ حالت ہو اُس قوم کے مستقبل کا خدا حافظ۔ اور یہی وہ احساس دردِ انگیز تھا جس کی بنا پر حضرت علامہؒ کا جگر شق ہو جاتا تھا اور ہجوم غم و فورِ الم کبھی سیلاب اشک بن کر اُمنڈ آتا اور کبھی بیک آہِ سحر گاہی کی صورت میں بہ حضورِ حق یوں نالہ کش ہوتا کہ

آں قوم از تو میخواہم کشادے　　فقہش بے یقینے، کم سوادے
بسے نادیدنی را دیدہ ام من!　　مرا اے کاشکے مادر نہ زادے

اس میں شبہ نہیں کہ قرآن کریم نے مختلف انبیاء کرام کے نام سے ان اقوام کو منسوب کیا ہے۔ جو اُن کے پیغامات کی اوّلین مخاطب تھیں لیکن اس انتساب سے مقصد محض تعارف تھا۔ جعلنکم شعوبًا وقبائل لتعارفوا۔ ہم نے تمہارے قبیلے اور خاندان اس لیے بنائے کہ تم پہچانے جاؤ۔ مثلاً حضرت نوحؑ جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے اس قوم کے متعلق قرآن کریم میں جہاں کچھ ذکر آئے گا۔ تو لا محالہ اُسے قوم نوح ہی کہنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ اس قوم کے ذکر کرنے کا اور کون سا طریقہ انسب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس قوم کا کوئی دوسرا نام ہی نہ تھا لیکن اس سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ اس قوم کے کافر و مومن مل کر "ایک متحدہ قومیت کے رشتہ میں منسلک ہو جاتے تھے"

نبی کی بعثت کے وقت ایک قوم موجود ہوتی تھی کبھی اُسے اس نبی کی قوم کہہ دیا جاتا اگر وہ کسی اور نام سے منسوب ہوتی تو وہ نام لے دیا جاتا مثلاً قوم عاد قوم ثمود۔ کبھی اُسے اُس کے کسی سردار کی طرف منسوب کر دیا جاتا جیسے قوم فرعون پھر اس قوم میں سے ایک جماعت ایمان لے آتی اُن کی اس وحدت تخیل اور وحدت عمل کی بنا پر انھیں

Marfat.com

دوسرے لوگوں سے متمیز کرکے مومنین کی جماعت کہا جاتا جو اُس قوم میں سے انکار و تکذیب کرتے انھیں کفار کی جماعت کہا جاتا قرآن کریم میں جہاں مختلف انبیاء کرام کے نام سے مختلف قومیں منسوب ہیں وہاں اُن قوموں میں سے دو مختلف جماعتوں کا ذکر الگ الگ موجود ہے اور ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ متحدہ قومیت میں کسی الگ جماعت کا ذکر یا نام تشخص یا جداگانہ قومی وجود اصول قومیت کے خلاف ہوتا ہے۔ پھر قرآن کریم نے ہمیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان ہر دو جداگانہ جماعتوں کے باہمی تعلقات کیسے ہوتے ہیں اور ان کا الگ الگ انجام کیا ہوا کرتا تھا۔ متحدہ قومیت میں اتنی بات تو ظاہر ہے کہ اگر ڈوبے گی تو تمام قوم ڈوبے گی۔ اگر ابھرے گی تو ساری کی ساری قوم ابھرے گی یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اس متحدہ قوم کا ایک حصہ سرفرازی و سربلندی عزت و وقار۔ جاہ و حشمت۔ سطوت و حکومت کی زندگی بسر کرے اور کوئی دوسرا حصہ ذلت و مسکنت، تباہی و بربادی۔ افلاس و نکبت کے ہولناک عذاب میں مبتلا ہو لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جن اقوام کو مولانا صاحب انبیاء سابقہ کی متحدہ اقوام قرار دیتے ہیں ان کی یہ حالت ہوتی تھی کہ ان میں سے ایک جماعت مومنین کامیاب و کامران ہوتی اور دوسری جماعت کافرین، تباہی و بربادی کے جہنم میں دھکیل دی جاتی۔ سارا قرآن کریم اسی قسم کے نظائر سے بھرا پڑا ہے۔ اور ہم تو یہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کی تمام تعلیم کا ماحصل یہ ہے کہ کفر و ایمان کے نتائج میں بین فرق کرکے بتا دے۔ ہم یہاں صرف ایک سورت (ہود) کی چند آیات پیش کرتے ہیں۔ رکوع دوم کے آخر میں دو قسم کی جماعتوں کا ذکر ہے۔ ایک تو وہ جن کے متعلق ارشاد ہے:۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وعملوا الصالحات ... ۱۱/۲۳ ایمان
والوں کی جماعت، دوسری وہ جس کے متعلق فرمایا۔ اولئک الذین
خسروا انفسھم ۱۱/۲۲ کفار کی جماعت، پھران کا باہمی موازنہ
ان الفاظ میں فرمایا کہ ان کی شناخت میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے
مثل الفریقین کالاعمٰی والاصم والبصیر
والسمیع ھل یستوین مثلاً ۱۱/۲۴
ان ہر دو جماعتوں (فرقوں) کی مثال اندھے اور بہرے اور
دیکھنے اور سننے والے کی مثال ہے۔ کیا یہ کبھی دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟
قرآن کریم نے یہاں لفظ بھی "فریقین" استعمال کیا ہے جو آپ کی
دور حاضرہ کی سیاست (COMMUNALISM COMMUNITTES)
یعنی فرقہ پرستی کہا جاتا ہے جو متحدہ قومیت کی بالکل ضد ہے۔
اس تمہید کے بعد تیسرے رکوع سے امم سابقہ کے واقعات
کا بیان شروع ہوتا ہے۔ سب سے پہلے حضرت نوحؑ کی قوم کے تذکرہ
کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے۔ ولقد ارسلنا نوحًا الٰی
قومہ (۱۱/۲۵) اور یقیناً ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔
ایک قوم تھی جس کی طرف نوحؑ کو بھیجا۔ اس کے بعد اس قوم کے
مومنین ومنکرین کا ذکر ہے۔ منکرین کی سرکشی اور بغاوت کا بیان
ہے کشتی اور طوفان کا تذکرہ ہے۔ آخر میں اس قوم کے دو فریقوں
کو بالکل الگ کرکے دکھا دیا گیا ہے۔
ایک وہ جو نذر طوفان ہوگیا۔ اور دوسرا وہ جو حضرت نوحؑ
کے ساتھ محفوظ ومعصون زندہ رہا۔ جن کے متعلق ارشاد ہے۔
قیل یٰنوح اھبط بسلٰم منا وبرکٰت علیک وعلٰی
امم ممن معک (۱۱/۴۸) کہا گیا کہ اے نوحؑ ہماری طرف

Marfat.com

سے سلامتی کے ساتھ اُتروا ور تم پر اور جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں اُن پر برکات ہوں۔

فرمائیے یہ کس قسم کی متحدہ قومیت تھی جس کی دو جماعتوں میں یوں تفریق ہوئی۔ پھر چوتھے رکوع میں حضرت ہودؑ کی قوم عاد کا ذکر ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ

اور عاد کی طرف ان کا بھائی ہود بھیجا۔ جس نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبودیت اختیار کرو۔ پھر اس قوم کے کفار و مومنین کی الگ الگ جماعتوں کا ذکر ہے اور انجام کار بتایا گیا ہے کہ نہ ماننے والوں پر تباہی اور بربادی کا عذاب نازل ہوا اور مومنین کی جماعت کے متعلق ارشاد ہوا:۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا ھُوْدًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا اور جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے ہودؑ کو اور اُن لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لا چکے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا۔

چھٹے رکوع میں حضرت صالحؑ کی قوم ثمود کا ذکر شروع ہوتا ہے (۱۱/۶) اور اس قوم کی سرکش اور نافرمانبردار جماعتوں کی تفریق کے بعد قوم مومنین کے متعلق انہی الفاظ کا اعادہ ہوتا ہے۔ جو مذکورہ صدر آیات میں مندرج ہیں۔ ساتویں رکوع میں قوم لوطؑ کا ذکر ہے اس قوم کو بھی انہی دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ منکرین پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ اور مومنین کی جماعت حضرت لوطؑ کے ساتھ محفوظ رکھی جاتی ہے۔ (۱۱/۸۱)

آٹھویں رکوع میں حضرت شعیبؑ کی قوم مدین کا ذکر ہے۔ اور ان کی محولہ صدر تفریق کے بعد قوم مومنین کے متعلق آیت مندرجہ بالا کے

Marfat.com

الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ (۱۱/۹۱۴)

پھر حضرت موسیٰؑ کی قوم اور فرعون کا تباہی کا ذکر ہے اور ان انبیاء کرام اور ان کی اقوام کی مومن و کافر جماعتوں کے انجام کے تذکرے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ آپ کے سامنے بھی اس قوم مخاطب کے دو گروہ ہیں۔ ایک من یومن باللہ ویکفر بالطاغوت والا (جماعتِ مومنین) اور دوسرا من یکفر باللہ ویومن بالطاغوت والا (جماعتِ کفار) اور اس دوسری جماعت کے متعلق فرمایا:۔

وقل للذین لا یومنون اعملوا علیٰ مکانتکم انا عاملون (۱۱/۱۲۱) اور اُس کفار کی جماعت سے کہہ دیجئے کہ تم اپنا کام کیے جاؤ ہم اپنی جگہ کام کیے جاتے ہیں۔ وانتظروا انا منتظرون (۱۱/۱۲۲) تم بھی انجام کا انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں!

آپ ان حقائق قرآنی کو سامنے رکھیئے اور پھر اپنی بصیرت سے فتویٰ طلب فرمائیے کہ کیا ان سے واقعی متحدہ قومیت کے دعویٰ کا ثبوت ملتا ہے یا اس بات کا کہ وہ لوگ جو نبی پر ایمان لاتے تھے اور اس کی اتباع کرتے تھے وہ ایک الگ جماعت کے افراد ہوتے تھے۔ (جنھیں انا یعنی ہم کہہ کر پکارا گیا ہے) اور دوسرے لوگ الگ گروہ پر مشتمل ہوتے تھے (جنھیں کم یعنی تم کہہ کر پکارا گیا ہے) اب یہ ظاہر ہے کہ "ہم" اور "تم" کی تفریق سیاستِ حاضرہ کی اصطلاح میں فرقہ پرستی کہلاتی ہے اور متحدہ قومیت کی تشکیل اُس وقت ہوتی ہے جب "ہم" اور "تم" کا امتیاز یوں مٹ جائے کہ ... ۔ تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ ان ہر دو مختلف گروہوں کے باہمی تعلقات کیسے

Marfat.com

ہوتے تھے۔ کیا حضرات انبیاء کرامؑ اور آن کے متبعین کی جماعت کفار کی جماعت کے ساتھ گھل مل کر رہتی تھی کہ آن کی تہذیب ایک ہو جائے۔ تمدن ایک ہو جائے۔ نظریاتِ زندگی ایک ہو جائیں۔ یا مومنین کی جماعت کفار کی جماعت سے برأت اور بیزاری علیحدگی اور قطع تعلق کا اعلان فرمایا کرتی تھی یہاں تک کہ خدا نے یہ حکم دیا تھا کہ کفار کی تباہی کے اوپر افسوس بھی نہ کرو۔

فلا تاس علی القوم الکافرین (المائدہ) قوم کفار کی بربادی پر تأسف بھی نہ کرو)

بلکہ ان کی تباہی اور بربادی پر تو خوشی اور مسرت کے سجدہ ہائے شکر ادا کرنے کا حکم ہے کہ جسد انسانی سے اس مادۂ فاسدہ کا نکل جانا عین صحت ہے فرمایا فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین (انعام) پھر ان ظالمین کی جڑیں کٹ گئیں سو اللہ رب العالمین کے لیے سب تعریف ہے۔ ملت حنیف کے مؤسس اولی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آن کے ساتھیوں کی حیات طیبہ کو قرآن کریم نے مومنین کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ غور فرمایئے کہ اس باب میں آن کا مسلک کیا تھا اور قرآن کریم نے کس مقام پر ان کے طرز عمل کو بطور نمونہ پیش کیا ہے۔

لَقَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ

"یقیناً تمہارے لیے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور جو کچھ تم

Marfat.com

اللہ کے سوا پوجتے ہو اُن سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عداوت اور بغض ظاہر ہے۔ جب تک کہ تم اللہ واحد پر ایمان نہ لے آؤ۔ دیکھئے ابراھیم والذین معہ" ایک جماعت کا نام ہے اور قومہ" ایک دوسری جماعت اور ان دونوں میں بغض اور عداوت کے تعلقات متحدہ قومیت ہی کا ثبوت دیتے ہیں یا متحدہ قومیت کے لیے حتّٰی تؤمنوا باللہ وحدہٗ کی شرط بھی ضروری ہے۔ ذرا آج ہندوؤں سے کہیئے کہ تمہارے اور ہمارے درمیان ہمیشہ کے لیے بغض و عداوت رہے گی تاوقتیکہ تم ایمان نہ لے آؤ۔ پھر دیکھئے کہ وہ آپ کو کس طرح متحدہ قومیت کا جزو تسلیم کرتے ہیں یا محمد رسول اللہ والذین معہ اُسوۂ حسنہ کی اتباع میں اشداء علی الکفار پر عمل نہیں صرف اس کا اعلان ہی کر دیجئے پھر دیکھئے کہ یہ بڑے بڑے وسیع النظر قومیت پرستی کے اوتار جناب کی نسبت کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں

مولانا صاحب قوم نوحؑ موسیٰ وغیرہ کی مثالوں سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت کر سکتے تھے کہ کفار اور مومنین کی جماعتوں کو ایک مشترک نام سے بھی موسوم کیا جاتا رہا ہے لیکن مشکل یہ ہو گی۔ کہ اُمت محمدیہؐ کی نسبت اس نتیجہ سے بھی کچھ فائدہ نہ اُٹھایا جائے گا اس لیے کہ جن کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا ہو کہ ھُوَ سَمّٰکُمُ (اُس نے تمہارا نام مسلمان رکھا) کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اُس قوم کا نام بھی کچھ اور رکھ سکے۔

یہ تھی متحدہ قومیت کے ثبوت میں مولانا صاحب کی پہلی دلیل۔

دوسری دلیل۔ متحدہ قومیت کے ثبوت میں مولانا صاحب نے دوسری دلیل اُسوۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش کی ہے فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

"جناب رسول اللہؐ نے اپنی رسالت کے چودہ برس گذر جانے کے بعد مدینہ منورہ میں وہاں کے اور اپنے ساتھ کے مہاجر و انصار مسلمانوں اور مدینہ کے یہودیوں کو ملا کر ایک متحدہ قوم اور متحدہ امت بنائی اور نہایت مفصل عہد نامہ اس امر کے متعلق تحریر فرمایا اور اس میں تحریر فرما دیا کہ مشروطہ اور مذکورہ امور میں دشمنوں کے مقابل مسلمان اور یہود ایک امتِ متحدہ ہونگے۔ مگر ہر ایک اپنے اپنے مذہب کا پابند ہوگا۔"

(متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۴۳)

اس کے بعد مولانا صاحب نے اُس "معاہدہ" کا ذکر فرمایا ہے۔ جو مسلمانوں اور یہودیوں کی "متحدہ قومیت" کے مابین ہوا تھا۔

بات یوں تھی کہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی جماعت اور یہودیوں کی جماعت کے درمیان ایک معاہدہ گیا جس کی رُو سے قرار پایا کہ اگر کوئی دشمن باہر سے حملہ آور ہوگا۔ تو دونوں معاہد جماعتیں متحدہ طور پر اس کی مدافعت کریں گی۔ اس سے مولانا صاحب استنباط فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے مسلمانوں اور یہودیوں کو ملا کر ایک قوم بنا کر متحدہ قومیت کی تشکیل فرمائی تھی۔ (رسالہ مذکور صفحہ ۴۹)

ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیئے

مولانا صاحب نے اس دلیل کو یہاں پہلی مرتبہ ہی نہیں پیش کیا بلکہ وہ اسے اکثر اپنی تقریروں میں دہراتے رہتے ہیں اور بڑے زعم خویش سمجھ لیتے ہیں کہ متحدہ قومیت کے ثبوت میں اس سے مکمل دلیل اور عروۃ الوثقیٰ کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ وہ اگر کبھی ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں تو ان پر شاید یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ یہ واقعہ تو اُن کے دعوے کی بنیادوں تک کو متزلزل کر دیتا ہے۔ یہ بات ایک ابجد خوان بھی جانتا ہے کہ معاہدہ ہمیشہ دو مختلف اقوام

Marfat.com

میں ہوا کرتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مدینہ کے مسلمانوں اور وہاں کے یہودیوں کا وطن ایک تھا۔ اب اگر متحدہ قومیت کی تعمیر کے لیے اشتراک وطن ہی ایک شرط ہو تو مدینہ کے مسلمان اور یہود تو اس اعتبار سے خود بخود ایک متحدہ قوم ہونے چاہئیں۔ اس متحدہ قوم سے معاہدہ" خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے۔ اس معاہدہ کا تو وجود ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسلمان ایک ملک بلکہ ایک شہر میں رہتے ہوئے بھی غیر مسلموں کے ساتھ ایک قوم نہیں بن سکتے۔ مکہ کے مسلمان اور مدینہ کے مسلمان بلکہ حبش اور روم اور فارس کے مسلمان ایک قوم کے افراد ہو سکتے۔ لیکن مدینہ کے مسلمان اور مدینہ کے یہود ایک قوم نہیں بن سکیں گے ان میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے معاہدہ کی ضرورت پڑے گی۔ نبی اکرمؐ نے یہود اور مسلمانوں کے امتزاج سے ایک متحدہ قومیت کی تعمیر نہیں کی تھی بلکہ اس معاہدہ کی رو سے دو مختلف اقوام میں باہمی اشتراک عمل اور اتحاد محاذ کی شکل پیدا کی تھی اور یہ وہ شکل تھی جسے قرآن کریم بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ سے تعبیر کرتا ہے۔ غور فرمائیے اس آیہ مقدسہ میں ایک چیز ہے کُم (تم) اور دوسری چیز ہے، هُم، وہ یعنی غیر مسلم، اور ان دونوں کے درمیان رابطہ اتحاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہے میثاق متحدہ قومیت کو چھوڑیئے اس کا تو تصور ہی تحت غیر قرآنی ہے کفر و اسلام مومن و کافر کا باہمدگر تو مل جانا کہ انھیں آپس میں کسی معاہدہ کی ضرورت نہ رہے تلبیس حق و باطل کی ایسی خوفناک مثال ہے کہ جس سے روح کانپ اٹھتی ہے اسلام کی رو سے تو مسلم اور غیر مسلم جماعتوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے بھی میثاق کی ضرورت ہے جس کے بغیر وہ ایک دوسرے کے ساتھ اجتماعی حیثیت سے اشتراک عمل نہیں کر سکتے اور اشتراک عمل بھی صرف ان امور میں کر سکیں گے۔ جو اس معاہدہ میں مشروط و مذکور ہوں گے

Marfat.com

اب ذرا یہ فرمائیے کہ جس طرح نبی اکرمؐ نے مدینہ کے یہود کے ساتھ معاہدہ کرکے اتحاد پیدا کیا تھا۔ آپ حضرات نے ہندوؤں کی جماعت کے ساتھ کونسا ایسا معاہدہ کیا ہے۔ معاہدہ کا سوال تو بعد میں پیدا ہوتا ہے وہ تو جیسا کہ پہلے لکھا ہے آپ کی جداگانہ قومیت ہی کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ پنڈت جواہر لعل نہرو کی تحریروں کے اقتباسات آپ دیکھ چکے ہیں وہ اس کا علانیہ تمسخر اڑاتے ہیں اور ایک جواہر لعل پر کیا موقوف ہر وہ شخص (ہندو ہو یا مسلمان) جو متحدہ قومیت کا حامی ہے وہ مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کے دعوے کو مذہبی جنون سے تعبیر کرتا ہے۔ ایسا دعوے کرنے والوں کو ساحرین برطانیہ کے جادو کا مسحور بتاتا ہے۔ رجعت پسند کہتا ہے اس کا نام ٹوڈی رکھتا ہے یعنی وہ شخص جو ہندو مسلم اتحاد کے لیے اس راہ عمل کو اختیار کرتا ہے۔ جو قرآن نے تجویز فرمائی اور جس پر خود نبی اکرمؐ نے عمل کرکے دکھایا۔ وہ آج کے ہندوؤں کی نگاہ میں نہیں بلکہ قومیت پرست مسلمانوں کی نگاہ میں۔ اور عام مسلمانوں کی نگاہ میں نہیں۔ بلکہ کتاب و سنت کے علمبردار ہونے کے مدعیوں کی نگاہ میں مسلمانوں کا دشمن اور اسلام سے غداری کرنے والا ہے اور جو اس متحدہ قومیت کا مدعی ہے۔ جو یورپ کی تنگ نظری کی ایجاد ہے جسے ہندو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ایسا درخشاں اور تابناک بنا کر پیش کر رہا ہے اور جس کے ماننے سے قصر اسلام کی بنیادیں ہل جاتی ہیں وہ شخص واقف اسرار دین ہے۔ سرفروش و جانباز مجاہد ہے۔ ملت اسلامیہ کا بہترین نمائندہ ہے مسلمانوں کا صحیح ترجمان ہے۔ لہٰذا امام الہند ہے امیر المومنین یا للعجب۔

چنین دور آسمان کم دیدہ باشد
کہ جبرئیل امین را دل خراشد
چہ خوش دیدے نبیا کردند آنجا
پرستد مومن و کافر ترا شد

(اقبالؒ)

Marfat.com

کبھی یہ حضرات ہندوؤں سے الگ ہو کر بات نہیں تو انھیں بتایا جائے کہ حضرت علامہ یا اُن کے ہم مسلک حضرات جو مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کے مدعی ہیں وہ انگریز کے مقابلہ میں ہندوؤں کے ساتھ مشترکہ محاذ قائم کرنے کے لیے بالکل اُسی طریق عمل کو اختیار کرنا چاہتے ہیں جو نبی اکرمؐ نے اختیار فرمایا تھا یعنی مسلمانوں کی الگ جماعتی حیثیت کو تسلیم کرا کر ہندوؤں کے ساتھ من حیث الجماعت ایک معاہدہ کیا جائے اور اُس معاہدہ کی رُو سے ہندو مسلم اتحاد پیدا کر کے صحیح آزادی حاصل کی جائے۔ لیکن ہندو چونکہ مسلمانوں کی جداگانہ جماعتی حیثیت کو فنا کر دینے کے منصوبے باندھ چکا ہے اس لیے وہ اسے تسلیم کرنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوتا اور سادہ لوح مسلمانو کو یہ کہہ کر اپنے زنّار کی لپیٹ میں لے لیتا ہے کہ یہ مطالبہ ہندو مسلم متحدہ قومیت کے راستہ میں ایک سخت روڑا ہے اور انگریز کا پیدا کردہ ہے۔ اب مسلمان ہے کہ بلا سوچے سمجھے ہر جگہ یہی راگ الاپنا شروع کر دیتا ہے اور یوں حریفان کوتہ آستیناں کا آلۂ کار بن کر اُسی شاخ کو کاٹنے لگ جاتا ہے۔ جس پر خود اس کا نشیمن ہے چونکہ یہ مسلک ہندو کے مفاد کے عین مطابق ہے اس لیے وہ ایسے مسلمانوں کی بیحد تعریف کرتا ہے انھیں آزادیٔ وطن کا پرستار کہتا ہے۔ ہر جگہ اس کا سواگت کرتا ہے۔ ان کے چرنوں میں اپنی شردھا کے پھول چڑھاتا ہے۔ شری یت اور دیش بندھو کر ڈنڈوت کرتا ہے اور یوں ملت اسلامیہ کی وحدت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انھیں اپنی قومیت کی دیوار میں چُنتا جاتا ہے۔ کس قدر صحیح کہا ہے ؎

اس مردِ حق آگاہ نے جسے فطرت کی کرم گستری نے بصیرتِ قرآنی اس قدر فراوان عطا فرمائی تھی۔

Marfat.com

فرماتے ہیں:-

نگہ دارد برہمن کار خود را — نمی گوید بہ کس اسرارِ خود را
بمن گوید کہ از تسبیح بگذر — بدوشِ خود بر دزنّارِ خود را

(اقبالؒ)

باب چہارم

مسلم و غیر مسلم کے تعلقات

موالات! قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ کہ وہ انسانوں کے باہمی تعلقات کو دو شعبوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک جسے وہ موالات کہتا ہے جس کے معنی ہیں قلبی تعلقات۔ ایک دوسرے پر کامل اعتماد پورا پورا دل بھروسہ۔ ایسے تعلقات جو شرائط و قیود کی سطح سے بلند ہوں۔ جن میں قلب کو اتنا اطمینان حاصل ہو کہ حاضر و غیب دوسرے پر کامل بھروسہ کیا جا سکے اور یہ یقین ہو کہ میرے تمام مفاد دوسرے کے ہاتھ میں محفوظ ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ متحدہ قومیت میں اس قسم کے تعلقات کا تقاضا ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم کی رُو سے کسی مسلم کا غیر مسلم کے ساتھ اس قسم کے تعلقات قائم کرنا جائز ہے یا نہیں۔ قرآن کریم میں موالات کے متعلق ارشاد ہے۔

"مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست (ولی) ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں۔ برائی سے روکتے ہیں نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں" (۹/۷۱)

دوسری جگہ فرمایا:-

تمہارے دوست تو صرف اللہ اس کا رسول اور ایمان دار لوگ ہیں

Marfat.com

جو نماز کی پابندی کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور ان میں خشوع ہوتا ہے (۵:۵۵)
ان آیات میں حصر کے ساتھ بیان فرما دیا کہ موالات کے تعلقات صرف مسلمانوں کے ساتھ پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ پھر اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کے برعکس یہ بھی بالتصریح فرما دیا کہ غیر مسلموں کے ساتھ ہرگز ہرگز اس قسم کے تعلقات پیدا نہیں کیے جا سکتے ارشاد ہے
"اے ایمان والو۔ اپنوں کے سوا اور کسی کو دوست (ولی) مت بناؤ وہ لوگ تمہاری تخریب میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔ وہ تمہاری ضرر رسانی کی تمنائیں رکھتے ہیں بعض (منصوبے) تو ان کے منہ سے ظاہر ہو جاتے ہیں لیکن جس قدر ان کے دل میں چھپا ہے۔ وہ اس سے کہیں زیادہ ہے ہم آیات تمہارے سامنے ظاہر کر چکے ہیں اگر تم سمجھنے والے ہو تو تم ان لوگوں سے محبت کرتے ہو مگر وہ کبھی تم سے محبت نہیں کرتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو جب یہ تم سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم بھی ان باتوں کو مانتے ہیں اور جب تم سے الگ ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف غصے سے اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ جاؤ اپنے غصے میں مر مٹو اللہ دلوں کے حالات سے باخبر ہے۔ اگر تمہیں کوئی اچھی بات پہنچ جائے تو ان کے لیے موجب غم ہوتی ہے اور اگر تم پر کوئی مصیبت آ جائے تو یہ اس سے خوش ہوتے ہیں اگر تم استقلال سے رہو اور آن سے اپنی حفاظت کرتے رہو تو ان لوگوں کی تدابیر تم کو ذرا بھی ضرر نہیں پہنچا سکیں گی۔ اللہ ان کے اعمال کو محیط ہے
(۳/۱۱۷-۱۱۹)
ہم صرف اتنا دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ آیات آج بھی قرآن کریم میں موجود ہیں یا (نعوذ باللہ) منسوخ ہو چکی ہیں۔ اگر موجود ہیں تو کیا ہندو ان غیر مسلموں میں شامل ہے یا نہیں جن کی نفسیاتی کیفیت کا ذکر ان آیات میں موجود ہے اور اگر ہندو ان میں شامل ہے تو کیا اس کے ساتھ موالات

Marfat.com

کے تعلقات پیدا کیے جا سکتے ہیں؟ اس کا جواب بھی خود قرآن کریم سے سن لیجئے۔ فرمایا

"جو لوگ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں ان کو تم کبھی نہ دیکھو گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور رسول کے خلاف ہوں۔ گو وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں"۔ (۵۸/۲۲)

یعنی وطن کا رشتہ تو ایک طرف یہاں تو خون کا رشتہ بھی کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق پچھلے باب میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ انھوں نے کس قدر واضح الفاظ میں اعلان فرمایا کہ غیر مسلم جب تک ایمان لاکر جماعتِ مومنین میں داخل نہ ہو جائیں ان کے ساتھ موالات کے تعلقات پیدا نہیں ہو سکتے۔ اس اعلان سے متصل یہ آیات بھی ملاحظہ ہوں فرمایا:۔

"اے ایمان والو تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ۔ کہ اُن سے دوستی کا اظہار کرنے لگ جاؤ حالانکہ تمہارے پاس جو کچھ حق کے ساتھ آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں۔ اگر ان کو تم پر دسترس حاصل ہو جائے تو فوراً تمہارے دشمن ہو جائیں گے اور تم پر زبان اور ہاتھ سے مضرت رسانی پر اتر آئیں گے"۔ (۶۰/۱-۲)

واضح رہے کہ ان ارشادات خداوندی میں کسی خاص زمانہ کسی خاص ملک یا خاص قوم کے غیر مسلموں کا ذکر نہیں بلکہ یہ تمام کفار کو محیط ہیں۔ قرآن کریم میں اس بات کی صراحت متعدد مقامات پر موجود ہے جس کے بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں البتہ اگر کسی کو اس میں کلام ہو تو ہم اس کی تصریحات پیش کرنے کو بھی تیار ہیں۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو کفار سے موالات سے جو اتنی شدت سے روکا ہے تو اس کی وجہ بھی بیان فرما دی ہے کہ:۔

Marfat.com

ودوا لوتکفرون کما کفروا فتکونون سواء فلا تتخذوا منھم اولیاء (۴/۸۹)

"وہ لوگ اس تمنا میں ہیں کہ جیسے خود ہیں اسی قسم کے تمہیں بنا لیں تاکہ تم اور وہ سب برابر ہو جاؤ۔ پس ان میں سے کسی کو دوست نہ بنانا سا ہی ہیں یہ ٹکڑا فتکونون سواء۔

قابل غور ہے یعنی اُن کو خواہش یہ ہے کہ وہ تم کو بھی اپنے جیسا بنا لیں اور یوں تم سب برابر ہو جاؤ ایک جیسے ہو جاؤ۔ ذرا غور کیجئے کیا متحدہ قومیت کی بنیاد ہی اس اصول پر نہیں ہے کہ ہندو اور مسلمان برابر ہو جائیں۔ ایک قوم بن جائیں۔ اقلیتیں اپنے امتیازی نشانات چھوڑ کر متحدہ قومیت کے اجزاء بن جائیں۔ حالانکہ مسلمان کا امتیازی نشان ہی اس میں ہے۔ کہ وہ صرف خدا کے رنگ میں رنگا ہو۔ صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ۔ اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے بہتر کونسا رنگ ہو سکتا ہے۔ اور یہ رنگ اسی وقت تک قائم رہ سکتا ہے جب تک مسلمانوں کی جماعتی زندگی کا وجود قائم ہے جب یہ امتیازی وجود مٹ جائے گا۔ تو یہ رنگ بھی باقی نہیں رہے گا۔ غیر ممکن ہے کہ ساتی نہ رہے جام رہے۔ فرمایا:۔

یا ایھا الذین اٰمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا۔ (۸/۲۹)

"اے ایمان والو۔ اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں ایک امتیازی زندگی عطا کرے گا۔"

یہ امتیاز مٹ گیا تو مسلمان بھی باقی نہ رہا اور فتکونون سواء سے کفار کی خواہش ہی یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ امتیاز مٹ جائے اور اس کے مٹانے کے لیے آج ہندوستان میں سب سے بڑا حربہ متحدہ قومیت

Marfat.com

کا تصور ہے۔ جسے مولانا صاحب میں اسلامی شعار بتا رہے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ

در صدف را بر خود کشادی دو گامے رفتی واز پا فتادی
برہمن از دستاں طاق خود آراست تو قرآن را سر طاقے نہادی

(اقبالؒ)

تعلقات کی دوسری قسم:۔ تعلقات کی دوسری قسم یہ ہے کہ ایک قوم دوسری قوم کے ساتھ باہمی عہد و پیمان کرے۔ معاہدہ اور میثاق کی رو سے مشروط و مذکور معاملات میں ایک دوسرے کی مدد کا وعدہ کرے یہ وہ طریق ہے جس کی قرآن کریم اجازت دیتا ہے اور یہی وہ طریق ہے جس کی رو سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی اتحاد نبی اکرمؐ نے مدینہ کے یہود کے ساتھ پیدا کیا تھا۔ قرآن کریم نے یہ بھی بتایا ہے کہ کفار اپنے عہد و پیمان پر بھی بہت کم پابند رہے ہیں اس لیے کہ ایک مسلمان تو اس لیے معاہدہ کی پابندی ضروری سمجھتا ہے۔ کہ یہ اس کے خدا کا حکم ہے ایسا نہ کرنے سے وہ خدا کے ہاں مجرم قرار پائے گا۔ اس کے برعکس کفار معاہدہ کو محض ایک سیاسی چال سمجھتے ہیں۔ یونان کے ایک بہت بڑے مقنن سولن کا یہ قول کسے یاد نہیں کہ "معاہدہ مکڑی کا جالا ہے جو اپنے سے کمزور کو پھنسا لیتا ہے لیکن اپنے سے طاقتور کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا"۔ اور آج کون ہے جو سیاست عالم کا مطالعہ کرے اور اس مقولہ کی تصدیق نہ کرے۔ اس لیے قرآن کریم نے یہ بھی فرما دیا کہ غیر مسلموں کے ساتھ عہد و پیمان کرنے کے بعد آرام کی نیند نہ سو جایا کرو بلکہ اپنی جمعیت اور طاقت کو ہمیشہ برقرار رکھو کہ عہد بھی انہیں قوموں سے استوار رہتے ہیں جن میں طاقت موجود ہوتی ہے۔ مسلمان اس طاقت کو عہد شکنی یا کمزوروں کو کچلنے میں صرف نہیں

Marfat.com

کرے گا۔ بلکہ اسے اس لیے برقرار رکھے گا کہ

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

اس کے بغیر ہر بالا دست قوت اسے ہڑپ کرنے کی فکر میں رہے گی۔ اسی لیے فرمایا وَ اَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِينَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ

"اور اُن کے خلاف ہر ممکن قوت کے ساتھ اور پلے ہوئے گھوڑوں سے اپنے آپ کو تیار رکھو تاکہ اس سے اللہ اور تمہارے دشمن خوف کھائیں"۔ اور اُن کے علاوہ دوسرے لوگ بھی قومیت پرست حضرات یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ فرض کیجیے ہم ہندوؤں کے ساتھ آج معاہدہ بھی کر لیں تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ معاہدہ کی پابندی ضرور کریں گے۔ لیکن وہ اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ معاہدہ سے مطلب یہ نہیں کہ ایک کاغذ پر دستخط کر کے پھر بے فکر ہو جانا چاہیے۔ ہندوستان میں مسلمان کچھ کم حیثیت نہیں رکھتے۔ تو کروڑ نفوس اگر اپنے اندر اجتماعیت کا جذبہ پیدا کر کے ایک نظام اور ایک مرکز کے ماتحت زندگی بسر کرنے کا تہیہ کر لیں۔ تو ہندو تو ایک طرف انگریز کی بھی مجال نہیں کہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔ اس وقت دیکھیے کہ معاہدوں کی توقیر کس طرح نہیں ہوتی یہی تو وہ خطرہ ہے۔ جس کے لیے ہندو مسلمانوں کی ایک جماعتی حیثیت کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتا اور اس کے خلاف اس نے متحدہ قومیت کا ایسا نظر فریب جال تیار کیا ہے۔ کہ جس میں بڑے بڑے مرغ زیرک رشتہ بر پا نظر آتے ہیں۔ ورنہ کفار پر اعتماد۔ اُن سے دلی دوستی۔ اُن کے وعدوں کا اعتبار۔ اُن سے یگانگت کے تعلقات مسلمانوں کی اجتماعی خودکشی کے مرادف ہے۔ سطور بالا میں

Marfat.com

ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ کتاب وسنّت کی روشنی میں بیان کیا ہے لیکن ہمارے قومیت پرست حضرات کی یہ عادت ہو چکی ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کی کوئی بات صحیح تسلیم نہیں کرتے جو ان سے اختلاف رائے رکھتا ہو۔ خواہ وہ قرآن ہی کیوں نہ پڑھ کر سنائے۔ اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ اس باب میں انہی میں سے ایک جلیل القدر ہستی کے خیالات پیش کر دیئے جائیں جنہیں وہ اپنے مسلک قومیت پرستی سے پہلے اپنی شان خطابت کے ساتھ مسلمانوں کے لیے واحد اسلامی راہِ عمل قرار دیا کرتے تھے سنیئے اور غور سے سنیئے کہ مولانا ابوالکلام آزاد جو کاروانِ قومیت پرستی کے سرخیل ہیں کیا ارشاد فرماتے ہیں :-

قومیّت پرستی سے پہلے

"کفار کے عہد و پیمان کا تمہیں بار بار تجربہ ہو چکا ہے وہ آبرو باختہ ہیں۔ عزّت نفس و شرف کا انہیں لحاظ تک نہیں وہ قسمیں کھاتے ہیں۔ حلف اٹھاتے ہیں کہ یہ وعدہ استوار ہے۔ اس میں دوام و استمرار ہے۔ یہ عہد محکم ہے۔ یہ قول و قرار تا ابد نئی حیثیت رکھتا ہے۔ زبان سے سب کچھ کہتے ہیں مگر ہاتھ سے کام لینے کے وقت کچھ یاد نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کے مطیع رہنا ذلّت کی بات ہے۔ اسلام اپنے فرزندوں کو اُن کی اطاعت سے باز رہنے کی ہدایت کر رہا ہے۔ کہ خبردار قسمیں کھانے والے ذلیل النفس ہیں۔ اُن کے حلف پر نہ جانا یہ ادھر کی بات اُدھر لگاتے ہیں۔ قوم میں تفرقے پیدا کرتے ہیں۔ منع خیر کے لیے نہایت مبالغہ کے ساتھ آمادہ رہتے ہیں۔ حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ تعدّی ان کا شیوہ ہے۔ تطاول ان کی عادت ہے۔ کفّار سے مسلمانوں کو ساز باز نہ رکھنا چاہیئے۔ اُن سے بے تعلقی لازم ہے جو ساز باز رکھتے ہیں جنہیں اُن سے بے تعلق رہنے میں اپنے اور اپنی قوم کے لیے مشکلات

Marfat.com

اور مصائب کا اندیشہ ہے وہ غلطی پر ہیں۔ ان کو پشیمان ہونا پڑے گا۔ اسلام کو فتح نصیب ہوگی اور مسلمانوں کی بہبود و بہتری کا قدرت کاملہ کوئی اور انتظام کرے گی۔" (مضامین آزاد حصہ سوئم)

خدا معلوم وہ قرآن اب کہاں چلا گیا ہے۔ جو ان حضرات کو کفار کے متعلق اس قسم کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ اس بصیرت ایقانی کو کن چیزوں کی چمک چکا چوند کر گئی جو ان حقائق کو بے نقاب دیکھا کرتی تھی اس جرأت ایمانی کو کس کی نظر کھا گئی۔ جو سینے کے پورے زور سے کفار سے برأت و بیزاری کا اعلان کیا کرتی تھی۔ وہ حرارت قلبی کون سی مصلحت کوشیوں کی برفانی سلوں کے نیچے دب گئی جو کفار کی سازشوں پر یوں مشتعل ہو جایا کرتی تھی۔ اس قدرت کاملہ پر بے پناہ توکل کو کیا ہو گیا جو کبھی یہ تسکین دیا کرتا تھا کہ کفار کی کثرت سے گھبرا کر ان کے ساتھ تعلقات بڑھانے پر آمادہ نہ ہو جایا کرو۔ اسلام کی کامیابی کے لیے خدا خود کوئی انتظام کر دے گا۔ اسے قوم کی بدبختی نہ کہیئے تو اور کیا کہیئے کہ یہ حضرات جو کبھی اپنے صحیح اسلامی مسلک کی بنا پر قوم کی نگاہوں میں ممتاز و مقدس قرار پا گئے تھے اپنی اس پوزیشن سے یوں ناجائز فائدہ اٹھا کر اب قوم کو اپنے ہاتھوں جہنم میں دھکیل رہے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ

(۱۴ / ۲۸-۲۹)

"کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے کفران نعمت الٰہی کیا اور یوں اپنی قوم کو جہنم میں دھکیل دیا جس میں وہ داخل ہونگے اور جو بہت بری جگہ رہنے کی ہے۔"

Marfat.com

باب پنجم

متحدہ قومیت کے دعوے کے اثبات میں مولانا صاحب (مدنی مرحوم) نے صرف دو دلیلیں پیش کی ہیں جن کا جواب عرض کیا جا چکا ہے۔ لیکن ان کے رسالہ میں چند ایک باتیں اور بھی ایسی ہیں جو ان کی غلط فہمیوں کی آئینہ دار ہیں اور جن کا ازالہ ضروری نظر آتا ہے حضرت علامہؒ نے اس نظریہ کو پیش کیا تھا کہ اسلام قومیت کی بناء اتحاد رنگ و نسب۔ وطن اور زبان پر نہیں رکھتا بلکہ وہ قومیت کی بنیاد اس بلند تر یں اور عالمگیر تخیل پر رکھتا ہے جسے ایمان کہا جاتا ہے اس کو مدیر "احسان" نے ان الفاظ میں بیان کیا تھا:۔

"اسلام کی تعلیم قومیت کی بنیاد جغرافیائی حدود یا نسلی وحدت یا رنگ کی یکسانی کے بجائے شرف انسانی اور اخوت بشری پر رکھتی ہے"۔

(متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۳۳)

اس کے متعلق مولانا فرماتے ہیں کہ یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسا ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ

"تمام انسان اور ہر فرد بشر خواہ یہودی ہو خواہ عیسائی۔ ہندو ہو یا مسلمان سکھ ہو یا پارسی بدھ ہو یا چینی۔ کالا ہو یا گورا۔ ایشیائی ہو افریقش (؟) سب کے سب ایک قوم ہو جائیں کیونکہ شرف انسانی اور اخوت بشری سب میں پائی جاتی ہے۔ سب کے سب حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی اولاد ہیں اور لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اور لقد کرمنا بنی آدم۔۔۔ الخ وغیرہ آیات (جو کہ شرف انسانی پر دلالت کرتی ہیں) کے مصداق ہیں۔ ہمارے علم میں کوئی آیت یا حدیث قومیت کی بنیاد ایسے شرف انسانی اور اخوت

Marfat.com

بشریٰ پر رکھنے والی موجود نہیں ہے۔" (ایضاً صفحہ ۳۳-۳۴)

مشکل دراصل یوں واقع ہوئی ہے کہ حضرت علامہؒ نے اپنے بیان میں اسلامی قومیت کے متعلق جو ارشادات ذکر فرمائے تھے۔ ان کا مخاطب قرآن فہم طبقہ تھا۔ اگر انھیں معلوم ہوتا کہ فریق مقابل کی قرآن کریم پر اتنی بھی نگاہ نہیں ہے تو وہ شاید اسے اپنی بلندی سے کچھ نیچے اتر کر لکھتے۔

مولانا صاحب کی دلیل کا صغریٰ و کبریٰ یوں قائم ہوتا ہے۔

۱۔ تمام بنی آدمؑ جس صورت میں وہ آج موجود ہیں مشرف و مکرم ہیں

۲۔ اور موجودہ انسانوں کی باہمی خون ریزیاں اور تفرقہ انگیزیاں واضح ہیں۔

۳۔ تمام انسان ایک قومیت کے رشتہ میں منسلک نہیں ہو سکتے۔

مولانا صاحب کا الجھاؤ دراصل اس غلط فہمی پر مبنی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم کی رو سے تمام انسان جس صورت میں وہ آج موجود ہیں مشرف و مکرم ہیں لیکن اگر وہ اپنی نگاہ میں ذرا وسعت پیدا کرتے تو یہ مشکل نہایت آسانی سے حل ہو جاتی۔

انھوں نے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ سے یہ سمجھ لیا کہ تمام انسان شرف و اکرام میں برابر ہیں لیکن قرآن کریم کا اعجاز دیکھئے کہ اس نے اسی سورت میں تمام مسئلے کو حل کر کے رکھ دیا سورہ والتین کی متعلقہ آیات یہ ہیں:۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ۔

ہم نے انسان کو بہترین ہیئت میں پیدا کیا پھر اسے نچلے سے نچلے درجے

Marfat.com

یں گرا دیا مگر اُن لوگوں کو نہیں جو ایمان لائے اور انھوں نے اعمال صالحہ کیے اور ان کے لیے غیر منقطع اجر ہیں۔"

قرآن کریم یہ بتاتا ہے کہ فطرت انسانی نہایت عمدہ ہیئت پر پیدا کی گئی ہے (احسن تقویم) لیکن انسان اس دنیا میں خارجی اثرات کے ماتحت اس چشمۂ صافی کو جب مکدر کر لیتا ہے تو ان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ شرف واکرام کے درجے سے نیچے گر جاتا ہے۔ (اَسفَلَ سَافلین) لیکن جو انسانی قرآن کریم کے فرمودہ ایمان واعمال صالحہ پر کاربند رہتے ہیں۔ وہ شرف انسانی کی صفت سے موصوف ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو شرف واکرام سے نیچے گر گیے تھے ان کے لیے شرف واکرام کی سطح پر پھر آنے کا صرف ایک راستہ کھلا ہے کہ وہ اُمت محمدیہ میں داخل ہو جائیں تاکہ فطرت انسانی یوں اپنی اصلی شکل میں سامنے آ جائے جتنے انسان یوں فطرت صحیحہ کو اختیار کرتے جائیں گے (جسے اسلام کہتے ہیں) وہ ایک قومیت کے شیرازہ میں منسلک ہوتے جائیں گے اور یہ دائرہ رفتہ رفتہ بڑھتے بڑھتے تمام عالم کو محیط ہو جائے گا۔ یہ ہے تفسیر حضرت علامہؒ کے ان بصیرت افروز الفاظ کی۔

"الفاظ شرفِ انسانی کے متعلق کسی کو دھوکہ نہیں ہونا چاہیئے اسلامیات میں ان سے مراد وہ حقیقت کبریٰ ہے جو حضرت انسان کے قلب وضمیر میں ودیعت کی گئی ہے یعنی یہ کہ اس کی تقویم فطرت اللہ سے ہے اور اس شرف کا غیر ممنون یعنی غیر منقطع ہونا منحصر ہے۔ اس تڑپ پر جو توحید الٰہی کے لیے اس کے رگ وریشہ میں مرکوز ہے۔"

فرمائیے کہ کیا یہ سورۂ والتین کی صحیح تفسیر نہیں ہے؟ لیکن مولانا صاحب ان الفاظ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ "ہم کو فیلسوفی الجھاؤ میں ڈالا جاتا ہے اور اس جرأت کے ساتھ کہ ہم ان حقائق اور تخیلات

Marfat.com

کے متعلق کوئی تصدیق اور کوئی تکذیب کا کلمہ پیش کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں"۔
(متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۳۴)

استغفراللہ۔ مولانا صاحب نے یہ بھی نہیں سوچا کہ نشتر کی زد کہاں پہنچ رہی ہے۔ حضرت علامہؒ قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ واضح الفاظ میں بیان فرماتے ہیں اور مولانا کا ارشاد ہے کہ ہم اس کی تصدیق کے لیے تیار نہیں ہیں۔

مولانا صاحب نے دوسری آیت وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ کی نقل کی ہے لیکن اگر ان کی نگاہیں قرآن کریم کے دوسرے مقامات پر بھی ہوتیں تو آن پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ اس کا مفہوم بھی وہی ہوتا ہے جو ہم نے سورہ والتین کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ فطرت انسانی مکرم ہے لیکن ایک انسان صرف اُس وقت مکرم ہوتا ہے جب وہ اپنی فطرت صالحہ کو لیے ہوئے ہو اور اس کا معیار ہے۔ تقویٰ جس کے متعلق فرمایا کہ

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

اللہ کے نزدیک تم میں سے مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اور تقویٰ نام ہے اُس قانونِ خداوندی کے تابع ہونے کا جو قرآن کی دفتین میں محفوظ ہے۔ قرآن کریم قومیت اسلامیہ کی بنیاد اسی پر رکھتا ہے اور یہی حضرت علامہؒ کا ارشاد ہے یعنی

"نبوتِ محمدیہ کی غایت الغایات یہ ہے کہ ایک ہیئت اجتماعیہ انسانیہ قائم کی جائے جس کی تشکیل اُس قانون الٰہی کے تابع ہو جو نبوت محمدیہ کو بارگاہ الٰہی سے عطا ہوا تھا"۔

یہ ہے حضور کا مطلب اس فقرہ کا کہ اسلام نے قومیت کو بنا شرف انسانیت پر رکھی ہے۔

انسانیت کو شرف حاصل ہی اُس وقت ہوتا ہے۔ جب وہ نبوت

Marfat.com

محمدیہ کے تابع ہو کر شجر طیب کی طرح بڑھے اور پھولے پھلے اور جو اس کے تابع نہ ہو وہ مشرف و مکرم تو ایک طرف انسانیت کے درجہ سے بھی گر جاتا ہے

ان شر الدواب عند اللہ الذین کفروا فھم لا یؤمنون (۸/۵۵)

یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین حیوان وہ (انسان) ہیں جو کفر کرتے ہیں۔ اور ایمان نہیں لاتے دوسری جگہ ارشاد ہے۔

ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون۔ ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔

"کیا تو خیال کرتا ہے کہ یہ لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں۔ یہ حیوانات کی مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ"

پھر انسانیت میں صحیح اُخوت بھی رشتۂ ایمان کی بنا پر ہی پیدا ہو سکتی ہے (انما المومنون اخوۃ) یہ ہیں وہ حقائق جنھیں مولانا صاحب فلسفیانہ موشگافیاں اور شاعرانہ بلند خیالیاں قرار دیتے ہیں اس کے متعلق اس کے سوائے اور کیا کہہ سکتے ہیں ؎

تری نگاہ فرومایہ ہاتھ ہے کوتاہ ۔ ترا گنہ کہ تخیل بلند کا ہے گناہ

(اقبالؒ)

اسلام میں لچک نہیں۔ حضرت علامہؒ نے اپنے بیان میں فرمایا تھا کہ

"مولانا حسین احمد صاحب سے بہتر اس بات کو کون جانتا ہے۔ کہ اسلام ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کے اصول کی حیثیت میں کوئی لچک اپنے اندر نہیں رکھتا"

اس کے متعلق مولانا صاحب رقمطراز ہیں :۔

"یہ خیال کہ اسلام بالکل غیر لچک دار مذہب ہے میری سمجھ سے باہر ہے میں جہاں تک اس کے قوانین کا تتبع کرتا ہوں وہ غیر مسلموں کے ساتھ ایک

Marfat.com

ملک میں رہ سکتا ہے ان کے ساتھ صلح کر سکتا ہے۔ ان کے ساتھ معاہدے کر سکتا ہے۔ ان کے ساتھ معاملات خرید و فروخت شرکت و اجارہ ہبہ و عاریت قرض امانت وغیرہ وغیرہ کر سکتا ہے وہ ان کے ساتھ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ شادی و غمی میں شریک ہونا کھانا پینا وغیرہ وغیرہ کر سکتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی لڑکیوں سے نکاح کر سکتا ہے۔"

(متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۵۰ و ۵۱)

اس جواب کو پڑھیئے اور پھر غور فرمایئے کہ ہم نے جو عرض کیا ہے کہ مولانا صاحب شاید سمجھے ہی نہیں کہ حضرت علامہؒ نے کیا لکھا تھا وہ حرف حرف صحیح ہے یا نہیں۔ حضرت علامہ نے لکھا تھا کہ اسلام ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کے اصول کی حیثیت میں کوئی لچک اپنے اندر نہیں رکھتا اس کا مطلب صاف ہے کہ وہ اصول جس پر اسلام نوع انسانی کی تشکیل ایک نظام اجتماعی میں کرنا چاہتا ہے وہ قوانین فطرت کی طرح اٹل اور بے لچک ہے۔ وہ اصول جیسا کہ ابھی ابھی لکھا جا چکا ہے یہ ہے کہ انسانی ہیئت اجتماعیہ کے تمام ایسے نظام جو انسانوں نے وضع کیے ہیں خلافِ فطرت اور خلاف منشاء ایزدی ہیں یعنی رنگ۔ نسل۔ وطن۔ زبان وغیرہ کے اشتراک سے نظام اجتماعی قائم کرنا اس کے خلاف وہ ان تمام حدود و ثغور سے بلند ہو کر وحدت قومی کے لیے وحدتِ ایمانی کو بنیاد قرار دیتا ہے۔ یہ وہ اصول ہے جس میں کوئی لچک نہیں فرمایئے۔ اس چیز کو اس سے کیا تعلق کہ مسلم و غیر مسلم کا اٹھنا۔ بیٹھنا کھانا پینا۔ شادی و غمی میں شریک ہونا جائز ہے۔ حیرت ہے کہ مولانا صاحب جیسی ہستی کہ جن کے علم و فضل کا شہرہ بام ثریا تک پہنچا ہوا ہے۔ اتنا بھی نہیں سمجھ سکے کہ ہیئت اجتماعیہ کے اصول اور اکٹھے چلنے پھرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ باہمی اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے سے مسلم و غیر مسلم کی ایک متحدہ قومیت نہیں بن جائے گی۔

Marfat.com

یہ اٹھنا بیٹھنا۔ کھانا پینا عام معاشرتی آداب کی باتیں ہیں جن میں اسلام واقعی اپنے اندر لچک رکھتا ہے لیکن وہ بھی صرف اس وقت تک کہ یہ چیزیں اسلام کے کسی اصول سے نہ ٹکرائیں مثلاً

آپ فرماتے ہیں کہ مسلمان غیر مسلمان کا کھانا کھا سکتا ہے یہ لچک ہوئی لیکن اگر وہ کھانا غیر خدا کے نام پر منسوب ہو تو خواہ ظاہری شکل میں کتنا ہی پاکیزہ اور صاف ستھرا کیوں نہ ہو اسے ایک مسلمان نہیں کھا سکے گا۔ یہ وہ اصول آگیا جہاں لچک ختم ہو گی۔ اسی طرح مثلاً مسلمان یہود و نصاریٰ کی لڑکیوں سے شادی کر سکتا ہے لیکن ایک مشرکہ سے شادی نہیں کر سکتا۔ معاہدے کر سکتا ہے لیکن ان کے ساتھ مل کر ایک متحدہ قوم نہیں بن سکتا۔ یہاں پہنچ کر اسلام کی لچک ختم ہو جائے گی۔ یہ ہے مطلب حضرت علامہؒ کے اس فقرہ کا کہ اسلام ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کے اصول میں کوئی لچک اپنے اندر نہیں رکھتا۔

مذہب کا صحیح مفہوم حضرت علامہؒ نے فرمایا تھا کہ "یہ نظریہ قومیت مولانا صاحب نے پیش کیا ہے یورپ کا وضع کردہ ہے۔ اور اس کے بھی نتائج دنیا کے سامنے ہیں"۔ اس کے جواب میں مولانا صاحب ارشاد فرماتے ہیں:۔

"ممکن ہے کہ یورپ نے وطنیت اور قومیت کو کسی خاص مفہوم اور کسی خاص ہیئت اجتماعیہ کے لیے استعمال کیا ہو اور اس پردہ کا مزن ہوا ہے اور ان مقاصد اور نصب العین کو اپنے اپنے مذہبی اداروں کے مخالف پا کر مذہب کو سلام کر بیٹھے ہوں یا مذہب کو صرف پرائیویٹ زندگی تصور کرنے لگے ہوں۔ مگر کیا یہ ضروری ہے کہ ہمارا اقدام متحدہ قومیت یا وطنیت کی طرف صرف انہی کیفیات اور لوازم کے ساتھ ہو جو کہ ان کے یہاں ملحوظ رہے ہیں"۔

(متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۵۹)

مذہب کے متعلق ہم گذشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں کہ قومیت پرست

Marfat.com

حضرات کے نزدیک مذہب صرف ایک پرائیویٹ عقیدہ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے اور اس قسم کے مذہب کی آزادی کی وہ اجازت دے سکتے ہیں۔

وہ مذہب جو مسلمانوں کے تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہو جو ان کے معاشی، معاشرتی، اقتصادی، عمرانی، تمدنی سیاسی، دینی، دنیاوی تمام امور پر حاوی ہو اور جو جسد انسانیت میں بمنزلہ روح کے کام کرتا ہو قومیت پرست حضرات کے نزدیک ترقی کا دشمن اور متحدہ قومیت کے راستہ میں ایک خطرناک چٹان ہے۔ اس لیے پنڈت جواہر لعل نہرو دانت پیستے ہیں کہ اس قسم کا مذہب اور ایسے مذاہب کے مدعی ابھی تک زندہ کیوں ہیں! اس کے باوجود مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ "ہمارا قدم متحدہ قومیت یا وطنیت کی طرف ان کیفیات کے ساتھ نہیں اٹھ سکتا جو مذہب کو ایک پرائیویٹ عقیدت کی حیثیت دیتی ہیں" یہاں پہنچ کر تو ہمیں شبہ ہونے لگ گیا ہے کہ جہاں مولانا صاحب کی نگاہ قرآنی سیاست پر نہیں ہے۔ وہاں وہ ملکی سیاست سے بھی بہت کم واقف ہیں ورنہ یہ حقیقت کس سے پوشیدہ ہے کہ متحدہ قومیت بنتی ہی اس وقت ہے جب یا تو مذہب ایک ہو یا مذہب کو محض ایک پرائیویٹ عقیدہ کی حیثیت دے دی جائے۔ اس کے سوائے متحدہ قومیت کی تشکیل ہو ہی نہیں سکتی۔ اصل یہ ہے کہ مولانا صاحب اور ان کے ہمنوا و ہم مشرب حضرات کا مذہب کے متعلق تصور ہی جداگانہ ہے اور یہ تصور ہے جسے ایک عرصہ سے مسلمان کے سامنے صحیح اسلام بنا کر پیش کیا جا رہا ہے اور جب کبھی وہ مذہب یا اسلام کا لفظ زبان پر لاتا ہے تو اس سے اس کا مفہوم یہی تصور ہوتا ہے۔ یہ تصور کیا ہے؟ اسلام کے پانچ ارکان کلمہ۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ اگر کوئی اذان دینے میں مزاحمت نہ کرے۔ نماز پڑھنے کی ممانعت نہ ہو۔ روزے بلا روک ٹوک رکھے جا سکیں زکوٰۃ کا روپیہ اپنی

Marfat.com

اپنی مرضی کے مطابق بگھیرا جا سکے اور حج کرنے کے لیے پاسپورٹ پر کوئی پابندی نہ ہو تو یہ حضرات اسے عین مذہبی آزادی قرار دیتے ہیں ان حضرات کے نزدیک مذہب اسی چار دیواری کے اندر گھرا ہوا ہے ان ارکان کی تکمیل سے اسلام کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ اسلام کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا زیادہ سے زیادہ کھانے پینے یا شادی بیاہ کے معاملات میں کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے اسی لیے یہ حضرات اس دلیل کو نہایت بلند آہنگی سے پیش کرتے ہیں کہ دیکھو کانگریس کراچی کے ریزولیشن میں مذہبی آزادی کے اصول کو تسلیم کر لیا ہے۔ وہ اقلیتوں کے مذہب کی حفاظت کی ضمانت دیتی ہے بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہیں تو ارشاد فرماتے ہیں کہ

"کانگریس میں ہمیشہ ایسی تجاویز آتی اور پاس ہوتی رہتی ہیں جن کی وجہ سے مذہب اسلام کے تحفظ اور وقار کو ٹھیس نہ لگے۔

(متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۶۱)

حتیٰ کہ پنڈت جواہر لعل نہرو جیسے خدا کے منکر کے متعلق فرماتے ہیں کہ

"جواہر لعل ہندو ہے اس نے کبھی نہیں کہا کہ میں مسلمان ہوں اس کے باوجود وہ مسلمانوں کا تحفظ چاہتا ہے"

(تقریر مولانا حسین احمد صاحب مطبوعہ زمزم، جولائی ۱۹۳۹ء)

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لا یالونکم خبالا "غیر مسلم تمہاری تخریب میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے" وما عنتم "جس بات سے تمہیں ضرر پہنچے وہ اس سے خوش ہوتے ہیں" ان امور سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک مذہب کا وہی مفہوم ہے جو ہم نے اوپر درج کیا ہے "یعنی پانچ ارکان اسلام اور ان سے متعلقہ مسائل" اس سے آگے "دنیاداری" کی حدود شروع ہو جاتی ہیں اور ان امور کے لیے جس قسم

Marfat.com

کا نظام ملک میں قائم ہوجائے وہ ان کے نزدیک "از روئے شریعت" جائز اور درست ہوسکتا ہے۔ اسی لیے مولانا صاحب کا فتویٰ ہے۔ (جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے)

کہ ایسی جمہوریت جس میں ہندو۔ مسلمان۔ سکھ۔ پارسی۔ عیسائی شامل ہوں عین اسلام کے مطابق ہے یہ فتویٰ جس سے قصر اسلامی کی ایک ایک اینٹ گرائی جاتی ہے محض اس بنا پر اس جرأت و بے باکی سے دے دیا گیا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک مذہب کا دائرہ صرف پانچ ارکان اسلامی تک ہی محدود ہے۔ جب ان میں عدم مداخلت کی ضمانت مل جائے تو امورِ دنیاوی کے لیے جمہوریت سے بڑھ کر اور کونسا نظام بہتر ہو سکتا ہے لیکن انھیں کس طرح سمجھایا جائے کہ اس قسم کی جمہوریت جس میں اکثریت غیر مسلموں کی ہو مسلمانوں کے لیے غلامی کی بدترین لعنت ہے۔ مسلمانوں کے باہمی امور کے فیصلوں کے لیے قرآن کریم نے ایک الگ اور جداگانہ نظام قائم کیا ہے جس کی بنیادی اینٹ یہ ہے کہ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم، تیرے رب کی قسم یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافی معاملات میں تمھیں اپنا حکم نہ بنائیں، اور نبی اکرمؐ سے ارشاد تھا کہ وشاورھم فی الامر۔ اور معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرو، اسی کو دوسری جگہ ان الفاظ میں دہرایا ہے کہ وامرھم شوریٰ بینھم، ان کے معاملات باہمی مشاورت سے طے پائیں گے جس سے ظاہر ہے کہ اس مجلس مشاورت میں کسی غیر مسلم کا دخل نہ ہوگا اور اس کا صدر خود مسلمانوں کا امیرِ ملت۔ مرکز دین ہوگا چہ جائیکہ وہ نظام جمہوریت ایسا ہو جس میں اکثریت غیر مسلموں کی ہو۔ ایسی اکثریت کے فیصلوں کے متعلق تو قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

Marfat.com

"کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا فیصلے کرنے والا (حکم) تسلیم کروں۔ حالانکہ اس نے تمہاری طرف مفصّل کتاب نازل کر دی ہے۔ ۔۔۔ اور یوں تیرے رب کے کلمات صدق و عدل کے ساتھ مکمل ہو گئے ہیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور وہ سمیع و علیم ہے اور اگر تو زمین پر بسنے والوں کی اکثریت کی اطاعت کرے تو وہ تجھے اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں وہ تو صرف ظن و قیاس کی اتباع کرتے ہیں اور یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔" (۱۱۴ - ۱۱۵ / ۶)

ان آیات مقدسہ کے معانی کی تفصیل طویل ہے لیکن ارباب نظر سے ان کا مفہوم پوشیدہ نہیں ہوگا۔ اسلام کا نظام اجتماعی یہ ہے کہ تمام معاملات کے فیصلوں کے لیے کتاب اللہ بہ حیثیت اصولِ قانون قیامت تک کیلئے موجود ہے۔ اس قانون کو نافذ کرنے کے لیے امامت کبریٰ کے مرکز اولین جناب نبی اکرمؐ مبعوث ہوئے آپ کے بعد یہ منصب امامت حضورؐ کے جانشینوں کی طرف منتقل ہو گیا لہٰذا

آج مسلمانوں کے لیے اسلامی نظام زندگی یہ ہوگا کہ ان کی اپنی جماعت ہو۔ اس جماعت کے منتخب افراد پر مشتمل ایک مجلس مشاورت ہو اور ان میں اتقیٰ سب سے زیادہ متقی ان کا امیر ہو اور مسلمانوں کے تمام امور اس نظام کے باعث سرانجام پائیں۔ ایسے نظام کے بغیر محض نماز۔ روزہ سے جس قسم کا اسلام باقی رہ جاتا ہے۔ اس کے متعلق ہم سے نہیں بلکہ ایک قومیت پرست عالم دین کی زبانی سنیئے۔

مولانا آزاد حیات اجتماعیہ اسلامیہ کی بحث کے دوران لکھتے ہیں لیکن قومیت پرستی کے زمانہ سے پیش تر۔

"احادیث صحیحہ سے اس کی مزید توضیح ہوتی ہے اس بارہ میں اس کثرت کے ساتھ حدیثیں موجود ہیں اور عہد صحابہؓ سے لے کر عہد تدوین کتب تک مختلف طبقات رواۃ حفاظ میں اس قدر ان کی شہرت رہ چکی ہے کہ اسلام کے عقیدہ

Marfat.com

توحید و رسالت کے بعد شاید ہی کوئی چیز اس درجہ تواتر و یقین تک نہیں پہنچی ہوگی۔ سب سے پہلے میں مسند امام احمد وغیرہ کی ایک روایت نقل کروں گا جس میں بالترتیب اسلام کا نظام عمل بیان کیا گیا ہے۔

قال صلعم انی آمرکم بخمس اللہ امرنی بھن الجماعۃ والسمع والطاعۃ والھجرۃ والجھاد فی سبیل اللہ انہ من خرج من الجماعۃ قید شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ الا ان یراجع ومن دعا بدعوی جاھلیۃ فھو من جھنم قالوا یا رسول اللہ وان صام وان صلی۔ قال وان صلی وصام وصام وزعم انہ مسلم۔

یعنی فرمایا تم کو پانچ باتوں کے لیے حکم دیتا ہوں۔ جن کا حکم اللہ نے مجھے دیا ہے۔ جماعت۔ سمع۔ طاعت۔ ہجرت اور اللہ کی راہ میں جہاد یقین کرو کہ جو مسلمان جماعت سے ایک بالشت بھر بھی باہر ہوا تو اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا اور جس نے اسلام کی جماعتی زندگی کی جگہ جاہلیت کی بے قیدی کی طرف بلایا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ (حضور) کیا ایسا شخص جہنمی ہوگا خواہ وہ روزہ رکھتا ہو۔ نماز پڑھتا ہو۔ فرمایا ہاں اگرچہ نماز پڑھتا ہو۔ روزہ رکھتا ہو اور بزعم خویش اپنے آپ کو مسلمان ہی کیوں نہ سمجھتا ہو۔ پہلی چیز جماعت ہے یعنی تمام امت کا ایک خلیفہ و امام پر جمع ہو کر اور اپنے مرکز قوی سے جڑ کر رہنا چاہیئے الگ الگ نہیں رہنا چاہیئے آگے چل کر شدت کے ساتھ ایسی حدیثیں ملیں گی جن سے معلوم ہوگا کہ جماعت سے الگ ... ... ہو کر رہنے کو یا ایسی منتشر زندگی کو جو ایک بندھی سمٹی ہوئی جماعت کی شکل نہ رکھتی ہو اور کسی امیر کے تابع نہ ہو اسلام نے غیر اسلامی اور ابلیسی راہ قرار دیا ہے۔ انفرادی زندگی کو وہ زندگی ہی نہیں

Marfat.com

مانتا اسلامی زندگی جماعت ہے"

(الخلافۃ والجزیرۃ العرب مولانا ابوالکلام آزاد)

اور اس بنا پر مولانا آزاد نے کبھی فرمایا تھا کہ

"مسلمانوں کی قومیت صادقہ کا مدار صرف شریعت ہے"

(خطبہ صدارت لاہور)

ان امور سے آپ اندازہ فرمایئے کہ کانگریس جس قسم کی مذہبی آزادی کی ضمانت دیتی ہے وہ مذہب ایک پرائیویٹ عقیدہ میں سمٹ کر رہ جاتا ہے یا اس سے زیادہ بھی رہتا ہے؟ اس سے آگے بڑھنے والا مذہب تو مسلمانوں کے اپنے الگ نظام اور اپنی الگ جماعت کے قیام کا مقتضی ہو جاتا ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جو انتہائی "فرقہ پرستی" پر دلالت کرتی ہیں لہٰذا "قومیت پرستی" انھیں کس طرح اپنے دستور العمل میں جگہ دے سکتی ہے۔ ہم مولانا صاحب کو کس طرح سمجھائیں کہ اسلام تو ایمان اور اعمال صالحہ کا لازمی نتیجہ استخلاف فی الارض مسلمانوں کی اپنی حکومت و سلطنت قرار دیتا ہے۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض۔

"اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور وہ اعمال صالحہ کرتے ہیں یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ انھیں اس دنیا کی حکومت عطا فرمائے گا"

ذرا کانگریس سے کہیئے کہ اس قسم کے مذہب کی آزادی کی ضمانت دے دے جو مسلمانوں کی اپنی حکومت کے قیام کی طرف منجر ہو پھر دیکھئے کہ کانگریس کی طرف سے کیا جواب ملتا ہے اور جو مذہب مسلمانوں کو ان کی اپنی حکومت کے قیام کی طرف نہیں لے جاتا وہ ایک پرائیویٹ عقیدہ سے آگے نہیں بڑھتا۔ اس قسم کے مذہب کی آج بھی آزادی حاصل ہے

Marfat.com

اور اس قسم کے مذہب کی آزادی کی ضمانت کانگریس کے ریزولیشن دیتے ہیں جس پر مولانا صاحب اور اُن کے ہم مسلک حضرات یوں شاداں و فرحاں پھرتے ہیں۔ سچ فرمایا تھا حضرت علامہؒ نے کہ

ملّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

غیر اسلامی نظام! حضرت علامہؒ نے فرمایا تھا کہ "ہر وہ دستور العمل جو غیر اسلامی ہو نامعقول و مردود ہے"۔ اس کے متعلق مولانا صاحب فرماتے ہیں:-

"اسی طرح یہ کہنا کہ نظام اسلامی اور اس کا کاربند کسی دوسرے نظام کے ساتھ شریک ہی نہیں ہو سکتا غیر قابل قبول امر ہے۔ قوانین اسلامیہ اور احکام شرعیہ نے اگرچہ بہت سے اُمور میں کوئی نہ کوئی تجویز قائم کر دی ہے مگر بے شمار اُمور کو زیر اباحت و اجازت رکھا ہے جن میں ہم کو اختیار ہے کہ اپنی صوابدید کے مطابق عمل کریں ان ہی اُمور میں بادشاہتیں اور ان کے حکام اور انجمنیں وغیرہ اپنے آرا و اعمال کو کام میں لاتی رہتی ہیں"۔

(متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۶۳)

یہاں پھر وہی بنیادی غلط فہمی اُلجھاؤ کا باعث بن رہی ہے حضرت! دستور العمل اور نظام سے مُراد وہ اُصول حیات ہیں۔ جو اسلام نے اپنے متبعین کے لیے مرتّب فرمائے ہیں اور جو قوانینِ فطرت کی طرح اٹل ہیں۔ لاتبدیل لکلمات اللہ۔ اور آپ جن چیزوں کی اجازت و اباحت کا ذکر فرما رہے ہیں۔ وہ ان اُصولوں کی فروعات و جزئیات ہیں مسلمانوں کی الگ اجتماعی زندگی کا قیام و وجود اُصول اسلام میں سے ہے جس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی۔ البتہ قومی اور جماعتی حیثیت سے دوسری قوموں کے ساتھ اشتراک عمل اور اس کا طریق کار فرعی چیزیں ہیں جنھیں

Marfat.com

اسلامی جماعت اپنے اپنے زمانہ کے مخصوص حالات کے ماتحت خود مرتب کر سکتی ہے۔ فرع اور اصول کا فرق ایسی بیّن چیز ہے جس کے متعلق کچھ زیادہ لکھنا بے سود معلوم ہوتا ہے۔

غیروں کا تشبّہ!! مولانا صاحب نے اپنے رسالہ میں ایک اور چیز کا بھی ذکر کیا ہے جس کے لیے وہ اپنی عادت سے مجبور نظر آتے ہیں اس لیے کہ وہ عام طور پر اپنی تقریروں میں اس قسم کی چیزیں بیان فرماتے رہتے ہیں لکھتے ہیں:-

"بڑے بڑے دعویدار اسلامیت و مذہبیت ایسے ہیں جن کی صورت اور لباس میں اور انگریز کی صورت اور لباس میں فرق معلوم نہیں ہوتا" (ایضاً صفحہ ۶۱)

ہر چند یہ چیز ہماری اصولی بحث کے دائرہ سے خارج ہے اور یوں بھی ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ

درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

لیکن چونکہ مولانا صاحب اس چیز پر خاص زور دیتے رہتے ہیں اس لیے ہم ان سے اتنا دریافت کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ مغرب زدہ مسلمانوں کی اس "اتباع فرنگ" پر تو آئے دن اعتراضات کرتے رہتے ہیں لیکن ان کی نگاہ "ان مسلمان مہاشوں" کی طرف کیوں نہیں اٹھتی جو نہ صرف لباس میں بلکہ آداب و مخاشرت میں بھی خالص "شری یت" بنتے جا رہے ہیں ان کو بھی تو کبھی ٹوکا ہوتا کہ غیروں کا تشبّہ اسلام میں جائز نہیں ایک قومیت پرست اسلامی درسگاہ کے ایک مسلمان پروفیسر نے ایک مرتبہ بڑے فخر سے کہا کہ وہ جب پنجاب کے دورے کے لیے نکلے ہیں تو ہر جگہ "پنڈت جی نمسکار" کہہ کر ان کا سواگت کیا جاتا تھا ایسے حضرات کے اسلام میں مولانا صاحب کو کبھی کوئی نقص نظر نہیں آتا لیکن ان سے اختلاف رائے رکھنے والوں کی ہر چیز سے کفر ٹپکتا دکھائی دیتا ہے اسے اگر "رنگین چشمہ"

Marfat.com

کی برکات نہ کہیے تو اور کیا کہیے!

میری نگاہِ شوق پر اس درجہ سختیاں
اپنی نگاہِ شوخ کی کچھ بھی سزا نہیں!

نَشَهَادَةٌ مِنْ اَهْلِهَا :- گذشتہ صفحات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کے پیش نظر آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ ایسی دو قومیں جن کا مذہب تمدن۔ تہذیب۔ کلچر مختلف ہوں جن کے نظریات زندگی الگ الگ ہوں نصب العین حیات جداگانہ ہوں وہ قومیں قرآن کریم کی رُو سے باہمد گر مل کر ایک متحدہ قومیت کے رشتہ میں منسلک نہیں ہو سکتیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ثابتہ ہے کہ جس کا اعتراف اب غیر مسلموں تک کو کرنا پڑا ہے۔ مولانا حسین احمد صاحب تو کفر و اسلام کے امتزاج سے متحدہ قومیت کی تشکیل کا وعظ فرما رہے ہیں اور اُن کے امیر یعنی صدر کانگریس مسٹر بوس کا یہ ارشاد ہے :-

"کلچر، زبان۔ تہذیب غرضیکہ ہر شے میں برطانیہ اور ہندوستان ایک دوسرے سے مختلف ہیں اس لیے سوائے خوشگوار ی تعلقات کے کوئی اور چیز ان ہر دو ممالک کو آپس میں نہیں ملا سکتی اور ہندوستان کی طرف سے اس قسم کے تعلقات اسی صورت میں پیدا ہو سکیں گے۔ جب یہ ملک کامل آزادی حاصل کرے گا۔" (اسٹیٹسمین مورخہ $\frac{11}{30}$)

دیکھئے یہ ہے جادو جو سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ کانگریسی حضرات خود اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایسی مختلف قومیں جن میں تہذیب و تمدن وغیرہ کا اشتراک نہیں ہوتا، یک متحدہ قومیت میں تحلیل نہیں ہو سکتیں البتہ ان میں اچھے تعلقات پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ یعنی باہمی وفاق اور معاہدہ کی رُو سے اور وہ بھی ایسی صورت میں کہ دونوں قومیں اپنے اپنے معاملات میں بالکل آزاد ہوں لیکن یہی اصول جب مسلمان پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

اور کہتے ہیں کہ چونکہ ہندو اور مسلمان تہذیب و تمدن۔ مذہب وغیرہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اس لیے یہ دونوں مل کر متحدہ قومیت میں تبدیل نہیں ہو سکتے البتہ ان میں باہمی اتحاد پیدا کیا جا سکتا ہے اور اس کی یہی شکل ہے کہ مسلمان اور ہندو اپنے اپنے معاملات میں دو جداگانہ اور آزاد قومیں ہوں اور ان کے درمیان اشتراک عمل کا ذریعہ معاہدہ اور وفاق ہو تو کانگریسی ہندو حضرات اسے اصول حریت نوازی کے خلاف بتاتے ہیں اور قومیت پرست مولوی صاحبان اسے "سحر برطانیہ" کا پیدا کردہ کفر قرار دیتے ہیں۔ یہ ہے قومیت پرست حضرات کا اصول سیاست اور یہ ہے ان کا تفقہ فی الدین یعنی یہ ہمارے آئمہ دین مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک اجتماعی زندگی بسر کرنے کو خلاف مذہب بتاتے ہیں اور غیر مسلموں کے ساتھ مل کر ایک متحدہ قومیت کی تعمیر ان کے نزدیک عین قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ ان کی فقہ میں میدان عرفات میں جمع ہونے والے مسلمان سب فرقہ پرست ہیں کہ وہ اپنی الگ خالصتہً اسلامی جماعت کے وجود کا پتہ دیتے ہیں اور ہری پور میں اکٹھے ہونے والے مسلمان اسلام کے صحیح ترجمان ہیں کہ وہ متحدہ قومیت کے علمبردار ہیں ان کے نزدیک ہندو اور مسلمان تو بھائی بھائی بن سکتے ہیں لیکن مسلمان اور مسلمان آپس میں مواخات کا رشتہ پیدا نہیں کر سکتے یا للعجب۔

برہمن گفت برخیز از درِ غیر — زیارانِ وطن ناید بہ جز خیر
بیک مسجد دو ملا می نگنجند — ز افسون بتاں گنجد بہ یک دہر

(اقبالؒ)

وطنیت کی جہنم: حضرت علامہؒ نے قرآن کریم کی روشنی میں بتایا تھا کہ وہ قومیت جس کی بنیاد وطنیت پر رکھی جاتی ہے۔ نوع انسانی کے لیے کس قدر جہنمی زندگی پیدا کرنے کی موجب ہوتی ہے اور وطنیت

Marfat.com

وہ جذبہ ہے جس کے بغیر بقول مولانا صاحب ہندوستان میں متحدہ قومیت کی تشکیل ہو ہی نہیں سکتی فرماتے ہیں :-

"ہندوستان کے مختلف عناصر اور متفرق ملل کے لیے کوئی رشتۂ اتحاد بجز قومیت نہیں جس کی اساس محض وطنیت ہی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں۔" (انصاری ۱۷ ۲/۳۸)

حیرت ہے کہ ایک طرف ہمارے علمائے کرام ہیں کہ جن کے گھر میں سیاسی اور تمدنی زندگی کے تمام مسائل کے لیے درخشندہ اصول موجود ہیں لیکن وہ ان اصولوں کے خلاف دوسروں کے نظریات زندگی کو نصب العین بنا رہے ہیں اور دوسری طرف غیر مسلم ہیں کہ وہ چاروں طرف سے ٹھوکریں کھا کر قرآن کریم کے انہی نظریات کو صحیح اصول زندگی قرار دے رہے ہیں۔ اسی "وطنیت" کے متعلق اگلے دنوں مسٹر کے نیٹراجن نے بمبئی یونیورسٹی کانووکیشن ایڈریس کے دوران میں کہا تھا :-

"عصر حاضر کا ایک مہیب ترین خطرہ جس سے بچنے کے لیے یونیورسٹی کے ہر فرد کو کامل جدوجہد کرنی چاہیئے یہ ہے کہ قومیت کا وہ تنگ نظریہ جس نے یورپ کو آج یوں جہنم زار بنا رکھا ہے نوجوانوں کے دلوں میں سرایت نہ کر جائے یہ وہ نظریہ ہے جس کی رو سے غلط اور صحیح اور ناجائز جھوٹ اور سچ کے امتیازات "سودیشی" اور "بدیشی" کے امتیازات کے تابع ہو جاتے ہیں کبھی اس چیز کو ایام جاہلیت کی یادگار سمجھا جاتا تھا کہ ہر وہ شے جو اجنبی اور بدیشی ہو اس سے نفرت کی جائے لیکن آج یہی چیز "قومیت" کا طرۂ امتیاز ہے جس میں ۹/۱۰ حصہ یہ اصول ہے کہ وہ لوگ جو تمہارے ملک سے باہر رہتے ہیں ان کی طرف سے بدگمانی اور نفرت کے جذبات دل میں موجزن رہیں وہ قلب جو وطنیت کے ان جذبات سے متاثر ہو جاتا ہے اخلاق کے تمام معیاروں کی

Marfat.com

طرف سے بے حس ہو جاتا ہے اس لیے کہ آج حریت نوازی نام ہی اس چیز کا رہ گیا ہے کہ انسان اس اصول پر آنکھیں بند کر کے کاربند رہے کہ "میرا ملک غلط ہو یا صحیح" سب پر مقدم[1] ہے۔" (اسٹیٹسمین ۱۱/۳۸ء)

یہ ہے وطنیت کا وہ ملعون جذبہ جس کی مخالفت اسلام نے اس شد و مد سے کی ہے اور جس کے متعلق حضرت علامہؒ نے آج سے آٹھ سال پیشتر اپنے مشہور خطبہ صدارت میں فرمایا تھا۔

"سیاسیات کی جڑ یقیناً انسان کی روحانی زندگی میں ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اسلام ذاتی آرا کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک سوسائٹی ہے یا اگر آپ پسند فرمائیں تو اسے ملکی اور مذہبی نظام کہہ سکتے ہیں۔"

"میرے سیاسیات میں دلچسپی لینے کا اصل سبب یہ ہے کہ کہیں دور حاضر کے سیاسی اصول جو دہریت پر مبنی ہیں اسلام کے بنیادی اصولوں کو متاثر نہ کر دیں۔ میں یورپ کے پیش کردہ نیشنلزم (وطنیت) کا سخت مخالف ہوں اس نیشنلزم کی تعلیم ہے۔ کہ قوم کی بنیاد مذہب پر نہیں بلکہ وطن پر ہے کیونکہ مجھے اس میں دہریت اور الحاد کے جراثیم نظر آ رہے ہیں اور یہ جراثیم انسانیت کے لیے مضر ہیں۔"

لیکن چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھنا تھا کہ اسی نظریۂ وطنیت کو ایک دن ہندوستان کے سب سے اعلیٰ دارالعلوم کے سب سے بڑے کلید بردار کے مجلہ دماغ سے کتاب و سنت کا حسین و دلکش نقاب اوڑھ کر مسلمانوں کے لیے فریب نگاہ بننا تھا۔ آج اسلام کی مظلومیت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے اور مسلمانوں کے لیے صف ماتم بچھانے کا اس سے زیادہ اندوہناک مقام اور کونسا ہو سکتا ہے۔

---

[1] مسز سروجنی نائیڈو نے بھی اپنی ایک تقریر میں قومیت کے متعلق قریب قریب یہی کچھ کہا ہے ملاحظہ ہو۔ (اسٹیٹسمین ۱۲/۳۸ء ۲۱)

Marfat.com

حیرت ہے کہ اس پر آسمان کیوں نہ ٹوٹ پڑا، زمین کیوں نہ شق ہو گئی ؎

اے محمدؐ گر قیامت را برآری سر ز خاک
سر برآرد ایں قیامت درمیان خلق بین

اور ستم بالائے ستم کہ یہ سب کچھ سہواً نہیں ہوتا بلکہ غلطی پر متنبہ کرنے والے مرد حق شناس کو ساحر برطانیہ کے طلسم و افسوں کا شکار بتایا جاتا ہے اور دین حجازی کے اس محرم اسرار کو "افرنگ زدگی" کا طعنہ دے کر "برطانیہ کی عظیم الشان خدمات سرانجام دینے والا" قرار دیا جا رہا تھا اور یہ سب اس جرم کی بنا پر کہ وہ اس دور تجدد پسندی میں اس سم کہن کی یاد کیوں تازہ کر رہا ہے کہ جس کی رو سے مکہ کا بوجہل گلے نہیں لگایا جا سکتا لیکن فارس کا سلمانؓ اہل بیت میں سے ہو سکتا ہے لیکن اس بیچارے کی مجبوری پر بھی تو نگاہ رکھیئے کہ جسے قرآن کریم کا ہر حرف پکار پکار کر کہہ رہا ہو کہ یہ وہ نظریہ ہے کہ

اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے

اور جسے حضور رسالتمآب کے خاک قدم کا ہر ذرہ ابھر ابھر کر دکھا رہا ہو کہ یہ وہ اصول حیات ہے کہ

قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

وہ کس طرح آپ کی ہمنوائی میں شریک ہو جائے اس مجبوری کی بنا پر اس نے کہا تھا ؎

غلامم جز رضائے تو نجویم
جز آن راہے کہ فرمودی نہ پویم
ولیکن گر بہ ایں نادان بگوئی
خرے را اسپ تازی گو۔ نگویم (اقبالؒ)

Marfat.com

آخری گذارش:۔ مولانا صاحب نے اپنے رسالہ کی "آخری گذارش" میں فرمایا ہے:۔

"ہم اس عرض کے بعد اپنی تحریر کو فلسفیانہ تقریر اور شاعرانہ تخیل کے جوابات سے طویل اور دراز کرنا مناسب نہیں سمجھتے جو ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنے فلاسفری دماغ سے تراش کر کے ذکر فرمائی ہے"۔

(متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۷۶)

اور اس رسالہ کے دیباچہ نگار صاحب نے اس کے مقصد کا ان گہربار الفاظ میں تعارف کرایا ہے۔

"حضرت شیخ مدظلہ نے اس بحث کے ذیل میں جن مذہبی اور سیاسی جواہرات کے منتشر ذخائر کو مجتمع فرما دیا ہے وہ نہ صرف متلاشیان حق کے لیے سرمایۂ طمانیت قلب ہی ہیں بلکہ ان سے یقیناً ہماری حیات سیاسی کے ایک شاندار باب کی تعمیر ہوگی اور موجودہ آئندہ نسلیں اسلامی نقطۂ نظر سے قومیت متحدہ کے مفہوم کو سمجھنے میں کسی سفسطہ کا شکار نہ ہو سکیں گی۔ کاش علامہ اقبال مرحوم آج ہم میں موجود ہوتے تو جو شبہات اس مسئلہ خاص کے بارے میں انہیں باقی رہ گیے تھے وہ بھی دور ہو جاتے"۔ (صفحہ ۳)

اس مطلع اور مقطع کے متعلق ہم کچھ نہیں لکھنا چاہتے کیونکہ یہ اس وقت درج کیے جا رہے ہیں۔ جب حضرت علامہؒ کے استدلالات مولانا صاحب کے اعتراضات اور ان کے جوابات قارئین کے سامنے آچکے ہیں وہ از خود فیصلہ کر لیں گے کہ قرآن کریم کی رو سے کونسا نظریہ ملت اسلامیہ کی زندگی کا ضامن ہے اور کونسا ان کی خودکشی کے مترادف۔ وہ کونسی حیات انگیز جرس کا رواں ہے جو بلالؓ کے نغمۂ عشق کو اپنے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے اور وہ کونسی سکوت افزا بنسری کی لے ہے جو ناقوس برہمن کے شور میں گم ہو جانے میں ہی راز حیات پوشیدہ دیکھتی ہے ہم یہ بھی نہیں

Marfat.com

کہہ سکتے کہ حضرت علامہ اگر آج ہم میں موجود ہوتے تو وہ مولانا صاحب کی اس تحقیق انیق کی داد کن الفاظ میں دیتے البتہ جو کچھ ہم سمجھ سکے ہیں وہ تو اتنا ہی ہے کہ یا تو مولانا صاحب "متحدہ قومیت" اور "ہندو مسلم اتحاد" کے فرق کو ہی نہیں سمجھ سکے اور یا متحدہ قومیت کے متعلق اسلام کی صحیح تعلیم ان کی نگاہوں سے یکسر اوجھل ہے اگر پہلی بات ہے تو ملت اسلامیہ کے لیے ماتم کا مقام ہے کہ یہ حضرات جو قوم کی کشتی سیاست کے ناخدا ہونے کے مدعی ہیں سیاست حاضرہ کی اس ابجد سے بھی ناواقف ہیں اور اگر دوسری بات ہے تو پھر معاف فرمائیے یہ کہنے میں کیا مبالغہ ہے کہ ایسا فقیہ ملت

چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

خلاصہ بحث: بحث قومیت کو اگر ہم چند مختصر الفاظ میں بیان کرنا چاہیں تو یوں کہا جائے گا کہ مولانا صاحب کے نزدیک ایک ملک کی جغرافیائی حدود کے اندر رہنے والے انسان عقاید و اعمال کے تمام اختلافات کے باوجود ایک قوم بن سکتے ہیں اور ہمارا دعوے یہ ہے کہ یہ نظریۂ قومیت غیر اسلامی ہے۔ اسلام کے نزدیک صرف وہی افراد مل کر ایک قوم بن سکتے ہیں جن میں وحدت ایمان و عمل ہو۔ مولانا صاحب نے اپنے دعوے کے اثبات میں یہ دلیل بیان فرمائی ہے کہ قوم نوحؑ اور قوم ابراہیمؑ میں تمام مومن و کافر شامل تھے اور ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ یہ حضرات انبیاء کرامؑ جس کی طرف مبعوث ہوتے تھے اس قوم میں ایسے افراد کو الگ کر کے جن میں وحدت عمل و ایمان ہوتی تھی ایک جداگانہ نئی قومیت کی تشکیل فرماتے تھے۔ یہ قومیت اسلامی قومیت کے معیار کے مطابق تعبیر ہوتی تھی۔ ہم نے اپنے دعوے کے اثبات میں کتاب و سنت کی نصوص صریحہ پیش کی ہیں لیکن جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں ہمیں چونکہ فریق مقابل سمجھا جائے گا۔ اس لیے اس باب میں کسی آخری فیصلہ تک پہنچنے کے لیے کسی حکم کی ضرورت

Marfat.com

محسوس ہوگی۔ آیئے ہم آپ کے سامنے ایک ایسے حکم کا فیصلہ پیش کر دیں۔ جو مولانا صاحب کے نہ صرف ہم مسلک بلکہ جن کی علمی قیادت اور دینی امامت کے خود مولانا صاحب بھی معترف ہیں۔ سنیئے کہ ان کا فیصلہ کیا ہے اور پھر غور فرمایئے کہ یہ حضرات آج کس کے جادو سے مسحور ہو رہے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد البلاغ بابت $12\frac{11}{15}$ و $22\frac{11}{15}$ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"قرآن کریم میں اگرچہ نبوت کے عام اشتراک جنسی کی بنا پر تمام انبیا کرام کا نام ایک ساتھ اور ایک حیثیت سے آیا ہے لیکن بعض خصوصیات نوعی کے لحاظ سے اس نے انبیاء کے جو مختلف طبقات قائم کر دیئے ہیں ان میں دو سلسلے عام طور پر ممتاز نظر آتے ہیں۔ ایک سلسلہ ان انبیاؑ و مؤسسین کا ہے جنھوں نے اپنی دعوت کے ذریعہ نئی قومیتوں کی بنیاد ڈالی اور جو قدیم عمارتوں کی اصلاح کے لیے نہیں بلکہ از سر نو ایک نئی قومی عمارت بنانے کے لیے آئے تھے دوسرا سلسلہ انبیاء و مجددین و محدثین (بالفتح) کا ہے جنھوں نے کسی نئی امت کی بنیاد نہیں ڈالی بلکہ کسی پیشتر کی قائم شدہ امت صالحہ کی مزید تکمیل و تبلیغ کی یا امتداد عہد کے نتائج مفسدہ و استیلائے بدعات و محدثات سے اسے نجات دلا کر فرض تجدید و احیاء ادا کیا"

انبیاء مؤسسین!!

پہلے سلسلہ کا وصف امتیازی یہ ہے کہ وہ تمام قدیم عقائد اور قدیم اخلاق و مقومات کو مٹا کر ایک جدید قومیت صالحہ کی بنیاد ڈالتا ہے اور اس کو آب ہوا اور جغرافیائی حدود طبعیہ کے اثر سے الگ کر کے صرف مذہبی آب ہوا میں ترقی اور نشو و نما دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں خدائے تعالےٰ نے اس صنف کے ایک نمایاں سلسلہ اور اس کی ممتاز کڑیوں کا ذکر متعدد موقعوں پر ایک ساتھ کیا ہے:۔

Marfat.com

الم یاتھم نبأ الذین من قبلھم قوم نوح وّعادٌ و ثمود وقوم ابراھیم واصحاب مدین والمؤتفکٰت اتتھم رسلھم بالبینات مما کان اللہ لیظلمھم ولٰکن کانوا انفسھم یظلمون - (۹-۲۰)

"کیا اُن منکرین حق تک ان لوگوں کے نتائج اعمال کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں؟ یعنی نوحؑ - عاد - ثمود اور ابراہیم کی قوم نیز مدین کے رہنے والے اور وہ بدبخت جن کی بستیاں اُلٹ دی گئیں (یعنی قوم لوط) ان سب کے پاس ہمارے پیغمبر دلائل اور نشانیاں لے کر آئے تاکہ وہ ہدایت وسعادت حاصل کریں اور اپنی بداعمالیوں کے نتائج مہلک سے نجات پائیں۔ خدا اُن لوگوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا تھا پر افسوس انھوں نے خود ہی اپنے اُوپر ظلم کیا۔"

اس آیہ کریمہ میں خدا تعالےٰ نے اوّل حضرت نوحؑ کا ذکر کیا ہے جنھوں نے ایک نئی اُمّت صالحہ کی بنیاد رکھی اور ان کے بعد ان جماعتوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں دعوت نوحی کے مجدّدین آتے رہتے پھر حضرت ابراہیمؑ کا نام لیا ہے جو حضرت نوحؑ کے بعد دوسرے دور قومیت کے مصلح اور بانی تھے۔ اور پھر ان کے بعد کی دعوت ہائے مجدّد کی طرف اشارہ کیا ہے۔

دعوتِ نوحی:۔ انبیاء مؤسسین علیہم السّلام میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السّلام کی دعوت مؤسسہ سامنے آتی ہے جو پہلے صفِ انبیاء میں بلحاظ تقدم عہد کے ایک مخصوص امتیاز رکھتے ہیں انھوں نے ایک جاہلیہ قوم پیدا کی اور اس کو مذہبی امتیازات ومقومات کی آب ہوا میں پرورش کرنا چاہا جن لوگوں نے مذہب کی اس حبل المتین کو مضبوط پکڑا عذاب الٰہی سے نجات پائی۔ مگر جن لوگوں نے اس سررشتۂ حیات

Marfat.com

کو چھوڑ دیا ہلاک ہو گیے اور باوجود رحمی و نسلی تعلقات کے خدا نے ان کو نوح علیہ السلام سے بیگانہ قرار دیا۔ آن کی دعوت کی بنیاد نسل اور جغرافیہ نہ تھا وہ ایک نئی قوم پیدا کرنا چاہتے تھے اس لیے خود ان کی نسل میں جسمانی رشتہ کا بھی کوئی اثر باقی نہیں رہا تھا۔ ان کا گھرانہ سب وہی قوم تھی جو حق و سعادت کے رشتہ میں منسلک ہو کر طیار ہوئی تھی اور سب سے پہلے وہ خود ہی اپنے پیدا کردہ خاندان ملت کے ایک رکن ہو گیے تھے اگرچہ وما من معہ الا قلیل ونادیٰ نوحٌ ربّہ فقال ربّ انّ ابنی من اھلی وانّ وعدک الحق وانت احکم الحاکمین قال یا نوحُ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم (۱۱-۴۷)

اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ خدایا تو نے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ تیرے خاندان کو عذاب طوفان سے نجات دی جائے گی تو احکم الحاکمین ہے تیرا وعدہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا میرے لڑکے کو اس عذاب سے نجات دے دے کیونکہ وہ میرے خاندان میں داخل ہے خدا نے کہا اے نوح تو جس کو اپنا اہل کہہ رہا ہے وہ تیرا اہل نہیں ہے تیرا گھر تو دراصل عمل صالح کا گھرانہ ہے جس کی دعوت دے کر تو ایک صالح قوم پیدا کرنی چاہتا ہے جو اس گھرانے میں داخل ہوا وہ تیرا ہے اور جو اس سے نکل گیا وہ تیرا نہیں رہا بلکہ ان کے گھرانے کا فرزند نا ہو گیا جن کے عمل بد کو اس نے اختیار کیا۔ پس مجھ سے وہ سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں دیا گیا۔ اے نوح یہ نصیحت میں اس لیے کرتا ہوں تا کہ حقائق و اسرار الٰہی تجھ پر کھلیں اور تو ان لوگوں میں سے نہ ہو جائے جو علم حقیقت سے محروم ہیں۔

تشریح مزید! :- اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو حکم دیا تھا کہ عذاب

Marfat.com

طوفان سے بچنے کے لیے کشتی بناؤ۔ جب کشتی بن چکی تو فرمایا احمل فیھا من کل زوجین اثنتین و اھلک۔ (۱۱ - ۲۲)

"کشتی میں تمام ضروری حیوانات و انواع کا ایک ایک جوڑا رکھ لو نیز اپنے گھرانے کے آدمیوں کو بھی سوار کر لو۔"

لیکن ساتھ ہی ان لوگوں کو اس سے مستثنیٰ بھی کر دیا جن کے متعلق پہلے فرمان ہو چکا تھا کہ اپنے کفر و تمرد کی وجہ سے وہ اس عذاب میں ضرور حصہ پائیں گے اور ان کے لیے کوئی طلب اور کوئی سوال مقبول نہ ہوگا۔

الا من سبق علیہ القول۔ مگر ان لوگوں کو ساتھ نہ لو جن کی نسبت پہلے حکم ہو چکا ہے۔ وہ پہلا حکم یہ تھا کہ لا تخاطبنی من الذین ظلموا۔ جن لوگوں نے حق و عدالت سے انحراف کیا اور اپنی سرکشی و عدوان سے غضب ایزدی کے مورد ٹھیرے۔ سو ان کی بابت مجھ سے کچھ نہ چاہنا۔

لیکن چونکہ حق تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو ان کے "اہل" و اقارب کو بچا لینے کا حکم دیا تھا اور آن کا بیٹا بدرجہ اولیٰ لفظ "اہل" کے جسمانی مفہوم میں داخل تھا اس لیے آپ کو جرأت ہوئی اور جناب خداوندی میں اسے اپنا "اہل" قرار دے کر سوال کیا اس پر جواب ملا کہ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ وہ تمہارے اہل میں سے تھا لیکن دراصل اسے تم سے کوئی تعلق نہیں۔ "اہل" میں وہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ وہ سرے سے تمہاری قوم ہی میں داخل نہ رہا بلاشبہ وہ تمہاری قوم اور تمہارے گھرانے میں سے تھا لیکن اب تمہاری قوم دوسری ہو گئی۔ تم نے حق اور راستی کی روح پیدا کر کے جو نئی قومیت صالحہ پیدا کی ہے اب سے وہی تمہاری قوم ہے وہی تمہارا گھرانا وہی تمہارے اہل ہیں تمہارا رشتہ صرف اس نئی قوم ہی کا رشتہ اساس ہونا چاہیے۔ تو وہ رشتہ خون اور جسم کا نہیں بلکہ حق اور دعوت حق کی روح کا ہے اس رشتہ میں منسلک کر کے یہ نئی قوم "دعوت نوحی" سے پیدا کی گئی ہے تمہارے جسمانی تعلقات کے

Marfat.com

جو "اہل" اس قومیت میں داخل نہ ہوئے وہ تم سے کٹ گئے اور تمہاری جگہ "عمل غیر صالح" کی فرزندی میں داخل ہو گئے۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں:-

"انسان کی اجتماعی حیات یا قومیت دراصل ان تمام عقائد و اعمال کے مجموعہ کا نام ہے جو نسل و وطن اور متوارث و متواصل خلایق نسل سے ترکیب پاتے ہیں۔ ان انبیاء کرام کا مشن یہ ہوتا ہے کہ ان تمام نسلی اور قومی امتیازات قدیم کو مٹا کر ایک نئی روحانی امتیاز و خصوصیت کی بنیاد پر نئی قومیت پیدا کریں۔ بس اس بنا پر ان کی دعوت کا اولین اسوہ حسنہ یہی ہونا چاہیئے تھا۔ کہ خود بھی نسل و خاندان کے تمام رشتوں کو توڑ دیں اور اس طرح نسلی قربانی کا طاقت ور حرم تیار کریں اس قربانی کا اثر ان کے تمام کارو بار دعوت میں سب سے زیادہ کارگر ہوتا ہے۔ قوم دیکھتی ہے کہ اس جارح داعی الی الحق نے اپنے تمام رشتوں کے گھر کو آگ لگا دیا اور اس عمارت کا ایک گوشہ بن گیا جس کی چھت کے نیچے ہمیں جگہ دے رہا ہے۔

چنانچہ انبیاء کرام و رسل عظام کے اس سلسلہ میں جنھوں نے نئی قومیتوں کی بنیاد رکھی ہے۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کا مقام ہے اور چونکہ ان کی پہلی قسم کی دعوت تھی اس لیے ضروری تھا کہ اس اولین قربانی کا بھی وہ اسوۂ حسنہ قائم کرتے پس آیۂ کریمہ مندرجہ صدر میں جب انھوں نے اپنے بیٹے کے لیے خدا کو پکارا تو ارشاد ہوا کہ یہاں جسمانی رشتہ کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ اگر تمہارا بیٹا عمل صالح کے اس نئے گھرانے میں داخل ہو جاتا جس کی تم نے بنیاد رکھی ہے تو وہ تمہارا عزیز تھا لیکن اس نے عمل صالح کی جگہ عمل غیر صالح سے رشتہ جوڑا پس اب اس کا ذکر بیکار ہے اور یہ بنائے قومیت کا وہ ناموس الٰہی ہے جس کا تمھیں علم ہونا چاہیئے۔

قَالَ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ۔ حضرت

Marfat.com

نوحؑ نے عرض کیا کہ "اے میرے پروردگار میں اپنے ضعف بشری کا اعتراف کرتا ہوں اور تیری رحمت و مغفرت میں پناہ لیتا ہوں کہ جس چیز کی حکمت و حقیقت پر میری نظر نہ تھی میں نے اس کی نسبت تجھ سے سوال کیا۔

پھر ارشاد ہے:۔

"حضرت نوح علیہ السلام نے جس نئی اُمّت کی بنیاد رکھنی چاہی تھی اگر ضلالتِ عصر اور جہل انسانیت اس سے دست و گریبان رہی اور اس لیے مَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ (۱۱ - ۴۰) اُن پر ایمان لانے کی سعادت نہیں ملی مگر ایک چھوٹی جماعت کو۔ تاہم جس اُمّت صالحہ کی اس عہد اُولیٰ میں بنیاد پڑی تھی وہ ضائع نہ گئی۔

اور خدا کا کوئی حکم دعوت ضائع نہیں جا سکتا۔ اگرچہ خود حضرت نوحؑ پر بہت کم لوگ ایمان لائے کیونکہ انسانی مدنیۃ و عمران کا بالکل عہدِ طفولیت بلکہ اس سے بھی مقدم تر دور تھا اور مذہب کا سلسلہ ارتقار ابھی ابھی اپنی ابتدائی کڑیوں سے ایک دو قدم آگے بڑھا تھا لیکن جب حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے صدیقین و متبعین کی اولاد زمین کے مختلف گوشوں میں پھیلی تو وہ اپنے ساتھ اس نئی قومیت کے عقائد و اعمال بھی لے گئی یہ دراصل اسی طرف اشارہ ہے کہ حضرت نوحؑ کی دعوت کسی خاص نسل اور قوم کو زندہ کر دینے کے لیے نہیں تھی بلکہ وہ اس قسم کی دعوت میں داخل تھی جو موجودہ نسلوں اور قوموں سے بالا تر ہو کر خود ایک نئی قوم پیدا کرتی ہے اور اس کی بنیاد محض آخرۃ دینی پر قائم ہوتی ہے۔ پس وہ جغرافیہ و نسل سے نا درمی رہ کر ایک عالمگیر برادری بن جاتی ہے اور زمین کا ہر ٹکڑا نوع انسان کا ہر حصہ اقوام و ملل کی ہر نسل اس کے دامن میں پناہ لے سکتی ہے۔" (اختتام اقتباسات البلاغ)

یہ تو ہے نظریہ قومیت جس کے ہم مدعی ہیں اس کے برعکس وہ نظریہ

Marfat.com

قومیت جس کی بناء وطنیت پر ہے اُسے ساحرین یورپ نے کس طرح مسلمانوں کے اندر پھیلایا ہے اور وہ کیسا ابلیسانہ جال ہے اس کے متعلق مولانا آزاد البلاغ بابت ۱۱/۱۵ ۲۹ کے عربی افتتاحیہ میں فرماتے ہیں :-

فالا فرنجیہ ! الا فرنجیہ الزموھا تکونوا من الفائزین والقومیۃ ! القومیۃ ! اعلموھا ان کنتم مومنین ..... فاولئک حزب الشیطن الا ان حزب الشیطن ھم الخاسرون (۵۸ ÷ ۱۶)

فرنگی ننوں کے خطیب شور مچاتے ہیں کہ فرنگیت ! فرنگیت ! اسے قبول کرلو۔ اگر تم کامیابی چاہتے ہو اور قومیت ! قومیت کا خوب ڈھنڈورا پیٹو اگر تم مومن ہو۔ اور مولانا فرماتے ہیں خبردار یہ سب شیطانی گروہ ہیں اور شیطانی گروہ ہی ناکام و نامراد ہونے والا ہے۔

ہم ابوالکلام و مدنی (مرحومین) کے متعلق اور تحریک پاکستان کے بارے میں ان کی مخالفانہ سرگرمیوں اور متحدہ قومیت کی تائید و جواز میں ان کی قرانی تفسیرات و تشریحات سامنے لاچکے ہیں۔ آپ دیکھ چکے ہیں کہ ابوالکلام آزاد جو دور الہلال و البلاغ میں انہی نظریات و خیالات کے علمبردار تھے۔ جن کی مسلم لیگی قیادت اور تحریک پاکستان کے اوّلین قائدین لیکن دور متحدہ قومیت میں مولانا آزاد مرحوم یکسر اپنے پہلے اصولوں کی نفی و مخالفت میں اپنا زور قلم و زبان صرف کر رہے ہیں اب ہم نیشنلسٹ علماء کے عنوان کے تحت جہاں آزاد و مدنی مرحومین کا ذکر کریں گے وہاں ان کے دوسرے ساتھیوں کے اس گھناؤنے کردار جو انھوں نے ملی تحریک قیام پاکستان کے وقت ادا کیا ہے۔ کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ عرض کریں گے۔ مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کے دلائل

Marfat.com

برائین دیکھ کر یہ اندازہ آپ کو بھی ہو گیا ہو گا کہ کیوں علامہ اقبالؒ نے ان کے متعلق کہا تھا کہ

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمدؐ عربی است
بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

اور حضرت حکیم الامتؒ کے تتبع میں جناب اسدؔ ملتانی نے ۲۵ر جولائی ۱۹۳۸ء کو نوائے وقت میں یوں لکھا:-

مولوی مدنی

ہوا ہے مولویوں کو یہ کیا میرے مولا
لگا رہے ہیں جو وہ مالوی کو سینے سے
یہ مولوی مدنی سے کوئی ذرا پوچھے
مدن سے آپ کو نسبت ہے یا مدینے سے؟

نیشنلسٹ علماء

قومیں فکر سے محروم ہو کر تباہ ہو جاتی ہیں اور جب کسی قوم کے طبقہ علماء میں سے ایک مؤثر تعداد غیر کی آلہ کار بن کر اپنوں کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائے۔

مرا درد لسیت انار در دل اگر گویم زبان سوزد
اگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

اب ہم ایک مقالہ جون ۱۹۴۰ء میں ایک دردمند مسلمان نے لکھا۔

Marfat.com

اُس کی اہمیت و افادیت اور تاریخی حیثیت کے پیش نظر اس موضوع کو ابتدا میں حضورِ ملّت پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ جوانانِ ملّت خصوصی طور پر اندازہ کر سکیں کہ کن پُرخطر حالات اور کس آزمائشی دور میں حضرت قائداعظمؒ نے ملّت کی قیادت سنبھالی اور کشتیٔ ملّت کو ساحلِ مُراد تک لے گیے۔

ملاحظہ فرمائیے:۔

"ہندوستانی مسلمان جس نازک دور سے گذر رہا ہے گذشتہ آٹھ سو سال کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ایک طرف برطانوی امپیریلزم کی قہرماں قوت ہے جو رچرڈ شیر دل کی صلیبی روایات میں پروان چڑھی، اور دوسری طرف برادرانِ وطن کا وہ جذبہ "وطن پرستی" ہے جس کی لہر لہر اور موج موج سے ہزاروں محشر اور صدہا قیامتیں جھانک رہی ہیں۔ انگریز اپنے تاریخی تجربات کی بنا پر جانتا ہے کہ قلب و جگر صلیب کو اگر خوف ہے تو خنجر ہلال کی نوک سے۔ اگر ہندی غلاموں میں کوئی قوم اس کی شوکت و سطوت کی حریف ہو سکتی ہے تو وہ جس کی سلطنت کے گل شدہ چراغ سے ہنوز دھوآں اٹھ رہا ہے۔ دوسری طرف ہندو یہ سمجھ رہا ہے کہ جب تک مسلمان مسلمان کی حیثیت سے باقی ہے۔ پراچین تہذیب اپنی دیرینہ روایات کے ساتھ زندہ نہیں کی جا سکتی جب تک اولادِ ابراہیم موجود ہے "صنمکدہ وطنیت" آباد نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ دونوں گروہ اپنے اپنے مقاصد کے پیش نظر اپنی پوری قوتیں صرف کر رہے ہیں کہ ان کی منزل کو جانے والے راہ کا یہ سنگ گراں ایک طرف لڑھکا دیا جائے۔ یہ دور پرستارانِ ربِّ کعبہ کے لیے بیحد نازک، بے حد دشوار گزار ہے۔ ابتدا سے لے کر آج تک مسلمانوں پر ایسے ایسے ہزاروں آشوب آئے ؎

Marfat.com

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

اس جہت سے یہ مصیبت کوئی نئی مصیبت نہیں لیکن اس المناک حقیقت کا اعادہ کتنی بار کیا جائے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آشنا کرد

شروع سے لے کر آخر تک دیکھ جائیے آپ کو اپنوں کے خلاف اپنے ہی صف آرا نظر آئیں گے مسلمانوں کے خنجر مسلمانوں ہی کی گردن میں پیوست دکھائی دیں گے۔ محمدؐ کے نام لیواؤں کے تیر محمدؐ کے غلاموں کے سینے میں ترازو ہوں گے۔ اس سے بھی زیادہ دردناک اور جگر دوز حقیقت جو اپنے آپ کو تاریخ کے ساتھ دہراتی چلی آئی ہے۔ یہ ہے کہ بدبختی سے ان کا شانہ مصطفویؐ کو پھونک دینے والے کے چراغوں میں اس طبقے کا دامن سب سے زیادہ تاریک اور داغدار ہے۔ جس کو ہم اور آپ "علماء" کے مقدس لقب سے یاد کرتے ہیں ؎

آسمان سے آئے کیوں بجلی جلانے کے لیے
خود چراغ خانہ ہی غارت گر کاشانہ ہے

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے مقدس دور کو چھوڑ کر کہ وہ نورِ نبوت سے براہِ راست فیض یاب تھے اور ان کو نگہ محمدؐ (فداہ ابی و امی) نے تربیت دیا تھا باقی تمام زمانوں اور ملکوں میں جو فتنہ اٹھا۔ جو مصیبت آئی۔ جو بجلی تڑپی۔ جو صاعقہ گرا اس میں اس "ملکوتی گروہ (علماء سوء) کا ہاتھ ضرور کارفرما رہا ہے ایسا کیوں ہوتا رہا اس کی تفصیلات میں جانے کا یہ موقعہ نہ اس کی ضرورت۔ بہرحال یہ اپنی جگہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کو ارادت و خوش اعتقادی

Marfat.com

کا بڑے سے بڑا جذبہ بھی نہیں جھٹلا سکتا۔

رفع التباس:۔ رفع التباس کے لیے سر تحریر یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں علماء سو کے پہلو بہ پہلو نفوس قدسیہ کا ایک ایسا گروہ اُمت میں موجود رہا ہے۔ جس کے دم قدم سے روایاتِ دین برحق زندہ رہی ہیں۔ اولیائے کرام، صلحائے عظام کی ایک ایسی جماعت رہی ہے۔ جن کے طفیل باطل پرستی۔ کتمان حق۔ انصاف کشی اور ستم پروری کی تیرہ و تار فضا میں شمع حق تابندہ رہی ہے۔ یہ وہ پاک رُوحیں تھیں جن کے فیوض روحانی علم و عمل اور ایثار و قربانی نے ملت کے قالب مُردہ میں رُوح حیات پھونکی۔ جن کے ولولہ و جوش نے امت مرحوم کی منجمد رگوں میں زندگی کا گرم خون دوڑایا۔ جن کا ہر قدم اتباع رسولؐ میں اُٹھا۔ جن کا مرنا جینا۔ اُٹھنا۔ بیٹھنا۔ چلنا۔ پھرنا غرضیکہ ہر نفس زندگی صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین کے تابع رہا۔

یہ دور پُرفتن بھی ان اللہ والوں کے وجود سے خالی نہیں۔۔ یہ مسلمانوں کی دائر گوں بختی ہے کہ اکثر و بیشتر مسلمانوں کی لیڈری اُن ننگِ مذہب و ملت افراد کے ہاتھ میں ہے جن کو اس پاک گروہ سے دُور کا بھی واسطہ نہیں اور ان بدنام کنندگانِ نکو نام چند کے شور و شر میں مردان حق اندیش و حق آگاہ کی آوازیں گم ہوتی جا رہی ہیں!!

مقالہ نگار کا مقصد ان علمائے سُو کے شر سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا ہے جو اسلام کی نورانی چادر پر بدنما داغ ہیں۔ جن کی سیرت و کردار کو اسوۂ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبت نہیں جن کو پیام محمدؐ کا کوئی پاس نہیں۔ جنھوں نے روایات دین حنیف

Marfat.com

کی بھی لاج نہیں رکھی جن کے بے نور سینوں میں اسلام کو پرشکوہ و پُر جلال دیکھنے کی کوئی آرزو، کوئی اُمنگ نہیں۔ جن کے قبلہ کا رُخ مرغ باد نما کی طرح حسب حالات لندن اور واردھا کی طرف پھرتا رہتا ہے

اس شکم پرست اور باطل نواز گروہ نے جامۂ مکر و ریا۔ قبائے زہد و تقدس اور عبائے امامت و نیابت اوڑھ کر مسلمانوں کی متاع ارادت و عقیدت پر ڈاکہ ڈالا۔ جب بھولے بھالے مسلمان ان کے ہمرنگ زمین دام میں گرفتار ہو چکے تو اس نے طاغوتی قوتوں کا اشارہ پاکر پوری کی پوری اُمت کو اس روش پر ڈال دیا جو ان کے دینی و دنیوی خسران کا موجب بن گئی۔ پہلے مسلمانوں کو آفتابان سفید فام کی دہلیز پر سربسجود کیا گیا اور پھر خاکپا دستوں کو صنم وطن کی بندگی کے وعظ پلانا شروع کر دئے۔ وہی گروہ جس پر تعمیر ملت و تنظیم اُمت کا فرض گراں بار عائد ہوتا تھا جس کی رشد و ہدایت کے نور میں بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم جانا تھا جس کی جدوجہد کا روان ملت کے شکستہ حوصلوں کا آخری سہارا اور سرمایہ تھی مسلمانوں کی عزت، ان کے وقار۔ ان کی فوز و فلاح کا بدترین دشمن ثابت ہوا۔

خضر جانا تھا جنھیں ہم نے وہ ڈاکو نکلے
جن کو سمجھے تھے مسیحا وہ ہلاکو نکلے

(۲)

ملت اسلامیہ ہندیہ کی نشاۃ ثانیہ اور علمائے سو

جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے۔ ہندوستان میں مسلمان کی حالت اس مریض کی سی ہے۔ جو موت و حیات کی کشمکش میں گرفتار ہو اس کی صفوں میں انتشار، حوصلوں میں پستی۔ ولولوں میں سردی

Marfat.com

ارادوں میں مایوسی اور مُردنی کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔ عین اس نزع کی حالت میں ایک داڑھی منڈا مسلمان جو نہ "امام الہند" ہے اور نہ "امیر شریعت" نہ "شیخ الحدیث" نہ "ابو حنیفہ ثانی" درد مند دل کے ساتھ اٹھتا ہے اور تسبیح ملت کے بکھرے ہوئے دانوں کو ایک ہی رشتے میں پرونے کی کوشش کرتا ہے۔ عبا نہیں۔ قبا نہیں۔ کوئی ٹھاٹھ نہیں۔ کوئی طمطراق نہیں اگر کچھ ہے تو سینے میں ایک بے قرار دل اور اس بے قرار دل میں ملت کا درد۔ مسلمان علمائے سُو کی شکم پرستیوں۔ باطل نوازیوں اور ہوسناکیوں کا ستایا ہوا۔ مسلمان قیادت کے ان بھوکوں اور جھوٹے غمخواروں کے ہاتھ سے زمامِ قیادت چھین کر اس سیدھے سادے مسلمان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور یقین و ثبات کے ساتھ اپنی صف بندی کرتا ہوا منزل مقصود کی طرف چل کھڑا ہوتا ہے۔ ایک طرف سورا جی فوج کا ملحد جرنیل بکمال غرور و تکبر نعرہ لگاتا ہے کہ ہندوستان میں صرف دو ہی قومیں ہیں انگریز اور ہندو مسلمان کو ہندوستان میں اپنی انفرادی اور ملی ہستی کے بقاء و تحفظ کے لیے تنظیم اور صف بندی کا کوئی حق نہیں دوسری طرف ہمارے "وطن پرست" علمائے کرام کا مقدس گروہ اپنے آپ کو لیڈری سے محروم ہوتا ہوا دیکھ کر تلملا اٹھتا ہے۔ کھوئے ہوئے وقار کی بازیافت کے لیے پیچ و تاب کھاتا ہے۔ اپنی بے نور دکانوں کو چمکانے کے لیے اغیار کے "سفر خرچ" پر ہندوستان کے قریہ قریہ میں مارا مارا پھرتا ہے۔ ترنگا جھنڈا ہاتھ میں لے کر پرچم ہلالی کو زمین پر دے مارتا ہے اور ہم صفیرانِ وطن کی سُر میں سُر ملا کر ملت کے بے لوث خادموں اور قوم کی عزیز ترین ہستیوں کو انگریز پرست۔ ٹوڈی، سامراجی نہ جانے کن کن ننگِ اخلاق ناموں سے یاد کرتا ہے۔ جن حقائق پر پہلے ایمان تھا۔ جن کے لیے پھرتے تھے۔ شیخ کاندھے پر ممبر لیے ہوئے یا ساطیر

Marfat.com

الاولین ہو جاتے ہیں (معاذ اللہ) جس تعصب العین کی طرف پہلے خدا اور رسول کا نام لے کر آیات و احادیث پڑھ پڑھ کر بلایا جاتا رہا ہے اب ٹھیک اسی کی تغلیط اور تردید میں اپنے پھیپھڑوں کی پوری قوت طلاقتِ لسانی کے سارے کمالات، ساری چرب زبانی۔ ساری سحر بیانی اور ساری "بوالکلامی" صرف کر دی جاتی ہے۔ پہلے اپنے مرکز قومی سے جڑ کر رہنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ اس مرکز سے کٹنے اور پھٹنے والوں کو ابلیس و ملعون قرار دیا جاتا تھا۔ حیاتِ اجتماعی کا درس دیا جاتا تھا۔ لیکن جب مسلمان صدیوں کی گہری نیند سے آنکھیں مل کر اٹھا اور اس نے چاروں طرف کے حالات پر نظر ڈال کر ایک مرکز پر جمع ہونے کی کوشش کی تو اسی مرکز کو تباہ برباد کرنے کے لیے یہ "نیک ٹولی" ہر حربہ آزما ڈالتی ہے ؎

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق (اقبالؒ)

اسی پر بس نہیں ہوتی بلکہ نئے آقاؤں کی خوشنودی مزاج کے لیے قرآن کے واضح اور بیّن احکامات کی نظر فریب اور رہزن دین ایمان تاویلیں کی جاتی ہیں۔

اس گمراہی، اس گمرہی۔ اس ضلالت و غوایت کا سبب؟ قبلہ ٹیڑھا ہو جانے کی وجہ؟ جواب ملتا ہے کہ ہم "علمائے دین" ہیں! ہم جس طرح چاہیں دین کے ساتھ کھیل سکتے ہیں! قیادت ہمارا حق ہے قوم کی سیاسی نماز ہماری ہی اقتداء میں ہو سکتی ہے۔ جدھر ہمارا منہ اسی طرف قوم کا بھی ہونا چاہیئے! پہلے قوت و اقتدار انگریز کے قبضہ و قدرت میں تھے، ہماری نماز لندن کی طرف منہ کر کے ہوتی تھی! اب زمانہ کی کروٹ نے یہی قوت ٹام سے چھین کر رام کو دے دی ہے۔ اب

Marfat.com

ہمارا قبلۂ عقیدت و انقیاد وارد ھا ہے!!

بیچارہ سادہ دل مسلمان! خوش عقیدہ اور نیاز مند مسلمان انقلاب ذہنیت اور زاویۂ نگاہ کی تبدیلی کا یہ کرشمہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ از رہ حیرت و استعجاب پوچھتا ہے کہ اے قبلۂ دین۔ اے کعبۂ ایمان۔ اے پیر و مرشد گروہ یہ ماجرا کیا ہے؟

اب تو ہی بتا ترا مسلمان کدھر جائے؟

غرور و تمکنت کی پوری شان کے ساتھ جواب ملتا ہے تیری بھلائی اسی میں ہے۔ کہ چپ چاپ آنکھیں بند کیے اپنے دامن کو ہمارے دامن سے باندھے چلا آ!!!

آگے چل کر

اس ہولناک طوفان میں جو وطن اور وطن پرستی کے نام پر اٹھایا جا رہا ہے۔ ملت کی طوفان زدہ اور شکستہ ناؤ کی ملاحی کا فرض سب سے پہلے علمائے کرام پر عائد ہوتا ہے واأسفا کہ یہی گروہ دیدہ دانستہ اس ہمرنگ زمین دام کے حلقے کس رہا ہے۔ جو ہندو نیشنلزم کے دیوتاؤں نے حرم کے طائر لاہوتی کے لیے تیار کیا ہے۔ آج ضرورت ہے کہ کوئی نیا ابوالکلام آزاد ملت میں پیدا ہو اور علماء وقت کے کانوں تک یہی پیغام پہنچائے جو انھوں نے جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس لاہور ۱۹۴۲ء میں بالفاظ ذیل دیا تھا:۔

"حضرات علمائے کرام و ارکان جمعیۃ! اس وقت ایک بڑی آزمائش ہمارے طریق عمل کے لیے درپیش ہے۔ ہم نے مدتوں کی غفلت کے بعد قومی و اجتماعی اعمال کی کشمکش میں قدم رکھا ہے اس لیے سب سے پہلے ہماری نظر آجکل کے مجلسی اور اجتماعی کاموں کے طرق و اسلوب پر پڑتی ہے اور تقلید و محاکات کا جذبہ ہمیں بے اختیار ان کی جانب کھینچنے لگتا ہے لیکن

Marfat.com

میں آپ کو یاد دلاؤں گا کہ آپ کی راہ ان راہوں سے بالکل الگ ہے اور کتاب اللہ کی ہدایت اور حکمت نبوت کی سنت نے آپ کو دنیا اور دنیا والوں کے تمام گھڑے ہوئے طریقوں اور قاعدوں سے مستغنی کر دیا ہے۔

آپ اس لیے نہیں آئے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے طریقوں کی تقلید کریں بلکہ آپ کو علم و عمل شریعت اس لیے دیا گیا ہے تاکہ دنیا کی آنکھیں آپ کی طرف امید و طلب سے اٹھیں اور آپ کی ہدایت ان کے لیے اتباع و تقلید کا پیام ہو۔

آپ کے پاس اللہ کی کتاب ہے اور اس کے رسول صلعم کی سنت ہے اور ان دو چیزوں سے بڑھ کر اور کونسا مبدء علم اور سرچشمہ حکمت ہو سکتا ہے جو انسانی اعمال کے تمام اصول و فروغ کے لیے دنیا میں وجود رکھتا ہو۔ دنیا میں علم و یقین صرف وحی الٰہی اور علوم و اعمال نبوت یہی ہے اس کے سوا علم و یقین اس اسمائے دنیا کے نیچے موجود نہیں۔"

اس بصیرت افروز اقتباس کو پڑھ کر اور مولانا کی موجودہ روش کو دیکھ کر خدا نخواستہ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابوالکلام مر چکا ہے جو مسلمانوں کو سرچشمہ نبوت سے سیراب ہونے کی تلقین کرتا تھا۔ یہ حقائق وہ حقائق نہیں کہ مولانا یا ان کے واجب الاحترام ہم نشینوں کی نگاہ پر عریاں نہ ہوں اگر نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ انہی حقائق کا تعشک اور اس کی آگہی کا پندار ہے جو ان بزرگوں کو اپنی بلندیوں سے نیچے اتر کر اپنی روش اور عمل پر نگاہ نہیں ڈالنے دیتا ورنہ یہ کیونکر ہو سکتا کہ وہ ان حقیقتوں کو جانتے اور اپنی بھٹکی ہوئی سیرت کو دیکھنے کے باوجود راہ راست پر نہ آئیں۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے، اس کی وجہ سن لیجئے:۔

"حیات دنیوی کی محبت محبت الٰہی پر غالب آگئی متاع دنیا کی دلفریبیوں

Marfat.com

پر روح مفتوں اور دل نشار ہو گیا اور دنیا پرستی کی لعنت نے عزم و راستی کی روح کو مردہ کر دیا۔" (تذکرہ مصنفہ آزاد مرحوم صفحہ ۵۹ و ۶۰)

اور پھر قیامت بالائے قیامت یہ کہ اس لشکر بلا انگیز کا مقدمۃ الجیش مشتمل ہے ان حضرات پر جو بڑے بڑے جبوں اور عباؤں سے آراستہ طویل اور عریض قباؤں اور عباؤں سے مزین پشت پر کتابوں کا طومار اٹھائے، بغلوں میں (قرآن نہیں بلکہ) قرآن کے جزواں دبائے حمائت دین اور حفاظت اسلام کے نعرے لگاتے اس "ملحد بے دین" کے تعاقب میں بڑھے جا رہے ہیں۔ جس کا بڑا جرم یہ ہے کہ وہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آزاد اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ یہی ہیں وہ قالب کہ جنھیں جعفر اور صادق کی روحیں تلاش کر کے اپنا نشیمن بنا لیتی ہیں۔ یہی ہے وہ طائفہ کہ جس نے اپنے زہد و تقدس اور علم و فضل کی نظر فریب قباؤں میں وہ خنجر و سناں چھپا رکھے ہیں کہ ملت اسلامیہ کا پر نور سینہ جن سے ہمیشہ چھلنی ہوتا رہا ہے۔ یہی ہے وہ گروہ جس کی یہ حالت ہے کہ

گاہ او را با کلیسا ساز باز
گاہ پیش دیریاں اندر نیاز

دین و آئین او سوداگری است
عنتری اندر لباس حیدری است

تا جہان رنگ و بو گردد دگر
رسم او آئین او گردد دگر

پیش ازیں چیزے دگر مسجود او
در زمان ما وطن معبود او

ظاہر او از غم دین دردمند
باطنش چو دیریاں زنار بند

جعفر انذر ہر بدن ملت کش است
ایں مسلمانے کہن ملت کش است

از نفاقش وحدت قومے دو نیم
ملتِ او از وجود او لئیم

ملتے را ہر کجا غارت گرے است
اصل او از صادقے یا جعفرے است

الاماں از روح جعفر الاماں
الاماں از جعفراں ایں زماں

(اقبالؒ)

Marfat.com

ہمیں اس تلخ نوائی سے معاف رکھیئے کہ جب قرآن کو ڈھال بنا کر مسلمان کے سینہ میں خنجر گھونپا جاتا ہے۔ تو منہ سے بے اختیار چیخ نکل جانا کوئی جرم نہیں آہ! ہم اپنا سینہ کسے دکھائیں اور کس سے ان رستے ہوئے ناسوروں کا مرہم طلب کریں جو خود چارہ ساز کے نشتر کے رہین منت ہیں۔ بھڑک اٹھنے والی آگ کو تو ہر آنکھ دیکھ سکتی ہے لیکن اس آتش خاموش کو کوئی کیسے دکھائے جو اندر ہی اندر مغز استخوان تک کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دے لیکن اس کا دھواں تک بھی سطح سے ابھرنے نہ پائے۔

یقین مانیے نہ ہمیں اشخاص سے کچھ تعلق ہے۔ نہ جماعتوں سے کچھ واسطہ ہماری موافقت ہے تو اور مخالفت ہے تو سب ایک اصول کے ماتحت ہے اور وہ اصول جیسا کہ ظاہر ہے صرف ایک ہے۔ موافقت اس کی جو حق پر ہو اور مخالفت اس کی جو اس راہ کو چھوڑ کر باطل کے پیچھے لگ جائے۔ اگر عوام اس باطل کے راستے پر لگ جائیں تو زیادہ خدشہ نہیں ہوتا کہ ایک تو عوام کا فعل ان کی ذات تک محدود رہتا ہے اور دوسرے انھیں ہر وقت راہ راست کی طرف بلایا جا سکتا ہے لیکن جب کشتی کے ناخدا ہی اسے بھنور کی طرف دھکیل لے جائیں جب انجن کا ڈرائیور ہی اسے پٹڑی پر سے اتار دے تو پھر ہلاکت سے بچنے کی کونسی شکل باقی رہ جاتی ہے۔ اس لیے ایسے وقت میں خطرہ سے آگاہی کے ناقوس کا زیادہ بلند آہنگ اور روکنے والے ہاتھ کی گرفت کا زیادہ شدید ہو جانا بالکل فطری ہے

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ط

اور یقیناً اس میں عبرت ہے اس کے لیے جو (سینہ میں) دل رکھتا ہے

Marfat.com

اور اُسے کان دے کر سنے اور اس پر گواہ رہے۔"

یہ ایک نظم جو جناب انور کرمانی صاحب نے ۳ر جولائی ۱۹۴۶ء کو "نوائے وقت" میں شائع کرائی جس کا عنوان "ابوالکلام آزاد" ہے۔ نقل کر رہے ہیں۔ جب ہمیں پتہ چلا کہ شاہ صاحب ہجرت کے بعد گجرات شہر میں رہائش پذیر ہیں تو گجرات پہنچ کر اُن سے بالمشافہ گفتگو کرنے اور تحریک پاکستان کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے ان کی کوٹھی پر حاضری دی تو معلوم ہوا کہ جناب مچھلی کے شکار کا شوق رکھتے ہیں اور وہ شکار کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ ایک دن تو انتظار کیا پروگرام کے مطابق زیادہ ٹھہرنا ممکن نہ تھا اس لیے ملاقات تو نہ ہو سکی لیکن روزنامہ نوائے وقت کی ورق گردانی سے اس موضوع پر ان کی نظم پسند آئی ہے اس لیے درج ذیل ہے:۔

ابوالکلام آزاد

اے کہ تجھ کو اپنی ملّت سے گلہ
کھا گیا تجھ کو قیادت کا حسد
تو نے کی جس کی اشاعت پے بہ پے
کیا یہی وہ غلبۂ اسلام ہے
علم و فکر و آرزو و جستجو
مستعار و رہن افسون عدو
بندگیٔ غیر کا گردن میں طوق
کم سواد و کم نگاہ و کور ذوق!
اے اسیر حکمت عصر جدید
حق سے نومیدی، برہمن سے امید
تیرے ہنگاموں سے ملت سرنگوں
سومناتی ہے تیرا ذوق جنوں!
راس کعبے کی ہوا تجھ کو نہیں
آنکھ محروم نظر، دل بے یقین
یہ جہاں یہ مال و دولت، ہیچ ہے
یہ قیادت۔ یہ سیادت ہیچ ہے
کفر کے طوفان میں دیوار حرم
اور ہے خاموش غدّار حرم
از شگرفیہائے این قرآن فروش
دیدہ ام روح الامین را در خروش"

نوائے وقت ۳ر جولائی ۱۹۴۶ء۔

اقبال بہ تغیر لفظی انور کرمانی لدھیانہ

Marfat.com

متحدہ قومیت اور مولانا حسین احمد صاحب

رازی[1]

ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ

اب چونکہ ہم "نیشنلسٹ علماء" کے متعلق اپنے قارئین کو مواد فراہم کر رہے ہیں۔ ان کے ابولا آباؤں میں جن کے نام سرفرست ہیں وہ ابوالکلام اور مدنی (مرحومین) ہیں ہم یہ پوری پوری کوشش کر رہے ہیں کہ تحریک قیام پاکستان کے زمانہ میں جو لٹریچر تحریک پاکستان کی موافقت اور مخالفت میں شائع ہوا ہے ہمیں جس قدر میسر آسکا ہے اسے جمع کر دیں تاکہ جب مورخ صحیح معنوں میں پاکستان کی تاریخ مرتب کرے اسے اس کی ترتیب و تدوین میں آسانی ہو نیز یہ بھی واضح و آشکار ہو سکے کہ اسلام کے نام پر کن کن حضرات نے حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کی ہم قدمی و رفاقت کا شرف حاصل کیا اور قائداعظمؒ کی ہمنوائی میں تحریک پاکستان کے نظریات و عقائد کو آگے بڑھایا اور کن کن لوگوں نے اسلام ہی کا مقدس و رنگین نقاب اور قرآن و حدیث کا دلکش و دلفریب جامہ اوڑھ کر مسلمانوں کی اس ملی تحریک کی پوری پوری مخالفت کی۔ اس خیال سے بھی کہ یہ تاریخی سرمایہ آئندہ آنے والی نسلوں کا ورثہ ہے ہماری جہد و کاوش سے ان کے لیے محفوظ ہو جائے ہمیں جہاں جہاں سے اور جتنا جتنا مواد مل سکا ہے اسے موضوع کی موزونیت کے لحاظ سے فرزندان ملت کی نذر کر رہے ہیں۔

متحدہ قومیت اور مولانا حسین احمد مدنی

"ہندوستان کی سیاست حاضرہ میں جہاں تک مسلمانوں کا تعلق

---

[1] رازی صاحب کا مقالہ ملاحظہ فرمائیے عنوان سطور بالا میں دیا جا چکا ہے (مؤلف)

Marfat.com

ہے سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ نظریۂ قومیت ہے۔ یہی وہ منحوس دوراہہ ہے جہاں پہنچ کر ملّت اسلامیہ کے افراد ایک دوسرے کو ھٰذا فراقُ بینی وبینکم کہہ کر الگ الگ جماعتوں میں تقسیم ہو رہے ہیں اور پھر یوں ایک دوسرے سے منہ موڑتے ہیں کہ گویا ان میں کبھی کوئی چیز وجہِ جامعیت تھی ہی نہیں۔ یہی وہ بدبخت چٹان ہے جس سے ٹکرا کر امّتِ مسلمہ کی کشتی پاش پاش ہو چکی ہے۔ اور اس کے منتشر تختے مختلف موجوں کے ساتھ اس بے کسی کے عالم میں بہے جا رہے ہیں جیسے گنگا میں لاشیں تیر رہی ہوں۔ قوم کی اجتماعیت فنا ہو چکی ہے ان کی متحدہ قوتیں باہمی تخریب و استہلاک میں صرف ہو رہی ہیں مسلمان کا گلا مسلمان کے ہاتھوں کٹ رہا ہے اور دوسری طرف وہ قوم ہے جس نے اپنے اُستادانِ سیاست سے سیکھا ہے کہ کسی قوم کو تباہ و برباد کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ان میں باہمی تفریق پیدا کر دو۔ نہایت اطمینان سے مسلمانوں کی طرف سے بالکل بے فکر ہو کر اپنی آنے والی حکومت کی تیاریوں میں مصروف ہے۔

سالِ گذشتہ کے آغاز میں اس نظریہ سے متعلق ایک نہایت اہم بحث کا سلسلہ چھیڑا تھا۔ مولانا حسین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں فرمایا کہ "اس زمانہ میں قومیتیں اوطان سے بنتی ہیں۔ مذہب سے نہیں بنتیں"۔ چونکہ یہ نظریہ اسلام کے شجرِ طیبہ کی جڑوں پر تبر چلانے کے مرادف تھا اس لیے ملّت اسلامیہ کے قلبِ حساس میں اس سے ایک ٹیس پیدا ہوئی اور آہ آتشین کی شکل میں ان الفاظ میں لب تک آ پہنچی کہ

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ — زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسرِ منبر کہ ملّت از وطن است — چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی است

Marfat.com

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است (اقبالؒ)

ملّت کا نصیبہ یاوری کرتا تو مولانا صاحب حضرت علامہؒ کے انہی ارشادات سے متنبہ ہوجاتے اور اللہ تعالےٰ ان کو جرأت عطا کر دیتا تو وہ اپنی غلطی کا اعتراف بھی فرما لیتے کہ کون سا انسان ہے جسے معصوم عن الخطاء ہونے کا دعویٰ ہو سکتا ہے لیکن ہماری شومیدہ بختی کہ ایسا نہ ہوا اور مولانا صاحب نے اعتراف حقیقت کے بجائے "عذر گناہ" کا مسلک اختیار فرما لیا اور اپنے نظریہ کی تائید میں ایک مبسوط بیان شائع کر دیا جس میں سب سے پہلے یہ فرمایا کہ میں نے اپنی تقریر میں قوم کا لفظ استعمال کیا تھا اور حضرت علامہؒ نے اپنے شعر میں اسے لفظ ملّت سے تعبیر کیا ہے جو عربی میں قوم کے لیے نہیں بلکہ دین اور شریعت کے لیے مستعمل ہے اس لیے حضرت علامہ کا الزام غلط ہے اور اس کے بعد اپنے نظریہ کی توضیح ان الفاظ میں فرمائی۔

(۱) موجودہ زمانے میں قومیتیں اوطان سے بنتی ہیں نہ کہ نسل و مذہب سے (۲) قوم کا اطلاق ایسی جماعت پر کیا جاتا ہے جس میں کوئی وجہ جامعیت ہو خواہ وہ مذہب ہو یا وطنیت یا نسل یا پیشہ یا رنگت یا کوئی اور صفت معنوی ہو یا مادی وغیرہ۔

۳۔ یہ دعوےٰ کہ اسلام کی تعلیم، قومیت کی بنیاد جغرافیائی حدود یا نسلی وحدت یا رنگ کی یکسانی کے بجائے شرف انسانی اور آخوتِ بشری پر رکھی ہے مجھے معلوم نہیں کہ کون سی نص قطعی یا ظنی سے ثابت ہے۔"

(مدینہ اخبار ۱۲ فروری ۱۹۳۸ء)

جن خوش بخت حضرات کو علامہؒ کے قرب کی سعادت نصیب تھی ان کا بیان ہے کہ انھوں نے (حضرت علامہؒ نے) جب اس بیان کو پڑھا

Marfat.com

تو وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے تھے اور کہتے تھے کہ یا الٰہ العالمین!
اس ہندوستان میں تیرے اس پیغام ازلی کا کیا انجام ہونے والا ہے!
جہاں کے مفتیان دین متین اور حامیان شرع مبین کی یہ کیفیت ہے
کہ وہ اس نظریہ کو اسلامی نظریہ قرار دے رہے ہیں جس باطل نظریہ
کو مٹانے کے لیے اسلام آیا تھا اور جب تک اسے عملاً فنا نہیں کر دیا گیا
دین تکمیل اور اتمام نعمت کا اعلان نہیں ہوا۔ حضرت علامہؒ پر ان دنوں
مرض الموت کے سخت دورے پڑ رہے تھے لیکن مسئلہ کی اہمیت اتنی
تھی کہ انھوں نے جان تک کی پروا نہیں کی اور اس کے متعلق ایک
نہایت بسیط اور جامع بیان اخبارات میں شائع فرما دیا اور یوں
اس مسلسل جہاد کی تکمیل فرما دی جس کے اندر ان کی تمام زندگی
صرف ہوئی تھی وہ جواب اس قدر مسکت اور مستحکم تھا کہ مولانا
صاحب کو کہنا پڑا کہ "میرا مقصد دہلی کے بیان میں اخبار تھا انشاء تھا"
"متحدہ قومیت اور اسلام" یعنی یہ کہ میں نے صرف یہ بتایا تھا کہ آج کل
یورپ کا نظریہ یہ ہے کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔ مسلمانوں کو یہ
مشورہ نہیں دیا تھا کہ تم بھی اپنی قومیت کی بنا جغرافیائی حدود
قرار دے لو۔ اس کے بعد حضرت علامہؒ انتقال فرما گئے اور یوں اس
بحث کا دروازہ بند ہو گیا لیکن ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب
ہم نے دیکھا کہ حضرت علامہؒ کی وفات کے قریب چھ ماہ بعد مولانا
صاحب نے مرحوم کے آخری بیان کی تردید میں ایک پمفلٹ بعنوان
"متحدہ قومیت اور اسلام" شائع کرا دیا جو اس وقت ہمارے زیر نظر
ہے اس میں شبہ نہیں کہ نفس موضوع کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ
مولانا صاحب اس سے متعلق پمفلٹ نہیں بلکہ ایک ضخیم کتاب شائع
فرما دیتے لیکن ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ جس انداز سے یہ پمفلٹ

Marfat.com

لکھا گیا ہے وہ کچھ پسندیدہ نہیں۔ اس میں اتہام حقیقت سے زیادہ زور حضرت علامہؒ کی تردید میں صرف کیا گیا ہے اور وہ بھی اس اسلوب سے کہ غم و غصہ کے انتقامی جذبات ایک ایک صفحہ سے اُبلتے نظر آرہے ہیں جو اس بات کے غماز ہیں۔ کہ اس تحریر کا محرک کونسا جذبہ تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایسے وقت میں جبکہ اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ فریق ثانی موجود ہی نہیں ہے جو کسی کے جی میں آئے کہہ ڈالے اس سے کہنے والے کا کلیجہ تو ٹھنڈا ہو جاتا ہے لیکن یہ طرز عمل کس چیز کا آئینہ دار ہوتا ہے ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں۔

حضرت علامہؒ زندہ ہوتے تو ملت اسلامیہ کے سامنے اس پمفلٹ کے جواب کے بہانہ سے قرآن کریم کے حقائق و معارف کا ایک اور باب کھل جاتا اب اُن کی جگہ لینے والا کون ہے لیکن مولانا صاحب کو مطمئن رہنا چاہیئے کہ

اگرچہ میکدہ سے اُٹھ کے چل دیا ساقی
وُہ مے۔ وہ خُم وہ صراحی وہ جام باقی ہے

اور خُم کدۂ اقبال میں ایسے ایسے رندان قدح خوار موجود ہیں جو ساقی کی چشم مست کے صدقے شراب ہندی اور بادۂ حجازی میں ایک نگاہ میں تمیز کر کے بتا دیں۔ طلوعِ اسلام جسے پیام اقبالؒ کی نشر و اشاعت کا فخر حاصل ہے۔ اپنا فریضہ سمجھتا ہے۔ کہ قرآن کریم کی روشنی میں متحدہ قومیت کے نظریہ کا تجزیہ کر کے مسلمانوں کے سامنے پیش کر دے تاکہ وہ سعید رُوحیں جو تلاش حقیقت میں مضطرب و بے تاب رہتی ہیں کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ کر سامان تسکین حاصل کر لیں وَمَا توفیقی اِلاَّ باللّٰہ

طرزِ استدلال:۔ آپ نے عام طور پر دیکھا ہوگا کہ ہمارے قومیت

Marfat.com

پرست حضرات اپنے دعاوی کی تائید میں ایک عجیب حربہ سے کام لیتے ہیں۔ جب کبھی ایسا ہو کہ وہ چاروں طرف سے گھر جائیں کوئی راہِ مفر نظر نہ آئے۔ جواب بن نہ پڑے۔ دلائل عاجز آ جائیں تو اس وقت ان کے ترکش کا آخری تیر نکلتا ہے اور وہ فریق مقابل سے نہایت جرأت و بے باکی سے کہہ دیتے ہیں تم برطانیہ پرست ہو راج کے حامی ہو۔ انگریز کے پٹھو ہو۔ رجعت پسند ہو۔ ٹوڈی ہو۔ آزادی کے دشمن ہو اور اس کا اس زور سے ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں کہ اصل موضوع اس شور میں گم ہو کے رہ جاتا ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ ان اوچھے ہتھیاروں پر عام سطح کے لوگ ہی اتر سکتے ہوں گے لیکن ہمیں دیکھ کر بے حد تأسف ہوا کہ مولانا صاحب نے بھی اس باب میں اس حربہ سے کام لیا ہے چنانچہ جن اخبارات نے ان کے پہلے بیان کی مخالفت کی تھی ان کے متعلق ارشاد ہے :۔

"اگرچہ بہ حیثیت واقعہ بہت سے اشخاص سے غلط فہمی کا ازالہ ہو چکا ہے اور ان برطانیہ پرست اخباروں کی افترا پردازی اور جھوٹے پروپیگنڈے کا پردہ اٹھ گیا ہے۔" (متحدہ قومیت اور اسلام صفحہ ۷۰)

برطانیہ کے ازلی وفاداروں کو کب ایسی بات کا تحمل ہو سکتا تھا۔"

(ایضاً صفحہ ۸۰)

اپنے رسالہ کے متعلق یوں پیش بندی کرتے ہیں کہ

"اگرچہ بہت سے ان لوگوں سے جن کو برطانیہ سے گہرا تعلق ہے یا جن کے دماغ اور قلب برطانی مدبرین کے سحر سے ماؤف ہو چکے ہیں امید نہیں کہ وہ اس کو قبول کریں گے۔" (ایضاً صفحہ ۶)

جن حضرات کی نگاہیں نفسیاتِ انسانی پر ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی پیش بندیوں کی ضرورت کب اور کیوں لاحق ہوا کرتی ہے۔

Marfat.com

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

ظاہر ہے کہ نیشنلسٹ علماء کے اس اثر و نفوذ کو جو وہ کانگریسی اثرات اور گانرھوی نظریات کو مسلمانوں میں پھیلانے کے لیے مصروف و مشغول تھے اور ستم یہ کہ ان باطل خیالات کی تائید و حمایت میں اگر ایک مفسر قرآن بن کر تو دوسرا شیخ الحدیث کہلا کر اسلام کی عطا کردہ عزت و عظمت اور دین ہی کے تفویض کردہ وقار و احترام کو مفاد مسلم اور اسلام کی مستقل اقدار کے خلاف استعمال کر رہے تھے تو دوسری طرف وہ علمائے کرام اور بزرگان عظام بھی تھے جو مسلمانوں کی اس ملی تحریک (تحریک قیام پاکستان) کو صحیح و درست تسلیم کرتے ہوئے مسلم لیگی قیادت و سیادت کی تائید و حوصلہ افزائی فرما رہے تھے۔

ان روشن ضمیر۔ اسلام شناس اور درد مندان ملت میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ان کا ایک خط ملاحظہ فرمائیے۔ جو آپ نے ناظم دارالعلوم دیوبند و صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (ضلع سورت) کی حیثیت سے لکھا:۔

"بعد سلام و مسنون۔ آں کہ آپ نے شرکت کانگریس کے متعلق میرے خیالات دریافت کیے ہیں۔ اس مسئلے کے متعلق میں اپنے خیالات کا اعلان پہلے بھی کر چکا ہوں۔ اب پھر لکھتا ہوں کہ میں نہ کبھی کانگریس میں شامل ہوا اور نہ اب شامل ہوں بلکہ اس شمول پر میں نے کانگریسی علماء سے کئی دن تک بہت شد و مد سے بحث کی جس کا تذکرہ اخبارات میں آچکا ہے۔ قومیت متحدہ کا نظریہ جو کانگریس کے دستور اساسی کا بنیادی پتھر ہے اس معنی میں جو کانگریس کے ائمہ اس سے ارادہ کرتے ہیں۔ میرے نزدیک شرعی نقطہ نظر سے کبھی قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

میں کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں نہ سیاسیات میں کوئی خاص اشتغال رکھتا ہوں تاہم اپنی قوم کے سود و بہبود کو سوچنا اس کا ایک جزو ہونے کی حیثیت سے میرے لیے بھی ناگزیر ہے جو کچھ میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے لیے سب سے پہلے ایک خالص اسلامی وحدت و مرکزیت پر زور دینے کی ضرورت ہے اس کے بغیر کسی نام نہاد قومیت خصوصاً کے تیز دھارے میں گھاس کے تنکوں کی طرح اپنے کو ڈال دینا خودکشی کے مرادف ہے۔ مسلمان دوسری قوموں سے صلح کر سکتے ہیں۔ عہد و پیمان کر سکتے ہیں۔ بہت سے امور میں تعاون اور اشتراک عمل کر سکتے ہیں لیکن وہ اپنی مستقل ہستی کو دوسروں میں مدغم نہیں کر سکتے۔

میں اپنے لیے فرقہ پرست کا خطاب پسند کرتا ہوں مگر اپنی قوم کا غدار یا قوم فروش کہلانا کبھی قبول نہیں کر سکتا۔ شاعر حکیم اکبر الہ آبادی نے خوب کہا ہے ؎

کامیابی خارج از ملت سے ناکامی بھلی
لطف دشمن ہی سے شہرت ہو تو گمنامی بھلی
بے وفا سمجھیں تمہیں اہل حرم اس سے بچو
دیر والے کج ادا کہہ دیں یہ بدنامی بھلی
پختہ ہو کر اپنی شاخ و بن سے ہوتا ہے جدا
اے ثمر چشم محبت میں تری خامی بھلی

اسی کے ساتھ میرا عقیدہ ہے کہ ہماری ناکامی و نامرادی کا اصلی سبب شریعت کاملہ محمدیہ کے اصول و احکام سے اعراض و انحراف ہے اور اسی کے نتیجے میں اس تخریب و تفریق کا عذاب ہم پر مسلط ہے جس کی نسبت قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ

Marfat.com

فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

اسی لیے میرا سب سے بڑا مطمح نظر یہ ہے کہ جہاں تک استطاعت ہیں ہو مسلمانوں کو اتباع شریعت اور تمسک اسوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کیا جائے۔ نیز ان کی پارٹی بندیوں کو اگر بالکلیہ ختم نہ کیا جا سکے تو ان کو کم کرنے اور ایک دوسرے سے قریب لانے اور خلاف و شقاق کے مضار کو محدود کر دینے کی سعی جاری رہے

رہا دارالعلوم دیوبند کا معاملہ جیسا کہ پہلے بھی بار بار اعلان کیا جا چکا ہے وہ مسلمانان ہند کی ایک محبوب و مشترک متاع ہے سیاسی پارٹی بندیوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہی وہ مسلک ہے جو میرے زمانے میں مجلس عاملہ دارالعلوم نے بالاتفاق طے کیا ہے اور دارالعلوم کے تمام ملازمین و مدرسین کو سختی کے ساتھ اس کا پابند کیا۔ جو خبریں اس کے خلاف شائع کی جا رہی ہیں بعض بالکل بے اصل اور بعض سخت مبالغہ آمیز ہیں۔" راقم شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ

از ڈابھیل، ضلع سورت ۳ رجب ۱۳۵۸ھ

مکالمۃ الصدرین

یعنی

صدر جمعیۃ علماء اسلام اور صدر جمعیۃ علماء ہند و دیگر ارکان جمعیۃ علماء ہند کا وہ سیاسی مکالمہ جو مسائل حاضرہ کے متعلق باہم ہوا۔

جس نے

موجودہ مسائل کے اختلافی پہلو ایسے روشن کر دئے ہیں کہ کسی تاویل و حیلہ کی گنجائش نہیں رہی۔

Marfat.com

باہتمام احقر محمد زکی دیوبندی
دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع ہوا
قیمت ۴ر بغرض اشاعت وتقسیم خریدنے والوں کے لیے عہ۲ سینکڑہ

یہ وہ تاریخی مکالمہ ہے جس سے صاحب ایمان وبصیرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی روشن ضمیری اور تیز فہمی جسے مومن کی فراست کہا جاتا ہے کا پتہ چلتا ہے اور ساحرین برطانیہ کے سحر سے مسحور اور وارد ھا کے سامری کے عطا کردہ بادہ متحدہ قومیت ووطنیت کے نشہ میں مخمور دین وملت کی صورت بگاڑنے والے نیشنلسٹ علماء کی اسلام ناشناسی اور کج بینی کا صحیح صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ یہی وہ ناروہناک۔ غم انگیز اور ہوش ربا مرحلہ تھا کہ حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے ان کانگریسی مولویوں کی اسلام کی مستقل اقدار سے دوری وبے خبری کو بھانپ کر بصد درد واضطراب فرمایا تھا ؎

زمین کیا آسمان بھی تری کج بینی پہ ہوتا ہے
غضب ہے سطر قرآن کو چلیپا کر دیا تو نے

اس مکالمہ میں ایک مرد مومن کی شوخیٔ ادراک اور دینی فہم وفراست اور ملی درد کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ مکالمہ پڑھنے کے بعد تسلیم کریں گے کہ ایک مرد حق۔ ایک خود بین اور خدا بین عالم اور ان کے درمیان کیا فرق ہوتا ہے۔ جن کا دل ودماغ اور علم وزبان گرد غیر ہو۔

ملاحظہ فرمائیے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مکالمۃ الصدرین

گفت وشنید کی ابتدا کیسے ہوئی؟

غالباً یکم دسمبر ۱۹۴۵ء کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

Marfat.com

ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند دہلی اپنی کسی ضرورت سے دیوبند تشریف لائے تھے اس وقت وہ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کے دولتکدہ پر بھی بغرضِ عیادت و مزاج پرسی حاضر ہوئے۔

دوران مزاج پرسی میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے علامہ عثمانی سے فرمایا کہ ہمیں کچھ آپ سے حالات حاضرہ پر نیاز مندانہ گذارشات کرنی ہیں۔ مسئلہ پر شرعی حیثیت سے تو ہم آپ سے کیا گفتگو کرتے۔ یہ درجہ تو ہمارا نہیں البتہ کچھ واقعات ایسے بیان کرنے ہیں۔ جن کے متعلق ہمارا خیال ہے کہ شائد وہ آپ کے علم میں نہ آئے ہوں۔ ممکن ہے کہ ان واقعات کو سن کر حضرت والا کی جو رائے قائم شدہ ہے اس میں تغیر ہو جائے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ میں گفتگو کے لیے ہر وقت حاضر ہوں۔ جب دل چاہے تشریف لائیے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ اس گفتگو میں میرے ساتھ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی ناظم ندوۃ المصنفین دہلی برادر زادہ علامہ عثمانی، کوئی تیسرے صاحب جو مناسب ہوں گے اس کے بعد ۵ دسمبر ۱۹۴۵ء کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا دہلی سے ایک خط بذریعہ ڈاک بنام علامہ عثمانی موصول ہوا جو بجنسہٖ درج ذیل ہے:—

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا خط بنام حضرت علامہ عثمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از ندوۃ المصنفین دہلی ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ

ذو المجد واللطف و سناذی ادام اللہ فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج اقدس۔ کل دیوبند سے ۹ بجے

Marfat.com

صبح چل کر دہلی پہنچ گیا۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب سے شب میں گفتگو کے بعد معلوم ہوا کہ جمعیۃ العلماء ہند کی ایک خصوصی مجلس مشاورت وہ جمعرات کے روز دیوبند بلانا چاہتے ہیں تاکہ جمعیۃ العلماء سے متعلق بعض اہم مسائل پر گفتگو ہو سکے۔ اس مشاورت میں غالباً حضرت مفتی صاحب (مولانا کفایت اللہ صاحب) اور مولانا احمد سعید صاحب بھی شرکت فرمائیں گے۔

میں نے اپنے اس معروضہ کے پیش نظر جو حضرت والا میں حاضر ہو کر پیش کیا تھا اب یہ مناسب سمجھا کہ مولانا مفتی عتیق الرحمان صاحب اور میں جمعرات کو شب میں پہنچیں اور جمعہ کے دن گذارشات پیش کریں۔ اب میری یہ بھی سعی ہوگی کہ اکابر جمعیۃ العلماء بھی اس گفتگو میں حصہ لیں تو اکابر علمائے دیوبند کے سیاسی افکار کی یک جہتی میں ان شاء اللہ بہت مدد ملے گی۔ اگر میری گذارشات منظور ہو گئیں تو جمعہ کے دن آٹھ بجے یہ گفتگو آپ ہی کے دولت کدہ پر ہو جائے تو بہت بہتر۔ باقی اپنی مشاورت تو شب میں اور باقی دوسرے وقت بھی ہو سکتی ہے۔"

خادم محمد حفظ الرحمٰن کان اللہ لہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ

اس پروگرام کے بموجب ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء یوم جمعہ کو ساڑھے آٹھ بجے حضرت مولانا حسین احمد صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند (۲) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سابق صدر جمعیۃ العلمائے ہند (۳) حضرت مولانا احمد سعید صاحب سابق ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلمائے ہند (۴) مولانا حفظ الرحمٰن صاحب حال ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلمائے ہند۔ (۵) مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی (۶) مولانا عبدالحنان صاحب (۷) مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب علامہ عثمانی کے دولت کدہ پر تشریف لائے۔ علامہ عثمانی نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ان حضرات

Marfat.com

سے ملے۔ کچھ دیر مزاج پرسی ہوتی رہی۔ عیادت کے بعد چند منٹ مجلس پر سکوت طاری رہا۔ یہ خاموشی غالباً اس لیے تھی کہ کون ابتدا کرے اور کس نوعیت سے مسئلہ پر گفتگو کا آغاز ہو۔

چونکہ علامہ عثمانی کو ابتدا کرنا مقصود نہ تھا اور یہ حضرات از خود تشریف لائے تھے اس لیے علامہ عثمانی بھی خاموش رہے آخر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے مسائل حاضرہ پر گفتگو کی ابتدا کی اور ایک طویل تقریر فرمائی جو تقریباً پون گھنٹہ جاری رہی۔

علامہ عثمانی برابر اس تقریر کو بغور سنتے رہے۔ جب وہ تقریر فرما چکے تو علامہ عثمانی نے فرمایا کہ مجھے الفاظ اور اجزا تو آپ کی لمبی چوڑی گفتگو کے محفوظ نہیں رہے البتہ جو تلخیص میرے ذہن میں آئی ہے اس کے جوابات بلا لحاظ ترتیب عرض کر دوں گا۔ اگر کوئی ضروری بات رہ جائے تو آپ یاد دلا کر اس کا جواب مجھ سے لے سکتے ہیں۔

اس گفت و شنید کا سلسلہ سوا تین گھنٹہ مسلسل جاری رہا۔ اس مکالمہ میں سب سے زیادہ حصہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب لیتے رہے اور دوسرے درجہ میں مولانا احمد سعید صاحب ان کے شریک رہے۔ کبھی کبھی اور صاحب بھی کچھ بول پڑتے تھے لیکن حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے جو مزاج پرسی کے بعد سکوت اختیار فرمایا وہ ختم مجلس تک ختم نہیں ہوا۔ کسی موقعہ پر بھی ایک حرف نہیں بولے

علامہ عثمانی کو اس طویل سکوت پر خود حیرت تھی وہ بحث میں نہ کبھی حصہ لیتے اشارۃً کنایۃً بھی کسی موضوع پر اثباتاً یا نفیاً کسی طرح کا اظہار خیال نہیں فرمایا۔ آخر مجلس میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کچھ بولے جو تقریباً دس منٹ سے زیادہ نہ تھا۔

Marfat.com

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا خلاصہ

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں جمعیتہ العلمائے اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایماء سے قائم ہوئی ہے۔ مولانا آزاد سبحانی جمعیتہ العلماء اسلام کے سلسلہ میں دہلی آئے اور حکیم دلبر حسن صاحب کے ہاں قیام کیا جن کی نسبت عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہیں۔ مولانا آزاد سبحانی صاحب اسی قیام کے دوران میں پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک مسلمان عہدہ دار سے ملے جن کا نام بھی قدرے شبہ کے ساتھ بتلایا گیا اور مولانا آزاد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہم جمعیتہ العلماء ہند کے اقتدار کو توڑنے کے لیے ایک علماء کی جمعیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

گفتگو کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ ان کو کافی امداد اس مقصد کے لیے دے گی چنانچہ ایک بیش قرار رقم اس کے لیے منظور کر لی گئی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی صاحب کے حوالہ بھی کر دی گئی۔ اس روپیہ سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا۔ مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں۔ تو ہم اطمینان کرا سکتے ہیں۔ چنانچہ مولانا آزاد سبحانی صاحب نے اس کے بعد کلکتہ میں جلسہ کیا جلسہ میں انھوں نے جو کچھ بکواس کی وہ آپ کے علم میں ہے۔ ان کی تلوّن مزاجی بھی سب کو معلوم ہے۔ ایک زمانہ میں وہ گاندھی کے ساتھ سایہ کی طرح رہتے تھے۔ پھر کچھ دنوں بعد ان کے خلاف ہو گئے۔ بہرحال اس مسلمان افسر کا تبادلہ ہو گیا اور ایک ہندو ان کی جگہ آ گیا جس نے گورنمنٹ کو ایک نوٹ لکھا جس میں دکھایا گیا کہ ایسے لوگوں یا انجمنوں پر حکومت کا روپیہ صرف ہونا بالکل

Marfat.com

بیکار رہے۔ اس پر آئندہ کے لیے امداد بند ہو گئی۔ اس ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔ اس کے بعد مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے پاکستان کی صورت میں جو نقصانات ان کے نزدیک تھے وہ ذرا بسیط کے ساتھ بیان کیے اور دکھلایا کہ مسلمانوں کے لیے نظریۂ پاکستان سراسر مضر ہے۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ نے کلام اس قدر طویل کر دیا کہ نمبروار ہر ایک چیز کا جواب دینا مشکل ہے۔ میں جو کچھ یاد رکھ سکا ہوں ان کے جوابات دوں گا۔ اگر کسی چیز کو بھول جاؤں تو آپ مجھے یاد دلا کر اس کا جواب لے لیں۔

علامہ عثمانی کا جواب

پہلے میں اس معاملہ کی نسبت گفتگو شروع کرتا ہوں جو آپ نے مولانا آزاد سبحانی کے متعلق فرمایا ہے۔ جو حکایت آپ نے بیان کی میں نہ اس کی تصدیق کرتا ہوں نہ تکذیب ممکن ہے آپ صحیح کہتے ہوں مجھے اس سے پہلے ہی بذریعہ ایک گمنام خط کے (جو دہلی سے ڈالا گیا تھا) یہی بتلایا گیا تھا اور مجھے بھی اس خط میں یہ دھمکی دی گئی تھی یہ روایت صحیح ہو یا غلط بہرحال میرے علم میں آچکی ہے لیکن اس روایت سے مجھ پر کیا اثر پڑ سکتا ہے اور میری رائے کیا متأثر ہو سکتی ہے۔ میں نے جو رائے پاکستان وغیرہ کے متعلق قائم کی ہے وہ بالکل خلوص پر مبنی ہے۔ جمعیۃ العلماء اسلام میں آزاد سبحانی رہیں یا نہ رہیں جمعیۃ العلماء اسلام خود قائم رہے یا نہ رہے میری رائے جب

Marfat.com

بھی یہی رہے گی کہ مسلمانوں کے لیے پاکستان مفید ہے۔ اگر میں تھوڑی دیر کے لیے اس روایت کو تسلیم بھی کرلوں کہ جمعیۃ العلماء اسلام گورنمنٹ کے ایما سے قائم ہوئی ہے۔ تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کانگریس کی ابتدا کس نے کی تھی اور کس طرح ہوئی تھی؟ آپ کو معلوم ہے کہ ابتداءً اس کا قیام ایک وائسرائے کے اشارہ پر ہوا تھا اور برسوں وہ گورنمنٹ کی وفاداری کے راگ الاپتی رہی ہے۔

بہت سی چیزوں کی ابتدا غلط ہوتی ہے مگر انجام میں بسا اوقات وہی چیز سنبھل جایا کرتی ہے۔ ہم نے مولانا آزاد سبحانی یا جمعیۃ العلمائے اسلام کی وجہ سے مسلم لیگ کی تائید نہیں کی بلکہ دیانتہً یہ رائے قائم کی ہے کہ مسلمانوں کا ایک مرکز اور ایک پلیٹ فارم ہونا چاہیئے اور علماء ملت کو اس کی پشت پناہی اور اصلاح میں جہد وجہد کرنی چاہیئے۔ عام دستور ہے کہ جب کوئی شخص کسی سیاسی جماعت یا تحریک کا مخالف ہوتو اسی قسم کی باتیں اس کے حق میں مشتہر کی جاتی ہیں۔ دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ وہ روپیہ حکومت دیتی ہے۔ مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گذرتا تھا۔ اب اسی طرح اگر حکومت مجھے یا کسی شخص کو استعمال کرے مگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ اسے استعمال کیا جا رہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ شرعًا اس میں ماخوذ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد علامہ عثمانی نے اشارہ کرکے فرمایا کہ ان مولوی عتیق الرحمٰن صاحب سے آپ پوچھئے کہ معاملات دارالعلوم کے سلسلہ میں دیوبند کے بعض پارٹی باز

Marfat.com

اشخاص نے اُن کے سامنے نہایت قطعی الفاظ میں کیا یہ نہیں کہا تھا کہ وائسرائے کے دفتر میں ہم اپنی آنکھوں سے وہ چٹھی دیکھ کر آئے ہیں جس کے ذریعہ مولانا مدنی کو شبیر احمد عثمانی نے گرفتار کرایا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کیا اس میں ذرا بھی کوئی اصلیت ہے۔ اس پر مولوی عتیق الرحمٰن صاحب نے آنکھیں نیچی کر لیں اور خاموش ہو رہے۔

اس کے بعد علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ حضرات کے متعلق بھی عام طور پر مشہور کیا جاتا ہے کہ آپ ہندوؤں سے لے کر کھا رہے ہیں کیا یہ صحیح چیزیں ہیں۔ اب ہمیں ان سب قصّوں سے بالکل علیٰحدہ رہ کر غور کرنا چاہیئے کہ کونسا راستہ اختیار کرنے میں مسلمانوں کا فائدہ ہے اور کس راستہ میں ان کا نقصان قطع نظر اس سے کہ وہ بات انگریز کے ایجنٹ کی زبان سے نکلے یا کوئی ہندو کا دلّال کہے۔ (مرتّب)

لہٰذا اب میں مزید گفتگو سے پہلے تین چیزیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

گفتگو کا محور

پہلی چیز دریافت طلب یہ ہے کہ

۱۔ جو فارمولا جمعیۃ العلمائے ہند نے پاکستان کا نعم البدل ظاہر کر کے ملک کے سامنے پیش کیا اور جس کا حوالہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنی تقریر میں بھی دیا ہے۔ اس فارمولا کو آپ نے کم از کم کانگریس سے منوا لیا ہے یا نہیں؟

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے کہا عذار کچھ بھی ہوں۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا

Marfat.com

فارمولا کانگریس نے تسلیم کر لیا ہے یا نہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ ہمارا یہ اصول نہیں ہے کہ ہم جنگ آزادی کی شرط کے طور پر ہندوؤں سے کوئی چیز منوالیں۔

۲۔ دوسری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ آپ جو کچھ گفتگو اس وقت مجھ سے فرمانا چاہتے ہیں وہ کس تقدیر پر ہے۔ آیا یہ فرض کرتے ہوئے کہ انگریز حکومت ہندوستان سے چلی گئی ہے یا جا رہی ہے۔ یا یہ مان کر کہ ابھی وہ موجود ہے اور سردست جا نہیں رہی گویا یہ جو کچھ لینا ہے، آسی سے لینا ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ انگریزی حکومت ابھی ہندوستان میں موجود ہے اس کی موجودگی تسلیم کرتے ہوئے جو کچھ لینا ہے آسی سے لینا ہوگا۔

۳۔ تیسری بات دریافت طلب یہ ہے کہ آپ حضرات جو انقلاب چاہتے ہیں وہ فوجی انقلاب ہے یا آئینی۔

اس کا جواب دیا گیا کہ فوجی انقلاب کا تو اس وقت کوئی موقعہ ہی نہیں نہ فی الحال اس کا امکان ہے۔ نہ اس کے وسائل مہیا ہیں اس وقت تو آئینی انقلاب مقصود ہے۔

علامہ عثمانی نے بحث کا رُخ متعین کر لیا۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ بس اب بحث کا رُخ متعین ہو گیا۔ اب کلام اس پر رہے گا کہ سردست انگریزی حکومت کی موجودگی کے باوجود آئینی انقلاب میں کونسا راستہ مسلمانوں کے لیے مفید ہے آیا وہ راستہ جو جمعیۃ العلمائے ہند نے تجویز کیا ہے۔ یا پاکستان کا راستہ جو مسلم لیگ اختیار کر رہی ہے۔

پاکستان کے نقصانات کا اظہار وفد جمعیۃ العلمائے ہند کی

Marfat.com

طرف سے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنی طویل تقریر میں فرمایا کہ پاکستان قائم ہونے میں مسلمانوں کا سراسر نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے۔

بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت ۵۳ فی صدی ہے۔ فلاں صوبہ میں اس قدر فلاں میں اتنی اور آسام میں اکثریت دوسروں کی ہے ہر جگہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں غیر مسلم اقلیت اتنی زبردست ہے کہ مسلمان اس سے کسی طرح بھی عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے اور بہت ہی تھوڑی اکثریت کچھ نہ کر سکے گی۔ بلکہ ہمیشہ معرض خطر میں رہے گی۔

اُدھر مسٹر جناح یہ کہہ ہی چکے ہیں کہ پاکستان میں جمہوری طرز کی حکومت ہوگی ایسی شکل میں ظاہر ہے مسلمانوں کو پاکستان سے کوئی بھی فائدہ نہ ہوگا بلکہ تنظیم۔ دولت اور تعلیم وغیرہ میں پست ہونے کی وجہ سے تریپن ۵۳ فی صدی مسلمانوں کی اکثریت سینتالیس ۴۷ فی صدی غیر مسلم اقلیت ہی کے عملاً تابع و محکوم رہے گی۔ سکھ نہایت جنگ جو قوم ہے وہ کسی طرح بھی پاکستان قائم نہ رہنے دے گی۔ اُدھر جاٹوں کی قوم ہے۔ وہ بھی مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دے گی۔ پاکستان ہر ہر صوبہ کا جدا جدا بنے گا یا تمام مسلم صوبوں کا پاکستان ایک ہوگا۔

اس موقعہ پر علامہ عثمانی نے پوچھا کہ کیا آپ کے نزدیک پاکستان کا مطالبہ کرنے والے صوبہ وار جدا پاکستان بنانا چاہتے ہیں یا تمام مسلم اکثریت والے صوبوں کا ایک پاکستان مطلوب ہے؟ جواب دیا گیا کہ نہیں پاکستان تو ایک ہی بنانا چاہتے ہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا تب صوبجاتی اعداد کی گفتگو اس موقع پر بے کار ہے۔

جمعیۃ العلماء اور مسلم لیگ کے فارمولا کے جدا جدا نتائج

مولانا عثمانی نے فرمایا تو اس وقت ہم کو پاکستان کی مرکزی حکومت

Marfat.com

ہیں یہ دیکھنا چاہیئے مسلم اور غیر مسلم کی آبادی میں کیا تناسب ہے مولانا حفظالرحمٰن صاحب کی طرف سے کہا گیا کہ پاکستان میں مجموعی تعداد مسلمانوں کی چھ کروڑ ہوگی اور غیر مسلم تین کروڑ ہوں گے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ یہ تعداد غلط ہے۔ مجموعہ میں مسلمان تقریباً سوا سات کروڑ ہیں لیکن ہم سات کروڑ تسلیم کر لیتے ہیں اور غیر مسلم جو تیس کروڑ سے کم ہیں اُن کو پورے تین کروڑ کر دیا جائے۔ اس تعداد سے سات اور تین کی نسبت مسلم و غیر مسلم کے درمیان ہوگی اور مجموعہ آبادی میں آپ کے فرمانے کے مطابق ساٹھ اور چالیس کی نسبت ہوگی یعنی مسلمان ساٹھ فی صدی اور غیر مسلم چالیس فی صدی ہوں گے (حالانکہ اس صورت میں مجموعہ میں مسلمان تقریباً ستر فیصدی اور غیر مسلم تیس فی صدی ہوتے ہیں۔

حضرت علامہ کا مسکت و حقیقت افروز جواب

آخری

وفد جمعیۃ العلماء کی لاجوابی

مگر علامہ عثمانی نے اس وقت اس سے بھی اغماض کر کے اور اُن کے ہی بیان کردہ تناسب کو صحیح مان کر اس پر کلام فرمایا۔ آپ نے کہا کہ اب آپ فارمولا پر نظر ڈالیے کہ اس میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا مرکزی حکومت میں کیا تناسب رہتا ہے تو آپ کے فارمولا کی رو سے مرکز میں چالیس مسلمان ہوں گے اور چالیس ہندو اور بیس فی صدی میں دیگر اقلیتیں ہونگی۔ اس طرح سے آپ کے فارمولا کے لحاظ سے غیر مسلموں کی تعداد ساٹھ فیصدی اور مسلمانوں کی تعداد ۴۰ فیصدی ہوئی اور

Marfat.com

مسلم لیگ کے پاکستانی فارمولا میں (بقول آپ کے یہی نسبت علی العکس رہے گی یعنی) ساٹھ فی صدی مسلمان اور چالیس فی صدی غیر مسلم ہوں گے (حالانکہ حقیقی تناسب پاکستانی فارمولا میں ستّر فی صدی اور تیس فی صدی کا ہوتا ہے، اب آپ ہی انصاف سے فرمائیے کہ آپ کے اس فارمولا سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا۔ ہم اگر ساٹھ فیصدی رہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر سکتے تو چالیس فی صدی کیا کر سکیں گے۔

نوٹ:۔ جمعیۃ العلماء کے فارمولے میں یہ بھی مندرج ہے۔ کہ خالص اسلامی مسائل میں دو تہائی مسلمان اگر کسی چیز کے مخالف ہوں گے تو وہ چیز مسلمانوں کے لیے قبول نہیں کی جائے گی۔ اس شرط سے کسی درجہ میں مضر امور کا تدارک تو ہو سکتا ہے۔ لیکن خاص مسلمانوں کے حق میں جو ضروری یا مفید امور ہوں۔ اُن کے خاطر خواہ حاصل ہونے کی کوئی تدبیر نہیں کیونکہ مرکز میں مسلم تعداد چالیس اور غیر مسلم تعداد ساٹھ فیصدی ہوئی۔ ایسی تمام تجاویز غیر مسلم اکثریت کے رحم و کرم پر رہیں گی۔ اور یہ معاملہ بھی کہ خالص اسلامی مسئلہ کون سا ہے۔ اکثریت ہی سے کرے گی۔

اس موقع پر کہا گیا کہ عیسائی ہمارے ساتھ ہو جائیں گے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ جب پاکستان کا فارمولا سامنے آتا ہے۔ تو عیسائی مسلمانوں سے علیحدہ غیر مسلم بلاک میں شمار کیے جاتے ہیں اور جب جمعیۃ العلمائے ہند کا (مقدّس) فارمولا پیش کیا جاتا ہے تو وہی عیسائی گویا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں) اور مسلمانوں کے سائیڈ میں شمار کیے جانے لگتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ غیر مسلم سب کے سب بہر صورت ایک ہی شمار ہوں گے (الکفر ملۃ واحدۃ) اور خالص مسلمانوں کو ان سب کے مقابل رکھ کر مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے۔ وفد جمعیۃ العلمائے

Marfat.com

آخر کار اس کو تسلیم کر لیا۔ اگر پاکستان ہندو کے لیے مفید ہے تو وہ اس کی مخالفت کے لیے اس قدر مضطرب کیوں ہے؟

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ کا یہ دعویٰ کہ پاکستان قائم ہونے میں سراسر مسلمان کا نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے اگر یہ صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کیا آپ یہ بتلا سکتے ہیں کہ ہندو پاکستان سے پھر کیوں اس درجہ مضطرب و خائف اور اس کی انتہائی مخالفت پر تلا ہوا ہے۔ کیا آپ باور کر سکتے ہیں کہ ہندو پاکستان کی مخالفت محض اس لیے کر رہا ہے کہ اس میں مسلمانوں کا نقصان ہے اور وہ کسی طرح بھی مسلمانوں کا نقصان دیکھنے کو تیار نہیں ان کا تو اعلان یہ ہے کہ جو جماعت یا جو شخص بھی پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف کھڑا ہوگا۔ کانگریس اس کی ہر طرح سے امداد کرے گی۔

اس وعدہ کا تعلق کسی شخص خاص سے نہیں کانگریس کے لیڈر سے ادارے سے ہے اور ان کا قول ہے پاکستان ہماری لاشوں پر ہی بن سکتا ہے وغیرہ وغیرہ آخر یہ پرزور اور انتہائی مخالفت کیوں ہے۔

اس کے جواب میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ ان کی کوئی مصلحت ہوگی۔ لیکن اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا اور بار بار اس پہلو سے گریز کیا جاتا رہا۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اس کی جو کچھ بھی مصلحت ہو آخر آپ حضرات نے بھی کچھ غور کیا کہ وہ مصلحت کیا ہو سکتی ہے۔ میرے نزدیک تو اس کی مخالفت کی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ انگریز کی حکومت تو سر دست اوپر قائم ہے جسے آپ خود شروع میں تسلیم کر چکے ہیں۔ ہندو یہ چاہتا ہے کہ انگریزی حکومت کے زیر سایہ دس کروڑ مسلمانوں میں سے ایک شخص کی گردن پر سے بھی ہندو اکثریت کا جوا کبھی اور کہیں اترنے نہ پائے

Marfat.com

اور اس طرح مسلمان ہمیشہ انگریز اور ہندو کی ڈبل غلامی میں باختیار خود پستے رہیں۔

علامہ عثمانی نے کئی بار اس چیز کو ان لوگوں سے پوچھا مگر ادھر سے کوئی شافی جواب ہاتھ نہ آیا۔ اس کے بعد جمعیۃ العلماء ہند کے وفد کی طرف سے کہا گیا کہ اچھا اگر پاکستان بن جائے تو تین کروڑ کی مسلم اقلیت ہندو صوبوں میں رہے گی اس کی حفاظت کا کیا انتظام ہوگا علامہ عثمانی نے فرمایا کہ ان کے لیے معاہدات ہوں گے۔ ان ہی معاہدات کے ماتحت مسلم اقلیت ان کے ہاں اور ہندو اقلیت ہمارے یہاں رہے گی اور ہر ایک کا ہاتھ دوسرے کے تلے دبا رہے گا۔ آخر انگلنڈ ہندوستان میں دس کروڑ مسلمانوں کی حفاظت کس طرح ہوگی۔ اس کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن اور مولانا احمد سعید صاحب نے موضوع گفتگو بدل کر کہا۔

علیگڑھ کالج پر اتہام

اجی حضرت یہ علیگڑھ کے نیچری علماء کے وقار کے دشمن ہیں۔ یہ لوگ اگر مسلمانوں کے رہنما بن گئے تو دین کو برباد کر دیں گے۔ علماء کو مٹا دیں گے اس سلسلہ میں ان بدتمیزیوں کا بھی ذکر کیا گیا جو بعض مقامات میں مولانا حسین احمد صاحب کے ساتھ کی گئی تھیں۔ اس سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا کہ مسلم لیگ راجاؤں۔ نوابوں۔ خطاب یافتہ لوگوں کی جماعت ہے۔

سر فیروز خان نون کے متعلق فرمایا کہ وہ حکومت کے اشارہ سے مستعفی ہو کر مسلم لیگ میں داخل ہوئے ہیں۔ اور وہ کھلے طور پر سرکاری آدمی ہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ سر فیروز خان نون کے متعلق میں بحث

Marfat.com

نہیں کرتا آپ جو چاہیں کہیں لیکن مسٹر جناح کے متعلق میرا یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ سرکاری آدمی ہیں یا وہ کسی دباؤ یا لالچ میں آ سکتے یا کسی قیمت پر خریدے جا سکتے ہیں۔

مولانا احمد سعید صاحب کے اس کہنے پر کہ علیگڑھ کے تعلیم یافتہ اور دوسرے بعض فرقے علماء کا اقتدار مٹانا اور دین کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ علامہ عثمانی نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو مشکلات ہوئیں ان کا حل آپ کے ذہن میں کیا ہے وہ بھی فرمائیے۔ اس پر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کچھ خاموشی سی طاری ہو گئی۔ پھر وفد کی طرف سے کہا گیا کہ حضرت آپ ہی فرمائیں کیا حل ہے۔ حضرت علامہ نے فرمایا کہ یہ خوب رہی مشکلات تو بیان فرمائیں آپ اور حل بتلائیں آخر آپ نے بھی تو کچھ اس کا حل سوچا ہوگا۔

علماء کی مشکلات کا حل علامہ عثمانی کی طرف سے

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اچھا یہ بھی میں ہی اس کا حل عرض کرتا ہوں میرے نزدیک اس کا حل صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ سب حضرات مل کر مسلم لیگ میں داخل ہو جائیں اور داخل ہو کر اس پر قبضہ کریں اور ایک دو مہینے دورہ کر کے تین چار لاکھ دو آنے والے ممبر مسلم لیگ کے بھرتی کرائیں۔ جب ہمارے ہم خیال ممبران کی اتنی بھاری تعداد مسلم لیگ میں داخل ہو جائے گی تو پھر ہم عوام کے ذریعہ سے جو مفید صورت مسلمانوں کے لیے ہوگی یہ آسانی بروئے کار لا سکیں گے۔ کیا ہمارا اثر عوام پر اتنا بھی نہیں کہ ہم دو چار لاکھ ممبران بھرتی کرا سکیں۔ میں اس کے لیے تیار ہوں کہ آپ حضرات کے ساتھ مل کر اس کام میں حصہ لوں میرے نزدیک تو اصلاح کی یہ ہی بہترین شکل ہے۔ اس پر مولانا احمد سعید

Marfat.com

صاحب نے فرمایا کہ یہ تو صحیح لیکن جب ہم لوگ ایسا کریں گے تو یہ راجے۔ مہاراجے، نواب اور سر مسلم لیگ سے علیحدہ ہو کر دوسری مسلم لیگ بنا لیں گے۔

علامہ عثمانی نے فرمایا اگر وہ نئی مسلم لیگ بنا ہی لیں گے تو اس سے کیا ہوگا عوام کی طاقت تو ہمارے ہی ساتھ رہے گی، سر شفیع مرحوم نے بھی تھا ایک زمانہ میں شفیع لیگ بنائی تھی لیکن اس کا حشر کیا ہوا۔ جب شفیع صاحب رحلت کر گئے۔ ان ہی کے ساتھ ان کی مسلم لیگ بھی ختم ہو گئی اور رابطۂ عوام وہ کبھی بھی پیدا نہ کر سکے۔ رہا ان بدتمیزیوں کا قصہ جو آپ کے ساتھ ہوئیں۔ اس کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ میں نے جو پیغام جمعیۃ العلماء اسلام کے اجلاس کلکتہ کے موقعہ پر بھیجا تھا اس میں صاف طور سے لکھ دیا تھا کہ یہ پرلے درجہ کی شقاوت و حماقت ہے کہ قائد اعظم کو کافر اعظم کہا جائے یا مولانا حسین احمد وغیرہ کے ساتھ کوئی ناشائستہ سلوک کیا جائے۔

انگریزی خواہ طلباء کی شکایت کرنے سے پہلے دار العلوم دیوبند کی اصلاح کیجئے

اس موقعہ پر مجھے ایک بات کہنی پڑتی ہے وہ یہ کہ جن انگریزی خواں طلبا کے رویہ کی آپ شکایت فرما رہے ہیں وہ نہ تو آپ کے مرید ہیں نہ شاگرد نہ انھوں نے کسی دینی ماحول میں تربیت پائی ہے (اور سمجھتے یہ ہیں کہ آپ مسلم قوم کو ہندوؤں کی دائمی غلامی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں) اس کے بالمقابل جو عربی مدارس کے طلبا آپ کے شاگرد آپ کے مرید اور دینی ماحول بلکہ مرکز دین و اخلاق میں تربیت پانے والے ہیں ذرا ادھر بھی تو دیکھئے کہ انھوں نے کیا کچھ کیا ہے۔

Marfat.com

دارالعلوم دیوبند کے طلبا نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کیے ہیں جن میں ہم کو ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا۔ آپ حضرات نے اس کا بھی کوئی تدارک کیا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے تمام مدرسین۔ مہتمم اور مفتی سمیت (باستثنا ایک دو کے) بالواسطہ یا بلاواسطہ مجھ سے نسبت تلمذ رکھتے تھے۔ دارالعلوم کے طلبا نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور وہ وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازہ میں پھینکے کہ اگر ہماری ماں بہنوں کی نظر پڑ جاتے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جاتیں۔ کیا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ملامت کا کوئی جملہ کہا بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے لوگ ان کمینہ حرکات پر خوش ہوتے تھے۔

"حریت" اخبار دہلی آجکل جو میری ذاتیات پر نہایت رکیک مضامین لکھ رہا ہے کیا آپ حضرات میں سے کسی نے اس پر بیزاری کا اظہار کیا اس پر سب کی آنکھیں شرم سے جھکی ہوئی تھیں۔

مولانا احمد سعید صاحب نے اتنا فرمایا کہ اجی حضرت عزیز بقائی تو ہمیشہ اسی قسم کی بیہودہ بکواس کیا کرتا ہے کیا آپ کو معلوم نہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا اس وقت تو وہ آپ کی حمایت اور ہمنوائی میں سب کچھ کہہ رہا ہے۔ گو مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ایک زمانہ میں اس نے آپ صاحبان کو بھی بری طرح مجروح کیا تھا۔ لیکن دکھلانا صرف یہ ہے۔ کہ آپ حضرات نے کبھی اس قسم کی چیزوں سے جو ہمارے متعلق کہی گئی اظہار بیزاری نہیں کیا نہ کسی پر ملامت کی۔ ہم نے تو یہ کیا کہ موقع ملنے پر ایسے امور سے پوری قوت کے ساتھ اظہار بیزاری کرتے رہے۔

فرق عمل

محلہ کسروں مراد آباد کے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ کیا مولانا

Marfat.com

حسین احمد صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب آپ کے نزدیک محض ذاتی مفاد کے لیے ہندوؤں کا ساتھ دے رہے ہیں یا اُن کا اتباع بے دینی اور کفر ہے یا وہ اپنے اوستاد کے مسلک سے ہٹ گیے ہیں؟

مَیں نے جواب میں لکھا کہ میرے حاشیۂ خیال میں بھی یہ نہیں آسکتا کہ یہ حضرات محض ذاتی مفاد کے لیے ایسا کریں وہ اپنے نزدیک جو حق سمجھتے ہیں کر رہے ہیں اور اسی کو اپنے اُستاد کا مسلک سمجھتے ہیں۔ باقی یہ لازم نہیں کہ جو ان کا خیال ہے وہ واقع میں صحیح ہو تو ان کی تقلید دوسروں پر واجب ہے۔ اُمور مذکورہ کا تذکرہ میں نے اس لیے نہیں کیا کہ مجھے کوئی انتقام لینا مقصود ہے۔ میں تو ہر صورت ایسے اُمور کو بُرا سمجھتا ہوں۔ دکھلانا صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنی بساط کے موافق اس قسم کے اُمور کو روکنے کی ہمیشہ سعی کی ہے۔

مولانا مدنی کا پاکستان کے خلاف ایک استدلال اور علامہ عثمانی کی طرف سے اس کا مسکت جواب

آخر گفتگو میں مولانا حسین احمد صاحب نے اپنی جیب سے دو تین کالم کا ایک مضمون نکال کر تقریباً آٹھ دس منٹ میں پڑھ کر سنایا یہ مضمون ایک انگریز کی تجویز اور اس پر مشتمل تحائس میں اس نے ہندوستان کی سیاست پر بحث کرتے حکومت برطانیہ کو اس کا ایک حل بتلایا تھا۔

اس مضمون میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ ہندوستان کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا جائے اور بمبئی کے بجائے کراچی کو تجارت کا مرکز بنایا جائے گویا اس مضمون کو سنانے کی غرض یہ تھی کہ مسلم لیگ نے جو نظریۂ پاکستان

Marfat.com

پیش کیا ہے وہ اس انگریز کی تجویز پر مبنی ہے اور مسلم لیگ انگریزوں کے اشاروں پر چلنے والی جماعت ہے۔

اس دوران میں مولانا احمد سعید کا ایک سوال اور اُس کا جواب

مولانا احمد سعید صاحب نے سوال کیا کہ انگریز کی پالیسی ٹکڑے کرنے کی ہے یا جمع کرنے کی یعنی اس کا فائدہ کس جانب میں ہے۔ مطلب یہ تھا کہ ہم جو وفاقی حکومت چاہتے ہیں انگریز کے لیے مہلک ہے اور آپ جو تقسیم ہند چاہتے ہیں یہ صورت حکومت کے لیے مفید و معین ہے علامہ عثمانی نے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک آپ کے سوال کا ایک جواب نہیں ہو سکتا یعنی آپ کے سوال کے جواب میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انگریز کا فائدہ ہمیشہ ٹکڑے کرنے میں ہے یا نہیں۔

میرا جواب یہ ہے کہ کبھی انگریز کا فائدہ ٹکڑے کرنے میں اور کبھی جمع کرنے میں ہوتا ہے چنانچہ اس کی ایک حالیہ نظیر ملاحظہ فرمائیے :-

برطانیہ نے ترکی اور عرب کے ٹکڑے ٹکڑے کیے۔ عراق و شام۔ لبنان۔ نجد۔ یمن سب کو علیحدہ علیحدہ حصوں میں منقسم کر دیا۔ ایک وقت میں پالیسی یہ تھی اب جو عرب لیگ قائم ہو رہی ہے جس میں تمام عربوں کو روس کے خطرہ سے انگریز متحد کرنا اور ان سب کا ایک بلاک بنانا چاہتا ہے۔ کیا یہ بھی آپ کے نزدیک انگریز کے اشارہ سے نہیں ہو رہا جس کا منشا یہ ہے کہ تمام عرب ممالک کی ایک آہنی دیوار بنا دی جائے۔ اس کو وفد نے تسلیم کیا کہ بے شک۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ پھر یہ کہنا صحیح نہیں کہ انگریز کی پالیسی ہمیشہ ٹکڑے کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ کبھی اس کی پالیسی جمع کرنے کی بھی ہوتی ہے اب ہمیں تو یہ سوچنا چاہیئے کہ ہمارا فائدہ

Marfat.com

کس صورت میں ہے۔ خواہ اس میں ہے۔ خواہ اس میں حکومت کا فائدہ ہو یا نقصان۔ ظاہر ہے کہ ہندو یا مسلمان کسی کے مقابلہ میں بھی گورنمنٹ اپنے مفاد کو بہ اختیار خود نظر انداز نہیں کر سکتی۔

نظریۂ پاکستان کانگریس اور حکومت دونوں کے نظریوں کے خلاف ہے

اس کے بعد علامہ عثمانی نے فرمایا کہ مولانا حسین احمد صاحب نے جو ایک انگریز کا مضمون پڑھ کر سنایا یہ ایک انگریز کی شخصی رائے اور تجویز ہے۔ جواب سے چودہ برس پہلے اس نے پیش کی تھی لیکن حکومت برطانیہ کا سب سے بڑا نمائندہ وائسرائے ہند لارڈ ویول جو ہندوستان پر اس وقت حکمران ہے اس نے اپنی تقریروں میں برملا یہ کہا ہے کہ اس ملک کا مرکز اور اس کی حکومت ایک ہی رہنی چاہیئے۔ اس ملک پر کوئی بڑا عملی جراحی نہیں ہو سکتا۔ پہلی مرتبہ یہ تقریر کلکتہ کے کامرس چیمبر میں کی دوسری مرتبہ لیجس لیچر میں یہی مضمون ادا کیا ابھی دو تین ماہ ہوئے کہ راولپنڈی کے دربار میں لارڈ ویول نے یہی کہا کہ اس ملک کی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ اس سے پہلے سابق وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو وائسرائے نے بھی ۱۹۴۲ء میں اس قسم کی تقریر کی تھی۔ اب آپ حضرات غور فرمائیں کہ آج وائسرائے ہند کے نظریئے کی حمایت کانگریس کر رہی ہے یا مسلم لیگ؟

مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ اجی حضرت یہ تو انگریزوں کی چالیں ہیں کہتے تو کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اس انگریز کی تجویز میں بھی تو یہی احتمال ہو سکتا ہے۔ لیکن حجت کے درجہ میں تو سب سے بڑے ذمہ دار کا قول پیش کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

پاکستان کے قیام پر مولانا مدنی کا ایک اشکال اور اس کا شافی جواب

اس سلسلہ میں مولانا حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ اچھا اگر پاکستان قائم ہو گیا تو ہندوستان کا دفاع کیسے ہوگا۔ روس نے اگر حملہ کر دیا تو سرحد کے مسلمان بیچارے پس جائیں گے۔ سارا بوجھ ان پر پڑ جائے گا۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ یہ تو آپ مان ہی چکے ہیں کہ انگریز ابھی یہاں موجود ہے۔ سردست اگر پاکستان بنے گا تو وہی بنائے گا۔ سرحدوں کی حفاظت کی بھی کوئی صورت ضرور نکالے گا اور اس کے چلے جانے کی صورت میں بیرونی قوت ہندوستان پر چڑھائی کرے گی تو دونوں منطقے مل کر اس کی مدافعت کریں گے اور ہر ایک دوسرے کے آدمی سامان اسلحہ اور روپے سے مدد کرے گا۔ کیونکہ یہ سب کا مشترکہ مفاد ہوگا۔ ایسا نہیں کریں گے تو سب کا نقصان ہے۔

اس قسم کے دفاع کے کام باہمی معاہدوں سے انجام پائیں گے۔

مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ حضرت معاہدوں کو آجکل کون پوچھتا ہے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ جب بلا معاہدہ آپ سب کچھ کرنے کو تیار ہیں تو معاہدہ کی صورت تو بہر حال اس سے قوی تر ہونی چاہیئے۔

جمعیۃ العلماء کی وفاقی طرز حکومت کی تائید کا خیال اختیاج ہنود پر مبنی ہے

پھر آپ کی تقریر کا حال تو یہ ہوا کہ ہم کسی حالت اور کسی وقت میں بھی ہندوؤں کی احتیاج سے باہر نہیں رہ سکتے اور نہ ان کے بدون کبھی کوئی

Marfat.com

کام کر سکتے ہیں۔ یہ بات کم از کم شیر دل بہادروں کو زیب نہیں دیتی جو کہتے ہیں کہ ذرا انگریز سے آزادی مل جائے پھر ہم ہندو وغیرہ کسی سے نہیں ڈرتے۔

نیز آپ دیکھتے ہیں کہ معاہدات ہی کی طاقت تھی کہ روس اور برطانیہ نے مل کر جرمن اور جاپان کو کس طرح پیس ڈالا کیونکہ دونوں کی غرض مشترکہ تھی۔ پاکستان اور ہندوستان کا مفاد جب مشترک ہوگا تو دونوں بذریعہ مفادات عملی اتحاد کیوں نہیں کر سکتے اگر قومی اتحاد نہ ہو نہ سہی۔

موجودہ الیکشن میں علامہ عثمانی کی حمایت لیگ کی کیا وجہ ہے۔

اس موقع پر مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے علامہ عثمانی سے کہا کہ آپ تو ہمیشہ سیاسیات سے یکسو رہا کرتے تھے۔ اس الیکشن میں کیا داعیہ ایسا پیش آیا جسکی وجہ سے آپنے شرکت فرمائی حضرت علامہ نے ارشاد فرمایا کہ اس الیکشن کی نوعیت پچھلے الیکشنوں سے بالکل مختلف ہے حکومت نے صاف لفظوں میں اس کا اعلان کر دیا ہے کہ اس مرتبہ منتخب ہونے والی اسمبلیاں آئندہ ہندوستان کا مستقل دستور بنائیں گی۔ چونکہ اس الیکشن سے قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ وابستہ تھا اس بنا پر میں نے ضروری سمجھا کہ اس بنیادی موقع پر ان مسلمانوں کی مدد کی جائے جو استقلال ملت اور مسلم حق خود ارادیت کے حامی ہیں اس کے بعد فرمایا کہ آپ نے کیا کہا کہ میں سیاسیات سے ہمیشہ علیحدہ رہا ہوں گذشتہ چند سالوں کو چھوڑ دیجئے اس سے پیشتر جمعیۃ العلماء ہند میں ہماری بھی تو کچھ ناچیز خدمات رہی ہیں۔ ہم نے بھی تو کچھ معرکے سر کیے

Marfat.com

ہیں ادھر آپ حضرات طوفانی دورہ کر رہے تھے جس سے میرے نزدیک مسلمانوں کا نقصان تھا تو ظاہر تھا کہ ایسے موقع پر میں سکوت کیسے باقی رکھ سکتا تھا۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ ہست اگر خاموش نشینم گناہ ہست

ان وجوہ سے میں نے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کی۔

پھر علامہ عثمانی نے یکایک کوئی اعلان نہیں فرمایا بلکہ مہینوں پاکستان کے نظریہ پر شرعی و سیاسی حیثیت سے انتہائی غور و تعمق کیا۔ جب کلکتہ کے اجلاس کل ہند جمعیۃ العلماء اسلام میں اپنا پیغام بھیجا تو استخارہ بھی فرمایا۔ مکمل بصیرت اور شرح صدر کے بعد یہ اقدام فرمایا گیا۔ (مرتب)

اس کے بعد علامہ عثمانی نے فرمایا کہ پھر میرا اثر ہی کیا ہے ہندوستان میں اگر میری اپیل پر بیچارے نواب زادہ لیاقت علی خاں کو دس بیس ووٹ مل ہی گئے تو کیا ہوا۔ آپ حضرات ماشاء اللہ با اثر ہیں موجودہ پروپیگنڈے کی طاقتیں آپ کے ساتھ ہیں۔ میں تو اب آپ میں ایک اچھوت کی حیثیت رکھتا ہوں۔ کسی نے کہا نہیں یہ بات نہیں۔ آپ کے اعلانات نے ملک میں ہل چل ڈال دی۔

علامہ عثمانی سے سکوت کی درخواست

مولانا احمد سعید صاحب نے فرمایا کہ بہرحال یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ اس میں احتمال خطا کا دونوں طرف سے ہے مگر آپ تو اس قوت سے بیانات دے رہے ہیں کہ اپنے مخالفوں کے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑتے۔ ذرا کچھ تو نرمی اختیار فرمائیں۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ آپ حضرات تو ماشاء اللہ سب اہل علم

Marfat.com

ہیں آپ کو معلوم ہے کہ جب احناف و شوافع وغیرہ کے باہمی اختلافی مسائل کی تقریریں آپ اور ہم کرتے ہیں تو باوجودکہ سب ائمہ ہدیٰ ہیں لیکن ہم میں سے کون اپنے مذہب کی تصویب و تائید میں کسر اٹھا رکھتا ہے اور حنفی مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے شافعی یا مالک یا احمد کے لیے اپنے زعم میں کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑتا۔ اس پر سب ہنسنے لگے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں میرا تو وہی خیال ہے جو فقہائے کرام نے مقلد کے عقیدے کی نسبت لکھا ہے کہ اپنا امام جو مسئلہ بیان کرے اس کی نسبت یہ اعتقاد رکھے صواب یحتمل الخطأ یعنی جو ہمارے امام نے مسئلہ بیان کیا وہ صحیح اور درست ہے ہاں اس میں خطا کا بھی احتمال ہے کہ اسی میں احتمال ثواب کا بھی قائم ہے کیونکہ معصوم ان سب میں سے کوئی نہیں۔

آخر میں مولوی حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ جمعیۃ العلماء اسلام محض ہماری جمعیۃ کے مقابلہ میں اس کو توڑنے کے لیے قائم کی گئی ہے مناسب ہوگا کہ آپ کم از کم اس کی صدارت قبول نہ فرمائیں۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ

میں نے ابھی صدارت کے قبول و عدم کی نسبت کوئی باضابطہ فیصلہ نہیں کیا ہے لیکن کل کے لیے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا کروں گا۔

نوٹ:۔ لیکن اس کے بعد علامہ عثمانی نے کل جمعیۃ العلمائے اسلام کے ناظم کے تار کے جواب میں باضابطہ صدارت کی منظوری کا تار روانہ فرما دیا ہے۔

فللہ الحمد (مرتب)

جب یہ حضرات علامہ عثمانی سے رخصت ہونے لگے۔ مولانا سعید احمد صاحب نے دریافت فرمایا کہ آپ کو حضور نظام نے حیدرآباد بھی تو بلایا تھا

Marfat.com

آپ حیدرآباد کب تشریف لے جائیں گے۔ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ میں نے حضور نظام کو لکھا ہے کہ ابھی دو تین ماہ تک مجھے یہاں بغرض علاج قیام کرنا ہے سردی کم ہونے پر اگر اجازت ہو تو حیدرآباد آؤں۔

اب حضور نظام پر موقوف ہے کہ اگر اس کے باوجود انھوں نے مجھے طلب فرمایا تو مجھ کو بہرحال جانا پڑے گا۔ اور اگر اجازت دے دی تو ٹھہر جاؤں گا۔

الحمد للہ اس تحریر کے مرتب کرتے وقت حضور نظام کے چیف سیکرٹری کا تار بنام علامہ عثمانی پہنچ گیا۔ کہ آپ کو فروری تک قیام کی اجازت ہے۔ (مرتب)

چلتے چلتے وفد کا منشا یہ معلوم ہوتا تھا کہ جو تحریرات آپ کی شائع ہو چکی ہیں۔ وہ بیان مسئلہ کے لیے کافی ہیں۔ اب اگر یکسوئی اختیار کر لی جائے تو کیا بہتر نہ ہوگا۔

علامہ عثمانی نے فرمایا کہ جس چیز کو میں حق سمجھتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں میرے لیے سکوت کیسے مناسب ہے۔ اس کے بعد وفد رخصت ہو گیا یہ تمام گفتگو نہایت خوشگوار فضا میں ہوئی۔ کسی موقع پر بھی بحمد اللہ ادنیٰ تلخی پیدا نہ ہوئی۔ جب یہ تاریخی مجلس برخاست ہونے لگی تو علامہ عثمانی نے اپنے یہاں آنے والے علماء کے احترام میں اتنا فرمایا کہ یہ سلسلہ گفتگو آخری سلسلہ نہیں ہے۔ پھر جب جا ہیں گفتگو کر سکتے ہیں۔ جانبین کو موقع غور و فکر کا حاصل ہے۔ اب تک کی صورت حال یہ ہے کہ آپ اپنی جگہ قائم ہیں اور میں اپنی جگہ پر رہا۔ اس کے بعد مجلس برخواست ہو گئی۔ شرعی حیثیت سے مسائل حاضرہ پر جمعیۃ علماء ہند کے وفد کی طرف سے کوئی کلام نہیں ہوا۔

غالباً۔ یہ حضرات یہ سمجھ کر آئے تھے کہ علامہ عثمانی کی سیاسی معلومات

Marfat.com

کم ہوں گی تو ہم اپنے بیان کردہ واقعات سے علامہ موصوف کی رائے کو متاثر کر دیں گے۔ شرعی حیثیت سے گفتگو کو تو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اس پر ہم آپ سے کیا بحث کرتے لیکن اس مکالمہ سے غالباً ان پر یہ حقیقت بھی روشن ہو گئی ہو گی کہ

علامہ عثمانی کی معلومات شرعیہ جہاں ہے بے پناہ ہیں وہاں سیاسی حذاقت بھی کچھ اس سے کم نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ علامہ عثمانی نے مسئلہ پاکستان کو اپنی گفتگو میں اس طرح سے منقح کیا کہ جو لوگ سیاسی ہیں۔ جب اس مکالمہ کو سنتے ہیں۔ تو خود بھی تنقیح کر کے اس انداز پر عش عش کرتے ہیں۔ (مرتب)

یہ مکالمہ مصدقہ و مرقمہ علامہ عثمانی ہے۔

مولانا حسین احمد اور آزاد

اس طویل مگر معلومات افزا اور بصیرت افروز تاریخی مکالمہ کے بعد جناب خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی کی نظم بعنوان "مولانا حسین احمد اور آزاد" جو معاصر "زمزم" مورخہ ۷ اگست میں شائع شدہ نظم کے جواب میں۔ ۱۰ اگست ۱۹۴۵ء کے "نوائے وقت" میں شائع ہوئی اسے اس مقام پر ایک تاریخی نظم کی حیثیت سے قارئین کرام کی خدمت عالیہ میں نذر کیا جاتا ہے۔

ہاں حسین احمد ہی شیخ الہند تھا کل تک فرد — آج ہے لیکن "مقام مصطفےٰ" سے بے خبر
مسجد نبوی میں جو کل تک رہا گرم سجود — وارد ھا کے آشرم میں جھک گیا آج اس کا سر
کل تک جس نے پلائے قوم کو زمزم کے جام — تشنہ لب ہے آج خود گنگا پہ وہ عالی گہر
کل تک جس کی جلالت تھی حرم کی پاسبان — آج ہے وہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کی سپر
کل تک سرگرمیاں جس کی تھیں ملت کے لیے — آج ہے اس کو مسلمانوں کی محفل سے حذر

Marfat.com

کل تک تھا جو اسیرانِ کراچی میں سے ایک — آج ملّت کے مقاصد پر نہیں اس کی نظر
دیکھ کیا حالت ہے اب کشمیر میں آزاد کی — کٹ کے ملّت کے شجر سے اُس نے پایا کیا ثمر
قوم کے جوشِ غضب سے ڈر کے ہے روپوش آج — جو کبھی اس ملک میں تھا قوم کا نورِ نظر
جس کے علم و آگہی پر تھا کبھی ملّت کو ناز — نیل کے ساحل سے لیکر تا بہ خاکِ کاشغر

شخصیت کی ملّت بیضا کو ہے پروا کہاں
ہے وہی آزاد لیکن اب ہمارا ہے کہاں

(نوائے وقت ۱۰ اگست ۱۹۴۵ء)

تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن جناب عبدالمجید سالک جالندھری نے نوائے وقت سے "کوہ پیما" کے مضمون "کیا نیشنلسٹ مسلمان سوچیں گے؟" کی افادیت و ضرورت کے پیش نظر پمفلٹ کی شکل میں ترتیب دیا تھا۔ جو نذرِ قارئین ہے:۔

کیا نیشنلسٹ مسلمان سوچیں گے؟

از

کوہ پیما

مرتبہ

عبدالمجید سالک جالندھری

ناشر

محمد شمس الحق عالی روڈ۔ جالندھر شہر۔ قیمت ۴

پیش لفظ

"پچھلے دنوں روزنامہ "نوائے وقت" لاہور میں "کوہ پیما" کا ایک مضمون "کیا نیشنلسٹ مسلمان سوچیں گے؟" شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون اپنی

Marfat.com

افادیت اور معلومات کے اعتبار سے اتنا اہم ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے چنانچہ اسی مقصد سے اس مضمون کو روزنامہ مذکور کے شکریئے کے ساتھ کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے

ضمیمہ الف کے طور پر خان عبدالغفار خاں کے نام "کوہ پیما" کا ایک مکتوب مفتوح شامل رسالہ ہے جو اسی مضمون کی ایک کڑی ہے۔

ضمیمہ ب میں مولانا داؤد غزنوی سابق صدر صوبہ کانگرس پنجاب کا ایک بیان درج ہے۔ جو مولانا موصوف نے پچھلے دنوں اخبارات کے نام جاری فرمایا تھا۔

اس رسالہ کی قیمت صرف اتنی رکھی گئی ہے کہ لاگت بھی پوری ہو جائے اور اشاعت پر بھی برا اثر نہ پڑے۔

جالندھر شہر ۲۶ اگست ۱۹۴۶ء (مرتب)

کیا نیشنلسٹ مسلمان سوچیں گے؟

(از "کوہ پیما")

تمہید:۔ مولانا داؤد غزنوی کے کانگرس سے استعفاء نے نیشنلسٹ مسلمانوں کے لیے سوچنے کا موقع مہیا کر دیا ہے۔ چنانچہ نیشنلسٹ مسلمان بھی اس مسئلہ پر ذرا غور کرتا ہے (بشرطیکہ وہ کانگرس کا حامی نیک نیتی سے ہو۔ "سنہری نیتی" سے نہ ہو) وہ اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ کانگرس نے نیشنلسٹ مسلمانوں کی ہمیشہ توہین کی۔ ان کی پوزیشن کو ہمیشہ خراب کیا اور ان کے بالمقابل دوسری قوموں کے فرقہ پرست اصحاب سے ہمیشہ ترجیحی سلوک کیا۔

میں نے بھی اپنی زندگی کے آٹھ دس برس انہیں نیشنلسٹ مسلمانوں کے حلقوں میں گزارے ہیں اس لیے مجھے بھی کچھ حقائق و واقعات کا علم ہے۔ مولانا داؤد غزنوی کے استعفاء کی خبر سن کر میں نے یہ مناسب

Marfat.com

سمجھا کہ ان واقعات کو عوام کے سامنے بالعموم اور نیشنلسٹ مسلمانوں کے سامنے بالخصوص پیش کرکے ان سے پوچھوں کہ کیا کانگریس کے اس ذلیل سلوک کے بعد بھی آپ کی ذاتی غیرت اور ملّی حمیّت آپ کو کانگرس کا دم بھرنے پر مجبور کرتی ہے؟ مجھے اس امر کا ذاتی طور پر علم ہے کہ قوم پرست مسلمان غلوتوں میں ہمیشہ کانگرس کے ثنا کی رہے ہیں۔ لیکن ان کا کانگریس سے بارستور وابستہ رہنا یقیناً تعجب انگیز ہے۔ اس کے تین اسباب ہو سکتے ہیں:-

(۱) سنہری مصلحتیں (۲) اخلاقی جرأت کا فقدان اور (۳) وضع داری۔

اوّل الذکر طبقہ کے قوم پرستوں کو مخاطب کرنا اپنی توہین ہے۔ اس وقت میرے مخاطب یہی دونوں آخر الذکر طبقات ہیں۔ اگر یہ طبقات مولانا داؤد غزنوی صاحب کی طرح اخلاق جرأت سے کام لیں اور وضعداری کے رکھ رکھاؤ کو ترک کر دیں تو مجھے یقین ہے کہ قوم پرست مسلمانوں کا ایک عظیم حصّہ کانگرس کو چھوڑ کر یقیناً مسلم لیگ میں آجائے گا۔ مثال کے طور پر میں صرف ایک واقعہ درج کروں گا۔ لاہور میں مسلم طلبہ نے ۱۹۴۱ء کے اوائل میں قائداعظم کی صدارت میں پاکستان کانفرنس منعقد کی تھی۔ اس کانفرنس کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے برڈلا ہال میں خان عبدالغفار خان کی صدارت میں ایک یونٹی کانفرنس منعقد کی گئی غالباً دیوان چمن لال اس کے صدر استقبالیہ تھے۔ مسٹر پربودھ چندر نے اپنی تقریر میں ہندو کانگریسیوں کے مسلم کش رویہ کی پُرزور مذمت کی اور مثلاً آسرو نٹس آف دی پیپل سوسائٹی اور کچھ انشورنس کمپنیوں کا ذکر کیا جن کے کرتا دھرتا بڑے بڑے جغادری کانگرسی ہیں اور پوچھا کہ کیا ان اداروں میں کوئی بھی مسلمان ملازم ہے۔ پربودھ جی کا یہ کہنا تھا کہ سٹیج پر ایک کہرام برپا ہو گیا۔ بڑے بوڑھے کانگرسیوں کا رنگ اڑ گیا اور غالباً لالہ دنی چند نے پربودھ جی کی

Marfat.com

تقریر کی تردید میں ایک زوردار تقریر بھی کی۔ اسی شام کو دو مسلمان نوجوان خان عبدالغفار خان سے ان کی جائے قیام (ویرا ہوٹل) پر ملے۔ ملاقات کے دوران میں نماز مغرب کا وقت آگیا۔ اس مجلس میں صرف تین مسلمان تھے۔ خان عبدالغفار خان اور دو ملاقاتی مسلمان نوجوان۔ تینوں کے لیے ایک الگ کمرے میں نماز کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ نماز کے بعد ان نوجوانوں سے خان عبدالغفار خان نے پربودھ جی کی مذکورہ بالا تقریر کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ پربودھ نے بالکل حقیقت بیان کی ہے۔ ہندو کی ذہنیت چاہے وہ کانگرسی ہو یا مہاسبھائی ہمیشہ مسلم کش رہی ہے اس ضمن میں انھوں نے کچھ ہندو کانگرسیوں کے نام بھی گنوائے۔ جو مسلم آزاری میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں اور لالہ لاجپت رائے آنجہانی کے نام پر خاص طور سے زور دیا۔ خان عبدالغفار خان نے اس گفتگو کے دوران میں مسلمانوں کی الگ تنظیم کی ضرورت کا اعتراف کیا۔ انھیں صرف مسلم لیگ کے طریق کار سے اختلاف تھا۔ وہ کہتے تھے کہ دوسروں سے الجھے بغیر اپنی تنظیم کرنی چاہیئے ورنہ ایک نقصان ہوتا ہے کہ اغیار تو بیدار اور زیادہ منظم ہو جاتے ہیں لیکن اپنی تنظیم کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس واقعہ کے بیان کرنے سے میرا مقصد صرف یہ تھا کہ بڑے سے بڑا اور کٹر سے کٹر کانگرسی مسلمان بھی ہندو کانگرسیوں سے نالاں ہے اگر وہ ذرا بھی اخلاقی جرأت دکھلائیں یا وضعداری کو ترک کر دیں تو ان کی ایک عظیم اکثریت آج وابستہ لیگ ہو۔

نہرو رپورٹ:۔ میں اپنے مضمون کا آغاز نہرو رپورٹ سے کروں گا کیونکہ یہی وہ رپورٹ ہے۔ جس کی بنا پر مرحوم علی برادران ایسے مخلص اور ایثار پیشہ رہنما کانگرس کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے لیکن آپ کو معلوم ہے کہ کانگرس نے اس رپورٹ کے حامی مسلمانوں سے کیا سلوک

Marfat.com

کیا۔ یہ ایک دردناک داستان ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو مشہور احرار لیڈر چودھری افضل حق مرحوم کی تحریروں کا مطالعہ کیجئے۔ یہ قصہ بہت طولانی ہے۔ مختصر سے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ ملت کے سوادِ اعظم کے احتجاج کے باوجود کانگرس کو اس رپورٹ میں کوئی مسلم کش بات نظر نہ آئی۔ لیکن جب سکھوں نے اس رپورٹ پر دستخط کرنے کے بعد دوسرے روز ہی اس رپورٹ کو "پنتھ گھاتک" قرار دینا شروع کر دیا۔ تو گاندھی جی کا ماتھا بھی ٹھنکا۔ کہ یہ رپورٹ بنائی تو گئی تھی ہندوستان کے مسلمانوں کو دبانے کے لیے، لیکن کچھ نیشنلسٹ مسلمانوں کی چالاکی سے یا نہرو رپورٹ کے مصنفوں کی دور نا اندیشی سے اس میں کچھ ایسی دفعات بھی شامل ہو گئی ہیں جن سے ایک غیر مسلم فرقے کو جائز یا ناجائز شکایات ہیں۔ اور یہ غیر مسلم فرقہ مسلمانوں کی اکثریت کے ایک صوبہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس صوبہ کے مسلمانوں کے دبانے کے لیے اس غیر مسلم فرقہ کا استحکام اور اسے غیر منصفانہ مراعات دینی ضروری ہیں۔ چنانچہ گاندھی جی نے سکھوں سے نہ صرف اپنی تحریر کا پابند ہونے کو نہ کہا بلکہ سکھوں کی ہاں میں ہاں بھی ملانی شروع کر دی بیچارے قوم پرست مسلمان تو اپنے بھائیوں کی گالیاں سنتے رہے لیکن اپنی تحریر پر قائم رہے۔ نہرو رپورٹ کا یہ زمانہ ان مسلمانوں کے لیے دورِ آشوب بن گیا۔ ان ہنگاموں کی گونج آج بھی ہمارے کانوں سے ٹکرا رہی ہے لیکن آپ کو معلوم ہے کہ ان قوم پرست مسلمانوں کو اس قربانی کا صلہ کیا ملا؟ ——— گاندھی جی کے اشارۂ چشم و ابرو نے ایک مسلمان ہی سے (صدر کانگرس ڈاکٹر انصاری مرحوم سے) اس رپورٹ کے سکھوں کے مفاد کے منافی ہونے کا اعلان کرایا۔ ڈاکٹر انصاری کے اس

Marfat.com

خطبہ صدارت کے بعد نیشنلسٹ مسلمان کہیں کے بھی نہ رہے۔ سکھوں نے جب اس رپورٹ پر دستخط کر دینے کے باوجود اس کی مخالفت کی تو کانگرس دوزانو ہو گئی لیکن بیچارے قوم پرست مسلمان محض اپنی تحریر کا پاس کرتے ہوئے اس رپورٹ سے چمٹے رہے اور اپنوں کا ہدف طعن بنے اور جب اس رپورٹ کے خلاف کانگرس ہی نے آواز اٹھائی تو مسلمانوں کے مفاد کی خاطر نہیں کہ ان کی عظیم ترین اکثریت اور علی برادران کے سے مخلص رہنما اسے مسلم کش سمجھتے ہیں بلکہ اُن سکھوں کی خاطر جو اسے منظور کر لینے کے باوجود اس کی مخالفت پر تُل گئے تھے۔ سب سے بڑا ستم یہ کہ کانگرس نے اپنی روش کو بدلتے وقت اُن قوم پرست مسلمانوں سے پوچھا تک نہیں جو اس رپورٹ کے حامی اور موئید تھے۔

مجلس احرار کا قیام:۔ اس واقعہ کے بعد پنجاب کے قوم پرست مسلمانوں نے اپنی الگ تنظیم ضروری سمجھی چنانچہ مجلس احرار اسی احساس کا نتیجہ ہے پنڈت جواہر لعل اسی جماعت کی تشکیل کی وجہ چاہے کچھ ہی قرار دیں لیکن واقعہ یہی ہے کہ نہرو رپورٹ کے ضمن میں کانگرس نے سکھوں سے جو ترجیحی سلوک کیا اور قوم پرست مسلمانوں کو جس طرح نظر انداز کیا اور ان سے پوچھے بغیر اس رپورٹ کو سکھوں کے مفاد کے منافی قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف جس طرح صدر کانگرس نے اعلان کیا اس سے قوم پرست مسلمانوں کی صفوں میں عزت نفس کی لہر دوڑ گئی اور وہ یہ سوچنے لگے کہ ہمارا کام محض کانگرس کی ہاں میں ہاں ملانا نہیں کہ کانگرس آج ایک قرارداد پیش کرے اور ہم اس کی تائید کریں اور ابھی اس قرارداد کی سیاہی بھی خشک نہ ہو اور کانگرس اس کے خلاف اعلان کر دے۔ اور ہم آنکھیں بند کر کے اس پر بھی آمنّا وصدقنا کہہ دیں۔ چنانچہ جس وقت مجلس احرار قائم کی گئی اس وقت یہی احساس پیش نظر تھا۔

Marfat.com

جس طرح آج مسلم لیگ کے خلاف کبھی آزاد مسلم کانفرنس کا ڈھونگ کھڑا کیا جاتا ہے۔ کبھی مسلم مجلس کا سوانگ رچایا جاتا ہے اسی طرح اُس وقت بھی ڈاکٹر عالم کی قیادت میں نیشنلسٹ مسلمانوں کی تنظیم کا بیڑا اٹھایا گیا جس کی غایت اولیٰ مجلس احرار کو پنپنے نہ دینا تھا اور مسلمانوں کو کانگرس سے چمٹائے رکھنا تھا لیکن ڈاکٹر عالم کی یہ جماعت چند روز سانس لے کر ختم ہوگئی اور کھسیانی بلّی کھمبا نوچے کے مصداق پنڈت جواہر لعل نے احرار رہنماؤں کی نیتوں پر حملہ شروع کر دیا اور انھیں جاہ طلب گردانا۔

مجلس احرار کانگرسی حلقوں کی نگاہوں میں ہمیشہ کانٹے کی طرح کھٹکتی رہی چنانچہ ۱۹۳۷ء میں احرار نے اجلاس لکھنؤ پر آچاریہ کرپلانی جنرل سیکرٹری آل انڈیا کانگرس کا یہی پیغام آیا کہ اپنی جماعت کو توڑ کر کانگرس میں مدغم ہو جائیے کانگرس بدستور اس کوشش میں لگی رہی کہ احرار کے رہنماؤں کو دوبارہ کانگرس میں لایا جائے۔ چنانچہ ظاہری طور پر خوشامد شروع کر دی گئی لیکن در پردہ مخالفت بھی جاری رکھی۔ چنانچہ جو مسلمان خالصتہً کانگرسی ہیں وہ آج بھی اس جماعت کے مخالف ہیں۔ احرار کو سرحد میں اپنی تنظیم کے سلسلہ میں کانگرسیوں کے ہاتھوں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس سے احرار حلقے بخوبی واقف ہیں ۱۹۳۸ء یا ۱۹۳۹ء میں احرار کا کل ہند سالانہ اجلاس پشاور میں چودھری افضل حق مرحوم کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اسے ناکام بنانے کے لیے وہاں کے کانگرسیوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا دُور کیوں جائیے۔ حال ہی کے اسمبلی انتخابات میں سرحد کے کانگرسیوں نے بڑے بڑے احرار لیڈروں کا مقابلہ کیا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ کانگرس وہاں احرار کا مقابلہ نہ کرتی تو حکیم عبدالسلام صدر احرار سرحد مولانا غلام غوث نائب صدر آل انڈیا احرار اور دو ایک اور احرار رہنماؤں کا کامیاب ہو جانا کچھ مشکل نہ تھا۔

Marfat.com

امرت سر کے ضمنی انتخابات: پچھلی پنجاب اسمبلی کی زندگی میں امرتسر کی مسلم نشست کے دوبارہ ضمنی انتخاب ہوئے دونوں دفعہ احرار اور کانگرس کی ٹکر ہوئی۔ احرار کی طرف سے چودھری افضل حق مرحوم امیدوار تھے اور کانگرس کی طرف سے ڈاکٹر کچلو۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ کانگریس صرف یہ کہتی تھی کہ چودھری صاحب کانگریس کے حلف نامہ پر دستخط کر دیں تو ڈاکٹر کچلو کو بٹھا دیا جائے گا۔ لیکن چودھری صاحب کا یہ اصرار تھا۔ کہ کانگرس کو کسی مسلم نشست پر امیدوار کھڑا کرنے کا حق ہی نہیں وہ آخر دم تک مسلمانوں کی الگ تنظیم کے حق میں ڈٹے رہے اور کانگرس کو مسلمانوں کے امور میں مداخلت کی اجازت دینے پر تیار نہ ہو سکے۔

کانگرس کی طرف سے احرار کی زندگی پر حملہ: دوسرے ضمنی انتخاب کے ختم ہوتے ہوتے احرار کے اکثر لیڈر فوجی بھرتی کی مخالفت کے جرم میں جیلوں میں پہنچ گئے۔ جب کانگرس نے ۱۹۴۰ء میں انفرادی سول نافرمانی کی تحریک شروع کی تو احرار کو بھی اس میں لپیٹنا چاہا مگر کانگرس کی بدقسمتی کہ چودھری صاحب مرحوم بیماری کی بنا پر رہا کر دئے گئے اور جن دو ایک احراری لیڈروں کی وساطت سے یہ کوشش ہو رہی تھی وہ اپنے مقصد میں بالکل ناکام رہے آخر کار مجلس احرار کی زندگی پر وار کیا گیا مگر وہ بھی اوچھا رہا یعنی مجلس احرار کے ایک سابق سیکرٹری کی طرف سے مجلس کے توڑ دینے کا اعلان کرا دیا گیا لیکن چودھری صاحب مرحوم نے فوراً اس خبر کی تردید کر کے مجلس کو ختم ہونے سے بچا لیا۔ کانگرس کی اس حرکت سے احرار حلقوں کا مضطرب ہو جانا یقینی تھا چنانچہ کافی عرصہ تک یہ خیال کیا جاتا رہا کہ شاید احرار اور لیگ میں تعاون ہو جائے۔

چودھری صاحب مرحوم نے پاکستان کی حمایت شروع کر دی اس سے اور تقویت ملی اس کے بعد جب مولانا مظہر علی جیل سے باہر

Marfat.com

آئے تو انھوں نے بھی تقسیم ہند کے حق میں آواز بلند کی۔ اب کانگرسی حلقے بالکل اوچھے ہتھیاروں پر اُتر آئے اور یہ پراپیگنڈا شروع کر دیا۔ کہ مظہر علی بھی شیعہ ہے اور جناح بھی شیعہ۔ چنانچہ ایک تیسرے شیعہ لیڈر راجہ صاحب محمود آباد کی وساطت سے احرار کو مسلم لیگ نے خرید لیا ہے

جمعیتہ العلماء کا اجلاس لاہور اور چودھری صاحب کا انتقال:۔ جمعیتہ العلماء نے احرار کے خلاف اس پراپیگنڈا کو اور زیادہ ہوا دی اور احرار کانگرس سے زیادہ سے زیادہ متنفر ہوتے گئے ۱۹۴۱ء کے آواخر میں جمعیتہ العلماء ہند کے سالانہ اجلاس کے لاہور میں منعقد ہونے کا اعلان کیا گیا لیکن جمعیتہ کے لیڈروں کے اس خطرہ کے پیش نظر کہ شاید احرار رضا کار اس کانفرنس میں ہنگامہ برپا کر دیں اس اجلاس کے التوا کا اعلان کر دیا گیا اتنے میں جنوری ۱۹۴۲ء کے پہلے ہفتہ عشرہ میں چودھری صاحب انتقال فرما گئے ۱۹۴۰ء میں مجلس احرار کو ختم کرنے کا جو ڈرامہ کھیلا گیا تھا اس کے بینی شاہد صرف چودھری صاحب مرحوم تھے باقی تقریباً سب احرار لیڈر جیل میں تھے اس لیے جو تأثر چودھری صاحب کے ذہن پر مرتب ہو سکتا تھا وہ اور کسی کے ذہن پر نہ ہو سکتا تھا چنانچہ چودھری صاحب کی آنکھیں بند ہوتے ہی احرار کو پھنسانے کی کوششیں تیز سے تیز تر ہوتی گئیں۔ چودھری صاحب چونکہ ہمیشہ کانگرس کی ان مذموم کوششوں میں حائل ہوتے رہے تھے اس لیے ان کی موت سے کانگرس نے یہ سمجھا کہ راستے کا ایک کانٹا دور ہوا۔ چودھری صاحب آل انڈیا کانگرس کی مجلس عاملہ کے رکن رہ چکے تھے۔ مگر گاندھی جی کا اظہار افسوس تو ایک طرف خود کانگرس کی مجلس عاملہ نے بھی اپنے ایک پرانے رفیق کی موت پر تعزیتی قرارداد تک منظور کرنا مناسب نہ سمجھا اور نہ جمعیتہ العلماء کے صدر یا ناظم نے دوستانہ اور رفیقانہ مراسم کے باوجود

Marfat.com

تعزیتی پیغام بھیجنا گوارا کیا لیکن جمعیتہ کا ملتوی شدہ سالانہ اجلاس بھی منعقد کرنا تھا۔ لیگی تو ویسے ہی مخالف تھے احرار کی مخالفت کا بھی اشد خطرہ تھا اس سے جمعیتہ کے رہنما حیران تھے کہ کریں تو کیا کریں۔ آخر چوہدری صاحب کی وفات کے کم از کم دو ماہ بعد اخبارات میں یک بیک صدر جمعیتہ اور ناظم جمعیتہ کے تعزیتی پیغامات دیکھنے میں آئے لوگ حیران تھے کہ یا اللہ ماجرا کیا ہے۔ کیا چوہدری صاحب کے انتقال کی خبر لاہور سے دہلی تک دو ماہ میں پہنچی۔ حقیقت یہ تھی کہ جمعیتہ کے رہنماؤں کو اپنی کانفرنس کو کامیاب کرنا تھا اور اس کے لیے احرار رضا کاروں کو رام کرنا ضروری تھا چنانچہ یہ تعزیتی پیغامات اس سلسلہ کی پہلی کڑی تھی۔ اب چوہدری صاحب کی موت کو بھی دو اڑھائی ماہ گذر چکے تھے اور ان کی موت کا صدمہ اور کانگرس اور جمعیتیوں کا ان سے سلوک بھی ذہن سے فراموش ہوتا جا رہا تھا چنانچہ علماء کی عزت و مرتبت کا واسطہ دے کر احرار کو اس کانفرنس کی امداد پر آمادہ کیا گیا۔ احرار رضا کاروں نے دل کھول کر جمعیتہ کی مدد کی اور سچے مسلمان نوجوانوں نے جمعیتہ کی کانگرس پروری کے خلاف آواز اٹھائی انھیں کلہاڑیوں کا نشانہ تک بنانے سے گریز نہ کیا۔ اب علماء کی وساطت سے احرار کو کانگرس سے قریب تر لانے کی کوشش اور تیز کر دی گئیں لیکن یہ کوششیں پوری طرح کامیاب ہوتی دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ احرار۔ آزاد مسلم کانفرنس سے الگ ہو گئے کیونکہ اس کا مقصد۔ وحدت کانگریس کی ہاں میں ہاں ملانا ہے مسلم مجلس میں شامل ہونے سے انکار کر دیا گیا۔ مولانا مظہر علی جنرل سیکرٹری آل انڈیا مجلس احرار نے یہ اعلان کر دیا کہ ہندو مسلم مسئلہ کا فیصلہ مسلمانوں کی طرف سے صرف مسلم لیگ کر سکتی ہے اور اگر پاکستان کے متعلق کسی وقت استصواب عامہ کیا گیا تو احرار پاکستان کے حق میں ووٹ دیں گے۔

Marfat.com

پنجاب لیگ کے سالانہ اجلاس سیالکوٹ کے موقع پر مولانا مظہر علی کے ارشاد پر احرار رضا کاروں نے قائداعظم کے جلوس میں شرکت کی اور اپنے بیٹرے سے ان کا استقبال کیا۔ مسلمان عوام خوش ہو رہے تھے کہ اب احرار کے ان تھک کارکنوں کی خدمات لیگ کو حاصل ہو جائیں گی۔ مگر وقت کا فیصلہ کچھ اور ہی تھا۔

لیگ یونینسٹ ٹکراؤ اور احرار کی نئی کروٹ:۔ اسی اثنا میں مسلم لیگ اور یونینسٹ وزارت میں ٹکر ہو گئی تھی۔ احرار اکابر نے یہ سمجھا کہ اس تصادم سے فائدہ اٹھا کر اپنے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اتنے میں چودھری چھوٹو رام کے ایما پر ملک خضر حیات کا ایک خط ایک بہت بڑے احرار لیڈر کے نام آیا کہ آپ فلاں روز شام کے وقت میرے ساتھ چائے پیجئے۔ احرار نے اس ملاقات کو اپنی کامیابی اور حصول اقتدار کا ایک وسیلہ سمجھا۔ کہتے ہیں کہ اس ملاقات میں سب کچھ طے ہو گیا۔ چنانچہ قائداعظم کے سیالکوٹ کے اجلاس کے ایک بیفرر فقرے کو (کہ تمام مسلمان جماعتیں لیگ میں شامل ہو جائیں) آڑ بنایا گیا اور لیگ اور پاکستان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا گیا۔ کل تک تو یہ کہا جاتا تھا کہ ہندو مسلم تصفیہ نپٹانے کے لیے مسلمانوں کی طرف سے نمائندگی کا حق مسلم لیگ اور صرف مسلم لیگ کو ہے لیکن اب اسی مسلم لیگ کی مخالفت کے درپے ہو گیے۔ وہی ڈاکٹر عالم جو مجلس احرار کے قیام کے وقت اس کی مخالفت میں پیش پیش تھے اور جن کے اس جرم کو احرار حلقے کبھی معاف کرنے کو تیار نہیں تھے اب انھیں ڈاکٹر عالم کی کوٹھی احرار کا مرجع بن گئی۔ وہی احرار کارکن جو کل تک تو یہ کہتے تھے کہ لیگ کی مخالفت اور یونینسٹ وزارت کی حمایت احرار کے لیے دوسرا شہید گنج ثابت ہو گی (اور ہوا بھی ایسا ہی) اب اپنی پابندیاں اٹھوانے

Marfat.com

کے لیے اپنی عرضیاں لے لے کر ڈاکٹر عالم کی کوٹھی کا صبح و شام طواف کرنے لگے کہ فلاں افسر اور فلاں وزیر سے کہہ کر مجھے ان پابندیوں سے خلاصی دلوائیے۔ احرار لیڈر جو کل تک تو یہ کہتے تھے کہ خضر حیات شریعت کے پابند نہیں ان کی جائیداد شریعت کے مطابق تقسیم نہیں ہو سکتی بلکہ صرف بڑے بیٹے کو ملتی ہے اور ان کے اس دستور کو خلافِ شریعت قرار دیتے ہوئے انھیں کافر تک کہنے سے گریز نہ کرتے تھے اور انھیں تین تین ہزار کے کتے پالنے کا طعنہ دیا جاتا تھا کہ مسلمان غریب تو بھوکا مر رہا ہے اور خضر حیات کی کوٹھی میں تین تین ہزار کے کتے نرم نرم گدیلوں پر استراحت کر رہے ہیں۔ اور اچھی سے اچھی خوراک پر پل رہے ہیں۔ وہی احرار لیڈر اب اسی خضر حیات کی تعریف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہانے لگے۔

پہلی شملہ کانفرنس:۔ احرار یونینسٹ وزارت کے تو ضرور ہی خواہ بن گئے تھے لیکن ابھی تک کانگرس کے جال میں نہ پھنسے تھے کہ ۱۹۴۵ء میں پہلی شملہ کانفرنس کے انعقاد کا اعلان ہو گیا۔ احرار کانگرس کا ساتھ دینے پر تیار نہ تھے۔ مولانا آزاد نے اپنی کوششوں کو ناکام ہوتے دیکھ کر خضر حیات سے کہہ کر مولوی حبیب الرحمٰن کو رہا کروایا کہ وہ احرار کو رام کرے کانگرس میں لائیں لیکن احرار لیڈر ۱۹۴۰ء کے واقعہ کو ابھی تک بالکل نہیں بھولے تھے۔ اس لیے مولوی صاحب موصوف کو کافی عرصہ تک کامیابی نہ ہوئی۔ چنانچہ احرار نے سر سپرو کی نان پارٹی کانفرنس میں شرکت کی دعوت محض اس بنا پر مسترد کر دی کہ مسلمانوں کی طرف سے آئینی مسائل میں ترجمانی کا حق صرف مسلم لیگ کو ہے۔

پنجاب اسمبلی کے حالیہ انتخابات:۔ احرار کی نت بدلتی ہوئی روش میں "یونینسٹ نوازی" راستے کی ایسی منزل ثابت ہوئی کہ اس کے اقتدار نے بالکل دم توڑ دیا اور نئے انتخابات میں سرکاری امداد کے باوجود احرار

Marfat.com

اُمیدواروں کو شرمناک شکستیں ہوئیں۔ حتیٰ کہ احرار ٹکٹ پر اگر کوئی پیر بھی کھڑا ہوا تو وہ اپنے مریدوں ہی کے حلقے میں ناکام رہا۔

تشکیل وزارت:۔ اب تشکیل وزارت کا ڈول ڈالا گیا خضر حیات کو کوئی مسلمان وزیر نہ ملتا تھا لے دے کر سب کی نگاہیں مولانا مظہر علی کی طرف اُٹھ رہی تھیں۔ سُنا جاتا ہے کہ خضر حیات کا میلان بھی انھیں کی طرف تھا اور ان کا وزیر ہو جانا قریب قریب یقینی ہو گیا تھا لیکن وہ اسمبلی کا انتخاب ہار گئے۔ اب سوال یہ تھا کہ چھ ماہ تک وہ وزیر رہ سکتے ہیں لیکن اس کے بعد پھر انتخاب کا سامنا کرنا ہوگا۔ لیکن کوئی بھی مسلم حلقہ ایسا نہ تھا کہ جہاں سے مولانا کامیاب ہو سکیں۔ لے دے کر مخلوط حلقے تھے چنانچہ گوپی چند سے کہا گیا کہ آپ یونیورسٹی کی نشست سے استعفیٰ دے دیں تاکہ مولانا مظہر علی اسمبلی میں آ سکیں۔ انھوں نے کہا مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہائی کمان سے پوچھ لیجئے۔ چنانچہ وہی مولانا مظہر علی جو کبھی مولانا آزاد سے ملنا گوارا نہ کرتے تھے اب ان کے استقبال کے لیے ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ شیخ حسام الدین بھی مولانا آزاد کے ارد گرد چکر کاٹنے لگے کہ کسی طور پر مجلس کے جنرل سیکرٹری وزیر بن جائیں جس سے جماعت کے اقتدار میں اضافہ ہو۔ مولانا آزاد اپنی گذشتہ مساعی کی ناکامی کو بھولے نہیں تھے وہ اس بات کو کس طرح نظر انداز کر دیتے کہ احرار نے کل تک تو میری کسی بات پر کان نہیں دھرے وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اب محض وزارت کے لیے میری دربانی کی جا رہی ہے چنانچہ مولانا مظہر علی کو یہ کہلوا دیا گیا کہ اب کانگرس کا حلف نامہ بھر دیجئے تو ڈاکٹر گوپی چند کو مستعفی کروا کر آپ کو منتخب کروا دیا جائے گا۔ مولانا مظہر علی نے جب اس تجویز پر ٹھنڈے دل سے غور کیا تو ان پر واضح ہو گیا کہ وہی پرانا کھیل پھر کھیلا جا رہا ہے۔ چنانچہ جس طرح ان کے قابل فخر رفیق چودھری افضل حق مرحوم نے مرتسر

Marfat.com

کے ضمنی انتخابات میں کانگرس کا حلف نامہ بھرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اسی طرح اب انھوں نے بھی کانگرس میں شامل ہونے سے انکار کر دیا کیونکہ اگر وہ ایسا کرتے تو اپنی الگ تنظیم کے لیے پھر کوئی جواز پیش نہ کر سکتے۔ اس واقعے سے ان پر یہ بات اور واضح ہو گئی ہو گی کہ کانگرس کو مسلمانوں کی الگ تنظیم کسی صورت میں بھی گوارا نہیں۔ چاہے وہ اس کے اپنے حامیوں ہی کی ہو۔

لاہور کارپوریشن کے میئر کا انتخاب: - اس کے بعد لاہور کارپوریشن کے انتخاب آ گئے مولانا مظہر علی کے فرزند جناب قیصر مصطفےٰ بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی بھی کونسلر نامزد کر دیئے گئے کانگرس پارٹی نے یہ وعدہ کیا کہ قیصر صاحب کو میئر کے انتخاب کے لیے کھڑا کیا جائے گا۔ لیکن جب انتخاب میں دو ایک دن باقی رہ گئے۔ تو ایک نواب زادے کو قیصر مصطفےٰ پر ترجیح دی گئی۔ مولانا اور ان کے فرزند کے لیے یہ واقعہ بہت رنجدہ تھا۔ مولانا نے کانگرس کی تحریکوں میں قید و بند کے مصائب برداشت کیے تھے۔ لیکن کانگرس نے انھیں وزیر نہ بننے دیا ان کے صاحبزادے نے قوم پرست مسلم طلبہ کی تنظیم کی خاطر اپنی تعلیم تک کا نقصان کیا تھا لیکن اب اسے کانگرس نظر انداز کر رہی تھی۔ باپ بیٹے کو ان کی خدمات کا صلہ یہ دیا جا رہا تھا کہ باپ کانگرس کا ممبر بنے تو مخلوط حلقے سے منتخب ہوا اور بیٹے کو کانگرس نے ایک سرمایہ دار نواب زادے کے مقابلہ پر ٹھکرا دیا۔ کانگرس نے اس بارے میں اس بات کا خیال بھی نہ کیا کہ جس فوجی بھرتی کی مخالفت کے سلسلہ میں احرار ہم سے دو قدم آگے رہے ہیں یہ نواب زادہ اسی فوجی بھرتی کے حامی بلکہ اسی فوج کے ممبر ہیں۔ ایک طرف آئی۔ این۔ اے والوں کی مدح خوانی اور دوسری طرف سرکاری ممبروں کی پرورش ع

باین تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

Marfat.com

ان دو واقعات نے مولانا مظہر علی کی آنکھیں کھول دیں چنانچہ میئر کے انتخاب میں قیصر مصطفےٰ صاحب نے لیگ کا ساتھ دیا ان کے اس اقدام پر کانگرس اور کانگرس کے اجیروں کی طرف سے آوازے کسے گئے کہ لیگ کا ساتھ دے کر ملک سے غداری کی ہے۔ نوبت بہ ایں جا رسید خود مجلس احرار نے تادیبی کارروائی کی دھمکی دی لیکن یہ نہ سوچا کہ جب خود مولانا مظہر علی کی خدمات کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک کندہ ناتراش طفل مکتب اور سرکار پرست کو وزیر بنوانا جائز ہوا اور اس نوجوان کے مقابلے پر جو اپنی قوم پرستی کے جرم میں اپنی قوم کے نوجوانوں میں ہمیشہ مطعون رہا ہو ایک نواب زادے اور فوجی میجر کو کارپوریشن کا میئر بنانے کی ناپاک کوشش مباح بلکہ عین ثواب ہو۔ تو اس صورت میں لیگی مسلمان کی حمایت کس طرح ناقابل معافی گناہ ہو سکتی ہے۔

گذشتہ اسمبلی کے انتخابات:۔ یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ کانگرس نے چودھری افضل مرحوم جیسے محب وطن کا مقابلہ کرنا محض اس لیے ضروری سمجھا کہ وہ کانگریس ٹکٹ پر کھڑے ہونے کو تیار نہ تھے لیکن پنجاب اسمبلی کے گذشتہ عمومی انتخابات میں کانگرس نے چودھری چھوٹو رام، راجہ نریندر ناتھ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ اور سر منوہر لال کا باوجود ان کی سرکار پرستی کے مقابلہ نہ کیا جب اس کا سبب منظر عام پر پیش کیا جائے گا۔ تو سب انگشت بدنداں رہ جائیں گے کہ کیا ہندو کانگرس کے بڑے بڑے نیتا بھی اتنے متعصب ہو سکتے ہیں کہتے ہیں۔ کہ کانگرس کے ایک بہت بڑے ذمہ دار لیڈر کے بھائی (جو اب کانگرس کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن بھی بن گئے ہیں) پنجاب کانگرس پارلیمنٹری بورڈ کے گرتا دھرتا احباب کے نام یہ پیغام لے کر آئے کہ ان چاروں مذکورہ الصدر اصحاب کا مقابلہ نہ کیا جائے کیونکہ ہندو مفاد کا تقاضا یہی ہے۔ چنانچہ ان اصحاب کا مقابلہ کرنے کے لیے

Marfat.com

باوجود متعدد کانگریسیوں کی درخواستوں کے کسی کو کانگریس ٹکٹ نہ دیا گیا گویا کانگرس کے بڑے بڑے نیتا ہندو مفاد کے لیے کانگرس کو بھی قربان کرنے کو تیار ہوں لیکن بیچارے نیشنلسٹ مسلمان ع

ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم

یہ فریب کانگرس کو کسی محبّ وطن اور ایثار پیشہ مسلمان کا مقابلہ کرنے سے بھی باز نہیں رکھ سکتے۔ ضلع ہوشیار پور میں کانگرس کے ایک بہت بڑے لیڈر ماسٹر ہری سنگھ تھے (جواب کمیونسٹ ہو چکے ہیں) گزشتہ اسمبلی انتخابات میں انھوں نے کانگرسی وفاکوٹ کا سا جواب دے دیا اور کانگرس کا ٹکٹ لینے سے صاف انکار کر دیا وہ اکالی ٹکٹ پر کھڑے ہوئے اور جیتے لیکن کانگرس کو ان کے خلاف اپنا اُمیدوار کھڑا کرنا تو ایک طرف مخالف اُمیدوار کی حمایت کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ اسی طرح سردار سوہن سنگھ جوش نے کانگرس ٹکٹ لینے سے انکار کر دیا تھا اور آزاد ٹکٹ پر کامیاب ہوئے لیکن کانگرس ان کی مخالفت تو کیا کرتی اُلٹا ان کے کامیاب ہو جانے کے بعد انھیں پنجاب کانگرس کا جنرل سیکرٹری بنا دیا گیا۔

موجودہ انتخابات:۔ اب ذرا حالیہ انتخابات پر بھی نگاہ ڈالیے پنجاب میں کانگرس نے اکالیوں کا مقابلہ تو کیا لیکن یہ ایک کھلا ہوا راز ہے کہ بڑے بڑے ہندو کانگرسیوں کا میلان اکالیوں ہی کی طرف تھا چنانچہ کانگرسی سکھوں کی امداد میں بخل سے کام لیا گیا ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ سکھ کانگرسی سکھ نشستوں کی اکثریت پر قبضہ نہ کر لیتے۔ کانگرس نے مسلم لیگ کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے امیدواروں کو ہزاروں روپے دیئے لیکن کانگرس سکھوں کی مدد سے کتراتی رہی اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ پنجاب اسمبلی میں اکالیوں کی موجودگی ہندوؤں کو تقویت پہنچاتی۔ کانگرس نے ویسے تو

Marfat.com

سردار بلویو سنگھ کے مقابلہ پر ایک کانگرسی کو کھڑا کر دیا لیکن اس کانگرسی کی حمایت کے لیے پنجاب کے بڑے بڑے کانگرسی بھی تیار نہ ہوئے چنانچہ اس کی حمایت میں جو اشتہار شائع کیے گئے ان پر ڈاکٹر گوپی چند جیسے جغادری کانگرسی نے بھی دستخط کرنے سے انکار کر دیا آخر ایسا کیوں؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہندو کانگرسی یہ چاہتے تھے کہ پنجاب پر مسلمانوں کے نمائندہ کے خلاف حکومت کی جائے اس مقصد کے لیے سکھوں سے امداد لینی ضروری تھی اور اس غرض کے لیے سردار بلویو سنگھ سے زیادہ موزوں شخص کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ان کے مفاد برلا اور ٹاٹا سے مشترک ہیں اس لیے انھیں آسانی سے قابو کیا جا سکتا تھا خطرہ یہ تھا کہ اگر کانگرس نے سردار بلویو سنگھ کی دل کھول کر مخالفت کی تو وہ ہار جائیں گے اور اکالیوں کی عنان گیانی کرتار سنگھ کے ہاتھ میں آجائے گی۔ جن کا ذاتی میلان مسلمانوں کی طرف ہے اور جو مسلم لیگ سے مل کر وزارت قائم کرنے کے حامی ہیں محض مسلم لیگ کی وزارت کے قیام کے امکان کو دور کرنے کے لیے کانگرس نے اپنے امیدوار کی حمایت نہ کی اور اپنے مخالف سردار بلویو سنگھ کا ساتھ دیا تاکہ ان کی معرفت اکالیوں کو رام کر کے پنجاب پر مسلمانوں کے نمائندہ کے خلاف حکومت کی جائے۔

ہوشیار پور میونسپلٹی کا صدر:۔ ہوشیار پور میونسپل کمیٹی کے انتخابات منعقدہ ۱۹۳۷ء میں چھ ہندو اصحاب کانگرس ٹکٹ پر کامیاب ہوئے اور ایک مسلمان ڈاکٹر[1] یہ مسلمان بزرگ کئی سال سے کانگرس ورکنگ کمیٹی کے رکن چلے آتے تھے ان کو بلا مقابلہ کامیابی پر ہندو اخبارات نے بہت بغلیں بجائیں یہاں کی میونسپل کمیٹی کے کل چودہ ممبر ہیں لیکن سول سرجن صاحب صدر اور نائب صدر کے انتخاب میں حصہ نہیں لیتے گویا کانگرس کی واضح اکثریت تھی خیال یہ تھا کہ کانگرس اس

[1] ڈاکٹر شیخ انوار الحق جو بعد میں شہری مسلم لیگ کے صدر بنے

Marfat.com

بار اپنے مسلمان رفیق کو صدر بننے کا موقع دے کر فرقہ پرستی سے بالا تر ہونے کا ثبوت دے گی کیونکہ ایک دفعہ کے سوا مسلمان کبھی اس میونسپلٹی کا صدر نہیں بنا تھا لیکن وہ کانگرس ہی کیا جو مسلمانوں کی دلجوئی کر سکے؟ چنانچہ اس مسلمان کانگرسی کو نظر انداز کر دیا گیا لیکن یہ نہیں کیا کہ کسی ہندو کانگرسی کو صدر بنایا جاتا بلکہ ایک سرکار پرست اور نامزد سکھ کو صدر بنایا گیا جو اپنی ٹوڈیت کی وجہ سے خود کانگرسی کارکنوں میں بے حد غیر مقبول تھا لیکن اس کے سوا مسلمانوں کو زک پہنچانے کی کوئی اور صورت بھی نہ ہو سکتی سب سے بڑا لطف یہ کہ مسلمانوں نے تقریباً اجتماعی طور پر مسلمان کانگرسی کا ساتھ دیا لیکن اسے اپنے ہندو رفیقوں ہی کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس انتخاب کے بعد کافی شور مچا۔ وہاں کی کانگرس کے صدر[1] اس وقت ایک مسلمان تھے یہ ساری کارروائی ان سے بالا بالا کی گئی۔ چنانچہ جب صدارتی انتخاب سے پہلے اس بات کی بھنک ان کے کان میں پڑی تو انھوں نے ایک بہت بڑے کانگرسی کو جو اس شرمناک ڈرامہ کا اہم کردار تھا متنبہ کیا کہ اگر یہ بات سچ ہے تو کانگرس کے لیے اس سے زیادہ ذلت اور رسوائی اور کوئی نہیں ہو گی لیکن ان مولوی صاحب کو تو یہ کہہ کر ٹال دیا گیا کہ یہ بات غلط ہے۔ بھلا آپ کے منشا کے خلاف کوئی کارروائی کی جا سکتی ہے لیکن جب انتخاب ہوا تو نتیجہ وہی کہ کانگرس اور ہندو مہاسبھا میں کوئی فرق نہیں جب اس مسلمان صدر نے کانگرس کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں ہندو میونسپل کمشنروں سے جواب طلب کیا تو یہ کہا گیا۔ کہ تمھیں ڈاڑھی سے پکڑ کر کانگرس کے دفتر سے نیچے پھینک دیں گے۔ معاملہ پنجاب کانگریس تک پہنچا لیکن وہی ڈھاک کے تین پات۔ کانگرس کو کسی ہندو میونسپل کمشنر

---

[1] مولوی محمد شریف جو آج کل پیپلز کالونی لائل پور میں رہتے ہیں اور ابھی تک سفید کھدر پہنتے ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے کی جرأت نہ ہوئی کہ اپنے مسلمان رفیق کے خلاف ایک ٹوڈی کا ساتھ کیوں دیا۔ ہندو کانگرسیوں نے جب دیکھا کہ ہماری اس حرکت سے مسلمانوں میں کانگرس کی رہی سہی ساکھ بھی ختم ہوگئی ہے تو کانگرس کا آئندہ صدر بھی ایک مسلمان کو بنا دیا چونکہ سابقہ مسلمان صدر ہندوؤں کے منشا کے مطابق نہ تھے اس لیے انھیں تو ان کی متعدد جیل یاتراؤں کے باوجود نظرانداز کر دیا گیا اور ایک نوخیز مسلمان کو کانگرس کا صدر[1] بنا دیا گیا تاکہ مسلمانوں کو بدستور اپنے طلسم فریب میں گرفتار رکھا جا سکے۔ نیشنلسٹ مسلمان اس انتخاب پر پھولے نہ سماتے تھے کہ میونسپلٹی کے انتخاب کی تلافی ہوگئی چنانچہ یہ خبر ایک مسلمان قوم پرست نے چودھری افضل حق مرحوم تک بھی پہنچائی کہ ہم نے ہوشیارپور کی کانگرس پر قبضہ کر لیا ہے چودھری صاحب مرحوم نے یہ خبر سن کر کہا کہ کانگرس پر قبضہ کو کیا کروں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ میونسپل کمیٹی پر کس کا قبضہ ہے؟

جالندھر میونسپلٹی کا صدر: ہوشیارپور سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر جالندھر ہے لیکن کانگرس کا باوا آدم ہی نرالا ہے جس اصول پر ہوشیارپور میں عمل ہوگا۔ جالندھر میں اس کے بالکل برعکس کارروائی کی جائے گی۔ ہوشیارپور میں تو یہ کیا کہ ایک مسلمان کانگرسی کے مقابلہ پر غیر مسلم ٹوڈی اور نامزدہ ممبر کو صدر بنوایا اور اس ضمن میں اتنا تکلف بھی گوارا نہ کیا کہ اس سرکار پرست سے کانگرس کے حلف نامہ پر دستخط ہی کرا لیے جاتے۔ جالندھر میں معاملہ کچھ اور تھا وہاں غیر مسلم منتخبہ اور نامزدہ ارکان مل کر بھی اکثریت میں نہیں اس لیے کسی غیر مسلم کے صدر بننے کا کوئی امکان نہیں کچھ مسلمان ممبر احرار ٹکٹ پر کامیاب ہوئے تھے لیکن ہندو کانگرسی ان کا ساتھ دینے پر بھی تیار نہ تھے۔ ان کی شرط یہ تھی کہ صدارت کا امیدوار کانگرس کا حلف نامہ بھر دے چنانچہ

---

[1] غالباً شیخ عبدالمجید جو آجکل ملتان میں آباد ہوئے ہیں۔

Marfat.com

ایک صدارت کے جھوکے نے کانگرس کا حلف نامہ بھروایا اور صدر بن گیا گویا اس کا مطلب یہ تھا کہ جہاں غیر مسلم صدر بن سکتا ہو وہاں یہ نہ دیکھو کہ وہ کانگرسی ہے یا ٹوڈی اور کانگرس کا حلف نامہ بھرے گا یا نہیں اور جہاں مسلم صدر کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو وہاں ایسے مسلمان کو صدر بناؤ جو تمہارا جی حضوری بننے کو اور تمہارے طلسم فریب میں گرفتار ہونے کو تیار ہو۔

ہوشیار پور میونسپلٹی کا سیکرٹری:۔ جب سے ہوشیار پور کی میونسپلٹی بنی ہے اس کا سیکرٹری ہندو ہی چلا آتا ہے۔ چند برس ہوئے ہندو سیکرٹری ریٹائر ہو گیا۔ خیال یہ تھا کہ شاید کانگرس اب صدر کے انتخاب کے موقع کی مذموم حرکت کی تلافی کر دے گی۔ لیکن نہیں ایک ایسا مسلمان بھی امیدوار تھا جو ایم۔ اے ایل۔ ایل بی بھی تھا اور سالہا سال سے کانگرس کا ممبر بھی چلا آتا تھا مسلمان ممبروں نے اس کا ساتھ دیا اور ہندو کانگرسیوں نے ایک ہندو کو منتخب کروا کر یہ ثابت کر دیا کہ جس ادارہ میں ہندوؤں کی اکثریت ہو اس میں کسی دوسری قوم کو کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔

الہ آباد کا اگزکٹو آفیسر:۔ ڈیڑھ ایک برس ہوئے الہ آباد میونسپلٹی کے اگزکٹو آفیسر کا تقرر عمل میں آنا تھا۔ مشہور قوم پرست مسلمان رفیع احمد قدوائی (جو اب کانگرس کی مجلس عاملہ کے رکن بھی بنا دیئے گئے ہیں) کے بھائی بھی امیدوار تھے یہ صاحب بھی رفیع احمد قدوائی کی طرح کانگرسی ہیں لیکن ہندو کانگرسیوں کو ایک مسلمان کو چاہے۔ وہ کٹر کانگرسی ہی ہو۔ اگزکٹو آفیسر بننا کس طرح بھا سکتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک ہندو کا ساتھ دیا اور اسے مقرر کروایا لیکن کانگرس ان کے خلاف کچھ نہ کر سکی۔ کہ کیوں ایک مسلمان کانگرسی کی مخالفت کی۔

امرت سر کا ایگزکٹو آفیسر:۔ چند ہفتوں ہی کا قصہ ہے کہ امرت سر

Marfat.com

میونسپلٹی کے اگزیکٹو آفیسر کا تقرر عمل میں آیا مشہور کانگرسی مسلمان غازی عبدالرحمٰن بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی وکیل بھی امیدوار تھے ـــــ غازی صاحب پرانے کانگرسی ہیں۔صوبہ کے کانگرسیوں کے صف اوّل میں شمار ہوتے ہیں ان کی کانگرسیت کی انتہا یہ ہے کہ مجلس احرار میں بھی رہنا گوارا نہ کیا۔کہ میں کسی فرقہ وارانہ تنظیم میں شامل رہنا پسند نہیں کرتا لیکن ان کی اس قوم پرستی کا صلہ کانگرس نے کیا دیا؟ ایک سرکار پرست ہندو کو اگزیکٹو آفیسر بنوا دیا۔ان تمام واقعات سے یہ عیاں ظاہر ہے کہ جہاں کسی غیر مسلم کے لیے کامیابی کا ذرہ برابر بھی امکان ہوتا ہے۔وہاں کانگرس اپنے بلند بانگ دعاوی کے باوجود سرکار پرستوں کا ساتھ دینے پر بھی تیار ہو جاتی ہے۔اس کے سامنے صرف ایک مقصد ہے کہ جس طرح بھی ہو ہر ادارہ پر ہندوؤں کا قبضہ ہو جائے اس کے لیے کسی مسلمان کانگرسی ہی کو قربان کرنا پڑے اور جہاں کسی غیر مسلم کے لیے کامیابی کی کوئی صورت نہ ہو۔البتہ وہاں بھینس مرنے لگی تکیئے بھیج دو کے مصداق کسی قوم پرست مسلمان کا ساتھ دیا جا سکتا ہے۔لیکن وہاں بھی ایک احتیاط ملحوظ خاطر رکھی جائے کہ ایسی صورت میں بڑے سے بڑے مسلمان قوم پرست کا ساتھ بھی اس وقت تک نہ دو۔جب تک وہ ہندوؤں کا جی حضوری اور ان کے طلسم فریب میں گرفتار رہنے کو تیار نہ ہو جائے۔

پنجاب یونیورسٹی اور سندھ یونیورسٹی:۔سندھ میں الگ یونیورسٹی قائم کی جا رہی ہے اور اس کے قواعد و ضوابط مرتب کیے جا رہے ہیں مسلم لیگی ارکان کی تجویز پر طے پایا ہے کہ یونیورسٹی کے مختلف اداروں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب کے مطابق حصّہ دیا جائے اس تجویز پر کانگرسی ارکان واک آؤٹ کر گئے کہ اس طرح مسلمانوں کو تو زیادہ حصّہ مل جاتا ہے اور ہندوؤں کو کم لیکن انہی کانگرسیوں کا دوسرا

Marfat.com

یونیورسٹیوں میں مسلمانوں سے کیا سلوک؟ دُور نہ جائیے پنجاب ہی کو لیجیے یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ مگر پنجاب یونیورسٹی پر ہندوؤں کا قبضہ ہے۔ کیا انہی کانگریسیوں نے کبھی اس بے انصافی کی طرف بھی دھیان دیا کہ پنجاب کے مسلمانوں کو ان کے جائز حق سے محروم کیا جا رہا ہے؟ کیا کانگرس پنجاب کے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی خاطر پنجاب یونیورسٹی کا بائیکاٹ کرے گی؟ کیا ڈاکٹر گوپی چند جو پنجاب اسمبلی میں یونیورسٹی کے نمائندہ ہیں اور کانگرس کے بہت بڑے لیڈر بھی ہیں۔ اصلاح حال کے لیے اسمبلی میں آواز اٹھائیں گے؟ اور یا دش بخیر کیا پنجاب یونیورسٹی کے کانگریسی فیلو پروفیسر عبدالمجید خان سندھ کی مثال سے سبق حاصل کریں گے اور پنجاب یونیورسٹی میں مسلمانوں پر جو ظلم کیا جا رہا ہے۔ اس کے خلاف احتجاج کریں گے؟

مرکز میں مساوات:۔ اب عارضی حکومت کے قیام کے متعلق حالیہ تجویز پر غور کیجیے۔ وائسرائے چاہتے تھے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مساوات قائم کر دی جائے۔ آپ راشٹرپتی آزاد کے وائسرائے کے نام تمام خطوط پڑھ جائیے آپ کو کہیں بھی یہ محسوس نہ ہوگا کہ کانگرس ہندوستان کی تمام قوموں کی نمائندہ جماعت ہے۔ ان خطوط سے آپ پر بھی یہی اثر ہوگا کہ کانگرس صرف ہندوؤں کی جماعت ہے۔ جس کے پیش نظر ہمیشہ ہندو مفاد رہتا ہے جس طرح ابدالی کے مقابلہ میں مرہٹوں کی فوج کا ایک سالار ابراہیم نامی بھی تھا اسی طرح موجودہ دور میں ہندو کانگرس کا ایک سرعسکر آزاد بھی ہے۔ جو اپنے آقاؤں کی خاطر اپنے ہم مذہبوں سے ٹکرانے سے بھی نہیں گھبراتا۔ کانگرس نے ان خطوط میں صاف طور پر کہا ہے کہ ہم ایک اقلیت اور ایک اکثریت کے درمیان مساوات قائم کرنے کی تجویز کو کبھی منظور نہیں کر سکتے۔ حال ہی میں پٹابھائی سیتارامیہ کا ایک بیان بھی اسی مطلب کا شائع ہوا ہے۔ اگر کانگرس ہندو جماعت

Marfat.com

نہیں تو اسے ہندو مفاد کا اتنا فکر کیوں ہے؟ کانگرس پچھلی شملہ کانفرنس کے موقع پر مرکز میں مساوات کی قائل تھی۔ لیکن اس کے متعلق اب اس نے یہ دلیل دی ہے کہ اس وقت جنگ جاری تھی اس لیے مصلحت وقت کے ماتحت ہم نے ہندوؤں اور مسلمانوں کی مساوات کو تسلیم کر لیا تھا گویا جب ضرورت ہو تو مسلمانوں کو ہندوؤں کے برابر حصّہ دیا جا سکتا ہے لیکن کام نکل جانے کے بعد تو کون اور میں کون۔

جب کانگرس نے دیکھا کہ وائسرائے کسی نہ کسی طرح کی مساوات قائم کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو انھوں نے عارضی حکومت کی تجویز کو مسترد کرنے کا ایک اور حیلہ تلاش کر لیا اگر کانگرس محض ہندو مسلم مساوات کی مخالفت کی خاطر اس تجویز کو رد کرتی تو خطرہ تھا کہ شاید کچھ قوم پرست مسلمان جو مرکز میں ہندو مسلم مساوات کی مخالفت کی خاطر اس تجویز کو رد کرتی تو خطرہ تھا کہ شاید کچھ قوم پرست مسلمان جو مرکز میں ہندو مسلم مساوات کے حامی ہیں کانگرس سے الگ ہو جائیں اس لیے کوئی اور بہانہ ڈھونڈنا ضروری تھا اور اسے یہ بہانہ مل بھی گیا اس نے قوم پرست مسلمانوں ہی کی آڑ لی اور یہ کہا کہ ہم کسی قوم پرست مسلمان کو بھی عارضی حکومت میں نامزد کرنا چاہتے ہیں۔ کانگریس یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ مسلمان قوم اس تجویز کو ہرگز ہرگز منظور نہیں کرے گی۔ کیونکہ کوئی خوددار قوم یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کا کوئی فرد قومی مفاد سے غدّاری بھی کرے اور سربرآوردۂ حکومت بھی ہو۔ یہ اصول عین فطرت ہے اگر مسلمان قوم اس تجویز کو منظور کر لیتی۔ تو اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ جس خودغرض مسلمان کو بھی وزارت میں حصّہ نہ ملے وہ اپنی قوم سے غدّاری کر کے دشمنوں سے مل جائے اور چور دروازے سے ایوان حکومت میں داخل ہو جائے۔ کانگرس کے اس مطالبہ کو تسلیم کرنے کے معنی یہ تھے کہ

Marfat.com

ہندو ہر خود غرض مسلمان کو خرید سکتے تھے کہ تم اپنی قوم سے غداری کر کے ہم میں شامل ہو جاؤ۔ ہم تمھیں اپنے حصّہ میں سے وزیر بنوا دیں گے۔ اس طرح مسلمان غدّاروں کی حوصلہ افزائی ہوتی۔ وہ یہ جان لیتے کہ وزیر بننے کے لیے اپنی قوم کی حمایت ضروری نہیں اور اپنی قوم سے غدّاری کر کے اغیار کے بل بوتے پر بھی عہدے حاصل کیے جا سکتے ہیں اس لیے غدّاروں کو عبرت ناک سبق دینا ضروری تھا کہ اپنی قوم سے غدّاری کر کے جہاں تم اپنی عاقبت خراب کر رہے ہو وہاں دنیاوی فوائد سے بھی بہرہ مند نہیں ہو سکتے۔

اس مسئلہ کا سب سے دلچسپ اور عبرت ناک پہلو یہ ہے کہ کانگرس نے یہ کہا ہے کہ ہم نے گذشتہ شملہ کانفرنس میں ہندو مسلم مساوات کو اس لیے بھی قبول کر لیا تھا۔ کہ اس میں قوم پرست مسلمان نامزد کیے جانے کی تجویز بھی شامل تھی۔ اب اپنی پوزیشن پر قوم پرست مسلمان ذرا خود ہی غور کریں کہ کانگرس یہ خیال کرتی ہے کہ اگر مرکز میں ہندو اور مسلمان برابر ہوں اور مسلمانوں میں دو ایک قوم پرست بھی ہوں تو ہندو اکثریت کو کوئی ضعف نہیں پہنچتا دوسرے لفظوں میں مسلمان اقلیت کو کوئی تقویت نہیں پہنچتی۔ یوں سمجھئے کہ کانگرس نے بالواسطہ طور پر اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ قوم پرست مسلمان ہندو سماج کا ایک حصّہ ہیں اور محض نام کے مسلمان ہیں۔ ورنہ ان کے وجود سے ملّت اسلامیہ کو کوئی تقویت نہیں پہنچ سکتی۔ میں مولانا حسین احمد مدنی سے نہایت ادب سے یہ پوچھوں گا کہ کیا انھیں یہ پوزیشن قبول ہے؟ ہمیں تشبیہ بالکفار کے مسائل تو سنائے جاتے ہیں کہ جس قوم کی نقل کریں گے قیامت کو اسی کے ساتھ اٹھیں گے۔ لیکن ہمارے کانگرس زدہ علماء اس بات پر بھی غور کریں گے۔ کہ ہم زندگی میں جس مسلم دشمن کا ساتھ دیں گے

Marfat.com

کیا قیامت کے روز اسی کی صفوں میں شمار نہیں ہوں گے؟

کانگرس نے دراصل قوم پرست مسلمان کی نامزدگی کا حق مانگ کر ان کی توہین کی ہے۔ مسلم لیگ جتنے دلائل قوم پرست مسلمانوں کے خلاف پیش کرتی رہی ہے۔ کانگرس کا یہ مطالبہ ان سب دلیلوں پر بھاری ہے۔ کانگرس نے پہلے تو ہندو مسلم مساوات کے ماننے سے انکار کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اس کے پیش نظر صرف ہندو مفاد ہے۔ لیکن وہ یہاں تک اکتفا کرتی تو بھی غنیمت تھا۔ مگر اس نے قوم پرست مسلمانوں کی نامزدگی کا حق مانگ کر اپنے آپ کو بالکل ننگا کر دیا ہے کہ وہ ہندوستان پر مسلمانوں کے منشاء کے خلاف راج کرنا چاہتی ہے اور اسلام دشمن نظام قائم کرنے کی خواہاں ہے۔

پنجاب کے سکھ! اس کے علاوہ ایک اور مسئلہ پر بھی غور کیجئے طویل المعیاد و زرعی تجاویز میں سکھوں کو پنجاب میں پاسنگ نہیں دیا گیا اس سلسلہ میں سکھ کافی سیخ پا ہیں اور کانگرس بھی ان کی ہمنوا ہے۔ پٹیل بھی ان کی خاطر چیخ رہے ہیں۔ نہرو بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ پنتھ کے مفاد کی خاطر اگر کانگرسی سکھ کانگرس کے فیصلہ کے باوجود دستور ساز اسمبلی کا مقاطعہ کر دیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ گویا نہرو رپورٹ کی داستان پھر دہرائی جا رہی ہے۔ کانگرس کی اس روش پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیجئے تو آپ فوراً اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ کانگرس مرکز میں مسلمانوں کو اس لیے مساوات دینے کے خلاف ہے کہ اس سے ہندو مفاد کو اس کے خیال کے مطابق دھکا پہنچتا ہے۔ اور پنجاب میں سکھوں کے پاسنگ کی اس لیے حامی ہے کہ اس سے ایک غیر مسلم فرقہ کے ہاتھ مضبوط ہوتے ہیں اور مسلمان اپنے گھر میں عضو معطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اسی پاسنگ نے اب اسلامیان پنجاب کی عظیم ترین اکثریت کے علی الرغم ایک ایسی

Marfat.com

وزارت کو پنجاب کے سر ٹھونس رکھا ہے۔ جو مسلمانوں کے منشا کے صریح خلاف ہے۔ کانگرس یہ چاہتی ہے کہ یہی کھیل ہمیشہ کھیلا جاتا رہے ہر قوم میں غدار مل جاتے ہیں اور کانگرس کا منشا یہ ہے کہ پانچ چھ مسلمان غداروں کو لے کر اپنی مرضی کے مطابق پنجاب پر راج کیا جائے اور یہاں کے مسلمانوں کو کبھی ابھرنے کا موقع نہ دیا جائے۔

اچھوت اور مومن:۔ وائسرائے کی عارضی حکومت کی تجویز میں یہ بات بھی موجود تھی کہ اچھوت ممبر کو ہندوؤں سے الگ نامزد کیا جائے گا کانگرس کو اس بات پر بھی اعتراض تھا کہ اس طرح ہندو سماج کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور ہندو اکثریت اقلیت میں بدل جائے گی۔ اچھوت ہندو سماج ہی کا حصہ ہیں یا ان سے الگ قوم ہیں یہ ایک طویل بحث ہے اسے کسی اور وقت کے لیے اٹھائے رکھتا ہوں۔ مجھے تو یہاں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ وزارتی مشن کے ساتھ گفتگو کے دوران میں کانگرس کے پیش نظر صرف ہندو مفاد رہا ہے۔ اسے مرکز میں ہندو مسلم مساوات پر اعتراض ہے کہ اس سے ہندو اکثریت گھاٹے میں رہتی ہے۔ اسے اچھوتوں کی سوورن ہندوؤں سے علیحدگی پسند نہیں کہ اس سے ہندو سماج کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں غرضکہ ہندوستان کے آئین کے متعلق ان سارے مذاکرات کے دوران میں کانگرس بالکل ننگی ہو گئی ہے اور اس نے اپنا مہاسبھایانہ پہلو بالکل عریاں کر دیا ہے۔ لیکن کانگرس کی ذرا دور رخی بھی ملاحظہ کیجیے۔ یہ شیعوں اور مومنوں کی الگ سیاسی تنظیم کی حامی ہے لیکن اچھوتوں کی جداگانہ حیثیت سے انکاری ہے۔ شیعوں اور مومنوں کی الگ تنظیم کی حمایت کرتے وقت وہ یہ نہیں سوچتی کہ اس طرح ملت اسلامیہ کے ٹکڑے ہو رہے ہیں لیکن اسے اسلامی مفاد سے کیا تعلق۔ اسے تو صرف اسلام دشمنی سے واسطہ ہے۔ ہندوستان کے مسلمان مختلف حصوں میں بٹ

Marfat.com

جائیں ان کی تھوڑی بہت تنظیم بھی ختم ہو جائے۔ تو ہندو کانگرس کے لیے میدان بالکل صاف ہے۔

کانگرس یہ تو کہتی ہے کہ کوئی غیر کانگرسی اچھوت عارضی حکومت میں نہیں لیا جا سکتا کیونکہ ہندو جاتی اس کے ساتھ نہیں ہے لیکن خود ایک کانگریسی صوبہ میں مومن کانفرنس کے ایک عہدہ دار کو وزیر بنا رکھا ہے لیکن اُسے مقرر کرتے وقت یہ نہیں سوچا کہ مسلمان قوم اس کے ساتھ نہیں ہے۔ کانگرس کو اس سے کیا۔ اگر مسلمان قوم اس مومن کے ساتھ نہیں ہے تو کانگرس کی بلا سے اسے تو صرف مسلمانوں اور اسلام کو نقصان پہنچانا مقصود ہے اور اس مقصد کے لیے ملت اسلامیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے بہتر سبیل اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

مرکزی حکومت نے بمبئی کے اچھوتوں کے ایک صنعتی کالج کو کچھ امداد دی ہے۔ جب یہ تجویز مرکزی اسمبلی میں پیش ہوئی تو کانگرس نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اس طرح ہندو جاتی مختلف حصوں میں بٹ جائے گی لیکن اس کا اپنا عمل یہ ہے کہ یو۔پی میں مومنوں کی تعلیم کے لیے الگ روپیہ مقرر کیا ہے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ ہمیں مسرت ہے کہ اس طرح مسلمانوں کا ایک پسماندہ طبقہ تعلیم سے تھوڑا بہت بہرہ مند ہو جائے گا۔ اور ملی نفع و نقصان کو سوچ سکے گا لیکن سوال صرف یہ ہے کہ اگر کانگرس اچھوتوں کا الگ کالج برداشت نہیں کر سکتی (درآں حالیکہ اچھوتوں کے لیے اکثر ہندو کالجوں کے دروازے بند ہیں) تو مومنوں کی جداگانہ تعلیم کے لیے کیوں فکرمند ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے تمام تعلیمی اداروں کے دروازے ہر شخص اور ہر طبقہ حتیٰ کہ خود ہندوؤں اور سکھوں کے لیے کھلے ہیں۔ کانگرس اس خام خیالی میں ہے کہ مومن اگر تعلیم یافتہ ہو جائیں گے تو مسلمان قوم سے کٹ جائیں گے اس لیے وہ مومنوں کی الگ تعلیم کی حامی

Marfat.com

ہے یا ہو سکتا ہے کہ وہ اس رویّے سے مومنوں کو باقی مسلمانوں کے خلاف تربیت دے اور اس طرح مسلمان قوم کو نقصان پہنچائے۔ کانگریس اچھوتوں کے الگ تعلیمی اداروں کی محض اس لیے مخالف ہے کہ اس سے ہندو جاتی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور مومنوں کی جداگانہ تعلیم کی اس لیے علمبردار ہے کہ اس طرح وہ اپنے آپ کو باقی مسلمان قوم سے الگ تصوّر کرنے لگیں گے گویا کانگرس کو جو چیز ہندو اتحاد کے لیے مضر نظر آتی ہے اسے مسلمانوں کے لیے پسند کرتی ہے کیوں؟ محض اس لیے کہ اس حربہ سے مسلمانوں میں انتشار پیدا کیا جا سکتا ہے۔

دستور ساز اسمبلی کے انتخابات:۔ دستور ساز اسمبلی کے لیے کانگرس نے غیر کانگریسیوں کو بھی منتخب کرایا ہے۔ یہاں تک کہ شیام پرشاد مکرجی صدر آل انڈیا ہندو مہاسبھا کو بھی بنگال کا نمایندہ بنوا دیا ہے کہنے کو تو کانگرس یہ کہتی ہے کہ ہم فرقہ وارانہ تنظیموں کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتے لیکن اب ان سے کون پوچھے کہ ہندو مہاسبھا کونسی غیر فرقہ وارانہ جماعت ہے۔ کانگرس سے جہاں اور جب بن پڑا ہے۔ اس نے مہاسبھائیوں کی حمایت کی ہے بنگال اسمبلی کے موجودہ انتخابات میں بھی کانگرس نے شیام پرشاد مکرجی کا مقابلہ نہیں کیا ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ بزرگ بنگال اسمبلی میں پہنچ سکتے لیکن ہندو مفاد کا اقتضا یہ تھا کہ مکرجی بنگال اسمبلی میں ضرور پہنچ جائیں دوسری طرف اس کا سلوک مسلم لیگ سے کیسا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے کر لیجئے کہ اس نے قائداعظم اور نوابزادہ لیاقت علی خاں کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور روپیہ پانی کی طرح بہایا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ شیام پرشاد مکرجی قائداعظم اور نوابزادہ لیاقت علی سے کم فرقہ پرست ہیں یا قائداعظم اور نوابزادہ لیاقت علی کو ہندوستان کی بہبودی کا خیال شیام پرشاد مکرجی سے کم ہے؟ لیکن

Marfat.com

قائداعظم آور شیام پرشاد مکرجی کی فرقہ پرستی میں ایک بنیادی فرق ہے۔ قائداعظم مسلمانوں کی سربلندی چاہتے ہیں جو کانگرس کو مرغوب نہیں اور شیام پرشاد مکرجی ہندو راج کے لیے کوشاں ہیں جو کانگرس کو محبوب ہی نہیں بلکہ اس کی غایت اولیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کانگرس قائداعظم کی تو مخالف ہے لیکن شیام پرشاد مکرجی کو سینے سے لگاتی ہے۔ حالانکہ دونوں فرقہ پرست جماعتوں کے رہنما ہیں۔ مہاسبھا بھی اپنے آپ کو کانگرس سے الگ اور اس کی مخالف بتاتی ہے۔ لیکن اس کے یہ دعاوی محض ایک ڈھونگ ہیں ورنہ مہاسبھا اور کانگرس ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں جیسے ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ کانگرس شیام پرشاد مکرجی کو دستور ساز اسمبلی میں لے آئے اور جن دو تین مسلمان کانگرسیوں کو منتخب کرا سکی ہے ان کی جگہ کسی مسلم لیگی رہنما کو نہ لائے۔ اس سے پہلے مختلف واقعات بیان کرکے یہ دکھا چکا ہوں کہ کانگرس کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ کیسا رہا ہے اور ہندوؤں کے ساتھ کیسا ہے اور کانگرس کا سلوک قوم پرست مسلمانوں سے کیسا ہے اور غیر کانگرسی ہندوؤں اور سکھوں سے کیسا۔ اب میں قوم پرست مسلمانوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس سلوک کے بعد بھی وہ کانگرس ہی کے دامن سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں۔

احرار سے:۔ کانگرس نے نہرو رپورٹ کو سکھوں کی خاطر مسترد کرتے وقت قوم پرست مسلمانوں سے پوچھا تک نہیں اس کا ردعمل یہ ہوا کہ کچھ قوم پرست مسلمانوں نے خودداری کے احساس کے زیر اثر اپنی الگ جماعت مجلس احرار قائم کر لی۔ اب وہی جماعت اپنے مقصد کو چھوڑ بیٹھی ہے اس کے اکابر کانگرس کی ہاں میں ہاں ملانا ضروری سمجھتے ہیں اور مسلم لیگ کی مخالفت پر آدھار کھائے بیٹھے ہیں سنا ہے مجلس احرار

Marfat.com

کے آیندہ صدر سید عطاء اللہ شاہ بخاری ہوں گے تاکہ احرار کو کانگرس سے اور قریب لا سکیں۔

میں نہایت ادب سے شاہ صاحب سے پوچھوں گا کہ جب آپ نے مجلس احرار کے قیام کا فیصلہ کیا تھا اور آپ ہوشیار پور میں شاخ کے قیام کی غرض سے تشریف لائے تھے تو شیخ عمر بخش صاحب وکیل مرحوم کی کوٹھی پر مجلس کے قرطاس رکنیت دکھاتے ہوئے آپ نے یہ کہا تھا۔ کہ سالہا سال کے تجربہ کے بعد ہم اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسلمانوں کی الگ تنظیم ہونی چاہیئے۔ کانگرس ان کے مفاد کا تحفظ نہیں کر سکتی تو اب حالات میں اور ہندو کی ذہنیت میں کونسی ایسی تبدیلی آگئی ہے کہ آپ اپنے سوچے سمجھے ہوئے فیصلہ کو بدلنا ضروری سمجھتے ہیں؟ بلکہ اب تو حالات اور زیادہ خراب ہیں کانگرس ایک طرف تو چودھری افضل حق مرحوم جیسے محب وطن کی بھی الگ تنظیم کے قیام کی کوشش کو معاف کرنے کو تیار نہیں اور دوسری طرف ہندو مہا سبھا کے صدر شیام پرشاد مکرجی کو بنگال کا خائنہ سمجھتی ہے کیا احرار لیڈر اس امتیاز پر غور کریں گے؟ انھوں نے کانگرس کی تحریکوں میں ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کیں صحتیں تباہ کیں لیکن اس کا نتیجہ؟ وہ کانگرس کے نزدیک مردود ہیں اور مہا سبھائی محبوب کانگرس تو ان سے مسلم حقوق کے متعلق بات چیت بھی کرنے کو تیار نہیں۔

۱۹۳۹ء کے آواخر میں جب دو احرار لیڈر دہلی پہنچے کہ گاندھی جی سے ہندو مسلم مسئلہ کے تصفیہ کے سلسلہ میں ملیں تو گاندھی جی نے یہ کہلا بھیجا کہ میرے پاس وقت نہیں آخر یہ احرار لیڈر اسٹیشن پر پہنچے اور جس ڈبے میں گاندھی جی واپس جا رہے تھے اس میں سوار ہو گئے تاکہ راستہ ہی میں باتیں ہو سکیں میرے خیال میں ہر احرار لیڈر کو یہ معلوم ہوگا کہ گاندھی جی نے ان دونوں احرار لیڈروں سے کیا کہا تھا، انھوں نے مسلم حقوق کے متعلق احرار سے بات

Marfat.com

کرنے سے صاف انکار کر دیا کہ مسلم قوم آپ کے ساتھ نہیں ہے وہ مسلم لیگ کے ساتھ ہے اس لیے ہندو مسلم مسئلہ کے متعلق جب بھی گفتگو ہوگی مسلم لیگ ہی سے ہوگی۔ کیا اس ٹکا سا جواب کے بعد بھی احرار لیڈر گاندھی کی لنگوٹی سے چمٹے رہنا چاہتے ہیں؟

نہرو رپورٹ کے استرداد کا سوال ہو تو احرار سے نہ پوچھا جائے۔ ہندو مسلم قضیہ ہو تو احرار کو درخور اعتنا نہ سمجھا تو آخری یہ احرار ہیں کس مرض کی دوا؟ یہ کہتے تو ہیں کہ ہم کانگرس کے ساتھ تعاون کر کے مسلم حقوق کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں لیکن مرزا تو جب تھا کہ کانگرس بھی اس کا اعتراف کرتی اور کہتی کہ ہندو مسلم مسئلہ کے نپٹانے کے لیے ہم اپنے مسلم معاونوں اور رفیقوں کی رائے پر عمل کریں گے۔ مگر کانگرس ایسا کیوں کہے اسے تو مسلمانوں کا ذرہ برابر مفاد بھی گوارا نہیں۔ لیکن وائے حسرتا! اس سلوک کے باوجود احرار کانگرس سے چمٹے ہوئے ہیں اور اب سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو محض اس غرض سے صدر بنانا چاہتے ہیں تاکہ ماتو کا رہا سہا امتیاز بھی جاتا رہے۔ کیا احرار اپنی اس مضحکہ خیز پوزیشن پر غور کریں گے کانگرس انھیں مسلمانوں کی نمائندگی کا حق دینے کو تیار نہیں اور ان سے ہندو مسلم مسئلہ کے سلسلہ میں گفتگو کرنے پر بھی آمادہ نہیں وہ انھیں محض اپنے ایک مہرے کے طور پر استعمال کرنا چاہتی ہے۔ جب احرار مسلم مسئلہ پیش کرتے ہیں تو گاندھی جی کہہ دیتے ہیں کہ مسلم قوم آپ کے ساتھ نہیں اور جب مسلم لیگ سے گفتگو شروع کی جاتی ہے تو یہ کہہ دیا جاتا ہے۔ کہ تم مسلمانوں کے نمائندہ نہیں کیونکہ احرار وغیرہ مسلم جماعتیں بھی موجود ہیں کیا احرار کانگرس سے یہ پوچھیں گے کہ اگر مسلمانوں کے نمائندہ نہ ہم ہیں اور نہ مسلم لیگ تو پھر مسلمانوں کا نمائندہ آخر ہے کون؟ اور کیا ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ جب بھی مسلم لیگ سے گفتگو ہو ہمیں کانگرس کی طرف سے آگے بڑھا کر

Marfat.com

مسلم لیگ کو مات دینے کی ناکام اور ناپاک کوشش کی جائے۔ ہندو مسلم مسئلہ کی موجودگی سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن اس مسئلہ پر نہ احرار کو گفتگو کا حق ہے اور نہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی ترجمانی کا، تو آخر یہ مسئلہ مسلمانوں کی طرف سے کون نپٹائے گا؟ بات دراصل یہ ہے کہ کانگرس مسلمانوں کو کچھ دینا ہی نہیں چاہتی اس لیے وہ کسی جماعت سے گفتگو کرنے پر آمادہ نہیں چنانچہ احرار کو تو یہ کہہ کر دھتا بتا دیا جاتا ہے کہ مسلم قوم تمہارے ساتھ نہیں اور لیگ سے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں احرار وغیرہ بھی موجود ہیں اس لیے تم مسلمانوں کے نمائندہ نہیں۔ ناسدیں حالات احرار کی حالت پر افسوس بھی ہوتا ہے اور رحم بھی آتا ہے ان کا کام لے دے کر اب کانگریس کے ایک مہرے کا رہ گیا ہے۔ ۱۹۳۷ء میں احرار کی لکھنؤ کانفرنس کے موقع پر آل انڈیا کانگرس کے جنرل سیکرٹری آچاریہ کرپلانی کا یہ پیغام آتا ہے کہ اپنی جماعت کو توڑ کر کانگرس میں مدغم ہو جائیے لیکن احرار کو اس پیغام میں کوئی بات قابل اعتراض نظر نہیں آتی اور جب ۱۹۴۳ء میں قائداعظم سیالکوٹ میں تقریر کرتے ہوئے تمام مسلمان جماعتوں سے اپیل کرتے ہیں کہ لیگ میں آجائیے تو احرار اتنے آتش زیر پا ہو جاتے ہیں کہ اپنے بدترین مخالف یونینسٹوں سے ناطہ جوڑ بیٹھتے ہیں آخر قائداعظم کی اس اپیل میں کونسی بات ایسی قابل اعتراض تھی جو آچاریہ کرپلانی کے پیغام میں موجود نہ تھی؟ مگر کانگرس سے رفاقت اور تعاون تو منظور ہے لیکن مسلم لیگ کے قریب پھٹکنا بھی حرام۔ کانگرس کو چودھری افضل حق مرحوم کے منتخب ہونے پر تو اعتراض ہے۔ کہ وہ مسلم قوم کی الگ تنظیم کے حامی ہیں لیکن ہندو مہاسبھا کے صدر شیام پرشاد مکرجی کا نہ صرف بنگال اسمبلی کے انتخاب میں مقابلہ نہیں کرتی بلکہ انھیں دستور ساز اسمبلی کا رکن بھی خود منتخب کرواتی ہے۔ کیا کانگرس نے اپنے اس رویہ سے یہ ثابت

Marfat.com

نہیں کر دیا کہ احرار کی وقعت اس کی نظر میں ہندو مہاسبھا جتنی بھی نہیں؟
کیا احرار لیڈر اپنی پوزیشن پر غور کریں گے کہ وہ کہاں سے اور کس مقصد سے چلے تھے اور کہاں آ پہنچے ہیں؟ احرار سے اپنی گزارشات ختم کرنے سے پہلے میں ان کی حکومت الٰہیہ کے قیام کے مطالبہ کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں احرار یہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ اطمینان دلائیے کہ پاکستان میں حکومت الٰہیہ کا نظام ہوگا تو ہم پاکستان کے قیام کے لیے کوشاں ہونگے۔ اس مطالبہ کے متعلق تو صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ وہ کونسا بدبخت مسلمان ہے جو قرآنی اور محمدیؐ نظام کے قیام کی مخالفت کرے گا۔ احرار دیگر کی صفوں میں شامل ہوں پاکستان حاصل کریں اور جب پاکستان کے آئین کا سوال درپیش ہو تو قرآنی نظام اور حکومت الٰہیہ کے قیام کی کوشش کریں۔ مجھے اس بات کا سو فی صدی یقین ہے۔ کہ مسلمانوں کا ہر بچہ، بوڑھا، مرد، عورت احرار کی اس کوشش میں اس کے ساتھ ہوں گے۔ لیکن پہلے سوال تو یہ ہے۔ کہ حکومت الٰہیہ کے لیے خطۂ ارض تو حاصل کر لیجئے آخر یہ قرآنی نظام آسمان اور زمین کے درمیانی خلا میں تو معلق نہیں کر دیا جائے گا۔ سب سے پہلے زمین کا ایک ایسا ٹکڑا حاصل کرنا ہوگا۔ جہاں حکومت الٰہیہ قائم کی جا سکے۔

اس کے علاوہ اسی ضمن میں احرار اکابر سے نہایت ادب سے یہ دریافت کروں گا کہ وہ کانگرس کی جنگ میں جو اس کے ساتھ شریک ہیں تو کیا انھوں نے کانگرس اور گاندھی جی سے یہ ضمانت لے لی ہے۔ کہ ہندوستان میں حکومت الٰہیہ قائم ہوگی؟ اور کیا میرے احرار دوست یہ بتائیں گے کہ انھوں نے تحریک خلافت میں کیوں حصہ لیا تھا؟ کیا ترکی میں حکومت الٰہیہ قائم تھی؟ نہیں اور ہرگز نہیں وہاں ایک خاندان حکمران تھا اور موروثی نظام رائج تھا۔ لیکن اسلامیان ہند اور احرار کی

Marfat.com

ہمدردیاں اگر سلطنت عثمانیہ کے ساتھ تھیں تو محض اس غرض سے کہ وہاں مسلمانوں کی حکومت ہے جو کفار کی حکومت سے بہرحال بہتر ہے چنانچہ مولانا اشرف علی مرحوم نے تحریک خلافت کی مخالفت کی تھی کہ یہ جنگ اسلامی جنگ نہیں بلکہ ملک گیری کی جنگ ہے تو احرار اور دوسرے علماء نے اس فتویٰ کو درخور اعتنا نہ سمجھا تھا اگر ترکی کی آزادی کی جنگ میں اس کا ساتھ دینا باعث ثواب تھا (حالانکہ وہاں حکومت الٰہیہ قائم نہیں تھی) تو پاکستان کی آزادی کی کوشش کیوں گناہ ہے۔

یہ داستان یہیں ختم نہیں ہوتی احرار نے کشمیر کی تحریک کیوں شروع کی تھی؟ کیا شیخ عبداللہ نے احرار سے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ میں کشمیر میں حکومت الٰہیہ قائم کروں گا؟ اور پھر جب عراق میں رشید علی جیلانی نے علم بغاوت بلند کیا تھا اور عراق کو انگریزوں کے اثر سے آزاد کرنا چاہا تھا تو احرار نے اس کے حق میں آواز کیوں بلند کی تھی؟ کیا رشید علی جیلانی نے احرار سے کوئی معاہدہ کیا تھا کہ میں عراق میں حکومت الٰہیہ قائم کروں گا؟ اور جب ایران پر انگریزوں اور روسیوں نے حملہ کیا تھا تو احرار نے کیوں احتجاج کیا تھا؟ کیا ایران میں حکومت الٰہیہ قائم تھی؟ اور آجکل ڈاکٹر سکارنو کی قیادت میں انڈونیشیا میں جو جنگ آزادی لڑی جا رہی ہے اس میں احرار کی ہمدردیاں ڈاکٹر سکارنو کے ساتھ کیوں ہیں؟ کیا اس نے حکومت الٰہیہ کے قیام کا اعلان کر دیا ہے؟ اور اگر کل کوئی یورپی حکومت ترکی پر حملہ کر دے تو کیا احرار خاموش رہیں گے۔ حالانکہ وہاں بالکل غیر شرعی نظام رائج ہے؟ ان تمام مثالوں سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ احرار ہندوستان سے باہر مسلم ممالک کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں لیکن خود اپنے ملک ہندوستان میں آزاد مسلم حکومت برداشت نہیں کر سکتے۔ احرار کو اپنی اس دوعملی کو ترک کرنا ہوگا اور یا اسے یہ اعلان کرنا ہوگا کہ ہم نے آج تک مسلم ممالک کی آزادی کے حق

Marfat.com

ہیں آواز اٹھا کر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے اور اس کے لیے بارگاہ رب العزت سے معافی کے طلب گار ہیں کہ ہمارے کہنے پر ان تحریکوں میں جو نوجوان مسلمان شہید ہوئے اور جو مسلمان گھرانے تباہ ہوئے وہ سب ہماری غلطی کا نتیجہ ہے جس کے لیے اللہ کریم ہمیں معاف کرے اگر احرار یہ اعلان کرنے پر آمادہ نہیں تو انھیں ہندوستان میں ایک آزاد مسلم حکومت کے قیام کی کوشش میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیئے یہ کیا کہ ہندوستان سے باہر تو مسلم ممالک آزاد ہوں اور اگر ان کی آزادی پر حرف آئے تو احرار سینہ سپر ہو جائیں اور جب خود ہندوستان میں ایک مسلم حکومت کے قیام کی کوشش کی جائے تو احرار نہ صرف الگ رہیں بلکہ سنگ گراں بن کر حائل ہو جائیں اور اغیار کے لیے ڈھال کا کام دیں۔

جمعیتہ العلماء سے:۔ ہمارے علماء ہمیشہ یہ کہتے رہے ہیں کہ ہم کانگرس کے ساتھ محض آزادی کی جنگ لڑنے کے لیے ہیں اور آزادی کے حصول کے بعد مسلم حقوق کے لیے لڑیں گے ان کا خیال ہے کہ پہلے ہندو سے مل کر انگریز کو نکال دو۔ بعد میں مسلم حقوق کے لیے ہندو سے بھی نبرد آزما ہو لیں گے۔ یہ فیصلہ غلط تھا یا صحیح اس پر اس وقت کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا علاوہ ازیں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اب اس بحث میں پڑنے کا موقع جاتا رہا ہے اس لیے اپنے علماء سے صرف اتنی درخواست ضرور کرنی چاہتا ہوں کہ انگریز تو ہندوستان سے جانے کے لیے تیار ہے اس کی نیک نیتی کا اعتراف خود گاندھی جی کر رہے ہیں اور ان کی حالیہ تجاویز کو "تخم بہار آور" قرار دے رہے ہیں۔ گویا اب آزادی کے حصول میں کوئی رکاوٹ نہیں اب ہمارے علماء کی یہ منزل تو طے ہو گئی اپنے ملکی فریضہ سے عہدہ برآ ہو چکے اور اپنی آزادی کا حق حاکم سے منوا چکے اب وہ اگلی اور زیادہ ضروری منزل کے لیے رختِ سفر باندھیں آزادی کا سوال طے ہو چکا اب سوال ہے مسلم حقوق کا انگریز

Marfat.com

کہہ رہا ہے کہ میں یہاں سے جانے کو تیار ہوں تم اپنے آئندہ آئین کے متعلق خود فیصلہ کر لو۔ کانگریس چاہتی ہے کہ میرا بنایا ہوا آئین تمام ہندوستان پر نافذ ہو۔ وہ دستور سازی کے سلسلہ میں مسلمانوں کو کوئی حقوق دینا نہیں چاہتی۔ وہ یہ کہتی ہے کہ ہندوستان کی باقی قوموں کو میری رائے کے تابع ہونا ہوگا۔ اب جب آزاد ہندوستان کے آئین کا سوال درپیش ہے تو کیا ہمارے علماء اپنے قول کا پاس کرتے ہوئے مسلم حقوق کے تحفظ کے لیے ہندو سے نبرد آزما ہوں گے اور باقی مسلمانوں کا ساتھ دیں گے؟ یہاں مجھے علماء کے ایک اعتراض کا بھی ذکر کرنا ہے موجودہ اسمبلی انتخابات کے دوران میں یو۔پی وغیرہ مسلم اقلیت کے صوبوں میں ہمارے علماء یہ کہتے رہے ہیں کہ پاکستان تو مسلم اکثریت کے صوبوں میں قائم ہوگا مسلم قلیت والے صوبوں کو تو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ علاوہ ازیں ان کا یہ خیال بھی ہے کہ اگر مسلم اکثریت کے صوبے ہندوستان سے الگ ہو گئے تو ہندوستان میں مسلمانوں کا فیصدی تناسب بہت زیادہ کم ہو جائے گا اس اعتراض کے ضمن میں علماء سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب سرحد آزاد پر انگریز بمباری کرتا ہے اور اسے اپنے قبضہ میں لانے کی کوشش کرتا ہے تو علماء اور اسلامیان ہند اس کے خلاف احتجاج کیوں کرتے ہیں کیونکہ اس احتجاج سے فائدہ تو صرف سرحد آزاد کو پہنچتا ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ یہی سوال دیگر مسلم ممالک کی آزادی کی تحریکوں سے ہمدردی کے بارے میں پوچھا جا سکتا ہے کہ آزاد تو ہوگا فلسطین، شام، عراق یا ایران، ہندوستان کے مسلمانوں کو ان مسلم ممالک کی آزادی کی تحریکوں سے ہمدردی کرنے سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ — باقی رہا اس اعتراض کا دوسرا جزو کہ اگر مسلم اکثریت کے صوبے ہندوستان سے الگ ہو گئے تو ہندوستان میں مسلمانوں کا فی صدی تناسب بہت

Marfat.com

زیادہ کم ہو جائے گا اس اعتراض کو سن کر حیرت ہوتی ہے کہ اس کے پیش کرنے والے ہمارے علماء ہیں۔ میں ان علماء سے نہایت ادب سے پوچھوں گا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا تناسب آبادی ہندوؤں کے تناسب آبادی کے برابر کرنے سے کیا یوں نہ کیا جائے کہ سرحد آزاد افغانستان، ایران، عراق اور شام وغیرہ کو ہندوستان میں شامل کر دیا جائے؟ سرحد آزاد کو تو انگریز ہندوستان میں شامل کرنا چاہتے ہی ہیں۔ اس لیے آئندہ سرحد آزادی کی آزادی کو ختم کرنے کے لیے ہمیں انگریز کا ساتھ دینا چاہیئے کہ اس طرح ہندوستان کے مسلمانوں کی آبادی کچھ بڑھ جائے گی۔ افغانستان پر بھی ہمیشہ انگریز کی نظر رہی ہے اور کسی زمانے میں تو افغانستان تھا بھی ہندوستان میں شامل اور مشہور کانگرسی جلاوطن لالہ ہردیال بھی افغانستان کو ہندوستان کا حصہ سمجھتے تھے اور اسے واپس ہندوستان میں شامل کرنا چاہتے تھے اس لیے ہمارے علماء میدان میں آئیں اور اللہ کا نام لے کر جہاں مسلم اکثریت کے صوبوں کی علیحدگی کی مخالفت کر رہے ہیں وہاں یہ تحریک بھی شروع کر دیں کہ افغانستان کو ہندوستان میں شامل کر دیا جائے کیونکہ اس سے ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی بڑھ جائے گی پھر اسی طرح ایران، عراق، شام، سعودی عرب اور یمن وغیرہ کو بھی ہندوستان میں شامل کرنے کا ڈول ڈال دیں اور تمام مسلم اکثریت کے ممالک کو ہندوستان میں شامل کرتے جائیں یہاں تک کہ ہندوستان میں پچیس تیس کروڑ مسلمان ہو جائیں اور ان کا تناسب آبادی غیر مسلموں کے برابر ہو جائے ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

مجھے یقین کامل ہے کہ ہمارے علماء میری اس تجویز کی مخالفت کریں گے اور اس پر کبھی عمل کرنے کو آمادہ نہیں ہوں گے، ان کے ساتھ ہی ضمنی طور پر

Marfat.com

اقتصادی مشکلات کے اعتراض کا بھی ذکر کرتا جاؤں اگر باوجود اقتصادی افلاس کے سرحد آزاد کو یہ حق ہے کہ آزاد رہے اسی طرح باقی چھوٹے چھوٹے مسلم ممالک کو یہ حق ہے کہ آزاد رہیں تو مسلم اکثریت کے صوبوں نے کونسا ایسا قصور کیا ہے کہ وہ آزاد نہ ہوں ان کی اقتصادی حالت تو ایران، عراق اور افغانستان وغیرہ سے بدرجہا بہتر ہے اگر ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی بڑھانے کے لیے آپ سرحد آزاد کو ہندوستان میں شامل کرنے کے خلاف ہیں۔ افغانستان کو ہندوستان میں شامل کرنا نہیں چاہتے ایران کو ہندوستان میں لانا مناسب نہیں سمجھتے۔ عراق کو ہندوستان سے وابستہ کرنا محل اعتراض ہے تو آخر پاکستان ہی کو کیوں ہندوستان کی دم سے ضرور باندھ رکھا جائے۔ اگر آپ فلسطین کی آزادی کی تحریک کے حامی ہیں۔ اگر آپ سرحد آزاد پر بمباری سے آگ بگولا ہو اٹھتے ہیں تو پاکستان کی آزادی پر آپ کو اعتراض کیوں ہے؟ اگر ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی بڑھانا ہی ہے تو کم سے کم اتنا تو کیجئے کہ انڈونیشیا سے لے کر یمن تک تمام مسلم اکثریت کے ممالک کو ہندوستان میں شامل کرا دیجئے تاکہ اور کچھ نہ ہو تو ہندوستان کے مسلمانوں کی آبادی غیر مسلموں کے برابر تو ہو جائے۔ صرف پاکستان کو ہندوستان سے وابستہ رکھنے میں تو کچھ زیادہ فائدہ نہیں۔ اس سے ہندوستان میں مسلمانوں کا تناسب آبادی صرف پچیس فی صدی ہو جاتا ہے جو موجودہ جمہوریت کے زمانہ میں کچھ معنی نہیں رکھتا اس لیے ہندوستان میں مسلمانوں کا تناسب آبادی کم سے کم پچاس فی صدی تو ہو۔ چنانچہ میں اپنے علماء سے درخواست کروں گا کہ وہ آمین اور بسم اللہ پڑھ کر مسلم ممالک کو ہندوستان میں شامل کرنے کی تحریک شروع کر دیں۔ ع

دو کار خیر ہیچ حاجت استخارہ نیست

Marfat.com

اگر علماء یہ تحریک شروع کرنا نہیں چاہتے تو وہ سوچیں کہ وہ کس منہ سے پاکستان کی آزادی کی مخالفت کر سکتے ہیں۔ علماء سے اپنی گذارشات ختم کرنے سے پیشتر قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہٗ بانی دارالعلوم دیوبند کی زندگی کا ایک واقعہ پیش کرنا چاہتا ہوں ان کی زندگی میں ایک بار دیوبند میں تعزیوں کے سلسلہ میں ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نے مسلمانوں کا ساتھ دیا حالانکہ وہ تعزیہ داری کے خلاف تھے۔ مولانا یہ کہتے تھے کہ ہندو تعزیوں کا اس لیے مخالف نہیں کہ یہ رسم اسلام میں شرعاً حرام ہے بلکہ وہ ان کا مخالف محض اس لیے ہے کہ وہ انھیں مسلمانوں سے متعلق سمجھتا ہے۔

مولانا حسین احمد مدنی کے قابل صد فخر سلف تو باوجود مذہبی عقائد کے تعزیوں کا ساتھ ہندوؤں کے مقابلہ پر صرف اس لیے دے سکتے ہیں کہ ہندو تعزیوں کو مسلمانوں سے متعلق سمجھ کر اس کی مخالفت کرتا ہے اس لیے اس سلسلہ میں مسلمانوں کی خفت ناقابل برداشت ہے۔ تو حضرت مولانا حسین احمد مدنی کو پاکستان سے کیوں ہے؟ ان کے عقائد کی رو سے پاکستان تعزیہ جتنی بری چیز تو نہیں۔ اول تو پاکستان کے خلاف کوئی شرعی دلیل پیش ہی نہیں کی جا سکتی۔ اگر کوئی شرعی حجت پیش بھی کی جا سکتی ہو تو مولانا مدنی کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہندو پاکستان کا اس شرعی حجت کی وجہ سے مخالف نہیں اسے اس سے عداوت محض اس لیے ہے کہ یہ مسلمانوں کی تحریک ہے اور اس میں مسلمانوں کی کچھ بھلائی نظر آتی ہے۔ اس لیے اب سوال مسلمانوں کے وقار کا ہے جس طرح حضرت مولانا محمد قاسم نے تعزیوں کے سلسلہ میں مسلمانوں کا ساتھ دیا تھا کہ مسلم وقار کا سوال ہے اسی طرح اب ہمارے علماء کو پاکستان کے سلسلہ میں باقی مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہیئے کہ یہ اب مسلم وقار کا سوال بن گیا ہے

Marfat.com

کیا ہمارے علماء حضرت مولانا محمد قاسم کی زندگی کے اس واقعہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے؟

لیگ کا عملی اقدام :- میں یہاں تک لکھ چکا تھا کہ ریڈیو پر آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا فیصلہ سنا کہ اس نے برطانوی تجاویز کو مسترد کر دیا ہے اور پاکستان کے حصول کے لیے عملی قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا ہے لیگ کے اس عزم کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ قوم پرست مسلمان لیگ کے اس اعلان جہاد سے کیوں بیگانہ رہیں۔ آج تک یہی کہا جاتا ہے کہ لیگ آرام طلب عافیت کوش اور خطاب یافتہ امراء کی جماعت ہے مگر لیگ کے اس فیصلہ کے بعد اسے کون عافیت کوشی کا طعنہ دے سکتا ہے؟ لیگ نے تو اب خطابوں کی لعنت بھی اپنے گلے سے اتار پھینکی۔ چودھری افضل حق مرحوم نے جب پاکستان کی حمایت شروع کر دی تو ایک بار ان سے پوچھا گیا کہ آپ احرار مسلم لیگ میں کیوں نہیں آجاتے؟ انہوں نے فرمایا وہ وقت قریب ہے جب حکومت کانگرس سے سمجھوتہ کرے گی۔ اور لیگ کو ختم کرنے کے درپے ہو جائے گی۔ وہ وقت ہوگا لیگ کی آزمائش کا اگر لیگ اس میدان آزمائش میں مردانہ وار کود پڑی تو احرار کبھی اس سے الگ نہیں رہیں گے۔

لیگ کونسل کا یہ فیصلہ سن کر مرحوم کے یہ الفاظ میرے ذہن پر دوبارہ ابھر آئے اور میں سوچنے لگا کہ کیا قوم پرست مسلمان مرحوم کے اس مشورہ پر عمل کریں گے؟ آج حکومت کانگرس سے سمجھوتہ کر چکی ہے اور لیگ کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ لیگ نے اس میدان آزمائش میں مردانہ وار کودنے کا اعلان کر دیا ہے۔ اب ہمارے کان قوم پرست مسلمانوں کی طرف سے صدائے لبیک سننے کے منتظر ہیں۔

بڑے بڑے قوم پرست مسلمان ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ لیگ کبھی عملی قدم نہیں اٹھائے گی اور اگر اس نے کوئی عملی قدم اٹھایا تو ہم اس کے ہراول

Marfat.com

دستے میں شامل ہوں گے۔ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان قوم پرست رہنماؤں کو اپنے الفاظ کا کہاں تک پاس ہے اور وہ کون کون سے مسلمان ہیں جو جہاد پاکستان میں شریک ہوں گے اور مقدمۃ الجیش میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کریں گے۔ مسلمان اُمراء کی طرف سے جناب سابق (نواب زادہ) لیاقت علی خان یہ اعلان کر چکے ہیں کہ پاکستان عساکر کا ہر اوّل دستہ اُمراء ہوں گے۔ کیا کوئی قوم پرست مسلمان آگے بڑھ کر قوم پرست مسلمانوں کا تعاون پیش کر کے اپنے طبقہ کی لاج نہیں رکھے گا جن اُمراء سے قربانی کی کبھی اُمید نہیں کی جا سکتی تھی وہ تو ملت کے مفاد کی خاطر سربکف ہو کر میدان عمل میں آ جائیں اور ہمارے قوم پرست مسلمان جن کی زندگیاں ہمیشہ قربانیوں اور ایثار کا مرقع رہی ہیں اس آزمائش میں ناکام رہ جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا ملت اُن کے آوازۂ تعاون کی بے تابی سے منتظر ہے ہو سکتا ہے گذشتہ کش مکش میں کچھ جوشیلے مسلمانوں کی زبان یا قلم سے قوم پرست مسلمانوں کی شان میں نازیبا الفاظ نکل گئے ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہیئے کہ قوم پرست مسلمان ملت کے مفاد سے بالکل بیگانگی اختیار کر لیں یا باقی مسلمان بھی ملت کی فلاح چاہتے ہیں اور قوم پرست مسلمان بھی یہی کہتے ہیں۔ اگر یہ قوم پرست مسلمان اپنے قول کے سچے ہیں (اور کوئی وجہ نہیں کہ سچے نہ ہوں) تو ان کا یہ فرض ہے کہ آگے بڑھیں اور ہندوستان میں ایک بار پھر اسلام کا علم سربلند کریں۔ انھوں نے کئی معرکے مارے ہیں لیکن ان میں سے اکثر معرکے وطنی تھے۔ اب وہ ملّی معرکہ کا سر عسکر بنیں۔ اب سوال یہ نہیں۔ کہ پاکستان حاصل کرنا چاہیئے یا نہیں اب سوال یہ ہے کہ کیا ہندوستان کے کسی گوشہ میں محمدؐ اور اس کے خدا کا نام بلند کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور مسلمان اپنی قسمت کا فیصلہ خود کرے گا یا اس کی عنان بدستور ہندو کے

Marfat.com

ہاتھ میں رہے گی۔ ہماری یہ جدّوجہد ملک گیری کی جنگ نہیں ہم اپنی اکثریت کے علاقوں میں اپنی شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں اور محمدؐ اور اسلام کا بول بالا کرنا چاہتے ہیں جو اس جہاد میں پیچھے رہے گا۔ قیامت کے روز اس کا شمار عبداللہ بن ابی کے رفیقوں میں ہوگا ؎

یہ شہادت گہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

ضمیمہ الف

خان عبدالغفار کی خدمت محترم میں
مکتوب مفتوح

محترمی خان صاحب!

سلام و مسنون۔ آپ کو غالباً یاد ہوگا کہ ۱۹۴۷ء کے اوائل میں آپ کی صدارت میں ایک یونٹی کانفرنس بریڈلا ہال لاہور میں منعقد ہوئی تھی کانفرنس ختم ہو جانے کے بعد دو مسلمان نوجوان آپ سے ملاقات کرنے کے لیے آپ کی قیام گاہ (دیرا ہوٹل) پر حاضر ہوئے تھے۔ ملاقات کے دوران میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا تھا چنانچہ ایک الگ کمرے میں نماز کا انتظام کیا گیا اور دونوں ملاقی مسلمان نوجوان نے اس کمرے میں آپ کی امامت میں نماز کا فریضہ ادا کیا۔ نماز کے بعد اسی بند کمرے میں آپ نے سیاسیاتِ حاضرہ پر ان دونوں نوجوانوں سے گفتگو فرمائی۔ اس گفتگو کے دوران میں آپ نے یہ کہا تھا کہ جب گول میز کانفرنس سے تعاون کا فیصلہ کرنے کے لیے کانگرس کا اجلاس شملہ میں منعقد ہوا تھا تو سر فیروز خان نون بھی شملہ میں موجود تھے اور ان کی رہائش آپ کے قریب ہی تھی (غالباً) اس ضمن میں آپ نے سیسل ہوٹل کا نام لیا تھا، سر فیروز خان نون نے آپ سے شکوہ کیا کہ تمام اسلامی ہند کانگرس

Marfat.com

سے الگ ہے، صرف سرحد کے مسلمان کانگرس کے ساتھ ہیں اور یہ امر جملہ اسلامیان ہند کے لیے باعث ننگ ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں اُن سے یہ کہا کہ نون صاحب! آپ قرآن پر ہاتھ رکھ کر کہہ دیں کہ میں نے انگریز کو چھوڑ دیا۔ میں قرآن پر ہاتھ رکھ کر کانگرس سے علیحدگی کا اعلان کر دوں گا۔ اور اُس روز سے آپ میرے پیشوا ہیں آپ کا پیرو۔

الحمد للہ آج ملک فیروز خان نون انگریز کو چھوڑ چکے ہیں اب مسلمان اس دن کے منتظر ہیں کہ آپ کب اپنا وعدہ نباہتے ہیں اور کانگرس سے ترکِ تعلق کا اعلان کر کے ملک صاحب موصوف کی زیر قیادت نہ سہی ان کے دوش بدوش ہی جہاد پاکستان کے لیے مردانہ وار میدان عمل میں کود پڑتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ کو یہ جتلانا گستاخی ہوگا کہ ایک مسلمان اور افغان کا وعدہ پتھر کی لکیر ہوتا ہے۔ مجھے اُمید ہے آپ اپنے عمل سے اس کلیہ کی تصدیق کر دیں گے۔ فقط خیر اندیش:۔ "کوہ پیما"

ضمیمہ

حضرت مولانا داؤد غزنوی سابق صدر صوبہ کانگرس پنجاب کا بصیرت افروز بیان

لاہور ۲ اگست۔ "ہر قسم کی مساوات" کی مخالفت کر کے کانگرس نے نیشنلسٹ مسلمانوں کے لیے فکر و تدبر کا سامان بہم پہنچا دیا ہے۔ اگر آج کانگرس کا مفہوم اور مقصد صرف اسی قدر ہی رہ گیا ہے کہ وہ ہر ممکن طریقہ سے ہندوؤں کی سیاسی اور اقتصادی بہبود اور ترقی کے لیے کوشاں ہے۔ تو پھر ان مسلمانوں کے لیے اس میں ٹھہرنے کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے جو اس میں اس لیے شامل ہوئے تھے کہ یہ آزادی کے لیے انگریز سے لڑ رہی ہے"

Marfat.com

مولانا داؤد غزنوی سابق صدر پنجاب کانگرس کمیٹی نے اخبارات کے نام ایک طویل بیان دیتے ہوئے نیشنلسٹ مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ کانگرس کے باب میں اپنے رویہ پر نظر ثانی کریں آپ اپنے بیان کے دوران میں فرماتے ہیں۔ کہ ۱۰-۱۱-۱۲ جون ۱۹۴۶ء کو دہلی میں تمام نیشنلسٹ مسلمانوں کی جماعتوں مثلاً جمعیت العلمائے ہند۔ مجلس احرار اور مومن کانفرنس کی مجالس ہائے منتظم کا ایک مشترک جلسہ ہوا تھا جس میں انھوں نے مندرجہ ذیل مطالبات وضع کیے تھے:۔

۱۔ عارضی اور مستقل گورنمنٹ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان مساوات کا اصول تسلیم کیا جائے۔

۲۔ اختلاف کی صورت میں مجلس قانون ساز کے صدر کی نہیں بلکہ ڈیڈ۔رل کورٹ کے جج کی رائے حتمی تسلیم کی جائے۔ ان مطالبات کو کانگرس کی مجلس منتظمہ کے پاس مناسب کارروائی کے لیے بھیجا گیا لیکن نہ صرف یہ کانگرس نے ان مطالبات کا کوئی نوٹس نہ لیا اور نیشنلسٹ مسلمانوں کو ان کی رسید سے بھی اطلاع نہ دی بلکہ یہ کہ انھوں نے اپنے مطالبات میں جو انھوں نے وزارتی مشن کے سامنے رکھے نیشنلسٹ مسلمانوں کے مطالبات کی صریح مخالفت کی۔ چنانچہ یہ بات واضح ہے کہ کانگرس اب "ہر قسم کی مساوات" کی مخالف ہے۔

اس صورت میں سوال یہ ہے کہ آیا نیشنلسٹ کانگرس کے صرف خیمہ بردار بن کر رہ جائیں گے۔ آگے چل کر آپ اپنے بیان میں فرماتے ہیں۔ قانون ساز اسمبلی کے لیے کانگرس نے بعض مشہور ہندو سبھائیوں مثلاً راجہ مہیشور دیال ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی اور سر ٹیک چند وغیرہ کو منتخب کرکے اپنے شدید طور پر فرقہ دار جماعت ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

مولوی صاحب نے غیر لیگی مسلمانوں سے درخواست کی ہے کہ وہ واقعات

Marfat.com

کی روشنی میں اپنے موقف کا تجزیہ کریں اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر ملت اور ملک کی بہتری کے لیے سرگرم عمل ہوں۔

ملنے کا پتہ

کتب خانہ شمسیہ عالی روڈ۔ جالندھر شہر

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام محمد شمس الحق پرنٹر پبلشر چھپ کر جالندھر سے شائع کیا

جناب راجہ حسن اختر صدر مجلس اقبال مرکزیہ جو حکیم الامت علامہ اقبالؒ سے نہایت گہری قلبی عقیدت رکھتے ہیں۔ برطانوی حکومت کے زمانہ میں سرکاری آفیسر ہوتے ہوئے مختلف قلمی ناموں "حسن آفاقی"۔ "جہاں بین بوریا نشین" وغیرہ وغیرہ سے ملی موضوعات، خصوصی طور پر نظریۂ پاکستان کے متعلق لکھتے رہے ہیں "یوم خاموشی" آپ نے یہ سیاسی ڈرامہ سپرد قلم کیا تھا اور ایک تضمین بھی جسے ہم نذر قارئین کر رہے ہیں۔ ہمیں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ "نوائے وقت" کے کئی اداریے بھی آپ نے تحریر فرمائے۔

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جن دردمندان ملت کا سینہ تڑپ و آرزو اور ملی سرفرازی و سربلندی کے لیے جہد و عمل کے جوہروں سے لبریز تھا۔ انھوں نے ہر مقام پر ہر لحہ اور ہر آن مفاد ملت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا فرض پورا کیا۔ راجہ صاحب کے علاوہ اور بھی کئی فرزندان ملت ہوں گے جنھوں نے دوران ملازمت میں ہندی مسلمانوں کی ملی تحریک (تحریک پاکستان) کے لیے نہایت جانکاہی اور جاں گدازی سے کام کیا ہوگا۔ چونکہ ہمارے محدود وسائل آن تک رسائی کی راہ میں حائل رہے۔ اور ہم ایسے بزرگوں سے کچھ حاصل نہ کر سکے اس لیے ہم اس جگہ ملت اسلامیہ کے اس مایۂ ناز فرزند کے ملی درد و سوز اور غیرت و حمیت میں ڈوبی ہوئی تحریروں کو شامل کر رہے ہیں تاکہ اور ایسے بزرگوں کی بھی توجہ اس طرف مبذول ہو اور وہ اپنے ملی کارہائے نمایاں کو آئندہ نسلوں کے دلوں کو گرمانے کے لیے ملت کی امانت کے طور پر فرزندانِ

Marfat.com

ملت کے سپرد کریں تاکہ جوانانِ پاکستان اپنے بزرگوں کے ان قابل ستائش کارناموں پر فخر و ناز کر سکیں۔

تضمین بر اشعار علامہ اقبالؒ

(نعمان اصغر حسین خان نظیر کی تضمین سے متاثر ہو کر)

یہ شانِ دیں ہے کہ باطل کی پیروی کرنا — حرم سے اٹھ کے دربت کدہ پر جا مرنا
ردائے علم کو گاندھی کے پاؤں پہ دھرنا — عجم ہنوز نداند موزِ دین ورنہ

زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
بھلا کے مصلحت دیں اور بھلا کے عہد الست — بتانِ دیر کے غمزوں پہ ہو گیا بدست
وہ قوم کونسی ہے جس کا ہے "یہ قوم پرست" — سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر ز مقام محمدؐ عربی است

۸ جولائی ۱۹۴۵ء (جناب راجہ حسن اختر "نوائے وقت")

جمعیت العلماء اسلام

جمعیت العلمائے اسلام کے ارکان لاہور تشریف لے آئے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کے ارشادات

لاہور ۲۳ جنوری شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی صدر اور دیگر ارکان کل رات جمعیت العلمائے اسلام لاہور پہنچ گئے ہیں۔ آج پریس کانفرنس میں مولانا عبدالقدوس نے بیان فرمایا چونکہ بعض مسلمان ہند کانگریس کے ہمنوا ہو کر متحدہ قومیت کا راگ الاپ رہے اس لیے مسلمانوں میں پاکستان اور مسلم لیگ کے پراپیگنڈے کے علاوہ اسلامی فکر پیدا کرنے کی بھی سخت ضرورت ہے۔ آپ نے کہا کہ جمعیت العلمائے اسلام کسی سیاسی جماعت کا ضمیمہ نہیں بلکہ مستقل جماعت ہے۔ چونکہ اس وقت

Marfat.com

مسلم لیگ! سلامیان ہند کی بہتری کے لیے کوشاں ہے اور دشمنان سلام کا مقابلہ کر رہی ہے اس لیے ہم مسلم لیگ کی حمایت کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں :-

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی نے فرمایا :-

"غیر مجھے فرقہ پرست کہیں لیکن یہ زیادہ بُرا ہے کہ اپنے مجھے غدار کہیں"۔

آپ نے مزید فرمایا کہ تمام علماء و مشائخ اب حجروں سے باہر نکل آئیں اور عملی طور سے مسلمانوں کی راہ نمائی کریں انھیں حصول پاکستان کے قابل بنائیں اور پاکستان قائم ہونے کے بعد انھیں کمال ازم اختیار کرنے سے روکیں۔ (س۔ ن) نوائے وقت ۲۴ جنوری ۱۹۴۶ء)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا بیان

خطاب مسلم لیگ

جو اجلاس پٹنہ میں پڑھا گیا

اب حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا جو بیان اجلاس پٹنہ میں پڑھا گیا۔ اس کا حسب ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیے :-

"اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغالبون۔

حضرات! اس وقت مسلمانان ہندوستان جس دور سے گذر رہے ہیں اور جن مشکلات کا ان کو سامنا ہو رہا ہے۔ باخبر طبقہ اس سے بخوبی واقف ہے اور خدا کا شکر ہے۔ کہ عام طور پر مسلمانوں کے احساسات اس وقت بیدار ہو چکے ہیں۔ ان مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی فہم و فراست کے مطابق مدبران لیگ نے کچھ اسباب بھی اختیار کر رکھے ہیں اور

Marfat.com

مقام مسرت ہے۔ کہ وہ ان اسباب میں کامیاب بھی ہو رہے ہیں جو اس کی دلیل ہے کہ ان کا پہلا قدم صحیح راستہ پر پڑا ہے۔ غلط راستہ پر نہیں چلا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کا پہلا قدم اتفاقاً صحیح راستہ پر پڑ گیا ہے۔ یا آپ نے قرآن و سنت نبویہ کی روشنی میں اس کو اختیار کیا ہے۔ بہرحال جو صورت بھی ہو اس کے لیے آپ مستحق صد مبارک باد ہیں۔

بخت اگر مدد کند دامنش آدرم بکف
گر بکشد ز ہے طرب ور بکشم ز ہے شرف

پہلا قدم مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم۔ آپ کا یہ پہلا قدم مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم ہے۔ جس کی سخت ضرورت تھی اور اس کی ضرورت سے کسی عاقل کو انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ عقلاً و نقلاً یہ مسئلہ اپنی جگہ پر ثابت ہو چکا ہے کہ جو قوم اپنی مستقل تنظیم نہیں رکھتی ہو۔ وہ دنیا میں باقی نہیں رہ سکتی بلکہ دوسری اقوام میں منضم اور منجذب ہو کر کالعدم ہو جاتی ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں کی مستقل تنظیم کی صورت یہی ہے کہ تمام مسلمان اسلامی جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں کیونکہ غیر اسلامی جھنڈے کے نیچے صرف مشترکہ تنظیم ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کی مستقل تنظیم نہیں ہو سکتی اور مشترک تنظیم کا نفع ہمیشہ اکثریت کو پہنچتا ہے۔ اقلیت کو اس سے کچھ نفع نہیں ہو سکتا اگر وہ اپنی مستقل تنظیم سے محروم ہو۔

پس مدبران مسلم لیگ نے بڑی دانش مندی سے کام لیا۔ کہ مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم کا اہتمام کیا کہ اس کے بعد ہی مشترک تنظیم سے ان کو نفع ہو سکتا ہے ورنہ ہمیشہ دوسروں کے حاشیہ بردار ہو کر ان کے رحم و کرم پر رہ جاتے اور کچھ دنوں بعد ان کی ہستی فنا ہو جاتی۔

یہی وہ چیز ہے۔ جس کی طرف آیہ کریمہ میں لفظ جند نا سے اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ جند لشکر کو کہتے ہیں اور لشکر اجتماعی شان سے بنتا ہے۔

Marfat.com

انفرادی حالت میں کسی قوم کی خواہ وہ کتنی ہی شمار رکھتی ہو لشکر نہیں کہا جا سکتا اور اللہ کا لشکر تو ہی ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کے نام پر منظم ہوا ہو، وطن پرستی یا قوم پرستی کے نام پر منظم نہ ہوا ہو۔

یہ پہلا قدم تھا جو مسلم لیگ نے صحیح اٹھایا اس کے بعد ایک قدم آگے بڑھنے کی اور ضرورت ہے جس کے بعد کامیابی و غلبہ کا سہرا آپ کے سر ہوگا۔ خدا کرے آپ کا یہ دوسرا قدم صحیح راستہ پر ہو۔ اگر آپ نے قرآن کریم کی ہدایات اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اپنے سامنے رکھا اور اسی کو مشعل راہ بنایا تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ دوسرے قدم میں غلطی سے دوچار ہوں۔ مسلمانوں کو کسی کے اتباع یا تقلید کی ضرورت نہیں ان کے گھر میں وہ سب دولتیں جمع ہیں جن کو فلاح اور کامیابی میں دخل ہے مگر افسوس ہے کہ بعض مسلمان دوسری قوموں کی تقلید کر کے ترقی کرنا چاہتے ہیں قرآن کریم اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کر کے ترقی کرنا نہیں چاہتے حالانکہ دوسری قوموں کے ذرائع ترقی سے کفار کو اور کفر ہی کو ترقی ہو سکتی ہے مسلمانوں اور اسلام کو ترقی نہیں ہو سکتی اگر مسلمان مسلمان رہ کر اسلامی ترقی چاہتے ہیں تو ان کو اپنے ماضی کی طرف لوٹنا چاہیئے اور قرآن کریم اور اسوۂ نبویہ کو مشعل راہ بنانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ یعنی ہمارا لشکر ہمیشہ غالب ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور نہایت مستحکم وعدہ ہے جو کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ کا لشکر ہمیشہ غالب ہی رہا ہے وہ کسی سے کبھی مغلوب نہیں ہوا۔ اور اگر کبھی اس کے خلاف ہوا ہے تو اس کا سبب صرف یہی تھا کہ اس کے لشکر کے خدائی لشکر ہونے میں کچھ کسر تھی۔

دوسرا قدم یہ ہے کہ مسلم لیگ خدا کا لشکر بن جائے پس مسلم لیگ کو دوسرا قدم اس طرح اٹھانا چاہیئے کہ اس لشکر کو جسے اس نے اللہ کے نام

Marfat.com

پر منظم کیا ہے صحیح معنیٰ میں اللہ کا لشکر بنا دے۔ اس کے بعد یقیناً وہی کامیاب وہی غالب اور وہی فتح مند ہوگی اور اس کے سر کامیابی کا سہرا ہوگا۔

حضرات۔ آپ نے ترقی کے بہت سے اسباب سنے ہوں گے ذرا اس راستہ کو بھی آزما لیجئے۔ جس کا تجربہ آپ کے اسلاف نے ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک کیا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک وہ اس راستہ پر قائم رہے ہمیشہ غالب اور کامیاب رہے اور جس دن اس راہ سے ہٹے اسی وقت سے زوال اور پستی ان کے سامنے آنے لگی۔ یہاں تک کہ نوبت اس حال کو پہنچ گئی جو ہمارے اور آپ کے سامنے ہے تو کیا اب بھی ہم کو اپنی ماضی کی طرف لوٹنے میں کسی دوسری حالت کا انتظار ہے۔ للہ اپنے حال پر رحم کیجئے اور اس سے زیادہ اپنے کو تختۂ مشق نہ بنائیے۔ ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظلمین ونجنا برحمتک من القوم الکفرین۔

آپ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم و مغفور کے تحریک پاکستان کی تائید و حمایت میں احساسات و خیالات پڑھ چکے ہیں اور دیکھ چکے ہیں کہ ان کی دانش نورانی و برہانی۔ فراست قرانی اور بصیرت ایمانی کس طرح ان بزرگوں کو اقبالؒ و جناحؒ کی ہمنوائی و ہمقدمی کے لیے بے قرار و مضطرب کیے ہوئے ہے اور یہ سالارِ کارواں ملت کے ساتھ منزل حیات (حصول پاکستان) کی طرف کس طرح قدم ملا کر دل میں سرفرازیٔ مسلم کی ہزاروں آرزوئیں اور قلب مضطر و بے قرار میں لاکھوں تمناؤں کے ساتھ اس تحریک کی کامیابی و کامرانی کے لیے رب العزت کے حضور سجدہ ریزیاں کر رہے ہیں اور دوسری طرف آپ یہ بھی دیکھ چکے ہیں۔ کہ عثمانیؒ کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے کے لیے نیشنلسٹ مسلمانوں کے سرغنوں نے کتنے جتن کیے۔ اب آپ دیکھیں گے کہ اگر کوئی انگریز نواز۔ ٹوڈی (نیشنلسٹ علما کی اصطلاح میں) بھی مسلم لیگ کی مخالفت میں کوئی بات یا نظریہ پاکستان کے متعلق کوئی بیان دے دیتا تو یہ مولوی صاحبان کس طرح

Marfat.com

مصرع طرح اٹھاتے اس کا اندازہ آپ کو مندرجہ ذیل سطور سے ہو جائے گا ملاحظہ فرمائیے:۔

طلبا کو نصیحت

اوائل مارچ میں جناب سر سکندر حیات خان صاحب نے اسلامیہ کالج کے طلبا کو نصیحت کی:۔

"زندگی میں تمہارا نصب العین کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن یاد رکھو تم کسی ایسی اسکیم کی تائید نہ کرنا جس کا منشا یہ ہو کہ ہندوستان کو تقسیم کر کے مسلمانوں کے لیے الگ خطہ منتخب کر لیا جائے۔ یہ اسکیم نہ صرف اسلامی تعلیم کی صحیح روح کے ہی خلاف ہے۔ بلکہ اسلام کے اس بنیادی اصول کے بھی منافی ہے جس کی رو سے ہر فرزند توحید پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اسلام کا پیغام دنیا کے ہر گوشہ تک پہنچائے۔"

(ہندوستان ٹائمز ۳/۴ ۵)

یہاں سے ابتدا ہوئی اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ قومیت پرست طبقہ بالخصوص احرار اور جمعیت العلماء کی طرف سے ہر چہار سمت سے یہی مصرع اٹھایا گیا۔ کہ ہاں یہ اسکیم اسلام کے خلاف ہے لیکن حرام ہے جو اس وقت تک سر سکندر حیات خان صاحب یا ان کے مقلدین میں سے کسی اور نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کوئی ایک دلیل بھی پیش کی ہو۔ گویا یہ ایک فتویٰ تھا۔ جو بلا دلیل و حجت بارگاہ وزارت سے صادر ہو گیا اور اس کے پیچھے "علماء کرام" "الجواب صحیح" لکھ کر مہر تصدیق ثبت فرماتے گئے۔

کیا اس سے بڑا جھوٹ بھی ہے جو کبھی بولا گیا ہو اور اس سے بڑی تہمت بھی ہے جو اسلام پر لگائی گئی ہو۔ کہ دنیا کے کسی خطہ میں مسلمانوں کی حکومت قائم کرنے کا خیال اسلام کے خلاف ہے۔ حیرت ہے کہ اگر مسلمان کی حکومت کا تصور اسلام کے خلاف ہے تو پھر کیا غلامی کا نظریہ اسلام کے مطابق ہوگا۔

Marfat.com

"یہ حضرات جو کچھ ان کے جی میں آتا اس اسکیم کے خلاف کہتے لیکن کم از کم اللہ کے دین کے خلاف اس کے پیام ازلی کے خلاف۔ اس کے ضابطۂ حکومت کے خلاف تو اس دیدہ دلیری سے کام نہ لیتے۔ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان پر اس لیے بھی اللہ کا عذاب طاری ہے کہ اس نے اس کی کتاب عظیم کو (نعوذ باللہ) کھلونا بنا رکھا ہے۔ ہر شخص اپنے خیالات و خواہشات کا اتباع کرتا ہے لیکن چاہتا یہ ہے کہ اسے قرآن کریم کے مقدس غلاف میں لپیٹ کر پیش کرے تاکہ ہر سننے والے کا سر خود بخود اس کے سامنے جھک جائے۔" (طلوع اسلام بابت جون صفحہ ۲۷ و ۲۸)

"پھر یہ بھی سوچئے کہ اگر خطۂ زمین میں اسلامی حکومت ابتداءً اشاعت اسلام کے منافی ہوتی تو جب نبی اکرمؐ نے منتشر مسلمانوں کی قوتوں کو مدینہ منورہ میں مرکوز کیا ہے اور دوسرے مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد کر دیا گیا کہ وہ ہجرت کر کے وہیں آجائیں تو اس وقت وہ مسلمان بھی یہ کہہ سکتے تھے کہ اگر ہم سب ایک مقام پر سمٹ کر جمع ہو گئے تو اشاعت اسلام کا فریضہ ساقط ہو جائے گا۔ لیکن انھوں نے یہ اعتراض بالکل نہیں کیا اس لیے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ ایک طاقتور مرکز کے بغیر صحیح اسلام کی اشاعت کا تصور سراب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا جب مرکز مضبوط ہو گیا تو پھر وہاں سے مبلغ بھی نکلے۔ دعاۃ بھی مختلف مقامات میں پھیلے۔ سفیر بھی مختلف سلطنتوں میں پہنچے اور پھر ان مختلف چشموں سے کائنات کا ذرہ ذرہ سیراب ہو گیا۔ یہ ہے اشاعت اسلام کی صحیح صورت۔ (ایضاً صفحہ ۳۵ و ۳۶)

"لیکن اگر صورت یہ نہیں ہے۔ تو محض اس لیے اس مقام سے چپکے رہنا کہ میں یہاں پیدا ہوا ہوں۔ میرے بڑے بوڑھوں کی ہڈیاں یہیں دفن ہیں ایک غیر فطرتی زندگی پر قناعت کر جانا ہے۔ یہ تھا وہ مقام

Marfat.com

جہاں اسے قرآن کریم پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ مومن کا وطن وہی ہے جہاں یہ قوانین فطرت کے مطابق زندگی بسر کر سکے اور یہی تھی وہ منزل جہاں اس کے ہادیٔ برحق جناب نبی اکرمؐ کے نقوش قدم کا ایک ایک ذرّہ اسے کہہ رہا تھا کہ حضورؐ نے اپنا "وطن" مکّہ بھی تقاضائے فطرت کے مطابق چھوڑا تھا۔ اب آپ نے اندازہ فرما لیا ہوگا کہ ایک مسلم اور غیر مسلم کے نظریۂ وطنیت میں کیا فرق ہے اور ایک مسلمان کا وطن کے ساتھ حقیقی تعلق کیا ہوتا ہے۔ اور کس وقت وطن کی آب و گل کی پابندی اس کے لیے ہلاکت کا موجب بن جاتی ہے۔ یہی وہ نظریہ ہے۔ جس کے مطابق ؎

ہو تیرا مقام تو نتیجہ ہے تباہی — وہ بحر میں آ نا وطن صورت ماہی
ہے ترک وطن سنّت محبوب الٰہی — دے تو بھی نبوّت کی صداقت پہ گواہی

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوّت میں وطن اور ہی کچھ ہے

(ایضاً صفحہ ۴۰ تا ۴۱ بابت جون ۱۹۳۸ء۔ ط۔ا)

"مشکل اندر مشکل یہ کہ ہمارے مولوی صاحبان کے نزدیک مذہب عبادت و مناسک اور چند رسوم و مظاہر کا نام ہے۔ آج اگر ان سے پوچھا جائے کہ جس چیز کو آپ انگریز کی غلامی کہتے ہیں وہ ہے کیا! کونسی بات ہے جس میں انگریز نے آپ کو غلام بنا رکھا ہے تو اس کے جواب میں وہ ہندوؤں سے سستی سستائی صرف اتنی بات کہہ سکیں گے۔ کہ انگریز اس ملک کی دولت کو لوٹ کر لے جا رہا ہے۔ ہندوستان کے باشندے فاقوں مر رہے ہیں۔ یہاں کسی کو کپڑا نصیب نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ حضرات اپنی تقریر اور بیان میں اسی غلامی کا رونا روتے ہیں اور اپنے مسلک کی تائید میں ہمیشہ یہی دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ جب انگریز یہاں سے نکل

Marfat.com

جائے گا۔ تو پھر ملک میں خوشحالی اور فارغ البالی ہو جائے گی یعنی ان کے نزدیک غلامی کے معنی بھوک اور افلاس کے ہیں اور آزادی سے مقصد روٹی کی خراغت ہے ورنہ "مذہب" نہ آج غلام ہے نہ اس کے بعد ہندوؤں کے عہد حکومت میں غلام رہے گا ؎

ملّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

"اگر ان حضرات کو معلوم ہوتا کہ "اسلام کی آزادی" کے کیا معنی ہیں تو وہ خود سمجھ جاتے کہ جس نظام حکومت میں دفاع (محکمہ فوج) اور امور خارجیہ جیسے اہم شعبے غیر مسلموں کے اختیار و اقتدار میں ہوں اور ایسے قوانین جن کا اطلاق ملک کے تمام باشندوں پر مشترکہ طور پر ہونا ہو ان کی توضیح و تنفیذ بھی غیر مسلم کی اکثریت پر مبنی ہو اس نظام حکومت میں اسلام کبھی آزاد نہیں ہو سکتا۔ اسلام ان الحکم الا للہ کا حکم دیتا ہے۔ (کہ حکومت خدا کے سوا کسی اور کی نہیں ہو سکتی) وہ لا یشرک فی حکمہ احداً کا ارشاد نازل فرماتا ہے (کہ اللہ اپنے حق حکومت میں کسی اور کی شرکت جائز قرار نہیں دیتا) اس لیے وہی حکومت حکومت خداوندی کہلا سکتی ہے۔ جس کے کسی شعبہ میں (چہ جائیکہ) ایسے اہم شعبوں میں، غیر مسلموں کی شرکت ہو" ؎

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری (اقبالؒ)

صفحہ ۴۳ - ط - ۱

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کے طول و عرض میں ہزارہا مساجد ہیں علیحدگی کی اسکیم کے مطابق یہ تمام معابد چھوڑنے پڑیں گے۔ یہ اعتراض بھی اسی مفروضہ کے ماتحت کیا جاتا ہے کہ اس علیحدگی

Marfat.com

کی اسکیم کی رُو سے تمام ہندوستان کے کسی اور حصّہ میں کوئی مسلمان نہیں رہے گا۔ حالانکہ جیسا کہ متعدد بار لکھا جا چکا ہے۔ اسکیم زیرِ نظر تبادلہ آبادی کی کوئی شرط نہیں۔ سرِدست جو جہاں ہے وہیں رہے گا اور اسی طرح مسلم اکثریت کے علاقوں میں اسلامی حکومت کے قیام کا آغاز ہو جائے گا لیکن اگر علیحدگی کی اسکیم کی انتہائی شکل کو بھی سامنے رکھ لیا جائے جس میں اقلیت کے صوبوں کے مسلمان بطیبِ خاطر اسلامی حکومت کی زندگی بسر کرنے کے لیے مسلم اکثریت کے صوبوں میں آنا چاہیں تو اس وقت بھی یہ اعتراض کوئی وقعت نہ رکھے گا۔ نبی اکرم صلعم نے جب ہجرت فرمائی ہے تو کعبہ جیسے مقدس معبد کو کفار کے قبضہ میں چھوڑ دیا گیا تھا حالانکہ اس سے محبت اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر حضورؐ کی نگاہ آرزو رہ رہ کر آسمان کی طرف اُٹھتی۔ قد نریٰ تقلبَ وجھکَ فی السّماءِ لیکن یہ چھوڑنا دراصل حاصل کرنے کا مقدمہ اور یہ دور پہلے آنا فی الحقیقت قریب آجانے کی تمہید تھا۔ گیے اس لیے تھے کہ پھر آئیں اور آئیں تو اس انداز سے کہ دس ہزار قدوسیوں کی جماعت جلو میں ہو اور فتح و ظفر آگے بڑھ کر قدم چوم رہی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ معترض حضرات اس اصل کو سمجھ ہی نہیں سکے کہ جب کوئی قوم صاحبِ حکومت ہوتی ہے تو اس کی ہر شے ہر مقام پر محفوظ ہوتی ہے۔ عیسائی مشنریوں کو دیکھئے دنیا کے ان دور دراز مقامات میں جہاں ملک غیروں کا ہو۔ حکومت دوسروں کی ہو یہ لوگ تنہا جاتے ہیں اور اپنے گرجے تعمیر کرتے ہیں۔ چونکہ صاحبِ حکومت واقتدار قوم کے افراد ہوتے ہیں کسی کو مجال نہیں جو ان کے معابد کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ اس کے برعکس ایک آپ ہیں کہ نو کروڑ کی تعداد میں اس ملک میں موجود ہیں لیکن اپنی آنکھوں کے سامنے آپ کی مساجد دوسروں کے قبضے میں چلی جاتی

Marfat.com

رہیں اور آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ مساجد موجود ہیں لیکن ان میں اذان اور نماز کی اجازت نہیں ملتی لیکن آپ ہیں کہ نہایت خاموشی سے سب کچھ دیکھنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ یہ کیوں ہے! اس لیے کہ آپ کی قوتوں کا ہر ایک کو اندازہ ہے۔ حکومت اپنی ہو۔ تو دیکھیے کہ کونوں اور گوشوں میں پڑی ہوئی مساجد کی بھی حفاظت کس طرح ہوتی ہے۔ مساجد کا وقار تو با نمازہ وقار اہل مساجد ہے۔

تو قدر خویش نہ دانی۔ بہا نہ تو گیرد
اگر نہ لعل درخشندہ پارہ سنگ است

(ط۔ا بابت جون ۱۹۴۰ء صفحہ ۴۴ و ۴۵)

"جب کانگریس نے صوبوں کی حکومتیں سنبھالی ہیں تو گاندھی جی نے انھیں نصیحت کی تھی کہ دیکھو تمہارے سامنے عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کی مثال موجود ہے۔ کہ انھوں نے کس طرح شہنشاہی میں بھی انداز فقیری کو قائم رکھا تھا۔ ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں ہے کہ کانگریسی وزراء نے کس حد تک اس نصیحت پر عمل کیا لیکن ہم یہ کہنا چاہتے ہیں اگر حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے اسوہ حکومت کے اندر غیر مسلم اپنے لیے سامان موعظت دیکھتے ہیں تو خود مسلمان اس اسوہ کی روشنی میں کیوں نہ چلیں اور اگر مسلمان اس انداز حکومت کو اپنے لیے بطور نشان راہ قرار دے لیں تو پھر وہ کونسی اقتصادی مشکل ہے جو حل نہ ہو سکے گی! یہ مشکلات جو آج مسلمان کو اس درجہ پریشان و متوحش کر رہی ہیں بظاہر اقتصادی مشکلات ہیں لیکن بغور دیکھیے تو ان مصائب کا حقیقی سبب کچھ اور ہے یہ چیزیں تو علامات مرض ہیں علت مرض نہیں ہیں۔ جب علت مرض کا علاج ہو جائے گا۔ تو علامات مرض خود بخود غائب ہو جائیں گی"۔

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

(صفحہ ۴۵ و ۴۶ - طلوع اسلام)

Marfat.com

غیر مسلموں کے اعتراضات

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہے دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

"سابقہ باب میں ہم نے جن چند موٹے موٹے اعتراضات کا ذکر کیا ہے وہ بالعموم مسلمانوں کی طرف سے وارد کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ جاننے والے جانتے ہیں کہ کوئی اور بولتا ہے یہ میری زبان نہ سمجھو۔ لیکن کچھ اعتراضات ایسے بھی ہیں۔ جو ہندوؤں کی طرف سے خود ان کی زبان سے عائد کیے جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان اعتراضات کا بھی تجزیہ کرکے دیکھا جائے۔ کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔

اس باب میں سب سے پہلے مسٹر راج گوپال آچاریہ آگے بڑھے اور انہوں نے مختلف مقامات پر آہ وزاری کی کہ دیکھنا! یہ مسلمان کیا حرکت کر رہے ہیں؟ یہ تو بھارت ماتا کے ٹکڑے کر دینا چاہتے ہیں اس اعتراض کی ابتدا گوپال آچاریہ صاحب کی طرف سے ہوئی اور پھر اس کی صدائے بازگشت ملک کے مختلف حصوں میں سنائی دی چنانچہ اب ہر طرف سے یہی آواز سنائی دیتی ہے کہ مسلمان بھارت ماتا کے حصے بخرے کر رہے ہیں اس چیر پھاڑ کا ماتم کچھ ایسے دردانگیز پیرایہ میں کیا جاتا ہے گویا بھارت ماتا سچ مچ کا ایک انسانی پتلا ہے کہ مسلمانوں کی سبعیت و بہیمیت جس کی قطع و برید کرنا چاہتی ہے اور "خون ریزی" کا یہ منظر اس ماتا کے سپوتوں کو لہو رلا رہا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ "بھارت ماتا" ہے کیا چیز؟

یہ ظاہر ہے کہ انگریزوں نے یہاں پہنچ کر کچھ علاقہ فتح کیا (یونہی کہیئے کہ فتح کیا اور کیا کہا جائے) اس مفتوحہ علاقہ کی حد و بندی کرکے

Marfat.com

اسے ایک ملک قرار دے دیا۔ اس ملک کا نام "بھارت ماتا" ہے یعنی یہ ایک اتفاقی امر تھا یا انگریز کی مصلحت کوشی، کہ انگریز درّہ خیبر تک کا علاقہ فتح کر سکے۔ اس لیے بھارت ماتا وہاں تک پھیل گئی۔ اگر وہ دس میل ادھر رہ جاتے تو ماتا جی سکڑ جاتیں اور اگر وہ دس میل اور آگے بڑھ جاتے تو یہ بھی ساتھ ہی پھیل جاتی یعنی بھارت ماتا کا قد و قامت جسم اور جثہ میں حدود اربعہ کا نام ہے۔ جہاں تک انگریز بڑھا ہے۔ اب فرمایئے جس بھارت ماتا کا وجود اس انداز سے عمل میں آیا ہو۔ اس کے متعلق یہ دہائی مچانا کہ اس میں کمی بیشی کرنا بڑی "تیا چاری" ہے۔ کس قدر لایعنی فریبی ہے نیپال کو دیکھئے کہ ایک چھنگلی جتنا علاقہ ہے، چونکہ انگریزوں نے اسے فتح نہیں کیا اس لیے وہ بھارت ماتا نہیں بن سکا۔ حالانکہ ہر وقت بھارت ماتا کے سینے پر لٹک رہا ہے۔ سیلون کو انگریزوں نے اپنی انتظامی مصلحتوں کی بنا پر الگ رکھا اس لیے بھارت ماتا بیچاری بغیر پاؤں کے ہی رہ گئی کل تک برما بھارت ماتا کا جزو تھا۔ اُسے الگ کر دیا گیا تو بھارت ماتا کا ایک بازو کٹ جانے پر بھی کچھ نہ بگڑا۔ دیکھیے آپ نے سوچا کہ ہندوؤں نے برہما کی علیحدگی پر کیوں اتنا واویلا نہیں مچایا جتنا شمال مغربی علاقہ کی علیحدگی پر مچایا جا رہا ہے اس لیے کہ برما میں ہندوؤں کی اکثریت کے الگ ہونے پر بھی وہاں ہندوؤں کی حکومت قائم ہو سکتی ہے برعکس اس کے شمال مغربی علاقہ کی علیحدگی پر اس لیے سینہ کوبی ہو رہی ہے کہ یہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے اور ہندو یہ برداشت ہی نہیں کر سکتا کہ مسلمان بھی کسی خطۂ ملک میں اپنی حکومت قائم کر سکیں۔

ہندو تو اس بنا پر بھارت ماتا کے ٹکڑے ہو جانے پر مصروف آہ و بکا ہے لیکن ہم پوچھنا چاہتے ہیں ان قومیت پرست مسلمانوں سے جو اس تعین و تشبیہ میں ہندوؤں کے ہمنوا ہیں کہ تقسیم سے آپ کے

Marfat.com

دل میں کیا درد اُٹھا ہے! محض اس لیے کہ آپ نے بھی ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اس ملک کو مادرِ وطن کہنا شروع کر دیا ہے۔

ذرا سوچیے تو سہی کہ اسلام کے دعوے کے ساتھ یہ مادر وطن کا نظریہ کیا معنیٰ رکھتا ہے! قرآن تو حقیقی ماں باپ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ اگر وہ تمہارے خدا کے راستہ میں حائل ہو جائیں تو اس وقت ان کی کشش و محبت تمہارے دل کو ان کی طرف جھکا دے تو تو تم مسلمان کہلانے کے مستحق ہی نہیں ہو۔ اور ایک آپ ہیں کہ خاک کے ذرّوں کو اپنی مادر بناتے ہوا ور پھر اس مادر کی محبت اس قدر تمہارے رگ و ریشے میں سرایت کر جاتی ہے کہ اُسے جزو ایمان قرار دے لیتے ہو!

آواخر اپریل میں دہلی میں "جمعیۃ آزاد" کانفرنس منعقد ہوئی (جس کی تفصیل کا ذکر کسی اور باب میں آئے گا) اس کے پنڈال میں سٹیج کے سامنے بڑی نمایاں جگہ بڑے جلی حروف میں لکھا تھا کہ

حبّ الوطن من الایمان

اور بائیں جانب اتنے ہی بڑے حروف میں تحریر تھا کہ "حیا اور وطن کی محبت ایمان کی نشانیاں ہیں"۔ اور ان "قطعات" کے سایہ میں بڑے بڑے جید علمائے کرام کانفرنس منعقد فرما رہے تھے! کیا کوئی صاحب ان میں سے کسی سے یہ پوچھ کر ہمیں بتا سکتے ہیں کہ آخر "حب الوطن من الایمان" یہ ہے کیا؟ خدانخواستہ کوئی آیت قرآنی ہے کوئی حدیث رسول اللہ ہے۔ خلافت راشدہ کا مقولہ ہے۔ یہ کیا چیز ہے۔ جسے اتنی اہمیت دی جاتی ہے۔ کہ کلام اللہ کو چھوڑ کر اقوال رسول اللہ کو (نعوذ باللہ) پسِ پشت ڈال کر اسے سب سے نمایاں جگہ آویزاں کیا جا رہا ہے۔ اور پھر "حیا اور وطن کی محبت ایمان کی نشانیاں ہیں" لکھ کر جس سادگی و پرکاری سے عوام کو دھوکا دینے کی ناکام کوشش

Marfat.com

کی گئی ہے وہ بھی قابل غور ہے۔ "حیا ایمان کی شاخوں میں سے ہے"۔ ایک مشہور حدیث ہے اس کے ساتھ وطن کا ٹکڑہ شامل کر کے ان مولوی صاحبان نے جس تدلیس و تحریف کا مکروہ ثبوت دیا ہے وہ ان کی مقدس قباؤں اور متبرک عباؤں کے نیچے چھپے ہوئے دل کی حقیقت کو بے نقاب کر رہی ہے۔

ہم ان اجارہ داران دین حنیف سے باادب دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ "وطن" کی محبت کو ایمان کی نشانی اللہ نے قرار دیا ہے یا اللہ کے رسولؐ نے قرار دیا ہے۔ بالآخر یہ کس کا فیصلہ ہے کہ وطن کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔

حیرت ہے کہ بازی بازی باریش بابا ہم بازی۔ یہ حضرات اب اس حد تک بے باک ہو گیے ہیں۔ کہ نہ انھیں خدا کا خوف ہے نہ عاقبت کا ڈر۔ دین کے ساتھ مذاق کرتے ہیں اور اس درجہ کھلا ہوا مذاق۔ وطن کی محبت کو ایمان کی نشانی بتاتے ہیں اور پھر اس کیسر غیر قرآنی نظریہ کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں۔ گویا یہ خدا و رسول کا فرمان ہے۔

زمن برصوفی و ملا سلامے — کہ پیغام خدا گفتند ما را
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت — خدا و جبریل و مصطفیٰؐ را

ہاں تو یہ ہے حقیقت ہندو کی "بھارت ماتا" اور ان کے زلہ چین مسلمان کی "مادر وطن" کی یعنی اس کا وجود طوق غلامی کے اس حلقہ پر مشتمل ہے جو اسے انگریز نے پہنایا اور اب اسے ایسا مقدس بنایا جا رہا ہے کہ اس کے حدود کا تعین گویا خود ایشور پرماتما نے کیا تھا جس میں کوئی انسانی ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔

خودداری اور حمیت کا تو تقاضا یہ ہے کہ ان حدود و قیود کو جس قدر ممکن ہو توڑ کر رکھ دیا جائے۔ کہ یہ حدود دراصل یادگار ہیں

Marfat.com

انگریز کے عہدِ حکومت کی جسے تم غلامی کا زمانہ کہتے ہو! لیکن جس کی آب و گل میں خوئے غلامی پیوست ہو چکی ہو۔ وہ غلامی کی یادگار کو مٹائے گا کیوں! اسے مٹائے گا تو مسلمان ہی مٹائے گا۔ جو فطرۃً آزاد ہے اور غلامی جس کے ہاں مسخ شدہ فطرت کی نشانی ہے"۔ (طلوع اسلام)

اس باب میں جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ نیشنلسٹ مسلمانوں کی ان مذموم و ناپاک کوششوں اور ملت کش حرکتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو انہوں نے ہندو کانگریس کے ایما و اشارہ یا ناسمجھی اور بے بصیرتی کے سبب قیام پاکستان کی تحریک کو ناکام و نامراد کرنے کے لیے کیں۔ متحدہ قومیت کا راگ جب کوئی ہندو لیڈر الاپنے سروں میں الاپتا ہے تو یہ حضرات اس کا مصرع اٹھاتے ہیں اسلئے اس باب میں کہیں کہیں ان کا اکٹھا ذکر بھی ناگزیر ہوگا۔ ان کی تحریک پاکستان کے خلاف ہنگامہ آرائیاں اور فتنہ انگیزیاں تاریخ پاکستان میں محفوظ کرنے کے لیے ہماری دیانت دارانہ رائے ہے کہ مورخ کو وہی مواد صحت و درستی کے ساتھ مہیا و فراہم کیا جائے۔ جو اس زمانہ میں ضبط تحریر میں آچکا ہے۔ علاوہ ازیں وہ یادداشتیں جن کی صداقت و حقیقت کو کوئی چیلنج نہ کر سکے۔ اس لیے ہم کوشش کر رہے ہیں۔ کہ ان الفاظ میں بھی ردّ و بدل نہ کیا جائے جو دوسروں کے حوالوں سے ہم ایک مؤلف کی حیثیت سے اس کتاب میں جمع کر رہے ہیں۔

تحریک پاکستان ملت کے پورے ذہن و دماغ پر پھیلی ہوئی تحریک ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جتنا جتنا حصہ کوئی جمع کر سکتا ہے اسے کتاب کی صورت میں محفوظ کیا جائے تاکہ تحریک حصول پاکستان کے تمام گوشے نمایاں و واضح ہو کر اس مورخ کے سامنے آجائیں جو اس عظیم الشان تحریک کی تاریخ لکھنے کی ابتدا کرے۔ ہم اس کتاب میں حتی الوسع تبصرے اور تنقید سے بھی احتراز برت رہے ہیں۔ تاکہ صحیح صحیح واقعات و حالات جو اس زمانہ

Marfat.com

کے اُن حضرات کے نوکِ قلم پر آئے ہیں جو صحیح معنوں میں تحریک پاکستان کی رُوح و حقیقت کو سمجھتے تھے نذرِ ملّت کر سکیں۔

توجّہ فرمائیے :۔

آزاد مسلم کانفرنس کے اعتراضات

"چہ گوئمت ز مسلمان نا مسلمانے
جز ایں کہ پُور خلیل است و آذری دانا

کانگریس نے مسلم لیگ کی اسکیم زیرِ نظر کی مخالفت فرداً فرداً ہر ایک قومیت پرست سے کرائی۔ لیکن اُس نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ یہ انفرادی ہنگامہ آرائی بالکل بے نتیجہ ہے کیونکہ لیگ کی اسکیم کی تائید ایک اجتماع عظیم نے کی تھی جس میں اطراف و اکناف ملک کے مسلم نمائندے شامل تھے اس لیے سوچا گیا کہ کوئی ایسی صورت اختیار کی جائے کہ ان قومیت پرست حضرات کی آواز کو بھی جمہور کی آواز بنا کر دکھا دیا جائے لیکن اس تجویز کے راستہ میں سب سے بڑا روڑا خود قومیت پرستی کا لیبل تھا کیونکہ یہ حقیقت اب ایک دنیا پر ثابت ہو چکی ہے کہ قومیت پرستی ہندو پرستی کا ہی دوسرا نام ہے

یاں ورنہ جو، حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

اس لیے سب سے پہلے گراموفون کے ان ریکارڈوں سے قومیت پرستی کا پُرانا لیبل کھُرچا گیا اور اس کی جگہ "آزاد مسلمان" کا نیا لیبل لگا لیا گیا پھر ان آزادگانِ مذہب و ملّت کو اواخر اپریل میں دہلی کے مرکزی مقام پر جمع کیا گیا اور ہندو اخبارات نے چاروں طرف اس اجتماع کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا۔ کہیں سرخیل آزدگان جناب خان بہادر اللہ بخش کے متعلق لکھا گیا کہ ایک ازدہام عظیم نے خیر مقدّم کیا حالانکہ ان بڑے بڑے مولوی صاحبان سے پوچھئے

Marfat.com

کہ سوائے ان سات آٹھ حضرات کے جن کا فوٹو خان بہادر صاحب کے ساتھ چھپا ہے کوئی اور اسٹیشن پر موجود بھی تھا؟ واضح رہے کہ یہ بڑھ چڑھ کر فوٹو کھنچوانے والے حضرات وہی علمائے کرام ہیں کہ فوٹو کی حرمت کے متعلق جن کے فتاویٰ آئے دن شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ذرا آگے چل کر:۔

"یہ اجتماع کیوں منعقد کرایا گیا کہ اس کی غرض و غایت کیا تھی! یہ ان قاری صاحب نے بتا دیا جنھوں نے جلسہ کی کارروائی کا افتتاح قرآن کریم کی ان آیات مقدسہ سے کیا وَقَالَ الَّذِینَ کَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِیهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ۔ اور یہ حق سے انکار کرنے والے (آپس میں) کہتے ہیں کہ اس قرآن کی آواز کو مت سنو۔ بلکہ (ایسے وقت میں) خوب شور مچاؤ شاید (اس طریقہ سے) تم کامیاب ہو جاؤ۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مولوی صاحبان قرآن کریم کو محض تبرکاً اور رسماً پڑھ لیتے ہیں۔ اس لیے معانی کی طرف کبھی ان کی نگاہ ہی نہیں اٹھتی ورنہ وہ خود محسوس کرتے کہ ان کے اس شور و غوغا کے متعلق قرآن کریم کی بارگاہ سے کیا فتویٰ صادر ہو رہا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جب قاری صاحب اس سے آگے چوتھی آیت پر پہنچے ہیں تو ہم قرآن کریم کے اس اعجاز پر وجد کر رہے تھے کہ وہ کس طرح ان حضرات کی زبان سے غیر شعوری طور پر حقیقت کا اعتراف کرا رہا ہے انھوں نے پڑھا کہ

وَقَالَ الَّذِینَ کَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذَیْنِ أَضَلَّانَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِیَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِینَ ۵ اور (حق سے) انکار کرنے والے (قیامت میں) کہیں گے کہ یا اللہ ذرا ہمیں جن و انس میں سے ان لوگوں کو دکھا دے جنھوں نے

Marfat.com

ہمیں گمراہ کر دیا تھا کہ ہم انھیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں اور انھیں یوں ذلیل و خوار کریں۔

ان آیات کی تلاوت تو رسماً کرا دی گئی لیکن اس کے بعد نہ حمد خدا نہ نعت رسولؐ بلکہ یکے بعد دیگرے وطن کے دیوتا کے چرنوں میں عقیدت و ارادت کے پھول چڑھائے گئے۔ "جھنڈا بلند ہمارا رہے وطن کی شان" "اے وطن اے وطن" کی قسم کے قومی ترانے گائے گئے اور جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ ہم تین دن برابر دیکھا کیے کہ بالآخر یہ علما حضرات کا مجمع ہے اس میں کسی گوشہ سے "قال اللہ۔ قال الرسول" کی آواز بھی اٹھتی ہے یا نہیں لیکن سنیئے اور حیران ہو جیئے کہ سارے جلسہ کی کارروائی میں کسی شخص کی زبان پر نہ اللہ کا نام آیا نہ اس کے رسولؐ کا نام۔ نہ اسلام کا ذکر آیا نہ اس کی ناموس کا۔ "وطن پر مصیبت آگئی ہے"۔ "بھارت ماتا گرداب بلا میں گھر چکی ہے"۔ "قوم پر غربت و افلاس کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ ہندی بھوکوں مر رہے ہیں۔

جناب صدر کے ارشادات

اپنے خطبۂ صدارت میں فرماتے ہیں

"اسلام کا عالمگیر پیغام الگ الگ قوموں کو اپنا ہمخیال بنا کر ان کی قومی وحدتوں کو ختم نہیں کر دیتا۔ مثال کے طور پر اگر جرمنی۔ انگلستان۔ فرانس۔ جاپان کے رہنے والے مسلمان ہو جائیں تو کیا لازم آئے گا۔ کہ وہ اپنی قومیت سے دست کش ہو جائیں۔ اپنی معاشرت کو بدل دیں اور اپنے تمدن کو خیرباد کہہ دیں۔ اسلام اگر تمام انسانیت کے لیے ہے اور اسلام کا خدا سب قوموں کا خدا ہے تو کسی خاص نسل یا قوم یا ملک تک اس کی وسعت کو محدود کر دینا کیسے ممکن ہے۔ اسلام نسلوں سے بالاتر ہے۔ فرقوں اور قوموں سے بالا تر ہے۔

Marfat.com

اور جغرافی اور ملکی حدود سے بالا تر۔
نظام کا نام ہے اور یہ ایک کھلا ہوا دھوکہ ہے اور ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بے حد نقصان دہ اور تباہ کر دینے والا ہوگا۔ اگر آج ہمیں مذہب کی بنیاد پر الگ الگ قومیں بنانے کی دعوت دی جا رہی ہے۔"

ملاحظہ فرمائی آپ نے اس مفتر سندھی کی تفسیر اسلام؟ افسوس خان بہادر صاحب پر نہیں کہ ان بیچاروں کو کیا معلوم قرآن کیا ہے۔ افسوس ہے ان علمائے عظام پر جو ان ارشادات کو سن کر وجد و مسرت سے جھوم رہے تھے۔

جناب خان بہادر صاحب! جرمنی۔ انگلستان۔ فرانس اور جاپان کے رہنے والے اگر آج مسلمان ہو جائیں تو انھیں ان قومیتوں سے سب سے پہلے دست کش ہونا پڑے گا۔ جن کی بنیاد انسانی ہاتھوں نے نسلی اور جغرافیائی حدود پر رکھی ہوئی ہے۔ جب اسلامی وحدت پیدا ہوتی ہے۔ تو یہ غیر اسلامی تخریب و تشیع جسے آپ "قومی وحدتیں" قرار دے رہے ہیں۔ سب فنا ہو جاتی ہیں۔ صہیب رومیؓ بلال حبشیؓ۔ سلمان فارسیؓ۔ حضرت عمرؓ عربی جب اسلام لائے تھے۔ تو ان سب کی الگ الگ "قومی وحدتیں" اس ایک عالمگیر وحدت میں جذب ہو گئی تھیں۔ جسے ملت اسلامیہ کہتے ہیں۔ آج آپ کی سمجھ میں یہ بات اس لیے نہیں آ سکتی کہ آپ نے مغرب کے معیار قومیت کو "خدائی قانون" مقرر کر رکھا ہے اس لیے آپ جس وقت بھی سوچتے ہیں تو اسی قانون کی حدود و قیود کو سامنے رکھ کر سوچتے ہیں اگر آپ قرآن کو سامنے رکھ کر سوچتے تو اس بات کا سمجھ لینا زیادہ مشکل نہ تھا۔

Marfat.com

سمجھ میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کیجئے

لیکن یہ "بت خانہ" انہی کے دماغ کا نہیں اس کی ابتدا تو اُس دن ہو گئی تھی۔ جب ایک بہت بڑے شیخ الحدیث نے فتویٰ ارشاد فرمایا تھا کہ "قومیتیں اوطان سے بنتی ہیں"۔ اور پھر یہ سُن رکھیئے کہ جب دنیا کی کوئی قوم اسلام پر لڑے گی۔ تو اسے اپنی معاشرت و تمدن کے ہر اُس عنصر کو چھوڑ دینا پڑے گا جس کی رُوح اسلام کی رُوح کے خلاف ہو گی خواہ وہ معاشرت آپ کی نگاہ میں کیسی حسین و جاذب نظر کیوں نہ ہو ہاں یہی تو وجہ ہے کہ اسلام وطن کی چار دیواری یا نسلی امتیازات کی آب و گل میں محبوس نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کا خدا تمام ملکوں اور قوموں کا خدا ہے اور یہ پابندیاں اس کی لامحدود وسعت کو محدود کر دیتی ہیں اسلام واقعی۔ جغرافیائی اور ملکی حدوں سے بالاتر ایک نظام کا نام ہے۔

خان بہادر صاحب کی ایک اور دلیل

"ہیر اور رانجھا، سسی پنوں کے قصے جن کے لکھنے والے مسلمان تھے آج سندھ اور پنجاب کے مسلمان اور ہندوؤں۔ سکھوں سب کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ اور سب بغیر کسی اختلاف کے ان کو پڑھتے۔ ان سے حظ اٹھاتے اور ان کو اپنا سمجھتے ہیں۔" (صفحہ ۹)

سبحان اللہ! کیا مسکت دلیل ہے! کیوں صاحب اگر کوئی انگریز کہہ دے کہ شیکسپیئر اور ملٹن کو آج تمام ہندوستانی مزے لے لے کر پڑھتے ہیں اور ان سے حظ اٹھاتے ہیں۔ اس لیے انگریز اور ہندوستانی ایک ہی قوم ہیں لہٰذا انگریزوں کی حکومت اپنی ہی قومی حکومت سمجھو! تو فرمائیے خان بہادر صاحب! اس کا کیا جواب بن پڑے گا؟

خان بہادر کا ارشاد:۔

Marfat.com

ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے کانگریس کی نمائندہ حیثیت تو سمجھ میں آتی ہے۔ .. لیکن جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے۔ سوائے ہنگاموں اور جلسوں کے اور آخر کس بنیاد پر وہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت کی نمائندہ جماعت تسلیم کیے جانے کا مطالبہ کرتی ہے۔ اس کی نمائندگی کا امتحان اس وقت ہوگا جب لیگ اپنے لاہور والے ریزولیشن کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرے اور اس ایک مسئلہ پر از سر نو انتخاب لڑا جائے۔" (صفحہ ۲۶)

یہ تو تھے خطبۂ صدارت کے جواہر ریزے اب مختلف مقررین اور مؤیدین حضرات کے ارشادات گرامی میں سے کچھ اقتباسات ملاحظہ فرمائیے ارشاد ہے:-

۱ــــ یہ اسکیم آزادی ہند کے راستہ میں روڑا اٹکاتی ہے۔
(خان بہادر اللہ بخش)

۲ــــ ہندوستان میں برطانوی تسلط کو قائم رکھنے کا حیلہ ہے (عبدالرحمٰن سرحدی)

۳ــــ یہ اسکیم برطانوی حکومت کو قائم رکھے گی اور برطانیہ عظمیٰ کے مفاد کے لیے ہندوستان اور بیرونی ممالک کے درمیان ایک (BUFFER STATE) کا کام دے گی۔ (مولانا حفظ الرحمٰن صاحب)

۴ــــ یہ اسکیم ان حضرات کے نزدیک کبھی قابل قبول نہیں ہو سکتی جن کے پیش نظر تمام ملک کا مفاد ہے۔ (سر غلام حسین ہدایت اللہ)

۵ــــ ملک کے مفاد کے لیے بالعموم، مسلمانوں کے مفاد کے لیے بالخصوص نقصان رساں ہے۔ (مولانا حبیب الرحمٰن)

۶ــــ ایک شکست خوردہ ذہنیت کا نتیجہ (سر غلام حسین ہدایت اللہ)

۷ــــ اس اسکیم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ مسلم لیگ کے لیڈر مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتے۔ (حافظ محمد ابراہیم)

۸ــــ یہ عوام کے مفاد کا تحفظ نہیں کرے گی بلکہ خواص اس سے متمتع ہوں گے۔
(محمد امین کھوتو)

Marfat.com

۹ــــ کہا یہ جاتا ہے کہ کانگریسی صوبوں میں مسلمانوں پر جو مفروضہ مظالم ہوئے ہیں پاکستانی اسکیم ان کا نتیجہ ہے لیکن یہ مظالم تو پاکستان کے بعد بھی ویسے ہی ہوتے رہیں گے ۔۔ ۔۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ کانگریسی صوبوں میں مسلمانوں پر جو مظالم ہوئے ہیں۔ تو اس الزام کی کوئی بنیاد نہیں۔ اگر ان صوبوں میں لیگ والے بھی صاحب اختیار ہوتے تو وہ مسلمانوں کے مفاد کے لیے اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکتے جو کانگریس نے کیا ہے۔

(حافظ محمد ابراہیم سابق وزیر یو۔پی)

۱۰ــــ مالیات اور دفاع کے نقطۂ نگاہ سے یہ اسکیم ناقابل عمل ہے۔

(خان بہادر اللہ بخش)

۱۱ــــ اس اسکیم میں اقلیتوں کے صوبوں کے مسلمانوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے

(مولانا حبیب الرحمٰن)

۱۲ــــ اس اسکیم کے بعد اقلیتوں کے صوبوں کے مسلمان اپنے حقوق سے محروم رہ جائیں گے۔ (عبداللہ القاضی بنگال)

۱۳ــــ اگر سرحد۔ بلوچستان اور سندھ کے مسلمان اس اسکیم سے الگ ہو جائیں۔ تو پنجاب کا پاکستان ایک دیسی ریاست کے برابر رہ جائے گا۔

(خان بہادر اللہ بخش)

۱۴ــــ یہ با اختیار صوبوں کو دیسی ریاستوں کے درجہ تک پہنچا دے گی۔

(مولانا حبیب الرحمٰن)

۱۵ــــ مسلمانوں پر یہ مذہبی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اسلام کا پیغام دنیا کے دور دراز گوشوں تک پہنچا دیں لہٰذا وہ اپنے آپ کو منطقوں کے اندر مقید نہیں کر سکتے۔ (مفتی کفایت اللہ صاحب)

۱۶ــــ کیا مسلمان اپنی مساجد وغیرہ کو غیر مسلم علاقوں میں چھوڑ دیں گے؟

(مسٹر لیسین نوری)

Marfat.com

۱۷— ہم اسلام کی حفاظت اپنی قوت اور قربانی سے کریں گے۔ اسلام کی حفاظت پاکستان سے نہیں ہو سکتی۔ مجلس احرار مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے پہلے ہی جدوجہد کر رہی ہے۔ اگر کبھی "اسلامستان" کا الگ وجود عمل میں آیا تو وہ مجلس احرار کے ہاتھوں عمل میں آئے گا۔ (مولانا حبیب الرحمٰن)

۱۸— اگر ہندوستان کی تقسیم مذاہب کی بنیاد پر کی جاتی ہے تو ان لوگوں کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ سکھوں کو ایک "سکھستان" بنانے سے روک دیں۔ (مفتی محمد نعیم)

۱۹— مسلمان ایک جداگانہ قوم نہیں ہیں کیونکہ

(الف) اس اسکیم کے مجوزین یقیناً ہندوستانی تھے۔

(ب) ہندوستان کے مسلمان بیرون ہند میں ہندی (ہندوستان یا انڈین کہلاتے ہیں)

(ج) ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اس ملک کے قدیمی باشندوں کی نسل سے ہے اور اس اعتبار سے ڈراوڑین اور آرین سے کسی طرح مختلف نہیں ہے۔

(د) تبدیلی مذہب سے تو قومیت نہیں بدل جاتی۔

(خان بہادر اللہ بخش)

(ان اقتباسات کے حوالے کے لیے دیکھئے اسٹیٹسمین ۲۷ر نومبر ۱۲ر مئی ۱۹۴۷ء)

یہ آیت مقدسان حضرات کے پنڈال کے سامنے سب سے بڑے دروازے پر جلی حروف میں لکھی موجود تھی کہ

والذین کفروا اولیاءھم الطاغوت۔ ۲/۲۵۷

کفار کے دوست شیاطین ہوتے ہیں۔

چنانچہ چار روز کے بعد یہ کانفرنس ختم ہوئی اور اس کے فیصلوں

Marfat.com

پرہندو مہاسبھا کے صدر جناب ساورکر کی طرف سے تبریک تہنیت
کا تار موصول ہوا۔ (ہندوستان ٹائمز ۵/۴ ۴)

کانفرنس کے متعلق ایم۔ این رائے لکھتے ہیں:۔

"ہم "ہندوستانی قومیت" کی تقسیم کی اسکیم کے خلاف مسلمانوں کے انکار کی شیرازہ بندی کو خوش آمدید کہتے ہیں لیکن ہم کانگریسی لیڈروں کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ایسی کانفرنسوں یا مظاہروں کی قوت یا وزن کے اندازہ کرنے میں حد سے نہ بڑھا کریں۔ جتنی رپورٹیں موصول ہوئی ہیں۔ ان سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ آزاد مسلم کانفرنس کامیاب ضرور رہی لیکن یہ ایک ہلاکت انگیز تحریک ہوگی اگر یہ کوشش کی گئی کہ اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے اور اسے خواہ مخواہ مسلم لیگ کے تد مقابل سمجھ لیا جائے۔ مسلم لیگ کی قوت اور اس کے ہمخیال طبقہ کی تعداد کو گھٹانے کی کوشش سے کچھ فائدہ نہیں۔ مسلم لیگ آج اس ملک میں مسلمانوں کی بڑی نمائندہ جماعت ہے۔ پاکستان ریزولیشن یا آزاد کانفرنس اس حقیقت کو کبھی بدل نہیں سکتے۔"

(انڈین نیشنل ہیرالڈ ۱۲ مئی ۱۹۴۲ء)

آزاد کانفرنس کے منتظم حضرات اپنی مساعی مشکورہ کے ان نتائج کو دیکھ کر یقیناً غم و غصہ سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہوں گے کہ خسر الدنیا والآخرۃ ھو الخسران المبین اسے کہتے ہیں ؎

لو وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ بے ننگ و نام ہوں
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

لیکن انہیں افسوس کس بات کا۔ روپیہ کسی کا صرف ہوا۔ ان کی چار دن ہوٹلوں میں تفریح ہوگئی۔ باقی رہی حمیت ملی۔ سو اگر وہ پاس ہوتی تو یہ کانفرنس منعقد کیوں ہوتی۔

Marfat.com

تھے یہی دو خساب سوئیوں پاک ہو گئے
(طلوع اسلام صفحہ ۶۷ سے ۷۹ تک شائع شدہ جون ۱۹۴۰ء)

اعترافِ حقیقت

جسے گاندھی جی بھی تسلیم کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ

یہ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ کیا ہے وہی جسے ایمان محکم کہا جاتا ہے وہی جو حصول نصب العین کا ناقابل شکست ارادہ ہے جسے انگریزی میں ریزولیشن (RESOLUTION) کہتے ہیں۔ اگر آپ اس کے بھید سمجھ لیں تو پھر فی الواقعہ دنیا کی کوئی طاقت آپ کو اس کے حصول سے نہیں روک سکتی اور تو اور خود گاندھی جی جو اسکیم کے اس قدر شدید مخالف ہیں وہ بھی اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ

"اگر ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمان فی الواقعہ اس اسکیم کو نافذ کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس خطۂ ارض پر کوئی ایسی قوت نہیں جو انھیں اس سے باز رکھ سکے خواہ اس کی کتنی ہی تشدد آمیز یا عدم تشدد کے انداز کی مخالفت کیوں نہ ہو۔"

(ہندوستان ٹائمز ۵ مئی ۴۵ء)

اب آپ کی خدمت میں ایک خط جو سید وزیر حسین صاحب نے ۱۱ فروری ۱۹۳۸ء کو ۱۴ کیننگ روڈ، الہ آباد سے پنڈت جواہر لعل نہرو صاحب کو لکھا پیش کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ ایک نیشنلسٹ مسلمان کیا کہہ رہا ہے۔

میرے عزیز جواہر لعل

"یہ غلط بیانی۔ جھوٹ اور مذہبی اور فرقہ وارانہ منافرت کا پروپیگنڈہ

Marfat.com

جو نہ صرف ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان منافرت پھیلا رہا ہے۔ بلکہ خود مسلمانوں سے تنفر کر رہا ہے اس کی بنیاد لکھنؤ کے اس اجلاس مسلم لیگ کے خطبہ صدارت سے پڑی جو گذشتہ اکتوبر میں منعقد ہوا اقلیتوں کے حقوق اور مذہبی منافرت کے پردے میں روز افزوں واقعاتی غلط بیانیوں کے ساتھ یہ پروپیگنڈا اب بھی ہر روز ہوا کرتا ہے جس میں ذیل کی تدوں کا خاص طور پر ذکر کروں گا۔

۱۔ یہ کہ کانگریس ایک ہندو تنظیم ہے۔

۲۔ یہ کہ کانگریس ہندوستان میں سوراج نہیں، ہندو راج قائم کرنا چاہتی ہے۔

۳۔ یہ کہ سات صوبوں میں کانگریس اور اس کی حکومتیں اقلیتوں اور خصوصاً مسلمانوں کو دبانے اور کچلنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

۴۔ یہ کہ مسلم لیگ ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کے آراء و افکار کی حقیقی نمائندہ ہے

۵۔ یہ کہ کانگریس میں بہت تھوڑے مسلمان ہیں اور یہ سب کے سب اسلام کے غدار ہیں

میں بڑی شدت کے ساتھ محسوس کر رہا ہوں کہ جب تک اس پروپیگنڈے کا ان لوگوں سے ثبوت طلب نہ کیا جائے کذب و دروغ کو بے نقاب نہ کیا جائے گا لوگ اس کذب و دروغ کو صحیح مان لیں گے اور اس کا اثر ہماری اس جدوجہد پر جو ہم ملک کی بہ حیثیت مجموعی اقتصادی اور سیاسی آزادی کے لیے کر رہے ہیں۔ بہت برا پڑے گا۔

اس تمہید کے پیش نظر جو میں نے اوپر بیان کی ہے میری یہ قطعی رائے ہے کہ تا حد امکان بڑے سے بڑے پیمانے پر ایک عام جلسہ ایسے تمام مسلمان طبقوں اور عوام کا جو کانگریس کا نصب العین قبول کر چکے ہیں نیز

Marfat.com

آن مسلمانوں کا جن کو میں کانگریسی خیال کا کہہ سکتا ہوں کسی مرکزی جگہ پر جلد ہی مارچ کے آخیر تک یا اپریل کے شروع میں منعقد کیا جائے اور ضروری تجویزیں منظور کر کے مسلم لیگی پروپیگنڈے کی تردید میں ایک عام بیان جاری کیا جائے۔

مولانا ابوالکلام آزاد اس جلسے کے داعی ہوں اجازت ہو تو میں اتنا اور عرض کروں کہ میری یہ غرض نہیں کہ میں اس گفت و شنید کی راہ میں روڑے اٹکاؤں جو صدر کانگریس اور صدر مسلم لیگ کے درمیان جاری ہے۔ اس کے برعکس اس مجوزہ جلسے میں جو غور و فکر ہوگا وہ بہت بڑی حد تک ایک ایسے فیصلے تک پہنچنے کے لیے راستہ صاف کر دے گا۔ جو مسلم لیگی مسلمانوں اور کانگریسی مسلمانوں دونوں کے لیے قابل قبول ہو۔ آخر میں مجھے آپ سے یہ درخواست کرنی ہے کہ اس خط کے موضوع پر ہری پورہ میں اپنے رفقاء کار سے مشورہ کر کے جلد کوئی فیصلہ کر لیں شاید یہ عرض کر دینا موزوں نہ ہوگا کہ جو رائے اس خط میں ظاہر کی گئی ہے اس سے بہت کانگریسی مسلمان متفق ہیں۔

آپ کا مخلص

سید وزیر حسین

کچھ پرانے خطوط حصہ دوم صفحہ ۱۴ تا ۱۶

حمید نظامی مرحوم و مغفور نوجوانانِ ملت کی تنظیم "مسلم سٹوڈینس فیڈریشن" کے سرخیل (صدر) رہنے کی حیثیت کے علاوہ ایک ذہین۔ نڈر۔ بے باک اور نظریہ پاکستان کے بارے میں مفاہمت نا آشنا صحافی تھے اور صحیح معنوں میں اقبالؒ و جناحؒ کے جاں نثار و جاں سپار اور تحریک پاکستان کے آتش بجاں مجاہد۔ پاکستان کی بڑی بڑی مخالف و دشمن قوتوں سے ٹکرانے والے اور مخالفت کی تند و تیز اندھیاریوں میں نظریہ پاکستان کی نورانی شمع کو روشن کرنے والے

Marfat.com

ہمارا کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا" آخر مسلم لیگ سے ان کا سمجھوتہ ناممکن کیوں ہے؟ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے اور اس سے حضرت مولانا کو بھی انکار نہیں کہ مسلمانوں کی غالب اکثریت مسلم لیگ سے وابستہ ہے۔ مولانا مسلمانوں کے بہت بڑے عالم ہیں۔ ان کا فرض دعوت الی الحق ہے۔

فرض کیجئے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ اکثریت گمراہ ہے تو اس کی ہدایت و رہنمائی ان کا فرض ہے یا انہیں مایوس ہو کر ان مسلمانوں کا خیال چھوڑ دینا چاہیئے۔ اگر مولانا آخری راستہ اختیار فرمائیں۔ تو یقیناً وہ قیامت کے دن خدا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ مسلم لیگ اور مسلمانوں کو اس کی ضرورت نہیں کہ مولانا اور جمعیت کے دوسرے علماء کروڑوں لیگی مسلمانوں کو ناقابل اصلاح سمجھ کر ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ کانگریس کے ساتھ مل کر اپنے زعم میں نیک نیتی کے ساتھ آزادی وطن کے خیال سے انہیں کانگریس کے حلقہ بگوش بنانے کی سعی فرمائیں۔ مسلم لیگ اور مسلمانوں کو تو اس کی ضرورت ہے کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور دوسرے علماء حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ کے مشن کو مکمل کریں۔

اس وقت ہندوستانی مسلمانوں کے مذہب اور سیاست میں جو خلیج حائل ہو رہی ہے اسے پاٹنے کی کوشش کریں۔ ہماری سیاست کو اسلامی رنگ دیں۔ جو ہمارے سیاسی مطالبہ کو اسلامی مطالبہ بنائیں اور ہماری سیاسی زندگیوں کو اسلامی زندگیوں میں تبدیل کریں۔ لیگ کی پالیسی یا پروگرام میں وہ کونسا بنیادی نقص ہے جو حضرت مولانا اور علماء کو لیگ سے سمجھوتہ کرنے سے روکتا ہے۔ جب لیگ کامل آزادی کی بھی طلب گار رہی تھی اور اس کا مطمح نظر حکومت

Marfat.com

اور ہندوؤں سے مسلمانوں کے لیے کچھ مراعات منظور کرانا تھا اس وقت مولانا اور لیگ میں سمجھوتہ ہو سکتا تھا اور مولانا اپنی مسٹر محمد علی جناح کی قیادت میں لیگ میں شامل تھے لیکن اب جبکہ لیگ وطن کے لیے کامل آزادی چاہتی ہے اور آج سے سات آٹھ سال پہلے کی طرح قرارداد پاس کرنے والے وکیلوں۔ بیرسٹروں اور نوابوں کی جماعت نہیں بلکہ عامۃ المسلمین کی جماعت ہے۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ "لیگ سے ہمارا سمجھوتہ نہیں ہو سکتا"

العجب!! ثم العجب!! لیگ کے نصب العین میں کوئی برائی ہے؟ زیادہ سے زیادہ آپ یہی کہیں گے کہ مسلم لیگ کے بعض لیڈروں کی زندگی غیر اسلامی ہے ان کا فکر غیر اسلامی ہے وہ خود غرض ہیں نفس پرست ہیں بجا ارشاد ہوا۔ مگر ایسے لوگ کس جماعت اور کس گروہ میں نہیں؟

گستاخی معاف کیا علماء کے گروہ میں غیر اسلامی زندگی بسر کرنے والے عالم نہیں؟ کیا علماء میں نفس پرست اور خود غرض نہیں؟ اور کیا کانگریس بے غرض اور بے نفس فرشتوں کا گروہ ہے؟ کیا کانگریس میں گاندھی نہرو پٹیل اور پنت سبھی کی زندگیاں خالص اسلامی ہیں؟ کیا کانگریس کا فکر اسلامی ہے؟ کیا کانگریس کا نصب العین اسلامی ہے؟ کیا کانگریس کی پالیسی اسلامی ہے؟ اگر ان سب سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو حضرت مولانا ہی فرمائیں کانگریس کے غیر اسلامی جماعت ہونے کے باوجود اس کے غیر اسلامی نصب العین اور پالیسی کے باوجود اس کے ارکان کی ۹۹ فیصدی ہندو ذہنیت کے باوجود حضرت مولانا اور جمعیت العلماء کانگریس سے سمجھوتہ کر سکتے ہیں تو مسلم لیگ اور ان کروڑوں مسلمانوں کا جو لیگ سے وابستہ ہیں کیا قصور ہے کہ مولانا انھیں اپنی رہنمائی سے محروم کرنا چاہتے ہیں؟ کیا ان کا گناہ صرف یہی تو نہیں کہ وہ خام کار و غلط کار ہی نہیں بلکہ مسلمان بھی ہیں"

"نوائے وقت ۲۴ نومبر ۱۹۴۴ء

Marfat.com

اداریہ نوائے وقت ۱۴ اپریل ۱۹۴۵ء

مولانا حسین احمد مدنی کی خدمت بابرکت میں

"جناب مولانا حسین احمد صاحب مدنی صدر جمعیتہ علمائے ہند و نائب صدر یوپی کانگریس کمیٹی کا حال ہی میں ایک بیان اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ جس پر مسلمان بہت افسوس ظاہر کر رہے ہیں۔ مولانا نے اپنے بیان میں اخبارات کی روایات کے مطابق مسٹر گاندھی کی وحدانی قومیت نسل و وطن کے نظریہ جداگانہ مسلم قومیت پر مبنائے اسلام و اسلامیت کی مخالفت کا اعلان کیا ہے۔ اور مسلم لیگ کی پالیسی اور نصب العین کو ملک کے لیے اور مسلمانوں کے لیے نقصان رساں بتایا ہے۔

مسلم لیگ کا نصب العین کیا ہے؟ مسلم لیگ کی پالیسی اور نصب العین کیا ہے؟ دنیا اس سے واقف ہے کہ گاندھی جناح مذاکرات بمبئی اس مسئلہ پر ٹوٹ گئے کہ مسلم لیگ اس کی دعویدار ہے کہ دس کروڑ مسلمانان ہند اپنی جداگانہ شریعت اور ملت جداگانہ تہذیب و تمدن اور جداگانہ تاریخ و روایات۔ جداگانہ عقائد و اعمال، جداگانہ اسمائے عواطف۔ جداگانہ سیاست و معیشت کی بنیاد اور ہر اعتبار سے ایک جداگانہ قوم اور مستقل نیشن ہیں اور بنا بریں وہ اس برّاعظم ہند میں اپنی جداگانہ ملی و قومی اسٹیٹ اور اس کے کامل استقلال و آزادی کے طالب ہیں اور کسی حال میں وہ ہندو قوم کی تابعیت اور کسی آل انڈیا مرکز کی تابعداری و محکومی کسی شکل میں قبول نہیں کریں گے البتہ ایک مستقل اسلامی قومیت و ریاست کی حیثیت سے ہندو قوم اور دوسری قوموں سے باہمی معاملات حقوق و تعلقات سے متعلق معاہدہ کرنے کو تیار

Marfat.com

ہیں۔ ہندو اکثریت کے ساتھ مخلوط و مدغم ہو کر نہ ایک قوم بن سکتے ہیں اور نہ اس کے لیے تیار ہیں۔

مسٹر گاندھی کا دعویٰ اور نصب العین! اس کے برعکس مسٹر گاندھی نے مسلمان کی جداگانہ قومیت اور مستقل ملّی حیثیت ماننے سے انکار کیا اور دعویٰ کیا کہ چونکہ مسلمانان ہند اصلاً و نسلاً ہندو جاتوں اور نسلوں سے تبدیلیٔ مذہب کے ذریعہ نکل کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں اس لیے وہ مذہبًا مسلمان ہیں لیکن قومیتاً وہ اب بھی ہندو یا ہندوستانی ہیں۔ کیونکہ قومیت کا مدار دین و عقیدت نہیں ہے۔ بلکہ بقول مسٹر گاندھی قومیت کا مدار وطنیت اور نسلیت پر ہے۔ بنا بریں مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کو ایک مستقل قوم ماننے اور مسلم ریاستوں اور صوبوں کے لیے کامل آزادی و استقلال و حاکمیت کا حق ماننے سے انکار کیا۔ اور ایک آل انڈیا فیڈرل یا کان فیڈرل مرکز کے ماتحت رکھنا چاہا جس کے اندر ہندوؤں کی اکثریت اور دائمی غلبہ اور مسلمانوں کی محکومیت و مغلوبیت لازمی ہے۔

مسٹر جناح کا ہندو حاکمیت ماننے سے انکار! مسٹر جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اس ہمہ گیر ہندو قومیت اور آل انڈیا ہندو حاکمیت کے اس باطل دعویٰ کو ماننے سے انکار کر دیا اور واضح کر دیا کہ ہندوستان کی تمام اقوام کی مساویانہ آزادی کی واحد عملی راہ یہ ہے کہ مسلمانان ہند کی آزادی مان لیں اور ہندو پاکستان کی آزادی مان لیں اور پھر دونوں اقوام مل کر برطانیہ اور دنیا سے اپنی آزادی تسلیم کرائیں۔ وصف دوستی قائم کر کے دو آزاد اور مستقل سلطنتوں اور ہمسایہ طاقتوں کی حیثیت سے باہم معاہدہ کر لیں۔ اس طرح اور صرف اس طرح نہ صرف دو بڑی ہندی قوموں کی آزادی کا مسئلہ خوش اسلوبی اور

Marfat.com

برابری کی بنیاد پر حل ہوگا۔ بلکہ تمام اقوام ہند کو اصلی آزادی اور داخلی و خارجی غلامیوں اور ظلموں کا خاتمہ ہوگا۔

مولانا حسین احمد سے سوال! اب میں مولانا حسین احمد سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ وہ کس طرح مسلم لیگ کی پالیسی کو ملک اور ملت کے لیے نقصان رساں بتا رہے ہیں۔ کیا مسٹر گاندھی کے نظریۂ قومیت نسلی کا انکار کرنا اور ہندو نسلوں سے نکل کر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والے دس کروڑ ہندی الاصل مسلمانوں کو بر بنائے ملت اسلام ایک مستقل قوم بنانا خلاف واقعہ خلاف اصل اور خلافِ مفاد ملت ہے۔

کیا مسلمانوں کا مفاد یہی ہے کہ مسلمان کفر و جاہلیت کی بنا قومیت اور وحدتِ جامعیت کے سامنے سپر انداز ہو جائیں اور دین و ایمان اور قبلہ و رسالت محمدیؐ کے اساس پر ایک عالمگیر قومیت بنانے کے قرآنی نصب العین سے دست بردار ہو جائیں۔

خدارا مولانا بتائیں کہ آخر مفاد اسلام کیا ہے اور لیگ نے کس طرح اس کی مخالفت کی ہے۔ کیا دس کروڑ کلمہ گویان اسلام کی گردنوں کو بدترین کافروں اور مشرکوں کے ہاتھوں میں آنکھ بند کر کے دے دینا مفاد اسلام ہے یا ان دس کروڑ کلمہ گویان اسلام کے لیے آزادی، استقلال اور حاکمیت و سلطنت حاصل کرنا مفادِ اسلام ہے۔

غیر آریہ قوموں کی ہندوؤں سے علیحدگی و آزادی! جب آریہ ہندو اچھوتوں اور دراوڑوں اور غیر برہمنوں کو جنھیں وہ مردم شماری کے لیے ہندو گنواتے اور بتاتے ہیں ان کو بھائی نہ بنا سکے اور ان کو ملا کر ایک قوم نہ بنا سکے۔ تو پھر وہ اہل اسلام کو کس طرح اپنا بھائی اور

Marfat.com

ایک قوم بنا سکتے ہیں؟

جب خود یہ ہندو اقوام آریہ برہمن سے علیحدگی و آزادی کے طالب ہیں تو پھر مسلمان کس طرح ان سرمایہ دار اور نیچ جاتوں سے مل کر اپنی اور ملک کی آزادی حاصل کر سکتے ہیں؟ خیر اس مسئلہ پر تو پھر بحث ہو گی میں فی الحال مولانا محترم کی توجہ عالی مسٹر گاندھی کے ان دو تازہ بیانات و اعمال کی طرف مبذول کراتا ہوں اور مسٹر گاندھی کی ان دو تازہ حرکتوں کے متعلق مولانا سے بحیثیت مسلمان عالم دین فتویٰ پوچھتا ہوں کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

مسٹر گاندھی تو ہین رسول کی تائید میں ستیاگرہ جاری کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ وھوھذا۔ اولاً یہ کہ مسٹر گاندھی کے پرائیویٹ سیکرٹری مسٹر پیارے لال اور پھر مسٹر جی۔ ایس گپتا صدر۔ سی۔ پی اسمبلی صدر آریہ پرتی ندھی سبھا اور آخر میں خود مسٹر گاندھی نے یہ حقیقت ایو۔ پی کے ایک ہندو کانگریسی کے جواب میں ظاہر کر دی ہے کہ مسٹر گاندھی نے ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کی مسلم لیگی حکومت سندھ کے حکم سے ضبطی و بندش کے آرڈر کے خلاف کانگریس والوں کو ستیاگرہ کرنے اور رسول نافرمانی کی مہم جاری کرنے کی اجازت دی ہے۔

مولانا حسین احمد صاحب اس حقیقت سے بھی باخبر ہوں گے پچاس علماء دہلی نے جس میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سابق صدر جمعیۃ العلماء ہند و مولانا عبدالحلیم صاحب قریشی سیکرٹری جمعیۃ العلماء ہند اور مولانا مظہر اللہ صاحب شامل ہیں یہ فتویٰ دیا ہے کہ آریہ سماجی کتاب ستیارتھ پرکاش کے تیرھویں اور چودھویں باب میں رسول مقبول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام

Marfat.com

کے خلاف فحش اور دل آزار نا قابل بیان گالیاں دی گئی ہیں اور انبیاء اسلام کی سخت ترین توہین کی گئی ہے بنا بریں مسلمان پر واجب ہے کہ وہ رسول اکرم علیہ السلام کی حرمت کی حفاظت کے لیے ان گندہ غلیظ اور منافرت انگیز باتوں کو قانوناً ضبط کرانے کی کوشش کرے۔

کیا توہین رسولؐ کی آزادی قائم کرنے کے لیے ستیہ گرہ کریں گے

اب حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الاعظم دیوبند سے فتویٰ پوچھنا ہے کہ وہ کس فتویٰ کو مانتے ہیں۔ آیا بحیثیت نائب صدر یو۔ پی کانگریس مولانا مسٹر گاندھی مہاتما کے کانگریس کے فتویٰ کی پیروی کریں گے اور سندھ کی حکومت کے آرڈر کے خلاف ستیاگرہ اور مقدس جہاد فرمائیں گے تاکہ توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرنے کی آزادی اور توہین رسولؐ کرنے والی کتاب آزادی اور کثرت سے خوب شائع ہو اور گلی کوچوں میں ہر کانگریسی ان توہین آمیز آریہ سماجی گالیوں کو دہراتا پھرے اور مولانا حسین احمد اور ان کے طلبا اساتذہ دیوبند اس جہاد میں پیش پیش ہوں؟ یا وہ بحیثیت صدر جمعیت العلماء ہند و شیخ الاعظم دیوبند پچاس علماء دہلی کے اور ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ سندھ مسلم لیگ اور وزارت سندھ مسلم لیگ نے جو نیک اقدام کیا ہے اس کی تائید فرمائیں گے آیا مولانا کس کے فتویٰ کو مانتے ہیں۔ مسٹر گاندھی کے فتویٰ کو جو توہین رسول کی آزادی مانگتا اور توہین رسول کی عام اجازت و اشاعت کا حکم دیتا ہے یا فتویٰ مفتی کفایت اللہ کو مانتے ہیں۔ جو توہین رسول کی بندش قانونی ضبطی کا مطالبہ کرتا ہے اور حرمت رسول کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کو جد و جہد کا حکم دیتا ہے۔

کیا مولانا کی خدمت اسلام کا طریقہ یہی ہے:۔ اگر مولانا اس

Marfat.com

فتویٰ علمائے دہلی کو مانتے ہیں۔جن پر بلاشبہ کے تمام علمائے ہند کا اتفاق ہے۔سوال یہ ہے کہ مولانا نے علماء دہلی و دیوبند کے فتویٰ اور مسلم قوم کے مطالبہ متفقہ کو جو ستیارتھ پرکاش سے متعلق ہے منوانے اور جاری کرنے کے لیے کیا عمل کیا ہے؟ کیا وہ بدترین اور غلیظ ترین اور فحش توہین رسول اور عزت رسول کا مسئلہ اہم و اعظم نہیں ہے۔تو پھر اس آسمان کے نیچے اور کونسا اہم مسئلہ ہے۔کیا اس سے بے خبر ہیں کہ اس دشنام بازی توہین رسول کے سوال پر اسلامی اندلس میں بڑی بڑی خونریزیاں اور جنگیں ہو چکی ہیں۔کیا اسلام کے مفاد کی بہترین خدمت کا بس یہی طریقہ ہے کہ مولانا جیسی ہستی اسلامی جماعت کی طاقت کو مضبوط و مستحکم کرنے کی جو کوشش کی گئی وہ مسٹر گاندھی جیسے تنگ نظر۔کور باطن سناتن ہندو کے ہاتھوں کو مضبوط کرنے میں مصروف ہیں جو سرور کائنات فخر موجودات سید المرسلین ختمیت مآب علیہ السلام کے خلاف گندہ ترین گالیوں دشنام طرازیوں کی مہموں کو جاری کرنے کی بحیثیت کانگریسی لیڈر اجازت و برکت دیتے ہیں اور اس طرح ہندوستان کی اقوام میں بدترین منافرت و عداوت کے بیج بوتے ہیں؟ کیا کانگریس میں رہ کر مولانا کا اس مسئلہ میں چپ رہنا مناسب ہے؟

متحدہ قومیت کے شجر خبثیہ کا پہلا پھل:۔ اور مولانا حسین احمد کے ملاپ اور ان کی متحدہ قومیت کے شجر ممنوعہ کا پہلا پھل یہی ہے کہ مسٹر گاندھی جیسے متقدس پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشنام نامہ و توہین نامہ کی عام اشاعت کی تحریک کو جاری کرنے کے لیے عملاً و قولاً برکت دیں اور ہمت افزائی کریں اور قاسم العلوم والخیرات شیخ العلوم دیوبند کے شیخ اعظم یو۔پی کانگریس کی نائب صدارت قبول کر کے

Marfat.com

چپ کا روزہ رکھ لیں اور مسلمانوں کو کانگرسی ہندو انانیت کی اندھی تقلید اور غیر مشروط بیعت کرنے کا حکم دیں۔

بلا شرط و معاہدہ اس کنٹیک کے معنی بیعت گاندھویت ہے

آخر بلا معاہدہ و بلا شرط کانگرس میں شرکت اور ماس کنٹیک کا مطلب بیعت گاندھی کے سوا اور کیا ہے۔ ماس کنٹیک کے معنی مسلمانوں کی ملی اجتماعیت کی تحلیل اور قومی فردیت کی تردید اور ان کے افراد کو فرداً فرداً کانگریسی قومیت و سیاست میں انہضام و ادغام ہیں اور افسوس ہے کہ مولانا عملاً اس کی حمایت کر رہے ہیں اور اس کو دین و ملت کا مفاد بتا رہے ہیں۔

آج یہ ہے کل کیا ہوگا؟ آج تو یہ ہے کل متحدہ قومیت اور آل انڈیا مرکزی ہندو راج کے قیام و استحکام کے بعد کیا ہوگا؟ یقیناً یہی اندلس اور اسپین کی طرح تمام دیوبند جیسے مدرسوں کو ناچ گھر بنایا جائے گا۔ قرآن و عربی کی تعلیم فرقہ وارانہ جرم قرار دیا جائے گا اور اللہ رسول کا نام لینے والوں کو باغی گردان کر ذبح کر دیا جائے گا مانیں یا نہ مانیں مولانا قوم کو اس طرف ہانک کر لے جانا چاہتے ہیں اور ان کی پالیسی کا یہی نتیجہ ہوگا۔

مسٹر گاندھی نے حال میں حسب عادت ایک ذو معنی بیان دیا ہے جس میں ایک طرف ستیارتھ پرکاش کے باب تیرہ و چودہ کے حذف کرنے کی آریہ سماج کو ہدایت دی ہے اور ساتھ ہی دوبالوں کی ضبطی کی بھی مخالفت کی ہے۔ اور حکومت سندھ کے آرڈر کو جس میں ان دشنام ناموں کی اشاعت کو سندھ میں ممنوع قرار دیا گیا ہے غلط اور قابل تردید آرڈر قرار دیا ہے اس میں سابقہ اعتراض بحال اور سابقہ سوال برقرار رہتا ہے۔ متحدہ قومیت کے داعی

Marfat.com

اور ہندو مسلم اتحاد کے حامی کانگریس کے مہاتما کا فرض تو یہ تھا کہ وہ خود ان باتوں کی قطعی ضبطی اور بندش اشاعت کا مطالبہ کرتے کیونکہ ہندوستان میں فرقہ وارانہ منافرت جنگ و جدل، فسادات اور قتل و خون کے ہزاروں واردات کا اصلی و بنیادی سبب یہ ابواب ہیں جنھوں نے اسلام کی دشمنی، قرآن دشمنی، مسلم دشمنی اور رسول دشمنی کی آگ لگائی ہے جو گذشتہ ایک ہزار سال میں کسی دوسری کتاب و تحریک سے اس ملک میں کبھی نہ لگی تھی لیکن کانگریس کا مہاتما ان بابوں کو منافرت انگیز، غلط، مایوس کن، گمراہ کن قرار دینے کے باوجود ان کی ضبطی و بندش کے خلاف بیان دیتا ہے۔ مثلاً آریہ پرتی ندھی سبھا اور آریہ لیگ کی تحریک کی تائید کرتا ہے۔ جیسا کہ مسٹر گھنشام سنگھ گپتا صدر آریہ لیگ و سپیکر سی۔ پی اسمبلی جسے کانگریسی لیڈر نے مسٹر گاندھی کے بیان کی اشاعت کے بعد تشریح کی ہے۔ مسٹر گاندھی اس قسم کی دو طرفی چالیں چلنے کے پرانے پینترا باز ہیں۔ لیکن افسوس کہ مولانا حسین احمد صاحب کی آنکھ بند ہے اور حقیقت کو حقیقت کی نظر سے دیکھنا نہیں چاہتے۔

(مورخہ ۴ اپریل ۱۹۴۵ء نوائے وقت)

ابوالکلام آزاد

وائے بعشقے کہ نارِ او فسرد
در حرم زائید و در بُت خانہ مرد

مولوی ابوالکلام آزاد ہندوستانی سیاسیات میں آجکل وہی پارٹ ادا کر رہے ہیں جو دو سو سال پہلے بنگال میں میر جعفر نے اور میسور میں میر صادق نے ادا کیا یا ہمارے اپنے زمانے میں لاؤل نے

Marfat.com

فرانس میں اور کوئز لنگ نے نازوے میں۔

یہ حقیقت مبالغے سے بالکل خالی ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے استقلال اور ہندوستان کی ترقی کے رستے میں سب سے بڑی چٹان مولوی ابوالکلام آزاد کا وجود گرامی اور ان کے خالص خود غرضانہ سیاسیات ہیں ۱۹۲۵ء کی شملہ کانفرنس کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ مولوی صاحب کی ہٹ دھرمی تھی اور ۱۹۶۴ء کی گفتگوئے مفاہمت تین ماہ کی مسلسل تگ و دو کے بعد اس کی ناکامی کا ناقابل رشک شرف بھی مولوی ابوالکلام آزاد ہی کے حصہ میں آیا۔

ہندوستان کے آئندہ دستور کے سلسلے میں مولوی ابوالکلام آزاد نے وزیر ہند کو جو خط لکھے وہ منظر عام پر آچکے ہیں۔ ان خطوط کی ایک ایک سطر اور ایک ایک حرف مسلمانوں کے خلاف زہر میں بجھے ہوئے تیروں کا درجہ رکھتے ہیں۔

مولوی صاحب نے ان خطوں میں وزارتی مشن کی اس تجویز کے خلاف پُرزور احتجاج کیا تھا کہ مجوزہ مرکزی یونین کی مجلس آئین ساز اور اس کی ایگزیکٹو میں مسلمانوں اور ہندوؤں کو مساوی نمائندگی دی جائے۔ بیسویں صدی کے اس "امام الہند" کی دلیل یہ تھی کہ مسلمان محض ایک اقلیتی فرقہ ہیں اور جمہوری اصولوں کے پیش نظر اس اقلیتی فرقے کو عظیم ہندو کے مقابلے پر مساوی نمائندگی نہیں دی جا سکتی۔ ان خطوط کی اشاعت نے صدر کانگریس کے ان معدودے چند ہمراہیں کو بھی جنھیں ابھی تک ان کی ذات گرامی سے حسن ظن وابستہ ہے۔ فرطِ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ کہ کیا یہ سطور کسی مسلمان کی طرف سے نکل رہی ہیں؟ مگر ۲۹ جون کو مولوی ابوالکلام آزاد نے اپنے دستخطوں سے جو خط وائسرائے کے نام بھیجا ہے۔ مولوی

Marfat.com

صاحب کے مذکورہ بالا خطوط بھی ان کے اس گرامی نامہ کے سامنے ماند ہیں۔

قارئین کو یاد ہوگا۔ کہ قائداعظم جناح نے ۱۸ جون کو وائسرائے کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں موصوف سے پوچھا گیا تھا اول اگر اچھوتوں۔ عیسائیوں، سکھوں اور دیگر پارٹیوں کے نمائندوں میں سے کسی صاحب نے مجوزہ عارضی حکومت میں شرکت منظور نہ کی یا کسی آئندہ مرحلے پر سکھوں، پارسیوں، اچھوتوں اور عیسائیوں میں کوئی نشست خالی ہوگئی۔ تو کیا اس نشست کو پُر کرتے وقت مسلم لیگ سے مشورہ لیا جائے گا۔ وائسرائے نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ دوم عارضی حکومت کی تشکیل میں جس فرقہ وارانہ تناسب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ بعد میں اس میں کوئی تبدیلی تو نہیں کی جائے گی۔ وائسرائے کا جواب نفی میں تھا۔

سوئم۔ کیا وائسرائے مسلم لیگ کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ اگر مجوزہ عارضی حکومت کے مسلمان ارکان کی اکثریت کسی فرقہ وارانہ فیصلہ کے خلاف ہو تو اس فیصلہ کو عملی جامہ نہیں پہنایا جائے گا۔ وائسرائے نے اس سوال کے جواب میں مسٹر جناح کو مطلوبہ ضمانت دے دی موٹی عقل کا آدمی بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے۔ کہ ان تینوں سوالوں کا براہ راست تعلق مسلمانوں سے ہے۔ اگر مسلم لیگ کی جگہ جمعیت العلماء اور قائداعظم جناح کی جگہ مولوی حسین احمد مدنی ہوتے تو انھیں بھی مسلمانوں کے حقوق و مفاد کے تحفظ کے لیے وائسرائے کو یہی تین سوال پوچھنے چاہیئے تھے۔ اس لیے کہ ہندوستان میں ایک متحدہ قومیت کے فقدان کی وجہ سے یہ ملک مغرب کے نظام جمہوری کے لیے قطعاً ناموزوں ہے۔ مغرب کے نظام جمہوری کے

Marfat.com

ماتحت برطانوی یا فرانسیسی پارلیمنٹ میں آج جو جماعت اقلیت میں ہے کل وہ مبدل بہ اکثریت ہو سکتی ہے۔

اسی طرح اکثریت والی پارٹی مستقبل میں اقلیت میں بدل سکتی ہے لیکن ہندوستان میں اقلیت ہمیشہ یا کم از کم آئندہ دو سو سال تک اقلیت میں رہے گی اور اکثریت اس طرح مستقبل اور ناقابل تغیر اکثریت ہیں۔ جہاں اقلیت اور اکثریت اس طرح مستقل اور ناقابل تغیر ہو وہاں اقلیت پارٹی مناسب تحفظات اور ضمانتوں کے بغیر کسی کولیشن وزارت یا حکومت میں شرکت نہیں کر سکتی اور اگر وہ ایسا کرے تو مہلک سیاسی غلطی کی مرتکب ہو گی

مولوی ابوالکلام آزاد نے وائسرائے کے نام جو خط لکھا اس میں سب سے پہلا اعتراض اس بات پہ ہے کہ مسٹر جناح نے اچھوتوں کو ہندوؤں سے ایک علیحدہ اقلیت کیوں قرار دیا۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ "ہم اچھوتوں کو ہندو سماج کا ایک لازمی عنصر سمجھتے ہیں"

ہمیں معلوم نہیں تھا کہ "الہلال" کا ایڈیٹر اور ترجمان القرآن کا مصنف راشٹریہ کی گدی پر بیٹھ کر مفسر قرآن کی بجائے منو کے دھرم شاستر کا شارح بن بیٹھا ہے۔ اور ہندو سماج کو افتراق اور انتشار سے بچانے کا فرض بھی اس نے اپنے ذمے لے رکھا ہے خواہ اس فرض کی ادائیگی میں اسے سات کروڑ اچھوتوں کے جائز حقوق ہندو جاتی کے سامراج کی ہی خاطر غصب کیوں نہ کرنے پڑیں

مولوی ابوالکلام آزاد کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ اگر اچھوتوں پارسیوں عیسائیوں اور سکھوں کی کوئی نشست خالی ہو تو اسے پر کرنے سے پہلے مسلم لیگ کے صدر سے مشورہ کیوں لیا جائے۔ مولوی

Marfat.com

صاحب یہ فرماتے ہیں۔ ایک ایسی جماعت کو جو صرف ایک قوم کی نمائندگی کی دعویدار رہے اقلیتوں کی نمائندگی کرنے کے معاملہ میں مشورے کا مستحق کیوں گردانا گیا یا الفاظ دیگر مولوی صاحب کو اس پر اعتراض ہے کہ ایک ایسی جماعت جو صرف مسلمانوں کی نمائندہ ہے کولیشن حکومت میں شرکت کے باوجود کولیشن میں اپنے ساتھی عناصر کے انتخاب کے معاملہ میں رائے دینے کی مستحق کیوں سمجھی گئی۔ مولوی صاحب کے نزدیک یہ حق صرف ہندو کانگریس کے لیے جس کے وہ نمائندے مسلمان صدر ہیں مخصوص رہنا چاہیئے۔

لیکن سب سے حیران کن اعتراض جس کی توقع کوئی مسلمان مولوی ابوالکلام سے بھی نہیں کر سکتا تھا اس بات پر کیا گیا کہ وائسرائے نے قائداعظم جناح کا یہ مطالبہ کیوں مانا کہ اگر عارضی حکومت کے مسلمان ممبروں کی اکثریت کسی فرقہ وارانہ فیصلے کے خلاف ہو گی تو اس فیصلے کو عملی جامہ نہیں پہنایا جائے گا۔ جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں اس ضمانت کے بغیر مسلمانوں کی کسی کولیشن حکومت میں شرکت مہلک ہو گی اور یہ ضمانت مسلمانوں کے حقوق و مفاد کے لحاظ سے قطعاً ناگزیر ہے۔ مگر مولوی ابوالکلام آزاد اس پر بھی ناراض ہیں کہ وائسرائے نے یہ ضمانت دے کر عارضی حکومت میں ویٹو کی طاقت مسلم لیگ کے حوالے کر دی یعنی مولوی ابوالکلام آزاد کا اطمینان صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ وائسرائے مسلمانوں کو ہندو اکثریت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے اور ہندو اکثریت کو یہ حق دے دیا جاتا کہ وہ اپنے ووٹوں کی اکثریت کے بل بوتے پر من مانی کارروائی کرے۔

مولوی ابوالکلام نے کانگریس کی قومی حیثیت کا رونا بھی رویا ہے۔ کم از کم انہیں تو یہ ذکر چھیڑتے ہوئے ندامت محسوس کرنی چاہیئے

Marfat.com

ہندوستان کی مختلف اسمبلیوں میں مسلمان ممبروں کی تعداد صرف ۵۲۲ ہے۔ ان ۵۲۲ نشستوں میں سے کانگریسی مسلمان صرف ۲۳ نشستیں جیت سکے۔ ان میں سے ۱۹ نشستیں صرف صوبہ سرحد کی ہیں جہاں مسلمانوں سے کانگریس کے نام پر نہیں بلکہ خدا کی خدمت گار غریب کے نام پر ووٹ مانگے گیے۔ سی۔ پی۔ اڑیسہ۔ بمبئی۔ مدراس پنجاب۔ سندھ۔ آسام اور خود اس صوبہ میں سے جہاں مولوی ابوالکلام آزاد گذشتہ تیس برس سے قیام فرما ہیں ایک کانگریسی مسلمان بھی اسمبلی کا ممبر منتخب ہونا تو کجا انتخاب میں اپنی ضمانت تک نہ بچا سکا ان اعداد و شمار کی روشنی میں یہ دعویٰ کہ کانگریس ایک قومی جماعت ہے کیونکہ ایک مسلمان اس کا نمائشی صدر ہے اور نہرو پٹیل کے مرتب کیے ہوئے خطوط و بیانات کے مسودوں پر بلا چوں وچرا اپنے دستخط ثبت کر دیتا ہے۔ بالکل لغو ہے۔ بہرحال مولوی ابوالکلام آزاد نے ایک مرتبہ اور یہ حقیقت واضح کر دی کہ غداری تیرا دوسرا نام ابوالکلام آزاد ہے۔" (نوائے وقت ۲۹ جون ۱۹۴۶ء صفحہ ۳ و ۴)

یومِ خاموشی ـــــ حسن آفاقی

آغا خاں پیلس کا پُر افسوں سکوت

کمرے کا سین :- ایک متوسط سے روشن ہوادار کمرے میں ایک مسند پر مہاتما آلتی پالتی مارے سامنے والی دیوار پر آنکھیں گاڑے اپنے ساتھ باتیں کر رہا ہے۔

"میرے یوم خاموشی! میرے یومِ خاموشی!! تیری تنہائی پر ہزاروں محفلیں قربان اور تیرے سکوت پر لاکھوں ہنگامے نثار۔ میرے طلسماتی دام کا ایک ایک حلقہ بلکہ ان حلقوں کا ایک ایک ریشہ

Marfat.com

تیرے فیض کے احسان مند ہیں۔

۱۔ میرے عالم خیال! میری سچائی! میری اہنسا! یہ سچ ہے کہ سب انسان میرے بھائی ہیں۔ بلکہ کیڑے مکوڑے مکھی اور مچھر بھی میری برادری میں شامل ہیں لیکن ذات پات کی ازلی ابدی تقسیم بھی سچ ہے۔ انسانوں کی برادری اور اس برادری کے اندر محض پیدائش کی بنا پر برہمن اور غیر برہمن کی ازلی ابدی تقسیم غیروں کے لیے ناقابل فہم ہے لیکن اپنوں کے لیے چون وچرا کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ ہر وہ بات سچ ہے جو پرا چین۔ سناتن دھرم اور تہذیب کے اندر پائی جاتی ہے اس کے باہر جو کچھ ہے جھوٹ ہے۔ بھارت ورش ایک تالاب ہے۔ غیر ہندو اثرات اور تحریکات کی مثال برساتی پانی کی ہے۔ برساتی پانی کا کام تالاب کے اندر جذب ہو کر قومیت متحدہ ہو جاتا ہے نہ کہ تالاب کے بند توڑنا (قومیت متحدہ کا خیال آتے ہی مہاتما کے چہرے پر انتہائی سکون اور دل جمعی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ چہرہ پر ہلکی سی سرخی آجاتی ہے۔ ٹھوڑی قدرے آگے نکل آتی ہے۔ دھوتی اور چوٹی میں ایک خفیف سی برقی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور آواز میں کچھ ساز سا پیدا ہو جاتا ہے)

قومیت متحدہ! قومیت متحدہ!! ہمارے پہلے اور آخری حربے سیاسی ہتھیار سے ہم نے ہندوستان کی پرانی اقوام کو اپنے اندر جذب کر کے ان سے اپنی آدنچ ذاتوں کی خدمت لی اور ان میں سے نہ جذب ہونے والے عناصر کو جنگلوں اور پہاڑوں میں مار بھگایا۔ اس ہتھیار سے آدنچ اور نیچ کی فطری تقسیم کے دشمن بدھ مت کی بھارت ورش کی پوتر بھومی سے ہم نے باہر نکالا اسی نظریہ سے ہندو۔ مونچھ

Marfat.com

اور نہرو بنتا ہے۔ اور اسی نظریہ سے مسلمان الٰہی بخش اور ابوالکلام بن کر رہ جاتا ہے۔

ابوالکلام! ابوالکلام! یعنی ہمارے مولانا صاحب۔ عالم۔ صحافی۔ مقرر۔ مفسر قرآن۔ یہ ہمارے اور ہم ان کے۔ ان کی ذاتی ضروریات تک ہماری اور ہماری قومی ضروریات تک ان کی۔ یہی راشٹر پتی ہیں۔ اور یہی قائداعظم، اس موقع پر ایک گہرے اضطراب اور بے چینی کے آثار رہا نما کے چہرہ پر پیدا ہو جاتے ہیں۔ پتلیاں پھیلنے لگتی ہیں۔ ہونٹ کانپنے لگتے ہیں۔ ٹھوڑی لٹک جاتی ہے۔ تنفس گہرا ہو جاتا ہے اور تمام بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور بھرائی ہوئی آواز سے پکار اٹھتا ہے۔ ہمارے مولانا صاحب کی موجودگی میں کوئی دوسرا بھی قائداعظم ڈاڑھی اور مونچھ سے بیگانہ۔ جبے اور عمامے سے بیزار۔ علم الکلام اور الٰہیات کے نام تک سے ناواقف قائداعظم۔ نہیں۔ ہرگز نہیں! ہم مولانا صاحب کی موجودگی میں کسی ایسے قائداعظم کو تسلیم نہیں کرتے۔ جس کی رائے میں یہاں دو قومیں آباد ہیں۔ جس کی رائے میں دونوں قوموں کو آزادی اور خود اختیاری کا حق حاصل ہے جس کی رائے میں ہماری رہائی کا مسئلہ صرف ہندو قوم سے متعلق ہے اور سب سے بڑھ کر جس کی نہ ڈاڑھی نہ مونچھ ہے۔ اور نہ شرعی لباس۔ ایسے شخص کا وجود ہمارے لیے ہمارے مولانا صاحب کے لیے۔ ہماری متحدہ قومیت کے لیے اور سب سے بڑھ کر ہمارے شرعی وضع اور لباس کے لیے خطرہ ہے۔ بلکہ پیام موت ہے۔

۲۔ (اس موقع پر آواز زیادہ بھرا جاتی ہے)

یہ شخص! یہ شخص! نہ اسے خریدا جا سکتا ہے نہ اسے قائل کیا جا

Marfat.com

سکتا ہے نہ یہ ہماری رائے سے وزیر اعظم بننے کے لیے تیار ہے اور نہ ہمیں بطور بھائی کے اپنی پتلون کی جیب میں رکھنے کے لیے تیار۔ ایک آوارہ اور پریشان روزگار ہجوم کو قوم بنانے کا تمنّائی اور ریت کے ٹیلے کو پہاڑ بنانے کا آرزومند۔ ایسے شخص سے صلح ناممکن اور غالباً لڑائی بھی دُشوار لیکن اگر اس سے خود لڑنا محال ہے تو کیا یہ لڑایا بھی نہیں جا سکتا۔

(مہاتما ایک گہری سوچ میں چلا جاتا ہے۔ آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ ٹھوڑی سینے سے لگ جاتی ہے دفعتاً اسے ایک زرد اور دُھندلی سی روشنی دکھائی دیتی ہے۔ تو فوراً پہلو بدل کر ایک ایک تجویز کی صُورت اختیار کرتی ہے۔ تجویز کے آتے ہی ایک کاغذ کا پُرزہ لے کر اس پر دو سطر کا خط لکھتا ہے اور اسے لفافہ میں بند کر کے جیلر کو بُلا کر اُس کے حوالہ کر دیتا ہے۔

یہ دو سطر کا خط! یہ دو سطر کا خط۔ اگر یہ خط حکومت نے نہ روکا تو جناح سے ملاقات جس کا لازمی نتیجہ ساری کانگرس ہائی کمانڈ سے مشورہ کے طور پر ملاقات۔ ہندو خبر رساں ایجنسیوں اور ریڈیو کے ذریعہ سے تمام دُنیا میں چرچا اور ہماری اس لیے رہائی کا مطالبہ اور اگر یہ خط روک لیا گیا تو پھر بھی خبر رساں ایجنسیوں، اخبارات اور ریڈیو کے ذریعہ دُنیا میں چرچا۔ ساتھ ہی مسلمان قوم کی توہین اور اُس کے قائد اعظم کی ہتک۔ بد تربیت قوم کے ہنگامی جذبات اور جذباتی ہنگامے۔ بے ادب نوجوانوں کی بد اعتمادی اور استقلال پسندی۔ آزاد کانفرنس کے مادر پدر آزادوں کے چہچہے اور مونچھے ساور کر کے قہقہے۔ ہندو قوم میں ہماری مہاتمائی کی سربلندی اور ہماری عیّاری اور کلاں کاری پر اعتماد۔

Marfat.com

(ایک بے پایاں مسرت سے بے قابو ہو کر ہندو خوشی سے رقص کرنے لگتا ہے۔ اور تمام آغا خاں پیلیس کی فضا اس کے رقص کے ساتھ مٹکتی اور تھرکتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے)

نوٹ: حسن آفاقی راجہ حسن اختر صاحب کا قلمی نام ہے (مؤلف)

ہم نے نوائے وقت میں حمید نظامی صاحب مرحوم و مغفور کے تحریر کردہ اداریوں میں سے جو نیشنلسٹ مسلمانوں سے متعلق ہیں تین اداریے مکمل طور پر نقل کر دیئے ہیں۔ اب اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

راشٹرپتی ابوالکلام آزاد اور ملک خضر حیات

تتنے را ہر زماں غارت گرے است
اصل او از صادقے یا جعفرے است

مولوی حسین احمد مدنی نے مولانا شوکت علی مرحوم کے نام ایک خط میں (جو نوائے وقت میں شائع ہو چکا ہے) یہ لکھا تھا کہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے۔ کہ ہماری قومی زندگی کے ہر نازک مرحلہ پر کچھ مسلمان اغیار کے ساتھ مل جاتے ہیں اور ملت کے مقصد و مطالبہ کو کمزور بنانے کا موجب ثابت ہوتے ہیں۔ قدرت مولوی صاحب کے اس نوشتہ پر مسکرا رہی تھی اس لیے کہ پچھلے بیس دن ہندوستان کی اسلامی ملت اپنی زندگی کے ایک نہایت نازک مرحلہ میں سے گذر رہی تھی۔ مسلمانوں کی بدقسمتی سے کچھ مسلمان اغیار کے ساتھ مل گیے اور انھوں نے مسلمانوں کے مقصد و مطالبہ کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔

مولوی حسین احمد مدنی انھیں مسلمانوں کو مضبوط بنانے کے لیے کمک لے کر شملہ پہنچے۔

Marfat.com

آگے چل کر:-

"ویول کانفرنس کی کامیابی یا ناکامی کے مسئلہ کو تھوڑی دیر کے لیے بھول جائیے اور اس پر غور فرمائیے کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اس وقت ان کی روش کیا ہونی چاہیئے تھی اور ان کی روش کیا رہی؟ ویول کانفرنس گاندھی جناح کانفرنس کی طرح دو پارٹیوں کے مابین گفتگو کے مفاہمت نہیں تھی بلکہ ہندوستان کی مختلف جماعتیں ملک معظم کی حکومت سے گفت و شنید کر رہی تھیں۔ اس کانفرنس میں مسلمانوں کی نمائندگی کے لیے مسٹر جناح کو مدعو کیا گیا۔

ہندوستان میں نیشنلسٹ ابوالکلام آزاد۔ مسٹر عبدالمجید خواجہ مولوی مظہر علی اظہر۔ مسٹر عنایت اللہ مشرقی۔ سر عبدالحلیم غزنوی اور اس طرح کے کئی اور مسلمان موجود ہیں جنہیں مسلمانوں کی قیادت کا دعویٰ ہے مگر ملک معظم کی حکومت نے ان کے اس دعوے کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ لارڈ ویول کا مسلمانوں کی نمائندگی کے لیے صرف اور صرف مسٹر جناح کو مدعو کرنا ہی اس بات کی واضح اور بیّن دلیل ہے کہ وہ مسلمانوں کے واحد نمائندہ ہیں اور اس حقیقت کو حکومت بھی تسلیم کرتی ہے۔"

ذرا آگے چل کر:-

"مسٹر جناح کے متعلق اور مسٹر گاندھی کے متعلق وائسرائے نے غیر مبہم الفاظ میں واضح کیا کہ وہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے لیڈر کی حیثیت سے مدعو کیے جا رہے ہیں چنانچہ مسٹر گاندھی نے اس پر اعتراض کیا کہ انھیں صرف ہندوؤں کا نمائندہ کیوں کہا گیا؟ اور چونکہ اس اعتراض کو دور نہیں کیا گیا اس لیے وہ کانفرنس

Marfat.com

میں شامل نہیں ہوئے۔ مسٹر گاندھی کے اس اعتراض نے مسٹر جناح کی اس حیثیت پر کہ وہ مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے کانفرنس میں بلائے گئے ہیں۔ کانگریس کی طرف سے بھی اعتراف کی مہر ثبت کر دی۔ راشٹرپتی ابوالکلام آزاد کی پوزیشن یہ ہے کہ وائسرائے نے انھیں مسلمانوں کا نمائندہ نہیں سمجھا۔ انھیں کانفرنس میں بلایا تک نہیں گیا اور جب خاص درخواست پر بلایا گیا۔ تو مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ کانگریس کے صدر کی حیثیت سے۔

ظاہر ہے کہ ان حالات میں مسٹر جناح کی پوزیشن بڑی مضبوط تھی مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں سے کوئی جماعت مدعو نہیں کی گئی اور جو مسلمان مدعو کیے گیے وہ بھی اپنے عہدوں کی حیثیت سے مسلمانوں کی نمائندگی کے لیے نہیں۔ مسٹر جناح کی آواز یقیناً مؤثر ہونی چاہیئے۔ مگر اس آواز کو کمزور بنانے کے لیے انھیں کون ٹوکتے ہیں؟ وہ مسلمان!

انگریز مسٹر جناح کی نمائندہ حیثیت کو چیلنج نہیں کرتا وہ اسے تسلیم کر چکا ہے۔ مسٹر گاندھی زبان سے چاہے نہ مانیں مگر ان کا عمل یہ ہے کہ جب وہ ۱۹۴۴ء میں ہندو مسلم سمجھوتہ کے لیے بات چیت کی خاطر مسٹر جناح سے ملے تو انھیں مسلمانوں کا واحد نمائندہ سمجھ کر ہی ملے۔ اس وقت مسٹر گاندھی نے ابوالکلام آزاد یا عبدالمجید خواجہ یا حسین احمد مدنی سے مشورہ تو درکنار انھیں ملاقات کے متعلق اطلاع دینے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی۔

اب مسٹر گاندھی کس منہ سے مسٹر جناح کی اس پوزیشن سے انکار کر سکتے تھے؟ چنانچہ انھوں نے راشٹرپتی آزاد کو آگے کیا اور

Marfat.com

ترجمان القرآن کے مفسر مولانا صاحب نے فرمایا کہ سیاسیات میں مذہب کا کیا دخل ہے؟ جناح مسلمانوں کا واحد نمائندہ نہیں۔ دیوں سے پوچھنے کی بڑی باتیں تھیں۔ کانگریس خلافِ قانون تھی۔ کانگریسی جیلوں میں تھے سوائسرائے جنگی سرگرمیوں میں امداد کی ضمانت مانگ رہے تھے۔ ڈیفنس کا محکمہ انگریز کے پاس تھا اور وائسرائے کا ویٹو تلوار کی طرح سر پر لٹک رہا تھا مگر کانگریس کا سجا ہوا اصول بدست صدر یہ سب کڑوی گولیاں نگل گیا۔ البتہ مسلمانوں کی نمائندگی اس کے حلق میں اٹک کر رہ گئی۔ مولانا نے فرمایا کہ کانگریس ایک قومی جماعت ہے اور کسی ایسے عارضی یا مستقل انتظام میں شریک نہ ہوگی جس سے اس کی قومی حیثیت میں فرق آتا ہو۔ پچھلے آٹھ سالوں میں کانگریس نے اپنے مختلف صدر صاحبان کی معرفت جن میں نہرو۔ بوس۔ راجندر پرشاد اور خود راشٹرپتی صاحب شامل ہیں ہندو مسلم سمجھوتہ کے لیے مسلم لیگ سے بات چیت کی کوشش کی کیا اس وقت کانگریس کی اس حیثیت میں فرق نہ آیا تھا؟ مولوی حسین احمد۔ مسٹر عبدالمجید خواجہ اور ملک خضر حیات اس وقت بھی نہیں تھے۔ کانگریس نے کبھی ان سے بات چیت کیوں نہ کی؟ خود مولانا کی کانگریس میں موجودگی اور بعد میں اس کی صدارت اس بات کی (جس پر مولانا صاحب زور دے رہے ہیں) دلیل نہ سمجھی گئی کہ کانگریس مسلمانوں کی بھی نمائندہ ہے۔ مولانا صاحب نے کیوں مسٹر جناح کو ملنے کے لیے تار دیا؟ مولانا صاحب کی صدارت میں مسٹر گاندھی نے کیوں مسٹر جناح سے خط و کتابت کی اور انہیں جا کر کیوں ملے۔ بھولا بھائی ڈیسائی اور لیاقت فارمولے یا مفاہمت کو جس کی بنیاد ہی اس مفروضہ پر تھی۔ مسٹر گاندھی نے کیوں دبنی

Marfat.com

اشیرداد دی ؟ دیول کانفرنس میں کانگریس کی اس تذلیل کے بعد کہ اسے سورن ہندوؤں کی جماعت بنا یا گیا مولانا کیوں کانفرنس میں چلے آئے جبکہ مسٹر گاندھی نے اس اعتراض کی بنا پر عدم تعاون کیا ؟ آج مولانا کہتے ہیں کہ فرقہ وارانہ بنیادوں پر کانفرنس کا انعقاد ہی غلط ہے۔ مگر اس غلطی کا احساس انھیں آج کیوں ہوا ؟ یہ قیاسات نہیں۔ یہ تو ہمیات نہیں۔ یہ واقعات اور حقائق ہیں اور ان کا فیصلہ مولانا کے خلاف ہے۔ مولانا سب کچھ مان گئے۔ مگر مسلمانوں کے مطالبہ اور مقصد کو تقویت پہنچانا تو درکنار اسے ضعف نہ پہنچانا نہ مانا انھیں کسی اور بات میں کانگریس کی یا اپنی تذلیل نظر نہ آئی۔ مگر یہ امر انہیں توہین آمیز معلوم ہوا کہ مسلمان نمائندوں کا انتخاب کانگریس کی بجائے مسلمانوں کی جماعت کرے اور یہ توہین اس قدر ناگوار تھی کہ انھوں نے کانفرنس کو ناکام بنانے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

گاندھی کے مولانا

اب آپ ایک نظم "گاندھی کے مولانا" جو چودھری عبدالحمید خان حمید صاحب نے گوجرانوالہ سے ۱۴ اگست ۱۹۴۵ء کو "نوائے وقت" میں شائع کرائی۔ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ نظم ہمارے اس عنوان سے متعلق ہے۔ بایں وجہ مناسب سمجھا گیا ہے کہ نذرِ قارئین کیا جائے ؎

پیغمبرؐ کے تم ہی جانشین تھے — اس اُمّت کے تمھیں تاج و نگین تھے
تمھیں تو حامل شرعِ مبین تھے — تمھیں تو مشعلِ ایمان و دین تھے
مگر اب دین باقی ہے نہ ایمان
مسلماں آپ کے ہاتھوں ہے نالاں
تمھیں اس پاک ہستی سے ہے نسبت — حیات افروز ہے جس کی شہادت

Marfat.com

مگر تم میں نہیں احساس غیرت روا رکھا ہے تم نے خون ملت
بکے تم غیر کے ہاتھوں خود آ کر
سلف کی عزت و عظمت مٹا کر

ذرا تو سوچیے اسلاف کیا تھے وہ امت کے حقیقی رہنما تھے
وہ ملت پر دل و جان سے فدا تھے وہ محبوب خدا و مصطفیٰ[1] تھے
مگر ہیں آپ گاندھی جی کے محبوب
وہ طالب آپ کے آپ ان کے مطلوب

مسلمان سے کدورت اس قدر کیوں اس امت سے عداوت اس قدر کیوں؟
تمہیں مشرک سے الفت اس قدر کیوں؟ بت ہندی کی طاعت اس قدر کیوں
گرے جاتے ہو تم چرنوں پہ کس کے؟
وطن اور ملک ہیں معبود جس کے؟

مسلمان سے جو رشتہ اپنا توڑے سواد دیں سے اپنے منہ کو موڑے
دل اپنا کافر و مشرک سے جوڑے صفاد ملت و مذہب کو چھوڑے
ومن یتولہم منکم سے پھر کر
خدا کے سامنے جائے گا کیوں کر؟[1]

ازل سے ہے یہ راہ صدق و صفا ایک ہے مسلم کے لیے راہ ھدیٰ ایک
محمد ایک ذات کبریا ایک پھر ان کا کلمہ و حدت نما ایک
مگر وحدت ہوئی سب پارہ پارہ
ہمیں کج فہم جمعیت[2] نے مارا

مولانا حسین احمد مدنی کے ارشادات

جمعیت العلماء ہند کے سالانہ اجلاس (سہارنپور) کی صدارت

---

[1] ومن یتولہم منکم فانہ منہم ۱۲ [2] جمعیت العلماء ہند۔

Marfat.com

کرتے ہوئے حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے ملک کی سیاسی صورت حال پر تبصرہ کی زحمت بھی گوارا فرمائی۔ ہم مذہب و سیاست میں تفریق کے قائل نہیں اس لیے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے نہ تعجب کہ علمائے ہند کے اجتماع میں سیاسی مسائل کا ذکر کیوں آیا بلکہ ہم اسے مسلمانوں کی خوش قسمتی سمجھیں گے کہ علمائے کرام اپنے اپنے منصب کو پہچانیں اور ہندوستانی مسلمانوں کی سیاست کو لادینی سے بچا کر اسے صحیح راستہ پر چلانے میں سیاسی رہنماؤں کی مدد فرمائیں۔"

ذرا آگے چل کر

"مولانا حسین احمد مدنی کے سیاسی رجحانات کسی سے مخفی نہیں ان کی طبع مبارک کا میلان کچھ عرصہ سے کانگریس کی طرف ہے۔"

اور ذرا اور آگے چل کر

"مولانا کے متعلق خبر رساں ایجنسی نے یہ بتایا ہے کہ انھوں نے اپنی تقریر میں پاکستان کی مذمت کی اور یہ فرمایا کہ پاکستان کا مطلب تو یہ ہوگا کہ مسلم اقلیت کے صوبوں میں ہندو راج قائم ہو جائے گا اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مولانا کی تقریر سہارن پور میں بعض ذہنی الجھنیں بہت نمایاں ہیں اور ان کی وجہ سے مولانا کے ارشادات میں بہت تضاد نظر آتا ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مولانا نے اپنی طرف سے متبادل تجاویز پیش کی ہیں۔ ان کا بنیادی اصول بھی پاکستان کا اصول ہے۔ پاکستان سے مراد یہی ہے کہ پنجاب۔ سندھ۔ سرحد اور بنگال و آسام میں مسلم اکثریت کے متصل علاقوں میں آزاد و خود مختار ریاستیں قائم کی جائیں۔ ان ریاستوں پر کسی مرکزی یا فیڈرل حکومت کو اختیار و اقتدار حاصل

Marfat.com

نہ ہو۔ البتہ باہمی معاہدات کے ماتحت ضروری امور کے لیے ان ریاستوں کی فیڈریشن اور ہندو اکثریت کے علاقہ کی ریاستوں کی فیڈریشن میں کوئی انتظامی سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی سے یہ فقرہ منسوب کیا گیا ہے کہ اس طرح مسلم اقلیت کے صوبوں میں ہندو راج قائم ہو جائے گا لیکن مولانا کی اپنی تجویز کیا ہے؟ ذرا اس پر بھی غور فرمائیے وہ فرماتے ہیں کہ

ا ـــــ صوبے کاملاً آزاد ہوں ۔۔ ۔۔ صوبوں کی کامل آزادی کا صرف یہی مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ وہ مرکزی یا فیڈرل حکومت کے ماتحت بھی پنجاب سندھ سرحد اور بنگال و آسام کامل آزاد و خود مختار ہو نگے۔ مرکزی حکومت کو ان پر کوئی اختیار حاصل نہ ہوگا پاکستان کا مفہوم بھی یہی ہے یہ صوبے بہر حال مسلم اکثریت کے صوبے ہیں۔ اور ان کی کامل آزادی ان صوبوں کے مسلمانوں کی کامل آزادی ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ مسلم لیگ مسلمان قوم کیلئے حق خود اختیاری مانگتی ہے۔ اور حضرت مولانا کمیونسٹ پارٹی کی طرح صوبوں کے لیے آزادی کامل کے اصول کی حمایت فرماتے ہیں۔ اقلیت کے صوبوں کے مسلمانوں کی جو پوزیشن مولانا کی تجویز کے ماتحت ہو گی پاکستان میں اس سے بہتر ہو گی بدتر نہ ہو گی۔

۲ ـــــ دوسری بات جو مولانا نے ارشاد فرمائی وہ اصل میں اسی بات کی تکرار ہے۔ آپ نے یہ فرمایا کہ مسلمانوں کے تمدنی۔ مذہبی اور سیاسی حقوق محفوظ ہوں مرکزی حکومت صرف انھیں اختیارات کو استعمال میں لائے جو اسے سونپے جائیں اور صوبوں کو حق خود اختیاری حاصل ہو۔ مولانا کے اس تصور کے مطابق جو حکومت قائم ہو گی اس کا اصول پاکستان کے اصول سے کہاں متصادم ہے؟ پاکستان بھی

Marfat.com

حق خود اختیاری کے مطالبہ کا ہی نام ہے۔ اس میں بھی ہندو اکثریت کے صوبوں میں ہندوؤں کے سیاسی۔ تمدنی اور مذہبی حقوق کے تحفظ کی ضمانت لازمی ہے۔ پھر اس کے سوا فرق کیا ہوا کہ لیگ یہ کہتی ہے کہ صوبوں کی موجودہ تقسیم مصنوعی ہے۔ اس میں بھی ترمیم و حد بندی کے بعد جن مستقل علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ وہاں انھیں حق خود اختیاری حاصل ہونا چاہیئے۔ اور مولانا یہ تجویز پیش فرماتے ہیں کہ صوبوں کی موجودہ حد بندی کے اندر ہی انھیں مرکز سے علیحدہ کامل آزادی کا حق دے دیا جائے۔

یہ درست ہے کہ مولانا نے اپنی اسی تقریر میں قومی حکومت کے قیام پر بھی زور دیا۔ لیکن اس پر بھی غور فرمائیے کہ صوبوں کے حق میں خود اختیاری کو اس طرح غیر مبہم انداز میں تسلیم کر لینے کے بعد مرکز میں قومی حکومت کے قیام کا مطالبہ محض ایک ذہنی الجھن نہیں تو کیا ہے؟ اگر مرکز میں نیشنل حکومت ہے۔ تو صوبوں کا حق خود اختیاری اور ان کی کامل آزادی بے معنی ہے اور اگر صوبے کامل آزاد خود مختار ہیں تو مرکز میں قومی حکومت کے قیام کا تصور مہمل ہے۔"

(نوائے وقت ۸ مئی ۱۹۴۵ء)

سرا ہے

اب جناب سے ۸ مئی ۱۹۴۵ء "نوائے وقت" کا "سرا ہے" پڑھیئے اور محظوظ ہو جیئے:۔

"سہارن پور میں جمعیۃ العلمائے ہند کی سالانہ کانفرنس کی روئیداد، تو کسی اخبار میں ابھی تک نظر سے نہیں گزری البتہ تاریخ اجلاس سے ایک دن پہلے یہ ایمان پرور اعلان ضرور دیکھنے میں آیا کہ "مولانا

Marfat.com

حسین احمد مدنی صدارت فرمائیں گے۔" اور شرکت کرنے والوں میں ممتاز نام مفتی کفایت اللہ۔ خان عبدالغفار خان اور ڈاکٹر خان صاحب کے ہیں۔

علماء کی کانفرنس اور ہندوستان بھر کے علماء کی! مگر شرکا میں مفتی کفایت اللہ کے علاوہ ممتاز ترین اسمائے گرامی کن کے؟ قدوۃ السالکین امام العارفین حضرت مولانا مولوی محمد عبدالغفار خان سرحدی ثم دار دھائی ثم سیوا گرامی اور شمع ہدایت و آفتاب طریقت حضرت صوفی ڈاکٹر خان صاحب گانا رھوی ثم کنگھی کے!

لیگ کے جلسوں میں وہ بات کہاں جو اس جلسہ میں ہو گی؟ وہاں نہ مسٹر جناح کے ڈاڑھی نہ نواب زادہ لیاقت علی کے۔ مولانا اکرم خان۔ مولانا عبدالرؤف داناپوری۔ مولانا عبدالحامد بدایونی۔ مولوی ظفر علی خان کی داڑھیاں تو ہیں لیکن جمعیت العلماء انھیں علمائے کرام کی مقدس صف میں شامل کرنے کو تیار نہیں۔ مگر ادھر یہ روح پرور نظارہ ہے کہ خان عبدالغفار خان و ڈاکٹر خان صاحب ایسے ثقہ علمائے کرام قطار اندر قطار بیٹھے ہیں۔ اور ریش ہائے مقدس ایسی نورانی ہیں کہ محض ان کو دیکھ لینے سے ہی ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ جمعیت کا جلسہ ۵۔ ۶ مئی کو تھا اگر اس سے پہلے پنڈت نہرو بھی رہا ہو جاتے تو افتتاح کے لیے انھیں گذارش کی جاتی۔"

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی
اور ہندوستان کی جنگ

قارئین کرام! ایک کتاب رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور "ہندوستان کی جنگ" عزیز الرحمٰن جامعی جو مولوی حبیب الرحمٰن صاحب

Marfat.com

مرحوم کے بیٹے ہیں۔ ان کی طرف سے ۲۶ جنوری ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئی ہے جس کے آغاز میں ظہیر الدین صدیقی ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی علیگ اور شورش کاشمیری صاحب نے اپنی رائے پیش کی ہے۔ نیشنلسٹ مسلمانوں کے موضوع پر اب اس میں سے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم کتاب سے اقتباسات سامنے لائیں۔ مناسب سمجھتے ہیں کہ صدیقی صاحب اور شورش صاحب کی آرا کو پہلے سامنے لائیں۔ تاکہ موزون و مناسب مقام پر شورش کاشمیری کی رائے پر تنقید و تبصرہ بھی کیا جا سکے۔

ظہیر الدین صدیقی صاحب

فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ مولانا نے تقسیم ملک کے اعلان کو ٹائم بم (TIME BOMB) سے تشبیہ دے کر مسلمانوں کو اس کے ہولناک نتائج سے آگاہ کیا تھا۔ اس مختصر سی صحبت کا نقش آج بھی میری بزم فکر کو روشن کیے ہوئے ہے۔ جب مولانا دہلی میں قیام پذیر ہوئے تو احقر کو بارہا ان کے در دولت پر حاضر ہونے اور فکر و نظر کے گوشوں کو منور کرنے کے مواقع ملے۔" (صفحہ ۱۴)

شورش کاشمیری

اب جناب شورش کاشمیری کی رائے ملاحظہ فرمائیں جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے ان گوہر پاروں پر ہم مناسب موقع و محل پر اپنی رائے کا اظہار کریں گے۔

"مولانا ابوالکلام کو تو چھوڑیئے کہ وہ جامع کمالات ہونے کے باعث علماء میں ایک استثنائی مرتبہ رکھتے ہیں۔ انھوں نے انگریزی زبان کو سیکھا

Marfat.com

اور پھر اس کے علم و نظر کے ہر گوشے میں قابو پا لیا۔

دوسرے راقم کے نزدیک وہ اس دور میں اسلام کے واضح تصور کا صحیح فکری مظہر ہیں۔ لیکن اُن کے علاوہ ان کے برابر نہیں علماء کی صف میں جو شخص راقم کے خیال میں جدید و قدیم تصورات کے درمیان سنگم بن سکتا ہے۔ وہ مولانا حبیب الرحمٰن ہیں اور راقم نے بارہا دیکھا کہ ان میں ترازو کے دونوں پلڑوں کو برابر رکھنے کا جوہر فطری استعداد کے طور پر موجود ہے۔"

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی
اور ہندوستان کی جنگ صفحہ ۲۹

اب اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:۔

لدھیانہ ڈسٹرکٹ کانگریس اور سٹی کانگریس کی صدارت پنجاب کانگرس کی سیاست کا اہم مرکز تھا۔ ۱۹۳۷ء میں حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی صدارت چھوڑنے کے بعد سٹی کانگریس کے صدر منتخب ہوئے۔ پنجاب کانگریس کی رہنمائی میں مفتی صاحب نے نمایاں حصہ لیا۔ مفتی صاحب کی قابلیت فہم و تدبر سیاست و سیادت پر پنجاب کے تمام کانگریسی متفق تھے۔ مفتی صاحب سیاسیات میں جو بات کہتے وہ پکی تلی ہوتی۔" (صفحہ ۷۸)

اپنی خود نوشت

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی یادداشت میں لکھتے ہیں:۔

"میرے چچا مولانا مفتی محمد نعیم صاحب نے سٹی کانگریس کے صدر کی حیثیت سے غازی عبدالرحمٰن عرف نانا مسٹر منظر جمیل اور کانگریس کے رضاکاروں کے ساتھ شاہی مسجد متصل کمیٹی باغ میں ہزاروں ہندو اور مسلمانوں کے سامنے حلفنامہ آزادی پڑھا اور میں نے کانگریس کا

Marfat.com

جھنڈا لہرایا (مگر افسوس کہ آج ۱۹۴۷ء میں اسی شاہی مسجد پر ۲۶ر جنوری ۱۹۲۹ء کی یوم آزادی کی یادگار تھی گرا کر اس پر گوردوارہ تعمیر کر دیا گیا ہے۔ ۱۹۴۷ء تک یہ مسجد کانگریس کے جلسوں کا مرکز بنی رہی تمام کانگریس تحریک کے کام اسی مسجد میں ہوتے رہے لیکن انگریز کو اس مسجد کی طرف بڑھنے کی جرأت نہ ہو سکی۔" (صفحہ ۳، رئیس الاحرار)

عطاء اللہ شاہ بخاری

ملاحظہ ہو:۔

"پنڈت موتی لعل نہرو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سحر بیانی کے عاشق تھے انہیں کے پروگرام کے مطابق شاہ صاحب کام کر رہے تھے۔ الہ آباد میں جب شاہ صاحب پنڈت موتی لعل جی کے یہاں پہنچے تو پنڈت موتی لعل جی نے خود شاہ صاحب کے کھانے کا بندوبست کیا اور اپنے ہاتھ سے دونوں وقت چائے بنا کر پلائی۔

پنڈت جی بار بار شاہ صاحب سے کہتے کہ شاہ صاحب کانگریس ستیہ گرہ کی کامیابی صرف آپ ہی سے وابستہ ہے۔

کانگریس تحریک میں پنجاب کے احرار رہنماؤں کی شرکت اور شاہ صاحب کے دورہ کا یہ اثر ہوا کہ گاندھی ارون پیکٹ کے بعد جب بھی احرار رہنما گاندھی جی سے ملنے گئے تو گاندھی جی آٹھ کر دروازے تک خود احرار رہنماؤں کو لینے آئے۔ یہ امتیازی بات تھی جو زندگی میں گاندھی جی نے صرف احرار رہنماؤں کی عزت و تکریم کی۔" (صفحہ ۱۳۶ و ۱۳۷ رئیس الاحرار)

مولانا آزاد کا مشورہ

"۱۹۲۹ء کے کانگریس کے اجلاس میں ۲۹ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو مولانا

Marfat.com

آزاد کے مشورہ پر آل انڈیا کانگریس کے اسٹیج پر چودھری افضل حق صاحب کی صدارت میں مجلس احرار کا پہلا جلسہ ہوا۔ مجلس مشاورت میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی۔ مولانا سید داؤد غزنوی (مرحوم بعد میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے) اور مولانا سید عطاء اللہ بخاری۔ مولانا مظہر علی صاحب خواجہ عبدالرحمٰن غازی نے باہم مشورہ کر کے مولانا آزاد کے تجویز کردہ نام کے مطابق مجلس احرار ہند قائم کی اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مجلس احرار کے پہلے صدر منتخب ہوئے کانگریس کی طرف سے عام سول نافرمانی کا آغاز ہو گیا تھا اس لیئے سب احرار کی تنظیم کو چھوڑ کر کانگریس تحریک میں شامل ہو گئے۔ گاندھی آروِن معاہدے کے بعد احرار رہنماؤں نے رہا ہوتے ہی پنجاب مجلس احرار کے اضلاعی اور شہری دفاتر قائم کر دیئے۔ احرار رہنماؤں نے یکسو ہو کر کانگریس کے نئے فارمولے پر غور کرنا شروع کیا۔ احرار رہنما نہرو رپورٹ کی سزا پانے کے بعد جو خاص گاندھی جی کی طرف سے دی گئی تھی۔ کانگریس کے کسی بھی فارمولے کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

پنجاب کے ہندو کانگریسی

"پنجاب کے ہندو کانگریسیوں کو احرار کی تنظیم سے بڑا خطرہ پیدا ہوا خاص کر ڈاکٹر گوپی چند کے گروپ نے یہ کوشش کی کہ احرار کو کانگریس میں آنے سے روکا جائے۔ چنانچہ کراچی کانگریس کے اجلاس کے لیے نمائندوں کے انتخاب کے سلسلے میں ہندو کانگریسیوں نے جس میں بڑے بڑے کانگریسی رہنما شامل تھے پوری کوشش کی کہ احرار لیڈر اور کارکنوں کو کراچی کانگریس اجلاس کے لیے نمائندہ نہ چنا جائے۔

Marfat.com

تعصب کی حد یہاں تک پہنچی کہ غازی عبدالرحمٰن جیسے مستند کانگریسی کو بھی امرت سر سے کانگریس اجلاس کا رکن منتخب نہ ہونے دیا گیا۔ اس کے باوجود احرار رہنما شاہد کی حیثیت سے کراچی کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ کراچی کانگریس کے اجلاس میں ہر ہندو کانگریسی گاندھی اروِن پیکٹ کی وجہ سے حکومت کے نشہ میں تھا۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی رہائی کے بعد گاندھی جی سے ملنے بمبئی تشریف لے گئے آپ کے ساتھ سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین تھے۔ ۱۰ اگست ۱۹۳۱ء کو بمبئی پہنچے۔ دفتار نے گاندھی جی سے درخواست کی کہ آپ ڈاکٹر انصاری کے بغیر گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے تو انگریز ساری دنیا میں ثابت کر دے گا۔ کہ کانگریس ہندوؤں کی جماعت ہے اور ہندوؤں کی نمائندہ ہے۔ گاندھی جی نے احرار رہنماؤں کے ان دلائل کو وزنی قرار دیا لیکن اپنے جانے کا ارادہ ملتوی نہ کیا۔

گاندھی جی کی یہ پہلی سیاسی غلطی تھی۔ انھوں نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ کانگریس کے بارے میں انگریز کی تعریف صحیح ہے۔

اگر گاندھی جی اس وقت گول میز کانفرنس میں ڈاکٹر انصاری کے بغیر شامل نہ ہوتے تو کانگریس کو ہندو جماعت ہونے کا سارٹیفکیٹ نہ ملتا۔ ڈاکٹر انصاری جیسے کانگریس کے رہنما اور وفادار کو نظر انداز کر کے گول میز کانفرنس میں گاندھی جی کی شمولیت نے اندر ہی اندر آزاد خیال مسلمانوں میں شک و شبہ کے دروازے کھول دیئے۔"

(صفحہ ۱۴۶ و ۱۴۷)

اب رئیس الاحرار کا خطبہ صدارت جو انھوں نے ۱۱ جولائی ۱۹۳۱ء کو دیا، اس کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

"میری خواہش ہے کہ پنجاب کے مسلمان اس کثرت سے کانگریس میں حصّہ لیں کہ دوسروں کو کانگریس میں جگہ نہ مل سکے۔ ہندو کہتا یہ ہے کہ مسلمان کانگریس میں آئیں اور چاہتا یہ ہے کہ نہ آئیں کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ مسلمان اگر کانگریس میں آئے تو ان کی پوٹینشل طاقت بڑھ جائے گی اور ہندوؤں کی قوم پرستی کا بائیان پر کھل جائے گا۔ ابھی تک کانگریس کے دفتروں میں مسلمانوں کو اچھوت سمجھنے والے ہندو موجود ہیں۔"

(صفحہ ۱۵۴)

مولانا کی سادگی و فریب خوردگی ملاحظہ فرمایئے۔

فرماتے ہیں:۔

"گاندھی جی اور کانگریس کا ہمیشہ یہ عمل رہا ہے کہ وہ قربانی اور کام تو آزاد خیال مسلمانوں سے لیتے ہیں اور سمجھوتہ ماڈریٹ مسلمانوں اور انگریز پرست مسلمانوں سے کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ جن مسلمانوں کو انگریز مسلمانوں کا نمایندہ کہتا ہے کانگریس بھی انھیں مسلمانوں کا نمایندہ کہہ کر سمجھوتہ کی بات چیت سے انکی پوزیشن مضبوط کر دیتی ہے۔ کیا آزاد خیال مسلمان کانگریس میں شامل نہیں ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ پٹیل جواہر لال نہرو پنجاب میں آئیں اور اپنا سوشلزم پھیلائیں تاکہ انھیں خود معلوم ہو جائے کہ پنجاب میں ہندو فرقہ پرست ہے یا مسلمان۔"

(صفحہ ۱۷۲)

آگے چلیئے:۔

"جن لوگوں نے نہرو رپورٹ کے لیے اپنی قوم سے بازاروں میں پتھر کھائے ان سے اس کے غرق کرنے کے وقت مشورہ بھی نہ لیا گیا۔ اس کے بعد گاندھی جی مکمل آزادی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں آزادی لینے کے لیے چلے گئے۔

(صفحہ ۱۷۶)

Marfat.com

پنڈت نہرو کے نام

اب پنڈت نہرو کے نام مولانا کے ایک خط کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ہوتا ہے :-

"میرے نزدیک نہ اب ہندوستان میں اسلامی حکومت ہے نہ آئندہ ہو گی۔ اس لیے فرقہ وارانہ فیصلے کو ماننے اور تبدیل کرنے سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن نامعلوم آپ جیسے آدمی کو کیوں اس سے دلچسپی ہے۔" صفحہ ۱۷۸ (۲ر جنوری ۱۹۳۷ء)

اب "رئیس الاحرار" کا پنڈت نہرو کے نام ایک اور خط کا اقتباس دیکھئے :-

"خواجہ عبدالرحمٰن غازی بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی امرتسری میرے ان دوستوں میں ہیں جن کی سیاسی قابلیت کا آلِ پنجاب میں مجھے نظر نہیں آتا۔ غازی صاحب نے جس دیانت داری جرأت اور دلیری سے گذشتہ پندرہ سال میں سخت سے سخت آزمائش کے وقت کانگریس کا ساتھ دیا اور اپنے دوستوں کی ہلکی سی مخالفت کو بھی کانگریس کے بارے میں برداشت نہیں کیا۔

آج فرضی اور بے قاعدہ انتخاب کر کے اس کو امرتسر کی کانگریس کمیٹی سے الگ کر دینے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ غازی صاحب کو الگ کرنے والے وہی لوگ ہیں جو بدقسمتی سے کانگریس کے نام پر پنجاب اسمبلی کے ممبر ہو گئے ہیں اور پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر کچلو ہیں جنھوں نے الیکشن کے زمانے میں علانیہ کانگریس کی مخالفت کی اور کہا تھا کہ مسلمان کو ۵۰ فیصدی حقوق دلانے کے لیے کونسل میں جا رہا ہوں۔"

آپ کی تقریر کا خلاصہ جو بمبئی میں مسٹر جناح کے خلاف کی ہے

Marfat.com

اخبارات میں شائع ہوا جس پر ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور مسلمان اخباروں نے آپ کے خلاف اڈیٹوریل نوٹ لکھے ہیں ہمیں خود مسٹر جناح سے بیسیوں باتوں میں سخت اختلاف ہے مگر ہم حتی الوسع احتیاط سے کام لیتے ہیں اور جھگڑا پیدا کرنا نہیں چاہتے مسٹر جناح کا ہندوستان میں کوئی مخالف ہو یا موافق لیکن ہر شخص انہیں دیانتدار سمجھتا ہے۔ الیکشن سے پہلے گورنمنٹ مسٹر جناح کو کسی قیمت پر خرید نہیں سکی۔ اور مرکزی اسمبلی میں کانگریس کی کامیابی مسٹر جناح کی رفاقت پر مبنی ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔"

ذرا آگے چل کر:۔

"کئی سال کے بعد ملک کی فضا پھر درست ہو رہی ہے کیا ہی اچھا ہو کہ اسے الفاظ کی تیزی سے بگڑنے نہ دیا جائے مسٹر جناح خیالات کے اعتبار سے آپ کے بہت قریب ہیں اس سے بہتر آدمی آپ کو نہیں ملے گا۔"

(۲ر فروری ۱۹۳۷ء)

مسٹر جناح کی لاہور میں آمد

"۱۹۳۶ء میں مسٹر جناح مسلم لیگ کی تنظیم اور الیکشن میں مسلم لیگیوں کو کھڑا کرنے کے سلسلے میں لاہور تشریف لائے اور غالباً نواب دولتانہ کے ہاں جناح صاحب کا قیام تھا۔ جناح صاحب پبلک جلسہ میں تقریر کرنا چاہتے تھے لیکن پنجاب کے سرکار پرست اور ماڈریٹ طبقے میں جرأت نہ تھی کہ وہ میاں فضل حسین کو ناراض کر کے جناح صاحب کے پبلک جلسے کا انتظام کریں۔ اسی قیام کے دوران میں مسٹر جناح سر فضل حسین سے ملے۔ سر فضل حسین نے مسٹر جناح سے گفتگو کرتے وقت یہ حرکت کی کہ دو انگریز سیکرٹریوں کو پردے کے پیچھے بٹھا دیا۔ یہ دونوں

Marfat.com

انگریز سیکرٹری مسٹر جناح کی گفتگو نوٹ کرتے رہے۔ مسٹر جناح چاہتے تھے کہ الیکشن کے بارے میں میاں فضل حسین سے گفتگو ہو۔ مگر سر فضل حسین کی گفتگو کا انداز یہ تھا کہ وہ معلوم کر سکیں کہ مسٹر جناح کہاں تک الیکشن میں اور الیکشن کے بعد کانگریس سے تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ مسٹر جناح غریب کو کیا معلوم تھا کہ یہ گفتگو رازداری سے نوٹ کی جا رہی ہے تاکہ وزیر ہند کو جناح صاحب کے خیالات سے مطلع کیا جائے۔ اس پیچیدگی میں کانگریس کے ساتھ اپنے اور مسلم لیگ کے اشتراک عمل کے متعلق جناح صاحب نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ فضل حسین نے گفتگو کے آخر میں مسٹر جناح سے کہا کہ آپ کانگریس میں مل جائیں یا اور کسی جماعت سے لیکن پنجاب میں مسلم لیگ کامیاب ہو سکتی ہے نہ اس کے ٹکٹ پر یہاں لوگ کھڑے ہوں گے۔ مناسب یہی ہے کہ آپ عزت کے ساتھ لاہور سے چلے جائیں اور کسی جلسہ کا یہاں پروگرام نہ بنائیں۔

مسٹر جناح ایک گھنٹہ کی گفتگو کے بعد بہت مایوس ہوئے اسی دن شام کو انھیں جب ایک سرکاری آدمی نے بتایا کہ فضل حسین کی کوٹھی میں دو انگریز سیکرٹری پردے کے پیچھے آپ کی گفتگو نوٹ کر رہے تھے تو انھیں اس کا بہت رنج ہوا۔"

(ڈاکٹر عبدالقوی کے مکان 67 میکلوڈ روڈ پر)

حبیب جناح ملاقات

"مسٹر جناح نے فضل حسین کے سلوک کے بعد رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی سے ملاقات کی۔ اس گفتگو میں چودھری افضل حق اور ڈاکٹر عبدالقوی نقمان شامل تھے مسٹر جناح نے فضل حسین سے اپنی گفتگو اور فضل حسین کی سازش کا ذکر کیا اور

Marfat.com

یہ بھی کہا کہ فضل حسین اس بات پر تُل گئے ہیں کہ میں لاہور میں کسی جلسہ میں تقریر نہ کر سکوں۔ اگر احرار میرا ساتھ دیں تو میں فضل حسین سے ٹکر لے سکتا ہوں۔ اس پر چودھری افضل حق صاحب نے کہا لیکن ہمیں خطرہ ہے کہ اگر ہم آپ کے ساتھ میدان میں آ گئے تو ہمیں چھوڑ کر جس طرح شفیع لیگ سے مل گئے تھے اُسی طرح پھر خان بہادروں سے جا ملیں گے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی نے مسٹر جناح سے کہا کہ آپ مسلم لیگ کو عوامی جماعت بنائیے۔ جب تک آپ اسے عوامی جماعت نہیں بنائیں گے۔ اس وقت تک آپ ٹوڈی مسلمانوں کے حلقہ سے باہر نہیں نکل سکتے ہیں۔ اور انگریز جب چاہتا ہے اپنے مفاد کے لیے ٹوڈی مسلمانوں کو آپ کے ساتھ کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے آپ سے جُدا کر دیتا ہے۔ جس کی یہ تازہ مثال آپ کے سامنے ہے گفتگو بڑی طویل تھی۔ جناح صاحب بہت مایوس تھے لیکن رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے انھیں حوصلہ دیا کہ آپ کی تقریر لاہور میں ہونی چاہیئے۔ احرار رضا کار آپ کے جلسے کی حفاظت کریں گے۔ مسٹر جناح اس پر بڑے خوش ہوئے اور طے ہو گیا کہ کل مسٹر جناح کی تقریر لاہور میں ہو گی۔ دوسرے دن مسٹر جناح کی تقریر ہوئی۔ احرار رضا کار سفید وردیوں میں جلسے میں تھے۔ جناح صاحب نے کامیابی سے تقریر کی۔ سر فضل حسین کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ جلسہ احرار کی طاقت پر ہو رہا ہے۔ اُس دن سے فضل حسین اور احرار رہنماؤں میں جنگ شروع ہو گئی۔ احرار کو مسٹر جناح کی حمایت کرنے کی سزا میاں فضل حسین نے مسجد شہید گنج گرا کر دی۔" (صفحہ ۱۹۳)

نوٹ:۔ یہ واقعہ تاریخی طور پر غلط ہے۔ مسجد شہید گنج ۱۹۳۵ء کا قصہ ہے اور جناح ۱۹۳۶ء میں لاہور تشریف لائے تفصیلی طور پر تبصرہ و تنقید

Marfat.com

موزوں و مناسب مقام پر کی جائے گی۔ (مؤلف)

دہلی میں حبیب جناح ملاقات

"اسی دوران میں مسٹر جناح نے جمعیۃ علماء ہند کے ناظم مولانا احمد سعید صاحب سے گفتگو شروع کی اور اس گفتگو میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کو خاص طور سے مدعو کیا گیا۔ مسٹر جناح دہلی کے ایک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے اور اسی ہوٹل میں سر فیروز خان نون بھی تھے۔ صبح کو نو بجے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی جناح صاحب سے گفتگو کرنے کے لیے گئے تو سر فیروز خان نون نے مولانا سے طنزاً کہا کہ جناح صاحب کو کامیاب کرائیے۔ ..... مسٹر جناح نے بڑی کوشش کی کہ احرار کسی طرح مسلم لیگ میں آجائیں مسٹر جناح نے مولانا حبیب الرحمٰن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ آپ مجھ سے مل جائیں تو میں ان سرکار پرستوں کو سزا دے سکتا ہوں۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ میدان عمل میں ٹھہر نہ سکیں گے اور ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ سیاست میں کسی پر سو لہ آنہ یقین کرنا نہ صرف نادانی ہے۔ بلکہ سیاسی عدم تدبر کا ثبوت ہے۔ مولانا احمد سعید صاحب مسٹر جناح کے ساتھ پارٹی بنانے میں مشروط طور پر متفق ہو گئے۔ لیکن مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے مسلم لیگ کے مشترکہ محاذ میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔"

(صفحہ ۱۹۴)

سلیم پور ہاؤس لکھنؤ میں کانگریس لیگ اتحاد کا مشورہ

۱۹۳۶ء کے رمضان المبارک میں مولانا ابوالکلام آزاد الیکشن کی تیاریوں

Marfat.com

کے سلسلہ میں لکھنؤ تشریف لائے اور سلیم پور ہاؤس میں قیام کیا۔ چودھری خلیق الزماں کے ذریعے یو۔پی مسلم لیگیوں سے کانگریس لیگ مشترکہ محاذ کی گفتگو میں شروع ہوئیں۔ یو۔پی میں جمعیتہ علماء ہند کا بے پناہ اثر تھا۔ اس لیے یو۔پی کا الیکشن بلا جمعیتہ علماء کی مدد کے جیتا نہیں جا سکتا چنانچہ جمعیتہ علماء کے رہنما بھی اس گفتگو میں شامل تھے۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی سلیم پور ہاؤس میں مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ ٹھہرے اور چودہ دن تک قیام کیا رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اس بات پر متفق نہ ہوئے کہ وہ یو۔پی اور پنجاب میں مسلم لیگ کے مقابلے میں اپنے نمائندے نہیں کھڑے کریں گے لیکن کانگریس لیگ اور جمعیتہ علماء کا اتحاد ہو گیا سوال یہ تھا کہ الیکشن میں مسلم لیگ کے امیدواروں پر روپیہ کون خرچ کرے اس بارے میں پنتھ جی اور خلیق الزماں میں بات چیت طے ہو گئی۔ کہ کانگریس مسلم لیگ کے امیدواروں کی ہر طرح مدد کرے گی الیکشن بار کونسل کی پچاس ہزار روپے کے خرچ کا تخمینہ تھا مسلم لیگ الیکشن کے نگران چودھری خلیق الزماں بنائے گئے۔ چودھری صاحب اس وقت تک کانگریسی تھے۔ انھیں صرف کانگریس نے الیکشن کی کامیابی کے لیے مسلم لیگی بنوایا۔"

ذرا آگے چل کر

یو۔پی کا الیکشن

اس تنظیم کے تحت یو۔پی میں کانگریس اور مسلم لیگ کے الیکشن لڑے گئے ضلع بستی سے مولانا محمد قاسم صاحب احرار کے ٹکٹ پر کھڑے ہوئے تھے تو وہاں ان کی مخالفت کے لیے پنتھ جی خود تشریف

Marfat.com

لے گیے اور مسلم لیگ اُمیدوار کے مقابلے میں مولانا قاسم صاحب کی مخالفت کی یہی حال سہارنپور کے ضلع میں نواب مقصود علی خاں صاحب کی سیٹ پر ہوا یہاں ایک طرف مسلم لیگ اور کانگریس اور جمعیتہ علمائے ہند تھی اور دوسری طرف صرف احرار رہنما مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کام کر رہے تھے۔ اس سیٹ پر معاملہ اس قدر نازک ہوگیا کہ ایک طرف حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور دوسری طرف سے سیّد عطاء اللہ بخاری۔ اس الیکشن کے سلسلہ میں حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ایک مدّت تک مولانا سیّد عطاء اللہ بخاری سے ناراض رہے۔ آخر ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء کو جمعیتہ کے اجلاس مراد آباد میں سیّد عطاء اللہ صاحب بخاری نے بڑی مشکل سے حضرت شیخ الاسلام کو راضی کیا۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے مولانا سیّد عطاء اللہ صاحب کی طرف سے وکالت کی جس پر معاملہ ختم ہوا۔"

لیگ کانگریس کا اختلاف

ملاحظہ فرمائیے:۔

"الیکشن کے بعد کانگریس کو ہندوستان کے سات صوبوں میں غالب اکثریت سے کامیابی حاصل ہوئی اور مسلم لیگ کو کسی بھی صوبے میں سوائے یو۔پی کے کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔ پنجاب میں صرف راجہ غضنفر علی کامیاب ہوئے جو مسلم لیگ کے واحد نمائندہ تھے۔ جناح صاحب کانگریس دوستی کی بنا پر اس خیال میں تھے کہ کانگریس کے ساتھ کولیشن وزارتیں بنا کر مسلم لیگ کی عزت کو بچا لیا جائے۔ لیکن کانگریس کے رہنما الیکشن کے بعد

Marfat.com

مسلم لیگ کو کسی حیثیت سے ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ سب سے بڑا مسئلہ یو۔پی مسلم لیگ کا تھا۔ چودھری خلیق الزماں سے وزارت کا پیشگی وعدہ ہو چکا تھا لیکن پنتھ جی یہ ماننے کے لیے تیار نہ تھے کہ وزارت میں تین مسلمان لیے جائیں۔ پنتھ جی چودھری خلیق الزماں کو وزارت میں لینے کو تیار تھے لیکن بہ حیثیت مسلم لیگی کے وہ بھی تب جبکہ وہ کانگریس کے پروگرام پر دستخط کر دیں۔ چودھری صاحب کا یہ کہنا تھا کہ میری سیٹ تو خود کانگریس ہی کی سیٹ ہے مسلم لیگی کی حیثیت سے جو سیٹ دی جائے وہ نواب اسمٰعیل خاں کو دی جائے۔ مگر چونکہ قدوائی مرحوم کو وزارت میں لینا ضروری تھا۔ اس لیے تیسری سیٹ کے لیے نواب اسمٰعیل خاں کو منظور نہ کیا گیا۔

اس طرح صرف وزارت کی ایک سیٹ کو منظور نہ کرنے کی بناء پر کانگریس اور لیگ میں نہ صرف اختلاف پیدا ہوا۔ بلکہ یہ اختلاف دشمنی کی حد تک پہنچا۔ اس طرح کانگریس نے پاکستان بنانے کی پہلی اینٹ خلیق الزماں اور نواب اسمٰعیل خاں کو وزارت میں نہ لے کر اپنے ہاتھ سے رکھ دی۔ ڈاکٹر محمد اشرف صاحب یو۔پی کی وزارت میں لیگ کی ناکامی یا کانگریس کی وعدہ خلافی کے بعد مسلم لیگ کے انتقام کی داستان کو ان الفاظ میں لکھتے ہیں

مسلم لیگ کا عوامی دور

"اب مسٹر جناح اور اُن کے "صاف باطن" اور پاک طینت ہمدرد کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ مسلم عوام کے پاس قومی زندگی یا موت کا پیام لے کر جائیں اور کانگریس سے انتقام لینے کے لیے وہ سب جمع کریں جو ان کے کانگریسی اور خلافتی نے کانگریس میں رہ کر سیکھے تھے۔ چنانچہ اب چشم زدن میں لیگ بھی ممبروں کی عام بھرتی کے لیے نکل

Marfat.com

کھڑی ہوئی بلکہ اس نے چار آنے کی بجائے اس کی ممبری کا چندہ دو آنے رکھا۔ ترنگے جھنڈے کی جگہ ہرا اسلامی جھنڈا لہرایا گیا۔ کانگریس نے سماجی حلقوں کے لیے ایک کمیٹی بنائی تھی۔ لیگ نے بھی اس کی طرز میں سوشل پروگرام کی کمیٹی بنا ڈالی۔ نواب صاحب چھتاری (سابق گورنر یوپی) اس کے کنوبر چنے گیے۔ زیادہ ضروری یہ تھا کہ کانگریس وزارتوں کا مسلم دشمنی کا مرثیہ لکھوا کر جگہ جگہ پڑھا جائے۔ یہ فریضہ راجہ صاحب پیرپور کے سپرد ہوا اور تھوڑے دن بعد بجائے انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کے کانگریسی وزارتوں کو نکال کر باہر کرنے کے لیے "یوم نجات" سارے ہندوستان میں منایا گیا۔ اور ہر مسلمان

مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ

اور جو نہ آئے ان کے حق میں غدّاری کا فتویٰ عاقبت میں نار جہنّم لکھ دی گئی۔ اب جناح مسٹر نہیں قائداعظم کہلاتے تھے۔ اگر وہ یورپین نما ہندوستانی ... نہ ہوتے تو شاید امیرالمؤمنین بن جاتے۔ بہر نوع قائداعظم نے اعلان کر دیا کہ تاریخ۔ قانون۔ کلچر غرضیکہ ہر لحاظ سے مسلمانان ہند ایک جداگانہ قوم ہے۔ ان میں اور ہندوؤں میں کوئی سماجی۔ ثقافتی یا مذہبی قدر مشترک سرے سے ہے، نہ آئندہ ہو سکتی ہے۔ اب صوبوں کی اسمبلیوں کے ضمنی انتخابات اس قومیت کی آزمائش کے لیے میدان جنگ قرار پائے اور انتخابات میں گفتگو سیاسی پروگرام کی نہیں بلکہ شریعت اور ایمان کے بارے میں ہوتی تھی۔ کانگریس کے مسلمان چاہے ابوالکلام یا حسین احمد مدنی ہی کیوں نہ ہوں کم از کم زر خرید ورنہ بے دین ضرور قرار دئے جاتے تھے۔ فرض کیجئے کہ یہ تہمت بھی کارگر نہ ہوئی تو پھر لچھرے اور ڈنڈے کی باری آ سکتی تھی۔ ایک مرتد کی سزا دہی کے لیے از روئے شرع ہر کارروائی جائز ہے۔ یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے اور یہ مناظر میری آنکھوں نے درجنوں بار اور جانے کتنی جگہ دیکھے ہیں۔"

منقول ہفتہ وار "عوامی دور" نئی دہلی ۲ جنوری ۱۹۴۰ء (از رئیس الاحرار صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۸)

Marfat.com

نوائے وقت

اس کتاب کے مزید اقتباسات ہم آئندہ چل کر پیش کریں گے۔ اور حسب وعدہ تنقید و تبصرہ بھی اس خیال سے کہ آپ ایک ہی قسم کے اقتباسات پڑھتے پڑھتے اکتا نہ جائیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ایک تقریر جو پشاور میں ارشاد فرمائی اور نوائے وقت یکم جولائی ۱۹۴۶ء میں شائع ہوئی۔ آپ اُسے پڑھیں اور اندازہ فرمائیں کہ ان کے اور نیشنلسٹ علماء کے زاویہ نگاہ میں کتنا فرق ہے۔

"وہ دن دُور نہیں جب اسلام تمام دُنیا کو اپنے آغوشِ رحمت میں لے لے گا"
"مسلمان زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے"

مولانا شبیر احمد عثمانی کی پشاور میں تقریر

پشاور۔ ۳۰ جون پشاور مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس کی صدارت کے فرائض خان غذا خان صدر ضلعی مسلم لیگ نے سرانجام دئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی صدر جمعیت العلمائے اسلام نے عوام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ مسلم لیگ قوم اس وقت تک زندہ و پائندہ رہے گی جب تک یہ نظام دُنیا برقرار رہے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کو بھاما اور گڑھ مکتیسر کے واقعات سے ختم کیا جا سکتا ہے تو وہ بے وقوف اور احمق ہے مسلم قوم اس سے بھی زیادہ طوفان انگیز انقلابوں سے گذر چکی ہے اور اس قسم کی بیسوں خونآشام جنگوں سے کامران و سرخرو ہو کر نکل چکی ہے۔ اس قوم کو جس قدر کچلا گیا اتنی ہی طاقتور یہ قوم ہوتی گئی۔ آپ نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا وہ وقت آئے گا جب اسلام چار دانگ عالم میں

Marfat.com

پھیل جائے گا۔ اور تمام ذی الروح حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے
آپ نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنی صفوں کو مضبوط بنائیں
اور خود کو اتحاد و اتفاق کی لڑی میں منسلک کریں خان عبدالغفار خاں
اور ان کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مدظلہ العالی نے فرمایا
کہ اگر خان عبدالغفار خاں اپنے عقیدے کے مطابق مخلص ہیں اور
صوبہ سرحد میں اسلامی شریعت کے مطابق جمہوری حکومت کے
قیام کے متمنی ہیں۔ تو انھیں چاہیئے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو
جائیں کیونکہ اس طرح وہ پاکستان کو زیادہ مضبوط اور طاقتور
بنا سکتے ہیں۔" (نوائے وقت یکم جولائی ۱۹۴۷ء)

آپ نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ارشادات پڑھ لیے اب مولانا
ابوالکلام مرحوم کا کردار دیکھیے۔

"مولانا آزاد اب قوم پرست مسلمانوں کو منظم کریں گے"
کانگریس کو قومی جماعت ثابت کرنے کی کوشش

کلکتہ ۱۹ر جولائی معلوم ہوا ہے کہ صدر کانگریس مولانا آزاد
نے نام نہاد قوم پرست مسلمانوں کو منظم کرنے کا تہیہ کر لیا ہے تاکہ
وہ ان کا ایک مضبوط محاذ قائم کر کے دنیا کے سامنے یہ ڈھونگ
پیش کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ کہ مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ
انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ ہے۔ کلکتہ کے بعد وہ وارجلینگ
میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وارجلینگ سے واپسی پر وہ ہندوستان
کے طول و عرض سے ان نام نہاد قوم پرست مسلمانوں کو ڈھونڈ کر
ان کا کوئی اجلاس بلائیں گے تاکہ ان منتشر بھیڑوں کو ایک پلیٹ
فارم پر لایا جا سکے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مولانا آزاد اپنے اس مبارک
اقدام کے لیے ہندوستان کے صدر مقام دہلی کو منتخب فرمائیں گے۔"
(نوائے وقت ۲۰ر جولائی ۱۹۴۵ء)

Marfat.com

نوائے وقت ۳ مئی ۱۹۴۶ء صفحہ ۳ ملاحظہ فرمائیے :-

"فاعتبروا اولی الابصار"

"نام نہاد نیشنلسٹ مسلمانوں کے نام نہاد لیڈروں نے جن میں ماشاء اللہ مولانا حسین احمد مدنی، شیخ حسام الدین بھی شامل ہیں۔ ایک روایت کے مطابق برطانوی سفارشات پر یوں تو اظہار پسندیدگی فرمایا ہے۔ کہ ہندوستان کی آزادی کی منزل قریب تر آگئی ہے۔ مگر پنجاب، سرحد اور سندھ اور بنگال و آسام کی مجوزہ گروپنگ پر ناک بھوں چڑھائی ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس سے فرقہ پرستی کو تقویت پہنچے گی۔

یہ مولوی صاحبان اکثر یہ فرمایا کرتے ہیں کہ کانگریس کی پالیسی سے تو ہم بھی بیزار ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کانگریس پر ہندو سبھائی خیالات کے لوگوں کا قبضہ ہے۔ مگر پہلے انگریز کو تو ہندوستان سے نکال لو پھر ہم ان ہندوؤں سے نپٹ لیں گے۔ مگر اب وزارتی سفارشات کے کس حصہ پر اعتراض کر رہے ہیں؟ اُس حصہ پر جس کی رُو سے مسلمان اکثریت کے علاقوں کو مرکزی "کامل غلامی" سے بچانے کے لیے تھوڑی بہت گنجائش رکھی گئی ہے۔ ان "مجاہدین" کو اس پر تو خوشی ہے۔ کہ ہندوستان آزاد ہو رہا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ غم بھی لاحق ہے۔ کہ پنجاب۔ سندھ اور سرحد پر اس "ہندوستان" کی غلامی کا جُوا مضبوط کیوں نہیں مسلمانوں کے نام سے مسلمانوں کی شکل و صورت اور مسلمانوں کی لیڈری کا دعوے مگر اعتراض کس بات پر؟ اس پر کہ مسلمانوں کو ہندو اکثریت کا پورا غلام کیوں نہیں بنایا گیا

Marfat.com

فاعتبروا یا اولی الابصار

اب ۱۴ جون ۱۹۴۶ء روزنامہ "نوائے وقت" کا اداریہ ملاحظہ ہو:-

اداریہ نوائے وقت

"یہ اتفاق مبارک ہو مومنوں کے لیے

خبر رساں ایجنسیوں کی روایت ہے کہ "شیخ الہند" "استاذ الحدیث" حضرت "مولانا مولوی حسین احمد مدنی" صدر جمعیت العلمائے ہند بھی مرکز میں ہندو مسلم مساوات تناسب اور صوبوں کی لازمی گروپ بندی کے مخالف ہیں۔ روایت صحیح ہی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت "مولانا" کی صدارت بابرکت میں جمعیت العلمائے ہند کی ورکنگ کمیٹی نے جو قرار دادیں منظور کی ہیں وہ ان ہی خطوط پر مبنی ہیں حضرت "مولانا" کے دوسرے دلائل و براہین تو خیر چھوڑ دیجئے۔ کہ یہ دلائل وہی ہیں۔ جو پنجاب کے ہندو کانگریسی جمعیت العلماء کی ورکنگ کمیٹی کے جلسہ سے بہت پہلے دہرا چکے ہیں۔ صرف "مولانا" کی اس منطق کی داد دیجئے کہ صوبوں کی لازمی گروپ بندی اس لیے ناقابل قبول ہے کہ اس سے حق خود اختیاری کی تنقیص ہوتی ہے!

اور حق خود اختیاری کے تسلیم کیے جانے کی کیا صورت ہے؟ یہ کہ مسلمان اکثریت کے صوبوں پنجاب۔ سرحد۔ سندھ۔ بلوچستان۔ بنگال اور آسام کو زبردستی ایک ایسی مرکزی یونین حکومت کے ماتحت رہنے پر مجبور کیا جائے۔ جس میں ہندو ۵۷ فی صدی اقتدار کے مالک ہوں گے۔ اور مسلمانوں کو انتظام و انصرام حکومت میں صرف ۲۵ فی صدی حصہ ملے گا۔

Marfat.com

مولوی ابوالکلام آزاد نے کانگریس کے صدر کی حیثیت سے وزارتی مشن کو جو خط لکھے اُن میں صوبوں کی لازمی گروپ بندی اور مرکز میں ہندو مسلم مساوات تناسب کی اس شدومد کے ساتھ اور اس انداز میں مخالفت کی گئی تھی کہ مسلمان حیران ہوتے ہیں۔ کہ کیا ان خطوط کے لکھنے والا کوئی مسلمان ہے؟ وہ "امام الہند" کے خطوط تھے اب مسلمان "شیخ الحدیث" کے ارشادات سنیں اور سر دھنیں۔

"ہندوؤں میں سے بنگال کے ہندو کانگریسی لیڈر بھی گروپ بندی کے خلاف لب کشائی نہ کریں اور آسام کے بنگالی ہندو کانگریسی لیڈر کھلم کھلا گروپ بندی کی حمایت کریں اور یہ کہیں کہ اسی میں بنگال اور آسام کا بھلا ہے لیکن مسلمانوں کے علمائے کرام کو برطانوی سکیم میں کوئی مذہبی یا سیاسی سقم نظر نہیں آتا اگر ان کی نگاہ اسکیم کی کسی خامی اور نقص پر پڑتی ہے۔ تو یہ خامی لازمی گروپنگ کی خامی اور یہ نقص مرکزی حکومت میں ہندو مسلم مساوات تناسب کا نقص ہے۔ اور اس پر یہ گلہ ہے۔ کہ مسلمان ہمیں کو کو تسلنگ کہتے ہیں"۔

جہاں کانگریس کے ہمنوا و ہمقدم کانگریسی علماء نے قرآن عزیز کی تفسیر ہی کو گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ بنا دیا اور "متحدہ قومیت" اور "وطنیت" کے نظریہ کی صداقت و اہمیت کو منوانے کے لیے پوری پوری کوشش کی اور ان باطل نظریات کو اسلام کا مقدس لبادہ پہنانے کے لیے اپنی پوری صلاحیتیں مرکوز کر دیں وہاں حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے ہمفکر و ہمخیال اور حضرت قائداعظمؒ کے شیدائیوں اور مسلمانانِ ہند کے صحیح و حقیقی خادموں نے ان زہریلے اثرات سے مسلمان کے دل

Marfat.com

دماغ کو محفوظ و مصئون کرنے کے لیے ان باطل و فاسد خیالات و نظریات کی تردید کے لیے اپنی خدا داد بصیرت و صلاحیت کو وقف کر دیا جس وقت نیشنلسٹ علماً مقدس جبّوں اور عماموں کو لیے ہوئے ریشِ دراز کے سرٹیفکیٹوں کے ساتھ مفادِ مسلم کی مخالفت کے لیے کمربستہ تھے۔ تو اسی پُرآشوب اور نازک دور میں اقبالؒ کے تربیت یافتہ ملّت کا درد رکھنے والے حسّاس و غیور فرزندانِ ملّت نظریۂ پاکستان کو پھیلانے اور سمجھانے کے لیے اپنی زندگی کے شب و روز صرف کیے ہوئے تھے۔ اُس دَور میں ایک پمفلٹ "سوراجی اسلام" کے نام سے شائع ہوا جس کا مطالعہ ناظرین کو نظریۂ پاکستان اور تحریک پاکستان کو سمجھنے میں کافی مدد دے گا۔ اس پمفلٹ کی اہمیت کے پیش نظر ہم مناسب و موزوں خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ مکمّل طور پر آپ کی نذر کیا جائے تاکہ تحریک پاکستان کا پس منظر اور اس کے نقوش و خطوط آپ کے سامنے واضح اور نمایاں ہو سکیں۔ یہ پمفلٹ "طلوع اسلام" نے شائع کیا۔

سوراجی اسلام

عام طور پر کہا جاتا ہے۔ کہ جب کانگریس کے دستور اساسی میں یہ بات موجود ہے کہ سوراج حاصل ہونے کے بعد ہندوستان کی مختلف اقوام کی مذہبی آزادی برقرار رکھی جائے گی۔ تو پھر مسلمان اپنے مذہب کے تحفّظ کے لیے اور کیا ضمانت چاہتے ہیں یہ دلیل ایسی نظر فریب اور خوش آئند ہے کہ اچھے اچھے سمجھدار اس کے دامِ تنویر میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور عوام جو بالکل سطح بین ہوتے ہیں ان کے پاس تو اس کا جواب ہی کچھ نہیں ہوتا

Marfat.com

لیکن آیئے تو ذرا دیکھیں کہ قرائن سے جو کچھ پتہ چلتا ہے ... اس کی رو سے سوراج حاصل ہونے کے بعد جس مذہب کی آزادی مسلمانوں کو حاصل ہوگی وہ کونسا مذہب ہوگا۔ کیا وہ اسلام ہی ہوگا یا کسی اور چیز کا نام اسلام رکھ دیا جائے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ سوراج کے بعد ہندوستان کی "متحدہ قومیت" کا نظام حکومت جمہوری ہوگا اور اس متحدہ قوم کی تقدیروں کے مالک مختلف خیالات کے نمائندوں کی جماعت کے افراد ہوں گے جن کی کثرت آراء سے تمام معاملات کا فیصلہ ہوا کرے گا۔ اور جو معاملہ اکثریت کی رائے سے طے ہو جائے گا۔ وہ ملک کا قانون بن جائے گا۔ جس کی خلاف ورزی جرم ہوگی لہٰذا ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ مختلف سیاسی معتقدات کی وہ جماعتیں جن کے ہاتھ میں زمام حکومت ہوگی۔ مذہب سے مفہوم کیا لیتی ہے۔ اس لیے کہ جب مذہبی آزادی یا مذہبی معاملات میں دخل اندازی کا سوال پیدا ہوگا۔ تو سب سے پہلے تو یہ ہی سوال اٹھے گا کہ وہ مذہب جس کی آزادی کا حکومت نے وعدہ دیا ہوا ہے اس کی تعریف کیا ہے۔ کون کون سے معاملات مذہب کی حدود کے اندر ہیں اور کون سے اس کے باہر۔

سب سے پہلے قدامت پسند ہندوؤں کی اس جماعت کو لیجئے۔ جس کے نمائندے مہاتما گاندھی ہیں۔ ہم فرض کیے لیتے ہیں کہ یہ جماعت اپنے اس اعلان میں مخلص ہے کہ سوراج کے بعد مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ اس جماعت کے نزدیک مذہب نام ہے چند رسومات کا اور چند عبادات کا اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ عقائد یا عبادات میں بھی کسی کا اشتراک یا اتحاد ہو۔

Marfat.com

ایک فرقہ کرشن بھگت ہے اور دوسرا رام اوپاسک، سناتن دھرم والے مورتی پوجا کرتے ہیں لیکن آریہ سماج والے مورتی کھنڈن (بت شکنی) کے قائل ہیں۔ ویدانت کے قائل مادہ کو مایا (سراب) سمجھتے ہیں اور آریہ سماج روح مادہ دونوں کو ازلی اور ابدی مانتے ہیں۔ بنگال کے ہندو کالی ماتا کی پوجا کرتے ہیں اور ستیارتھ پرکاش اس دیوی کو ڈائن قرار دیتی ہے۔ سناتن دھرمی دونوں کی تقسیم پیدائش کے لحاظ سے کرتے ہیں اس لیے اچھوت ان کے نزدیک پیدائشی اچھوت ہیں۔ لیکن آج خود مہاتما جی اس بات کے لیے پران تیاگنے کو تیار ہو جاتے ہیں کہ اچھوت کو اچھوت کیوں سمجھا جاتا ہے۔

ان تمام اختلافات کے باوجود یہ سب ہندو ہیں اور ان میں سے کوئی بات بھی ہندو دھرم کے خلاف نہیں ہے۔ حتیٰ کہ پنڈت جواہر لعل نہرو ناستک ہیں خدا کے بھی منکر ہیں وہ بھی ہندو ہیں وہ اپنی خود نوشت سوانح حیات (میری کہانی) میں علانیہ اس امر کی شکایت کرتے ہیں کہ میں نے ہندو دھرم کی ایک ایک بات کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ خدا کا بھی انکار کر دیا لیکن ہندو دھرم پھر بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑتا بلکہ مجھے اب تک برہمن قرار دیے جاتا ہے۔ بدھ مت اور جین مت ایسے مذاہب ہیں جن کو دوسرے ہندوؤں کے مذہب سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں وہ خدا کے قائل نہیں۔ ویدوں کو نہیں مانتے۔ ان کی اپنی کتابیں الگ ہیں ہندو دھرم بدھ مت کو اس قدر غیر ہندو سمجھتا تھا کہ یہاں کے ہندوؤں نے تمام بدھوں کو ایک ایک کر کے برما۔ چین۔ تبت اور جاپان کی طرف نکال دیا لیکن اب پھر بدھ مت اور جین مت کو ہندو دھرم

Marfat.com

کے دائرے کے اندر لیا جاتا ہے۔ اس لیے اس جماعت کے نزدیک تو مذہب محض کسی ایسے ذہنی نظریہ کا نام ہے جس کی کوئی تعریف ہی نہیں کی جا سکتی باقی رہے معاشرتی، معاشی سیاسی معاملات تو وہ مذاہب کے احاطہ سے باہر ہیں۔ ان کا حل ارباب سیاست کے ذمہ ہے۔ مذہب سے متعلق یہی نظریہ انگریزوں کے سامنے ہے ان کے نزدیک بھی کلیسا اور سلطنت دو الگ شعبے ہیں۔ بلکہ وکٹوریہ کے منشور کی رُو سے آج بھی مسلمانوں کو مذہبی معاملات میں "کامل آزادی" حاصل ہے۔ اور حکومت مذہبی معاملات میں دخل انداز نہیں ہوتی لیکن یہ مذہب ہے کیا جو حکومت کی مداخلت سے باہر ہے۔ وہی چند رسومات اور عبادات۔ آپ دن رات قرآن کریم کا درس دیتے رہیئے۔ کوئی مزاحم نہیں ہوگا۔ لیکن اگر کسی آیت کی تفسیر حکومتِ وقت کے قانون سے ٹکرا جائے تو اس مذہبی آزادی کا جو حشر ہوتا ہے۔ اس کا حال مقدمہ کراچی کے اسپران اور مالٹا کے نظر بندوں سے پوچھیئے۔ اس لیے کہ قرآن کریم کی تلاوت تو مذہب میں داخل ہے۔ لیکن ملکی اور سیاسی معاملات میں تو آپ کو ملک کے قانون کے تحت رہنا ہوگا۔ مذہب "ثواب" حاصل کرنے کے لیے ہے نہ کہ زندگی کے معاملات کا عملی حل تلاش کرنے کے لیے۔ اب آپ خود اندازہ لگا لیجئے کہ اس نظریہ کے ماتحت آپ کو جس قسم کی "مذہبی آزادی" حاصل ہوگی۔ وہ آج کی "غلامی" سے کتنی بہتر ہوگی۔

قدامت پرستوں کی دوسری جماعت وہ ہے جس کی نمایندگی کا شرف ہندو مہاسبھا کو حاصل ہے۔ اور یہ وہ جماعت ہے۔ جس کی ملک میں اکثریت ہے کچھ وقت ہوا کہ ان کی اکثریت میں کچھ شبہ

Marfat.com

ہونے لگا جب کہ اچھوتوں نے تقاضا کیا تھا کہ ہمیں جداگانہ نیابت حاصل ہونی چاہیئے۔ اس وقت ان مظلوموں کی ہمدردی کے جذبہ نے جوش کھایا۔ بڑے بڑے مہاتما نش ہندوؤں نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ پونہ میں پران تیاگ برت رکھے گیے۔ بڑے بڑے اونچے گھرانے کے ہندوؤں نے اپنے آپ کو ہریجن کہلانا شروع کر دیا۔ اور اس مظلوم طبقہ کی زبوں حالی کے احساس نے اس وقت تک چین نہ لینے دیا۔ جب تک یہ یقین نہ ہو گیا کہ ہندو مہاسبھا کی اکثریت خطرے میں نہیں ہے۔ مہاتما جی نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ اب زندگی کا مقصد اسی اکثریت کے تحفظ کو قرار دے لیا ہے۔ اس طبقہ کے جو خیالات مسلمانوں کے مذہب سے متعلق ہیں۔ اس کے لیے دیوتا سروپ بھائی پرمانند ڈاکٹر مونجے اور مسٹر ساورکر کے شبھ نام کافی ہیں۔ ان کی وہ آرزوئیں جو مسلمانوں کے خلاف ان کے سینوں میں موجزن ہیں ان کا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

"ملکی اور مذہبی نقطۂ خیال سے مسلمانوں کو ویدک دھرم اور ویدک تہذیب کے نزدیک لانا از حد ضروری ہے۔ جب تک مسلمان سرزمین حجاز کے عاشق ہیں۔ عرب کی سرزمین اور کھجوروں پر جاں نثار کرتے ہیں۔ اور کوثر کو گنگا پر ترجیح دیتے ہیں وہ ہندوستان سے محبت نہیں کر سکتے اس لیے ملک میں ایک قوم پیدا کرنے کے لیے لازمی ہے کہ ہم ویدک دھرم کا پیام جلد از جلد ان تک پہنچائیں"

(آریہ مسافر مارچ ۱۹۳۸ء)

اس قسم کی باتوں کے جواب میں مسلمانوں کو یہ کہہ کر فریب دے دیا جاتا ہے کہ یہ ہندوؤں کے متشدد کٹر، متعصب مہاسبھائیوں

Marfat.com

کے خیالات ہیں۔ کانگریسی ہندوؤں کے ایسے خیالات نہیں ہیں
سو اوّل تو یہ چیز ہی محل نظر ہے کہ ایک کانگریسی ہندو کے
مسلمانوں کے متعلق یہ خیالات نہیں ہوتے جہاں تک اسلام سے
متصادم ہونے کا تعلق ہے، ہندو ہندو ہی ہے خواہ وہ کانگریسی
ہو، خواہ مہاسبھائی بلکہ یہاں تک دیکھنے میں آیا ہے۔ جو ہندو عیسائی
ہو جاتا ہے جب عیسائی اور ہندو کا مقابلہ ہوتا ہے تو وہ عیسائی
ہوتا ہے لیکن جب ہندو اور مسلمان کا مقابلہ ہوتا ہے تو وہ یکسر
ہندو ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہ قرآن کریم کا فیصلہ ہے کہ کوئی غیر
مسلم مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر کبھی خوش نہیں ہو سکتا فرمایا:۔
"اے پیروان دعوت ایمانی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ایسا نہ
کرو کہ اپنے آدمیوں کے سوا (من دونکم) کسی دوسرے کو اپنا
ہمراز و معتمد[1] بناؤ۔ ان لوگوں[2] کا حال یہ ہے کہ تمہارے خلاف
فتنہ انگیزی میں کمی کرنے والے نہیں جس بات سے تمہیں نقصان پہنچے
وہی انھیں پسند ہے۔ ان کی دشمنی تو ان کی باتوں ہی سے ظاہر
ہے لیکن جو کچھ دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بڑھ کر ہے اگر تم سمجھ
بوجھ رکھتے ہو تو ہم نے فہم و بصیرت کی نشانیاں تم پر واضح کر دیں (۳/۱۱۷)
(ترجمہ از مولانا ابوالکلام۔ ترجمان القرآن جلد ۱ صفحہ ۳۰۵)
یعنی قرآن کریم نے خود غیر مسلموں کی ہر دو جماعتوں کی تفریق کر دی
ایک تو وہ کہ جن کی اسلام سے دشمنی ان کی باتوں سے ظاہر ہو جاتی ہے
اور دوسرے وہ جو بات کہنے میں محتاط رہتے ہیں۔ لیکن جو ان کے دلوں

---

[1] یعنی دشمنوں کا نہ کہ اپنے آدمیوں کا۔ [2] معلوم نہیں مولانا آزاد نے ہندوؤں کو اپنا ہمراز بنایا ہے یا نہیں؟ وہ اگر اس کا اعلان کر دیں تو آج ہی معاملہ صاف ہو جائے منہ ۱۲

Marfat.com

ہیں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بڑھکر جو ظاہر ہو جاتا ہے قرآن کریم نے (من دونکم) سے صاف طور پر ظاہر فرما دیا ہے کہ اسلام کے ساتھ دشمنی میں سب غیر مسلم شامل ہیں اور ان کے ساتھ رازداری اور اعتماد کے تعلقات قطعاً جائز نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ "کانگرسی ہندو" مسلمانوں کا دشمن نہیں مہاسبھائی ہندو" دشمن ہے۔ نہ صرف خود فریبی ہے۔ بلکہ قرآن کریم کی کھلی ہوئی تکذیب بھی ہے۔

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ہندوؤں میں اکثریت کن کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اکثریت مہاسبھائیوں کی ہے اور چونکہ جمہوری نظام میں فیصلے اکثریت کی مرضی کے مطابق ہوا کرتے ہیں لہٰذا یہ واضح ہے کہ اس قسم کی اکثریت کے ماتحت مسلمانوں کو کس قسم کے مذہب کی آزادی حاصل ہوگی"۔

اکثریت کی تو آج بھی یہ حالت ہے کہ سناتنی بچارے لاکھ چلّا رہے ہیں کہ سارداایکٹ ہمارے دھرم کے خلاف ہے کوئی ایک نہیں سنتا۔ وہ چیخ رہے ہیں کہ اچھوتوں کے لیے مندروں کے دروازے کھول دینا یکسر ہندو دھرم کو اپوتر کر دینا ہے۔ لیکن سیاست کی مصلحت کوشیاں اکثریت کے کان بند کیے ہوئے ہیں۔

حکومت بمبئی نے اعلان کر دیا ہے۔ کہ پونا کے ہوٹلوں میں اچھوتوں کو بھی رہنے کی اجازت ہے۔ اس پر وہاں کے ہوٹل والے شور مچا رہے ہیں کہ اونچی ذات کے ہندوؤں نے ہمارا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ ہمارا کاروبار تباہ ہو رہا ہے۔ لیکن وہاں کانگریسی حکومت اس کی پرواہ ہی نہیں کر رہی جب ان کی خود اپنے ہاں یہ حالت ہے کہ مہاسبھائیوں کی اکثریت سناتن دھرمیوں کے مذہبی احساسات کی کچھ پرواہ نہیں کرتی تو یہ ہی اکثریت "ملیشن"

Marfat.com

مسلمانوں کے مذہب کا جس قدر پاس کرے گی ظاہر ہے۔

اب اس جماعت کو لیجئے جو روشن خیال جدّت پسند (ADVANCED) طبقہ کہلاتا ہے اور جس کی قیادت پنڈت جواہر لال نہرو کو حاصل ہے۔ یہ اشتراکی خیالات کے حامی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اشتراکیت میں خدا اور آخرت پر ایمان کے عقیدہ کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ روس میں اسلام ہی کا نہیں بلکہ خود عیسائیت کا جو حشر ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ ہمارا نوجوان طبقہ جو ان خیالات سے متاثر کیا جا رہا ہے ایمانیات سے اس کا استہزا خود بتا رہا ہے کہ مذہب کے متعلق ان کا زاویۂ نگاہ کیا ہے۔ پنڈت جی اور اُن کے رفقائے کار کی یہ کوشش ہے کہ اشتراکیت آنے والے ہندستان کا سیاسی مذہب بن جائے اس نظریہ کی عملی اشاعت میں بعض سیاسی مصالح بھی اُن کے راستہ میں حائل ہیں۔ لیکن بایں ہمہ جس سرعت کے ساتھ اس کو عام کیا جا رہا ہے اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔

اسلام خود سرمایہ داری کا دشمن اور اشتراکیت کا حامی ہے لیکن اس اشتراکیت کا نہیں جس کی تخلیق روس کے انقلاب پسند طبقہ کے اس انتقامی جذبہ کی رہین منّت ہے جو زار کی حکومت کے خلاف اس کے دل میں موجزن تھا اور جس کا اصول صرف یہ تھا کہ ہر وہ چیز جو زار کے وقت میں دُنیا میں موجود تھی تباہ کر دینے کے لائق ہے۔ یہ ہی وہ اشتراکیت ہے جو ہندوستان کے انقلاب پسند طبقہ میں مقبولیت حاصل کر رہی ہے اور جو محض روس کی نقالی ہے۔ غلام زاد قوم ہمیشہ مقلد ہوا کرتی ہے۔ طواف اند سرشت برہمن است۔ رسالۂ کلیم اس مسلک کی نشر و اشاعت میں بڑا سرگرم رہتا ہے کہ اس سے نوجوانوں میں مقبولیت بڑھ جاتی

Marfat.com

ہے۔چنانچہ اس کا کوئی پرچہ ایسا ہوتا ہوگا۔جس میں خدا اور آخرت پر ایمان کی تصحیک نہ کی جاتی ہو۔

مثلاً مارچ ۱۹۳۵ء کے پرچہ میں ناظر کے نام سے ایک مضمون چھپا ہے جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"خدا کے تصور کی ابتدا انسان کے اس دور میں شروع ہوئی جب کہ ذہن انسانی عالم طفولیت میں تھا وہ فطرت کے عظیم الشان مظاہر کی توجیہہ نہ کر سکتا تھا سوائے اس کے کہ ان کو فوق العباد ہستی سے منسوب کر دے۔ ... مذہب کا توہم پرستی کے ساتھ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ آجتک بھی جہاں جہالت زیادہ ہے اور علم کی روشنی کم ہے۔ وہاں مذہب کا دور دورہ ہے۔ مذہب ایک غیبی چیز ہے اور غیبی چیزوں کو تاریکی میں زیادہ فروغ ہوتا ہے۔"

اس کے بعد حیات بعد الممات عقیدے کی مخالفت کی گئی ہے۔آخیر میں رقمطراز ہیں کہ :۔

"ہندوستان چونکہ علوم و فنون اور تہذیب و تمدن میں بہت پیچھے ہے اس لیے یہاں فی الحال مذہب کو رہنے دیا جائے لیکن مذہب کو اجتماعی حیثیت نہ دی جائے۔ اس کو خالص شخصی یا انفرادی چیز سمجھنا چاہیئے، اس طرح اس کی پبلک حیثیت رفع ہو کر خالص پرائیویٹ یا نجی حیثیت باقی رہے گی۔"

یعنی ملک کا جدت پسند طبقہ جس مذہب کی فی الحال آزادی پر رضامند ہو سکتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ مذہب ایک پرائیویٹ عقیدہ کا نام ہے۔ اسے عملی۔ اجتماعی اور معاملات کی دنیا سے کوئی واسطہ نہیں۔ پہلے دنوں میں جب بوس نے اعلان کیا کہ "میں سب کچھ مسلمانوں کے حوالے کر دینے پر تیار ہوں بشرطیکہ وہ

Marfat.com

کانگریس کے متحدہ قومیت کے نظریہ کو تسلیم کر لیں۔ تو اس کی وضاحت کے لیے ٹریبون نے اپنی ۷ ارجون ۱۹۳۸ء کی اشاعت میں مقالہ افتتاحیہ لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ:۔

"پس ایک شرط کے ماتحت، طول و عرض ملک میں کوئی ایک کانگریسی بھی ایسا نہ ہوگا جو تمام اختیارات مسلمانوں کے حوالے کر دینے پر آمادہ نہ ہو۔ اُن کے (یعنی کانگریسیوں کے) نزدیک یہ مسئلہ ذرا بھی اہمیت نہیں رکھتا کہ کانگریس یا حکومت کے دائرے میں زمام اختیار جس کے ہاتھ میں ہے وہ ہندو ہے، اسلام یا عیسائیت کے عقیدہ کا معتقد ہے کیونکہ اُن کے نظریہ کی رُو سے مذہب کو سیاسیات سے کوئی واسطہ ہے اور نہ ہی ہونا چاہیئے۔"

ابھی حال ہی میں مسٹر ولبھائی ڈیسائی نے شملہ میں ایک جلسہ میں تقریر فرمائی جس میں انھوں نے بتایا کہ عہد حاضرہ میں بہترین نظام حکومت کس قسم کا ہو سکتا ہے۔ اور آزاد ہندوستان کا نظام حکومت کیسا ہوگا۔ تقریر کی تمہید میں جو کچھ انھوں نے کہا اس کا ملخص یہ تھا کہ عہد قدیم میں چونکہ بادشاہ اور حکمران جماعتوں کے ارکان یہ چاہتے تھے کہ ان کے احکام بے چون و چرا تسلیم ہوتے چلے جائیں اور کسی کو اُن پر تنقید کرنے کا حق حاصل نہ ہو۔

انھوں نے یہ خیال پیدا کیا کہ اُن کی حکومت الہامی قوانین (DIVINE LAWS) پر مبنی ہے۔ (یعنی خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کرنے کی ضرورت یوں پیش آئی۔ یہ حرف بحرف وہی اعتراض ہے۔ جو اشتراکیت کے بانی مارکس نے مذہب کے خلاف عائد کیا تھا، اس کے بعد انھوں نے کہا کہ اب علم و عقل کا زمانہ آگیا ہے اب اس قسم کی توہم پرستی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

نظام حکومت کے متعلق انھوں نے فرمایا :-

"اب یہ ناممکن ہوگا کہ کوئی ایسا نظام حکومت قائم کیا جائے جس کی بنیاد مذہب پر ہو۔ اب وقت آچکا ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کرلیں اور اسے اچھی طرح سے ذہن نشین کرلیں کہ ضمیر، مذہب اور خدا کو ان کے مناسب مقام یعنی آسمان کی بلندیوں پر رکھ دیا جائے اور انھیں زمین کے معاملات میں خواہ مخواہ گھسیٹ کر نہ لایا جائے۔

اس بات کا تو تصور بھی ناممکن ہے کہ اگر مذہب کو سیاست سے الگ نہ کیا جائے تو کوئی نظام حکومت قائم ہو سکتا ہے یا جذبہ حب الوطنی محض قومیت پرستی کی بنیاد پر پرورش پا سکتا ہے یعنی اس امر کے ساتھ وابستہ ہو جانے سے جس نے تمھیں پیدا کیا زندگی عطا فرمائی اور مرنے کے بعد جو تمھیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ ... عہد حاضر میں بہترین نظام حکومت کی بناء اس نظریہ پر قائم ہو سکتی ہے جغرافیائی حدود اربعہ کے اندر گھرا ہوا ایک ملک ہو (وطن) اور اس ملک کے اندر رہنے والے تمام افراد معاشی اور سیاسی مفاد کے رشتہ میں منسلک ہو کر ایک متحدہ قومیت بن جائیں"

(ہندوستان ٹائمز ۵ ستمبر ۱۹۳۸ء)

ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ دہری نظریہ کہ :-

۱۔ مذہب کو سیاست سے الگ رکھا جائے۔

۲۔ نظام حکومت میں ضمیر، مذہب اور خدا کو کوئی دخل نہ ہو۔

۳۔ جذبہ حب الوطنی کی پرورش محض قومیت پرستی کی بناء پر ہو سکتی ہے۔

۴۔ اقوام اب اوطان سے بنتی ہیں نہ کہ مذہب سے

۵۔ افراد کو ایک قوم بنانے کے لیے وجہ جامعیت سیاسی اور معاشی

Marfat.com

مفاد ہیں نہ کہ مذہب۔

ہمارے قومیت پرست علمائے کرام یہ سب کچھ سنتے ہیں اور ایک لفظ اس کی تردید میں نہیں کہتے۔ تردید کیسی؟ وہ خود اُن خیالات کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں۔ خدا کے لیے کوئی بتائے کہ کیا اسلام دُنیا کو بھی کچھ سکھانے کے لیے آیا تھا؟

یہ تو تھے غیر مسلم حضرات کے مختلف طبقے یا مسلمان کہلانے والوں میں سے وہ طبقہ جتنے متشددین کہا جا سکتا ہے لیکن آنے والے اسلام کے متعلق جو نظریہ عام قومیت پرست مسلم حضرات پیش کر رہے ہیں وہ ان سے بھی زیادہ افسوسناک اور مایوس کن ہے۔ ان حضرات کی تحریروں اور تقریروں سے واقف ہونے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس قسم کا اسلام وہ پیش کر رہے ہیں وہ خود ان کے اپنے ہی دماغوں کی ساخت ہے۔ کتاب و سنت کے اسلام سے اس کو کچھ علاقہ نہیں، اُن کے نزدیک بھی مذہب چند رسومات و عبادات کا ہی نام ہے۔

اس کے بعد عام معاشرتی۔ معاشی۔ سیاسی معاملات سب دُنیاوی اُمور ہیں جن کا مذہب سے کچھ واسطہ نہیں۔ مثال کے طور پر دو ایک مشہور قوم پرست مسلم حضرات کے خیالات ملاحظہ فرمائیے۔

ڈاکٹر سید محمود سابق سیکرٹری آل انڈیا کانگریس کمیٹی اور کانگرسی حکومت صوبہ بہار کے وزیر کا ایک مضمون رسالہ جامعہ ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں چھپا تھا اس میں انھوں نے اس امر کی تلقین کی تھی کہ ہندوستان جیسے ملک میں مذہب اس قسم کا ہونا چاہیے جس قسم کا دین اکبر نے ایجاد کیا تھا۔ اکبر جیسوں کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:-

Marfat.com

"بعض نے اپنے ولولہ و جوش سے مجبور ہو کر ہندوستان میں متحدہ قومیّت کی آفرینش کے پیش نظر ایک ایسے جدید مذہبی نظام کی نشوونما کرنی چاہی جو ہندوستان میں سب کے مناسب حال ہو۔ یہ ان لوگوں کی معمولی خدمات نہیں کہی جا سکتیں۔"

آنے والے نظام حکومت کے ماتحت اس نئے "دین الٰہی" کے ماننے والوں کا نام کیا ہوگا اس کے متعلق ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"لفظ ہندی کو زبان کے لیے نہیں بلکہ اہل ہند کے لیے اختیار کرنا چاہیئے۔ دنیا بھر میں صرف ہمارا ملک ہی ایک ایسا ملک ہے جس میں مختلف لوگ مذاہب سے شناخت میں آتے ہیں، صرف اس کا اظہار ہی ہماری دماغی کیفیت کا آئینہ بن جاتا ہے۔ اور ہمارے متعلق یہ ثابت کر دیتا ہے کہ ہم اس برّاعظم کی علیحدہ علیحدہ "مذہبی اقوام" ہیں اس لیے اب وقت آ گیا ہے۔ کہ ہم ایک مشترک نام اختیار کر لیں۔[1]

کانگریس کے شعبۂ اسلامیات کے معتمد ڈاکٹر اشرف صاحب کا ایک مضمون جمعیتہ العلماء ہند کے آرگن الجمعیتہ بابت رجب ۱۳۵۶ھ میں شائع ہوا تھا جس میں انھوں نے فرمایا ہے۔ کہ مسلمانوں میں پہلے کون سی بات میں یگانگت اور وحدت تھی جو اب وہ اپنی الگ وحدتِ قومی کے لیے چلّا رہے ہیں۔

---

[1] یعنی خدا نے یہ وعدہ فرمایا کہ ھو سماءکم المسلمین اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور یہ کہ من احسن قولہ ... ۳۱/۲۳ کہ اس سے بہتر بات کرنے والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے۔ عمل صالح کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں لیکن مسلمانوں کے یہ نمائندہ حضرات ہیں کہ ان کو اس بات سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہے یہ ہے سوراجی اسلام کی ایک خفیف سی جھلک، آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا (رازی)

Marfat.com

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"اسی اختیار سے ہم آج ایک نئے اور زندہ تمدن کی تعمیر میں مصروف ہیں، ہماری سیاسی اور سماجی جدوجہد اس نئے تمدن کا پیش خیمہ ہے"

اس شعبۂ اسلامیات کے ایک رکن جناب منظر رضوی کا ایک مضمون "مسٹر جناح کی کھوکھلی قیادت" کے عنوان سے اخبار مدینہ بابت یکم نومبر ۱۹۳۷ء شائع ہوا ہے۔ جس میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"مسٹر جناح نے پکار کر کہا ہے۔ کہ "ہندوستان بھر کے مسلمانو مل جاؤ"۔ سوال یہ ہے۔ کہ ہندوستان بھر کا مسلمان آپس میں کیوں ملے۔ اس اتحاد کی ضرورت کیا ہے اس کا مقصد کیا ہے۔ جہاں تک توحید رسالت۔ مذہبی معتقدات اور مذہبی حرکت و عمل کا تعلق ہے وہ آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ بالکل متحد ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں اور ہم مسٹر جناح کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ آئندہ بھی کوئی اختلاف نہ ہوگا۔ لیکن سیاسی اور اقتصادی اغراض و مفاد کے لیے مسلمانوں کا آپس میں ملنا ناممکن ہے وہ ہرگز متحد نہیں ہو سکتے اور نہ ان کو متحد ہونا چاہیئے"۔ (اقتباسات بحوالہ ترجمان القرآن)

رسالہ کلیم کے مدیر دسمبر ۱۹۳۷ء کے پرچہ کے ارشادات میں فرماتے ہیں :-

"اس کے علاوہ اپنے کو مسلم یا ہندو پہلے اور ہندوستانی بعد کہنا جغرافی صداقت اور فطری قانون کے بھی خلاف ہے۔ مذہب زیادہ سے زیادہ ایک ذہنی لباس ہے لیکن قومیت اور وطنیت تو ہمارے بدن کی جلد قومیت تو ہمارا گوشت پوست اور ہمارا خمیر ہے لباس تو ہر وقت بدلا جا سکتا ہے لیکن پوست اور خمیر کون بدل سکتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ قومیت اور وطنیت ایک ایسی قدرتی

Marfat.com

چیز ہے جس کا تبدیل کر دینا طاقت بشری سے باہر ہے[1]"۔

ایک اور "قوم پرست" بزرگ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی ہیں۔ وہ حضرت علامہ علیہ الرحمۃ کے مشہور نظریۂ قومیت سے متعلق بیان کے جواب میں اپنے اخبار "ہند" بابت ۲۱ مارچ ۱۹۳۸ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ہمارے مدعیان علم نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اسلام نے اسلامی سوسائٹی کا ایک ایسا نظام بنایا ہے۔ جو ہمہ گیر اور اٹل ہے۔ مگر یہ کہتے ہوئے ان لوگوں کو یہ یاد نہیں رہا کہ وہ اپنے اس قول سے اسلام کی عالمگیری کو توڑ رہے ہیں"۔

ان کے نزدیک اسلام کی عالمگیری یہ ہے کہ اسے چند عقائد کا مجموعہ تصور کر لیا جائے۔ باقی نظام سوسائٹی تو ایک وقتی چیز تھی جو اسلام نے عربوں کے سامنے پیش کی تھی فرماتے ہیں کہ:۔

"اس حقیقت سے عام طور پر چشم پوشی کی جاتی ہے کہ اسلام عربی دین ہے۔ اس کی روح عربی ہے اور عربوں ہی نے سب سے زیادہ اس سے فائدہ اٹھایا۔ میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ عجمی قومیں اسلام میں داخل نہیں ہو سکتیں وہ داخل ہوئیں اور مسلمان بنیں مگر یہ واقعہ ہے کہ اسلام ہے عربی دین جس کی شہادتیں خود قرآن مجید میں موجود ہیں۔ (مثلاً رازی)

اس سے ذرا آگے چل فرماتے ہیں:۔

"اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے۔ اور ہر آدمی دیکھ سکتا ہے کہ قرآن میں تفصیلی قوانین موجود نہیں ہیں۔ قرآن نے چند اصول بتا دیئے ہیں۔ اور

---

[1] جی ہاں بالکل طاقت بشری سے باہر کل تک اہل برہما ہندوستانی" تھے اور آج سیاسی مدبرین کی ایک جنبش قلم سے "برمی" ہو گئے ہیں۔ (رازی)

Marfat.com

مسلمانوں سے کہہ دیا ہے کہ اچھائی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو۔ قرآن کہتا ہے امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ معروف بھلائی اور منکر برائی لغظی معنی ہیں۔ مشہور یا معلوم اور نامعلوم یا/ ناپسندیدہ، دیکھئے قرآن مجید نے بھلائی کو لفظ معروف یعنی معلوم سے تعبیر کیا اور برائی کو لفظ منکر یعنی نامعلوم اور ناپسندیدہ سے اس نے یہ نہیں کیا کہ اچھائیوں اور برائیوں کی فہرست دے دی ہو، بلکہ عام بات کہی کہ اچھائی کو پھیلاؤ اور برائی کو روکو اور یہ اس لیے کہ سوسائٹی کے حالات بدل جانے سے اچھائی اور برائی کے مفہوم اور مسمی بھی بدل جاتے ہیں (الفضل)

اس وقت ان دعاوی کا تجزیہ کر کے اُن کے بطلان کی توضیح کا موقعہ نہیں۔ اس وقت صرف اتنا کہنا ہے کہ ہمارے قومیت پرست حضرات کے نزدیک "مذہب" کی حیثیت کیا بنتی چلی جا رہی ہے یعنی مذہب ایک پرائیویٹ عقیدہ کا نام ہے۔ اسے سیاست سے کوئی علاقہ نہیں۔ مسلمان کہلانا بڑی تنگ نظری بلکہ یہ فطری قانون کے خلاف ہے۔ اسلام کوئی ایسا نظام زندگی نہیں دیتا جو ہمہ گیر اور شامل ہو۔ اسلام فقط عربی دین ہے۔ قرآن تفصیلی احکام نہیں دیتا حتیٰ کہ نیکی اور بدی کا مفہوم بھی سوسائٹی کے حالات کے ماتحت بدلتا جاتا ہے۔

اللہ اکبر نہ معلوم پھر اسلام ہے کیا؟

اب ایک اور قوم پرست سے سنیئے کہ مسلمانوں کو کانگریس میں کیوں شریک ہونا چاہیئے فرماتے ہیں:۔

"لیکن ان کا (مسلمانوں کا) باہمی اختلاف جو زیادہ تر مذہبی رجحانات کا نتیجہ ہے کبھی دور نہیں ہو سکتا اور اگر اس کے دور کرنے کی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے تو صرف یہ کہ وہ کسی ایسے ادارے میں شریک ہو جائیں جو مذہبیات

Marfat.com

سے بالکل علیحدہ صرف سیاسیات سے تعلق رکھتا ہو اور ایسا ادارہ صرف کانگریس[1] ہے۔ کانگریس میں شریک ہونے کے بعد تو مسلمان بے شک کسی ایک مرکز پر جمع ہو سکتے ہیں لیکن اس سے علیحدہ رہنے کی حالت میں انتہائی مذہبی اختلافات ان کی سیاسی تحریکوں کو کبھی کامیاب نہ ہونے دیں گے۔" (نگار بحوالہ مدینہ مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۳۸ء)

یعنی وہی نظریہ کہ مذہب ایک الگ چیز ہے اور سیاست الگ، اور چونکہ مذہب نے مسلمانوں میں اس قدر اختلافات پیدا کر رکھے ہیں اس لیے مسلمان کسی ایسے مرکز پر جمع ہو جائیں جس میں مذہب کو دخل نہ ہو اور وہ مرکز کانگریس ہے۔ یعنی مسلمانوں کے اختلافات مٹانے والا مرکز قرآن نہیں ہے بلکہ کانگریس ہے۔ جل جلالہٗ۔

اس قسم کے ایک اور قوم پرست کا نظریۂ مذہب ملاحظہ ہو۔

ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ گاندھی اور جواہر لال مسلمانوں کے لیڈر کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں انھوں نے اپنے اخبار میں تو یہ فرمایا کہ "اگر لیڈری سے مراد مسلمانوں کی دینی امامت و قیادت ہے تو یہ اعتراض درست ہے لیکن اگر اس سے مراد سیاسی رہنمائی ہے تو بے شک وہ قائد و امام ہو سکتے ہیں۔"

(زمزم لاہور۔ مورخہ ۱۵ جون ۱۹۳۸ء)

یعنی دینی امامت و قیادت الگ شے ہے اور سیاسی قیادت امامت الگ۔ اولی الامر منکم (تمہارا امام تم میں سے) کا حکم صرف "دینی" قیادت کے لیے ہے "سیاسی قیادت" میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی قید نہیں۔"

چرچ اینڈ سٹیٹ۔ مذہب اور سیاست کی تفریق کی اس سے

---

[1] مسلم لیگ ہی کو ایسا ادارہ فرض کر کے نیشنلسٹ مسلمان اس میں کیوں نہ شامل ہو جائیں ۱۲

Marfat.com

بین مثال بھی کہیں مل سکتی ہے۔

"اس اعتراض کا اس سے بھی دلچسپ جواب ایک بہت بڑے جید عالم دین نے دیا انھوں نے فرمایا جناح کا فوٹو دیکھا اگر جواہر لال قائد نہیں ہو سکتا تو جناح کیسے ہو سکتا ہے"۔

اقتباس تقریر مولانا حسین احمد صاحب مطبوعہ زمزم، جولائی ۱۹۳۸ء

اسی تقریر میں انھوں نے فرمایا۔ کہ "جواہر لال ہندو ہے اس نے کبھی نہیں کہا کہ مسلمان ہوں اس کے باوجود وہ مسلمانوں کا تحفظ چاہتا ہے۔ (ایضاً) یعنی قرآن کریم تو کہتا ہے کہ لا یالونکم خبالا غیر مسلم تمہاری تخریب میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔ ودوا ما عنتم ان کو تو پسند وہی چیز ہے۔ جس سے تمہیں نقصان پہنچے (سورۂ آل عمران) اور حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ جواہر لال باوجود غیر مسلم ہونے کے (من دونکم ہونے کے) مسلمانوں کا تحفظ چاہتا ہے۔

کہیئے کس کی مانیں!!

یہ چند تصریحات محض نمونتہً پیش کی گئی ہیں۔ ورنہ اگر ان حضرات کی تمام و کمال تحریریں آپ کے سامنے ہوں۔ تو آپ حیران رہ جائیں۔ کہ یہ کس قسم کا اسلام ہے۔ جسے پیش کیا جا رہا ہے۔ ماحصل ان سب کے نظریوں کا یہ ہے۔ کہ مذہب ایک پرائیویٹ عقیدہ کا نام ہے جس کا عملی سیاسیات اور معاشی اقتصادی عمرانی معاشرتی معاملات سے کوئی واسطہ نہیں وہی چیز جس کا نام مولانا ابوالکلام آزاد نے "خدا پرستی اور نیک عملی" کی تازگی رکھا ہے اور جس میں اس منتخبہ قومیت کا مشترکہ مذہب بننے کی صلاحیت موجود ہے جس کی بنا بقول حضرت مولانا حسین احمد۔

Marfat.com

اوطان پر ہے۔ یہ ہے وہ مذہب جس کی آزادی کا اعلان بھارت ماتا کے مندر کے دروازہ پر لٹکایا جا رہا ہے۔ اب آپ خود فیصلہ فرمایئے کہ اس قسم کے مذہب کی کیا فی الواقعہ آزادی ہو گی۔

برعکس اس کے اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات کا نام ہے جو نظام زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی ہیئت پر چھایا ہوا ہے۔ بقول حضرت علامہ علیہ الرحمۃ "اسلام ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا ایک قانون ہے ۔ ۔ ۔ اور ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کے اصول کی حیثیت میں کوئی لچک اپنے اندر نہیں رکھتا اور ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کے کسی اور آئین سے کسی قسم کا راضی نامہ یا سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں بلکہ اعلان کرتا ہے کہ ہر دستور العمل جو غیر اسلام ہونا معقول و مردود ہے۔"

اس اجمال کی تفصیل طلوع اسلام کے مسلسل مطالعہ سے آپ کی نگاہوں کے سامنے آجائے گی۔ جب تک مسلمانوں کو اس قسم کے مذہب کی آزادی حاصل نہ ہو وہ اپنے آپ کو مذہبی حیثیت سے آزاد نہیں سمجھ سکتے۔ یہی وہ مذہبی آزادی ہے۔ جس کے تحفظ کے لیے آج مسلمانوں کا ہر سوچنے والا دماغ غور و فکر کر رہا ہے۔ اور اسی کا نام آج فرقہ پرستی رکھا جاتا ہے اور یا للعجب! کہ خود مسلمانوں کے ایک گروہ کی طرف سے رکھا جاتا ہے!!

انہ باغیان شماست کہ صیاد آں تکمرد

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ یہ پمفلٹ اس کی تاریخی حیثیت و افادیت اور اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کتاب میں پورے کا پورا اس لیے درج کیا جا رہا ہے۔ کہ قومیت پرست مولویوں کے ابولآیاؤں اور حضرت حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے پیش

Marfat.com

کردہ نظریۂ حیات یعنی حقیقی اسلام اور سوراجی اسلام میں قاری فرق و تمیز کر سکے۔ ہم نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ کتاب کے کافی صفحات پر پھیل جائے گا۔ پھر بھی مناسب و موزوں یہی خیال کیا ہے۔ کہ اس میں قطع و برید نہ کی جائے اور اقتباسات دینے کی بجائے مکمل دیا جائے تاکہ ہماری آنے والی نسل کے دل و دماغ پورے طور پر یہ اخذ کر سکیں کہ قومیت پرست علماء کس طرح گاندھوی فلسفہ سے مرعوب و متاثر ہو کر اسلام کے صحیح نقوش و خطوط بگاڑتے رہے اور شمع نبوت پاش حضرت حکیم الامت رح کے تربیت یافتہ کس حسن و خوبی سے ان کے باطل عزائم و نظریات کی قلعی کھولتے رہے۔

گذشتہ سے پیوستہ

یاد رہے کہ اسلام ایک پرائیویٹ عقیدہ کا نام نہیں۔ بلکہ ایک جماعتی مذہب ہے۔ جس میں دین اور دنیا مذہب اور سیاست گرہست آشرم اور سنیاس آشرم الگ الگ شعبے نہیں ہیں۔ بلکہ انسانی زندگی سے متعلق کوئی مسئلہ ہو۔ اور دنیا اسے اپنی تقسیم کے اعتبار سے کسی ذیل میں لے آئے اسلام کی رو سے وہ خالص مذہبی مسئلہ ہوتا ہے۔ اسلام کی رو سے فرد کوئی ہستی نہیں رکھتا اس لیے اس کے انفرادی اور ذاتی اعمال بھی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے وہ ایک جماعت کا رکن ہے۔ اور اس کی ہستی اس جماعت کے وجود سے ہے۔ لہٰذا اس کے اعمال بھی وہی صالح ہیں جو اس جماعتی نظام کے اندر رہتے ہوئے کیے جائیں "پرائیویٹ مذہب" زیادہ سے زیادہ چند اخلاقیات کے مجموعہ کا نام ہوتا ہے اور یہ سطحی مجموعہ اخلاقیات وہ ہے جو قریب قریب دنیا کے ہر مذہب میں مشترک ہے۔ کون سا مذہب جو یہ نہیں کہتا کہ جھوٹ نہ بولو۔ چوری نہ کرو۔ زنا نہ کرو۔

Marfat.com

اگر مذہب اتنی ہی چیز ہے۔ تو پھر اسلام میں وہ کونسی خصوصیت ہے جس کی رُو سے اس کا دعویٰ ہے۔ کہ یہ خدا کا آخری اور مکمل دین ہے اور اس سے پیشتر کے تمام ادیان اب اس لیے ناقابل قبول ہیں کہ وہ اپنی اصل شکل میں دنیا کے پاس نہیں ہیں۔ جو لوگ اسلام کی رُوح سے کچھ بھی واقف ہیں۔ انھیں اس خصوصیت کا معلوم کر لینا کچھ زیادہ دشوار نہیں جس خصوصیت کی رُو سے اسلام کا دعویٰ ہے۔ کہ وہ خدا کا سچا دین ہے۔ آپ اسلام کے سوا کسی مذہب کو دیکھئے کہ وہ ایک پرائیویٹ حیثیت رکھتا ہوگا۔ وہ انفرادیت کی زندگی بسر کرنا سکھائے گا۔ ہندوؤں کے پجاری ہوں یا سنیاسی عیسائیوں کے پادری ہوں یا راہب وہ "دنیا داروں" کے طبقہ سے الگ ہوں گے۔ دنیا داروں میں سے جو شخص "خدا پرست" ہوتا جائے گا۔ وہ ان سے کٹ کر الگ ہوتا جائے گا۔ اسے پھر جماعتی زندگی سے کوئی علاقہ نہیں رہے گا۔ اس کا مطمح نگاہ پھر اپنی مکتی حاصل کرنا ہوگا اسلام نے جب رہبانیت کو ناجائز قرار دیا۔ تو اس لیے نہیں۔ کہ لوگوں کے گیروے رنگ کے کپڑے پہننے اسے پسند نہ تھے ان کپڑوں میں کیا رکھا ہے! اسلام نے رہبانیت کی اس لیے مخالفت کی کہ رہبانیت اس نظریۂ زندگی کا نام ہے جس میں انسان انفرادیت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ جس میں اسے صرف اپنی نجات کی فکر دامنگیر رہتی ہے۔ جس میں دین اور دنیا دو الگ الگ شعبے بن جاتے ہیں جس میں مذہب ایک ذاتی اور پرائیویٹ عقیدہ کا نام رہ جاتا ہے جس میں خدا پرستوں کے طبقہ کو اجتماعی معاملات سے کچھ علاقہ نہیں رہتا۔ یہ ہے بنیادی فرق اسلام اور دیگر ادیان میں۔ اس خصوصیت کو مٹا ڈالیے تو اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح

Marfat.com

رہ جائے گا اور اسی بنیادی فرق کو مٹانے کا نتیجہ ہے کہ قوم پرست حضرات کا یہ عقیدہ ہو جاتا ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب سچے ہیں البتہ ان مذاہب کے پیروؤں میں خرابیاں آگئی ہیں۔ اگر ہر مذہب کے پیرو اپنے اپنے مذہب کی سچائی پر عمل پیرا ہو جائیں۔ تو پھر کسی میں کوئی فرق نہیں رہتا تفصیل کے لیے ترجمان القرآن جلد اوّل از مولانا ابوالکلام آزاد۔

ایک اقتباس ملاحظہ ہو:۔

"قرآن کا جب ظہور ہوا تو دنیا کا یہ حال تھا کہ تمام پیروان مذاہب۔ مذہب کو صرف اس کے ظواہر و رسوم ہی میں دیکھتے تھے اور مذہبی اعتقاد کا جوش و خروش اس طرح کی باتوں میں سمٹ آیا تھا۔ ہر گروہ یقین کرتا تھا کہ دوسرا گروہ نجات سے محروم ہے۔ کیونکہ وہ دیکھتا تھا کہ دوسرے کے اعمال و رسوم ویسے نہیں ہیں جیسے خود اُس نے اختیار کر رکھے ہیں۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ نہیں یہ اعمال و رسوم نہ تو دین کی اصل و حقیقت ہیں نہ ان کا اختلاف حق و باطل کا اختلاف ہے۔ یہ محض مذہب کی عملی زندگی کا ظاہری ڈھانچا ہے لیکن روح و حقیقت ان سے بالاتر ہے اور وہی اصلی دین ہے اصل دین کیا ہے؟ ایک خدا کی پرستش اور نیک عملی کی زندگی۔ یہ کسی ایک گروہ ہی کی میراث نہیں ہے کہ اس کے سوا کسی انسان کو نہ مل جائے۔ یہ تمام مذاہب میں یکساں طور پر موجود ہے۔" (ترجمان القرآن ج ۱ صفحہ ۱۳۷)

اس اقتباس کی اور باتوں کو چھوڑ دیجئے صرف اس چیز کو دیکھئے کہ حضرت مولانا کے نزدیک "اصل دین تمام مذاہب میں یکساں طور پر موجود ہے"۔ یکساں طور پر فرمایئے اسلام کو دیگر ادیان پر کیا تفوق اور فضیلت رہی؟ اس کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو رسالہ "وارد دھا کی اسکیم اور مسلمان"۔ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام دہلی۔

ہم اپنے اس دعوے کو کہ اسلام پرائیویٹ عقیدہ نہیں۔

Marfat.com

بلکہ ایک جماعتی مذہب ہے جو توفیق الٰہی کتاب و سنت آثار و تاریخ سے پوری طرح ثابت کر سکتے ہیں۔ طلوع اسلام کا وجود ہی اس غرض کے لیے ہے لیکن اس وقت ہم اس دعوے کے اثبات میں ایک دوسری روش اختیار کریں گے۔ ہم نے شق اوّل میں بھی اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا بلکہ قومیت پرست طبقہ کے الفاظ میں یہ بتایا ہے۔ کہ وہ مذہب کو کیا سمجھتے ہیں۔ اب ہم اس مسلم قوم پرست طبقہ کے امام مولانا آزاد کے الفاظ میں اس بات کو ثابت کریں گے۔ کہ مذہب اسلام پرائیویٹ عقیدہ کا نام نہیں۔ بلکہ وہ ایک منظم مذہب ہے۔ جماعتی مذہب ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مولانا آزاد کی یہ تحریریں اس وقت کی ہیں جب انھوں نے "قوم پرستی" کا مسلک اختیار نہیں کیا تھا۔

۱۹۱۳ء میں انجمن اسلامیہ لاہور نے ایک ریزولیشن پاس کر دیا کہ شاہی مسجد میں "سیاسی" تقریریں کرنے کی اجازت نہیں اس پر مولانا آزاد نے اپنے رسالہ الہلال میں چار (مبسوط) اور مفصل اختتامی مقالے تحریر فرمائے۔ جس میں اس جوش اور ولولے کے ساتھ جو زمانہ قومیت پرستی سے پیشتر ان کی نمایاں خصوصیت تھی انھوں نے کتاب و سنت سے ثابت کیا کہ مذہب کو سیاست سے الگ سمجھنا کفر ہے۔ شرک ہے، جہالت ہے، فرماتے ہیں :-

"میں اگر ان کو کفر پرست کہوں تو تم کہو گے کہ یہ ایمان و کفر کی بحث ہے۔ میں اگر ان کو مشرک کہوں تو تم پکار دو گے۔ .. .. کہ بہت ہی بڑی جسارت ہے، ہاں یہ جسارت ہے لیکن جن ظالموں نے اللہ کے آگے جسارت کی ہے کیوں نہ ہم بھی ان کے لیے جسارت کریں وہ نہ مومن ہیں نہ مسلم۔ ان کا حال یہ ہے جو کہا گیا تو من ببعض و نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلاً۔ ان لوگوں کی اصطلاح میں جس چیز کو سیاست

Marfat.com

اور پالیٹکس کہتے ہیں۔ اسلام کے نزدیک میں دین و مذہب ہے اور جہاد فی سبیل اللہ میں داخل"۔ ... ... (الہلال بابت ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۳ء

اس لیے کہ:۔

"حضرت ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام عالم کی ضلالتوں اور تاریکیوں کو دور کرنا چاہا اور اپنی اور اپنی جماعت مقدس کی زندگی اس راہ میں صرف کر دی، یہ محض اصلاح اقوام و زمین کا کوئی شعبہ نہ تھا جس کو تم نے پالیٹکس تمدن، اخلاق اور مذہب کے نام سے تقسیم کر دیا ہے بلکہ ان کی دعوت عام اور ان کی اصلاح عالمگیر تھی" (ایضاً صفحہ ۶)

اسی زمانہ کے "الہلال" میں ایک سلسلہ بعنوان الحریت فی الاسلام شروع کیا گیا تھا اس کی تمہید میں تحریر ہے:۔

"اسلام خود اپنے بیان کے مطابق رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً دین و دنیا کی اصلاح کے لیے آیا تھا اور اسی لیے دونوں جہان کی برکات اس کے ساتھ تھیں پھر اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اسلام کے خزانہ میں حسنات و سیات دنیاوی کا وجود نہیں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ نصف خدمت انسانی کی سرانجام دہی سے وہ مقصر رہا جس کا تخیل بھی کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ ... "

(الہلال بابت ۲ جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۹۰)

اس زمانہ میں مولانا نے مسلمانوں کے مصائب کا حل ایک ایسی جماعت کے قیام میں تلاش فرمایا تھا جس کا نام تھا حزب اللہ اس جماعت کے اغراض و مقاصد کے ضمن میں انھوں نے الہلال کی متعدد اشاعتوں میں مقالات تحریر فرمائے جس میں شروع سے آخیر تک صرف ایک چیز کو پوری قوت کے ساتھ نمایاں کیا تھا کہ اسلام ایک جماعتی مذہب ہے، اگر مسلمانوں کی الگ جماعتی زندگی مقصود ہے تو اسلام

Marfat.com

بھی مقصود ہے۔ یہ مقالات اس قابل ہیں کہ یہاں تمام وکمال نقل کیے جاتے لیکن اس سے یہ مضمون ایک کتابی شکل اختیار کرے گا۔ اس لیے ان کے جستہ جستہ اقتباسات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں:۔

"پس میں کہتا ہوں اور از فرق تا بقدم ایک صدائے ربانی بن کر کہتا ہوں۔ جب کہ یقین کی وہ لازوال طاقت میرے ساتھ ہے جس کے لیے کبھی فنا نہیں۔ جب کہ وہ بصیرت الٰہی میرے دل کے اندر موجود ہے جس میں کبھی تزلزل وتذبذب نہیں اور جب کہ وہ شہادت ایقانی میرے سامنے ہے جس کی رویت میں کبھی دھوکا اور فریب نہیں کہ زندگیوں اور کامیابیوں کا وہ تخم مقدس کوئی انجمن۔ کوئی اسکیم۔ کوئی بیشمار خزانہ کوئی عہد حفاظت۔ کوئی اقرار خدمت۔ غرضیکہ دنیا کی کوئی آماز اور انسانوں کی کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی۔ مگر وہ صرف ایک ہی تحریک حق و صداقت جو مسلمانوں کو ان کی حیات انفرادی و ملی کی ہر شاخ میں مسلمان بننے کی دعوت دے۔ (الہلال صفحہ ۷)

ہم حضرت مولانا سے یہ ادب آشنا دریافت کرنے کی جسارت کرتے ہیں کہ آج وہ صدائے ربانی وہ یقین کی لازوال طاقت۔ وہ بصیرت الٰہی وہ شہادت ایقانی کیا ہوئی جو صرف اس تحریک کو حق و صداقت کی تحریک قرار دیتی تھی جو مسلمانوں کی حیات انفرادی و ملی کی ہر شاخ میں انھیں "مسلمان" بننے کی دعوت دے۔ کیا وہ تحریک یہی تحریک کانگریس ہے جو مسلمانوں کا ایک الگ نام بھی سننا پسند نہیں کرتی اور جس کے مسلمان علمبردار حضرات کہتے ہیں کہ مسلمان مت کہلاؤ ہندی کہلاؤ۔ جو مسلمانوں کی حیات ملی کو تسلیم ہی نہیں کرتی اور کہتی ہے کہ ملک میں دو ہی جماعتیں ہیں ایک حکومت اور دوسری کانگریس لیکن ظہیر۔

Marfat.com

خود حضرت مولانا کی زبانی ہی سنیئے۔ کہ وہ تحریک جس کے اندر آج وہ خود شامل ہیں اور جس کی شمولیت مسلمانوں کے لیے "فریضہ مذہبی" قرار دیتے ہیں اس قسم کی تحریک کے متعلق اسلام کی کیا شہادت ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"پھر جب آپ ایک انجمن قائم کرتے ہیں جس کے مقاصد و اعمال کی فہرست بیسیوں دفعات پر مشتمل ہے لیکن نہ تو اس میں کہیں احیاء دعوت اسلامی کی دفعہ ہے نہ کہیں اسلام کے احکام و اوامر پر عمل کرنے کی قید ہے۔ نہ کوئی صورت عمل و طریق کار ایسا پیش نظر ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو مسلمان بنانا ہو اور ان کی مجاہدانہ روح عمل کو واپس لانا ہو تو پھر فرمائیے آپ کا مقصد تو ضروری اور آپ کے کام یقیناً اچھے اور مستحق اعانت و شرکت جمیع مسلمین لیکن ہمارے اصلی مرض کے لیے آپ نے کیا کیا اور اس کے لیے کہاں جائیں"

(الہلال بابت ۳۰ جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۷)

کیا حضرت مولانا فرمائیں گے کہ کانگریس کی دفعات میں وہ کون سی دفعہ ہے جس کی رو سے احیاء دعوت اسلامی ضروری اور اسلام کے احکام و اوامر پر عمل کرنے کی قید ہو۔ کانگریس کے دستور اساسی میں وہ کون سی صورت عمل اور طریق کار پیش نظر ہے جس کا مقصد تو ضروری (یعنی ہندوستان میں ایک متحدہ قومیت پیدا کرنا اور مستحق اعانت و شرکت جمیع مسلمین، جسے پنڈت جواہر لعل نہرو MOSLIM MASS CONTACT سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے اصلی مرض کے لیے آپ نے کیا کیا اور اس کے لیے کہاں جائیں!! کیا حق و صداقت کی تحریک یہی ہے۔ جس کا نام کانگریس کا شعبۂ اسلامیات ہے اور جس کے انچارج ڈاکٹر انصاری اور ایک

Marfat.com

ذمہ دار رکن جناب منظر رضوی کے خیالات ابھی ابھی پیش کیے جا چکے ہیں!

مولانا خدا کے لیے سوچیے۔ کہ جس قسم کی تحریک ۱۹۱۳ء میں آپ اس حتم و یقین اس بصیرت و ایقان کے ساتھ مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا سامان قرار دیتے تھے اسی تحریک کو آج عین کتاب سنت اور "صراطِ مستقیم" قرار دے رہے ہیں۔ کیا آج قرآن بدل گیا یا مسلمانوں کے کعبہ کی سمت تبدیل ہو گئی!! اس کا جواب بھی مولانا ہی سے سنیئے:۔

"اسلام ایک آخری دین الٰہی تھا جس نے نہ صرف احکام شریعت ہی میں بلکہ حیات قومی کی ہر شاخ میں ہم کو سب سے آخر اور سب سے بہتر اصول دیے دیے اور دنیا خواہ کتنی ہی بدل جائے لیکن آزمایا جا سکتا ہے کہ ان اصولوں کی صلاحیت کو بدلنے کی ضرورت نہیں۔ ... تکمیل دین کے لیے ضروری تھا کہ ہمیشہ کے لیے اس کے پیرو اپنی تمام اصولی ضروریات میں مستغنی اور بے پرواہ ہو جائیں اور ان کو کسی نئی تلاش اور نئے اصولوں کی جستجو باقی نہ رہے۔ ... میرا عقیدہ ہے کہ آج حیات ملت و حصول عظمت ملی کے لیے مسلمانوں کو اپنے اعمال کی کسی شاخ میں بھی "تاسیس" کی ضرورت نہیں بلکہ صرف تجدید کی ضرورت ہے کہ جن اصولوں کو ہم نے بھلا دیا ہے ان کو دوبارہ زندہ کریں۔ اور جس متاع کو حاصل کر کے گم کر دیا ہے۔ اس کے سراغ میں پھر نکلیں۔ ہمارا حبیب و دامن آج کی طرح ہمیشہ خالی نہ تھا۔ اگر آج اوروں کے پاس لعل و جواہر ہیں تو ہمارے پاس بھی اس کی کانیں تھیں۔ آج اگر ہم مفلس ہیں۔ تو دوسروں کے لعل و جواہر کو نظر حسرت و طمع سے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہم کو اپنی گم کردہ کانوں کے سراغ میں نکلنا چاہیے جن کی دولت لازوال تھی اور ہمیشہ لازوال رہی"۔ (ایضاً صفحہ ۸)

اس کے بعد انہوں نے تفصیل سے بیان کیا کہ "مسلمانوں کو اپنی جماعتی

Marfat.com

زندگی کی تنظیم اپنی مساجد سے شروع کرنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ اور صفحہ کوئی تعلیمی رنگ کی تحریک مسلمانوں کے لیے مفید نہیں ہو سکتی۔ (ایضاً)

کیا ہم حضرت مولانا سے اتنا دریافت کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ کانگریس کی تحریک مسلمانوں کے لیے "تجدید" ہے یا "تابیس" کیا یہ تحریک مسلمانوں کی حیات ملت اور حصول عظمت ملی کے لیے ہی عمل میں لائی گئی ہے! کیا وہ لعل و جواہرات کی کانیں وہی تو نہیں جن کا آج اس تحریک کے علمبرداران کھلے بندوں تمسخر و استہزا اڑاتے ہیں۔ وہ آپ کے اٹل اور غیر متبدل اصول دینی تو نہیں جن کے مٹانے کی آرزو تحریک آزادی کے "قائد اعظم" کے دل میں رات دن موجزن ہے اس کا ثبوت بھی آگے آئے گا، کیا کانگریس میں شامل ہونے والے مسلمان "دوسروں کے لعل و جواہر کو نظر حسرت و طمع" سے نہیں دیکھ رہے! کیا اس تحریک سے آپ کو اپنی گم کردہ کانوں کا سراغ" مل رہا ہے! کیا اس سے وہ تنظیم ملی عمل میں آ رہی ہے جس کی ابتدا مساجد سے ہونی تھی!!

اللہ اکبر! انسان بھی ایک طرفہ تماشہ ہے! جب اس کے رجحانات قلبی و ذہنی اس کی نگاہ کا ایک زاویہ بدل دیں۔ تو وہ کس قدر تضاد کا مجموعہ بن جاتا ہے اور کس طرح زہر کو آب حیات بنا کر پیش کرتا ہے کتنی جلدی بھول جاتا ہے کہ جب اس کی آنکھوں پر کوئی رنگین چشمہ نہ تھا تو سامنے کی چیزوں کے اصلی رنگ کیا تھے! یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ پھر یہی دیکھئے کہ جس چیز نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا تھا۔ وہ کیا تھی، فرماتے ہیں:۔

"ایک بہت بڑی چیز جس کی ہم میں کمی ہے تنظیمات عمل (آرگنائزیشن) ہے اور اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ایک مقصد مشترک سامنے ہو اور سب

Marfat.com

میں اس کے نام سے ایک رشتہ باہمی قائم ہو جائے (ایضاً صفحہ ۶)

آج اسی تنظیمات عمل (آرگنائزیشن) کا نام فرقہ پرستی (COMMONALISM) جو حضرت مولانا اور دیگر قوم پرست حضرات کے نزدیک اتنا بڑا جرم ہے۔ کہ جس کی معافی نہ یہاں مل سکتی ہے نہ خدا کے حضور پھر اس وقت مقصد مشترک "جذبات ملت اور عظمت ملی" تھا اور آج وہ مقصد تمام اہل ہند کی ایک متحدہ "قومیت" کی تشکیل ہے!

پھر ہم نے بیان کیا ہے۔ کہ اسلام کی رو سے مسلمانوں کے لیے صحیح نظام زندگی یہ ہے کہ ان کی اپنی جماعت ہو اور اس جماعت کا مرکز ان کا اپنا امیر ہو۔ یہی جماعتی نظام مسلمانوں کے تمام دینی اور دنیاوی مسائل حیات کا فیصلہ کرے۔ اسلام کسی مخلوط جماعت کا قائل ہی نہیں اس کے نزدیک ایمان اور کفر دو مستقل بالذات الگ الگ نظریۂ زندگی ہیں جن میں باہمی امتزاج ہو ہی نہیں سکتا۔

اب دیکھئے کہ حضرت مولانا کا اس اپنی جماعت کے متعلق کیا خیال تھا۔ ذرا غور سے سنیئے۔ فرماتے ہیں :-

"اور اسی بناء پر شارع نے اسلام اور اسلامی زندگی کا دوسرا نام جماعت رکھا ہے اور جماعت سے علیحدگی کو "جاہلیت" اور "حیات جاہلی" سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ آگے بالتفصیل آئے گا"

(مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب از مولانا آزاد)

اس کے بعد حضرت مولانا نے متعدد احادیث سے ثابت کیا ہے کہ جو شخص اپنی جماعت سے ایک بالشت بھر بھی الگ ہو گیا سیدھا جہنم میں پہنچا اس کے بعد ارشاد ہے :-

"قرآن کے نزدیک فرد اور فرد کی ہستی کوئی شے نہیں ہے۔ ہستی صرف اجتماع اور جماعت کی ہے اور فرد کا وجود اور اعمال بھی اس لیے ہیں تاکہ ان کے

Marfat.com

اجتماع و تالیف سے ہیئت اجتماعیہ پیدا ہو۔" (ایضاً)

اس سے ذرا آگے ہے :-

"اور پھر یہ حقیقت کس قدر واضح ہو جاتی ہے جب ان تمام احادیث پر غور کیا جائے جن میں مسلمانوں کی متحدہ قومیت کی تصویر کھینچی گئی ہے ... سو ان تمام تصریحات میں بھی اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ اسلام کی قومیت متفرق اینٹوں کا نام نہیں ہے۔ دیوار کا نام ہے" (ایضاً)

کیا حضرت مولانا اتنا ارشاد فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے کہ مسلمانوں کی اس اجتماعی زندگی کا تصور آج کہاں چلا گیا ان کی الگ جماعت کے اسلامی نظریہ کو آج کیا ہوا۔ یہ اسلامی متحدہ قومیت آج ہندی "متحدہ قومیت" سے کس طرح بدل گئی کہ جس کی اساس اسلام پر نہیں بلکہ وطن پر رکھی جا رہی ہے۔ یہ اجتماع کے بجائے افراد کی الگ الگ زندگی جو کل تک قرآن و سنت کی رو سے جاہلیت کی زندگی تھی آج کس طرح عین اسلامی زندگی بن گئی! یہ اسلامی اینٹیں کہ جنھیں باہمی اتحاد و ائتلاف کے سیمنٹ سے مل کر ایک ایسی مستحکم دیوار ایک ایسی بنیان مرصوص بننا تھا کہ جو کفر کی بڑھتی ہوئی رو کا مقابلہ کر سکے آج یہی اینٹیں ایک ایک کر کے اس دیوار میں کیوں چنی جا رہی ہیں کہ جس کی بنیاد ہی یکسر غیر اسلامی ہے! کیا حضرت مولانا مع اپنے تمام رفقاء کار کے کوئی ایک آیت کوئی ایک حدیث ایسی پیش کر سکتے ہیں۔ جس میں یہ لکھا ہو کہ ملت اسلامیہ کی یہ اینٹیں کسی دوسری ملت کی اینٹوں کے ساتھ مل کر ایک مخلوط دیوار بھی قائم کر سکتی ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ ہم حضرت مولانا یا ان کے دوسرے ہم مسلک مسلم قوم پرست حضرات کو کسی طرح بھی مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ ہمارے ان استفسارات کا جواب دیں لیکن اگر

Marfat.com

انھیں ذرا سا بھی احساس ہے۔کہ قرآن وسنّت کا بھی بالآخر کوئی خوان پروا جب آتا ہے تو خدا کے لیے اپنی اس بے پناہ خاموشی کی مہر کو توڑیں اور ایک مرتبہ اتنا تو بتا دیں کہ اس تبدیلیٔ مسلک کی تائید میں کونسی سند ان کے پاس ہے! اس مسلک کی تبدیلی کے جواز میں جس کے متعلق ان کا ارشاد تھا کہ :-

"احادیث مجھ سے اس کی مزید توضیح ہوتی ہے۔اس بارہ میں اس کثرت کے ساتھ حدیثیں موجود ہیں اور عہد صحابہ سے لے کر عہد تدوین کتب تک مختلف طبقات رواۃ حفاظ میں اس قدر ان کی شہرت رہ چکی ہے کہ اسلام کے عقیدۂ توحید و رسالت کے بعد شاید ہی کوئی چیز اس درجہ تواتر و یقین تک پہنچتی ہوگی سب سے پہلے میں مسند امام احمد وغیرہ کی ایک روایت نقل کروں گا۔جس میں بالترتیب اسلام کا نظام عمل بیان کیا گیا ہے

قال صلی اللہ علیہ وسلم انی امرکم بخمس اللہ امرنی بھن الجماعۃ والسمع والطاعۃ والھجرۃ والجھاد فی سبیل اللہ انہ من خرج من الجماعۃ قید شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ الا ان یراجع ومن دعا بدعوی جاھلیۃ فھو من جھنم۔ قالوا یا رسول اللہ وان صام وان صلی قال۔قال وان صلی وصام وزعم انہ مسلم۔

یعنی فرمایا تم کو پانچ باتوں کے لیے حکم دیتا ہوں جن کا حکم اللہ نے مجھے دیا ہے۔جماعت۔سمع۔طاعت۔ہجرت اور اللہ کی راہ میں جہاد۔ یقین کرو کہ جو مسلمان جماعت سے ایک بالشت بھر بھی باہر ہوا تو اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا اور جس نے اسلام کی جماعتی زندگی کی جگہ جاہلیت کی بے قیدی کی طرف بلایا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔لوگوں نے عرض کیا کہ (حضور!) کیا ایسا شخص جہنمی ہوگا۔خواہ وہ روزہ رکھتا ہو

Marfat.com

نماز پڑھتا ہو۔ فرمایا ہاں اگرچہ نماز پڑھتا ہو۔ اور روزہ رکھتا ہو اور بزعم خویش اپنے آپ کو مسلمان ہی کیوں نہ سمجھتا ہو۔"

اس کی تشریح میں فرماتے ہیں :۔

"پہلی چیز جماعت ہے یعنی تمام امت کو ایک خلیفہ و امام پر جمع ہو کر اور اپنے مرکز قومی سے جڑ کر رہنا چاہیئے الگ الگ نہیں رہنا چاہیئے۔ آگے چل کر شہرت کے ساتھ وہ حدیثیں ملیں گی جن سے معلوم ہوگا۔ کہ جماعت سے الگ ہو کر رہنے کو یا ایسی منتشر زندگی کو جو ایک بندھی سمٹی ہوئی جماعت کی شکل نہ رکھتی ہو اور کسی امر کے تابع نہ ہو اسلام نے غیر اسلامی اور ابلیسی راہ قرار دیا ہے۔ انفرادی زندگی کو وہ زندگی ہی نہیں مانتا۔ اسلامی زندگی جماعت ہے۔" (ایضاً)

کیا حضرت مولانا کبھی رات کی تنہائیوں میں موجودہ مصلحت کوشیوں کو یکسر الگ رکھ کر اتنا سوچیں گے۔ کہ آج جس روش پر وہ خود گامزن ہیں اور جس پر چلنے کی وہ مسلمانوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ وہ ان کے اپنے ہی الفاظ میں کس کی روش ہے! مسلمانوں کا اپنی جماعت[1] کا تنظیم کرنا۔ ان کا اپنے مرکز قومی سے جڑ کر رہنا۔ یہ اسلامی زندگی ہے یا ان کا ایک ایک کر کے ایسی مخلوط جماعت میں جا کر جذب ہوتے جانا جس کے عناصر ترکیبی میں کوئی عنصر بھی اسلامی نہیں! کیا یہی مسلمانوں کا "اپنا مرکز قومی" ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آج بیچاری کمزور ناتواں ملت اسلامیہ کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے۔ جس سے وہ ان حضرات کی مہر سکوت کو توڑ سکے لیکن بالآخر ایک دن ایسا

---

[1] کانگریس فقط کسی ہندو سکھ مسلم عیسائی کی ہی نہیں بلکہ ہر ہندوستانی کی جماعت ہے اس کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھلا ہے (تقریر مولانا حسین احمد صاحب اخبار زمزم مورخہ ۲ جولائی ۱۹۳۸ء)

Marfat.com

بھی تو آنے والا ہے جبکہ زبانیں خاموش ہوں گی لیکن جسم کا ایکایک حصّہ گواہی دے گا۔ کہ حق کیا تھا اور باطل کیا! یہ قرآن و سنّت کی تصریحات ہم اپنی طرف سے پیش نہیں کر رہے یہ تو خود انھیں حضرات کی پیش فرمودہ ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان سے قطعاً اس چیز کی باز پرس نہ ہوگی کہ ان تمام تصریحات کو خود ہی بیان کرنیکے بعد تم لوگ کس راستے پر چل پڑے اور دوسرے لوگ اس خیال سے کہ تم قرآن و سنّت کے جاننے والے ہو تمہارے تتبع میں تمہارے پیچھے ہو لیے کیا ان سب کی ذمہ داری بھی انہی پر عائد نہ ہوگی ذرا قرآن کریم کو کھول کر دیکھئے کہ اس باب میں اس احکم الحاکمین کا کیا فیصلہ ہے!

انہی حضرات کی زبانی سنیئے، فرماتے ہیں:۔

"پس جاہلیت کا دوسرا نام تفرقہ ہوا اور اسلام کا دوسرا نام جماعت اور التزام جماعت یہی وجہ ہے کہ تمام احادیث میں یہ حقیقت واضح کی گئی اور اعلان کیا گیا کہ جو شخص جماعت اور اطاعت امام سے الگ ہو گیا گویا وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی اگرچہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو"

(ایضاً)

ہم اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے کہ یہ ان حضرات کی شان میں سوء ادبی سمجھی جائے گی۔ جب خدا اور اس کا رسول یہ کچھ فیصلہ کر رہا ہو تو ہمیں کسی اضافہ کی کیا ضرورت ہے۔ اب یہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ کہ مسلمانوں کے لیے راہ عمل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"مسلمانوں کے لیے راہ عمل ہمیشہ سے ایک ہی رہی ہے اور ہمیشہ کی طرح اب بھی ایک ہی ہے۔ یعنی ہندوستان کے مسلمان اپنی جماعتی زندگی کی اس معصیت سے باز آجائیں۔ جس میں وہ ایک عرصہ سے مبتلا ہیں اور جس کی وجہ سے فوز و فلاح کے تمام دروازے ان پر بند ہو گئے

Marfat.com

ہیں جماعتی زندگی کی معصیت سے مقصود یہ ہے کہ ان میں سے ایک "جماعت" بن کر رہنے کا شرعی نظام مفقود ہو گیا ہے وہ بالکل اس گلہ کی طرح ہیں جس کا شیرازہ جنگل کی جھاڑیوں میں منتشر ہو کر گم ہو گیا ہو۔" (ایضاً)

ایسی غیر اسلامی زندگی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ہے:-

"قرآن و سنت نے بتلایا ہے کہ شخصی زندگی کے معاصی کسی قوم کو یکایک برباد نہیں کر دیتے اشخاص کی معصیت کا زہر آہستہ آہستہ کام کرتا ہے لیکن جماعتی زندگی کی معصیت کا تخم (یعنی نظام جماعتی کا نہ ہونا) ایسا تخم ہلاکت ہے جو فوراً بربادی کا پھل لاتا ہے اور پوری قوم کی قوم تباہ ہو جاتی ہے۔" (ایضاً)

ہمیں بالعموم بتایا جاتا ہے۔ کہ صاحب مسلمانان ہند کے سامنے دو چیزیں ہیں ایک تو جماعتی تنظیم اور دوسرا ہندوستان سے انگریزوں کو نکال دینا۔ چونکہ انگریزوں کی غلامی بہت بڑی لعنت ہے۔ اس لیے مقدم یہ مسئلہ ہے جب یہ حل ہو جائے گا۔ تو پھر مسلمانوں کی جماعتی زندگی کا سوال ہاتھ میں لے لیا جائے گا۔ آج یہ دلیل دی جاتی ہے اور سمجھ لیا جاتا ہے۔ کہ یہ دلیل بڑی محکم ہے۔ لیکن جناب وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔ خود حضرت مولانا کو اقرار ہے۔ کہ جماعتی زندگی کی معصیت تخم (یعنی نظام جماعتی کا نہ ہونا، ایسا تخم ہلاکت ہے۔ جو فوراً بربادی کا پھل لاتا ہے اور پوری کی پوری قوم تباہ ہو جاتی ہے۔

اب فرمائیے کہ مقدم جماعتی زندگی کی تنظیم ہوئی یا انگریزوں کا ہندوستان سے نکالنا ہم مانے لیتے ہیں کہ کانگریس کے ساتھ مل

Marfat.com

کہ آپ انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے۔ لیکن جب آپ آزاد ہونگے تو اس وقت ملت اسلامیہ کہاں ہوگی! کیا تخم ہلاکت جو فوراً بربادی کا پھل لاتا ہے۔ پوری قوم کی قوم تباہ نہ کر چکا ہوگا۔ اس وقت کی آزادی سے آپ کو خوشی کیا ہوگی! پچھلے دنوں لندن کے ایک بہت بڑے ڈاکٹر نے ایک معرکۃ الآرا پریشن کیا۔ اپریشن بڑا نازک تھا۔ تمام دنیا کے اہل فن حضرات کی آنکھیں نتیجہ کی طرف لگ رہی تھیں۔ وہ اپریشن سے فارغ ہوا تو ساری دنیا میں مسرت کے تار دئے کہ اپریشن بڑا کامیاب رہا۔ نہایت صفائی سے نازک ترین مراحل طے ہو گیے۔ البتہ صرف اتنا ہوا کہ مریض چل بسا۔

یہ حضرات اسی قسم کے اپریشن میں مصروف ہیں اور پھر متمنی ہیں کہ قوم ان کی خدمات جلیلہ کی شکر گزار ہو کیا ان کو اتنا بھی علم نہیں کہ انگریزوں کی غلامی میں مسلمان اسی لیے آ گیے تھے کہ ان میں جماعتی زندگی کا فقدان ہو چکا تھا اور اب "مسلمان" غلامی سے نکل بھی اس وقت سکیں گے جب ان میں جماعتی نظام پیدا ہوگا۔ ہندوستان کی آزادی اور مسلمان کی زندگی مرادف الفاظ نہیں ہیں۔ اس لیے کہ جس تشتت و افتراق جس جماعتی زندگی کی معصیت کے دور سے مسلمان آج گذر رہے ہیں اس کا تو لازمی نتیجہ بقول حضرت مولانا پوری کی پوری قوم کی تباہی ہے۔ جب قوم ہی نہ ہو گی تو آزاد کون ہوگا! مسلمانوں کی آزادی کا مفہوم تو یہ ہے جو خود حضرت مولانا نے اپنے مسلک قومیت پرستی سے پیشتر ان الفاظ میں بیان فرمایا تھا:

"اسلام میں حق امر و حکم کسی کو نہیں۔ وہ دنیوی انتظام و حکومت میں جب کسی ایک فرد کے استبداد کو تسلیم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ ان

Marfat.com

الحکمۃ الا اللہ تو اس کے احکام دینیہ کیونکر تابع آراء اشخاص و جماعت مخصوصہ ہو سکتے ہیں۔ اس نے یہ حق صرف قرآن کو دیا ہے یا پھر دنیوی امور میں اس اجماع کو جو تمام مسلمانوں کی اکثریت رائے سے عبارت ہے۔" الہلال ۸ اکتوبر ۱۹۱۳ء اور اسی کا نام ہے۔" "اسلامی نظام اجتماعی" لیکن مولانا حسین احمد صاحب مدنی فرماتے ہیں :۔

"ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو مسلمان سکھ۔ عیسائی۔ پارسی سب شامل ہیں حاصل کرنے کے لیے سب کو متفقہ کوششیں کرنی چاہئے ایسی مشترکہ آزادی اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے۔ اور اسلام اس آزادی کی اجازت دیتا ہے۔" (زمزم ۷ جولائی ۱۹۳۸ء)

اور خود مولانا آزاد آج عملاً اسی قسم کی آزادی کے حصول اور اسی قسم کی جمہوری حکومت کے قیام کے لیے سرگرم عمل ہیں اور جسے جہاد عظیم قرار دے رہے ہیں۔ اسی قسم کی جمہوری حکومت کی سند ملاحظہ ہو:۔

"آپ روزانہ مسجدیں غیر مسلم انجنیر سے بنواتے ہیں۔ غیر مسلم ڈاکٹروں سے علاج کراتے ہیں۔ سینکڑوں کام روزمرہ غیر مسلموں سے کراتے ہیں کیا یہ سب ناجائز ہیں۔" (تقریر مولانا حسین احمد صاحب زمزم ۷ جولائی ۱۹۳۸ء)

یعنی جب تم ہندو انجنیر سے اپنی مرضی کے ماتحت اپنی متعین کردہ سمت اور وضع کے مطابق مسجد کا نقشہ تیار کرا لیتے ہو یا ہندو حجام سے خط بنوا لیتے ہو تو ایسے نظام حکومت کے قیام میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جس میں ہندو بھی شامل ہوں بلکہ اکثریت انہی کی ہو! کیا عجیب قرآنی استدلال ہے اور کیسی نادر تفسیر ہے اس آیت مقدسہ کی وامرھم شوریٰ بینھم یعنی مسلمانوں کی حکومت ان کے اپنے باہمی مشوروں سے ہوگی۔

Marfat.com

یہاں پہنچ کر آپ کے دل میں فطرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوگا کہ جب مولانا آزاد کے نزدیک چند سال ادھر اسلام نام ہی اس چیز کا تھا کہ مسلمانوں کی الگ جماعت ہو۔ ان کی اپنی متحدہ قومیت ہو۔ ان کا اپنا مرکز ہو۔ ان کے تمام معاملات اس نظام کی رو سے طے پائیں جو خالص قرآن و سنّت کی روشنی میں ان کی اپنی اکثریت کی رُو سے وجود میں آئیں ان کے لیے کوئی ایسی تحریک جو ان کی اجتماعی ملّی کے لیے عمل میں نہ آئی ہو کبھی قابل قبول نہیں ہو سکتی خواہ اس کے مقاصد کتنے ہی دلکش کیوں نہ ہوں۔ کوئی ایسی تحریک جو ان کی انفرادی اور ملّی حیثیات کے ہر شعبہ میں "مسلمان" بننے کی دعوت نہ دیتی ہو کبھی حق و صداقت کی تحریک نہیں ہو سکتی۔ جب حضرت مولانا کا ایقان اور ایمان یہ تھا تو پھر آج یہ کیا ہوا کہ ان کے نزدیک یہ تمام اُصول مردود قرار پا گیے اور ان کی جگہ ایک ایسے مسلک نے لے لی جس کی رُو سے ان اُصولوں کا نام تک لینا بھی جرم قرار پایا گیا اس کا جواب شاید آپ کو نہ مل سکے لیکن آیئے ہم آپ کو تھوڑا سا سراغ دیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ کے قائل ہیں سو قرآن کریم کی وہ آیات جن کی رُو سے وہ پہلے اُصول اسلامی ثابت کیا کرتے تھے بعد میں منسوخ ہو گیے۔ لیکن یہاں پھر یہ مشکل آ پڑے گی۔ کہ آپ کو منسوخ آیات کا تو پتہ مل جائے گا مگر یہ پتہ نہیں مل سکے گا۔ کہ ناسخ آیات کونسی ہیں۔ اس لیے کہ جب سے حضرت مولانا نے یہ نیا مسلک اختیار فرمایا ہے اس مسلک کی تائید میں آج تک کوئی آیت و حدیث پیش نہیں کی۔ لہٰذا یہ ناسخ آیات آپ کو قرآن کریم میں نہیں ملیں گی بلکہ ان ناسخ احکام کا ماخذ کچھ اور ہے۔ ذرا غور سے ملاحظہ فرمایئے۔

Marfat.com

اصولی چیز تو یہی ہے نا کہ مسلمانوں کی الگ جماعت اور اپنی متحدہ قومیت ہونی چاہیئے۔ اس کے متعلق ارشاد ہے:۔

"ہندوستان میں مسلم قومیت پر زور دینے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ بس یہی کہ ایک قوم کے اندر ایک دوسری قوم موجود ہے جو یک جا نہیں منتشر ہے۔ مبہم اور غیر متیقن ہے۔ اپنے سیاسی نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو یہ تخیل بالکل لغو معلوم ہوتا ہے اور معاشی نقطۂ نظر سے یہ بہت دور از کار ہے اور بدقت قابل توجہ کہا جا سکتا ہے.....
مسلم قومیت قومیت کا ذکر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں کوئی قوم ہی نہیں بس مذہبی اخوت کا رشتہ ہی ایک چیز ہے اس لیے جدید مفہوم میں کوئی قومیت نشو و نما نہ پا سکے۔"

(میری کہانی پنڈت جواہر لعل نہرو جلد دوم صفحہ ۳۳۱)

آیا آپ کے خیال میں کہ مسلم قومیت کا نظریہ ہمارے مسلم قوم پرست حضرات کے نزدیک "لغو" کیوں قرار پا گیا اور آگے بڑھیئے۔ ارشاد ہے:۔

"ایسے لوگ ابھی تک زندہ ہیں جو ہندو مسلمانوں کا ذکر اس طور پر کرتے ہیں گویا دو ملتوں اور قوموں کے بارے میں گفتگو ہے۔ جدید دنیا میں اس دقیانوسی خیال کی گنجائش نہیں ہے۔"

خطبہ صدارت آل انڈیا نیشنل کنونشن منعقدہ مارچ ۱۹۳۸ء از پنڈت جواہر لعل نہرو کس قدر حسرت اور کتنا استعجاب ٹپکتا ہے اس فقرہ سے کہ ابھی تک ایسے لوگ زندہ ہیں۔ گویا ان کے نزدیک زندہ رہنے کا حق صرف انہی کو ہونا چاہیئے جو اس قیانوسی خیال سے توبہ کر کے ان کی ہمنوائی میں فتوے صادر کریں کہ مسلمان کوئی الگ قوم و ملت نہیں ہے آج قومیت کی بنیاد مذہب نہیں بلکہ وطن

Marfat.com

پر رکھی جاتی ہے۔

"مسلم قومیت" کا تصوّر۔ جیسا کہ ہم نے شروع میں بیان کیا ہے اس نظریئے کے ماتحت پیدا ہوتا ہے کہ اسلام ایک پرائیویٹ عقیدہ کا نام نہیں بلکہ یہ ایک منظّم مذہب (ORGANIZED RELIGION) ہے اور یہی خصوصیت ہے جو اسلام کو دیگر ادیان سے متمیز کرتی ہے اس کے برعکس ہمارے قوم پرست حضرات مذہب کو پرائیویٹ عقیدہ قرار دیتے ہیں اور اسی قسم کے مذہب کی آزادی کی ضمانت دیتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ ہمارے مسلم قوم پرست حضرات نے یہ نظریہ کہاں سے لیا ہے۔

پنڈت جی ارشاد فرماتے ہیں۔

"جس چیز کو مذہب یا منظّم مذہب کہتے ہیں اسے ہندوستان میں اور دوسری جگہ دیکھ کر میرا دل ہیبت زدہ ہو گیا ہے۔ میں نے اکثر مذہب کی مذمّت کی ہے اور اسے یکسر مٹا دینے کی آرزو تک کی ہے۔ قریب قریب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اندھے یقین اور ترقی دشمنی کا بے دلیل عقیدت اور تعصب کا توہم پرستی اور لوگوں سے بے جا فائدہ اٹھانے کا قائم شدہ حقوق اور مستقل حقوق آنے والوں کی بقا کا حامی ہو"

(میری کہانی صفحہ ۱۶۱)

غور فرمایا آپ نے کہ یہ منظّم مذہب کو مٹانے کی آرزو کہاں سے پیدا ہوئی ہے اور چونکہ "منظّم مذہب" دنیا میں صرف اسلام ہی ہے اس لیے بالفاظ دیگر "اسلام کو مٹانے" کی وہ آرزو کہاں سے پیدا ہو رہی ہے جس کی تائید ہمارے مسلم قوم پرست حضرات کر رہے ہیں۔

اور آگے بڑھیئے ارشاد ہے:۔

"منظّم مذہب بلا استثنا اغراض سے وابستہ ہو جاتا ہے اور ان

Marfat.com

لازمی طور پر ایک ترقی دشمن قوت بن کر تغیّر اور ترقی کی مخالفت کرتا ہے۔" (صفحہ ۱۶۷-میری کہانی حصّہ دوم)

ملاحظہ فرمایا آپ نے وہی مقصد اسلامی جسے حضرت مولانا "احیائے ملّی" سے تعبیر فرماتے تھے۔اب ایک ایسے گھناؤنے جذبہ کا نام ہو گیا ہے جسے مستقل اغراض سے تعبیر کیا جا رہا ہے اور اس نظریہ کو ترقی کا دشمن کہا جاتا ہے۔گویا "ترقی" یہ ہے کہ "منظّم مذہب" یا اسلامی جماعتی نظام کا وجود دنیا میں نہ رہے وہی "مسلم قومیّت" جس کے متعلق حضرت مولانا پورے ایقان و بصیرت سے فرماتے تھے۔کہ عین اسلام ہے۔اس کے متعلق ارشاد ہے:-

"مسلم قوم کا تخیّل تو صرف چند لوگوں کی من گھڑت اور محض پرواز خیال ہے۔اگر اخبارات اس کی اس قدر اشاعت نہ کرتے تو بہت تھوڑے لوگ اس سے واقف ہوتے اور اگر زیادہ لوگوں کو اس پر اعتقاد ہوتا بھی تو حقیقت سے دوچار ہونے کے بعد اس کا خاتمہ ہو جاتا۔" (ایضاً صفحہ ۳۳۲)

اُمید ہے کہ حضرت مولانا نے سابق صدر کانگریس سے ضرور معذرت حاصل کر لی ہو گی۔کیونکہ ہندوستان کے مسلمانوں میں اس مسلم قومیت کے تخیّل کی اشاعت کے زیادہ تر ذمّہ دار خود ہی تھے۔

مضمون بہت زیادہ بڑھ گیا۔اس لیے ہم سردست اتنے ہی اقتباسات پر اکتفا کرتے ہیں۔انھیں سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہو گا۔کہ ہمارے مسلم قوم پرست حضرات نے جو اپنا رخ کعبہ سے پھیر کر "ترکستان" کی طرف کر لیا ہے وہ کس قبلہ نما

Marfat.com

کی سوئی کے رُخ کو دیکھ کر کیا ہے۔ تأسف صرف اس چیز کو دیکھ کر ہوتا ہے۔ کہ امیال وعواطف انسان کو کیا سے کیا بنا دیا کرتے ہیں۔ وہی مولانا آزاد جو لاہور کی انجمن کے ایک ریزولیشن کو دیکھ کر سرتا پا آگ ہو جاتے تھے اب کچھ ایسے بیٹھے ہیں۔ کہ تمام چیزیں اپنی آنکھوں سے پڑھ رہے ہیں۔ اسلامی محکمات کا یوں تمسخر اُڑتا دیکھ رہے ہیں اور ایک لفظ احتجاج کا نہ اُن کی زبان سے نکل سکتا ہے نہ قلم سے اور اسی پر اکتفا نہیں بلکہ وہ تمام مسلمانان ہند کو عملاً تیار کر رہے ہیں کہ وہ راستہ جو اس کانگریس کا تجویز فرمودہ ہے۔ جس کے قائد اعظم کے خیالات آپ نے ملاحظہ فرمائیے ہیں۔ وہی راستہ دین کا صراطِ مستقیم ہے اور اس کے علاوہ جو بھی راستہ ہے باطل کا راستہ ہے۔ اس کے جواب میں سوائے اس کے کہ ہمارے دکھے ہوئے دل کی آہیں سرمد مرحوم کی ایک رباعی کی شکل میں حضرت مولانا اور اُن کے دیگر ہم مسلک علمائے کرام کی خدمت میں شرف پذیرائی حاصل کر لیں۔ ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں ؎

سرمد در دین عجب شکستے کردی ایمان۔ خدائے چشم مستے کردی!
با عجز و نیاز جملہ نقد خود را رفتی و نثار بت پرستے کردی

تحریک آزادی میں مسلمانوں کی پوزیشن کیا ہونی چاہیئے۔ اس کے متعلق دورِ قومیت پرستی سے پیشتر مولانا آزاد صاحب کو مذہب کیا سکھاتا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

"ہم نہایت حسرت کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ تقسیم بنگال کی تنسیخ سے نہیں بلکہ پیشتر سے اپنے اندر آزادی اور حقوق طلبانہ پالیسی کا ولولہ رکھتے ہیں۔ گو عام راہ ضلالت سے الگ

Marfat.com

رہنے کا انہیں الاؤنس دینا چاہیئے لیکن افسوس ہے کہ ان کے سامنے بھی ہندوؤں کی پولیٹیکل جدّوجہد کے سوا کوئی مستقل اور علیحدہ راہ نہیں ہے۔ وہ بھی اپنی ترقی کا سدرۃ المنتہیٰ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ہندوؤں کے قدم بقدم چلنا سیکھ جائیں بے شک ہمارے عقیدے میں بھی آجکل مسلمانوں کے لیے عبرت اور تنبیہ کا سب سے بڑا سبق ہندوؤں کے سیاسی اعمال میں ہے اور بڑی بدبختی یہی تھی۔ کہ آج تک اس سے عبرت حاصل نہیں کی گئی لیکن پیروان امام مبینؑ کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی مذہبی موت نہیں ہو سکتی کہ اعمالِ زندگی کے ایک ضروری شعبے میں ان کو اسلام تعلیم دینے سے مجبور و لاچار ہو گیا ہو۔ اور اس کی طرف سے مایوس ہو کر انھیں ایک دوسری قوم کے دسترخوان کی چھوڑی ہوئی ہڈیوں پر للچانا پڑے۔ اگر ایسا ہی ہے تو بہتر ہے۔ کہ سرے سے اسلام ہی کو خیرباد کہہ دیا جائے، دنیا کو ایسے مذہب کی کیا ضرورت ہے جو صرف خطبہ نکاح میں چند آیتیں پڑھ دینے یا بشر زندہ پر سورہ یٰسین کو دہرا دینے کے لیے کارآمد ہو سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک اسلام کے دامن تقدیس پر اس سے بڑھ کر اور کوئی بدنما دھبہ نہیں ہو سکتا کہ انسانی حریت اور ملکی فلاح کا سبق مسلمان دوسری قوموں سے لیں۔ ۔ ۔ پس اگر مسلمان زندگی حاصل کر سکتے ہیں تو مسلمان بن کر، ہندو یا مسیحی بن کر نہیں۔ اگر شمع کافوری جل رہی ہے تو آپ کو کسی فقیر کے جھونپڑے سے اس کا ٹمٹماتا ہوا دیا چرانے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر یہ بھی فرض کر لیجئے کل ہندوؤں کو اپنی پالیسی بدل دینی پڑے۔ جتنی رائیں انسانی دماغ کی پیدا کردہ ہیں اُن میں تغیّر و تبدّل ہر وقت ممکن ہے البتہ خدا کی تعلیم میں ممکن نہیں کہ لا تبدیل الکلمات اللہ پھر کیا اس حالت میں مسلمان بھی اپنے اماموں کے ساتھ اپنی نمازیں توڑ دیں گے! ذرا غور سے

(نوٹ) "ہندو مہاسبھا ویسے ہی ہندوؤں کی الگ جماعت ہے جیسے مسلم لیگ مسلمانوں کی۔ ۔ ۔ ۔ کانگریس ہندوستان میں بسنے والے ہر ہندوستانی کی جماعت ہے" تقریر مولانا تحسین احمد مدنی۔ زمزم، جولائی ۱۹۴۶ء۔

Marfat.com

کام لیجئے کہ گہری اور تفکر طلب باتیں ہیں۔ ہم مسلمانوں کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ خواہ کسی اصول پر مبنی ہو لیکن وہ ایک ایسی راہ پیدا کر لیں جو ان کی مستقل اور مخصوص راہ ہو جس میں کسی تغیر کی ضرورت نہ ہو تمام خارجی اثرات تغیر سے محفوظ رہو۔ نیز کہا جا سکے کہ وہ مسلمانوں کی راہ ہے ... ہمارے ملکی بھائی اپنے اندر صرف قومیت اور سیاست کی روح پیدا کر کے زندگی کی حرارت پیدا کر سکتے ہیں اسی طرح اور قومیں بھی، لیکن مسلمانوں کی تو کوئی علیحدہ قومیت نہیں جو کسی خاص نسل و خاندان یا زمین کی جغرافیائی تقسیم سے تعلق رکھتی ہو۔ ان کی ہر چیز مذہب یا بالفاظ مناسب تر ان کا تمام کاروبار خدا سے ہے۔ پس جب تک وہ اپنے تمام اعمال کی بنیاد مذہب کو قرار نہیں دیں گے۔ اس وقت تک ان میں نہ قومیت کی روح پیدا ہو سکے اور نہ وہ اپنے بکھرے ہوئے شیرازہ کو جمع کر سکیں گے۔ آج دنیا "قوم" اور "وطن" کے نام میں جو تاثیر رکھتی ہے مسلمانوں کے لیے وہ اثر صرف اسلام یا خدا کے لفظ میں ہے۔ یورپ میں "نیشن" کا لفظ کہہ کر ایک شخص ہزاروں دلوں میں حرکت پیدا کر سکتا ہے لیکن آپ کے پاس اس کے مقابلہ میں اگر کوئی لفظ ہے تو خدا یا "اسلام" ہے (لہٰذا)

۱۔ مسلمانوں کے لیے ہر شئے ان کے مذہب میں ہے۔ پس وہ اگر آجکل اپنی پولیٹیکل زندگی اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کی جگہ اس شئے ہی کو کیوں نہ پیدا کریں جو نہ صرف پالیٹیکس بلکہ قومی اعمال کی ہر شاخ کو زندہ کر دے۔

۲۔ قرآن کریم صرف نماز اور روزہ کے فرائض بتلانے کے لیے ہی نازل نہیں ہوا بلکہ وہ انسانوں کے لیے ایک کامل اور اکمل قانونِ فلاح ہے جس سے انسانی زندگی کی کوئی شے باہر نہیں

Marfat.com

پس مسلمانوں کی ہر وہ پالیسی اور ہر وہ عمل جو قرآنی تعلیم پر مبنی نہ ہوگا ان کے لیے موجب فوز و فلاح نہیں ہو سکتا۔

۳۔ ان کو اپنا نصب العین صرف "اسلام" بنانا چاہیئے اور ساری طاقت اس میں صرف کرنی چاہیئے کہ وہ ہر طرف سے کر صرف احکام اسلام کے مطیع و منقاد ہو جائیں۔ اسلام ہی ان کے لیے پالٹیکس کی راہ کھولے گا تعلیم کا حکم دے گا۔ اخلاق و فضائل میں تبدیلی پیدا کر دے گا اور وہ تمام باتیں جن کو ترقی یافتہ قوموں میں دیکھ کر للچا رہے ہیں۔ نقصانوں اور مضرتوں سے صاف ہو کر ان میں پیدا ہو جائیں گی۔

۴۔ تعلیم معاشرت اور سیاست میں ان کو بر بنائے اتباع اقوام کوئی راہ اختیار نہیں کرنی چاہیئے بلکہ بر بنائے مذہب۔

(الہلال ۹ اکتوبر۔ ۳۳ اکتوبر و ۴ نومبر ۱۹۱۲ء)

کیا کوئی خدا کا بندہ ایسا ہے۔ جو قوم کو اتنا پوچھ کر بتا دے کہ قرآن کریم کی وہ تعلیم جس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل ممکن نہ تھا وہ آج کس کی نذر ہو گئی۔ یہ نیا مسلک جو بر بنائے اتباع اقوام اختیار کیا جا رہا ہے اور جس کی طرف مسلمانوں کو پکار پکار کر بلایا جا رہا ہے۔ کون سے نئے قرآن سے حاصل کیا گیا ہے: مسلمانوں کی اس مذہبی موت کا ذمہ دار کون ہے۔ جس کی رو سے انھیں ہندوؤں کے قدم بقدم چلنا سکھایا جا رہا ہے۔ وہ کون سا سامری ہے جس کی فسوں سازیاں ملتِ بیضا کو خدائے طور سینا سے گئو سالہ پرستی کی طرف لیے جا رہی ہیں۔ وہ کونسا مقناطیس ہے جس نے مسلمانوں کے قبلہ نما کی سوئی کا رخ "آنند بھون" کی طرف پھیر دیا ہے وہ کون ہے جو آج دوسروں کی چھوڑی ہوئی ہڈیوں کے پیچھے للچایا ہوا دوڑ رہا ہے۔ وہ کونسا فقیر ہے جسکی جھونپڑی کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو آج شمع

Marfat.com

کافوری سے بھی زیادہ درخشندہ و تابناک بنا کر دکھایا جا رہا ہے۔ وہ کون ہے! جو مسلمانوں کے اندر اسلام یا خدا کے نام سے نہیں بلکہ قوم اور وطن کے نام سے زندگی کی حرارت پیدا کرنا چاہتا ہے! وہ کونسی مستقل اور علیحدہ راہ ہے۔ جو ہندوؤں سے ہٹ کر مسلمانوں کے لیے تجویز کی جا رہی ہے۔ وہ کونسا گروہ ہے جو آج مذہب کو خطبۂ نکاح اور وضو اور غسل کے مسائل تک محدود کر دینا چاہتا ہے!!

کسی صاحب نے حضرت مولانا آزاد کو لکھا کہ وہ مذہب اور پالٹیکس کو آپس میں کیوں ملا دیتے ہیں۔ نیز یہ دریافت کیا کہ مسلمانوں کو سیاستِ ہند میں کونسی راہِ عمل اختیار کرنی چاہیئے۔ اس کے جواب میں وہ ارشاد فرماتے ہیں۔ لیکن کب؟

دورِ قومیت پرستی سے پیشتر:۔

آپ فرماتے ہیں کہ پولٹیکل مباحث کو مذہبی رنگ سے الگ کر دیجئے لیکن اگر الگ کر دیں تو ہمارے پاس باقی کیا رہ جاتا ہے ہم نے تو اپنے پولٹیکل خیالات بھی مذہب ہی سے سیکھے ہیں۔ وہ مذہبی رنگ میں بلکہ مذہب کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ ہم انھیں مذہب سے کیونکر الگ کر دیں؟ ہمارے عقیدہ میں تو ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا اور کسی تعلیم گاہ سے حاصل کیا گیا ہو۔ ایک کفر صریح ہے اور پالٹیکس بھی اسی میں داخل ہے۔ افسوس ہے کہ آپ حضرات نے اسلام کو کبھی بھی اس اصلی عظمت میں نہیں دیکھا۔ "ما قدروا اللہ حق قدرہ" ورنہ اپنی پولٹیکل پالیسی کے لیے نہ تو گورنمنٹ کے دروازے پر جھکنا پڑتا اور نہ ہندوؤں کی اقتداء کرنے کی ضرورت پیش آتی۔

..... آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں پولٹیکل

Marfat.com

خیالات کے تین راستے موجود ہیں۔ الہلال کس راہ پر قوم کو لے جانا چاہتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ الحمدللہ کہ ہم جناب کی قرار دی ہوئی تینوں راہوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے بلکہ اس چوتھی راہ الٰہی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ جو قرآن کی بتلائی ہوئی راہ صراط مستقیم ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل و اعتقاد کے لیے بھی اس کتاب کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا رہنما بنالے وہ مسلم نہیں، بلکہ شرک فی صفات اللہ کی طرح شرک فی صفات القرآن کا مجرم اور اس لیے مشرک ہے۔ اسلام اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس کے پیروؤں کو اپنی پولٹیکل پالیسی قائم کرنے کے لیے ہندوؤں کی پیروی کرنی پڑے، مسلمانوں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی شرم انگیز سوال نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسروں کی پولٹیکل تعلیموں کے آگے جھک کر اپنا راستہ پیدا کریں۔ ان کو کسی جماعت میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں وہ خود دنیا کو اپنی جماعت میں شامل کرنے والے اور اپنی راہ پر چلانے والے ہیں اور صدیوں تک چلا چکے ہیں۔ وہ خدا کے سامنے کھڑے ہو جائیں تو ساری دنیا اُن کے آگے کھڑی ہو جائے گی۔ ان کا خدا اپنا راستہ موجود ہے۔ راہ کی تلاش میں کیوں اوروں کے دروازوں پر بھٹکتے پھریں۔ خدا ان کو سربلند کرتا ہے۔ تو وہ کیوں اپنے سروں کو جھکاتے ہیں؟ وہ خدا کی جماعت ہیں اور خدا کی غیرت اس کو کبھی گوارا نہیں کر سکتی کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والوں کے سر غیروں کے آگے جھکیں۔

یہ الہلال کی پالیسی ہے اور یہی دعوت ہے جس کی طرف ہم مسلمانوں کو بلانا چاہتے ہیں یہ کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں اور نہ کسی انسانی گروہ کا اتباع و تقلید ہے۔ اگر مسلم لیگ مسلمانوں کو پولٹیکل راہنمائی کرنا چاہتی ہے تو اس کو یہی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔

(مضامین آزاد حصہ دوم)

Marfat.com

اسی سلسلہ میں حضرت مولانا دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

"ہم تو خود اسے مسلمانوں کی سب سے بڑی غلطی سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ انھوں نے اپنے سامنے دو راستے ہی دیکھے یا گورنمنٹ پر اعتماد اور یا ہندوؤں اور کانگریس کی شرکت۔ یعنی ہمیشہ سیاسی آزادی؟ کو ہندوؤں کا مرادف سمجھا مگر خود تیئیں بھولے رہے اور اس لیے بھولے رہے کہ خدا کو بھلا دیا۔ .. .. اس لیے ہماری تمام سعی و جہد کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو یاد دلا دیں کہ دنیا میں رہنے کے لیے جتنی چیزیں مطلوب ہیں وہ خود ان کے پاس موجود ہیں اور دروں کے دروازوں کو دریوزہ گری کے لیے کیوں تک رہے ہیں۔" (الہلال ۲۹ دسمبر ۱۹۱۲ء)

یہ اقتباسات کسی تبصرہ کے محتاج نہیں۔ ارباب نظر خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ قرآن کریم مسلمانوں کو کس طرف لے جانا چاہتا ہے اور یہ حضرات اب کس طرف کی دعوت دے رہے ہیں۔ سوتے کو تو جگا دینا آسان ہوتا ہے لیکن جاگنے والے کو کون جگائے؟ کہہ دیا جا سکتا ہے کہ حالات کے بدلنے سے مسلک میں تبدیلی ہو جاتی ہے لیکن جو مسلک نہ کسی انسان کے دماغ کی اختراع ہو نہ کسی جماعت کی تقلید و اتباع، بلکہ وہ خدائے حی و قیوم کے غیر متبدل قوانین کا مجموعہ ہو کیا وہ حالات کے بدلنے سے ایسا بدل جایا کرتا ہے کہ ایک چیز جو ایک وقت میں عین "شرک و کفر" ہو دوسرے وقت میں یکسر ایمان و اسلام بن جائے؟

پھر بڑا تعجب تو یہ ہے کہ آج تک ان حضرات میں سے کسی نے اتنا بھی تو نہیں بتایا کہ وہ کون سے حالات تھے جو اب بدل چکے ہیں اور وہ کون سے احکامات قرآنی ہیں جن کے ماتحت اب یہ نیا مسلک جو اس وقت "کفر و شرک" کا مسلک تھا "توحید و ایمان" کا مسلک بن گیا ہے ہم تو اسی قدر سمجھ سکے ہیں کہ ؎

Marfat.com

شیخ ملت با حدیث دلنشیں برمُراد او کند تجدید دیں

ایک عالم کی لغزش کا یہی خطرناک انجام ہے جس کے متعلق حضور صادق صلعم نے فرمایا کہ :-

"میں اپنی اُمت کے حق میں سب سے زیادہ جن چیزوں سے ڈرتا ہوں وہ تین ہیں (۱) عالم کی لغزش (۲) منافق کا قرآن سے استدلال (۳) وہ دُنیا جو تمہاری گردنیں کاٹنے لگے۔

شعبی کی روایت میں تیسری چیز ہے "گمراہ کرنے والے سردار" (لیڈر) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ :-

"عالم کی لغزش سے بچو اور غلطی سے اس کے رجوع کا انتظار کرو"

ہندوستان کے مسلمان اب اس حدیث مقدسہ کے مطابق انتظار میں ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان حضرات کو کب توفیق عطا فرماتا ہے کہ یہ اپنی غلطی سے رجوع کر لیں کہ جس قدر تباہی کا موجب یہ حضرات اب تک ہو چکے ہیں قوم کے لیے وہ بھی کچھ کم نہیں "

سلسلہ مطبوعات ۲۷

سوراجی اسلام

ادارۂ طلوع اسلام بلیماران دہلی

قیمت فی پرچہ ۲ آنے

اس پمفلٹ کو پڑھ لینے کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی ذہنی قلابازی اور وہ دینی تضادات جو دورِ الہلال اور قومیت پرستی کے زمانہ میں پائے جاتے ہیں۔ پوری طرح سے قاری پر واضح ہو جاتے ہیں اور پتہ چل جاتا ہے کہ حضرت مولانا کس طرح آپ کو ثر سے پھسل کر کس طرح لبِ گنگا جا پہنچے۔ اب ہم حسب وعدہ آگے بڑھتے ہیں اور رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ہندوستان کی "جنگ" سے بقایا

Marfat.com

اقتباسات پیش کرکے تنقید و تبصرہ کریں گے۔ یوں تو لکھی جائیں گی۔ کتاب دل کی تفسیریں بہت۔ کیونکہ تحریک پاکستان ہزاروں اور لاکھوں فرزندانِ ملت کے ذہن و دماغ اور فکر و عمل پر پھیلی ہوئی ہے اور جب تک یہ تمام واقعات و حالات ضبط تحریر میں نہیں آئیں گے۔ کسی مورخ کے لیے ایسی تاریخ تحریک پاکستان کا پیش کرنا ممکن نہ ہوگا جسے صحیح معنوں میں مکمل کہا جا سکے۔ ہماری یہ پہلی اور محدود سی کوشش ہے کم از کم نیشنلسٹ مسلمانوں کے متعلق جتنا بھی مواد آئندہ کے مورخ کے لیے جمع کیا جا سکے جمع کر دیا جائے ہم اسی خیال اور فرض سے مجبور ہو کر یہ کتاب لکھ رہے ہیں۔

اب اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

رقمطراز ہیں :—

پاکستان کا بنیادی پتھر

کانگریس کے رہنما مسلم لیگ کو مایوس کرتے وقت یہ بھول گئے کہ مسلم لیگ کی کمزور رگوں اور مردہ شریانوں میں کانگریس کا انقلابی خون پہنچ چکا ہے۔ اب کانگریس کے انقلابی خون سے مسلم لیگ کو نئی انتقامی راہ دکھائی چودھری خلیق الزماں نے اپنی وزارت کا انتقام لینے کے لیے کانگریس ردعمل کو تمام ہندوستان میں انتقامی شکل میں منظم کر دیا۔ اسی تنظیم کے پیٹ سے پاکستان کانگریس کی منافرت پر بڑی تیزی سے ترقی کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں مسلمانوں اور ہندوؤں کانگریسی اور غیر کانگریسیوں میں اختلافات کی ایسی وسیع خلیج قائم ہو گئی جو پھر کبھی پاٹی نہ جا سکی۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی اپنی کتاب میں کانگریس کی پہلی اور سیاسی اور بنیادی غلطی یہی بتائی ہے

Marfat.com

ہے کہ اگر کانگریس اس وقت مسلم لیگ کو اپنا کر ہضم کر لیتی تو یہ نوبت ہی نہ آتی کہ پاکستان پیدا ہوتا اور اس طرح ملک کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔" (صفحہ ۱۸۹۔ از رئیس الاحرار حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ہندوستان کی جنگ)

تحریر فرماتے ہیں :۔

"مولانا ابوالکلام سے ہمارے خاندانی مراسم میرے دادا مولانا محمد ذکریا صاحب سے شروع ہوئے مولانا کے بڑے بھائی مولانا ابوالنصر صاحب اسلامیہ کالج لاہور میں سب سے پہلے عربی اور اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے اور والد صاحب کے میدان سیاست میں آنے ہی مولانا سے سیاسی تعلقات کا نہ ٹوٹنے والا رشتہ شروع ہو گیا! ان تعلقات میں اتنی گہرائی تھی ۱۹۳۱ء کی لاہور کانگریس میں مولانا کے اشارے پر پنجاب خلافت کمیٹی کے بجائے مجلس احرار قائم ہوئی۔ جس کے دس سال تک والد صاحب صدر رہے بقول مولانا "احرار سے میرے ذہنی رابطے ہمیشہ قائم رہے ہیں۔ اور مجلس احرار نے ایک آزاد خیال جماعت کی حیثیت سے پنجاب میں کانگریس کو مضبوط رکھا۔" (منقولہ "صبح امید" صفحہ ۵-۶)

لکھتے ہیں :۔

"ایک روز سیسل ہوٹل شملہ میں غازی[1] صاحب نے کہا اور تو سب لوگوں سے ملاقات کر رہے ہو۔ مسٹر جناح قائداعظم سے تمہاری ملاقات نہیں ہوئی۔ میں نے کہا اس میں کیا تکلف ہے میں ان سے بھی مل سکتا ہوں۔ اس وقت شام کے چار بجے تھے۔ میں انھیں لے کر سیسل ہوٹل کے اس کمرے کے سامنے گیا جہاں مسٹر جناح تشریف فرما تھے۔ میں نے اپنے نام کا کارڈ قائداعظم کی خدمت میں

[1] ایڈیٹر اخبار مدینہ جو ایک کانگریسی مسلمانوں کا اخبار تھا۔

Marfat.com

بھیجا جس پر تحریر تھا عزیز الرحمٰن سن آف مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی یہ کارڈ لے کر جوں ہی مسلم لیگ نیشنل گارڈ کا والنٹیر جو اس دروازہ پر متعین تھا لے کر اندر گیا دوسرے ہی لمحہ اس نے آکر کہا قائداعظم صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔ مسٹر جناح نے مجھ سے دریافت کیا۔ آپ کے والد کا قیام کہاں ہے۔ میں نے کہا وہ تو ابھی تک جیل میں ہیں انھوں نے کہا کانگریس کے تو سب لیڈر رہا ہو چکے ہیں وہ کیوں جیل میں ہیں۔ میں نے کہا ممکن ہے چند روز میں رہا ہو جائیں۔ مسٹر جناح نے مجھ سے سوال کیا کہ احرار کا کیا نظریہ ہے۔ میں نے کہا احرار دل سے چاہتے ہیں کہ کانگریس لیگ اتحاد ہو جائے وہ تقسیم ملک کے خلاف ہیں۔ کیونکہ تقسیم میں سب سے زیادہ نقصان پنجاب کو پہنچے گا اور ایسے المناک منظر سامنے آئیں گے۔ جس کا اندازہ آپ کو نہیں ہے۔ پنجاب کا تو ابھی سے یہ عالم ہے کہ پنجاب کے ہندو سکھ مسلمان اپنے قتل عام کے لیے اس قدر منظم ہو چکے ہیں اگر اتفاقاً بھی کسی بات پر پنجاب میں فساد ہو گیا تو خون کی ندیاں بہہ جائیں گی اور ان فسادات کو عرصہ تک کوئی طاقت نہ روک سکے گی۔ میں نے کہا کہ پنجاب کے مسلم لیگی لیڈر آپ کو پنجاب کے صحیح حالات سے باخبر نہیں رکھیں گے۔ میرا یقین ہے کہ اگر پنجاب میں فساد ہو گیا۔ تو پنجاب کے مسلم لیگی لیڈر سب سے پہلے میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ پندرہ منٹ تک مسٹر جناح سے بات ہوتی رہی۔ وہ پنجاب کے سیاسی حالات سن کر بہت متاثر ہوئے۔ آخر میں قائداعظم فرمانے لگے کہ اگر آپ کے والد جیل سے آجائیں تو ان سے میری طرف سے کہنا کہ ۱۲ جولائی کو مجھ سے دہلی میں ملیں ساتھ ہی اپنے کارڈ پر اپنا نام لکھ کر دے دیا تاکہ ملاقات میں دقت نہ ہو۔

Marfat.com

آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

"اس ملاقات کے دوران مجھے یہ احساس ہوا کہ میرے والد مولانا حبیب الرحمٰن کے مسٹر جناح پر بہت اثرات ہیں۔ قائداعظم کا ۱۲ جولائی کو ملاقات کا وقت دینا بھی کوئی اہمیت رکھتا تھا میں نے والد صاحب سے رہائی کے بعد شملہ پہنچ کر اس واقعہ کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ جناح صاحب مدت سے مجھے شکار کرنے کی فکر میں ہیں یہ کہہ کر باقی تمام باتوں کو ٹال دیا۔" (صفحہ ۲۵۴ تا ۲۵۶)

اب وہ خط و کتابت جو مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی نے گاندھی دنہرو سے کی ملاحظہ فرمائیے۔

حبیب گاندھی خط و کتابت

حبیب روڈ شفاعت منزل لدھیانہ
۱۴ اگست ۱۹۴۵ء

محترمی مہاتما جی۔ خدا آپ کو سلامت رکھے جن دعاؤں کے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا وہ دوسرے پرچہ میں ارسال ہیں۔

کل آپ کا بیان پڑھا۔ آپ مسٹر جناح کو پھر پاکستان دینے کو تیار ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ کو جناح صاحب سے گجراتی ہموطن ہونے کی وجہ سے بہت محبت ہے۔ اس لیے آپ ان کو بھول نہیں سکتے اور ہمیشہ ان کو سربلند دیکھنا چاہتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی غلط ہوں۔ آپ کے اس شریفانہ طریقہ کار نے رجعت پسند طاقتوں کو مضبوط کر دیا۔

جب سے پاکستان کا ریزولیشن مسلم لیگ نے منظور کیا ہے اسی وقت سے آپ یہ فرما رہے ہیں کہ اگر مسلمان چاہیں تو ان کو

Marfat.com

پاکستان دیا جائے گا۔ میں اسی وقت سے آپ کے ان فقروں کا یہ مطلب خیال کرتا ہوں (یقین نہیں) آپ چاہتے ہیں کہ مسلمان صوبے الگ ہو جائیں اور ہندو سات صوبوں کی گورنمنٹ بن سکے تاکہ مسلمانوں کے مطالبات کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ حالات کی مجبوری نے آپ کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا ہے۔ خدائے پاک ہم سب کو صحیح سوچنے اور سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اخبار کا کٹنگ بھی آپ کو بھیج رہا ہوں"۔ (حبیب الرحمٰن صفحہ ۲۶۳ تا ۲۶۴)

پنڈت جواہر لعل نہرو کو مولانا لکھتے ہیں :—

حبیب روڈ شفاعت منزل لدھیانہ

۲۳ اگست ۱۹۴۵ء

محترم پنڈت جی!

تسلیم۔ آپ نے اپنی کتاب "میری کہانی" میں لکھا ہے کہ نیشنلسٹ مسلمان آہستہ آہستہ ختم ہو گئے۔ مگر آپ نے کبھی غور کیا کہ ان کو کس نے ختم کیا۔ میرے نزدیک مہاتما گاندھی اور آپ نے سب سے زیادہ خدمت انجام دی ہے۔ اور راجہ جی نے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ آپ نے مسلم لیگ اور رجعت پسند طاقتوں کو مسلمانوں کا نمائندہ سمجھ کر ہمیشہ ان سے بات چیت کی اور مسلم لیگیوں کی پارٹیوں میں شامل ہوئے جس کی بنا پر عام مسلمان اور حکومت یہ سمجھنے میں حق بجانب ہے کہ مسلمانوں کی نمائندہ مسلم لیگ ہے۔ جمعیۃ علماء، مجلس احرار اور آزاد خیال مسلمان نہیں ہیں۔ حافظ ابراہیم صاحب کے الیکشن میں آپ نے ہم لوگوں کو بلوایا اور کامیابی کے بعد نواب اسمٰعیل خان کے جواب میں آپ نے لکھا کہ انتخاب میں جو سخت کلامی یا بدزبانی ہوتی ہے وہ احرار

Marfat.com

اور جمعیۃ علماء کے کارکنوں کی ہے گویا یہ کانگریس کی خدمت کرنے کا انعام تھا جو آپ نے ہمیں دیا تھا۔ اسی طرح جب لکھنؤ کانگریس کے مشورے سے حافظ ابراہیم کا جلوس کامیاب کرانے کے لیے احرار والنٹیرز اور کارکن جس میں میں بھی شریک تھا کانپور گیے تو وہاں مسلم لیگ کی طرف سے حافظ ابراہیم کے جلوس پر پتھروں کی بارش اور لاٹھیاں برسائی گئیں اور حالات یہ ہو گیے کہ حافظ صاحب اور ہیں شائد قتل ہو جاتے تب احرار والنٹیروں نے حافظ صاحب اور میری جان بچائی اور وہ خوب پٹے۔ زخمی ہوئے مگر ہوا یہ کہ احرار والنٹیر گرفتار ہوئے اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کانپور نے بیان دیا کہ احرار لیگ کا فساد ہو گیا اس طرح گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں۔ لیگی والنٹیروں کی ضمانت اسی دن لے لی گئی اور احرار کی آٹھ دن بعد، اس قسم کی دس بارہ مثالیں صرف یو۔ پی گورنمنٹ کی آپ کو بتا سکتا ہوں۔

فیصلے میں تو آپ نے مسلم لیگ کو صرف پانچ سیٹیں دینا منظور نہ کیں۔ مگر وار دھا جا کر گاندھی جی نے یہ بیان دے دیا کہ پاکستان کی پیش کش ابھی تک منظور ہے۔ اس کہنے کا شملہ کانفرنس کے بعد مطلب ہے کہ کانگریس کے ہندو لیڈر پاکستان دینے کو تیار ہیں اور اگر مخالف ہیں تو حبیب الرحمٰن سے لے کر مولانا ابوالکلام آزاد تک آپ کشمیر پہنچتے ہی نواب ممدوٹ صدر مسلم لیگ پنجاب اور نواب دولتانہ سیکرٹری مسلم لیگ پنجاب کی دعوت پر آپ مسلم لیگ کی پارٹی یعنی عصرانہ میں شامل ہوئے۔

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے مولانا آزاد پر کشمیر میں جوتوں اور پتھروں کی بارش کرائی ان کو آپ نے عزت بخشی۔ آپ نے ان کے

Marfat.com

اس کہنے کو سچّا کر دیا کہ کانگریس کے ہندو لیڈروں کی پوری عظمت مسلم لیگیوں کے دل میں ہے۔ البتہ کانگریسی مسلمانوں کے لیے ہمارے دل میں کوئی جگہ نہیں سینکڑوں مسلمان میرے دوست یہ کہتے ہیں کہ جب پنڈت جواہر لال نہرو اور گاندھی جی لیگی لیڈروں کی عزّت کرتے ہیں تو احرار جمعیۃ علماء اور آزاد خیال مسلمان ان کے کیوں خلاف ہیں مسلم لیگی دوست اس کہنے میں حق بجانب ہیں کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ سمجھوتے کے وقت آزاد خیال مسلم جماعتوں کو پنڈت نہرو بھی انھیں پوچھتے آپ میاں افتخار الدین کے یہاں ٹھہریں گے جو کمیونسٹ ہونے کے ساتھ ساتھ مسلم لیگی بھی ہیں اور شاید انھیں کے کہنے پر مسلم لیگ کی پارٹی میں آپ شامل ہوئے تھے اس طریقۂ کار نے کانگریس اور ملک کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کا اندازہ آپ نہیں کر سکتے۔

پنڈت جی آپ جانتے ہیں کہ ہمیں کانگریس یا آپ لوگوں سے نہ لالچ ہے نہ کوئی غرض جو مسلمان آج ہمارے مخالف ہیں۔ وہ ہمارے پاؤں چومتے تھے۔ اب بھی ہماری عزّت کرنے کو تیار ہیں۔ ان کا ہم سے صرف ایک مطالبہ ہے کہ کانگریس کے معاملہ میں خاموش ہو جائیں۔ ہم نے آج تک کانگریس کا ساتھ دیا ہے۔ وہ ہندوستان کی آزادی اور ملک کی عزّت کے لیے ہے۔ ہم نے ملک کی آزادی کی محبّت میں عزّت آبرو۔ مال سب کچھ قربان کر دیا ہے۔ کاش کانگریسی لیڈروں کے دل میں اس کا احساس ہوتا۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ کا ہمارے ساتھ طریقہ کار ایک سیاست دان کا سا ہے ایک محبّ وطن کا نہیں ہے آپ میاں افتخار الدین قسم کے مسلمانوں کے دوست ہیں جو خود بھی

Marfat.com

مسلم لیگی ہیں آپ کا یہ حال ہے کہ مسلم لیگی لیڈروں سے بغیر ملے چل نہیں سکتے۔

جب ملک خضر حیات نے پنجاب میں مسٹر جناح اور مسلم لیگ کو ختم کر دیا تو گاندھی جی نے بھائی جناح لکھ کر مسلم لیگ کو زندہ کر دیا۔ اگر ملک کی آزادی کی محبت ہمارے دل میں نہ ہو تو سچ کہتا ہوں کہ آپ کا طرز عمل ایک منٹ کے لیے بھی کانگریس میں کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ کا فرض تو یہ تھا کہ پنجاب کا کوئی مسلم لیگی لیڈر آپ کے پاس آتا تو آپ اس سے کہتے کہ جو بات کرنی ہو وہ مولانا داؤد غزنوی اور حبیب الرحمٰن سے جا کر کرو۔ اگر آپ نے ایسا کیا ہوتا تو آج آپ کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا کہ کانگریس میں تلاش کرنے سے بھی مسلمان نہیں ملتا۔"

آپ کا مخلص

حبیب الرحمٰن لدھیانوی ۲۳ اگست ۱۹۴۵ء

صفحہ ۲۶۵ تا ۲۶۷

یہ خط بھی حاضر خدمت ہے۔ جو مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب مولانا ابوالکلام آزاد کو لکھتے ہیں:۔

حبیب روڈ شفاعت منزل

۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء

سیدی و مولائی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۲۸ دسمبر کو سیٹیں ریزرو نہ ہو سکیں اس لیے سفر نہ کر سکا

۲۹ دسمبر کو اس لیے روانہ نہ ہو سکا کہ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ تیس تک کلکتہ ٹھیروں گا۔ اگرچہ میری طبیعت ناساز ہے اور سفر کے قابل

Marfat.com

نہیں ہوں مگر حالات کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں مہربانی فرما کر مجھے مطلع فرمائیں۔

آپ کے ارشاد کے مطابق پنجاب میں کہیں بھی احرار اور کانگریس کے اُمیدوار کا مقابلہ نہیں ہو رہا تھا قصور کے حلقے سے احرار نے اپنا اُمیدوار بٹھا دیا اگرچہ ان کو یقین تھا کہ ہمارا اُمیدوار کامیاب ہوگا۔ اب مولانا عبدالغفار صاحب غزنوی اس حلقے سے کانگریس کے اُمیدوار ہیں تمام مل کر ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں لاہور کے سول حلقے سے میاں محمد رفیق صاحب احرار اُمیدوار اور اُن کے مقابلے میں میاں عبدالعزیز بیرسٹر اُمیدوار تھے۔ بابو محمد دین مزنگ کے رہنے والے پرانے مشہور کانگریسی نے لاہور کے اسی حلقہ سے بطور سیکنڈ اُمیدوار درخواست دی تھی۔ اتفاقاً میاں عبدالعزیز صاحب کی درخواست مسترد ہوگئی۔ اس وقت بابو محمد دین نے وعدہ کیا کہ وہ میاں رفیق صاحب احرار اُمیدوار کے حق میں درخواست واپس لے لے گا۔ اب حالت یہ ہے کہ کبھی کوئی شخص ان کی طرف سے اعلان کر دیتا ہے کہ انھوں نے لیگ کا ٹکٹ لے لیا ہے۔ لالہ کی ارنا تھ صاحب سہگل (ایم۔ ایل۔ اے) نے بیان دیا ہے کہ بابو محمد دین صاحب بدستور کانگریسی ہیں۔ اب مجھے بابو محمد دین کہتے ہیں کہ اگر حضرت مولانا ابوالکلام مجھے حکم دیں تو میں بیٹھ جاؤں گا ان کی کامیابی کی وہاں کوئی اُمید نہیں اوّل تو ضمانت ضبط ہوگی اور ہار جانا تو یقینی ہے مہربانی فرما کر بہت جلد اس بارے میں بذریعہ تار بابو محمد دین صاحب کو آپ حکم لکھیں کہ وہ بیٹھ جائیں۔ ان کے بیٹھنے کا حکم معرفت مولانا داؤد غزنوی دیں۔ والسّلام۔

(حبیب الرحمٰن)

Marfat.com

اب مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی کے ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء کے اجلاس لاہور کی قرارداد جو پاکستان کے خلاف منظور کی گئی۔ ملاحظہ فرمائیے :۔

پاکستان کے خلاف تجویز کی منظوری

آج ورکنگ کمیٹی نے تین دن کی تفصیلی بحث وتمحیص کے بعد حضرت شاہ صاحب کی پاکستان کے خلاف تجویز متفقہ طور پر منظور کرلی جس میں مولانا مظہر علی صاحب اظہر کی ایک ترمیم جناح صاحب کی طرف سے کیے گیے اعلان سکھستان کے سلسلے میں تجویز میں شامل کردی گئی۔ اس کمیٹی کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ ممبران کمیٹی کے سامنے ایسے ایسے نئے حالات اور واقعات بھی آگیے جس سے بہت سے ممبران کمیٹی ابھی تک ناآشنا تھے شاہ صاحب کی تجویز کے الفاظ حسب ذیل ہیں :۔

پاکستان کے خلاف تجویز

(الف) آل انڈیا مجلس احرار اسلام کی ورکنگ کمیٹی کا یہ اجلاس موجودہ اہم سیاسی مسائل کے متعلق ایک بار پھر اپنی پوزیشن واضح اور غیر مبہم طور پر ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

(ب) جہاں تک مسلم لیگ کے نظریۂ پاکستان کا تعلق ہے مجلس عاملہ کسی صورت میں بھی اس سے اتفاق نہیں کرسکتی ہم تقسیم ہند کے نظریہ کا تجزیہ محض اقتصادی اور معاشرتی اصولوں پر نہیں کرتے۔ پاکستان کے قبول کرنے کا مطلب ملت اسلامیہ ہند یہ کو تین مختلف حصوں میں منتشر کرنا ہوگا۔ (پنجاب کا نامکمل صوبہ) سرحد سندھ اور بلوچستان ہندوستان کے ایک سرے پر اور بالکل دوسرے

Marfat.com

سرے پر مشرقی بنگال اور آسام کے کچھ اضلاع کو پاکستان بنایا جاتا ہے۔ ملّتِ اسلامیہ ان دو منطقوں میں ہی بٹ کر نہیں رہے گی۔ بلکہ اس سے ایک قابل قدر حصّے پر ہندوستان میں دوامی غلامی مسلّط رہے گی۔ ان دو پاکستانی ریاستوں میں مؤثر غیر مسلم اقلیتیں موجود رہیں گی۔ نیز پاکستان کی یہ دونوں ریاستیں جغرافیائی اعتبار سے ایک دوسرے کی کسی بیرونی حملے کے وقت امداد نہیں کر سکیں گی اور ان دو ریاستوں کے درمیان ہندوؤں کی دنیا کی سب سے بڑی سلطنت سونپ دی جائے گی۔ جس میں مسلم اقلیت کی پوزیشن حد درجہ غیر مؤثر رہے گی۔ مزید برآں اب مسٹر جناح نے نواب زادہ لیاقت علی خان کے نظریہ کو اپنا لیا ہے اور سکھوں کا علیحدہ سلطنت بنانے کا حق تسلیم کر کے پنجاب میں جمنا سے لے کر راوی بلکہ چناب تک کا علاقہ مغربی پاکستان سے علیحدہ ہونا درست قرار دے دیا ہے۔ اس روش کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ بنگال اور آسام کے صوبوں کی بھی اسی طرح قطع و برید ہو جس سے مغربی پاکستان کی طرح مشرقی پاکستان بھی پہلے سے زیادہ بے وقعت اور اقتصادی لحاظ سے بے حال ہو جائے گا۔ ان ٹھوس حقیقتوں کے بعد کوئی ذی شعور جماعت جو مسلمانوں کے تحفّظ حقوق کا دعویٰ کرتی ہو اس مہلک نظریہ سے متفق نہیں ہو سکتی۔ مسلم لیگ ۱۹۴۰ء سے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتی آئی ہے۔ پاکستان کا حربہ انتخابات میں کامیابی کے حصول کے لیے استعمال کیا گیا۔ مسلم لیگ میں شمولیت اور عدم شمولیت پر اسلام اور کفر کا مدار رکھا گیا اور ہر ہتھیاروں سے لیگ میدان میں اتری۔

مجلس عاملہ اس حقیقت کا اعلان کرنا ضروری سمجھتی ہے کہ یہ

Marfat.com

تمام اختلافات آئینی و اخلاقی سرگرمیاں اور محدود حق رائے دہندگی مسلم لیگ کی وقتی کامیابی کی ضامن ہوئیں مسلم لیگ کی قیادت مسلمانوں کو لیگ غیر منظم قوم اور بے ہنگام گروہ کی حیثیت دینا چاہتی ہے۔ یہ اجلاس ایک بار پھر یہ اعلان کرتا ہے کہ مسلم لیگ کی قیادت قطعی غیر اسلامی ہے۔ اس کا عمل آج تک ملّتِ اسلامیہ کے مفاد کے منافی رہا ہے۔ مرکزی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں اسلامی قوانین کی مخالفت اس کا مستقل شعار رہے۔

اس لیے مسلمان سیاسی، مذہبی، تمدنی، رہنمائی کی توقع مسلم لیگ کی غیر اسلامی قیادت سے نہیں کر سکتے ..... اور مسلم لیگ کے کسی فیصلہ کو اسلامی ہند کا فیصلہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔"

(صفحہ ۲۸۳ تا ۲۸۵ از رئیس الاحرار)

اس مقام پر احرار اور جماعت مودودیہ ایک نظر آتی ہے۔ دونوں ہی مسلم لیگی قیادت کو "غیر اسلامی قیادت" قرار دیتی ہیں۔

اب مجلس احرار اسلام کی ورکنگ کمیٹی کے خیالات مختلف ممبران نے جن کا اظہار کیا پڑھیئے۔

ورکنگ کمیٹی کے ممبران کی عام گفتگو میں حسب ذیل ہیں :۔

"میں صرف کسی آئینی سمجھوتے میں ہندوستان کی نجات نہیں سمجھتا اور نہ ہی میرے نزدیک الیکشن کی جیت میں ملکی اور ملّی کوئی نفع ہے میں تو بس ہندوستان میں انگریز سے ایک ایسی لڑائی دیکھنے اور لڑنے کا متمنی ہوں جس میں گھر بار تباہ و برباد کر کے پھانسیاں لگنے کا پروگرام ہو۔ بس یہی پروگرام آزادی ہند کے مسئلہ کا حل کر سکتا ہے اس لیے ..... جماعت کو الیکشن نہ لڑنا چاہیئے۔ بلکہ کوئی ٹھوس کام اور پروگرام سامنے رکھا جائے۔

Marfat.com

پاکستان کے بارے میں پورے تین مہینے تک پنجاب میں، میں نے جس جگہ بھی تقریریں کی ہیں پاکستان کو مسلمانان ہندوستان کے لیے مہلک بلکہ ہلاکت آفرین اور خلاکت خیز بتایا ہے اور دلائل سے یہ باتیں ثابت کی ہیں۔ میری سمجھ میں پاکستان کے حق میں کوئی دلیل بھی تو نہیں آئی۔ اس وقت قوم کی زندگی اور موت کا سوال ہے میں نہیں کہتا کہ میری ہی رائے مان لی جائے سب ہی کو اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے اور اگر کسی کے پاس میرے دلائل کے خلاف کوئی واضح اور ٹھوس دلائل ہوں تو مجھے اپنی تجویز پر اب بھی اصرار نہیں ہے۔"

(سید عطاء اللہ شاہ بخاری)

"میری سمجھ میں اگر پاکستان آ بھی جائے تو میں فوراً لیگ میں چلا جاؤں لیکن میں پاکستان قبول کرنے میں مسلمانان ہند کی ذلت آمیز موت دیکھ رہا ہوں۔" (مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی)

"میری رائے میں جب تک ہندوستان کی انٹی لیگ جماعتوں کی کسی آئینی تجویز کو کانگریس ورکنگ کمیٹی منظور نہ کرے اس وقت تک تجویز کی نشر و اشاعت بے معنی چیز ہے۔"

(مولانا مظہر علی اظہر)

"میں سمجھتا ہوں کہ مولانا ابوالکلام آزاد سے سب سے پہلے گفتگو کی جائے اور مجلس احرار الاسلام کی باگ ڈور انھیں کے ہاتھ میں دے کر اس وقت ان کے ہاتھ زیادہ سے زیادہ مضبوط کیے جائیں۔"

(صفحہ ۲۸۷)

آصف صاحب کا مشورہ

"آصف صاحب نے فرمایا "کہ اس وقت یقیناً اپنی جماعت تو ایک

Marfat.com

بن جانی چاہیئے اس کا کیا نام ہو۔ اس کا فیصلہ سب ہی لوگ ملکر کر سکتے ہیں لیکن انتخابات میں ضروری ہے کہ جو لوگ اینٹی لیگ جماعت میں شامل ہوں خواہ وہ کسی وجہ سے شامل ہوئے ہوں انھیں پاکستان سے قطعی مخالفت کا اظہار کرنا چاہیئے ..... یہ بہت ہی غلط بات ہے کہ ایک شخص ..... پاکستان کو مانے اور لیگ کو نہ مانے۔ اسی چیز نے خضر حیات کو پنجاب میں شکست دلائی ہے۔" مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی نے فرمایا۔ کہ "میری اور میرے ساتھیوں کی یہ قطعی رائے ہے کہ نظریہ پاکستان کی مخالفت کی جائے۔" آصف صاحب نے فرمایا کہ "نیشلسٹ مسلمانوں کی مرکزی لیڈر شپ نہیں ہے جس پر تمام جماعتیں افراد آخری طور پر رہنمائی حاصل کرنا اپنا فرض خیال کریں۔"

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی رائے

اس پر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ یہی بات کل میں مولانا احمد سعید صاحب سے کہہ چکا ہوں اس چیز کو اپنے لوگوں میں اس طرح کہتا ہوں کہ "کانگریس میں گاندھی جی اور مسلم لیگیوں میں مسٹر جناح ہیں لیکن ہندوستان کے آزاد خیال مسلمانوں میں کوئی ایسا لیڈر نہیں ہے جو سب کو اکٹھا کر کے مسلم سیاست کو چلائے۔"

آصف صاحب کی رائے

آصف صاحب نے فرمایا کہ "اب ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاست مسٹر جناح کے قبضہ سے باہر ہو چکی ہے۔ اس لیے وہ اب کوئی صحیح بات نہیں کہہ سکتے۔ عام ہندوستان کے سیاسی حلقے اب انھیں پوچھتے تک نہیں اور نہ اب ان کو کوئی پوچھے گا۔ خواہ وہ کتنی ہی دل خوش کن باتیں کریں۔" (صفحہ ۲۸۹ تا ۲۹۰)

اب گاندھی جی سے ملاقات کا ذکر پڑھیئے:۔

Marfat.com

گاندھی جی سے ملاقات

"احرار رہنماؤں کے قیام دہلی کے دوران میں راقم الحروف (عزیز الرحمٰن) نے برادرم شورش کاشمیری۔ نواب زادہ نصراللہ خان کو گاندھی جی سے وقت لے کر ملایا۔ اس ملاقات میں شورش کاشمیری نے گاندھی جی سے سوال کیا کہ آپ کی مولانا ابوالکلام آزاد کے متعلق کیا رائے ہے۔ مہاتما گاندھی نے اس کے جواب میں کہا کہ تاریخ اور مذاہب عالم کے سلسلے میں جو معلومات اور علم و فکر مولانا آزاد کو حاصل ہے۔ میری نظر میں کسی دوسرے کو اتنا عبور حاصل نہیں۔ سیاسی حالات میں بھی مولانا کی رائے بڑی تہ تک اور فیصلہ کن رائے ہوتی ہے۔ مولانا آزاد جو زبان بولتے ہیں۔ اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ مہاتما گاندھی نے فرمایا کہ مولانا صاحب جو زبان بولتے ہیں میں اس کو ہندوستانی زبان سمجھتا ہوں۔ ایک اور سوال کے جواب میں مہاتما جی نے فرمایا کہ پنجاب کی کانگریسی سیاست تو میری سمجھ سے باہر ہے۔ پنجاب کے کانگریسی لوگ کچھ ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو پریشانی کا سبب بن جاتی ہیں۔ مہاتما جی سے یہ ملاقات کوئی پونے گھنٹے تک جاری رہی اور گاندھی جی نے ہم سب کو اپنی دعا کے ساتھ رخصت کیا۔" (صفحہ ۲۹۷ از رئیس الاحرار)

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کی صبح کو لدھیانہ شہر بہت زیادہ قومی جھنڈے لہرائے گئے اور خصوصیت سے مسلمانوں کے محلے اس قدر سجائے گئے تھے کہ مسلمانوں نے اتنی سجاوٹ کبھی عید کے تہوار میں بھی نہ کی تھی۔ لوگوں نے اطمینان و خوشی کا لطف اٹھایا اور مسلمانان لدھیانہ نے یہ سمجھا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے علماء لدھیانہ نے جو جدوجہد

Marfat.com

آزادی شروع کی تھی وہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو کامیابی سے جیت لی گئی۔ اس موقع پر مولانا علی محمد پاسلوی مشہور کانگریسی ورکر نے ایک سو صفحہ کی کتاب شائع کی۔ اس کتاب کا نام تھا "جنگ آزادی کی تحریک میں مسلمانان لدھیانہ کا حصہ"۔ یہ کتاب لدھیانہ میں تقسیم ہوئی۔ ۲ اگست کو رمضان المبارک کا آخری جمعہ تھا اس موقع پر شاہی مسجد لدھیانہ اندرون میونسپل کمیٹی باغ ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا اس جلسہ میں حاضرین کی تعداد دو لاکھ سے بھی زائد تھی۔ جلسے کے شروع میں لدھیانہ کے ایک انقلابی شاعر مسٹر فضل حق (گھڑی ساز) نے حسب ذیل نظم پڑھی جس پر لاکھوں آدمیوں نے داد دی۔ نظم یہ ہے ؎

آج سے اپنا راج چلے گا
آج وطن آزاد ہوا ہے
آؤ منائیں جشن مسرت
پھر سے گھر آباد ہوا ہے
آج، حقیقی عیش ملا ہے
آج ہر اک دل شاد ہوا ہے
آج سے اپنا راج چلے گا
آج وطن آزاد ہوا ہے
پا ہی گئے ہم اپنی منزل
پورے ہوئے سب دل کے ارادے
جیت گئے ہم جنگ کی بازی
ٹوٹ گئے باطل کے ارادے
آج سے اپنا راج چلے گا
آج وطن آزاد ہوا ہے
ہم کیا ہیں دنیا کو بتائیں
اپنے وطن کی شان بڑھائیں
ظلم و ستم کو آؤ مٹائیں
مہر و وفا کا دیپ جلائیں
آج سے اپنا راج چلے گا
آج وطن آزاد ہوا ہے
ہر غنچہ ہر پھول ہے اپنا
اپنی ہیں گلشن کی بہاریں
روپ نیا کلیوں کو دے کر
حسن چمن کو اور نکھاریں
آج سے اپنا راج چلے گا
آج وطن آزاد ہوا ہے

Marfat.com

اس نظم کے بعد رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے "برکات آزادی" کے عنوان پر دو گھنٹے تقریر کی اور لوگوں کو پیغام دیا کہ وطن کی آزادی کی حفاظت میں آج سے کمربستہ ہو جائیں کیونکہ آزادی حاصل کرنے سے کہیں زیادہ آزادی کی حفاظت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ آزاد ہندوستان میں ہمیں شریف شہریوں کی طرح رہنا چاہیئے۔ اگر ہندوستان کے لوگ آپس میں لڑ پڑے اور یہاں سول وار ہو گئی تو ہماری آزادی زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکے گی۔ انگریز اب بھی ہماری ناک میں ہے۔ انگریز کا جسم یہاں سے چلا گیا ہے مگر اس کی روح ابھی تک یہاں موجود ہے ایسا نہ ہو کہ ہم انگریز کے روحانی اشاروں پر ناچنے لگیں اور ہماری آزادی کا یہ دن خواب پریشان ہو کر رہ جائے۔

(صفحہ ۳۰۰ تا ۳۰۱ از رئیس الاحرار)

اقتباس ملاحظہ ہو۔

ڈاکٹر گوپی چند کا سلوک

"یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی سے کیا کم ہے ہوئے تم دوست جسکے آسماں دشمن کیوں ہو

انھیں دنوں ڈاکٹر گوپی چند بحیثیت وزیر اعلیٰ پنجاب کے لدھیانہ تشریف لائے اور ریسٹ ہاؤس میں قیام کیا۔ ان سے مذکورہ لوگوں پر مشتمل وفد ملا۔ ڈاکٹر گوپی چند نے جو ایک مدت سے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن کے دوست تھے۔ ایسی آنکھیں بدلیں کہ بات تک کرنا گوارا نہ کی وہ دوست کے بجائے اس وقت ایک منتقم وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے ملے، پرانی دوستی اور انسانیت کے تمام رشتوں کو بالائے طاق رکھ

Marfat.com

کر وفد کو ریسٹ ہاؤس میں چھوڑ کر اپنی موٹر میں بیٹھ کر چل دئے ریسٹ ہاؤس کے باہر ہزاروں ریفیوجیوں کا مجمع تھا۔ جو مسلح تھے اس چھوٹے سے وفد میں مسلمانوں کو دیکھ کر ریفیوجیوں کا مجمع اور مشتعل ہوگیا جب رئیس الاحرار اور ان کے ساتھی ریسٹ ہاؤس سے باہر نکلے تو ایک پولیس افسر نے جو رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن کی دل سے عزت کرتا تھا طنزیہ یہ بات کہی۔

"مولانا صاحب! دیکھ لیا آپ نے اپنے پرانے دوستوں سے وزیر اعلیٰ کا سلوک، کہ آپ لوگوں کو قتل کے میدان میں قتل ہونے کے لیے چھوڑ کر چل دئے۔ اب ہم جیسے سرکاری افسروں کا ایمان بھی آزمائیے ہم آپ کو گھر تک سلامتی کے ساتھ چھوڑ کر آئیں گے مولانا صاحب نے اس پر کہا کہ "ہاں بھائی ایمان تو میدان جنگ اور میدانِ قتل میں ہی آزمایا جاتا ہے"۔

جب ۱۵ اگست کے بعد لدھیانہ کے مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا تو پھر ان کی حفاظت کے انتظامات کے لیے ایک وفد ترتیب دیا کہ وہ سردار عبدالرب نشتر اور سردار بلدیو سنگھ وزرائے پاک و ہند سے جو سلامتی کے مشن پر لدھیانہ آئے تھے ملاقات کرے اس وفد کے ارکان (۱) رئیس الاحرار مفتی نعیم۔ خواجہ محمد اعظم۔ خواجہ محمد یوسف۔ لالہ گردواس صاحب صدر سٹی کانگریس۔ لالہ بلونت رائے وکیل ممبر سٹی کانگریس۔ بابو بچن سنگھ صاحب ممبر آل انڈیا کانگریس کمیٹی۔ مفتی ضیاء الحسن صاحب۔

یہی حضرات ڈاکٹر گوپی چند وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملاقات کے لیے گئے"۔

Marfat.com

آگے چلیئے :-

مولانا عبدالغنی ڈار ممبر آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی تلاش"

لدھیانہ شہر کا کانگریسی فسادی عنصر جنگ سبھائی، مہاسبھائی اور ایسے تمام سرکاری افسر جو کہ مولانا عبدالغنی کی حق گوئی اور بے باکی سے ناراض تھے وہ سب لوگ مولانا عبدالغنی کی تلاش میں سرگرداں تھے کہ یہ اگر کہیں مل جائیں تو لدھیانہ میں انھیں سب سے پہلے قتل کر کے قتل کا آغاز کیا جائے۔ لیکن مولانا عبدالغنی اپنے نیک دل ہندو۔ سکھ۔ مسلمان ساتھیوں کی مدد سے بچے رہے اور جب کوئی چارہ کار ان کے بچانے کا نظر نہ آیا تو پاکستانی فوج کے ایک ٹرک میں انھیں سوار کر کے لاہور بھیج دیا گیا۔ ۵ ستمبر کو مولانا عبدالغنی ڈار کی شکل و شباہت کا ایک مسلمان شہید کیا گیا اور اس کی شہادت پر لدھیانہ کے سنگھی اخباروں نے یہ خبریں شائع کیں کہ مولانا عبدالغنی کو ٹھکانے لگا کر ہمیشہ کے لیے راستے صاف کر دیئے گیے۔ اس طرح آزادی ہند کے ایک بہادر سپاہی اور کانگریس کے پرانے رکن کے ساتھ سلوک کیا جا رہا تھا"

(صفحہ ۳۰۳ و ۳۰۴ - از رئیس الاحرار)

اب مولانا عبدالغنی ڈار کے خطوط ملاحظہ فرمائیے :-

مولانا عبدالغنی ڈار کے خطوط

فسادات پنجاب کے سلسلے میں مولانا عبدالغنی ڈار نے مولانا آزاد۔ گاندھی جی اور پنڈت جواہر لعل نہرو کو بہت سے خطوط لکھے۔ ایک خط گاندھی جی کے نام جس کا اقتباس درج کیا جاتا ہے :-

Marfat.com

مہاتما جی بندے ماترم!

عرصہ ہوا کہ ایک پتر بھیجا گیا تھا جواب نہ ملا۔ آپ کی گوناگوں مصروفیتوں کے کارن میں نے خاموشی میں بھلائی دیکھی لیکن اس موقع پر خاموشی سب سے بڑا جرم ہوگا۔ لہٰذا آپ کو یاد کر رہا ہوں۔

میں نے اس موقعہ پر ڈاکٹر صاحب (مراد وزیر اعلیٰ ڈاکٹر گوپی چند) اور تمام کانگریسی ممبروں کو چتاونی دی کہ دماغی توازن کھو کر صوبہ کے امن کو برباد نہ کیجئے۔ جوش میں اپنے سدھانتوں کو اپنے ہاتھوں فنا نہ کیجئے۔ کانگریس کو ہندو۔ سکھ محاذ میں بدل کر قوم پرست کانگریسی احراری یا جمعیۃ العلماء ہند کے ماننے والے مسلمانوں کی جو کانگریس کے ساتھی ہیں اور متحدہ ہندوستان کے حامی ان کی پوزیشن تباہ نہ کیجئے۔ لیکن میری کمزور آواز ڈاکٹر صاحب اور ان کے ساتھیوں کے دلوں میں جگہ نہ پا سکی۔ مہتہ زبیر سنگھ ایم۔ ایل۔ اے۔ بابو بچن سنگھ ایم۔ ایل۔ اے جی شنودی ایم۔ ایل۔ اے۔ لالہ کیدار ناتھ سہگل اور مولانا یٰسین نے بھی دردمندانہ اپیل کی جو اکارت گئی۔ (صفحہ ۳۰۴ و ۳۰۵۔ از رئیس الاحرار)

دوسرا خط پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام جو مولانا عبدالغنی ڈار نے لکھا نالاحظہ فرمائیے:۔

"بخدمت پنڈت جواہر لعل نہرو۔

آپ کی نیک کوششوں کے لیے ہر انسان نیک جذبات و احساسات رکھتا ہے لیکن حالات کی پیچیدگی اور دہشت و بربریت کی انتہا اس درجہ خوفناک ہے کہ اس میں تبدیلی لانے کے لیے کہیں زیادہ سرگرمی اور عمل درکار ہے۔ مہاتما جی آپ مولانا آزاد۔ راجہ غضنفر علی۔ نواب زادہ لیاقت علی مسٹر سہروردی کی آرزوئیں تبھی پوری ہو سکتی ہیں۔ جب مشرقی اور مغربی پنجاب میں حقیقی امن ہو۔ قانون اور ضبط کا دور دورہ ہو۔ آپ ایک

Marfat.com

طرف دہلی میں کامیاب ہوئے ہیں تو ادھر پھر سے اکالیوں اور ریاستیوں کے حیوانی صفت سپاہیوں نے بے گناہ اور نہتے محصورین کا قتل شروع کر دیا ہے۔ پتہ چلا ہے۔ کہ پٹیالہ کے تسلیم شدہ گورنمنٹ ریفوجی کیمپ پر حملہ کر دیا گیا ہے۔ دنیا میں شائد اس قسم کی مثال ملنی مشکل ہو۔ کانگریس جس نے ہمیشہ جمہوریت اور متحدہ قومیت کا راگ الاپا ہے۔ اس کی حکومت میں اکالیوں کی اس قدر غنڈہ گردی کیوں کر برداشت کی جا سکتی ہے اگر اس غنڈہ گردی کا تدارک نہ کیا گیا تو یقیناً انڈین گورنمنٹ دنیا میں اس قدر بدنام ہوگی کہ جس کے لیے شائد ہم زندگی بھر ماتم کرتے رہیں گے۔"

(از رئیس الاحرار)

ہم نے اپنے قارئین سے عرض کیا تھا کہ موزوں و مناسب مقام پر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کے فرزند عزیز الرحمٰن جامعی کی کتاب "رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ہندوستان کی جنگ" پر تنقید و تبصرہ کریں گے۔ اب حضرت مولانا ظفر علی خاںؒ کی ایک نظم "لدھیانہ" پیش خدمت کی جاتی ہے اور اس کے بعد تبصرہ۔ ہم نے اس کتاب کے بارے میں یہی سوچا کہ ایک ایک شق یا اقتباس پر رائے زنی کرنے کی بجائے جس جس مقام پر کچھ کہنا درکار ہے۔ سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ چونکہ مولاناؒ کی نظم بھی ہماری گذارشات کی تائید و حمایت میں ہے۔ لہٰذا تبرکاً پہلے اسے درج کیا جاتا ہے۔ مقصد یہ بھی ہے۔ کہ کانگریسی مولاناؤں اور ان کا انداز فکر کتنا مختلف ہے۔

ملاحظہ فرمائیے:۔

لدھیانہ

سنتا ہوں مرکز علماء لدھیانہ ہے جس کی گلی گلی میں انھیں کا فسانہ ہے

Marfat.com

لیکن یہ کیا کہ نغمۂ توحید کی بجائے
ان کی زباں پہ برہمنوں کا ترانہ ہے

گر بام خانہ ہے تو کلس سومنات کا
اور ہر دوار اُن کے لیے صحن خانہ ہے

ہیں سیم و زر سے مصلحتیں ان کو ہمکنار
جن کا کفیل گاندھیوں کا خزانہ ہے

صورت تو مومنانہ ہے بیشک حضور کی
سیرت کا گوشہ گوشہ مگر ہندوانہ ہے

بڑھنے لگی ہے اب جو مسلماں سے رسم و راہ
شدھی کا ہو نہ ہو یہ نیا شاخسانہ ہے

کیوں آستان غیر پر اس کو جھکاؤں میں
یارب یہ سر ہے اور ترا آستانہ ہے

اے برق کیا مجھے تری چشمک نمی سے خوف
برتر ز شاخِ سدرہ مرا آشیانہ ہے

جب ہم محمدؐ عربی کے غلام ہیں
کیا غم اگر خلاف ہمارے زمانہ ہے

(۲۶ جولائی ۱۹۳۵ء از مولانا ظفر علی خانؒ)

حضرات! اب تنقید و تبصرہ ملاحظہ فرمائیں :-

اس کتابؔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ہندوستان کی جنگ" کا انتساب مولانا عزیز الرحمٰن جامعی صاحب نے "ماں اور باپ کے نام کیا ہے۔ ہماری طرف سے تنقید و تبصرہ کا آغاز بھی یہیں سے ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں :-

ماں اور باپ کے نام

جنھوں نے جنگ آزادی میں بے شمار مصائب اٹھائے لیکن کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ آیا۔ جو تنگ دستی میں خوش رہے اور جنھوں نے زندگی کے ہر موڑ پر جاہ ثروت کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔

اور جو

ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کے صلے میں اپنی حکومت کے ہاتھوں گھر سے بے گھر ہو کر ۱۹۴۸ء میں شاہ جہانی مسجد کے سائے میں ہمیشہ کے لیے

Marfat.com

سو گئیں۔

آٹھ سال بعد

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی رفیقہ حیات کے پاس ہمیشہ کے لیے آرام فرما ہو گئے۔"

ہر ذی ہوش اور معمولی سے معمولی تاریخی واقفیت رکھنے والا جانتا ہے کہ نیشنلسٹ علماء نے "متحدہ قومیت" اور "وطنیت" کو منزل حیات قرار دے کر اپنی پوری صلاحیتیں تحریک پاکستان کی مخالفت کے لیے صرف کر دی تھیں اور اس طبقہ کا ملائی تخیل مہاتما گاندھی کی دلی آرزو کو مذہب کا رنگین و مقدس نقاب اوڑھا کر مسلمانوں کے سامنے عین اسلام قرار دے کر پیش کرتا رہا۔ یہ لوگ مسلم لیگی قیادت کو اسلام ناشناس اور تحریک حصول پاکستان کو یکسر غیر اسلامی کہہ کر کانگریس کے ہاتھ مضبوط کرتے رہے۔ عزیز الرحمٰن جامعی صاحب کا تحریر کردہ انتساب آپ نے پڑھ لیا۔

ایک ایسی حقدار عورت جو مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی بیوی اور ان کانگریسی فرزندوں کی ماں تھی۔ جو پاکستان کی مخالفت میں اپنے باپ کے ہمنوا و ہمقدم اور ہمرکاب کی حیثیت سے پیش پیش رہے۔ عزیز الرحمٰن صاحب کو کانگریسی حکومت پر گلہ ہے۔ کہ جب آزادی کا سورج طلوع ہوا تو اس عورت کو جو ہندو کانگریسیوں اور کانگریسی حکومت کے لیے اصولاً اور اخلاقاً واجب الاحترام خاتون ہونی چاہیئے تھی۔ مرحومہ کو ان کے گھر جو لدھیانہ میں تھا اور لدھیانہ تقسیم ملک کے بعد بھارت کا ایک حصہ تھا نہ رہنے دیا گیا تو کیا یہ حقیقت نہ تھی کہ اگر پاکستان نہ بنتا تو ایسی مسلم خواتین کے ساتھ جو قیام پاکستان کا قیام دل و جان سے چاہتی تھیں یہ اخلاق باختہ کانگریسی کیا سلوک کرتے۔ کاش ان مولویوں کو

Marfat.com

جن کی بصیرت وار دھا کے سامری نے اُچک لی تھی۔ یہ سمجھ ہوتی کہ پاکستان کی مخالفت کرنا مسلمانانِ ہند کے لیے رسوائی و ذلت کے کانٹے بونا ہے تصوّر فرمائیے کہ جب مولانا حبیب الرّحمٰن لدھیانوی مرحوم کی بیوی کے ساتھ ہندوؤں نے یہ سلوک کیا ہے جن کا قبلۂ مقصود اور کعبۂ وطنیت پرستی اور متحدہ قومیت کی دیوی تھی جس کی عظمت و بزرگی کا یہ دن رات پرچار کرتے تھے۔ تو اگر حضرت قائداعظمؒ اور حکیم الامت علّامہ اقبالؒ کی دانائی و فراست سے اکثریتی صوبوں کے مسلمان اس طرح محفوظ نہ ہو جاتے تو یہ درندے تمام مسلمان قوم کے ساتھ کتنا ناروا سلوک کرتے۔ یہی وہ حقیقت تھی جس کا مولانا حبیب الرّحمٰن لدھیانوی مرحوم کے بیٹے نے مجبوراً اعتراف کیا ہے جسے سمجھانے کی بارہا کوشش کی گئی۔ لیکن ان کا نگریسی مولانا نے نہ اسے خود مانا بلکہ عامۃ المسلمین کو گمراہ اور مسلم لیگی قیادت و سیادت سے بدظن کرنے کے لیے عجیب و غریب تفسیریں اور تاویلیں کرتے رہے۔ یہاں سے صاف واضح ہوتا ہے۔ کہ یہ حضرات فریب خوردہ تھے جو وار دھا کے سامری کی سحر طرازیوں کا شکار ہو گئے تھے وگرنہ اگر کانگریس اپنے دعوؤں اور اعلانوں میں سچی ہوتی تو اس قسم کے فرماں برداروں کے ساتھ ایسا ناشائستہ سلوک نہ کیا جاتا۔ اس مقام پر اس کے سوا اور کیا عرض کیا جا سکتا ہے۔ علّامہ اقبالؒ کا ارشاد تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ

رہا ملّا گئی روشن ضمیری

اب اس کتاب کے صفحہ ۲۹ پر جناب شورش کاشمیری اپنی رائے کا اظہار یوں فرماتے ہیں:۔

"مولانا ابوالکلام کو تو چھوڑیئے کہ وہ جامع کمالات ہونے کے باعث علماء میں ایک استثنائی مرتبہ رکھتے ہیں انھوں نے انگریزی زبان

Marfat.com

کو سیکھا اور پھر اس کے علم و نظر کے ہر گوشے میں قابو پا لیا۔

"دوسرے راقم کے نزدیک وہ اس دور میں اسلام کے واضح تصوّر کا صحیح فکری مظہر ہیں"۔ لیکن ان کے علاوہ ان کے برابر نہیں علماء کی صف میں جو شخص راقم کے خیال میں جدید و قدیم تصوّرات کے درمیان سنگم بن سکتا ہے وہ مولانا حبیب الرحمٰن ہیں اور راقم نے بارہا دیکھا کہ ان میں ترازو کے دونوں پلڑوں کو برابر رکھنے کا جوہر فطری استعداد کے طور پر موجود ہے۔"

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۶۱ء میں بھارت میں شائع ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ شورش صاحب نے جو رائے دی ہے۔ انہی ایام میں دی ہے۔ جو لوگ "ہفت روزہ اقدام" جس کے مدیر میاں محمد شفیع تحریک پاکستان کے ایک سرگرم کارکن ہیں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس میں راقم الحروف نے ابوالکلام آزاد مرحوم کے دور الہلال کے اقتباسات پیش کر کے متحدہ قومیت کے زمانہ کی ذہنی و فکری قلابازی جو آزاد مرحوم نے کھائی یہ ثابت کیا تھا کہ متحدہ قومیت کے دور کا آزاد اسلام سے ابوسں و بیزار راشٹر پتی ابوالکلام ہے۔ ہماری گذارشات کا جواب دینے کے لیے شورش صاحب نے مولانا غلام رسول مہر صاحب کو آگے بڑھایا۔ چونکہ حقائق و واقعات ان کے حق میں نہیں تھے اور علم و بصر کی روشنی ہماری تائید و حمایت کے لیے مجبور تھی اس لیے وہ زیادہ دیر تک میدان میں نہ ٹھہر سکے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ جسے شورش صاحب "اس دور میں اسلام کے واضح تصوّر کا صحیح فکری مظہر" قرار دے رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ ایسا بھٹکا ہوا راہی ہے جو جادۂ یثرب کو پھر نہ پا سکا۔ آزاد مرحوم کی بعد کی تمام تحریریں پڑھ جائیے بازآفرینی کی ایک سطر تک آپ کی نہیں ملے گی۔ اگر شورش صاحب ان کے دور

Marfat.com

الہلال کا تذکرہ فرماتے تو ہمیں بھی تسلیم کر لینے میں کوئی عذر نہ ہوتا لیکن اس ٹیڑھے ذہن کا کیا علاج جو آج تک اپنی گمراہیوں اور باطل پرستی پر نازاں و فرحاں ہے۔ اور اپنی فکری و نظری۔ علمی و عملی شکست کو شکست تسلیم کرنے کے لیے آمادہ و تیار نہیں۔ چونکہ ہماری اس کتاب میں آزاد مرحوم کے ذہنی و دینی تضادات جگہ جگہ قارئین کرام کے سامنے آئیں گے۔ صرف انہی سطور پر اکتفا کرتے ہوئے یہ ضرور عرض کریں گے کہ افسوس قیام پاکستان کے بعد اپنوں نے بھی برے بھلے کی تمیز نہ کی۔

ہم پھر بصد ادب و احترام عرض کیے دیتے ہیں۔ کہ اگر پاکستان کے اصحاب اقتدار اور ارباب اختیار نے ان عناصر و عوامل پر سنجیدگی سے غور نہ کیا اور ایسے فاسد و باطل نظریات کو حسین و دلکش خوشنما اور رنگین لبادوں میں پیش کرنے والے دشمنانِ تحریکِ پاکستان کی پاکستان میں عزت و توقیر بڑھاتے رہے۔ تو یہ پاکستان کے قیام کو اپنی اور اپنے ابولا آباؤں کے ماضی کی تکذیب سمجھنے والے راہ راست پر نہیں آئیں گے اور ان کی ریشہ دوانیوں کو پنپنے کا موقع ملتا رہے گا۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اپنی خود نوشت یا داشت میں جو اس کتاب کے صفحہ ۱۳۰ پر درج ہے۔ لکھتے ہیں کہ:۔

"میرے چچا مولانا مفتی محمد نعیم صاحب نے سٹی کانگریس کے صدر کی حیثیت سے غازی عبدالرحمٰن عرف ماما مسٹر مظہر جمیل اور کانگریسی رضاکاروں کے ساتھ شاہی مسجد متصل کمیٹی باغ میں ہزاروں ہندو اور مسلمانوں کے سامنے حلف نامہ آزادی پڑھا اور میں نے کانگریس کا جھنڈا لہرایا، مگر افسوس کہ آج ۱۹۴۷ء میں اسی شاہی مسجد پر جو ۲۶ جنوری ۱۹۲۹ء کی یوم آزادی کی یادگار تھی گرا کر اس پر گوردوارہ تعمیر کر دیا گیا ہے۔ ۱۹۴۷ء تک یہ مسجد کانگریس کے جلسوں کا مرکز بنی

Marfat.com

رہی تمام کانگریس تحریک کے کام اسی مسجد میں ہوتے رہے لیکن انگریز کو اس مسجد کی طرف بڑھنے کی جرأت نہ ہو سکی۔"

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم آج اس دنیا میں نہیں ورنہ ہم انھیں دکھلاتے کہ مسلمان بیچارے تو اتنے سادہ لوح عفو و درگزر سے کام لینے والے ہیں کہ لائل پور جناح کالونی کے علاقہ کی جامع مسجد (ملاحظہ یہ بھی فرمائیے جو کالونی بھی حضرت قائداعظمؒ کے نام پر ہے) میں آپ کے چچا مفتی نعیم جنھیں مسلمان متقدیوں کی قطار میں کھڑا کرنے کے لیے بھی سوچنا چاہیئے تھا۔ انھیں وہاں مسلمانوں نے خطیب بنا رکھا ہے۔ اور لدھیانہ کی وہ مسجد جو اسلامی گولہ و بارود سے مسلم لیگی قیادت کی عزت و عظمت اور مقبولیت و شہرت کو مجروح و زخمی کرنے کے کام آئی اسے بھی سکھوں نے کانگریسی راج میں یہ جانتے ہوئے کہ یہ ہمارے اس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی مسجد ہے جو اقبالؒ و جناحؒ پر اپنے منہ سے آگ کے انگارے برساتا رہا گوردوارہ میں تبدیل کر لی۔ کاش جناح کالونی لائل پور کے مسلمان بھی سوچیں کہ اس اسلام کا علمبردار جو قیام پاکستان کا مخالف تھا۔ ہمارا خطیب و امام نہیں بلکہ کوئی مولانا محمد صادق سیالکوٹی یا حضرت قمرالدین سیال شریف یا گولڑہ شریف۔ چورہ شریف کے مریدین یا سید محمود شاہ گجراتی جنھوں نے تحریک پاکستان میں اپنی تقریروں سے مسلمانان ہند کو حضرت قائداعظمؒ کی ہمنوائی و رفاقت کے لیے اُبھارا تھا اُن کا کوئی شاگرد ہونا چاہیئے۔

قارئین کرام اگر ہندو مہاتما گاندھی کا پرستار اور جسے گاندھی جی اپنا جانشین کہتے ہیں نہرو بھی اپنے بیانوں اور خیالات میں دیانتدار ہوتے تو کم از کم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی اس مسجد کو باقی رکھ کر

Marfat.com

یہ ثبوت تو فراہم فرماتے کہ دیکھو مسلمانوں ہم اس طرح سے آپ کی مسجدوں کی حفاظت کرتے اگر آپ لوگ ہندوستان کو تقسیم نہ کراتے۔ ہمیں افسوس ہے کہ عزّت واحترام کے وہ جذبے جو تحریک پاکستان کے سپاہیوں کے لیے ہمارے دلوں میں موجزن ہونے چاہیئے تھے وہ کیوں سرد پڑ چکے ہیں۔ خدارا تاریخی حقائق وشواہد کو مدّنظر رکھیئے۔

آگے چل کر ایک جگہ پر رقمطراز ہیں :۔

"وزارتے گاندھی جی سے درخواست کی کہ آپ ڈاکٹر انصاری کے بغیر گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے تو انگریز ساری دنیا میں ثابت کرے گا کہ کانگریس ہندوؤں کی نمائندہ ہے۔ گاندھی جی نے احرار راہنماؤں کے ان دلائل کو وزنی قرار دیا لیکن اپنے جانے کا ارادہ ملتوی نہ کیا۔ گاندھی جی کی یہ پہلی سیاسی غلطی تھی انھوں نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ کانگریس کے بارے میں انگریز کی تعریف صحیح ہے"۔

جناب مولانا صاحب خواہ مخواہ ناراض وخفگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ گاندھی جیسا زیرک اور دانا ہندو رہنما خوب سمجھتا تھا۔ کہ دراصل مسلم قوم کی نمائندہ مسلم لیگ ہی ہے اور انگریز بھی جاہل اور ناسمجھ نہ تھا جو سات سمندر پار کر کے ہندوستان پر حکومت کر رہا تھا جناب کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ گاندھی جی نے آپ کے دلائل کو وزنی قرار دیا انھوں نے تو محض آپ کو اس لیے ناراض نہیں کیا کہ آگے بھی ہندوؤں کے فائدے کے لیے آپ کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا تھا ورنہ یہ حقیقت تو ہر کس وناکس پر عریاں وواضح تھی کہ نیشنلسٹ مسلمان سوادِ اعظم کی نمائندگی نہیں کر رہے۔ اصل میں

سمجھ میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیئے (اقبالؒ)

Marfat.com

کیا گاندھی ڈاکٹر انصاری کو ساتھ لے کر اپنے عقلی دیوالیہ پن کا مظاہرہ کرتے وہ تو حضور آپ لوگوں کو اس وقت سامنے لاتے تھے۔ جب وہ ہندو کاز کے لیے آپ کو استعمال کرنا چاہتے تھے۔ صفحہ ۱۷۲ پر مولانا گاندھی جی کے عمل پر گلہ کرتے ہیں کہ "وہ قربانی اور کام تو آزاد خیال مسلمانوں سے لیتے ہیں اور سمجھوتہ انگریز پرست مسلمانوں سے کرتے ہیں"۔

مولانا صاحب گاندھی جی جن کے لیے ہندو سرمایہ خرچ کرتے تھے انھیں صرف اپنی مطلب براری کے لیے کام میں لاتے تھے اگر تو جناب "آزاد خیال" مسلمان انھیں کہتے ہیں۔ جو مولانا آزاد کے ہمخیال تھے۔ تو گاندھی جی اچھی طرح سے جانتے تھے کہ یہ ہمارے ہی رہیں گے اس لیے وہ ان مسلمانوں سے (جو حقیقی معنوں میں مسلمانوں کے نمائندہ تھے بات چیت کرتے تھے جنھیں آپ انگریز پرست کہہ کر خواہ مخواہ لال پیلا ہو رہے ہیں) حضور والا ان کی پوزیشن گاندھی جی مضبوط نہیں کرتے تھے گاندھی جی ان کی پوزیشن کو مضبوط اس لیے تسلیم کرتے تھے کہ انھیں سواد اعظم نے اپنے رہنما و قائد بنا کر ہندوؤں اور انگریزوں کے ساتھ مسلم مفاد کی جنگ لڑنے کے لیے آگے کیا ہوا تھا اور گاندھی ان کی حیثیت و طاقت سے بخوبی آگاہ و خبردار تھے یہ حقیقی معنوں میں مسلمانوں کے امام و پیشوا تھے۔ آگے چل کر مولانا فرماتے ہیں۔ (صفحہ ۱۷۸)

"میرے نزدیک نہ اب ہندوستان میں اسلامی حکومت ہے
نہ آئندہ ہوگی"

یہی رونا تو ہم اُن فریب خوردہ مسلمانوں کے سامنے جو آپ کے پھندے میں پھنس کر گاندھی سے وابستہ ہو گیے تھے رو رہے تھے کہ ان حضرات کا اس بات سے یقین و ایمان ختم ہو چکا ہے

Marfat.com

کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے یہ انسانی زندگی گذارنے کے لیے ہماری مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ آؤ حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے بتلائے ہوئے نظریہ پاکستان کی حمایت کرو۔ تاکہ پاکستان قائم کرکے وہاں اسلام کو بطور ضابطۂ حیات قانون و آئین کا درجہ دیا جائے۔

قارئین کرام اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اب وہ حقیقتیں کس طرح ابھر کر سامنے آرہی ہیں اور نمایاں ہو رہی ہیں۔ جن پر کانگریسی مولاناؤں کے باطل پروپیگنڈے کے پردے پڑے ہوئے تھے۔

اب حضرت قائداعظمؒ کی عظمت کا اعتراف دیکھیے۔

رقمطراز ہیں:۔

"مسٹر جناح کا ہندوستان میں کوئی مخالف ہو یا موافق لیکن ہر شخص انہیں دیانت دار سمجھتا ہے۔ الیکشن سے پہلے گورنمنٹ مسٹر جناح کو کسی قیمت پر خرید نہیں سکی اور مرکزی اسمبلی میں کانگریس کی کامیابی مسٹر جناح کی رفاقت پر مبنی ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔"

مولانا صاحب! صرف گورنمنٹ ہی نہیں جب سے جناحؒ نے حکیم الامتؒ کا پیش کردہ نظریہ پاکستان سمجھ لیا اس پیکر صدق و صفا اور استقلال و استقامت کو وہ گاندھی بھی کسی قیمت پر نہ خرید نہ فریب دے سکا جس کے دام فریب میں خدا جانے کونسی مصلحتیں یا نادانستگیاں تھیں جو آپ لوگوں کو لے گئیں۔ رہا وعدہ ایفائی کا مسئلہ تو یہ بھی آپ تسلیم کر رہے ہیں کہ قائداعظمؒ وعدہ پورا کرنے کے عادی تھے۔ ان کا کردار ایسا نہ تھا کہ آپ جیسے ساتھیوں کو مطلب براری کے بعد جدی گھر سے نکال باہر کیا۔

افسوس یہی جواہر و لعل آپ کی قیمت تھے کیا؟ فرمائیے اور وجہ

Marfat.com

کیا تھی؟ جو ان کے ہاتھوں اس قدر ذلیل و رسوا ہوئے؟ جب کہ آپ یہ سمجھتے بھی تھے کہ گاندھی جی بھی مسلمانوں کے نمائندہ مسلم لیگی حضرات ہی کو سمجھتے ہیں بات کہنا ہی پڑتی ہے کہ فہم و فراست اور دولتِ ایمان خدا کی دین ہے جسے دے۔ کہاں جناح جبّہ و دستار سے بیگانہ عربی سے بے بہرہ لیکن کاروان ملّت کا سالار اوّلین اور کہاں یہ قال اللہ اور قال الرّسولؐ پڑھنے پڑھانے والے جن کا دل و دماغ گرد و غبار ہو چکا تھا۔

ایک خط میں مولانا حبیب الرّحمٰن لدھیانوی مہاتما گاندھی کو لکھتے ہیں :-

"محترم مہاتما جی۔ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ جن دعاؤں کے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا وہ دوسرے پرچہ میں ارسال ہیں"

ذرا آگے چل کر رقمطراز ہیں :-

"جب سے پاکستان کا ریزولیشن مسلم لیگ نے منظور کیا ہے اسی وقت سے آپ یہ فرما رہے ہیں کہ اگر مسلمان چاہیں تو ان کو پاکستان دیا جائے گا۔ میں اسی وقت سے آپ کے ان فقروں کا یہ مطلب خیال کرتا ہوں (یقین نہیں) آپ چاہتے ہیں کہ مسلمان صوبے الگ ہو جائیں اور ہندو سات صوبوں کی گورنمنٹ بن سکے تاکہ مسلمانوں کے مطالبات کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ حالات کی مجبوری نے آپ کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا ہے۔ خدائے پاک ہم سب کو صحیح سوچنے اور سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اخبار کا کٹنگ بھی آپ کو بھیج رہا ہوں"۔

(حبیب الرحمٰن صفحہ ۲۶۳ و ۲۶۴)

مہاتما گاندھی "متحدہ قومیت" اور "عالمگیر سچائیاں سب مذاہب میں یکساں ہیں"۔ کے جواز کے لیے ایک فریب آمیز طریقہ اختیار کیے ہوئے

Marfat.com

تھے وہ پرارتھنا میں گرنتھ۔ وید۔ گیتا اور قرآن ملا جلا کر پڑھا کرتے تھے۔ اسی ضمن میں انھوں نے مولانا صاحب کو مبتلائے فریب رکھنے کے لیے کہہ دیا ہوگا۔ کہ چند دعائیں جو مسلمان مانگتے ہیں مجھے لکھ بھیجیں چنانچہ مولانا یہی ذکر اس خط میں کر رہے ہیں۔ باقی گاندھی جی کا یہ کہنا کہ اگر مسلمان چاہیں تو ان کو پاکستان دیا جائے گا۔ یہ مبنی بر حقیقت ہے۔ مہاتما کی زیرکی و ہشیاری سے تو انکار نہیں۔ گاندھی نے یہ یقیناً محسوس کر لیا تھا۔ کہ جناحؒ کی قیادت میں اب مسلمانان ہند یہ عزم و تہیہ کر چکے ہیں۔ کہ وہ پاکستان حاصل کر کے رہیں گے اور گاندھی صاحب حضرت قائداعظمؒ کی ان صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھے۔ جو قدرت نے انھیں عطا کی تھیں نیز اس پیکر استقامت کے عزم و ولولہ اور حق گوئی و بے باکی اور فہم و فراست سے بھی گاندھی ناواقف نہ تھے۔ قائداعظمؒ دلائل و براہین سے دنیا پر یہ واضح کر چکے تھے۔ کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ اور انگریز کو بھی مجبوراً تسلیم کرنا پڑا۔ اسی طرح گاندھی جی کا دل تو قائداعظمؒ کے دلائل و براہین کے سامنے جھک چکا تھا محض ایک موہوم سی امید گاندھی کو باقی تھی۔ وہ یہ کہ نیشنلسٹ مسلمانوں کے ذریعے وہ عامۃ المسلمین کو مسلم لیگی قیادت سے بدظن و متنفر کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر مسلمان اس فریب میں آ گیے۔ ان کے جبہ و قبہ و دستار و عمامہ کو دیکھ کر ان سے متاثر ہو کر جناحؒ کا ساتھ چھوڑ گیے تو مراد بر آئے گی۔ ورنہ جب مسلمان نے پاکستان مانگا دینا پڑا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ مسلمانانِ ہند نے قائداعظمؒ کی قیادت پر اعتماد و یقین کا اظہار قول و عمل سے کیا اور نیشنلسٹ مسلمان خاسر و بے مراد ہوا۔ اور مسلمانوں نے پیکر فہم و فراست کی قیادت میں یقین محکم اور عمل پیہم سے منزل مراد

Marfat.com

کر پا لیا اور سوادِ اعظم ریا کاروں کے فریب و ریا کا شکار نہ ہوا اور مسلمانوں کی اکثریت اُسی راستے پر چلی جس پر اقبالؒ و جناحؒ نے چلایا فرزندانِ ملّت اُسی منزل کی طرف بڑھے۔ جس طرف اُن کا سالارِ کارواں محمد علی جناحؒ اُن کی رہنمائی کرتا تھا۔ باقی مولانا کس سادگی سے سیدھے راہ پر چلنے کی دُعا اپنے اور گاندھی کے لیے مانگ رہے ہیں۔ گاندھی تو حقیقتاً اُسی راہ پر چلا جو اس نے ہندوؤں کی بہتری اور فلاح و فوز کے لیے منتخب کی تھی۔ لیکن مولانا اور اُن کے ساتھی اس راہ پر نہ چلے جن پر قرآن انھیں چلانا چاہتا تھا۔ ہندو قیادت انھیں صراطِ مستقیم سے بھٹکانے میں کامیاب ہو گئی اور یہ حضرات وارد ھا کے سامری کی سحر طرازیوں کا صید زبوں ہو کر رہ گیے۔ رہی گاندھی کی مجبوری تو وہ صرف اور صرف یہ تھی کہ وہ حضرت قائداعظمؒ کی موجودگی میں اپنی شاطرانہ و عیّارانہ چالوں سے سوادِ اعظم کو گمراہ نہیں کر سکتا تھا اسی مجبوری کی بنا پر اُس نے بالآخر قائداعظمؒ کے مؤقف کو قبول و تسلیم کیا۔

ایک خط ۲۳ اگست ۱۹۴۵ء کو مولانا حبیب الرحمٰن جواہر لعل کو لکھتے ہیں اور گلہ کرتے ہیں۔ کہ حافظ ابراہیم کے الیکشن میں آپ نے نواب اسمٰعیل خان کے جواب میں لکھا ہے۔ کہ انتخاب میں جو سخت کلامی یا بدزبانی ہوئی ہے وہ احرار اور جمعیّت العلماء کے ہندو کے کارکنوں کی ہے۔" اور ساتھ ہی یہ گلہ ان سے بھی کیا ہے کہ آپ یہ فرما رہے ہیں کہ نیشنلسٹ مسلمان آہستہ آہستہ ختم ہو گیے۔" دراصل ختم تو ہم کو آپ لوگوں ہی نے کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے ہمیشہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت سمجھ کر اُن سے بات چیت کی ہے اور مسلم لیگیوں کی پارٹیوں میں شریک ہوتے ہیں اور ہماری کارکردگی

Marfat.com

کو غنڈہ گردی قرار دیتے ہیں اور یہ تأثر دیتے ہیں کہ "ہندو لیڈر تو مسلمانوں کو پاکستان دینے کے لیے تیار ہیں اگر مخالف ہیں تو حبیب الرحمٰن سے لے کر مولانا ابوالکلام آزاد تک"۔

اصل حقیقت یوں ہے۔ کہ گاندھی جی۔ پنڈت جواہر لعل نہرو اور آچاریہ جی ناسمجھ تو تھے نہیں۔ جب انھوں نے محسوس کر لیا کہ مسلم لیگی قیادت اتنی مقبول و معتمد ہے۔ کہ اب سوادِ اعظم جب کہ اس کے اشاروں پر رقص کر رہا ہے۔ تو یہ ہمارے لیے بھی محال و ناممکن سا ہو گیا ہے کہ چند نیشنلسٹ مسلمانوں کے ذریعے مسلمانانِ ہند کو فریب و دھوکہ دے سکیں۔ اس لیے ان لوگوں نے حقیقت پسند انسانوں کی طرح مسلمانوں کے صحیح نمائندوں سے بات چیت کرنا شروع کر دی۔ مولانا تو خواہ مخواہ ناراض ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ آپ کو مسلمانوں کے نمائندوں کی حیثیت ہی کب ملی تھی آپ تو وہ نمائشی حضرات تھے جنھیں بوقت مصلحت کانگریس کے ہندو لیڈر مطلب براری کے لیے استعمال کرتے تھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مسلمان پیرانِ عظام اور علمائے کرام کا بہت ادب و احترام کرتے ہیں۔ لیکن وہی لوگ جو آپ کے پاؤں چومتے تھے جب ان کو یقین ہو گیا کہ آپ کانگریس کے زلّہ خوار اور حاشیہ نشین ہیں آپ مہاتما گاندھی کے تو پھر مسلمانوں کی طرف سے عزّت و احترام کی توقع کرنا مناسب و درست نہیں تھی۔ جناب مولانا پھر وہی بات کرتے ہیں۔ نہرو کسی مسلم لیگی لیڈر کو کیسے کہہ سکتے تھے کہ "داؤد غزنوی اور حبیب الرحمٰن سے جا کر ملو"۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ ایک مسلم قوم کا لیڈر ہندو کانگریس کے لیڈر سے بات چیت کرنے آیا ہے۔ اسی لیے نہرو یا گاندھی ان لوگوں سے بات چیت کیا کرتے تھے کبھی دنیا میں ان کی عزّت و آبرو ہوئی ہے جو دوسروں کے آلہ کار بن جائیں؟

Marfat.com

مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی نے ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء کو پاکستان کے خلاف قرارداد پاس کی۔ جو ہم تحریر کر چکے ہیں یہاں صرف یہ اجلاس ایک بار پھر یہ اعلان کرتا ہے کہ مسلم لیگ کی قیادت قطعی غیر اسلامی ہے اس کا عمل آج تک ملتِ اسلامیہ کے مفاد کے منافی رہا ہے۔" اجلاس کی کارروائی کا یہ حصہ سامنے لانا ہے احرار کی بھی یہ وہی تکنیک ہے۔ جو صالحین کرام (جماعت مودودی) کی تھی ہم اس مقام پر زیادہ لکھنا نہیں چاہتے اس کے لیے ہماری کتاب "جماعت اسلامی کا رُخِ کردار" دیکھئے۔

"پاکستان کے بارے میں پورے تین مہینے تک پنجاب میں، میں نے جس جگہ بھی تقریریں کی ہیں۔ پاکستان کو مسلمانانِ ہندوستان کے لیے مہلک بلکہ ہلاکت آفرین اور فلاکت خیز بتایا ہے اور دلائل سے یہ باتیں ثابت کی ہیں، میری سمجھ میں پاکستان کے حق میں کوئی دلیل بھی تو نہیں آئی۔" (سید عطاء اللہ شاہ بخاری)

یہ شاہ صاحب سچ فرماتے ہیں انھوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کوئی نائی کا لال اگر پاکستان کی پ بنا دے تو مجھے شکل دکھا دے کچھ اور بھی کہا تھا۔ جو ہم یہاں درج کرنا مناسب نہیں سمجھتے لیکن دُنیا نے دیکھا کہ خُدا کے فضل و کرم سے پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔ اب بخاری مرحوم کے حکم کی تعمیل کون کرتا ہے۔ یہ خُدا جانے ..... یہ کہنا کہ "میری سمجھ میں پاکستان کے حق میں کوئی دلیل بھی تو نہیں آئی"۔ کیسے آتے یہ تو ایسا ہے جیسے ہماری سمجھ میں یہ آج تک نہ آسکا۔ کہ مفادِ مسلم کی مخالفت کرنے والے اسلامی سلطنت کے قیام کے دشمن کس طرح اسلام و مسلمان کے ہمدرد و علمبردار رہ سکتے ہیں۔

آگے چل کر "گاندھی جی سے ملاقات" کے عنوان سے عزیز الرحمٰن صاحب یوں رقمطراز ہیں:۔

Marfat.com

"اس ملاقات میں شورش کاشمیری نے گاندھی جی سے سوال کیا کہ آپ کی مولانا ابوالکلام آزاد کے متعلق کیا رائے ہے۔ مہاتما گاندھی نے اس کے جواب میں کہا کہ تاریخ اور مذاہب عالم کے سلسلے میں جو معلومات اور علم و فکر مولانا آزاد کو حاصل ہے میری نظر میں کسی دوسرے کو اتنا عبور حاصل نہیں"۔

آخر مہاتما گاندھی اور کیا فرماتے۔ مولانا ابوالکلام آزاد ہی تو ہیں جنھوں نے قرآن عزیز کی گاندھوی تفسیر کر کے متحدہ قومیت کے جواز کے لیے کہ "عالمگیر سچائیاں تمام مذاہب میں یکساں ہیں"۔ اور نجات و سعادت کی راہیں سب کے لیے کھلی ہیں۔ کانگریس کو تقویت و طاقت بخشی۔ آخر گاندھی جی کہ جن کی مرضی و منشا کے مطابق آزاد مرحوم نے اسلام جیسے دین کو بھی باقی مذاہب کی صف میں لا کے کھڑا کر دیا۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ اور یہ سب دینوں پر غالب آ کر رہے گا۔ گاندھی جی تو انہی معلومات اور علم و فکر کا اعتراف کر سکتے تھے۔ جو دور الہلال کے مولانا آزاد نے اپنے پہلے اصول و عقائد سے انحراف کر کے متحدہ قومیت کے دور میں جس کا مظاہرہ کیا۔ اسی پر تو کسی نے کہا تھا ؎

کانگریس کے مولوی کی کیا پوچھتے ہو کیا ہے
گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ ہے

چونکہ آزاد مرحوم کے تضادات ہماری کتاب میں جگہ جگہ نظر آئیں گے اس لیے یہاں تفصیل سے عرض کرنا ضروری نہیں۔

ذرا آگے چل کر تحریر کرتے ہیں:۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کی صبح کو لدھیانہ شہر پر ہزارہا قومی جھنڈے لہرائے گئے اور خصوصیت سے مسلمانوں کے محلے اس قدر سجائے گئے۔ کہ

Marfat.com

مسلمانوں نے اتنی سجاوٹ کبھی عید کے تہوار میں بھی نہ کی تھی۔ لوگوں نے اطمینان و خوشی کا لطف اٹھایا۔ اس موقعہ پر مولانا علی محمد پاسلوی مشہور کانگریسی ورکر نے ایک سو صفحہ کی کتاب شائع کی اس کتاب کا نام تھا "جنگ آزادی کی تحریک میں مسلمانان لدھیانہ کا حصہ"

مولانا اسی لدھیانہ کا ذکر فرما رہے ہیں جس کے بارے میں لکھ چکے ہیں۔ کہ ان کی والدہ مرحومہ کو جدی مکان تک میں کانگریسیوں نے نہ رہنے دیا۔ مسلمان جو کانگریس کے زیر اثر تھے انھیں تو عید سے بھی زیادہ خوشی اس آزادی کی تھی جو کانگریس نے حاصل کی لیکن لدھیانہ کے ایسے مسلمانوں کے قائد اعظم مولانا حبیب الرحمٰن کی مسجد بھی شہید کی گئی۔ اور ان کی اہلیہ کو جدی مکان سے نکال باہر کیا۔ ہمارے نزدیک عبرت کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔

رہے مولانا عبدالغنی ٹوارجن کو پاکستان کے فوجی ٹرک میں پاکستان اس غرض کے لیے بھیجا کہ ہندو جو انھیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ وہ ایسا نہ کر سکیں۔ قارئین کرام یہ بزرگ بھی گاندھی کی ہمنوائی میں تحریک پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ یہ کانگریس کا پرانا سپاہی اور پرانا رکن بھی پاکستان ہی میں آکر عافیت کا دم لے سکا۔ ہم نے یہ مختصر سا تنقیدی تبصرہ کر دیا ہے۔

قارئین کرام ماشاء اللہ سمجھدار بزرگ و احباب ہیں اس سے اندازہ فرما لیں گے۔ کہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی اور ان کے ساتھیوں کا مسلمانوں کی جنگ آزادی میں کیا کردار رہا ہے۔

"رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ہندوستان کی جنگ" پر تبصرہ و تنقید ختم کرتے ہی اب ہم سید الاحرار مولانا حسرت موہانی پر کانگریس جو ڈورے ڈال رہی تھی۔ اس کے متعلق روزنامہ

Marfat.com

"نوائے وقت" کی ایک خبر پیش کرتے ہیں۔ اس خبر سے بھی آپ اندازہ فرما سکیں گے۔ کہ نیشنلسٹ مسلمان کس حد تک پاکستان اور مسلم لیگ کی مخالفت پر آدھار کھائے بیٹھے تھے۔

ملاحظہ فرمائیے:۔

سیّد الاحرار پر کانگریس کے ڈورے

مولانا حسرت موہانی کا جواب

"کانپور۔ ۲۴ فروری معلوم ہوا ہے۔ کہ آنریبل ابوالکلام آزاد وزیر تعلیم نے سیّد الاحرار مولانا حسرت موہانی کو دعوت دی تھی کہ وہ مسلم لیگ کے خلاف "قوم پرست" جماعتوں کی متحدہ تنظیم میں شامل ہو جائیں۔ مولانا حسرت موہانی نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا اور یہ جواب دیا ہے۔ کہ مسلمانانِ ہند کے لیے بہترین راہِ عمل اس وقت یہی ہے کہ وہ مسلم لیگ کے ماتحت ایک مرکز پر منظم ہوں۔ اب اس وقت مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا مسلمان قوم سے دشمنی کے مترادف ہے۔" (نامہ نگار نوائے وقت ۲۵ فروری ۱۹۴۷ء)

اب آپ السیّد جمال الحسینی نائب صدر عرب مجلس علماء کی طرف سے پاکستان کے مطالبہ کی حمایت کے بارے میں پڑھیئے:۔

پاکستان عالم اسلام کے خلاف خطرات کی راہ میں سدّ سکندری ثابت ہوگا

سیّد جمال الحسینی کی طرف سے مطالبہ پاکستان کی حمایت

"لندن (ہوائی ڈاک) السیّد جمال الحسینی نائب صدر عرب مجلس علمائے نے "نوائے وقت" کے نمائندہ خصوصی کو انٹرویو دیتے

Marfat.com

ہوئے کہا کہ "ممکن ہے کہ پنڈت نہرو کی طبع نازک پر یہ بات گراں گذرے مگر ہم پاکستان کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں۔ فلسطین اور سارے مشرق وسطیٰ کے عرب مسلمانان ہند کی جنگ پاکستان میں ان کی کامیابی کے خواہاں ہیں۔ سیّد جمال الحسینی نے کہا کہ پاکستان عالم اسلام کے خلاف خطروں کی راہ میں سدّ سکندری ثابت ہوگا۔ سیّد جمال الحسینی نے کہا کہ مارچ میں منعقد ہونے والی ایشیائی کانفرنس کے متعلق ہمارا رویّہ وہی ہے۔ جو دوسرے عرب ملکوں کا ہے یعنی ہم اس کانفرنس میں شرکت نہیں کریں گے۔"

(۱۵ فروری ۱۹۴۷ء نوائے وقت)

چونکہ نیشنلسٹ مسلمانوں کے باب میں ہم اُن کے اعمال و افعال اور کردار و اذکار کو سامنے لاکر آنے والے مورّخ کے لیے یہ آسانیاں فراہم کر رہے ہیں کہ وہ ان ہی کے آئینہ کردار میں ان کے خدّ و خال اور کارناموں کو دیکھ سکے جو انھوں نے تحریک پاکستان کی مخالفت و دشمنی میں سرانجام دئے نیز یہ بھی کہ مذہب کے مقدّس نام پر ان لوگوں نے اپنی موسمانہ شکل و شباہت کا رعب جما کر مسلمانان ہند کو مسلم لیگی قیادت سے متنفّر و بدظن کرنے کے لیے جس جس انداز سے قرآن عزیز کی تشریحیں اور تفسیریں اور تاویلیں کی جن کو دیکھ کر خدا و جبرئیل و مصطفےٰؐ بھی حیرت میں آگئے اب مولانا محمّد یوسف صاحب بنوری کی "ترجمان القرآن" کے بارے میں رائے دیکھئے۔

"مشکلات القرآن حضرت مولانا انور شاہ صاحب کی عربی کتاب کے دیباچہ سے تفسیر"

مولانا محمّد یوسف صاحب بنوری کی رائے "ترجمان القرآن" کی نسبت

مولانا موصوف نے اپنے تمہیدی بیان میں بعض اہل باطل کی

Marfat.com

تفاسیر کے بنیادی نقائص پر نظر انتقاد ڈالی ہے۔ اسی ذیل میں مولانا ابوالکلام کی تفسیر کا ذکر بھی آ گیا ہے۔

"آپ کے رسائل و جرائد میں جن خیالات کا اظہار ہوتا تھا اس کی بنا پر ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ آپ ابتدا میں صحیح الاعتقاد تھے۔ الا یہ کہ وہ قاضی شوکانی (یمنی) اور نواب صدیق حسن خان صاحب آف بھوپال کی طرح فروعات میں کسی امام کے مقلد نہ تھے۔ آپ نے صرف ترکِ تقلید پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ اپنی کتاب "تذکرہ" میں علماء حنفیہ حتیٰ کہ امام اعظم امام ابوحنیفہؒ پر بھی زبان طعن و تشنیع دراز کی جو اکابر امت کے ساتھ یقیناً سوء ادبی ہے۔

آپ نے یہ بھی کوشش کی تھی۔ کہ ہندوستان کے مسلمان آپ کو دین و دنیا کا امام تسلیم کر لیں اور امام الہند کے خطاب سے آپ کو مخاطب کیا جائے۔ اس کے مقابلہ میں ہندوستان کے وہ علماء بھی تھے۔ جو علم و تقویٰ کے زیور سے آراستہ تھے اور ابوالکلام آزاد ان سے علم و عمل کے لحاظ سے بمراحل دور تھے چنانچہ علماء دیوبند اٹھے اور انھوں نے علی الاعلان کہا کہ یہ شخص امامت کا مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ انھوں نے ان کی امامت کے مقاصد کا ادراک کر لیا تھا اور یہ سمجھ لیا تھا کہ بعد میں ان مفاسد کا سدباب مشکل ہو جائے گا چنانچہ ابوالکلام صاحب کی آرزوئیں پوری نہ ہوئیں۔ اس کے بعد انھوں نے تفسیر کی اشاعت کا اعلان کیا جس کی طرف لوگوں کی گردنیں اٹھ گئیں اور انھوں نے بے تابی سے اس کا انتظار کیا کہ آخر وہ ترجمان القرآن کے نام سے منظر عام پر آئی جو مختصر اور طویل فوائد پر مشتمل ہے۔ سورۂ فاتحہ کی تفسیر بہت طویل ہے اس لیے میں نے اس کا نہایت شوق سے مطالعہ کیا اور بعض دیگر آیات کی

Marfat.com

تفسیر جستہ جستہ مقامات سے دیکھی۔ دیکھ کر میرا شوق بجھ گیا اور سخت افسوس ہوا۔ اگر یہ تفسیر شائع نہ ہوتی تو اچھا ہوتا۔ میں نے تفسیر دیکھ کر محسوس کیا کہ اس شخص کے دماغ پر خودداری اور خود پسندی سوار ہے۔ جس کا پہلا مرحلہ تقلید سے انکار تھا اور دوسرا یہ جس نے سیدھی راہ ان پر گم کر دی۔ انھوں نے اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دنیا کے جملہ مذاہب خواہ وہ نصرانی اور یہودی دین ہو یا مذہب صابی۔ اگر کوئی شخص مذہب کی اس صورت پر عامل رہے جسے لے کر اسی مذہب کا شارع آیا تھا۔ تو یہ امر اس کی نجات کے لیے کافی ہے کیونکہ ان تمام مذاہب کی بنیاد ایک ہے اور وہ ہے ایمان باللہ اور عمل صالح اور خدا پرستی۔ اور ہر مذہب کا شارع توحید ہی لے کر آیا ہے اور اس نے عمل صالح اور خدا پرستی کی طرف ہی دعوت دی ہے۔ رہا شرک اور گناہ تو وہ مذاہب کے متبعین میں فرقہ پرستی کی بنا پر پیدا ہو گیا ہے۔

اس پر آپ اپنی تفسیر میں مختلف اسالیب و طرق سے روشنی ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن حکیم دنیا کو اس امر کی دعوت دیتا ہے اور آن کا گمان ہے کہ انھوں نے جو کچھ سمجھا وہی قرآن کا مغز اور قرآن کا مقصد ہے اور اس پر آیت ان الذین اٰمنوا والذین ھادو والنصاریٰ الخ سے استدلال کرتے ہیں۔

آپ کے نزدیک شرائع اور عمل صالح کوئی مکلف چیز نہیں ہے۔ اور یہ عبادات اور یہ شرائع ظواہر و رسوم ہیں۔ جو بمنزلہ جسم ہیں جن کو دین کی حقیقت اور روح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

Marfat.com

پس جو شخص اعتقادی طور پر شرائع واحکام کا انکار کردے تو آپ کے نزدیک ایسا شخص مسلمان ہی ہے۔

اِنَّ الّذین عند اللّٰہ الاسلام الا من یتبع غیر الاسلام دنیا الخ کی تفسیر میں آپ لکھتے ہیں کہ اسلام نام ہے تمام ادیان کی وحدت کا جو کسی خاص شریعت سے مخصوص نہیں ہے۔ پس تمام مذاہب اسی دینی وحدت کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں اور تمام مذاہب کی صداقت کے قائل ہیں اس لیے آپ کے نزدیک ملّت اسلامیہ مخصوص اعتقادات اور مخصوص عبادات کا نام نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ رسوم وشرائع اور مناہج کا اختلاف اور عبادات کا فرق ایک قدرتی امر ہے جس سے مضر نہیں اس لیے ان اختلافات پر ملامت نہیں کرنی چاہیئے اور دلوں کی تنگی کو دور کرنا چاہیئے۔

اگر کوئی شخص موسوی شریعت پر کاربند ہے اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے اور شریعت محمدیہ سے تمسک نہیں ہے اور نہ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے اگرچہ شریعت اسلامیہ نے آکر شرائع سابقہ پر خط تنسیخ کھینچ دیا ہے تو ان کے بناوٹی اصولوں کی بنا پر ایسا شخص مسلم اور ناجی ہے۔

مجلّہ "معارف" نے اس تفسیر کے ردّ میں ایک مبسوط مقالہ لکھا تھا اور بعض آیات کے ترجمہ کا مقابلہ اس ترجمہ سے کیا تھا جو بیس سال پہلے "الہلال" میں شائع ہو چکا ہے۔ اور بتایا تھا کہ ان دونوں ترجموں میں کس قدر بیّن اختلاف ہے پھر تعجب ہے کہ دنیا میں یہ تفسیر لاثانی ہے بے شک! وہ اپنی ہفوات و مخترعات میں لاثانی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔" (از مشکلات القرآن صفحہ ۳۳۳ تا ۳۴۷)

Marfat.com

جس "سوراجی اسلام" کے متعلق اس سے قبل ہم ایک مبسوط مقالہ جو پمفلٹ کی شکل میں شائع ہوا تھا۔ آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کر چکے ہیں اب سوراجیہ کے معنی کیا ہوتے ہیں یہ دیکھئے۔ قبل اس سے ہم یہ لکھیں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا محمد یوسف نبوری صاحب نے معارف کا جو حوالہ دیا ہے وہ مقالہ جس کی تائید مولانا فرما رہے ہیں۔ جناب پرویز کا تھا اور قارئین کو بخوبی علم ہو گیا ہے۔ کہ مولانا آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن کے بارے میں مولانا محمد یوسف نبوری صاحب پرویز صاحب سے کلی اتفاق فرما رہے ہیں۔ ہمارا عرض کرنے کا یہاں مطلب و مقصد یہ ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر کے بارہ میں ایک دوسرے مولانا محمد یوسف نبوری صاحب کی وہی رائے ہے۔ جو چودھری غلام احمد پرویز صاحب کی ہے۔

اب سوراجیہ کے معنی ملاحظہ فرمائیے:۔

"مسٹر سی۔ جے۔ وارئے پارلیمنٹری سیکرٹری۔ وزیر تعلیم مدراس نے اس عقیدہ کو حل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"یہ اصطلاح دراصل مہاراشٹر کی انتظامی تقسیم کے لیے استعمال کی جاتی تھی جو دو وسیع حلقوں میں منقسم تھا" سوراجیہ اور مغل راجیہ۔

سوراجیہ کے معنی وہ خطہ تھا جو براہ راست مرہٹوں کے ماتحت تھا اور مغل راجیہ سے مراد وہ خطہ تھا جس پر یا تو مغلوں کا براہ راست تسلط تھا یا وہ مغلوں کا باجگزار تھا۔" (مدراس میل ۲۹ ستمبر ۱۹۳۸ء)

مہاتما گاندھی سے ہزار ہا متبعین لوگوں نے پوچھا کہ حضور کبھی اتنا تو بتا دیا ہوتا کہ سوراجیہ کے معنی کیا ہیں لیکن انھوں نے آج تک بتا کے ہی نہیں دیا۔ آخر کار یہ عقیدہ پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب کے ہاتھوں وا ہوا۔

Marfat.com

"تذکرہ" میں ابوالکلام جو دورِ قومیت پرستی سے پہلے لکھی گئی تھی اکبر کے دین الٰہی (متحدہ قومیت) کو الحاد اور بدعت کا فتنہ قرار دیتے ہیں۔ تذکرہ ع۱۹ صفحہ ۲۴۲ اور حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے متعلق لکھتے ہیں :-

"کچھ شک نہیں کہ توفیق الٰہی نے حضرت ممدوح کے وجود گرامی ہی کے لیے یہ مرتبہ خاص کر دیا تھا۔ انبیاء اولوالعزم کی نیابت و قائمقامی یعنی مقام عزیمت دعوت کا خلعت صرف انہی کے جسم پر چست آیا۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۴۳)

دورِ قومیت پرستی

"اُس نے (قرآن کریم نے) نہ صرف یہ ہی بتلایا کہ ہر مذہب میں سچائی ہے بلکہ صاف صاف لکھ دیا کہ تمام مذاہب سچے ہیں۔ اُس نے کہا کہ دین خدا کی بخشش ہے اس لیے ممکن نہیں کہ کسی ایک گروہ ہی کی میراث ہو۔ کہ اس کے سوا کسی انسان کو نہ ملی ہو یہ تمام مذاہب میں یکساں طور پر موجود ہے۔ (ایضاً صفحہ ۱۳۷)

سرراڈھا کرشن کی واردھا اسکیم پر تقریر

"نوع انسانی کی نجات اس چیز میں ہے کہ مذہب ہماری تعلیم سیاسیات اور معاشیات میں شامل ہے۔ مسٹر گاندھی اس چیز کو اپنی جدید واردھا کی تعلیمی اسکیم ہر بچہ کی اصلاح اور چرخہ اور گھریلو دست کاری کے ذریعہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" (اسٹیٹسمین ۲۸/۱۲/۳۸)

آزاد کی بھٹکی ہوئی سیرت

اپنے الفاظ میں

"حیات دنیوی کی محبت محبت الٰہی پر غالب آگئی۔ دنیا کی دلفریبیوں

Marfat.com

پر روح صفتوں اور دل نثار ہو گیا اور دنیا پرستی کی لعنت نے عزم و راستی کی روح کو مُردہ کر دیا۔" (تذکرہ صفحہ ۵۹۰۶ مصنفہ مولانا آزاد دوسرا ایڈیشن صفحہ ۹۷)

اس سے سچا صحیح اور فراخدلانہ اعترافِ جرم سوائے مولانا کے اور کون کر سکتا ہے۔ فقہائے وطینت۔ واعظین قومیت متحدہ اور مولانایان میشلزم اُمت میں تفرقہ اندازی پر کیوں مصر ہیں۔ اس لیے کہ

"ان کا سرمایۂ ناز علم حق نہیں ہے جو تفرقہ مٹاتا اور اتباع سبیل متفرقہ کی جگہ ایک ہی صراط مستقیم پر چلاتا ہے۔ بلکہ یکسر علم جدل و خلاف ہے۔ نفس پرستی اس کی کثافت کو خمیر دیتی ہے اور دنیا طلبی کی آگ اُس کی ناپاکی کے بخارات کو اور زیادہ تیز کرتی رہتی ہے۔"

(ایضاً صفحہ ۸۳ - دوسرا ایڈیشن صفحہ ۱۰۳)

دورِ عباسی کے علماء کے متعلق ارشاد:-

جب کوئی مرکز نہ رہا تو شریعت کا بھی کوئی محافظ نہ رہا۔ نہ اُمت کا کوئی رہبر وہ سارے علمی و عملی مفاسد جو آج نظر آ رہے ہیں یا تو اس عہد میں پیدا ہوئے یا ہو چکے تھے جو اس عالم آشوبی میں کمال بلوغ کو پہنچے علوم اصلیہ قرآن و حدیث کو ترک کرنے کی بنیاد اسی عہد میں استوار ہوئی تقلید شخصی اور مذہبی فرقہ بندی کے التزام اور تعصب نے اس زمانہ میں پورا پورا زور پکڑا۔ تاتاریوں کو سب سے پہلی دعوت حنفیوں اور شافعیوں کے باہمی پیکار نے دی۔ نو مسلم حکمران مذہب و علم سے ناآشنا تھے اس لیے مذہبی حکومت تمام تر علماء و فقہائے مذاہب کے ہاتھ آ گئی۔ ہر مذہب کے لیے الگ الگ قاضی الگ الگ مدارس، اوقاف آئمہ جمعہ اور مذہبی عہدے قرار پائے۔ یہی چیز صدہا مفاسد و مصائب کا باعث ہوئی ایک طرف علمائے دنیا و فقہائے دولت کا ایک گروہ عظیم پیدا ہو گیا دوسری

Marfat.com

طرف باہمی تعصب و فرقہ الگ روز بروز بڑھنے لگے حتیٰ کہ جن چھوٹے چھوٹے اختلافات کو پہلے عوام نے بھی کبھی اہمیت نہ دی تھی۔ ان کی بنا پر اب خواص و فقہا ایک دوسرے کی تضلیل کرنے لگے۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۳۲-۲۳۱ - دوسرا ایڈیشن ۲۴۸-۲۴۹)

صفحہ $\frac{۵۸}{۷۸}$ پر فرماتے ہیں۔

"آج اُمت کا ایک فاسق سے فاسق گروہ بھی شائد کسی سچائی کی جگہ کچھ نقصان جان و مال اُٹھالے اور اس کو اپنے گناہ کا کفارہ سمجھے لیکن مدعیان علم و شیخیت اور زہد فروشاں سجادہ طریقت سے اتنی بھی امید نہیں"۔

مولانا صاحب رونا تو یہی ہے! لیکن آج اُمت مرحوم کو مشائخ اور سجادہ نشینوں سے کہیں بڑھ کر ان بزرگوں سے شکوہ ہے جن کی بصیرت و فراست پر وطن پرستی کے پردے پڑ چکے ہیں۔ اور اسی لیے آج اُمت کا ایک فاسق سے فاسق گروہ بھی شاید مرکز ملت کی قوت و استحکام کی خاطر ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہو جائے اور اس کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھے لیکن مدعیان امامت و امارت شرعیہ اور دینوں سے کٹ کر اغیار کے ساتھ مل جانے والوں سے تو اتنی بھی توقع نہیں"۔

مولانا آزاد کے مندرجہ فوق ارشادات :۔

"شریعت الٰہی جو عدل و صداقت کے قیام کے لیے آئی تھی اس کے نام سے مکر و فریب اور ظلم و غضب اور سلب و نہب کے تمام کاروبار جاری ہو گئے اور دنیا کی تباہی کے لیے اس سے بدتر وقت اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے کہ خدا کا پاک نام لے کر اس دنیا میں برائی پھیلائی جائے"۔

(تذکرہ صفحہ ۷۰ - دوسرا ایڈیشن صفحہ ۸۹)

"... یہ لوگ ہی فی الحقیقت ملحد ہیں۔ ان کا الحاد اعتقادی نہیں

Marfat.com

بلکہ عملی ہے اور دنیا میں ہمیشہ الحادی العمل ہی زیادہ رہا ہے۔"

(تذکرہ صفحہ ۸۲۰ - دوسرا ایڈیشن صفحہ ۱۱۰)

یہ لکھتے ہوئے قلم لرز جاتا ہے۔ اس لیے کیسے کہا جائے کہ یہ کس گروہ کی منہ بولتی تصویر ہے۔

خصوصی توجہ کا مستحق اقتباس

افسوس! ہر عہد اور ہر دور میں جس قدر بربادیاں ہوئیں علمائے سوء ہی کے ہاتھ سے ہوئیں۔ وقت اور زمانہ کی شکایت بے سود ہے سچ یہ ہے کہ عہد اکبری کے تمام فتنہ و فساد کے اصلی ذمہ دار یہی علمائے عبید الدنیا ہیں نہ کہ ابوالفضل اور فیضی۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس عہد کی نسبت اپنے مکاتیب میں بار بار لکھتے ہیں کہ

درایں زماں در ترویج ملت و دین ظاہر گشتہ از شومئی علماء سوء است کہ فی الحقیقت شرار مردم و مصوص دین اند۔ اولیاء حزب الشیطان الا آن حزب الشیطان ھم الخاسرون"

آگے چلئے:-

"پچھلے دور میں علماء کے اختلافات نے دنیا کو ایک مصیبت میں مبتلا کر دیا تھا اب پھر وہی بات سامنے ہے۔ دین کا رواج بھلا کیا ہوگا؟ اس کی بھلا کیا گنجائش ہوگی؟ بلکہ دین کی بربادی اس سے ضرور ہوگی۔"

(الفرقان صفحہ ۳۸)

بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہاں کیوں ہو!

مدعیان علم و زہد کے دعوے کی تردید

"منتخب التواریخ ایک مرقع ہے جس میں اس عہد کے تمام ارباب علم و اصحاب خرقہ و سجادہ کی تصویریں اپنے اصلی بھیس میں نظر آجاتی ہیں اور دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ بڑے بڑے مدعیان علم و زہد کو بھی دنیا

Marfat.com

پرستی نے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔" (تذکرہ صفحہ ۵۱)

وطن پرست ملایان کرام کی تصویریں اپنے اصلی خد و خال میں نظر آ رہی ہیں۔ دیکھ کر عبرت ہوتی ہے کہ بڑے بڑے شیخ الحدیث، شیخ الہند رئیس المفسرین اور امیر شریعت کس راستے پر گامزن ہیں۔

"ایمان افروز اور یقین پرور جملے"

"وہ آنکھیں جن میں نفس اور ماتم دنیا کے لیے آنسوؤں کے دریا بند ہوتے ہیں۔ حق کی غمگینی اور امت کے ماتم کے لیے ایک قطرۂ اشک بھی نہیں رکھتیں اور جن دلوں میں عشق ذات اور محبت اہل و عیال کے لیے ایک عالم شورش اور طوفانِ اضطراب مخفی ہوتا ہے اس میں اللہ اور کلمۂ حق کے عشق کے لیے درد کی ایک ٹیس اور غم کی چھن بھی پیدا نہیں ہوتی ... ... تو عین اس وقت کفر و ضلالت اور بدعات و منکرات کے غلبہ و قہر سے ارض الٰہی کا ایک ایک کونہ چیختا اور چلاتا ہے۔ پرستاران حق کی غربت ہر طرف سر پیٹتی ہے اور ماتم کرتی ہے۔ خدا کی زمین کے گوشہ گوشہ سے وا شریعتا! وا دنیا وا مصیبتا!!

واویلا کی فریادیں اٹھ اٹھ کر آسمان تک جاتی ہیں اور فضائے کائنات کا ایک ایک ذرہ داعیٔ حق کے لیے روتا اور قائم ہدایت کو کھوجتا ہے۔ اور پکارتا ہے یا نا لحی الاسلام قم! وانعمہ قد زال مرف وبدا ء منکر لیکن نہ تو عباد و زہاد وقت کو تسبیح ہزار دانہ کی گردش مہلت سماعت دیتی ہے اور نہ ہنگامہ سازان مدارس و مجامع کو اساطیر جدل و خلافت و دساتیر قیل و قال کا شور و غوغا فرصتِ بصارت۔

اصلی حقیقت سے اس درجہ بُعد و ہجر طاری ہو جاتا ہے کہ

Marfat.com

کسی کے وہم وگمان میں بھی احیاءِ شریعت و تجدید ملت کا خیال نہیں گزرتا اور کوئی نہیں سوچتا کہ سارے کارخانے اور ہنگامے تو اس لیے تھے کہ لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا۔ سو جب وہی سرنگوں ہوگیا تو پھر ان اجساد و روح اور قشور بے مغز کی پرستش کیا سود مند علم و عمل ہو سکتی ہے؟ اور جب روحِ امت مضمحل ہوگئی اور حق کی جگہ باطل اور سنت کی جگہ بدعت کی حکومت چھا گئی۔ تو پھر یہ تمام باتیں کب تشخیر و فتح ہو سکتی ہیں؟ بلکہ اب تو ان کا شمار موانع و مہالک راہ میں سے ہوگیا ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۹۷، ۹۸، ۹۹ طبع ایڈیشن صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

مولانا آزاد ان لوگوں کا شکوہ تو کرتے ہیں جن میں گاندھی جی کی ہم جلیسی نہرو کی ہمدمی اور آنند بھون کی امنگ پیدا نہیں ہوئی لیکن آن مریض قلوب کو نہیں دیکھتے جن میں ملت کو سرفراز اور ارجمند دیکھنے کی کوئی آرزو پیدا نہیں ہوتی اور نہ ہی ان مریضوں کا علاج پہلے کی طرح سوچتے ہیں۔

پڑے خاک اس سلیقے پر لگے آگ ان قرینوں کو

اب دیکھئے مولانا ابوالکلام آزاد امام الہند اور شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی (مرحومین) جس مہاتما گاندھی کے ساتھ ہمسفر رہے وہ کیا فرماتے ہیں:۔

دین وسیاست

"میرا تجربہ حب الوطنی میرے مذہب کے تابع ہے"

اور یہ مذہب کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"میری زندگی اس چیز کے لیے وقف ہے کہ میں اہنسا کے مذہب کے ذریعے ہندوستان کی خدمت کروں اور یہی مسلک میرے نزدیک

Marfat.com

ہندو تہذیب کی اصل ہے۔" (فارورڈ بلاک ۱۲/۹ ۱۹۳۹ء)

گاندھی جی تو اپنے مشرب و مسلک سے ہندو مت کی نشر و اشاعت کر رہے ہیں مسلم قومیت پرست حضرات گاندھی جی کے مسلک کے اتباع سے کس اسلام کی خدمت کر رہے ہیں؟

اب حضرت قائداعظمؒ کا وہ بیان جو آپ نے ۸ دسمبر ۱۹۳۹ء کو قانون ساز اسمبلی کے بارے میں بمبئی میں دیا ملاحظہ فرمائیے :-

"مجھے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ کیا ہی اچھا ہو اگر مہاتما گاندھی اپنے خیالات کی فضول نمائش چھوڑ دیں۔ ایسے خیالات جو روز بروز اور ہفتہ بہ ہفتہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور جن میں اگر کسی چیز کو ثبات ہے۔ تو وہ اُن کا باہمی تضاد و تخالف ہے۔ انھیں چاہیئے کہ وہ اپنی تمام توجہ صرف ایک ہی مسئلہ پر مرکوز کر دیں یعنی ہندو مسلمان مسئلہ کے سلجھانے میں۔ کیونکہ تمام کانگریسی لیڈروں میں سے وہی ایک ہیں جو بوجوہ احسن ہندو قوم کی نمائندگی کر سکتے ہیں اور ہندوؤں کی طرف سے سمجھوتہ کر سکتے ہیں اور یہاں دو بڑی جماعتوں میں یگانگت اور اتفاق پیدا کر سکتے ہیں اور جب یہ ہو گیا تو دوسری باتیں خود بخود صاف ہو جائیں گی مجھے اس امر کا اعادہ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کی طرف سے میں اس باعزت سمجھوتہ کے حصول کے لیے اپنی تمام طاقت و ہمت کے ساتھ مدد کرنے کو تیار ہوں۔"

اب مولانا آزاد کا دو رالہلال دیکھئے :-

الہلال ۹ اکتوبر ۱۹۱۲ء

"ہمارے نزدیک اسلام کے دامن تقدیس میں اس سے بڑھ کر اور کوئی بدنما دھبہ نہیں ہو سکتا کہ انسانی حریت اور ملکی فلاح کا

Marfat.com

سبق مسلمان دوسری قوموں سے لیں۔ .. .. .. ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح اسلام کا خدا اپنی ذات و صفات میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ بالکل اسی طرح اس کے رسولؐ کمال انسانیت و تعبد اور قوائے نبوّت و اصلاح میں بھی وحدہٗ لاشریک ہیں اور ان کی صفات و خصائص میں کوئی ان کا شریک نہیں۔

پس ضروری ہے کہ جو اُمّت اس خدائے واحد و رأس رسول واحد کے دامن تعلیم سے وابستہ ہے وہ بھی اپنے اندر اس شانِ وحدت و یکتائی کا جلوہ رکھے وہ بھی اپنے اعمال زندگی کی ہر شاخ میں وحدہٗ لاشریک ہو۔ .. .. "جس قوم کو اس صدائے الٰہی نے مخاطب بنایا ہو اس کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا بدبختی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کی ہر شاخ میں دوسروں کے لیے نمونہ بننے کی بجائے خود غیروں کو آمال بنا رہی ہو۔ .. .. .. اللہ اللہ خدا تو مسلمانوں سے چاہتا ہے کہ مجھ کو نمونہ بناؤ اور میری صفات کاملہ سے مشابہت پیدا کرو۔ .. .. اور آج مسلمان ہیں کہ انسانوں کو اپنا اسوۂ حسنہ بناتے ہیں اور خدا گر کوئی نقالی بن آتی ہے تو انا الافرنج کا نعرہ لگا کر اس قدر نازاں ہوتے ہیں کہ حسین ابن المنصورؒ کو انا الحق پر بھی اتنا ناز نہ ہوا ہوگا۔"

مولانا صاحب آپ کا ہر ارشاد لعل و گہر میں تولنے کے قابل اور سرآنکھوں پر رکھنے کے لائق ہے۔ "دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔" یہ آپ کے دل کی آواز ہے مگر وہ دل جس سے یہ صدائے ایمان پرور نکلا کرتی تھی کس "بت" کافر کی نذر ہو گیا؟ ساری ملّت آپ کے طور خطابت و تکلم اور سنجیدگی فراست و بصیرت پر بہیم ارفی ارنی کی صدائیں لگا رہی ہے لیکن

Marfat.com

آپ ہیں کہ چپ ہیں اور آپ کی طرف سے سابرمتی آشرم کی اینٹ اینٹ جواباً بالن ترانی کے نعرے بلند کر رہی ہے۔ اب آپ خدائے واحد، رسول واحد اور قرآن واحد سے مایوس ہو کر مشرکوں کے بے تاج بادشاہ گاندھی کی زندگی کو اسوۂ حسنہ قرار دے چکے ہیں اور مسلمانوں کو بھی اسی طرف کھینچنے کے لیے مضطرب

خیابانِ خودی را وادۂ آسیب
ازاں دریا کہ طوفانے نہ دارد!

۲۳ر اکتوبر ۱۹۱۲ء

الہلال

"حالت تو یہ ہے کہ خود ہمارے نئے لیڈروں نے دین و دنیا کے اندر تفریق کی ایسی خلیج حائل کر دی ہے جو روز بروز دونوں کناروں کو دور کر رہی ہے اور ان کو کسی طرح ملنے نہیں دیتی۔۔۔۔ مذہب سے یہ الحاد آمیز بیگانگی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ آج اگر کوئی صدائے قرانی بلند کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کا منہ تکنے لگتا ہے کہ یہ کیسی آواز ہے؟۔۔۔۔ بہت سے اس خیال پر متعجب ہیں کہ مسلمانوں کی پولٹیکل تعلیم بھی قرآن پر مبنی ہو۔ رأیت المنافقین یصدون عنک صدوداً، ہمیں کو یہ کہنے سے نفرت اور غصہ کا بخار چڑھ آتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے جو کچھ ہے قرآن ہی میں ہے اور قرآن ہی سے قل ھو تو بعینظکم اور بہت سے ہیں جو فرعون کے جادوگروں کی طرح خوف زدہ ہو رہے ہیں کہ مذہب کا عصائے موسوی شعبان مبین بن کر ان کو نگل نہ جائے۔"

کاش مولانا پرانی تحریروں کو متحدہ قومیت پرستی کے دور میں پڑھتے اور پھر خود ہی دیکھتے کہ ایک ایک لفظ ان کی سابقہ

Marfat.com

زندگی و عمل پر کس طرح شکوہ سنج نظر آ رہا ہے۔

حریت فی الاسلام کے صفحہ ۵۸ پر فرماتے ہیں :=

" اسلام صرف وطن کی محبت لے کر نہیں آیا اس کے پاس تمام عالم کے عشق کا پیغام ہے اس نے جو کچھ کیا تمام عالم کے لیے کیا اور صرف وہی تھا جو یہ کر سکا وما ارسلناك الّا کافۃ للناس بشیرو نذیراً (۳۴ و ۲۳) اسلام کا خدا رب العلمین ہے جس کی ربوبیت عامہ میں کوئی خصوصیت مقام و وطن نہیں پس اس کا پیغام امن و نجات بھی رحمت للعلمین ہو کر آیا وما ارسلناك إلّا رحمۃ للعلمین"

(۲۲ : ۱۰۷)

آئیے حسرت زدہ نگاہوں سے خزاں دیدہ چمنستان کی سیر کریں۔

" حقیقت یہ ہے کہ انسان کی فطری ترقی اور فطرتی حقوق کے قیام کے لیے نسب و خاندان کے امتیاز باطل سے بڑھ کر اور کوئی روک نہیں ہو سکتی۔

.. .. " اسلام نے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اور لیس لانسان الّا ما سعٰی کے قانون عام کا اعلان کر کے اسی مہلک انسانیت روگ کو مٹانا چاہا ہے اور قرآن نے بتلایا کہ دنیا کی تمام قدیم صداقتیں اسی طرف دعوت دیتی رہی ہیں۔ صحف ابراہیم و موسیٰ میں بھی یہی تھا۔ .. .. لیکن افسوس کہ غرور نسل و وطن کے بت کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے پھر جوڑ لیے گئے اور نئے نئے بھیسوں میں پھر اس کی پرستش شروع ہو گئی۔ اب بہت کم سر بلیں گے۔ جو اس نشہ باطل سے سرگراں نہ ہوں الا ما شاء اللہ" (تذکرہ صفحات صفحہ ۲۶ دوسرا ایڈیشن صفحہ ۲۶)

Marfat.com

"ارباب صدق وصفا ہمیشہ قید وطن ودیار سے آزاد رہے ہیں، خدا کی ساری خدائی ان کا وطن اور ساری زمین ان کا گھرانا ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۱۵۔ دوسرا ایڈیشن صفحہ ۳۴)

یہ اسلام کی ازلی وابدی حقیقت ہے جو مولانا نے تحریر فرمائی۔ اب قوم ووطن (متحدہ قومیت) کے بت کے ٹکڑوں کو جوڑ کر بھارت ماتا کے مندر میں "صنم وطن" کی پرستش شروع کیوں کردی؟ اور اپنے صدق وصفا کو "ہندی نیشنلزم" سے ملوث کیوں کرلیا؟ ذرا اپنے ضمیر سے بھی تو پوچھ دیکھئے!

آشوب بلاخیز ہے سیل وطنیت
تنکے کی طرح بہہ گئے امت کے مشاہیر

ملاحظہ فرمائیے:۔

"تم مسلم ہو اور مسلم دنیا میں اس لیے آیا ہے کہ عالم کو ہر طرح کے ظلم وفساد اور عدوان وطغیان سے نجات دلائے۔ پس جس طرح کفار ومشرکین نے اپنے اعمال سیئہ اور مقاصد شنیعہ سے دنیا کو بھر دیا ہے۔ اسی طرح تم بھی اسے عدل وصداقت سے بھر دو! اے فرزندانِ ابراہیم اٹھو اور ان ہیکلوں کو جنھیں سنگ مرمر کے انسانی بت کہتے ہیں توڑ دو اور صنم آباد عالم کے "صنم کبیر وطن" کو جس کو تمہارے باپ ابراہیم نے اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ وہ اپنے بندوں کو "معبودان صفار" کی تباہی کا افسانہ سنا سکے سب سے پہلے توڑ دو تاکہ وہ ان کی تباہی کا افسانہ بھی نہ سنا سکے! قوت وضعف کا سوال نہ کرو کہ تم پیشہ سے کمزور تر ہو اور نہ وہ نمرود سے قوی تر۔"

(حریت فی الاسلام صفحہ ۸۸)

Marfat.com

دورِ نیشنلزم سے پیشتر

اس اصل الاصول کو کسی حال میں بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ دعوت و قیام حق اور اصلاح و تربیت اُمّت کا اصل سرچشمہ مرکز مقام نبوّت ہے اور ہر عہد اور ہر دور میں اس کا جس قدر بھی ظہور ہوتا ہے وہ سب اسی مقام سے ملحق و متصل اور سب کی روشنی اُسی شمسی نظام و قوام عالم سے مکتسب مستنیر اور تمام انہار فیضان و سعادت کے لیے یہی سبیل نبوّت مخرج و منبع کا حکم رکھتی ہے علینا تشر ببہا عباد اللہ یفجرونہا تفجیراً اور کوئی قائم حق و دائمی اصلاح و کاشف حقائق فوز و نصرت نہیں پا سکتا جب "تک اس کا قدم منہاج نبوّت پر واقع نہ ہو"

.. .. .. "تاسس و تشبہ بالانبیا میں جس داعی حق کا قدم جس حد تک پہنچتا ہے اُس حد و مقام کے مطابق کم و بیش ثمرات و برکات ظاہر و باطن حاصل ہوتے ہیں"

(تذکرہ صفحہ ۱۰۴ - دوسرا ایڈیشن صفحہ ۱۲۳)

چند سطور آگے فرماتے ہیں :-

"جب دعوت و اصلاح اُمّت کا سرچشمہ و اصل مقام نبوّت ٹھہرا اور تمام عوازم اُمور دعوت اس سے ماخوذ اور اس کے اُسوہ سے متاسّس ہیں تو ضرور ہے کہ عالم تجدید و احیائے شریعت کے بھی تمام کاروبار اسی اسلوب و نہج پر واقع ہوں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ "اصول و اساسات سے لے کر جزئیات و فرعیات اعمال تک ٹھیک ٹھیک اسی مقام کے حالات و منازل تشبہ و تخلق بل کا انتظل و انعکس ظہور میں آویں اور منجملہ سُنن و نوامیس انبعاث نبوت کے یہ ہے کہ دعوت انبیاء کے ظہور کے لیے حق و

Marfat.com

ذکر حق بالکل مفقود و معدوم ہو جانا ضروری نہیں بلکہ اس قدر بس کرتا ہے کہ سخت درجہ کا اضمحلال اور پژمردگی کی حالت اس پر طاری ہو جائے اور داعیان حق کی جماعت نہایت قلیل اور مغلوب ہو بحیثیکہ چند نادر و منتشر افراد کے سوا ان کی کوئی ہستی و جمعیت باقی نہ رہے۔ برخلاف اس کے داعیان فساد کا دور دورہ ہو اور وہ جو ایک چیز ہے یعنی صرف حق کا وجود ہی نہیں، بلکہ حق کا قیام و ظہور و نفوذ اور مجرد امر و دعوت ہی نہیں بلکہ دعوت کا نظام و قوام اور محض دعوات افراد و جماعت ہی نہیں بلکہ دعوت تمت تو اس کا کارخانہ بالکل درہم برہم ہو جائے بلکہ نام و نشان تک باقی نہ رہے۔ کانہ لم یکن شیئاً مذکور یہی غربت و اقلیت حق ہے جو بسبب کمال ضعف و بیچارگی و عدم حصول نتائج مطلوبہ معدوم کا حکم رکھتی ہو تو ظہر الفساد فی البر و البحر سے تعبیر کی جاتی ہے۔" (ایضاً صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵ دوسرا ایڈیشن ۱۲۴ و ۱۲۵)

اسی طرح مسلمانوں کے راستے سے پتھر ہٹا دینا بھی ایمان کی شاخ اور عمل حق ہے مگر تمام امت کی راہ سے سنگ بطلان و فساد کا دور کر دینا بھی عمل ایمان و اقدام حق ہے۔

لیکن ایسا ہوتا ہے کہ دعوت حق کی صدائیں تو اٹھتی ہیں مگر اس جاذبیت معنویہ سے محروم ہوتی ہیں اور اس لیے محبوب القلوب عالم نہیں ہو سکتیں یا پھر ایسا ہوتا ہے کہ بمصداق خلطوا عملاً صالحاً و اخر سیئاً داعیان حق کا جو گروہ موجود ہوتا ہے، ان کی دعوت ٹھیک ٹھیک نہج تعریم و مستقیم پر نہیں ہوتی یعنی منہاج نبوت کے علوم و احوال کو ان میں

Marfat.com

غلبہ و اجاطہ حاصل نہیں ہوتا۔ یا کتاب و سنّت کی دعوت خالص بے آمیزش کی حقیقت سے خالی ہوتی ہیں۔ ... ...

مگر ساتھ ہی اس اعتبار سے کہ طرح طرح کی غلطیوں اور لغزشوں یا آمیزش ظلمت رائے و قیاس غیر صالح یا کوری بدعات و محدثات سے پاک و صاف نہیں ہیں اپنا حکم و اثر کھو دیتی ہیں اور برکات نصرت و فوز حاصل نہیں کر سکتیں۔"

صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۶ تذکرہ دوسرا ایڈیشن صفحہ ۱۲۵ کتابی دنیا لاہور

"پس حقیقت وہی ہے۔ جس کو وحی الٰہی اور عالمین منصب نبوت علی الخصوص آخر ہم و اعظم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب و اتباع نے دنیا کے آگے پیش کیا اور شک و ظن کی ظلمت و مجوبیت کی جگہ علوم سماویہ و نبویہ کی یقینیات و براہین کا دروازہ نوع انسانی پر کھول دیا اور جس کے علم و عمل کا نمونہ سلف صالح و اوائل امت مرحومہ من السابقین الاولین من المہاجرین و الانصار، و الذین اتبعوہم باحسان من ورثۃ الانبیاء و خلفاء المرسل و ائمۃ الہدیٰ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ نے اخلاف و آخر امت کو ہمیشہ کے لیے دکھلا دیا۔ اولئک علیٰ ھدی من ربہم و اولئک ھم المفلحون۔ ایضاً

(تذکرہ صفحہ ۱۵۵ دوسرا ایڈیشن کتابی دنیا لاہور صفحہ ۱۴۷)

مولانا آج اس سرچشمہ فیض و نور کی جانب آپ کی نگاہیں کیوں نہیں اٹھتیں اور آپ کا قبلۂ قلب و نگاہ یثرب کی بجائے واردھا اور انند بھون کیوں؟

پھر ارشاد ہوتا ہے:-

Marfat.com

"ان آیات کریمہ سے فضیلت و سیادت حضرت ختم المرسلین کا یوں اثبات ہوا کہ امت مسلمہ کو ساری امتوں سے بہتر فرمایا اور شریعت محمدیہ کو تکمیل ادیان اور اتمام نعمت قرار دیا اور ظاہر ہے کہ مطیع کی افضیلت مستلزم افضیلت مطاع اور نعمت کا تمام نعم سابقہ سے اعلیٰ و اتم ہونا حامل و مبلغ نعمت کے اعلیٰ و افضل ہونے پر دال ہے۔"

(ایضاً صفحہ ۱۷۷ دوسرا ایڈیشن کتابی دنیا لاہور صفحہ ۱۹۶)

یہ خدا پرست ابوالکلام کی خدا پرستی کی آواز ہے اور حقیقت یہی ہے کہ حضرت ختم المرسلین نے مسلمانوں کو جہاں پہنچا دیا ہے، وہاں ساری بلندیاں ہیچ ہیں اور سارے امتیازات لاشی محض ہیں لیکن بدبختی ملاحظہ ہو کہ خیر البشر کا حلقہ بگوش مسلمان آج اپنی حرتیت گاندھی کے چرنوں میں دیکھتا ہے اور جس دین کو آج تک ایک نعمت اور اتمام نعمت سمجھتا رہا آج اس کی بنیادی حقیقت دنیا کے دیگر مذاہب کی بنیادی حقیقتوں کے مساوی قرار دے کر اس کی تمام فوقیت اور برتری سے محروم کر دینا ہے ؎

برہمن از بتاں طاق خود آراست
تو قرآں را سر طاق نہادی!

الہلال مورخہ ۹ اکتوبر صفحہ ۵۰

"بارہا گفتہ ام و بارہا گویم"

"مسلمانوں کے لیے تمام عالم میں صرف ایک ہی ہاتھ ہے جو رہنمائی کر سکتا ہے اور ایک ہی چشم نگراں ہے جو لغزشوں سے بچا سکتی ہے۔ یہ وہی ہے جو کبھی سینا پر تجلی بن کر چمکی۔ کبھی

Marfat.com

فاران پر ابر رحمت بن کر نمودار ہوئی۔ کبھی غارِ ثور میں لاتحزن ان اللہ معنا کی صدا میں تھی۔ کبھی بدر کے کنارے ان ینصرکم اللہ فلا غالب کے پیام میں کبھی اُحد کے دامن میں وکان حقاً علینا نصر المومنین کی بشارت تھی اور آج بھی ایک مٹے ہوئے کارواں ایک برباد شدہ قافلے۔ ایک برہم شدہ انجمن کے لیے آمید کا آخری سہارا ہے اور زندگی کی آخری روشنی ہے۔"

جس رباب جان نواز سے یہ نغمۂ سرمدی بلند ہوا تھا
اس کا تار تار ہنوز لرزاں ہے مگر دائے محرومی کہ کسی سامری
سحرِ فن نے زخمہ ور کا ہاتھ کھینچ لیا!!

داغ فراق شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

ہم نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ نیشنلسٹ علماء کے ابوالا آباؤں کے علمی و ذہنی اور دینی تضادات جتنے ہو سکیں جمع کر دیں جیسا کہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ کانگریسی مولاناؤں کے سرخیل ہمارے نزدیک ابوالکلام آزاد مرحوم ہیں اس لیے ان کی ذہنی و دینی قلابازیاں زیادہ تر تعداد میں جمع کی جا رہی ہیں۔ اور حتی الوسع یہ کوشش ہے کہ کوئی گوشہ ایسا نہ رہے جو بے حجاب نہ ہو سکے۔ اس لیے بھی

یہ جانتا ہوں کہ خاک آشیاں نہیں ہوتی
جلے ہوئے تنکوں کو چن رہا ہوں میں

ہمیں معلوم ہے۔ یہ کہا جاتا رہے گا۔ کہ جو لوگ اس دنیا میں موجود نہیں ہیں ان کے متعلق یہ سعی سعیٔ فضول ہے۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ یہ آواز ان گوشوں سے اٹھے گی جو یا تو ان لوگوں کے اشاروں پر تحریک قیام پاکستان کی مخالفت کرتے رہے ہیں

Marfat.com

اور ہنوز ان کے اُصولوں اور خیالوں کو اپنے لیے نشان منزل سمجھتے ہیں اور یا وہ لوگ جن کی عقیدتیں اسلامی اصولوں کی بجائے شخصیات سے ہیں۔ ہماری اپنی ذمہ داریوں کا ہمیں پورا پورا احساس ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ جب تک ان خطرناک گھاٹیوں کو طے نہیں کیا جائے گا۔ جہاں قدم قدم پر دشمن و مخالف تعاقب میں ہوں گے۔ ہم اپنی نوخیز نسل کے لیے وہ راستے صاف و ہموار نہیں کر سکیں گے۔ جن پر حکیم الامت علامہ اقبالؒ اور حضرت قائداعظمؒ انھیں چلانا چاہتے تھے۔

چونکہ نیشنلسٹ علماء میں سے بعض ایک مکتب فکر کی حیثیت لیے ہوئے ہیں اس لیے ان کے متعلق بار بار کچھ نہ کچھ کہنا اور لکھنا پڑ رہا ہے اس لیے اس مقام پر نہ ہمیں مخالفتوں کے ہجوم کی پرواہ ہے۔ اور نہ کسی کی ناراضی و ناپسندی کا گلہ۔ ہم اُبھرنے والی نسل اور اپنے غافل و بے نیاز احباب اور بزرگوں پر دو اور دو چار کی طرح یہ واضح و ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ایسے نیشنلسٹ علمائے کرام جن کی غلط اور تباہ کن روش نے ملت اسلامیہ کو ایک نقصان عظیم پہنچایا ہے اور جن کے چلتے پھرتے اثرات پاکستان میں اب بھی ایک مؤثر اہمیت و قوت رکھتے ہیں۔ ملت پاکستانیہ کو اقبالؒ و جناحؒ کے نظریات و خیالات سے روشناس کرا کر اس مقصد عظیم کے حصول کے لیے انھیں آمادہ و تیار کرنے کے لیے پوری جرأت و دلیری اور یا مردی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ زندگی ایک حقیقت ہے۔ پھر ایک ملت کی زندگی کے تمام معاملات و کوائف پر پوری سنجیدگی و متانت سے غور و خوض کر کے اس کی آرزوؤں میں اور تمناؤں کو مزید درخشاں و تابناک بنانے کے لیے گلستانِ پاکستان کو ان غلط بینیوں

Marfat.com

کے جالوں اور فرزندان ملت کے دل و دماغ کو مکروہ و مریض افکار و اعمال کے اثرات سے محفوظ کرنے کے لیے پوری مستعدی۔ بالغ نظری اور دیانت داری سے بھرپور کوشش و جہد ہونی چاہیئے۔ اسی آرزو اور اسی مقصد کے پیش نظر یہ مواد فراہم کیا جا رہا ہے

مولانا آزاد فرماتے ہیں :۔

"جس طرح افراد کی موت اور حیات کے لیے قوانین مقرر ہیں اسی طرح کسی قوم کی موت و حیات کے لیے بھی قوانین مقرر ہیں۔"

اس تحریر میں دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔

"ہماری پالیسی کی بنیاد کوئی وقتی یا فوری واقعہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ وہ ایک مستقل اور دائمی اعتقاد ہونا چاہیئے جو اپنے قیام کے لیے کسی بیرونی سہارے کا محتاج نہ ہو۔"

حضرت مولانا ہی اپنی بصیرت کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ "ہماری قومیت" اور "اسلامی قومیت" دونوں میں سے کون سی چیز وقتی ہے اور کون سی دائمی ؟ اور دونوں میں سے کون سی چیز جو کسی بیرونی سہارے کی محتاج نہیں ۔

ز قرآن پیش خود آئینہ آویز!
دگرگوں گشتہ از خویش بگریز!!

جمعیۃ العلماء کے اجلاس لاہور کی صدارت میں مولانا آزاد فرماتے ہیں :۔

"حضرات علمائے کرام! و ارکان جمعیت اس وقت ایک بہت بڑی آزمائش ہمارے طریق عمل کے لیے درپیش ہے ہم نے مدتوں کی غفلت کے بعد قومی و اجتماعی اعمال کی کش مکش و کشاکش

Marfat.com

میں قدم رکھا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے ہماری نظر آجکل کے مجلسی و اجتماعی کاموں کے طرق و اسلوب پر پڑتی ہے اور تقلید و محاکات کا جذبہ ہمیں بے اختیار ان کی جانب کھینچنے لگتا ہے لیکن میں آپ کو یاد دلاؤں گا۔ کہ آپ کی راہ ان راہوں سے بالکل الگ ہے اور کتاب اللہ کی ہدایت اور حکمت نبوت نے آپ کو دنیا اور دنیا والوں کے گھڑے ہوئے طریقوں اور قاعدوں سے مستغنی کر دیا ہے۔ آپ اس لیے نہیں ہیں کہ انسان کے بنے ہوئے طریقوں کی تقلید کریں بلکہ آپ کو علم و عمل شریعت اس لیے دیا گیا ہے تاکہ دنیا کی آنکھیں آپ کی طرف امید و طلب سے اٹھیں اور آپ کی ہدایت ان کے لیے اتباع و تقلید کا پیام ہو۔ آپ کے پاس اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے اور ان دو چیزوں سے بڑھ کر اور کون سا مبداء علم اور سرچشمہ حکمت ہو سکتا ہے جو انسانی اعمال کے تمام اصول و فروع کے لیے دنیا میں وجود رکھتا ہو؟ دنیا میں علم و یقین صرف وحی الٰہی اور علوم و اعمال نبوت ہیں اس کے سوا علم و یقین کا اس سما و دنیا کے نیچے وجود نہیں۔ اس کے ماسوا جس قدر بھی ہے قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے ظن ہے، تخمین ہے، قیاس ہے، اٹکل ہے۔ تلعب ہے ظلمت ہے۔ بعضھما فوق بعض۔"

(خطبۂ صدارت اجلاس لاہور صفحہ ۸ و ۹)

آگے چلیے :-

"فی الحقیقت احکام شرع کی رو سے مسلمانان ہندوستان کے لیے دو ہی راستے ہیں اور اب بھی دو ہی راہیں یا تو ہجرت کر جائیں یا نظام جماعت قائم کر کے ادائے فرض ملت میں کوشاں ہوں۔"

Marfat.com

مولانا کے سامنے انہی کی تحریرات کو پیش کرنا اور اُن کے تفقہ فی الدین کا واسطہ دے کر خود اپنے اوپر اور مسلمان قوم پر رحم کی درخواست کرنا دیوار سے سر پھوڑنے کے مصداق ہے۔ مگر مسلمانوں کو جو موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا ہیں اور مختلف قوتوں کی کشاکش کے طوفانوں میں سراسیمہ و حیران ہیں غور کرنا چاہیئے کہ جس اسلامی تنظیم اور جماعت بندی کی طرف سے آنکھیں بند کر کے ایک نئی گمراہ کن راہ پر چلنے کی ان کو دعوت دی جا رہی ہے، خود علمائے وطن پرست کی نگہ میں بھی باطل ہے۔ اس ایمان محکم اور یقین کو ملاحظہ فرمائیے۔ جس نے مندرجہ صدر زندہ جاوید کلمات مولانا کی زبان سے نکلوائے۔ تاکہ رہتی دنیا تک یاد گار رہیں اور آنے والوں کو عبرت کا سامان بہم پہنچائیں۔ جب خدا کا لطف و کرم کنارہ کش ہو۔ تو باوجود اپنے علم و فضل اور معرفت حقائق کے انسان کتنی بڑی گمراہی میں مبتلا ہو کر خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہو جاتا ہے۔ اب آخری سوال یہ رہ جاتا ہے کہ مسلمانوں کے ان مصائب کا حل کیا ہے؟ اس کا صحیح جواب بھی مولانا کی زبان سے سنیئے:۔

"میں نے ابھی ابھی عرض کیا ہے کہ اس راہ کی کامیابی یہ ہے کہ ہمارا عمل خالصاً لوجہ اللہ ہو اور نیز طریق صواب پر ہو اور طریق صواب نہیں۔ مگر طریق سنت و منہاج نبوت۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔ آج ہمارے قومی کاموں کی ہر شاخ میں بنیادی غلطی یہی ہے کہ ہم نے اصولی طور پر طریق اصلاح کا فیصلہ نہیں کیا۔

Marfat.com

مسلمانوں کی اصلاح کے لیے ضرورت طریق تجدید کی ہے یا تاسیس کی؟ یعنی اس کی ضرورت ہے کہ از سر نو نئی باتیں، نئے طریقے، نئے ڈھنگ، نئے نظام اور نئی نئی چالیں اختیار کی جائیں یا صورت حال یہ ہے کہ پہلے سے ایک کارخانۂ ملّت موجود ہے جس کو اپنے بقاو ترقی کے لیے کسی نئی بات کی احتیاج نہیں۔

حضرات! دین مکمل ہو چکا ہے، اور اتمام نعمت کا اعلان کر دیا گیا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دنیاہ پس یہ اصل تو متفق و مسلم ہے کہ راہ اصلاح صرف تجدید کی ہے۔ تاسیس کی نہیں۔ خود شارع علیہ السّلام نے ہمیں تجدید ہی کی خبر دی نہ کہ تاسیس کی"۔

مولانا قبلہ! جب دین مکمل ہو چکا ہے اور آپ اس پر اپنے اعتقاد کا اعلان بھی فرما رہے ہیں تو از راہ انصاف فرمائیے کہ آپ کا مسلک قومیت متحدہ اور روش سیاسی جس کے اتباع کی دعوت آج تمام مسلمانوں کو دے رہے ہیں۔ اسلام ہی کی تجدید ہے یا کسی اور دین کی؟ اجتماعیت اور مرکزیت ہی وہ قالب ہے۔ جس میں روح اسلام زندہ رہ سکتی ہے۔ یہی وہ طریق بقائے ملّت ہے جو داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا لیکن آپ کا مسلمانوں کی سیاسی تنظیم کی مخالفت کرنا بتا رہا ہے کہ آپ کے نزدیک وقت کی ضرورت تجدید نہیں تاسیس ہے۔

جمعیۃ العلماء کے قیام کے مقاصد کے ذکر کے بعد طریق تجدید کی تائید کے دوران میں اصلاح کی بنیاد ذیل کے مبادیات

Marfat.com

پر رکھتے ہیں۔

"اسلام کے نظم و شریعت میں دین و دنیا کی تقسیم نہیں۔ اسلام نے شریعت الٰہی کو نوع انسانی کی تمام سعادت و ہدایت کا کفیل و سرچشمہ قرار دیا ہے اور مسلمانوں کی سیاسی و علمی اخلاقی و قومی۔ مدنی زندگی کی بنیاد صرف ایک ہی حقیقت جامعہ پر ہے۔ یعنی شریعت اسلامیہ اور کتاب و سنت۔

مسلمانوں کی قومیت صادقہ کی بنیاد صرف شریعت کا علم و عمل ہے۔ شریعت نے انھیں بتلایا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی قوم وہی ہیں۔ وہی خیر الامم ہیں وہی خیر البریہ ہیں۔ وہی شہدائے علی الناس ہیں۔ وہی خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں۔ ان کے عروج و سعادت کی ملت صرف یہ تھی کہ قرآن کریم اور سنت رسول کو انھوں نے دستور العمل حیات قرار دے دیا تھا۔ قرآن کی نسبت صاحب قرآن کا اعلان تھا ان اللہ یرفع بھذا الکتاب ویضع بہ آخرین (۱۲ مسلم! خطبہ صدارت جلسہ لاہور صفحہ ۲۵ و ۲۶۔

اجتماعیت اور مرکزیت اسلامی کے متعلق مولانا کا ارشاد ہے:۔

"قرآن حکیم ظہور شریعت و نزول وحی کا پہلا نتیجہ یہ قرار دیتا ہے کہ اجتماع اور ائتلاف پیدا ہو اور بار بار کہتا ہے کہ تفرقہ و انتشار شریعت و وحی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے اور اس لیے یہ نتیجہ شریعت کے تبعی و عدوان اور اس کو ترک کر دینے کا ہے۔" (مسئلہ خلافت طبع دوم صفحہ ۱۱)

سلسلہ تحریر جاری رکھتے ہوئے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

"اور پھر یہ حقیقت کس قدر واضح ہو جاتی ہے۔ جب ان تمام مشہور احادیث پر غور کیا جائے جن میں مسلمانوں کی متحدہ قومیت کی تصویر کھینچی گئی ہے۔۔۔۔"

حضرت مولانا! یہ حقیقت آج کس مسلمان پر واضح نہیں۔ علماء کرام کی بڑی سے بڑی گمراہی اس پر پردہ نہیں ڈال سکتی لیکن ایک اور حقیقت بھی ہے جو آج مسلمانوں پر آشکارا ہو رہی ہے اور وہ یہ کہ وہی لوگ جو کبھی مسلمانوں کی متحدہ قومیت کی تصویر کھینچا کرتے تھے آج اس کا حلیہ بگاڑ کر ہندو وطنیت کی دیوی کی تصویر کھینچ کر اس کی پوجا میں مصروف ہیں۔ ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ۔

انگریزی خواں طبقہ اور عوام جن کی نظر حقائق دینی و رموز شرع متین پر نہیں اگر بادیہ غوایت و ضلالت میں بھٹک جائیں تو چنداں تعجب انگیز نہیں مگر اس کو مسلمانوں کی بدبختی کے علاوہ اور کیا کہیئے۔ علمائے دین بھی "بنیان وطن" کی جادو نظری کا شکار ہو چکے ہیں ؎

مجھ کو تو سکھا دی ہے افرنگ نے زناری
اس دور کے ملا ہیں کیوں ننگ مسلمانی

اقبالؒ

اصلاح و تعمیر امت کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:-

"پہلی چیز جماعت ہے۔ تمام امت کو ایک خلیفہ و امام پر جمع ہو کر اور اپنے مرکز قومی سے جڑ کر رہنا چاہیئے۔ الگ الگ نہیں رہنا چاہیئے۔"

یہ اس ابوالکلام کا بحیثیت "امام الہند" ارشاد ہے جو آج

Marfat.com

خود مرکز ملت کے تباہ کرنے میں مصروف ہے ۔

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

جماعت کی توضیح یوں فرمائی گئی ہے :-

"جماعت مقصود افراد کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں اتحاد و ائتلاف امتزاج اور نظم ہو۔ اتحاد سے مقصود یہ ہے کہ اپنے اعمال حیات میں افراد منتشر نہ ہوں۔ ایک دوسرے سے ملے ہوں اور ان کے تمام اعمال مل جل کر انجام پائیں۔ کسی گوشۂ عمل میں بھی پھوٹ نہ ہو۔ ائتلاف کا مرتبہ اتحاد سے بلند تر ہے۔ امتزاج ترکیب کا تیسرا مرتبہ ہے اس میں کمیت سے زیادہ کیفیت ہونی چاہیئے یعنی مختلف افراد کو باہم اس طرح ملا دیا جائے کہ جس فرد کا اجتماعی مزاج جس قسم کے مزاج کے ساتھ مل کر ایک متحدہ کیفیت حاصل کر سکتا ہے ویسا ہی مزاج اس کے ساتھ ملا دیا جائے۔ یہ نہ ہو کہ دو ایسے آدمیوں کو ملا دیا گیا جن کی طبیعت و خصلت اور استعداد و صلاحیت باہم گرمیل نہیں کھا سکتی ان کو خواہ کتنا ہی ملاؤ لیکن تیل اور پانی کی طرح ہمیشہ الگ الگ ہی نظر آئیں گے"۔

قوموں کے اتحاد امتزاج اور ائتلاف کے متعلق کیا ارشاد ہے ؟

ہندو مسلمانوں کو آپس میں ملا کر ایک قومیت کی تعمیر کیا چیز ہے ؟ کیا ان میں سے ایک تیل اور دوسرا پانی نہیں ؟ کیا آپ نے دونوں میں سے کسی ایک کو اپنی کسی کیمیاوی ترتیب سے تحلیل فرما کر دوسرے میں جذب ہونے کے قابل بنا دیا ہے ! ذرا دیکھ رہی ہے کہ آپ مسلمان کی ساری "تو بنت" یعنی قومی

Marfat.com

اور اسلامی عصبیت کو ختم کرکے پانی بنا دینے کی سعی فرما رہے ہیں! اگر یہ حقیقت نہ ہوتی تو آج آپ کا مسلک وہی ہوتا جس کے ماتحت کبھی آپ فرمایا کرتے تھے :-

"غور کرو ایک مشرک اور مسلم کی زندگی میں کتنا فرق ہے مشرک پتھروں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں۔ ستاروں سے ڈرتا ہے۔ کہ وہ خدا ہیں۔ کہنہ اور پوسیدہ قبروں کی اینٹوں سے ڈرتا ہے۔ کہ وہ خدا ہیں۔ خود انسانوں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں لیکن ایک مسلم کا عقیدہ ہے کہ فاطر السمٰوات والارض کی ایک ذات کے سوائے دنیا میں کوئی وجود نہیں جس سے ڈرا جائے"

(الحریت فی الاسلام صفحہ ۹۵)

مولانا! ادب سے پوچھتے ہیں کہ ہندوستان میں جس کو متحد فرمانے کا عزم مولانا کی عزیز ترین متاع ہے کیا ۲۴ کروڑ مشرک نہیں بستے۔ کیا یہ پتھروں۔ ستاروں۔ سانپوں پیپل اور بڑ کے درختوں کے پتے پتے کو خدا نہیں سمجھتے۔ کیا ان کی عبودیت گئو ماتا پر نثار نہیں؟ اگر آپ کا بدلا ہوا مسلک اس کا جواب نفی میں دے تو کیا آپ ان سب کو فاطر السمٰوات والارض کے آستان جلال و جبروت پر جھکا چکے ہیں۔ اگر آپ کے نورانی ضمیر کا کوئی گوشہ اس کا جواب بھی نفی میں دے تو کیا اس سے انکار کی جرأت فرمائیں گے۔ کہ مسلمان کی فطرت وہی ہے جسکی تصویر آپ کے مندرجہ بالا اقتباس میں جھلک رہی ہے۔ جب حقیقت یہ ہے۔ تو آپ کس برتے پر ہندو مسلمانوں کو مل کر سیاسی جدوجہد کی تلقین فرما رہے ہیں۔ کیا مختلف منزلوں۔ مختلف دلوں۔ مختلف دماغوں اور مختلف

Marfat.com

فطرتوں کے باوجود یہ کسی نتیجہ پر منتج ہو سکتی ہے۔ کیا اس قسم کی رہ نمائی قرین دانش و انصاف بھی ہے۔ اس کا نتیجہ ایک ہی ہو سکتا ہے کہ یا تو مسلمان شدھ ہو جائیں یا ہندو حلقہ بگوش اسلام۔ موخر الذکر شے کچھ دشوار نہ تھی۔ اگر ابوالکلام جیسی ہستیاں اپنے مرکز ثقل سے نہ ہٹتیں مگر

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

آج مسلم لیگ کا سب سے بڑا جرم اس کی یہ دعوت ہے کہ مسلمان بلا شرکتِ غیرے اپنی تنظیم کریں اور ایک خالصتہً اسلامی۔ غیر مخلوط جماعت کے افراد کی حیثیت سے زندہ رہیں سنیئے کہ مولانا صاحب اس تنظیم کے متعلق کیا فرماتے تھے ارشاد تھا:۔

"ایک بہت بڑی چیز جس کی ہم میں کمی ہے۔ تنظیماتِ عمل (آرگنائزیشن) ہے اور اس کے لیے اتنا کافی ہے کہ مقصد مشترک سامنے موجود ہو اور سب میں اس کے نام سے ایک رشتہ باہمی قائم ہو جائے۔" (الہلال۔ ۳۰ جولائی ۱۹۱۳ء)

یہی آرگنائزیشن آج فرقہ پرستی (COMMUNALISM) قرار دیا جاتا ہے جو اس ضابطہ کی رو سے جو آسمان دار دھاسے نازل ہوتا ہے اور جو مولانا صاحب اور ان کے رفقائے کار کے نزدیک وحیٔ منزّل کی طرح واجب التسلیم ہے۔ ناقابل عفو گناہ ہے وہی تنظیم جس کے متعلق مولانا نے مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب میں کبھی تحریر فرمایا تھا:

"اور اسی بنا پر شارع نے اسلام اور اسلامی زندگی کا دوسرا نام جماعت رکھا اور جماعت سے علیحدگی کو "جاہلیت" اور "حیات

Marfat.com

جاہلیہ" سے تعبیر کیا ہے۔

.. .. .. قرآن کے نزدیک فرد اور فرد کی ہستی کوئی شئے نہیں ہستی صرف اجتماع اور جماعت کی ہے اور فرد کا وجود اور اعمال بھی اس لیے ہیں تاکہ ان کے اجتماع و تالیف سے ہیئت اجتماعیہ پیدا ہو.. .. .. اس بارہ میں اس کثرت کے ساتھ حدیثیں موجود ہیں اور عہد صحابہ سے لے کر عہد تدوین کتب تک مختلف طبقات رواۃ و حفاظ میں اس قدر ان کی شہرت رہ چکی ہے کہ اسلام کے عقیدۂ توحید و رسالت کے بعد شاید ہی کوئی چیز اس درجہ تواتر و یقین تک پہنچتی ہوگی۔ سب سے پہلے میں مسند امام احمد وغیرہ کی ایک روایت نقل کروں گا جس میں بالترتیب اسلام کا نظام بیان کیا گیا ہے۔

.. .. .. یعنی فرمایا تم کو پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کے لیے اللہ نے مجھے حکم دیا ہے جماعت۔ سمع۔ طاعت۔ ہجرت اور اللہ کی راہ میں جہاد۔ یقین کرو کہ جو مسلمان جماعت سے ایک بالشت بھی باہر ہوا تو اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا اور جس نے اسلام کی جماعتی زندگی کی جگہ جاہلیت کی بے تمیزی کی طرف بلایا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور، کیا ایسا شخص جہنمی ہوگا۔ خواہ وہ روزہ رکھتا ہو، نماز پڑھتا ہو فرمایا! ہاں اگرچہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو اور بزعم خویش اپنے آپ کو مسلمان ہی کیوں نہ سمجھتا ہو"۔

اس کی تشریح میں مولانا صاحب فرماتے ہیں:۔

"پہلی چیز جماعت ہے یعنی امت کو ایک خلیفہ و امام پر جمع ہو کر اپنے قومی مرکز سے جڑ کر رہنا چاہیئے۔ الگ الگ نہیں رہنا

Marfat.com

چاہیئے۔ آگے چل کر شہرت کے ساتھ وہ حدیثیں ملیں گی۔ جن سے معلوم ہوگا کہ جماعت سے الگ ہو کر رہنے کو یا ایسی منتشر زندگی جو ایک بندھی سمٹی ہوئی جماعت کی شکل نہ رکھتی ہو اور کسی امیر کے تابع نہ ہو اسلام نے غیر اسلامی اور ابلیسی راہ قرار دیا ہے۔"

ان بیّن اور واضح تصریحات کے بعد ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا چاہتے کہ خود حضرت مولانا اور ان کے ہم مشرب حضرات کی موجودہ زندگی کیسی ہے اور کس کی راہ ہے! یہ حضرات

آپ ہی اپنے ذرا طرز عمل کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

سنیئے فرماتے ہیں:۔

"پس جاہلیت کا دوسرا نام تفرقہ ہوا اور اسلام کا دوسرا نام جماعت اور التزام جماعت یہی وجہ ہے کہ تمام احادیث میں یہ حقیقت واضح کی گئی اور اعلان کیا گیا۔ کہ جو شخص جماعت اور طاعت امام سے الگ ہو گیا۔ گویا وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔ اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔"

"ہم سوائے اس کے اور کیا کر سکتے ہیں کہ ان حضرات کے حق میں دعا کریں کہ اگر کسی لغزش سے ان کا قدم اسلامی جادۂ مستقیم سے پھسل گیا ہے تو کم از کم ان کی موت تو جاہلیت کی موت نہ ہو۔ ربنا تقبل منا انت السمیع العلیم۔"

پھر ارشاد ہے:۔

"مسلمانوں کے لیے راہ عمل ہمیشہ سے ایک ہی رہی ہے اور

Marfat.com

ہمیشہ کی طرح اب بھی ایک ہی یعنی ہندوستان کے مسلمان اپنی جماعتی زندگی کی اس معصیّت سے باز آجائیں جس میں وہ ایک عرصہ سے مبتلا ہیں اور جس کی وجہ سے فوز و فلاح کے تمام دروازے اُن پر بند ہو گیے ہیں، جماعتی زندگی کی معصیّت سے مقصود یہ رہے وہ بالکل اس گلّہ کی طرح ہیں جس کا انبوہ جنگل کی جھاڑیوں میں منتشر ہو کر گم ہو گیا ہو!!"

ایسی غیر اسلامی زندگی کا نتیجہ کیا ہوتا ہے فرماتے ہیں:-

"قرآن و سنّت نے بتلایا ہے کہ شخصی زندگی کے معاصی کسی قوم کو یکایک برباد نہیں کر دیتے اشخاص کی معصیّت کا زہر آہستہ آہستہ کام کرتا ہے۔ لیکن جماعتی معصیّت کا تخم یعنی نظام جماعتی، نہ ہونا ایسا تخم ہلاکت ہے۔ جو فوراً بربادی کا پھل لاتا ہے اور پوری قوم کی قوم تباہ ہو جاتی ہے۔

ہم مولانا صاحب سے دریافت کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ وہ "جماعتی معصیّت" جو کبھی ان کے نزدیک پوری کی پوری قوم کو تباہ کرنے کا موجب تھی آج کس طرح قوم کے حق میں مسیحا نفس بن گئی؟ سوچیے اور غور کیجیے۔ آپ کی موجودہ روش کس طرح آپ کے دامن تقدیس و تفقہ کی دھجیاں بکھیر رہی ہے اور وہ بھی کسی دوسرے کے ہاتھ سے نہیں۔ بلکہ خود آپ کے اپنے ہی دستِ مبارک سے۔

تحریک آزادی میں مسلمانوں کی پوزیشن کیا ہونی چاہیئے اس کے متعلق دور قومیّت پرستی سے پیشتر کا اسلام مولانا صاحب کو کیا سکھاتا تھا ملاحظہ فرمایئے:-

"ہم نہایت حیرت کے ساتھ دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ تقسیم

Marfat.com

بنگال کی تنسیخ سے نہیں بلکہ بیشتر سے اپنے اندر آزادی اور حقوق طلبانہ پالیسی کا ولولہ رکھتے ہیں۔ گو عام راہِ ضلالت سے الگ رہنے کا انھیں الاؤنس دینا چاہیئے لیکن افسوس ہے کہ ان کے سامنے بھی ہندوؤں کی پولیٹیکل جدّوجہد کے سوا کوئی مستقل اور علیحدہ راہ نہیں ہے وہ بھی اپنی ترقی کا سدرۃ المنتہیٰ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ہندوؤں کے قدم بقدم چلنا سیکھ جائیں بے شک ہمارے عقیدہ میں بھی آجکل مسلمانوں کے لیے عبرت اور تنبیہ کا سب سے بڑا سبق ہندوؤں کے سیاسی اعمال میں ہے اور بڑی بدبختی یہی تھی کہ آج تک اس سے عبرت حاصل نہیں کی گئی لیکن پیروانِ "امام مبین" کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی ہدایتی موت نہیں ہو سکتی کہ اعمالِ زندگی کے ایک ضروری شعبے میں ان کو اسلام تعلیم دینے سے مجبور و لاچار ہو گیا۔ اور اس کی طرف سے مایوس ہو کر انہیں ایک دوسری قوم کے دسترخوان کی چچوڑی ہوئی ہڈیوں پر للچانا پڑے اگر ایسا ہی ہے تو بہتر ہے کہ سرے سے اسلام ہی کو خیرباد کہہ دیا جائے۔ دنیا کو ایسے مذہب کی کیا ضرورت ہے جو صرف خطبۂ نکاح میں چند آیتیں پڑھ دینے یا بستر نزع پر سورہ یٰسین کو دہرا دینے کے لیے کارآمد ہو سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک اسلام کے دامن تقدیس پر اس سے بڑھ کر اور کوئی بدنما دھبہ نہیں ہو سکتا کہ انسانی حریت اور ملکی فلاح کا سبق مسلمان غیری قوموں سے لیں۔ پس اگر مسلمان زندگی حاصل کر سکتے ہیں تو مسلمان بن کر ہندو یا مسیحی بن کر نہیں۔ اگر شمع کافوری جل رہی ہے تو آپ کو کسی فقیر کے بھونپڑے سے اس کا ٹمٹماتا ہوا دیا چرانے کی کیا ضرورت ہے، پھر یہ بھی فرض کر لیجیے کل ہندوؤں کو اپنی پالیسی بدل دینی پڑی جتنی راہیں انسانی دماغ کی پیدا کردہ ہیں ان میں تغیر و تبدل ہر

Marfat.com

وقت ممکن ہے۔ البتہ خدا کی تعلیم میں ممکن نہیں کہ لاتبدیل الکلمات اللہ پھر کیا اس حالت میں مسلمان بھی اپنے اماموں کے ساتھ اپنی نمازیں توڑ دیں گے! ذرا غور سے کام لیجئے کہ گہری اور تفکر طلب باتیں ہیں۔ ہم مسلمانوں کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ خواہ کسی اصول پر مبنی ہو لیکن وہ ایک ایسی راہ پیدا کر لیں جو ان کی مستقل اور مخصوص راہ ہو جس میں کبھی تغیر کی ضرورت نہ ہو۔ تمام خارجی اثرات سے محفوظ ہو نیز کہا جا سکے کہ وہ مسلمانوں کی راہ ہے۔ .. .. ہمارے ملکی بھائی اپنے اندر صرف قومیت اور سیاست کی روح پیدا کر کے زندگی کی حرارت پیدا کر سکتے ہیں اسی طرح اور قومیں بھی۔ لیکن مسلمانوں کی تو کوئی علیحدہ قومیت نہیں جو کسی خاص نسل و خاندان یا زمین و جغرافیائی تقسیم سے تعلق رکھتی ہو۔ ان کی ہر چیز مذہب یا بالفاظ مناسب تر ان کا تمام کاروبار صرف خدا سے ہے۔ پس جب تک وہ اپنے تمام اعمال کی بنیاد مذہب کو قرار نہیں دیں گے اس وقت تک ان میں نہ قومیت کی روح پیدا ہو سکے گی اور نہ اپنے بکھرے ہوئے شیرازہ کو جمع کر سکیں گے۔ آج دنیا "قوم" اور "وطن" کے نام میں جو تاثیر رکھتی ہے۔ مسلمان کے لیے وہ اثر صرف اسلام یا خدا کے لفظ میں ہے۔ یورپ میں "نیشن" کا لفظ کہہ کر ایک شخص ہزاروں دلوں میں حرکت پیدا کر سکتا ہے لیکن آپ کے پاس اس کے مقابلہ میں کوئی لفظ ہے۔ تو خدا یا اسلام ہے لہٰذا۔

۱۔ مسلمانوں کے لیے ہر شے ان کے مذہب میں ہے پس وہ اگر آج کل اپنی پولیٹیکل زندگی اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کی جگہ اس شے ہی کو کیوں نہ پیدا کریں جو نہ صرف پالٹیکس بلکہ قومی اعمال کی ہر شاخ کو زندہ کر دے۔

Marfat.com

۲- قرآن کریم صرف نماز اور وضو کے فرائض بتلانے کے لیے ہی نازل نہیں ہوا بلکہ وہ انسانوں کے لیے ایک کامل اور اکمل قانون فلاح ہے جس سے انسانی زندگی کی کوئی شعبہ باہر نہیں پس مسلمانوں کی ہر وہ پالیسی اور ہر وہ عمل جو قرآنی تعلیم پر مبنی نہ ہوگا ان کے لیے موجب فوز و فلاح نہیں ہو سکتا۔

۳- ان کو اپنا نصب العین صرف "اسلام" بنانا چاہیئے اور ساری طاقت اس میں صرف کرنی چاہیئے کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر احکام اسلام کے مطیع و منقاد ہو جائیں، اسلام ہی ان کے لیے پالٹیکس کی راہ کھولے گا۔ تعلیم کا حکم دے گا۔ اخلاق و فضائل میں تبدیلی پیدا کرے گا۔ اور وہ تمام باتیں جن کو ترقی یافتہ قوموں میں دیکھ کر وہ للچا رہے ہیں۔ نقصانوں اور مضرتوں سے صاف ہو کر ان میں پیدا ہو جائیں گی۔

۴- تعلیم معاشرت اور سیاست میں ان کو بر بنائے اتباع اقوام کوئی راہ اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ "بر بنائے مذہب"۔

(الہلال ۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

کانگریس کا سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ مذہب انسان اور خدا کے درمیان ایک ذاتی معاملہ ہے اسے سیاسیات میں کوئی دخل نہیں ہونا چاہیئے۔ کانگریس کے ارباب حل و عقد آئے دن یہی کچھ کہتے رہتے ہیں اور برملا کہتے ہیں اور مولانا صاحب کا سکوت اور عملاً اس جماعت میں شرکت اس امر کی دلیل ہے کہ آج وہ بھی یہی کچھ سمجھ رہے ہیں لیکن دیکھیے کہ مصلحت کوشیوں کے اس دور سے پیشتر مولانا صاحب کا اس باب میں کیا مسلک تھا۔ کسی صاحب نے انھیں لکھا کہ آپ مذہب اور سیاست کو آپس

Marfat.com

ہیں کیوں ملاتے ہیں جواب میں آپ نے فرمایا :۔

"آپ فرماتے ہیں کہ پولٹیکل مباحث کو مذہبی رنگ سے الگ کر دیجئے، لیکن اگر الگ کر دیں۔ تو ہمارے پاس باقی کیا رہ جاتا ہے ہم نے تو اپنے پولٹیکل خیالات بھی مذہب ہی سے سیکھے ہیں۔ وہ مذہبی رنگ میں مذہب کے پیرا کیے ہوئے ہیں۔ ہم انھیں مذہب سے کیونکر الگ کر دیں؟ ہمارے عقیدہ میں تو ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا اور کسی تعلیم گاہ سے حاصل کیا گیا ہو ایک کفر صریح اور پالٹیکس بھی اسی میں داخل ہے، افسوس ہے کہ آپ حضرات نے اسلام کو کبھی بھی اس کی اصلی عظمت میں نہیں دیکھا۔ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ورنہ اپنی پولٹیکل پالیسی کے لیے نہ تو گورنمنٹ کے دروازے پر جھکنا پڑتا اور نہ ہندوؤں کی اقتدا کرنے کی ضرورت پیش آتی۔"

"آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں پولٹیکل خیالات کے تین راستے موجود ہیں۔ الہلال کس راہ پر قوم کو لے جانا چاہتا ہے .. .. .. الحمدللہ کہ ہم جناب کی قرار دی ہوئی تینوں انسانی راہوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے، بلکہ اس چوتھی راہ الٰہی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ جو قرآن کی بتلائی ہوئی راہ و صراط مستقیم ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل و اعتقاد کے لیے ابھی اس کتاب کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا راہ نما بنائے وہ مسلم نہیں بلکہ شرک فی صفات اللہ کی طرح شرک فی صفات القرآن کا مجرم اور اس لیے مشرک ہے۔ اسلام اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ اس کے پیروؤں کو اپنی پولٹیکل پالیسی قائم کرنے کے لیے ہندوؤں کی پیروی کرنی پڑے، مسلمانوں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی شرم انگیز سوال نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسروں کی پولٹیکل تعلیموں

Marfat.com

کے آگے جھک کر نیا راستہ پیدا کریں ان کو کسی جماعت میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں وہ خود دنیا کو اپنی جماعت میں شامل کرنے والے اور اپنی راہ پر چلاتے ہیں اور صدیوں تک چلا چکے ہیں وہ خدا کے سامنے کھڑے ہو جائیں تو ساری دنیا ان کے آگے کھڑی ہو جائے ان کا خود اپنا راستہ موجود ہے، راہ کی تلاش میں کیوں اوروں کے دروازوں پر بھٹکتے پھریں۔ خدا اگر ان کو سربلند کرتا ہے۔ تو وہ کیوں اپنے سروں کو جھکاتے ہیں؟ وہ خدا کی جماعت ہیں اور خدا کی غیرت اس کو کبھی گوارا نہیں کرتی کہ اس کی چوکھٹ پر جھکنے والوں کے سر غیروں کے آگے جھکیں۔ یہ الہلال کی پالیسی ہے اور یہی دعوت ہے جس کی طرف ہم مسلمانوں کو بلانا چاہتے ہیں یہ کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں اور نہ کسی انسانی گروہ کا اتباع و تقلید ہے۔ اگر مسلم لیگ مسلمانوں کی پولیٹیکل راہ نمائی کرنا چاہتی ہے تو اس کو بھی یہی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔"

(مضامین آزاد حصہ دوم)

اسی سلسلہ میں حضرت مولانا دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہم تو خود اسے مسلمانوں کی سب سے بڑی غلطی سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ انھوں نے اپنے سامنے دوسرے راستے ہی دیکھے یا گورنمنٹ پر اعتماد اور یا ہندوؤں اور کانگریس کی شرکت یعنی آزادی سیاسی؟ کو ہندوؤں کا مرادف سمجھا مگر خود اپنے تئیں بھولے رہے اور اس لیے بھولے رہے کہ خدا کو بھلا دیا۔ .. .. اس لیے ہماری تمام سعی و جہد کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو یاد دلا دیں کہ دنیا میں رہنے کے لیے جتنی چیزیں مطلوب ہیں وہ خود ان کے پاس موجود ہیں اور دوں کے دروازوں کی دریوزہ گری کے لیے کیوں تک رہے ہیں۔"

(الہلال ۹ دسمبر ۱۹۱۲ء)

Marfat.com

ہندوستان میں وطنیت اور اسلام کی آمیزش مسلمانوں کے لیے موت وحیات کی کش مکش ہم معنی ہے۔ اس لحاظ سے اتنا نازک وقت اُمّت کے سر پر کوئی نہیں آیا۔ اس آشوب میں سے کامیابی کے ساتھ اس وقت تک گزارنا ناممکن ہے۔ جب تک مسلمان مسلمان بن کر دل ودماغ کے ساتھ مسائل حاضرہ کو محسوس کرنے اور سمجھنے کی سعی نہیں کرتا اگر مسلمان اپنی ملّی اور انفرادی ہستی سے دست بردار ہو جائیں۔ تو آج سارا خروش ختم ہو سکتا ہے۔ لیکن اس وقت مسلمان (خاکم بدہن) بحیثیت مسلمان فنا ہو جائے گا اور صرف بحیثیت ہندوستانی باقی رہ جائے گا۔ یارانِ وطن کی ساری جدّوجہد یہی ہے کہ ہندوستان کے مسلمان کا وجود بحیثیت مسلمان مٹ جائے اگر وہ باقی ہے تو ہندوستانی قومیت کا جزو بن کر باقی رہے۔ ہندوستانی قومیت کیا ہوگی اُس کی طرف بھی اشارہ کیا جا چکا ہے یہ ہندو دھرم کی نشاۃ ثانیہ ہوگی۔ جو اسلام کے مزار پر تعمیر کی جائے گی چونکہ برادرانِ وطن اس ملک میں غالب اکثریت کے مالک ہیں لہٰذا جمہوریت کے اُصولوں پر انہی کی ہر چیز قومی کہلائے گی۔ مقدّس خیال کی جائے گی اور مکمل وخود اختیاری وطنی حکومت اس کا احترام بنوک شمشیر کرائے گی، متحدہ قومیت کی بحث کے دوران جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا۔ یہ محض واہمہ خلّاق ہی کی نادرہ کاریاں نہیں بلکہ حقائق ہیں جن کو ہر قلب زندہ محسوس کر رہا ہے۔ ہر چشم وا دیکھ رہی ہے اور ہر گوش شنوا سن رہا ہے الاختم اللہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم وعلیٰ ابصارہم غشاوۃ۔

Marfat.com

اندریں حالات عزّت و آبرو سے ہندوستان میں
زندہ رہنے کے لیے مسلمانوں کو بڑی سے بڑی قربانی کے لیے
ہر لمحہ تیار رہنا چاہیئے۔ ہر نئی طلوع ہونے والی سحر اپنے
دامن میں آزمائش کا پیام لا سکتی ہے، قبل اس کے یہ آزمائش
کی گھڑی سر پر آجائے ہمیں اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے
کہ اسلام خدا کا آخری مکمل ترین اور عالمگیر پیام ہے اس کو کسی
لسانی۔ وطنی۔ نسلی یا معاشی مفاد کے تابع تسلیم کر لینے کے معنی
اس کی صداقت سے انکار ہے۔ علم و فضل۔ زہد و تقدس اور
عباد و قبا سے مرعوب ہونے اور بھٹک جانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔
خود حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کے الفاظ میں:۔
"سانپ اور بچھو ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں گے لیکن علمائے
دنیا پرست کبھی ایک جا اکٹھے نہ ہوں گے۔ کتوں کا مجمع دیسے تو خاموش
رہتا ہے لیکن ادھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور ادھر ان کے پنجے تیز اور
دانت زہر آلود ہو گیے۔ یہی حال ان سگان دنیا کا ہے۔ ساری باتوں
میں متفق ہو جا سکتے ہیں لیکن دنیا کی ہڈی جہاں سڑ رہی ہو۔ وہاں
پہنچ کر اپنے پنجوں اور دانتوں پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ ان کا سرمایۂ ناز
علم حق نہیں ہے جو تفرقہ مٹاتا اور اتباع سبل متفرقہ کی جگہ ایک صراط
مستقیم پر چلاتا ہے۔ بلکہ یکسر علم جدل و خلاف ہے۔ نفس پرستی اس
کی کثافت کو خمیر دیتی ہے اور دنیا طلبی کی آگ اس کی ناپاکی کے بخارات
کو اور زیادہ تیز کرتی رہتی ہے۔ فساق و فجار خرابات میں بھائیوں
کی طرح ایک دوسرے کا جام قند رستی پیتے ہیں اور چور
ڈاکو مل جل کر خانقاہ نما سرائے کرتے ہیں۔ مگر یہ گروہ خدا کی مسجد اور زہد و
عبادت کے جمع و صومعہ و خانقاہ میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو دندناروں کی

Marfat.com

طرح چیرتا اور پھاڑتا اور پنجہ مارتا رہتا ہے۔ میکدوں میں محبت کے ترانے اور پیار و الفت کی باتیں سننے میں آجاتی ہیں۔ مگر عین محراب کے نیچے پیشوائی اور امامت کے لیے اُن میں سے ہر ایک کا ہاتھ دوسرے کی گردن پر بڑھتا ہے اور خون خواری کی ہر آنکھ دوسرے بھائی کے خون پر لگی ہوتی ہے۔ حضرت مسیحؑ نے احبار یہود سے فرمایا تھا "تم نے داؤد کے گھر کو ڈاکوؤں کا بھٹ بنا دیا ہے"۔ ڈاکوؤں کے بھٹ کا حال تو نہیں معلوم لیکن ہم نے مسجد کے صحن میں بھیڑیوں کو ایک دوسرے پر غراتے اور خون آشام دانت مارتے دیکھا ہے۔ (تذکرہ صفحہ ۸۳ و ۸۴ - دوسرا ایڈیشن ۱۰۳ و ۱۰۴)

یہ اقتباس حضرت مولانا ابوالکلام صاحب قبلہ آزاد کی مشہور کتاب تذکرہ سے ماخوذ ہیں۔ اس کو پڑھ کر ہی وہ سادہ دل مسلمان جو علمائے کرام کے ہر فرمان واجب الاذعان کو الہام سمجھ کر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ لرز جاتا ہے۔ اس پر نہ مزید عرض کرنے کی جرأت ہے نہ ضرورت یہ حضرت مولانائے ممدوح ہی کا حصہ تھا۔ جب حقیقت یہ ہے تو کیا آج بھی مسلمانوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول ہی کافی نہیں؟ ؟ الیس اللہ بکاف عبدہ۔

برہمن گفت برخیز از درِ غیر زیارانِ وطن ناید بجز خیر
بیک مسجد دو ملّا می نہ گنجد
ز افسون بتاں گنجد بیک دیر (اقبالؒ)

مولانا ابوالکلام آزاد کی صدارت کانگریس پر مرقدِ علامہ اقبالؒ سے آواز ہے

یہ مرقد سے صدا آئی حرم کے رہنے والوں کو
شکایت تجھ سے ہے اک تارکِ آئین آبائی

Marfat.com

تیرا اے قیس کیوں کر ہو گیا سوز دروں ٹھنڈا
کہ لیلےٰ میں تو ہیں اب تک وہی انداز لیلائی
نہ تخم لا الٰہ تیری زمینِ شور سے پھوٹا
زمانے بھر میں رسوا ہے تری فطرت کی نازائی
ہوئی ہے تربیت آغوش بیت اللہ میں تیری
دل شوریدہ ہے لیکن صنم خانے کا سودائی
وفا آموختی از ما بکار دیگراں کردی
ربودی گوہرے از ما نثارِ دیگراں کردی
(بانگ درا)

مسٹر گاندھی نے جب دیکھا کہ مسلمانانِ ہند کا منتشر اور بکھرا ہوا شیرازہ ایک مرکز پر جمع ہو رہا ہے اور ان بکھرے ہوئے ذرّوں میں نمودِ حیات پیدا ہوتی جاتی ہے اور جناح کی قیادت پر ان کا یقین و اعتماد بڑھ رہا ہے اور مسلمانانِ اسلام کی سربلندی و سرفرازی کے لیے مردانہ وار میدانِ عمل میں آ گئے ہیں اور اسلام کے بنیادی اصول کو نصب العین بنا کر انھوں نے جماعت بندی کر لی ہے یہ اسلام کے نشہ سے سرشار قافلہ اپنے سالارِ کارواں کی قیادت میں منزل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ تو مہاتما جی نے مسلمانوں کو اپنے دامِ فریب میں پھانسنے کے لیے مولانا آزاد کو کانگریس (ہندو جماعت) کی کرسی صدارت پر بٹھا دیا۔ یہ بھی سنا ہے کہ جب ہمایوں نے اپنے غدّار بھائی کے خلاف یورش کی اور وہ کابل کے قلعہ میں محصور ہو گیا تو اس نے قلعہ کی دیوار کے اس مقام پر جو ہمایوں کی فوج کا خاص نشانہ تھا۔ خورد سال اکبر کو لا کر بٹھا دیا جو اس وقت

Marfat.com

اس کے قبضے میں تھا تاکہ ہمایوں اپنے بچے کی خاطر اس سیلاب انگیزی سے رُک جائے۔

مسٹر گاندھی نے یہ واقعات سُن رکھے تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ اس میدان کارزار میں مسٹر جناح کے تیروں کا کوئی جواب نہیں بن پڑتا تو انھوں نے مولانا آزاد کو کرسیٔ صدارت پر بٹھا کر آگے بڑھا دیا کہ اب تو فریق مخالف کے تیر اندازوں کے ہاتھ رُکیں گے لیکن وہ حقیقت حال کا صحیح جائزہ نہیں لے سکے۔ انھیں یہ واضح ہونا چاہیئے کہ مسلمان کو اب خوب معلوم ہے کہ جس چیز کو گاندھی جی نیزوں پہ لٹکا کر سامنے لا رہے ہیں وہ "قرآن" نہیں ہے بلکہ قرآن کی جلد میں "گیتا" ہے۔ وہ نہیں جانتے ہیں! کہ جس بچے کو اکبر بنا کر قلعہ کی دیوار پر بٹھایا جا رہا ہے۔ وہ جیتا جاگتا بچہ نہیں بلکہ سیلولائیڈ کا کھلونا ہے۔ مسٹر گاندھی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کا یہ حربہ ایک استعمال شدہ کارتوس سے زیادہ وزنی نہیں ہے۔ وہ ان شاطرانہ چالوں سے دنیا کی آنکھوں میں خاک نہیں جھونک سکتے۔ دُنیا جانتی ہے کہ جب وائسرائے صاحب کی ایگزیکٹو کونسل میں کسی سر جگدیش پرشاد یا سر ظفر اللہ خاں کی شرکت کے باوجود گورنمنٹ انگریز ہی کی ہے تو کانگریس کی کرسی صدارت پر کسی مولانا آزاد کی موجودگی کانگریس کو ہندو جماعت سے کچھ اور نہیں بنا سکتی، دُنیا اب خوب جانتی ہے کہ اسٹیج پر پنڈت نہرو ہوں یا مولانا آزاد ان کی حیثیت ایک ایکٹر ہی کی ہے۔ تماشہ کا پورا پروگرام اس ڈائرکٹر کے ہاتھ میں ہے جو اسٹیج کے پیچھے بیٹھا ہے اور یہ بات کوئی چھپی ڈھکی تو ہے نہیں۔ مولانا آزاد نے

Marfat.com

انتخاب صدارت کے بعد اپنی پہلی تقریر میں اس کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

" میرا انتخاب دراصل اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ لوگوں کو مہاتما گاندھی کی ذات پر کتنا اعتماد ہے اور ان کے پروگرام کو ملک کس قدر پسند کرتا ہے "

یعنی "میں کچھ نہیں ہوں" - صدر بھی دراصل مہاتما جی ہی ہیں اور پروگرام بھی انہی کا ہے - اور حقیقت بھی یہی ہے کہ پیرِ خانہ واردھا سے خرقہ خلافت عطا ہی اسی کو ہوتا ہے جو اپنے "فنافی الشیخ" ہونے کا پورا پورا ثبوت دے دے - جس کی عقیدت و ارادت میں ذرا بھی شبہ ہو جس میں اپنی خودی کی تھوڑی سی بھی رمق باقی ہو فوراً راندۂ درگاہ ہو جاتا ہے اعتبار نہ ہو تو پوچھئے مسٹر بوس سے کہ ان کے ساتھ تری پوری میں کیا گذری تھی !

ہاں تو جب حقیقت یہ ہو تو پھر یہ خیال کہ ایک مسلمان کو صدر بنا کر دنیا کو یہ دھوکا دیا جا سکتا ہے - کہ کانگریس ہندو مسلمانوں کی مشترکہ نمائندگی کر سکتی ہے، دنیا کو دھوکا نہیں خود اپنے کو دھوکا دینا ہے - مولانا آزاد کی صدارت سے ایک فائدہ ضرور ہوا انھوں نے جب سے اپنا قدیم اسلامی مسلک چھوڑ کر جدید قومی مشرب اختیار کیا تھا ان کی زبان بند اور ان کا قلم خشک ہو گیا تھا اور ان کی اس خاموشی سے اکثر دھوکا دیا جاتا تھا - کہ مولانا نے یہ جدید پیرہن بناء بر مصلحت پہن رکھا ہے ورنہ دل سے وہ اپنے قدیم مسلک ہی کے حامی ہیں چنانچہ ابھی حال ہی میں "مدینہ" اخبار کے ایڈیٹر نے لکھا تھا - کہ مولانا صاحب نے ایک نجی گفتگو میں فرمایا کہ "وہ مسلمانوں کو ایک جداگانہ

Marfat.com

قوم سمجھتے ہیں" اور ہندوؤں کے ساتھ ان کا اشتراک عمل انگریز کے خلاف مشترکہ محاذ کی خاطر موجود ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اب جو مولانا صاحب صدر بنا دئے گیے ہیں انھیں بولنا بھی پڑیگا اور لکھنا بھی اور یوں ساری حقیقت بے نقاب ہو جائے گی۔ چنانچہ مدیر مدینہ کے محولہ بالا بیان کی تردید تو انھوں نے اپنی پہلی ہی تقریر میں کر فرمائی، جب انھوں نے لاہور میں کہا کہ مسٹر جناح کے اس نظریہ کی کبھی تائید نہیں کر سکتا کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان الگ الگ قومیں ہیں۔ یہ تو روز اوّل کا ماجرا ہے، ابھی دیکھئے سال بھر میں کیا کچھ ہوتا ہے۔ اس لیے یہ بھی اچھا ہوا کہ اب مولانا صاحب بے نقاب ہو کر سامنے آگیے اس طرح بہت سے سادہ لوح مسلمان اس غلط فہمی کے اندھیرے سے نکل آئیں گے جو مولانا آزاد صاحب سے ان کی دیرینہ عقیدت و ارادت کی بناء پر ان کی آنکھوں کے سامنے چھایا ہوا تھا۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

(طلوع اسلام مطابق مارچ ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۱ تا ۱۳)

اب حضرت قائداعظمؒ کا حقیقت افروز فرمان پڑھیے جو ہندو اور انگریز کی متحدہ سازش کے قلعہ پر برق خاطف بن کر گرا۔

قائداعظمؒ

"انگریز چاہتے ہیں کہ ہم ہندوستان پر حکومت کریں اور مہاتما گاندھی چاہتے ہیں کہ ہم ہندوستان پر حکومت کریں لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم نہ انگریز کو اپنے اوپر حکومت کرنے دیں گے نہ

Marfat.com

ہندو کو خواہ یہ الگ الگ ہوں یا دونوں متحد ہو کر ایسا کرنا چاہیں"
(ہندوستان ٹائمز مورخہ ۲۳/۲/۴۰)

ہم آپ سے صرف اتنا عرض کریں گے۔ کہ قرآن و حدیث کے کسی بڑے سے بڑے عالم سے پوچھئے کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور ان کا قانونِ حیات الگ ہے ان میں سے کونسی چیز اسلام کے خلاف ہے؟ تو پھر فرمائیے کہ تباہی کی طرف جناح لیے جا رہے ہیں یا ابوالکلام اور ان کے نیشنلسٹ علماء؟ یہ مقدس طائفہ علما گم کردہ راہ ہے یا جناح۔ ہندوستان کے احوال و ظروف کے پیش نظر کونسی راہ صراطِ مستقیم ہے؟

اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہندوستان جیسے ملک میں ایک ہم آہنگ کل کی تشکیل کے لیے بلند سطح کی فرقہ پرستی بالکل ضروری اور ناگزیر ہے، برعکس یورپین ممالک کے ہندوستان میں جماعتی تشکیل کی بنا جغرافیائی حدود نہیں۔ ہندوستان ایک ایسا براعظم ہے جس میں مختلف النسل۔ مختلف اللسان۔ مختلف المذاہب انسانوں کی جماعتیں آباد ہیں۔ ان کے نظریۂ زندگی کی بناء کسی مشترک نسلی شعور پر نہیں حتیٰ کہ ہندو بھی کوئی ایسی جماعت نہیں ہے جس کے مختلف افراد میں فکر و نظر کی یکسانیت ہو۔ ہندوستان میں یورپین اصولوں کے مطابق جمہوریت کی تشکیل نہیں ہو سکتی۔ جب تک یہاں مختلف فرقوں کی جداگانہ ہستی کو تسلیم نہ کر لیا جائے۔ لہٰذا مسلمانوں کا یہ مطالبہ بالکل حق بجانب ہے۔ کہ ہندوستان کے اندر ایک اسلامی ہند (MUSLIM INDIA) کو معرض وجود میں لایا جائے۔ ہمیں ان حوادث و موانع سے گھبرانے

Marfat.com

کی ضرورت نہیں۔ آپ اس راستہ پر قدم اٹھاتے چلیے چند دنوں کے بعد آپ دیکھ لیں گے کہ بتوفیق ایزدی اسی مردِ راہ بین علیہ الرحمتہ کے الفاظ میں ؎

آسمان ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پاش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
اس قدر ہوگی ترنم آفریں بادِ بہار
نگہت خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی
آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
بزم گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
نالہ صیاد سے ہوں گے نوا ساماں طیور
خونِ گلچیں سے کلی رنگین قبا ہو جائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

(اقبال ۱۹۱۲ء)

اب ہندو کی تعریف مسٹر ساورکر صدر ہندو مہا سبھا کی زبان سے سنیئے۔ ان کی تحقیق انیق :-

"ہر وہ شخص جو اس بھارت بھومی کو یعنی اس سرزمین کو جو دریائے سندھ سے سمندروں تک پھیلی ہوئی ہے اپنی مادر وطن اور مقدس سرزمین کو اپنے مذہب کا سرچشمہ اور اپنے ایمان کا گہوارہ سمجھتا ہے وہ ہندو ہے۔ اس لیے ویدک دھرم۔ سناتن دھرم یعنی اور بدھ مت کے ماننے والے لوگ کی پرستش کرنے والے سکھ۔ آریہ

Marfat.com

سماجی سناتن دھرم - برہمو سماجی - دیو سماجی، پرارتھنا سماجی اور اس قسم کے دوسرے سو دیشی مذاہب کے پیرو سب ہندو ہیں اور یہ مذہب ہندو مت ہی کے اجزا ہیں - یعنی ہندو قوم کے عناصر - لہٰذا پہاڑی علاقوں کے باشندے یا ہندوستان کے موعومہ اصلی باشندے سب ہندو ہیں - اس لیے کہ وہ ہندوستان کو مادرِ وطن اور مقدس زمین سمجھتے ہیں خواہ وہ مذہب یا پوجا پاٹ کی کسی شکل کا اتباع کرتے ہوں - گورنمنٹ کو چاہیئے - کہ ہندو کی اس تعریف کو تسلیم کرے اور آئندہ مردم شماری میں اسی معیار کے مطابق ہندوؤں کو شمار کرے -

(اسٹیسمین $\frac{12}{39}$ ۳۰) -

اس تعریف کے مطابق تمام قومیت پرست حضرات جو ہندوستان کو مادرِ وطن سمجھتے ہیں - خود بخود ہندوؤں کی صف میں شمار ہو جائیں گے - مسٹر ساورکر شکریہ کے مستحق ہیں - کہ انھوں نے اس شتر مرغ کی نوع (SPECIES) کے لیے کوئی خاص خانہ تو متعین کر دیا - ورنہ مردم شماری کے ارباب حل وعقد کو بڑی دقت پیش آتی - (طلوع اسلام)

نوائے وقت

اب آپ ۱۰ اپریل ۱۹۴۷ء نوائے وقت کا اداریہ ملاحظہ فرمائیے جس کا عنوان ہے :-

"پس چہ باید کرد؟"

حضرت مولانا مولوی حسین احمد مدنی نے ایک انگریزی اخبار کو انٹرویو دیا ہے کہ مجھے پختہ یقین ہے کہ انگریز مخلص

Marfat.com

ہے اور وہ ہندوستان کا سیاسی اقتدار ہندوستانیوں کو سونپ کر یہاں سے جا رہا ہے۔

حضرت مولانا کا یہ فتویٰ سر آنکھوں پر مگر گستاخی نہ ہو تو ہم گنہگاران کی خدمت اقدس میں یہ عرض کریں کہ حضور نے بار بار ہم مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں صرف انگریز کے ہندوستان سے اخراج تک کانگریس کے ساتھ ہوں یہ مہم سر ہو گئی تو پھر میں مسلمانوں کے حقوق کی خاطر سینہ سپر ہو جاؤں گا حضور والا کے اپنے ارشاد کے مطابق ہی ہندوستان سے انگریز کے اخراج کی مہم تو سر ہو گئی اب مسلمانوں کے حقوق کے لیے سینہ سپر ہونے کا وقت آیا یا نہیں؟ سی پی میں بھیڑ بکری کے ذبیحہ پر بھی پابندیاں عائد کر دی گئیں اور دستور ساز اسمبلی کی بنیادی حقوق کی کمیٹی نے ایک ایسی تجویز پیش کی ہے جسے عملی جامہ پہنا دیا گیا تو ہندوستان میں تبلیغ اسلام ناممکن ہو جائے گی۔ حضور اقدس اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لیے کب سینہ سپر ہوں گے؟ یا جب تک ہندوستان میں سجدے کی اجازت ہے آپ اسی حسن ظن سے کام لیتے رہیں گے۔

ع ... ... کہ اسلام ہے آزاد

مولانا عبدالستار خان نیازی ایم۔ ایل۔ اے کا بیان :-

"لاہور ۱۱ مارچ۔ مولانا عبدالستار خان نیازی ایم۔ ایل۔ اے نے ایک بیان میں فرماتے ہیں۔ کہ اس مرحلہ پر پنجاب میں "لیگ کانگریس ایک ہو" کا نعرہ میری سمجھ سے بالا تر ہے مسلم لیگ کانگریس سے باعزت سمجھوتہ کے لیے ماضی میں ہمیشہ

Marfat.com

آمادہ رہی اور اب بھی آمادہ ہے مگر سمجھوتہ کے لیے ایک خاص فضا کی ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت پنجاب میں یہ فضا قطعاً مفقود ہے۔ ہندو کانگریس کے مسلمان راشٹرپتی جناب ابوالکلام آزاد اس صوبہ میں دھرنا مار کر بیٹھے رہے اور اس وقت یہاں سے روانہ ہوئے جب ان کی کوششوں سے مسلمانان پنجاب میں انتشار پیدا ہو گیا۔"

(نامہ نگار نوائے وقت ۱۳ مارچ ۱۹۴۶ء)

دیوبند کے علماء و طلبا ہندو دھرمسالہ میں

مولانا عبدالماجد دریابادی مدیر "صدق" کا حقیقت افروز بیان :-

دریاباد ۲۳ فروری۔ آج چار دن سے اس قصبہ پر کانگریسی خیال کے مسلمانوں کا دھاوا ہے۔ دیوبند کے طلبا کا ایک دستہ آیا ہوا ہے۔ اور اپنے مسلک کی تبلیغ یا کوشش تبلیغ میں مصروف ہے۔ اس میں مضائقہ نہیں ظاہر ہے کہ ہر فریق یہی کرتا ہے یا کرنا چاہتا ہے لیکن ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ کام مسلمانوں کے اندر کرنا ہے۔ لیکن تعلقات یہ تمام مسلمانوں سے توڑے ہوئے ہے اور قصبہ کی غیر مسلم آبادی سے جوڑے ہوئے ہیں۔ قیام ان کا دھرم شالہ میں حالانکہ قصبہ میں ایک نہیں دو دو سرائیں مسلمانوں کی موجود ہیں۔ ان کا رہنا سہنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا تمام تر ہندوؤں کے ساتھ۔ انھیں کے درمیان اور انھیں کا سا۔ حد یہ ہے کہ ان سطور کے راقم کو جب بھی انھوں نے سرفراز کیا تو ہمیشہ ہندوؤں ہی کے

Marfat.com

حلقہ میں! یہاں تک کہ ایک دن مسلمان صاحب تو ایک تھے اور اُن کے ہندو رفقاء تین کی تعداد میں! گویا توحید تثلیث کے نرغہ میں۔ اس سے قبل سنٹرل اسمبلی کے الیکشن کے وقت تو یہ منظر دیکھنے میں آیا تھا کہ نیشنلسٹ مسلمان اُمیدوار کے کارکن اور باقاعدہ پولنگ ایجنٹ تک ہندو! مسلک یا سیاسی نظریہ کے غلط یا صحیح ہونے کا یہاں ذکر نہیں۔ ذکر یہاں صرف اس ناقابل حل معمہ کا ہے! اچھوت بنائے جاتے ہوئے سُنا تھا۔ پڑھا تھا۔

اچھوت بنتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا،

نوائے وقت ۲۱ مارچ ۱۹۴۶ء صدق لکھنؤ ۲ فروری ۱۹۴۶ء

ضلع انبالہ میں مسلم لیگ کی فتح

انبالہ (ڈاک سے) جمعیت العلماء اسلام کا ایک وفد مولانا شریف الرحمٰن صاحب اور مولانا عبدالمتین صاحب نائب جمعیت العلماء اسلام وغیرہ پر مشتمل احراری لیڈروں کے تعاقب میں ضلع انبالہ کا دورہ کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے عظیم الشان جلسہ میں مولانا شریف الرحمٰن صاحب نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی فحش اور گمراہ تقریر کا جواب دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ احراری مقررین کا مقصد مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا اور مسلمان زعماء کو گالیاں دے کر اپنے ہندو آقاؤں کو خوش کرنا ہے۔ آج سے پولنگ شروع ہو گیا ہے دیہاتی اور شہری حلقوں میں مسلم لیگ کے امیدواروں کو بچانوے فیصدی ووٹ مل رہے ہیں۔ سارا ضلع نوکر شاہی کی رکاوٹوں

Marfat.com

کے باوجود مسلم لیگ زندہ باد کے نعروں سے گونج رہا ہے۔"
(آفس سیکرٹری سٹی مسلم لیگ) نوائے وقت ۳ فروری ۱۹۴۶ء)

تردید کا غیر ضروری تکلف

"آخر احرار یونانسیٹ گٹھ جوڑ میں کونسی بات اس قدر معیوب ہے کہ یونانسیٹ اور احرار دونوں اس کا اعتراف کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔ ماسٹر تاج دین کے معاملہ میں بردہ فروشی کے واقعہ سے نہ ملک خضر حیات نے انکار کیا۔ نہ مولوی مظہر علی اظہر نے مگر یونانسیٹوں کے اخبار نے اس کی تردید کی جسارت کی اور ندامت اٹھائی۔ اس کے بعد ڈاکٹر عالم کے راولپنڈی والے حمایتی کا تار میاں سلطان علی رانجھا کے نام شائع ہوا اس تار میں عطاء اللہ بخاری۔ مظہر علی اظہر اور شورش وغیرہ کی کمک مانگی گئی تھی۔ اس اخبار نے اس تار کو بھی جعلی قرار دیا۔ مگر جب ہم نے تار کا نمبر اور پتہ مضمون شائع کر دیا تو چپ سادھ لی۔ یہ تار یونینسٹ پارٹی کے دفتر میں عبدالستار نے وصول کیا تھا۔ حلقہ ڈسکہ میں احراری یونینسٹ ساز باز کا بھانڈا پھوٹتے دیکھ کر بھی اس اخبار نے ہماری رپورٹ کو غلط قرار دے دیا مگر یہ رپورٹ ہماری مذکورہ بالا رپورٹ کی طرح حرف بہ حرف سچ ہے۔ جھوٹ کا سہارا صرف وہی لوگ لیتے ہیں۔ حقایق جن کے خلاف ہوں۔ جب حقایق ہی ہماری تائید کریں تو ہمیں جھوٹ سے امداد لینے کی کیا ضرورت ہے۔"
(نوائے وقت ۲۵ جنوری ۱۹۴۶ء)

ہم نے موضوع سے متعلقہ اور بھی نظمیں قارئین کی نذر کی ہیں جناب

Marfat.com

حضرت خلیق قریشی صاحب نے ازراہ نوازش اس دور کی یہ نظم عنایت فرمائی ہے۔ اس زمانہ میں سیاسی ہنگامے اور سرگرمیاں مسلم لیگ کی قبولیت۔ پاکستان کی حمایت و مخالفت میں عین زوروں پر تھیں۔ یہ نظم اس وقت کے سیاسی ہیو رمیٹر کی حیثیت لیے ہوئے ہے۔ ملاحظہ فرمائیے :۔

پیٹ کا دھندہ

پھر الیکشن ہے پھر احرار کو حال آیا ہے
پھر اُچھلنے کا انھیں آج خیال آیا ہے
تازہ خُوں کرنے لگا مُردہ رگوں میں گردش
واہ! دا باسی کڑھی میں بھی اُبال آیا ہے
اَے خوشا! آئے الیکشن کے مداری آئے
ساتھ پکڑے ہُوئے دعوؤں کی پٹاری آئے
واسطہ دیتے ہیں اسلاف کی عزّت کا کہیں
مانگتے صدقہ ہیں اسلام کی خدمت کا کہیں
کہیں سرمائے کے دشمن ہیں کہیں زر کے غلام
وعظ کہتے ہیں سخاوت کا مروّت کا کہیں
کہیں آزادی کی دلہن کے پجاری بن کر
مانگتے پھرتے ہیں یہ ووٹ کی بھکشا گھر گھر
جانتا خُوب ہے احرار کو بندہ صاحب
اُن کی خدمت ہے فقط پیٹ کا دھندہ صاحب!
یہ کہاں اور کہاں جذبۂ اسلام و وطن
ووٹ لینے کو بنایا ہے یہ پھندہ صاحب!

Marfat.com

آیئے قسمتِ احرار کا کندہ پڑھیے
خطِ پیشانی کی ہر سطر میں چندہ پڑھیے
یہ دغا باز حمایت کے سزاوار نہیں
جنسِ ناقص ہیں کوئی ان کا خریدار نہیں
وقت اور بخت نے ہر چال میں دی مات انہیں
یہ سیاست کے پٹے مہرے ہیں احرار نہیں
ان کی ہر بات میں اسلام کی نکبت دیکھیں
ان کے ہر کام میں رسوائی ملت دیکھیں
یہ ہیں گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے
ان کے ہر تار سے سو شر ہیں نکلنے والے
سوجھتی ان کو ہے ہر لحظہ نئی بات سے بات
اور ہر آن نئی چال ہیں چلنے والے
ان سے بچیے کہ یہ دھوکا ہیں سراسر دھوکا
قوم کے ساتھ کیا کرتے ہیں اکثر دھوکا

مولوی صاحب کا اندھا تعصّب

مولوی حسین احمد مدنی صاحب کا ایک بیان کہ مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں نیشنلسٹ مسلمان ہار گیے تو کوئی بات نہیں صوبائی انتخابات میں نیشنلسٹ مسلمان سب نشستوں پر قبضہ کرلیں گے۔ آج ہی کے اخبار میں معاصر ٹریبیون کے خاص نامہ نگار کی ایک رپورٹ درج ہے جو یو۔پی کے صوبائی انتخابات کے متعلق ہے اس نامہ نگار کا خیال ہے کہ یو۔پی اسمبلی میں بھی انتخابات کے نتائج کم و بیش وہی ہونگے جو مرکزی اسمبلی کے انتخابات

Marfat.com

کے تھے یعنی ہندوؤں کی سو فی صدی نشستیں کانگریس لے جائے گی اور مسلمانوں کی سو فی صدی نشستیں لیگ "ٹریبیون" لیگ کا حامی اخبار نہیں وہ کانگریس یا مہاسبھا کا حامی ہے اور لیگ یونانسیٹ جھگڑے میں یونینسٹوں کا زبردست موید مگر یونی میں لیگ کی پوزیشن اس قدر مضبوط ہے کہ اس کا خاص نامہ نگار بھی یہ لکھتے ہوئے نہیں شرماتا کہ اس صوبہ میں مسلمانوں کی سب نشستیں نیشنلسٹ مسلمان جیتیں گے۔ مولوی صاحب کے تقویٰ کے پیش نظر یہ بدگمانی تو درست نہ ہوگی کہ مولوی صاحب قبلہ دیدہ دانستہ جھوٹ بول رہے ہیں اسی حسن ظن سے کام لینا پڑے گا کہ مولوی صاحب حالات سے بالکل بے خبر ہیں اور محض تعصب کی رَو میں بہے جا رہے ہیں۔"

(نوائے وقت ۹ جنوری ۱۹۴۶ء)

"لدھیانہ میں ایک مسلم لیگی نوجوان کا دردناک قتل"

احراری لیڈروں کی اشتعال انگیزی رنگ لائی

۴ جنوری۔ لدھیانہ سے ایک نوجوان مسلمان کے دردناک قتل کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ مرحوم مسلم لیگ کا پرجوش اور مخلص ورکر تھا۔ چند احراریوں نے ایک بحث کے دوران میں چاقو مار مار کر اسے قتل کر ڈالا۔ اس ہولناک قتل سے سارے شہر میں اضطراب پھیلا ہوا ہے اور مرحوم محمد صدیق کے والد میاں محمد حیات سے جو لیگ کے مخلص حامیوں میں سے ہیں۔ دلی ہمدردی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ بعض احراری کارکنوں کی یہ حرکت قابل نفریں ہے۔ کہ انھوں نے مرحوم محمد صدیق کو

Marfat.com

احراری ظاہر کر کے قتل کی ذمہ داری سے بچنے کی راہ نکالی ہے
سردار شوکت حیات خاں نے ایک بیان میں محمد صدیق مرحوم
کو پاکستان کی راہ میں پہلا شہید کہا ہے اور اس کے والد
اور لواحقین سے دلی ہمدردی ظاہر کی ہے۔ سردار صاحب
نے لدھیانہ کے مسلمانوں کو تلقین کی ہے۔ کہ صبر و ضبط سے
کام لیں اور احراری غنڈہ گردی کے باوجود تحمل کا دامن نہ
چھوڑیں"۔ (نامہ نگار نوائے وقت ۵ جنوری ۱۹۴۶ء)

بیان جہاں آرا شاہ نواز

"میرا بچہ مسلم لیگ اور پاکستان کی راہ میں شہید ہوا ہے"۔
احراری غنڈہ گردی کے شکار محمد صدیق شہید لدھیانوی
کی ماں کے تاثرات۔

لدھیانہ سے واپسی پر بیگم شاہ نواز کے بیان کا ایک اقتباس

"میں شہید مرحوم کے مکان پر بذات خود گئی اور میری
آنکھوں نے جو جگر خراش نظارہ دیکھا اسے میں مرتے دم تک
فراموش نہیں کر سکتی۔ شہید کی ماں اپنی مغموم بہن کا غم بیان
کرتے ہوئے میرا کلیجہ کانپتا ہے۔ جب ہم شہید کی والدہ سے
بغل گیر ہوئے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور
اور انھوں نے کہا:۔

"بہنو میں نے تو مسلم لیگ کو سب سے بڑا چندہ دے دیا ہے
میرا بچہ مسلم لیگ اور پاکستان کی راہ میں شہید ہو گیا۔ بہنو ہم
پاکستان لے کے رہیں گے۔ مگر دنیا تو سونی ہو گئی"

(نوائے وقت ۸ جنوری ۱۹۴۶ء)

Marfat.com

"لاہور ہائی کورٹ نے لدھیانہ کے احراری کارکن عبدالرحمٰن کی سزا صرف تین سال کر دی"۔

"انھیں محمد صدیق پر قاتلانہ حملہ کے الزام میں سیشن کورٹ نے عمر قید کی سزا دی تھی"۔

لاہور۔ ۲۰ر جنوری۔ آج لاہور ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ نے مسٹر عبدالرحمٰن کی جسے محمد صدیق کی موت کی پاداش میں عمر قید کی سزا دی گئی۔ سزا کو گھٹا کر تین سال میں بدل دیا۔ واضح رہے کہ پچھلے سال لدھیانہ شہری حلقہ میں انتخاب کے موقعہ پر مسلم لیگی اور احراری اُمیدواروں میں مقابلہ تھا۔ استغاثہ کی کہانی یہ تھی کہ ۳ر جنوری کو دو احرار ورکر نیاز احمد اور عبدالرحمٰن نے بازار خرادیاں میں مائیکروفون لگا کر احرار اُمیدوار ماسٹر تاج دین کے حق میں پراپاگنڈہ شروع کر رکھا تھا۔ اس اثنا میں سردار شوکت حیات خاں (مسلم لیگ) اُمیدوار کے حامی شہید محمد صدیق اور ان کے تین ساتھی بھی وہاں آ گئے۔ انھوں نے ملزموں سے کہا کہ وہ مسلم لیگ کے لیڈروں کے خلاف مغلظات کا سلسلہ بند کر دیں اس پر دونوں پارٹیوں میں جھگڑا ہو گیا اور عبدالرحمٰن ملزم نے شہید محمد صدیق پر چاقو سے حملہ کر دیا اور سخت ضربات پہنچائیں جن سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ سیشن جج لدھیانہ کی عدالت سے عبدالرحمٰن کو عمر قید کی سزا دی تھی اور اس کے ساتھی نیاز احمد کو شک کی گنجائش دیتے ہوئے بری کر دیا تھا"۔

نامہ نگار

(نوائے وقت ۲۷ر جنوری ۱۹۴۷ء)

Marfat.com

"شیخ کرامت علی نے احراری لیڈر مولوی مظہر علی کو شکست دے دی"

پنجاب اسمبلی کے نتائج مکمل ہو گئے

"لاہور ۲۳ فروری سیالکوٹ گوجرانوالہ کے قصباتی حلقہ سے لیگی امیدوار شیخ کرامت علی کی کامیابی کا اعلان ہو گیا ان کے احراری حریف مولوی مظہر علی اظہر کو بری طرح شکست ہوئی ہے۔ شیخ کرامت علی صاحب نے ۱۴۸۱۳ ووٹ حاصل کر لیے ہیں۔ مولوی مظہر علی اظہر ۹۰۷۷ ووٹ حاصل کر سکے۔ احرار نے اس انتخاب میں جتنے امیدوار کھڑے کیے تھے وہ سب ناکام رہے ہیں"

(نوائے وقت ۲۴ فروری ۱۹۴۶ء)

منافق کون ہے

لاہور سے ایک اخبار "زم زم" نکلتا ہے۔ ہم نے کبھی اس سے الجھنا پسند نہیں کیا اور نہ کبھی اس کے طعن و تعریض کو درخورِ اعتنا سمجھا مگر اس اخبار کی موجودہ روش نے ہمیں اسے مخاطب کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہ اخبار خیالات کے اعتبار سے ہندو کانگریس کا ہم نوا ہے۔ مگر بظاہر غیر جانبدار رہتا ہے پچھلے دنوں اس اخبار نے اپنی اشاعت بڑھانے کے لیے خبروں میں لیگ کی حمایت شروع کر دی اور عنوانات میں بھی قائداعظم مسٹر جناح کو قائداعظم ہی کہنا شروع کر دیا مگر اداریتی مقالات میں یہ روش اختیار کر رکھی ہے۔ کہ ابتدائی آٹھ دس سطروں میں تو مسلم لیگ کی گول مول حمایت کی جاتی ہے اور اس

Marfat.com

کے بعد پورے مضمون میں لیگ کو دلخراش گالیاں دی جاتی ہیں۔ پرسوں اس اخبار نے ایک مقالہ افتتاحیہ مسلمان خواتین کے جذبۂ قربانی کی تعریف سے شروع کیا اور اسے لیگ لیڈروں کی شان میں بازاری دشنام طرازی پر ختم کر دیا۔ اس مقالہ میں لیگ لیڈروں کو "منافق اور فاسق" کے خطاب دے کر مسلمان خواتین کو یہ طعنہ دیا گیا کہ وہ ان "منافقوں" اور "فاسقوں" کی اطاعت کرتے ہوئے قربانیاں پیش کر رہی ہیں۔ ہم زم زم سے مؤدبانہ درخواست کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اس کی اپنی پالیسی سراسر منافقانہ ہے۔ خیالات کے اعتبار سے وہ ہندو کانگریس کا حامی ہے مگر دوکاندارری کی خاطر وہ مسلم لیگ کی نمائشی حمایت پر مجبور ہے اگر ہمدرد "زم زم" کا وعظ صرف دوسروں کے لیے نہیں تو انھیں اپنی روش پر بھی نظر ثانی کرنی چاہیے۔ بہتر ہوگا کہ وہ ہندو کانگریس کی ہاں میں ہاں ملانا چھوڑ کر مسلمان قوم کا ساتھ دے لیکن اگر اس کی مصلحت اس کی اجازت نہیں دیتی تو پھر مسلمانوں کو فریب دینا چھوڑ دے۔"

(نوائے وقت یکم فروری ۱۹۴۷ء)

لیگی غنڈہ گردی کو جرمنی و جاپان کی طرح کچل دیا جائے گا

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا بیان

حکومت ہند بتائے کہ ایسے واقعات کیوں ہو رہے ہیں۔

لدھیانہ ۱۰ اگست احرار لیڈر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے سری نگر میں مولانا آزاد اور پنڈت جواہر لال نہرو

Marfat.com

کے جلوس پر سنگ باری کے ضمن میں پریس کو مندرجہ ذیل بیان دیا ہے:-

"نیشنل کانفرنس کے جلوس میں جس میں ہندوستان کے ہر دل عزیز لیڈران پنڈت نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی شامل تھے۔ پر اُن مسلمانوں کی سنگباری جو کہ مسلم لیگ کے افراد تھے ان کے لیے شرمناک ہے اور اس کے برخلاف زبردست احتجاج بلند ہونا چاہیئے۔ مسلم لیگ کے موجودہ رویہ جس کا مظاہرہ سری نگری میں کیا گیا ہے۔ سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس پارٹی کے حامی ملک میں گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ تحریک آزادی کے لیڈران کے راستے میں اس لیے حائل ہو رہے ہیں کیونکہ حکومت ان کی پشت پر ہے۔ وہ ان کو شاباش دے رہی ہے۔ اور اس لیے مسلم لیگ لیڈران اور پریس نے کھلے طور پر غنڈہ گردی کا اعلان کر دیا ہے، قوم پرست مسلمان ان کو کچلنے کے لیے کافی مضبوط ہیں لیکن وہ ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ ملک کے امن میں گڑبڑ نہیں ڈالنا چاہتے، کیا صوبجاتی حکومتیں اور حکومتِ ہند یہ بتانے کی تکلیف گوارا کریں گی کہ ایسے واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں اور ان کی رہنمائی کے لیے کون اصحاب اتنی دلچسپی لے رہے ہیں؟

نماز جمعہ کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن نے تقریر کرتے ہوئے کہا "مسلم لیگ کا موجودہ رویہ خود مسلمانوں اور تمام ملک کے لیے نقصان دہ ہے اور اگر ان کا یہ رویہ جاری رہا۔ تو قلیل عرصہ میں اس کو جاپان جرمنی کی طرح کچل دیا جائے گا۔ مولانا صاحب نے مزید کہا۔ "مولانا آزاد

Marfat.com

اور پنڈت نہرو کی بے عزّتی کا نتیجہ مسلم لیگ کو بھگتنا پڑے گا اور ضرور بھگتنا پڑے گا۔" (نامہ نگار)

(دوتر نامہ "ملاپ" ۵/۸/۴۵)

دل ونگاہ بدل جانے سے انسان کا نکتۂ نظر بدل جاتا ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کو یہ احساس تو نہیں ہو رہا۔ کہ وہ کانگریس (ہندوؤں) کے ساتھ مل کر اسلامیان ہند کی ذلّت و رُسوائی کے درپے ہیں اور ان کی زبان جب بھی کھلتی ہے۔ تو مسلم لیگی قائدین کی تضحیک و استہزا اور طعن و تشنیع کے لیے اور مسلمانان ہند کی عزّت و ناموس کے محافظوں کے لیے بدزبانی اور بدگوئی ان کا شیوۂ حیات ہے۔ اور غلامانِ محمدؐ کے تصوّرِ حیات اور ملّی نظریۂ زندگی کو اسلام کی روشنی میں قبیح و نادرست اور ہلاکت انگیز ثابت کرنے کے لیے ان کے شب و روز صرف ہوتے رہے ہیں۔ ان کے ہمنوا و ہم قدم حکیم الامّت علّامہ اقبالؒ و مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ایسے اسلام شناس بزرگوں کو مغلّظ گالیوں اور دُشنام طرازیوں سے نوازتے رہے ایسے مواقع پر تو اس "پیکرِ انسانیت" کی زبان گنگ رہی۔ اب آزاد اور نہرو کے لیے اس کانگریسی مولانا کا قلبی اضطراب اور ذہنی اضطرار کس درجہ پر ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ اور یہ ڈھینگ بھی آپ نے پڑھ لی کہ مسلم لیگ کو جاپان و جرمنی کی طرح کچل دیا جائے گا۔ ہند میں مسلمانوں کی نمازوں کو نذرِ برہمن کرنے والے ان مولاناؤں کے برگ و بار جو پاکستان کے مختلف علاقوں میں پھل پھول رہے ہیں۔ ارباب اقتدار و اختیار کے احساس غیرت سے فریاد ہے۔ کہ ان کی سرگرمیوں سے غفلت اور بے نیازی کا ارتکاب نہیں ہونا چاہیئے۔ اور یہ ہمیشہ پیشِ نظر رہے کہ پاکستان کا قیام و

Marfat.com

وجود اُن کے پیشواؤں اور اُن کی ماضی کی تکذیب ہے۔ یہ جذبہ کبھی سرد اور یہ حوصلہ کبھی پست نہیں ہونا چاہیئے کہ جہاں ہم بیرونی دشمنوں سے اس مملکت کو محفوظ و مصئون رکھنے کے لیے ملّت اسلامیہ کے جرنیلوں اور سپاہیوں پر ناز و فخر سے اُمیدیں وابستہ کیے ہوئے ہیں۔ وہاں ہند کے ایجنٹوں سے بھی باخبر و ہشیار رہنا ارباب بست و کشاد کا اہم فریضہ ہے۔ تاکہ ان کی ریشہ دوانیوں سے گلستان جناحؒ کی سرسبزی و شادابی میں کوئی فرق نہ آئے۔

"مفتی محمد نعیم کے صاحبزادے اور دس دیگر احراریوں کی گرفتاری"

"مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود نمازِ عید کی امامت پر اصرار"

لدھیانہ۔ ۳ر اگست لدھیانہ میں عید اگرچہ پُرامن طور پر گذر گئی لیکن مسلمانوں کے ایک طبقے نے نمازِ عید کی امامت کے سوال پر دو گھنٹے سنیہ گرہ کیا اور نتیجہ کے طور پر دس مولویوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار شدگان کو نماز عید کے بعد رہا کر دیا گیا۔ مقامی مسلم لیگ نے اعلان کر رکھا تھا۔ کہ اس مرتبہ نماز عید کی امامت آل انڈیا جمعیت علمائے ہند کے سکرٹری مفتی نعیم نہیں، بلکہ مولوی عبدالحمید کریں گے۔ مفتی نعیم گذشتہ کئی سال سے عیدگاہ کے امام رہے ہیں۔ ڈسٹرکٹ افسروں نے سمجھوتے کی کوشش کی۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکی آخر انھوں نے پولیس لائنیز کی مسجد کے امام کو نماز کی امامت کے لیے مقرر کر دیا اس کے ساتھ ہی مفتی نعیم اور

Marfat.com

مولوی عبدالحمید کو عارضی طور پر حراست میں لے لیا گیا۔ مفتی محمد نعیم کی حراست کے بعد مفتی ضیاءالحسن نے نماز عید کی امامت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ان کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد دس مسلمان یکے بعد دیگرے امامت کے لیے آگے بڑھے۔ لیکن ان سب گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار شدگان کو نمازِ عید کے بعد رہا کر دیا گیا۔

بعد میں مفتی ضیاءالحسن نے مسٹر گاندھی۔ پنڈت نہرو اور مولوی آزاد کو تار دیں جن میں مذہبی امور میں مداخلت بے جا پر احتجاج کیا گیا اور یہ مطالبہ کیا گیا کہ یہ لیڈر کانگریسی وزیروں سے کہہ کر تحقیقات کا مطالبہ کریں۔ مفتی ضیاءالحسن نے وزیراعظم اور وزیر مالیات کو بھی تار دے دئے ہیں۔

(نوائے وقت ۳۱ اگست ۱۹۴۶ء)

سربسجود

کئی برس ادھر کی بات ہے۔ مشہور ترک خاتون محترمہ خالدہ ادیب خانم ہندوستان تشریف لائیں اور اس ملک کے دورہ کے بعد انھوں نے "اندرونِ ہند" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس کتاب میں ایک باب گاندھی آشرم کے متعلق ہے۔ محترمہ نے اس باب میں مسٹر گاندھی کی عبادت یا پرارتھنا کا نقشہ بھی کھینچا تھا اور صاف لفظوں میں بتایا تھا۔ کہ ہندو دیویوں کی عبادت اور دیگر مشرکانہ رسوم کی ادائیگی کے وقت

Marfat.com

بھی خان عبدالغفار خان اور بعض ہندوستانی مولوی بجاریوں میں ہی شریک دیکھے گیے۔ جب اس کتاب کے یہ اقتباسات اُردو اخباروں میں شائع ہوئے تو ان بزرگوں کے عقیدت مندوں کو بڑا صدمہ ہوا۔ مگر آج تک انھوں نے اُس کی تردید نہیں کی۔ آج ایک صاحب نے "ویر بھارت" لاہور مورخہ ۲۱ نومبر کے پہلے صفحہ کا ایک تراشہ بغرض اشاعت بھیجا ہے۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں:۔

"میرٹھ، ۲۰ نومبر۔ خاص نامہ نگار سے کانگریس کیمپ سے معلوم ہوا ہے کہ میرٹھ سیشن میں ۲۹۳۹ ڈیلی گیٹ شریک ہو رہے ہیں۔ ۱۲۴۰ ورکروں کو بھی شرکت کی اجازت ملنے کی توقع ہے۔ پنجاب کے ۱۹۳ ڈیلی گیٹوں کے لیے ۱۳ خیمے مخصوص ہیں لیڈروں کے کیمپ میں ۶۰ خیمے ہیں۔ بڑا پنڈال مکمل ہو چکا ہے۔ اب اس کی زیبائش ہو رہی ہے ستونوں پر مختلف رنگوں کے کھدر آویزاں کیے گیے ہیں ہر ایک بلاک کا علیحدہ علیحدہ رنگ ہے۔ پنڈال کے ۶ بلاک ہیں پانچ سو سے زائد اخباری نمایندے ہوں گے۔ ان کے لیے چھٹا بلاک مخصوص ہے ۱۳ بلاک ڈیلی گیٹوں کے لیے ہیں۔ وزیروں، اسمبلیوں کے ممبروں اور سپیشل وزیٹروں کے لیے چوتھا بلاک اور ورکروں اور انتظامیہ کمیٹی کے لیے پانچواں بلاک ہے پنڈال کی زیبائش کے لیے چھ خاص مجسمے بمبئی سے منگوائے گیے ہیں۔ بھارت ماتا کے ایک مجسمے کے قدموں میں پنڈت نہرو، مولانا آزاد سر بسجود دکھائے گیے ہیں۔"

اس تراشہ کی اشاعت سے مقصود جناب آزاد کی توہین

Marfat.com

نہیں بلکہ صرف اس تلخ حقیقت کا اظہار اور اس پر ماتم ہے کہ ایک طرف سردار پٹیل اور آچاریہ کرپلانی ہیں جن کا ہر قول اور ہر فعل ہندو تہذیب کو زندہ کرنے کے لیے ہے۔ اور دوسری طرف "الہلال" کا مدیر اور کسی زمانے کا "امام الہند" ہے کہ بھارت ماتا کے مجسمے کے قدموں میں سربسجود دکھایا گیا ؎

وائے بر عشقے کہ نارِ او فسرد
در حرم زائید و در بتخانہ مرد

(نوائے وقت ۲۸ر نومبر ۱۹۴۶ء)

کانگریس اور بت پرستی

مولانا آزاد اور مولانا مدنی توجہ فرمائیں

(از:۔ علی بہادر خاں)

مولانا ابوالکلام آزاد کانگریس کے صدر ہیں اور اب مولانا حسین احمد مدنی صاحب بھی مجلس عاملہ کے رکن منتخب ہو کر کانگریس "ہائی کمانڈ" میں شامل ہو گیے ہیں۔ اس لیے ان دونوں حضرات پر کانگریس کمیٹیوں کے طریق کار کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ان سے ہی کانگریسی اجتماعات و دفاتر کی بت پرستی کے متعلق سوال کیے جا سکتے ہیں۔

کیا ان کو معلوم ہے۔ کہ متعدد کانگریسی دفاتر میں لکشمی دیوی کی تصاویر اور بعض میں کسی نہ کسی دیوتا کے مجسمے بھی لگے ہوتے ہیں جن کو ہار پہنائے جاتے ہیں اور دوسرے طریقوں سے ان کی پوجا کی جاتی ہے؟ کیا یہ طرز عمل کانگریس کے پروگرام کا جزو ہے۔ اور کیا اس سے مولانا آزاد اور مولانا مدنی صاحب

Marfat.com

کو اتفاق ہے؟ اگر اتفاق نہیں ہے۔ تو کیا یہ حضرات اس بارے میں اپنے کانگریسی کارکنوں کو ضروری ہدایات دینے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔ اس واقعہ کی طرف توجہ دلانے کا خیال آج مجھے اس لیے آیا کہ بمبئی میں کل تلک کی برسی تھی۔ جو سال بہ سال کانگریس کی طرف سے منائی جاتی ہے اور بمبئی میں اس کا مستقل پروگرام یہ ہے کہ کانگریسی عہدہ دار اور والنٹیر جوہو بیچ پر جاکر تلک مجسمہ کے گرد حلقہ باندھ کھڑے ہوتے ہیں۔ بینڈ باجا گاتے ہیں اور پھر تلک کے مجسمہ کو ہار پہنا کر سندور لگاتے اور ٹنڈوت وغیرہ کرتے ہیں اس رسم میں مسلمان کانگریسیوں کو بھی شریک ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ تقریب سرکاری حیثیت میں کانگریس کی طرف سے ہوتی ہے۔ امسال بھی اگرچہ کانگریس کمیٹیاں ابھی آزاد نہیں ہیں مگر پردونشل سیکرٹری نے اعلان کیا اور آچاریہ کرپلانی نے صدارت کی اور گذشتہ سالوں کی طرح کانگریس کے تمام رکن اور والنٹیر جمع ہوئے۔

سوال یہ ہے کہ کیا کانگریس کے اس بت پرستانہ طوفان میں اسلامی تہذیب غرق نہیں ہو جائے گی"۔

(ہلال بمبئی ۵ اگست ۱۹۴۵ء)

اسلامیان جالندھر اور مولوی حسین احمد صاحب

جالندھر ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء کی درمیانی شب کو مسلمانوں کا جم غفیر مولوی حسین احمد مدنی کے کمپارٹمنٹ کے آگے جمع ہو گیا راجہ صاحب آج بھی تشریف نہیں لائے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں نے مسلم لیگ زندہ باد۔ پاکستان زندہ باد۔ قائداعظم

Marfat.com

ملت مُردہ باد کے علاوہ مسلم لیگ میں آؤ کے نعرے بلند کیے مسلم لیگی رضاکار مظاہرین کو مولوی صاحب کے کمپارٹمنٹ سے دُور رکھنے میں مصروف رہے کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہیں ہُوا۔" (نوائے وقت ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۶ء)

"امرت سر سٹیشن پر احراریوں اور مسلم لیگی کارکنوں میں تصادم
دو اشخاص مجروح ہُوئے پولیس نے فساد پر قابو پا لیا

امرت سر۔ ۳۱ اکتوبر۔ پرسوں رات امرتسر ریلوے اسٹیشن پر مسلم لیگی اور احرار کارکنوں کے درمیان تصادم ہو گیا۔ اس تصادم میں ایک مسلم لیگی کارکن چاقو سے زخمی کر دیا گیا۔ اس گڑبڑ میں کھڑکیوں کے شیشے توڑ دئے گئے جس کی وجہ سے ایک احراری زخمی ہُوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسلم لیگی کارکن مسٹر غضنفر علی خان اور احراری مولانا حسین احمد مدنی کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر پہنچے۔ فساد مولانا حسین احمد کے ڈبے کے سامنے ہُوا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس ڈبے کی کھڑکی کے شیشے توڑ دئے گئے جس کی وجہ سے ایک احراری زخمی ہُوا جس پر احراریوں نے چاقوؤں سے مسلم لیگ کے کارکنوں پر حملہ کر دیا اور مسلم لیگی کارکن چاقو سے زخمی کر دیا گیا۔ ریلوے پولیس فوراً موقع پر پہنچ گئی اور فساد پر قابو پا لیا گیا۔

(نوائے وقت ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۶ء)

Marfat.com

کپتان شاہ نواز اور صوبائی انتخابات

اقتباسات

"کپتان شاہ نواز اور اُن کے دوسرے دو ساتھیوں کے لیے فوجی ٹربیونل نے عمر بھر قید کی سفارش کی تھی۔ لیکن کمانڈر انچیف نے انھیں رہا کر دیا ہے۔ میں کپتان شاہ نواز خاں کو ان کی رہائی پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور میری اس دلی مبارک باد میں کھوٹ مری کے مسلمان بھی شریک مسرت ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی میں کپتان شاہ نواز خان کو بعض حقائق سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ کپتان شاہ نواز خان قید و بند کے مصائب میں گرفتار رہے اور جس سیاسی ابتلا اور کشمکش میں سے مسلمان قوم گذر رہی ہے اس کے واقعات کما حقہٗ اُن تک اور اُنکے دوسرے مسلمان ساتھیوں تک نہیں پہنچے۔ اس لیے میں بطور اتمام حجت ان واقعات کو نہایت ہی مختصر طور پر ان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔"

"تحریک خلافت کے ایام میں مسلمانوں نے کانگریس کا پورا پورا ساتھ دیا اور ہمارے صفِ اوّل کے سیاسی قائدین اور عوام کی ایک کثیر جماعت کو مالی اور جانی قربانیاں دینی پڑیں لیکن نہرو رپورٹ کی اشاعت کے وقت مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں اور رئیس الاحرار مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مولانا شوکت علی۔ مولانا حسرت موہانی، چوہدری خلیق الزماں وغیرہ۔ بزرگوں کو ہندو سیاسی بازی گری کا ادراک ہوا۔ نہرو رپورٹ کی غایت یہ تھی کہ مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کا خاتمہ کر دیا جائے اور وہ ہندو مذہب کا ایک فرقہ اور ہندو قومیت

Marfat.com

کا ایک قبیلہ بن کر رہ جائیں اس وقت سے لے کر آج تک ہندوؤں کی یہی کوشش رہی ہے کہ اسلامی سیاست میں فکری اور عملی پیچیدگیاں پیدا کر کے ہمارے قومی وجود کو مٹا دیا جائے۔ ہم بھی آزادی چاہتے ہیں اور ہمیں بھی استقلال اور اقتدار کی تمنا ہے۔ لیکن ہم آزادی اور استقلال محض ہندو قوم کے لیے ہی نہیں بلکہ مسلمان قوم کے لیے بھی چاہتے ہیں۔"

"مسٹر گاندھی ہمارے قومی وجود کو ختم کرنے کے لیے متعدد بار انگریزوں سے ساز باز کر چکے ہیں۔ اور اس ساز باز کی تہہ میں ہمیشہ یہ کوشش کارفرما رہی ہے کہ مسلمانوں کو نظر انداز کر کے انگریز کی وساطت سے ایک ایسی مرکزی حکومت قائم ہو جائے جس میں ہندو اکثریت ۷۵ فیصدی نیابت کے ذریعے ازلی ابدی طور پر ہندوستان پر مسلط ہو جائے ہمارے قائد نے کبھی بھی اب تک اس قسم کی کوشش نہیں کی جس سے ہندوؤں کے قومی وجود کو نقصان پہنچے۔ ان ہی حالات میں ہمارا مطالبہ تقسیم ہند معرض وجود میں آیا اور اب ہم بحیثیت ایک قوم اس پر جمع ہو چکے ہیں کہ مسلمانوں کے آبائی وطن میں بھی ایک علیحدہ فیڈریشن کا قیام ہو۔"

ذرا آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

"مرکزی اسمبلی میں اکتیس مسلم نشستوں میں مسلم لیگ نے اکھنڈی یا پاکھنڈی مسلمانوں کو منہ توڑ شکستیں دیں۔ مسلم عوام نے برلاؤں اور ٹاٹاؤں کی قارونی دولت سے اپنے ضمیر کو بیچنا گوارا نہ کیا۔ حالانکہ یہ دولت سنگ ریزوں کی طرح یو۔پی کے دیہات اور قصبات میں بکھیری گئی اور ہندو کے

Marfat.com

اخباروں نے اعلانیہ مشورے دیئے کہ مسلمان تجارتی جنس ہیں۔ اس لیے دس کروڑ روپیہ دیوبند کے حسین احمدی مولویوں اور احراریوں وغیرہ کے سپرد کیا جائے تاکہ یہ مختلف بازاری نرخوں سے مسلمان عوام کو خرید لیں۔ لیکن چند سیاہ دل افراد کو چھوڑ کر مسلمان قوم کے عوام نے رشوت لینے سے انکار کر دیا اور اپنا قومی ضمیر فروخت نہ کیا ؎

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ
ترخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

پنجاب کے اندر اسی قارونی دولت سے موجودہ صوبی انتخابات میں مسلمانوں کو خریدنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور ہندو کانگریس اس حد تک پستی کا مظاہرہ کر چکی ہے کہ کانگریسی راشٹر پتی آزاد نے مقامی صوبائی (پرانتھ پتی) ڈاؤد کو ہدایت جاری کر دی ہے۔ کہ وہ یہاں کی خالص سرکار پرست ٹوری یونی پارٹی کی بھی انتخابات میں مواقفت کرے۔ حالانکہ اس پارٹی کو پنڈت نہرو انگریزی امپیریلزم کا عکس قرار دے چکے ہیں اور کل کانگریس کے صدر صاحب بھی اس پارٹی سے ہاتھ ملانے کے لیے تیار نہیں تھے۔"

۶ جنوری ۱۹۴۶ء نوائے وقت

از قلم ظہور اختر خان متعلم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

نوٹ :- دراصل راجہ حسن اختر صاحب

Marfat.com

"مولانا ابوالکلام تمام تر ہندوؤں کے قبضے میں ہیں اور اُن کی صدارت صرف نمائشی ہے وہ مسلمانوں کو چھوڑ چکے ہیں، مسلمان بھی کلی طور پر اُن سے مجتنب رہیں"۔

"مَیں ان کی جگہ ہوتا تو کانگریس کو چھوڑ کر جناح کے ساتھ مسلمانوں کی آواز میں آواز ملاتا"۔

حضرت مولانا ابراہیم سیالکوٹی امیر جماعت اہلحدیث کا بیان قرآن وسنت کی روشنی میں :-

کلکتہ (ڈاک سے) جمعیۃ علماء اسلام کلکتہ و کلکتہ مسلم لیگ کے دعوت نامے کے جواب میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی امیر جماعت اہلحدیث سیالکوٹ نے جو مولانا ابوالکلام آزاد کے پرانے دوست ہیں۔ مندرجہ ذیل بیان ارسال فرمایا ہے اور ہدایت فرمائی ہے کہ اخبارات میں شائع کر دیا جائے۔

اقتباس ملاحظہ ہو:-

آزاد صاحب گاندھی پرستی کی وجہ سے چوک گئے

لیکن خدا جانے ہمارے اس قسم کے علماء پر خدا کا کیسا غضب وارد ہے کہ قرآن وحدیث کی تصریحات کو نظر انداز کر دینے سے عام عقل و فراست بھی جاتی رہی۔ مَیں عاجز اگرچہ ایک گوشہ نشین درویش ہوں لیکن خدا کے فضل سے چونکہ قرآن حدیث کی تصریحات میری نظر کے سامنے ہیں۔ استنباطات سے امداد کی ضرورت تو پڑے جب نصوص موجود نہ ہوں، اس لیے

Marfat.com

اگر میں مولانا کی پوزیشن میں ہوتا، تو جب شملہ میں کام بگڑتے دیکھا تھا اوّل تو بحکم صدارت ہندو قوم کو سمجھاتا کہ دیکھو اگر آپ مسلمانوں کا انتخاب مسلمانوں ہی کے لیے رہنے دیں تو آپ کو بھی کچھ مل جائے گا! اگر وہ مان جاتے تو بہتر ہوتا۔ ورنہ میں فوراً عہدہ صدارت سے شکریہ کے ساتھ سبکدوش ہو جاتا اور مسٹر جناح کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کی آواز میں آواز ملا دیتا۔ اس میں بھی ہندو محروم نہ رہتے کیونکہ ان کو بھی وہی کچھ ملتا جو ہم کو ملتا لیکن مولانا صاحب گاندھی پرستی کی وجہ سے چوک گئے۔ جس سے ہر دو قوموں کا نقصان ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔" (نوائے وقت ۲۳ اگست ۱۹۴۵ء)

"نئے آئین میں مذہبی اعتقادات کو اہمیت نہ دی جائے"

ترجمان القرآن آزاد کا وائسرائے کو مشورہ

شملہ ۱۴ جولائی ۱۹۴۵ء۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے آج ایک پریس کانفرنس میں ویول سکیم کے ضمن میں کانگریس کی اختیار کردہ پوزیشن کی وضاحت کی۔ انھوں نے کہا کہ جس صورت سے کانفرنس کا آج خاتمہ ہوا ہے وہ دنیا کے سامنے ہے۔ دنیا کی رائے عامہ یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ کانفرنس کی ناکامی کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ جہاں تک کانگریس کا تعلق ہے وہ اس چیز کو واضح کر چکی ہے۔ کہ کانگریس انتظام حکومت کی تمام ذمہ داریوں کو قبول کرنے پر آمادہ ہے۔ کانگریس یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ ملک کی ترقی کو روکنے کے لیے کسی پارٹی کو ویٹو اختیارات حاصل ہو جاتے۔ کانگریس ایک قومی

Marfat.com

جماعت ہے وہ کسی ایسے نظام حکومت میں حصہ دار بننے کو تیار نہیں۔ خواہ وہ عارضی ہی کیوں نہ ہو جو اس کے مشن کو ریگریٹ پر اثر ڈال سکے۔ مولانا آزاد نے بتایا کہ انھوں نے وائسرائے سے ان امور کی وضاحت چاہی تھی۔

۱۔ خارجی امور کے متعلق جو محکمہ قائم کیا جائے گا۔ اس کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہوں گی۔

۲۔ ہندوستانی فوج کو قومی رنگ دینے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

۳۔ اس جنگ کے بعد ہندوستانی حکومت کسی ایسی پالیسی کی ہمنوا نہیں ہوگی جس کا مقصد جنوب مشرقی ایشیا کے کسی ملک پر شاہی اقتدار کو بحال رکھنا ہو۔

۴۔ ریاستی عوام شہزادگان اور قومی حکومت کے ابراکین کے درمیان جو خلیج حائل ہے اسے رفع کیا جائے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کی یکساں نمائندگی کے سوال پر مولانا آزاد نے کہا کہ انھوں نے لارڈ ویول کو یہ بتا دیا تھا کہ نئی حکومت کے آئین میں مختلف پارٹیوں کے سیاسی نظریات کو بطور معیار پیش نظر رکھا جائے اور اس ضمن میں مذہبی اعتقاد کو سامنے نہ رکھا جائے۔ آخر میں مولانا آزاد نے کہا کہ میں اب بھی مایوس نہیں۔ ہماری جدوجہد کی اساس ہی امید پر قائم ہے۔ ہماری امیدوں کا انحصار عارضی اسکیموں پر نہیں۔ آخر میں مولانا نے کہا کہ مسلم لیگ کا رویہ ہی کانفرنس کی ناکامی کا باعث بنا۔

(نوائے وقت ۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء)

Marfat.com

نیشنلسٹ مسلمانوں کی بے وقعتی

اداریہ ۵ر جون ۱۹۴۵ء

مسلمان نیشنلسٹوں کا اخبار "اجمل" بمبئی نیشنلسٹ مسلمانوں کی بے آبروئی اور وقار رفتگی پر رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

"مسلم لیگ بے عمل جماعت ہے اس نے مسلمانوں کی کوئی عملی خدمت بھی نہیں کی ہے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود وہ اسلامی سیاست پر چھائی ہوئی ہے اس کے برعکس قوم پرور مسلمان جن میں جذبہ عمل بھی ہے۔ اور ذوق قربانی بھی، جن کا ماضی بھی درخشاں ہے اور جن کی روایات بھی شاندار ان کا حال یہ ہے۔ کہ وہ اسلامی ہند کی زمام نیابت سنبھالنے میں ناکام ہیں اور عامۃ المسلمین میں ان کا اثر و رسوخ زائل ہوتا چلا جا رہا ہے سوال یہ ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟"

اس کے بعد معاصر نے خود ہی مسلم نیشنلسٹوں کی خامیاں گنوانی شروع کر دی ہیں۔ چونکہ نیشنلسٹ مسلمانوں کا مرکز لے دے کر آجکل مسلم مجلس ہی رہ گئی ہے۔ اس لیے "اجمل" نے بھی مسلم مجلس کو ہی اپنی تنقید کے لیے چنا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مسلم مجلس دو سال سے کوشش کر رہی ہے کہ اسے مسلم سیاسیات میں وقار حاصل ہو جائے۔ مگر اسے کامیابی نہیں ہوتی "اجمل" کے خیال میں اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مسلم مجلس کو اچھے فعال اور پرجوش اور باعمل کارکنان نصیب

Marfat.com

نہیں ہیں۔ اس کے موجودہ قائدین تھکے ہوئے اور بالکل درماندہ ہیں۔ ان کا جوش عمل سرد پڑ چکا ہے۔ ان کی آواز میں وہ اعتماد وہ طاقت اور وہ مردانہ ہمت نہیں۔ جھلکتی جو ایک زندہ ادارے کے زندہ قائدین میں خصوصی طور پر موجود ہوتی ہے۔ ان کے بیانات اور اعلانات میں ایک بجھی ہوئی آگ کی سی کیفیت پائی جاتی ہے۔"

مگر یہی وجہ سب سے بڑی وجہ نہیں سب سے بڑی وجہ یہ ہے مجلس کے سامنے کوئی واضح اور متعین نصب العین اور اس نصب العین کے حصول کا کوئی غیر مبہم نظام عمل نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے قائدین کی آواز مسلمانوں پر وہ اثر نہیں کرتی جو ہونا چاہیئے وہ نہیں جانتے کہ ان کی منزل کہاں ہے اور اس منزل تک پہنچنے کے لیے ان کو کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیئے؟

وہ آزادی اور اتحاد کے نعرے تو لگاتے ہیں۔ لیکن ان کا دل ہر منزل پر لرز اٹھتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ خود نیشنلسٹ مسلمانوں کے ترجمان کو اس کا احساس ہوا۔ کہ مسلمان ان کی بات نہیں سنتے اور انھیں مسلم سیاست میں کوئی وقار حاصل نہیں لیکن اس سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ "اجمل" کو اس کا احساس ہے کہ نیشنلسٹ مسلمانوں کے سامنے کوئی واضح اور متعین نصب العین نہیں مسلمانوں کا نصب العین تو اب مسلم اکثریت کے علاقوں میں آزاد مسلم ریاستوں کا قیام ہے اور لیگی و غیر لیگی سبھی مسلمان اس نصب العین پر قریب قریب متفق

Marfat.com

ہیں۔ نیشنلسٹ اور کانگریسی مسلمان بھی اس نصب العین کی مخالفت کی جرأت نہیں رکھتے۔ کیونکہ انہیں اس کا احساس ہے کہ جزئیات و تفاصیل کے متعلق مسلمانوں میں بیسیوں اختلافات ہو سکتے ہیں۔ مگر جہاں تک اصول کا تعلق ہے عام مسلمان خواہ وہ کسی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں کسی نہ کسی صورت میں پاکستان کے نصب العین کو اپنا قومی نصب العین مانتے ہیں۔

نیشنلسٹ مسلمانوں کی بڑی غلطی یہی ہے کہ وہ اپنی قوم کی آرزوؤں اور تمناؤں کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں۔ اور کانگریس اور مسٹر گاندھی کی خوشنودیٔ مزاج کی خاطر مسلمانوں کے اس نصب العین کی حمایت نہیں کرتے اس کے برعکس ان کے سامنے کوئی متبادل نصب العین نہیں ظاہر ہے کہ کوئی جماعت جس کے سامنے کوئی نصب العین نہ ہو۔ اور وہ یہ سمجھے کہ وہ اپنی تہی مائیگی کے باوجود محض مسلم لیگ کی مخالفت کرنے اور کانگریس کی ہاں میں ہاں ملانے سے زندہ رہ سکتی ہے تو اس کی بڑی بھول ہے"۔

مسلم مجلس کی کس میپرسی

مسلم مجلس کے بے "پیر قائدین" نے پنجاب پر بھی دھاوا بولا تھا۔ مگر معلوم ہوا ہے کہ انہیں اپنی اس یلغار میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور کس میپرسی کا یہ عالم ہے کہ مسلم مجلس کو عہدیدار نہیں ملتے!

کاش مسلم مجلس کے صدر خواجہ عبدالمجید صاحب اور

Marfat.com

ان کے تو قلموں سیکرٹری خان بہادر جان محمدؐ صاحب اسی سے عبرت پکڑیں اور مسلمانوں میں تفریق و انتشار پیدا کرنے کی کوششوں سے باز آئیں۔ مسلم مجلس کو مسلمان منہ لگاتے ہیں نہ ہندو حتیٰ کہ گاندھی جی نے بھی خواجہ صاحب کی بار بار قدم بوسی کے باوجود ان کی جماعت کو پرکاہ کے برابر وقعت نہیں دی۔ اس لیے کہ وہ مسلمان کانگریسیوں کو آجکل یہ ہدایت کر رہے ہیں۔ کہ اگر وہ قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ تو کسی ایسی جماعت میں شامل نہ ہوں۔ جو فرقہ وارانہ ہو یعنی جس کے ساتھ مسلم یا مسلمان کا لیبل لگا ہوا ہو۔ مصلحت چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ خواجہ صاحب کی مجلس بھی اس گناہ کی مرتکب ہے۔ اس لیے ان کی مسلم لیگ کے خلاف بے سروپا بیان بازیاں بھی انھیں مسٹر گاندھی کی نظروں میں سربلند نہیں کر سکیں اور انہوں نے مسلم مجلس کی جو توقیر ہے اس کا اندازہ پنجاب کے اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ صدارت موجود ہے۔ لیکن صدر نہیں ملتا۔" (زمانے وقت ۹ فروری ۱۹۴۵ء)

نیشنلسٹ مسلمانوں کے باب میں ہم نے تہیہ و ارادہ کیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مواد حضور ملت نذر کیا جائے۔ کانگریس کا "متحدہ قومیت" کا نعرہ بھی اکبر کے "دین الٰہی" کا بدلا ہوا لبادہ تھا اگر اس دور میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس کافرانہ نعرے کی مخالفت کی تو اس دور میں اقبالؒ و جناحؒ اور ان کے ہمنواؤں نے اس طلسم و فسوں کا پردہ چاک کیا۔ اگر اس دور میں اکبر کو ابوالفضل و فیضی ملے۔ تو گاندھی کو اس دور کے "امام النہاء" اور "شیخ المحدثین"

Marfat.com

اور "امیر شریعت" اس دور کے متعلق "پاکستان اور عرب" کا مصنف رقمطراز ہے :۔

"حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اکبر اور جہانگیر کی ان ارتداد آمیز سرگرمیوں کو روکنے کے لیے زبردست جدوجہد کی اور متحدہ قومیت کی تھیوری کے مقابلہ میں اعلائے کلمۃ الحق کیا اور کہا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں ان کا اپنا مذہب اپنی شریعت اپنی کتاب اپنی تہذیب اور تمدن ہیں جو کفار سے قطعاً مختلف ہیں۔ چنانچہ آپ نے قرآن کریم کی اس آیہ کریمہ کو پیش کیا :۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۝ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ ۝

"اے ایمان والو اگر تم کفار کی اطاعت کرو گے تو وہ تم کو کافر بنا دیں گے اور تم بڑے نقصان میں پڑ جاؤ گے دیکھو اللہ تمہارا حاکم و مالک ہے اور سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے"

اور مسلمانوں کو متحدہ قومیت اختیار کرنے سے روکا اور دین الٰہی قبول کر کے مرتد ہونے سے بچنے کو کہا۔ حکومت اس مخالفت کو کب برداشت کر سکتی تھی۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کو گرفتار کر کے گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا لیکن آپ کے اس جہاد کا یہ فوری اثر ہوا کہ لوگ دین الٰہی کے دجل سے باخبر اور ہوشیار ہو گئے اور ہندوؤں نے جو گہری سیاسی چال چلی تھی وہ ناکام ہو کر رہ گئی۔

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے لاہور کی سرزمین سے جو آواز ۱۵۶۴ء میں بلند کی تھی۔ پونے تین سو سال بعد وہی آواز لاہور کی سرزمین سے مسلمانانِ ہندوستان کے محبوب رہنما محمد علی جناح نے بلند کی اور گاندھی ازم کی شکل میں "دین الٰہی" کی مُردہ تحریک نے جو جنم لیا تھا اس کے خلاف مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع ہونے کی دعوت دی اور ان لوگوں کو جو ابوالفضل کی پیروی میں کانگریس کے ساتھ مل کر متحدہ قومیت کا راگ الاپ رہے تھے للکارا کہ ظالمو قرآنِ پاک کی تعلیم پاک کو چھوڑ کر دوسروں میں جذب نہ ہو جاؤ۔ قوم سے بغاوت کر رہے ہو۔ لیکن خُدا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اطہر و مقدس سے بغاوت کر کے جہنم کے ایندھن نہ بنو۔ مسلمانوں کو گمراہی اور تباہی کے راستہ پر نہ ڈالو۔ اور دیکھو کہ خُداوند عالم کا پاک کلام پکار پکار کر تمہیں کدھر بُلا رہا ہے۔

هٰاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ۔

"تعجب ہے کہ تم کافروں کے دوست بن رہے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دوست نہیں"

لیکن تعجب کا مقام ہے کہ وہ اس صریحی حکم کے باوجود اپنی ذاتی اغراض اور مفادات کے ماتحت ملت فروشی کر رہے ہیں ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو اپنے آپ کو سفیرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث سمجھتے ہیں۔ قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے ارشادات سے بخوبی واقف ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ملّت اسلامیہ سے کٹ کر دوسروں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور امّت مرحوم کے مفاد عظیم کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور اسلام کے دشمنوں کے ساتھ مل کر برابر یہ کہے چلے جا رہے ہیں کہ ہندوستان میں صرف ایک ہی قوم آباد ہے اور وہ قوم ہے ہندوستانیوں کی۔ ان میں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد ایسے فاضل بھی موجود ہیں۔ ان میں مفسّر قرآن حکیم اور علم بردار شریعت بھی ہیں۔ شریعت اور تعلیمات قرآن حکیم سے واقف ہونے کے باوجود وہ مذہب سے بغاوت کر رہے ہیں۔ اُن کی یہ بغاوت ملّت اسلامیہ کے خلاف نہیں بلکہ خدا اور رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف بغاوت ہے۔ خدا اور رسولؐ کا باغی مسلمانوں میں سے نہیں بلکہ وہ کفّار کی صفوں سے اُٹھایا جائے گا۔"

صفحہ ۱۹ تا ۲۱ عربا ور پاکستان
مصنّفہ محمّد اشرف عطا
مدیر معاون "زمیندار"

ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"کس قدر مقام حیرت ہے۔ کہ مسلمانوں کے جس طبقہ سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تنظیم ملّت کی توقع کی جا سکتی تھی ان میں سے چند کانگریسی علماء آج یا تو دیوبند کی شاطرانہ چالوں میں آکر دانستہ طور پر تخریب ملّت کا کام انجام دے رہے ہیں یا محض اپنے ذاتی مفاد کے تحفّظ

Marfat.com

اور لیگ دشمنی کی بنا پر پوری قوم کو دیدہ و دانستہ قعرِ ذلت میں گرا دینے پر کمر بستہ ہو گئے ہیں ورنہ کلام اللہ۔ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسوۂ حسنہ اور اقوال و اعمال صحابۂ کرام سے تجسّس و تلاش کے باوجود کوئی ایسی نظیر یا دلیل نہیں ملتی کہ ان خطرناک حالات میں مسلمان غیر مسلم بلکہ مشرکین کی جماعت میں شامل ہو کر بلا شرط و امواثیق اشتراک و تعاون کریں۔"

آگے جا کر رقمطراز ہیں :-

"قرآن مجید و فرقان الحمید میں اکثر مقامات پر حاکم الحاکمین نے کفار و مشرکین سے الگ رہنے اور اپنی جداگانہ تنظیم قائم کرنے کے لیے صریح احکامات صادر فرمائے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :-

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ - (سورۂ آل عمران)

"مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو مسلمان ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔"

عرب اور پاکستان
صفحہ ۲۲ و ۲۳

پھر ارشاد ہوتا ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۚ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ

Marfat.com

مَا تَمْحَقُّ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ
الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ط

هٰا نْتُمْ اُولَاءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ
وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا
اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ
مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ
تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا
وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اِنَّ
اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

"اے ایمان والو! ایمان والوں کے علاوہ کسی کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ غیر تمہارے تباہ کرنے میں کمی کرنے والے نہیں۔ تم جس قدر تکلیفوں میں پڑو ان کو اتنی ہی خوشی ہوتی ہے۔ ان کی باتوں سے عداوت ٹپکتی ہے اور جو کچھ وہ دل میں لیے ہوئے ہیں وہ بہت سخت ہے۔ ہم نے حقیقت کو تم پر ظاہر کر دیا ہے۔ اگر تم عقل سے کام لو تو سمجھ سکتے ہو۔"

"سنو! تم ایسے سیدھے سادھے لوگ ہو کہ تم اُن سے دوستی رکھتے ہو اور وہ تم سے مطلق بیر رکھتے ہوں اور وہ تم سے مطلق دوستی نہیں رکھتے تم خدا کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور وہ تمہارے قرآن کے منکر ہیں اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو مارے غصے کے تم پر اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔"

Marfat.com

"اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دو کہ اپنے غصہ میں جل مرو جو کپٹ ہماری طرف سے تمہارے دلوں میں ہے اللہ کو سب معلوم ہے"

"مسلمانو! اگر تم کو کوئی فائدہ پہنچے تو ان کو برا لگتا ہے اور اگر تم کو کوئی گزند پہنچے۔ تو اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم ان کی ایذاؤں پر صبر کرو اور انتقام میں زیادتی سے بچے رہو تو اطمینان رکھو کہ ان کے فریب سے تمہارا کچھ بھی نہیں بگڑے گا۔ کیونکہ جو کچھ بھی یہ کر رہے ہیں اس کا دخیہ اللہ کے احاطہ (قدرت) میں ہے"

کیا یہ حقیقت نہیں کہ کانگریس کی درپردہ سازشوں میں شریک ہو کر مسلمانوں کی ایک نمائندہ جماعت مسلم لیگ کے خلاف سرد مہری کی بازی لگا دینا ان آیات کریمہ کی صریح خلاف ورزی ہے۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ اس آیت بینہ کی پیش گوئی کے مطابق کانگریسی دور حکومت میں حکومت کے بل بوتے پر آئین و قوانین کے پرزے اور طاقت و آلات جارحانہ کے مظاہرہ اور استعمال سے مسلمانوں کی طاقتوں کو کمزور اور ان کی تہذیب و تمدن اور کلچر و معاشرت کو مٹانے کی منظم اسکیم کے ماتحت مسلمانوں پر مظالم کیے گئے"

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

"ہمارے کانگرسی مسلمان دوست قرآن مجید کے قطعی حکم کے باوجود ملت سے کٹ کر دشمنان اسلام کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم کی مخالف طاقتوں کے خفتہ کالم کا کام کر رہے ہیں۔ جب یہ حضرات اپنی تقریروں اور بیانوں میں خدمتِ اسلام کا نام لیتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ وہ کانگریس میں رہ کر اسلام

Marfat.com

کی بہترین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ تو فوراً ان کی خدمات بہار۔ بمبئی اور گڑھ مکتیسر کے خونی واقعات کی شکل میں ہر مسلمان کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہیں۔ اگر یہی خدمتِ اسلام ہے۔ تو پھر تخریب ملّت کسے کہتے ہیں۔

"اے ایمان والو اگر تم کفّار کی اطاعت کروگے تو وہ تم کو پھر کافر بنا دیں گے اور تم بڑے نقصان میں پڑ جاؤ گے۔ دیکھو اللہ تعالےٰ تمہارا حاکم و مالک ہے اور سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔"

کیا ان آیات بیّنات میں غیر مسلموں کی اس ذہنیت۔ دلی خواہشات اور ارادوں کی طرف اشارہ نہیں پایا جاتا جس کا کانگریس کے پلیٹ فارم سے اکثر و بیشتر اظہار کیا جاتا رہا ہے۔ کیا یہ خطرناک صورتیں مسلمانوں کے لیے نقصان عظیم کا باعث نہیں ہیں۔ اگر نہیں تو پھر اس خدائے برتر و توانا کو حاکم علی الاطلاق کو مانتے ہوئے منظم ہو کر اس کی امداد کی توقع کیوں نہیں کی جاتی؟

وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً۔

کافر تو یہی چاہتے ہیں۔ کہ تم بھی کافر ہو جاؤ۔ اسی طرح جیسے کہ وہ خود ہیں۔"

کیا متحدہ قومیّت اور اکھنڈ ہندوستان کی تشکیل میں برادرانِ وطن کا یہی مذہبی کام نہیں کر رہا۔ کہ اکثریت کی حکومت کے اقتدار سے مسلمانوں پر ہندو تہذیب تمدّن

Marfat.com

ٹھونسا جائے اور کیا اس کا مظاہرہ ہو رہا نہیں ہو چکا"۔
ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

"اگر راشٹر پتی آزاد۔ شری یت مدنی اور سرحدی گاندھی اس وقت کے انتظار میں ہیں۔ کہ جب مسلمانانِ ہندوستان کے لیے سرزمین ہندوستان کربلا بن جائے گی اور مسلمانوں کو مجبور کر دیا جائے گا۔ کہ وہ اچھوتوں کی سی زندگی بسر کریں تو یہ بہتر ہے۔ کہ وہ دوسروں کے ہاتھوں سے ملت کی یہ تذلیل کرانے کے بجائے خود ہی ملت کو ٹھکانے لگا دیں"۔ (عرب اور پاکستان صفحہ ۲۷ تا ۲۸)

جناب محمد اشرف خاں عطا صفحہ ۳۰ و ۳۱ پر رقمطراز ہیں :۔

"ہمارے حریف ہماری تمناؤں کے ڈھیر پر اپنے ذہنی تصورات کی دنیا بسانے کے لیے اس وقت بے دریغ دولت لٹا رہے ہیں۔ مگر جل شانہٗ کی بشارت کے مطابق انشاء اللہ العزیز ان کو منہ کی کھانا پڑے گی۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ "

"کفار اپنا مال و دولت خرچ کر کے لوگوں کو خدا کے راستہ سے ہٹاتے ہیں اور ہٹائیں گے۔ اور وہ ابھی اور خرچ کریں گے۔ پھر آخر ان پر مایوسی چھا جائے گی اور وہ مغلوب ہو کر رہ جائیں گے"۔

ذرا آگے چل کر :۔

Marfat.com

"مگر اُن بزرگوں اور دوستوں سے جو اپنی وضع کی پابندی۔ خوش عقیدگی۔ سادہ لوحی کی بنا پر اب بھی ہندو کانگریس کے ساتھ مل کر نادانستہ طور پر انتشار ملّت کا کام انجام دے رہے ہیں۔ ان سے استدعا ہے کہ ان یا ان جیسی اور بیسیوں آیات بینات اور گزشتہ تکلیف دہ واقعات و تجربات کی روشنی میں اب بھی اپنے سفر کا رُخ اکھنڈ ہندوستان سے پاکستان کی طرف پھیر لیں"

پھر صفحہ ۳۹ پر رقمطراز ہیں :-

"پاکستان کی مخالفت میں کانگریس۔ ہندو مہاسبھا اکالی اور انگریز ہی صف آرا نہیں بلکہ وہ لوگ جنھیں مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور جو اپنے آپ کو آزادی کا علمبردار اور مذہب کا ٹھیکیدار تصور کرتے ہیں۔ لیکن ملّت سے کٹ کر اغیار کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور اپنی دنیوی اغراض کے ماتحت مسلمانوں کی اجتماعیت اور مرکزیت کو پراگندہ کرنے میں کانگریس کے اشارے پر ڈیڑھ چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اس گروہ میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد مدنی ایسی عظیم المرتبت ہستیاں بھی شامل ہیں"

قوم پرست مسلم لیڈروں کی لکھنؤ کانفرنس کے متعلق علّامہ اقبالؒ کا وہ بیان جو ۸ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو شائع ہوا :-

"جمعہ کے روز میں شملہ سے لاہور واپس آیا تو شیخ عبدالمجید سندھی صدر خلافت کانفرنس کا ایک تار ملا جس میں شیخ صاحب نے ہندوؤں سے سمجھوتہ کرنے کے لیے مسلمان

Marfat.com

لیڈروں کی ایک کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز کے متعلق میری رائے دریافت کی تھی۔

میں نے بذریعہ تار شیخ صاحب کو جواب دیا۔ کہ جب تک ہندوؤں کی طرف سے ہمارے سامنے چند ٹھوس اور واضح تجاویز نہ ہوں اس قسم کی کانفرنس منعقد کرنا نامناسب بلکہ بے معنی ہوگا۔

اسی شام مجھے شیخ صاحب کا ایک اور تار بدیں مضمون ملا کہ میرا تار دیر سے پہنچا اور مسلم لیڈروں کی ایک غیر رسمی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ انھوں نے مجھے اس کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی جواباً میں نے اُن سے اپنے فیصلے پر دوبارہ غور کرنے کی درخواست کی۔ کیونکہ میرے خیال میں یہ کانفرنس بے موقع اور خلاف مصلحت تھی۔ میں نے کانفرنس میں شرکت سے اپنی مجبوری کا اظہار کر دیا۔

اُس وقت سے اب تک میرے پاس کئی مقامات سے تار موصول ہو چکے ہیں کہ ایک خاص جلسہ کر کے آل انڈیا مسلم کانفرنس کی پوزیشن کی دوبارہ وضاحت کرنی چاہیئے اور لیگی والی چالوں کا توڑ کیا جاوے۔ ان حالات کے پیش نظر مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ میں مجوزہ لکھنؤ کانفرنس سے مسلمانوں کے شدید اختلافات واضح کر دوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب تک ہندو لیڈروں کی طرف سے ہمارے سامنے کوئی واضح تجاویز پیش نہ کی جاویں اس کانفرنس میں بحث کس چیز پر کی جائے گی۔

Marfat.com

مسلمانانِ ہند نے ہمیشہ دوسری قوموں سے سمجھوتہ کرنے کے لیے اپنی آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ لیکن جو طریقہ اس وقت اختیار کیا جا رہا ہے اس کا مطلب ہندوؤں سے سمجھوتہ نہیں بلکہ ملّتِ اسلامیہ میں جس کو ہم بڑی مشکل سے منظم کر سکے ہیں۔ پھوٹ ڈالنا ہے۔"

حرف اقبالؒ مؤلفہ لطیف احمد شیروانی ایم۔ اے
(صفحہ ۱۸۹ و ۱۹۰)

اسلام اور قومیت پر مولانا حسین احمد کے بیان کا جواب جو روزنامہ "احسان" لاہور میں ۹ مارچ ۱۹۳۸ء کو شائع ہوا

میں نے اپنے شعر ؎

سرود بر سرِ منبر کہ ملّت از وطن است
چہ بے خبر ز مقامِ محمدؐ عربی است

میں لفظ "ملت" "قوم" کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عربی میں یہ لفظ اور بالخصوص قرآن مجید میں شرع اور دین کے معنوں میں استعمال ہوا ہے لیکن حال کی عربی۔ فارسی اور ترکی زبان میں بکثرت سندات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ "ملّت" "قوم" کے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ میں نے اپنی تحریر میں بالعموم "ملّت" بمعنی "قوم" ہی استعمال کیا ہے۔ لیکن چونکہ لفظ ملّت کے معنی زیر بحث مسائل پر چنداں مؤثر نہیں ہیں اس لیے میں اس بحث میں پڑے بغیر ہی تسلیم کرتا ہوں کہ مولانا حسین احمد کا ارشاد یہی تھا۔ کہ اقوام اوطان سے بنتی ہیں۔ مجھ کو حقیقت

Marfat.com

یں مولانا کے اس ارشاد پر بھی اعتراض نہیں۔ اعتراض
کی گنجائش اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ کہا جائے
کہ زمانہ حال میں اقوام کی تشکیل اوطان سے ہوتی ہے اور
ہندی مسلمانوں کو مشورہ دیا جائے کہ وہ اس نظریہ کو اختیار
کریں ایسے مشورہ سے "قومیت" کا جدید فرنگی نظریہ ہمارے سامنے
آتا ہے جس کا ایک اہم پہلو وہی ہے جس کی تنقید ایک مسلمان
کے لیے از بس ضروری ہے۔ افسوس ہے کہ میرے اعتراض
سے مولانا کو یہ شبہ ہوا کہ مجھے کسی سیاسی جماعت کا پروپیگنڈہ
مقصود ہے۔ حاشا وکلا میں نظریۂ وطنیت کی تردید اس زمانے
سے کر رہا ہوں جبکہ دنیائے اسلام اور ہندوستان میں اس
نظریہ کا کچھ ایسا چرچا بھی نہ تھا مجھ کو یورپین مصنفوں کی تحریروں
سے ابتدا ہی سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی تھی کہ یورپ
کی ملوکانہ اغراض اس امر کی متقاضی ہیں کہ اسلام کی وحدت
دینی کو پارہ پارہ کرنے کے لیے اس سے بہتر اور کوئی حربہ
نہیں کہ اسلامی ممالک میں فرنگی نظریۂ وطنیت کی اشاعت
کی جائے۔ چنانچہ ان لوگوں کی یہ تدبیر جنگ عظیم میں کامیاب
بھی ہو گئی اور اس کی انتہا یہ ہے کہ ہندوستان میں اب
مسلمانوں کے بعض دینی پیشوا بھی اس کے حامی نظر آتے ہیں
زمانے کا الٹ پھیر بھی عجیب ہے ایک وقت تھا کہ نیم مغرب
زدہ پڑھے لکھے مسلمان تفریح میں گرفتار تھے اب علماء اس
لعنت میں گرفتار ہیں۔ شاید یورپ کے جدید نظریے ان کے
لیے جاذب نظر ہیں مگر افسوس ؎

تو نہ گردد کعبہ را رخت حیات گر زا فرنگ آید بش لات و منات

Marfat.com

میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ مولانا کا یہ ارشاد کہ "اقوام وطن سے بنتی ہیں"۔ قابل اعتراض نہیں اس لیے کہ قدیم الایام سے "اقوام" "اوطان" کی طرف اور "اوطان" "اقوام" کی طرف منسوب ہوتے چلے آئے ہیں۔ ہم سب ہندی ہیں اور ہندی کہلاتے ہیں۔ ہم کرۂ ارضی کے اس حصّہ میں بود و باش رکھتے ہیں۔ جو ہند کے نام سے موسوم ہے۔ علی ہذا القیاس چینی، عربی، جاپانی، ایرانی وغیرہ وطن کا لفظ جو اس قول میں مستعمل ہوا ہے۔ محض ایک جغرافیائی اصطلاح ہے اور اس حیثیت سے اسلام سے متصادم نہیں ہوتا۔ اس کے حدود آج کچھ ہیں اور کل کچھ۔ کل تک اہل برما ہندوستانی تھے اور آج برمی ہیں۔ ان معنوں میں ہر انسان فطری طور سے اپنے جنم بھوم سے محبّت رکھتا ہے اور بقدر اپنی بساط کے اس کے لیے قربانی کرنے کو تیار رہتا ہے۔ بعض نادان لوگ اس کی تائید میں "حبّ الوطن من الایمان" کا منقولہ حدیث سمجھ کر پیش کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وطن کی محبّت انسان کا ایک فطری جذبہ ہے۔ جس کی پرورش کے لیے اثرات کی کچھ ضرورت نہیں مگر زمانہ حال کے سیاسی لٹریچر میں "وطن" کا مفہوم محض جغرافیائی نہیں بلکہ وطن ایک اصول ہے۔ ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا ایک قانون ہے۔ اس لیے جب لفظ "وطن" کو ایک سیاسی تصوّر کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اسلام کے متصادم ہو رہا ہے۔ مولانا حسین احمد صاحب سے بہتر اس بات کو کون جانتا ہے کہ اسلام ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کے اصول کی حیثیت میں کوئی لچک اپنے اندر

Marfat.com

نہیں رکھتا - اور ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کے کسی اور آئین سے کسی قسم کا راضی نامہ یا سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں بلکہ اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ ہر دستور العمل جو غیر اسلامی ہو - نامعقول و مردود ہے - اس کلیہ سے بعض سیاسی مباحث پیدا ہوتے ہیں جن کا ہندوستان سے خاص تعلق ہے - مثلاً یہ کہ کیا مسلمان اور قوموں کے ساتھ مل کر نہیں رہ سکتے یا ہندوستان کی مختلف قومیں یا ملتیں ملکی اغراض کے لیے متحد نہیں ہو سکتیں وغیرہ وغیرہ لیکن چونکہ میرا مقصد اس وقت صرف مولانا حسین احمد صاحب کے قول کے ذہنی پہلو کی تنقید ہے - اس لیے میں ان مباحث کو نظر انداز کرنے پر مجبور رہا -

اسلام کے مذکورہ بالا دعویٰ پر عقلی دلائل کے علاوہ تجربہ بھی شاہد ہے - اوّل یہ اگر عالم بشریت کا مقصد اقوام انسانی کا امن - سلامتی اور ان کی موجودہ اجتماعی ہیئتوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام قرار دیا جائے تو سوائے نظام اسلامی کے کوئی اور اجتماعی نظام ذہن میں نہیں آسکتا کیونکہ جو کچھ قرآن سے میری سمجھ میں آیا ہے اس کی رو سے اسلام محض انسان کی اخلاقی اصلاح ہی کا داعی نہیں بلکہ عالم بشریت کی اجتماعی زندگی میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب بھی چاہتا ہے - جو اس کے قومی اور نسلی نقطۂ نگاہ کو یکسر بدل کر اس میں خالص انسانی ضمیر کی تخلیق کرے تاریخ ادیان اس بات کی شاہد عادل ہے کہ قدیم زمانہ میں "دین" قومی تھا جیسے مصریوں یونانیوں اور ہندیوں کا بعد میں نسلی قرار دیا گیا جیسے یہودیوں کا - مسیحیت نے یہ تعلیم دی کہ "دین" انفرادی

Marfat.com

اور پرائیویٹ ہے۔ اس واسطے انسانوں کی اجتماعی زندگی کی ضامن صرف "سٹیٹ" ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے نہ نسلی ہے نہ انفرادی اور پرائیویٹ بلکہ خالصتہً انسانی ہے اور اس کا مقصد باوجود تمام فطری امتیازات کے عالم بشریت کو متحد و منظم کرنا ہے۔ ایسا دستور العمل قوم اور نسل پر مبنی نہیں کہا جا سکتا نہ اس کو پرائیویٹ کہہ سکتے ہیں بلکہ اس کو صرف معتقدات پر ہی مبنی کہا جا سکتا ہے صرف یہی ایک طریق ہے جس سے عالم انسانی کی جذباتی زندگی اور اس کے افکار میں یک جہتی اور ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے جو ایک اُمّت کی تشکیل اور اس کی بقا کے لیے ضروری ہے۔ کیا خوب کہا ہے مولانا رومی نے

ہم دلی از ہم زبانی بہتر است

اس سے علیحدہ رہ کر جو اور راہ اختیار کی جائے۔ وہ راہ لادینی کی ہوگی اور شرفِ انسانی کے خلاف ہوگی۔ چنانچہ یورپ کا تجربہ دنیا کے سامنے ہے۔ جب یورپ کی دینی وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور یورپ کی اقوام علیحدہ علیحدہ ہو گئیں تو ان کو اس بات کی فکر پیدا ہوئی کہ قومی زندگی کی اساس کیا قرار پائے۔ ظاہر ہے کہ مسیحیت ایسی اساس نہ بن سکتی تھی۔ انھوں نے یہ اساس "وطن" کے تصور میں تلاش کی۔ کیا انجام ہوا اور ہو رہا ہے آج کے اس انتخاب کا؟ یورپ کی "اصلاح غیر سلیم عقلیت" کا دور اور "اصول دین کا" "سٹیٹ" کے اصولوں سے افتراق بلکہ جنگ یہ تمام قوتیں

Marfat.com

یورپ کو دھکیل کر کس طرف لے گئیں؟ لادینی، دہریت اور اقتصادی جنگوں کی طرف۔ کیا مولانا حسین احمد یہ چاہتے ہیں کہ ایشیا میں بھی اس تجربہ کا اعادہ ہو۔ مولوی صاحب زمانہ حال میں قوم کے لیے وطن کی اساس ضروری سمجھتے ہیں۔ بے شک زمانہ حال نے اس اساس کو ضروری سمجھا ہے۔ مگر صاف ظاہر ہے کہ یہ کافی نہیں بلکہ بہت سی اور قوتیں بھی ہیں۔ جو اس قسم کی تشکیل کے لیے ضروری ہیں۔ مثلاً دین کی طرف سے بے پروائی۔ سیاسی روزمرہ مسائل میں انہماک اور علیٰ ہذا القیاس اور دیگر مؤثرات جن کو مدبرین اپنے ذہن سے پیدا کریں۔ تاکہ ان ذرائع سے اس قوم میں یک جہتی اور ہم آہنگی پیدا ہو سکے مولوی صاحب اس بات کو نظر انداز کر جاتے ہیں کہ اگر ایسی قوم میں مختلف ادیان و ملل ہوں تو بھی رفتہ رفتہ وہ تمام ملتیں مٹ جاتی ہیں۔ اور صرف لادینی اس قوم کے افراد میں وجہ اشتراک رہ جاتی ہے۔ کوئی دینی پیشوا تو کیا ایک عام آدمی بھی جو دین کو انسانی زندگی کے لیے ضروری جانتا ہے نہیں چاہتا کہ ہندوستان میں ایسی صورت حالات پیدا ہو۔ باقی رہے مسلمان سو افسوس ہے کہ ان سادہ لوحوں کو اس نظریہ وطنیت کے لوازم اور عواقب کی پوری حقیقت معلوم نہیں اگر بعض مسلمان اس فریب میں مبتلا ہیں کہ دین اور وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے یکساں رہ سکتے ہیں۔ تو میں مسلمانوں کو بروقت انتباہ کرتا ہوں کہ اس خطرہ کا آخری مرحلہ اول تو لادینی ہو گی اور اگر لادینی نہیں تو

Marfat.com

اسلام کو محض ایک اخلاقی نظریہ سمجھ کر اس کے اجتماعی نظام سے بے پروا ہی۔

مگر جو فتنہ مولانا حسین احمد کے ارشاد میں پوشیدہ ہے وہ زیادہ دقتِ نظر کا محتاج ہے اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ قارئین مندرجہ ذیل سطور کو غور سے پڑھنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔ مولانا حسین احمد عالم دین ہیں ماورجو نظریہ انھوں نے قوم کے سامنے پیش کیا ہے۔ امّت محمدیہ کے لیے اس کے خطرناک عواقب سے وہ بے خبر نہیں ہو سکتے۔ انھوں نے لفظ "قوم" استعمال کیا یا لفظ "ملّت" یہ بحث غیر ضروری ہے۔ ہر لفظ سے اس جماعت کو تعبیر کرنا جو ان کے تصورات میں امّتِ محمدیہ ہے اور اس کی اساس وطن قرار دینا ایک نہایت دل شکن اور افسوس ناک امر ہے ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اپنی غلطی کا احساس تو ہوا ہے لیکن یہ احساس ان کو غلطی کے اعتراف یا اس کی تلافی کی طرف نہیں لے جائے گا۔ انھوں نے لفظی اور لغوی تاویل سے کام لے کر عذر گناہ بدتر از گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ ملّت اور قوم کے لغوی فرق اور امتیاز سے کیا تسلّی ہو سکتی ہے؟ ملّت کو قوم سے ممتاز قرار دینا ان لوگوں کی تشفّی کا باعث تو ہو سکے۔ جو دین اسلامی کے حقائق سے ناواقف ہیں۔ واقف کار لوگوں کو یہ قول دھوکہ نہیں دے سکتا۔ آپ نے سوچا نہیں کہ آپ اس توضیح سے دو غلط اور خطرناک نظریے مسلمانوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں ایک یہ کہ مسلمان بحیثیت قوم اور ہو سکتے ہیں اور بحیثیت ملّت

Marfat.com

اور دوسرا یہ کہ از روئے قوم چونکہ وہ ہندوستانی ہیں اس لیے مذہب کو علیحدہ چھوڑ کر انھیں باقی اقوام ہند کی قومیت یا ہندوستانیت میں جذب ہو جانا چاہیئے۔ یہ صرف قوم اور ملت کے الفاظ کا فرق ہے۔ ورنہ نظریہ وہی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا اور جس کے اختیار کے لیے اس ملک کی اکثریت اور اس کے رہنما آئے دن یہاں کے مسلمانوں کو تلقین کرتے رہتے ہیں۔

یعنی یہ کہ مذہب اور سیاست جدا جدا چیزیں ہیں۔ اس ملک میں رہنا ہے تو مذہب کو محض انفرادی اور پرائیویٹ چیز سمجھو اور اس کو افراد تک ہی محدود رکھو۔ سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کو کوئی دوسری علیحدہ قوم تصور نہ کرو اور اکثریت میں مدغم ہو جاؤ۔ مولانا نے بظاہر یہ کہہ کر کہ میں نے لفظ ملت اپنی تقریر میں استعمال نہیں کیا۔ میں ملت کو وطنی قوم سے بالاتر سمجھتا ہوں۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے گویا اگر قوم زمین ہے تو ملت بمنزلہ آسمان ہے۔ لیکن معنا اور عملاً آپ نے ملت کی اس ملک میں کوئی حیثیت نہیں چھوڑی اور آٹھ کروڑ مسلمانوں کو یہ وعظ فرما دیا ہے۔ کہ ملک و سیاست کے اعتبار سے اکثریت میں جذب ہو جاؤ قومیت کو آسمان بناؤ۔ دین فطرت زمین بنتا ہے تو بنے وہ مولانا نے یہ فرض کر کے کہ مجھے قوم اور ملت کے معانی میں فرق معلوم نہیں اور شعر لکھنے سے پہلے جہاں میں نے مولانا کی تقریر کی اخباری رپورٹ کی تحقیق نہ کی وہاں قاموس کی ورق گردانی بھی نہ کر سکا۔ مجھے عربی زبان سے بے بہرہ ہونے کا طعنہ دیا ہے

Marfat.com

یہ طعنہ سر آنکھوں پر۔ لیکن کیا اچھا ہوتا۔ اگر میری خاطر نہیں تو عامۃ المسلمین کی خاطر قاموس سے گزر کر قرآن حکیم کی طرف مولانا رجوع کر لیتے اور اس خطرناک اور غیر اسلامی نظریے کو مسلمانوں کے سامنے رکھنے سے پیشتر خدائے پاک کی نازل کردہ مقدس وحی سے بھی استشہاد فرماتے۔ مجھے تسلیم ہے کہ میں عالم دین نہیں نہ عربی زبان کا ادیب ؎

قلندر جز دو حرف لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

لیکن آپ کو کونسی چیز مانع آئی۔ کہ آپ نے صرف قاموس پر اکتفا کی۔ کیا قرآن پاک میں سینکڑوں جگہ لفظ قوم استعمال نہیں ہوا۔ کیا قرآن میں ملّت کا لفظ متعدد بار نہیں آیا؟ آیات قرآن میں قوم و ملّت سے کیا مراد ہے؟ اور کیا جماعت محمدیہؐ کے لیے ان الفاظ کے علاوہ لفظ اُمّت بھی آیا ہے یا نہیں۔ کیا ان الفاظ کے معنی میں اس قدر اختلاف ہے۔ کہ ایک ہی قوم اس اختلاف معنی کی بنا پر ایسی مختلف حیثیتیں رکھے کہ دینی یا شرعی اعتبار سے تو وہ نوامیس الٰہیہ کی پابند اور ملکی اور وطنی اعتبار سے کسی ایسے دستور العمل کی تابع ہو جو ملّی دستور العمل سے مختلف بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مولانا قرآن سے استشہاد کرتے تو اس مسئلہ کا حل خود بخود اُن کی آنکھوں کے سامنے آجاتا آپ نے الفاظ کی جو لغت بیان فرمائی وہ بہت حد تک درست ہے قوم کے معنی جماعت ہے الرجال فی الاصل دون النساء گویا لغوی اعتبار سے عورتیں قوم میں شامل نہیں لیکن قرآن حکیم

Marfat.com

ہیں جہاں قوم موسیٰ اور قوم عاد کے الفاظ آئے ہیں وہاں ظاہر ہے کہ عورتیں اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔ ملّت کے معنی بھی دین و شریعت کے ہیں لیکن سوال ان دونوں لفظوں کے لغوی معانی کے فرق کا نہیں سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان :۔

اوّلاً اجتماعی اعتبار سے واحد و متحد اور معروف جماعت ہیں جس کی اساس توحید اور ختم نبوت پر ہے یا کوئی ایسی جماعت ہیں۔ جو نسل و ملک یا رنگ و بستان کے مقتضیات کے ماتحت اپنی ملّی وحدت چھوڑ کر کسی اور نظام و قانون کے ماتحت کوئی اور ہیئت اجتماعیہ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔

ثانیاً۔ کیا ان معنوں میں بھی قرآن حکیم نے اپنی آیات کو کہیں لفظ قوم سے تعبیر کیا ہے یا صرف لفظ ملّت یا اُمّت ہی سے پکارا گیا ہے۔

ثالثاً۔ اس ضمن میں وحی الٰہی کی دعوت کس لفظ کے ساتھ ہے۔ کیا یہ کسی آیات قرآنی میں آیا ہے۔ کہ اے لوگو! یا اے موسیٰ! قوم مسلم میں شامل ہو جاؤ۔ یا اس کا اتباع کرو یا یہ دعوت صرف ملّت کے اتباع اور اُمّت میں شمولیت کی ہے؟

جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں قرآن حکیم میں جہاں "اتباع" و شرکت کی دعوت ہے وہاں صرف لفظ ملّت یا اُمّت وارد ہوتا ہے کسی خاص قوم کے اتباع یا اس میں شرکت کی دعوت نہیں۔ مثلاً ارشاد ہوتا ہے :۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ

حنیفاط اور یہ اتباع و اطاعت کی دعوت اس لیے ہے کہ ملّت نام ہے ایک دین کا ایک شرع و منہاج کا۔ قوم چونکہ کوئی شرع و دین نہیں اس لیے اس کی طرف دعوت اور

Marfat.com

اس سے تمسک کی ترغیب عبث تھی۔ کوئی گروہ ہو خواہ وہ قبیلہ کا ہو، نسل کا ہو۔ ڈاکوؤں کا ہو۔ تاجروں کا ہو۔ ایک شہر والوں کا ہو۔ جغرافیائی اعتبار سے ایک ملک یا وطن والوں کا ہو وہ محض گروہ ہے، رجال کا، انسانوں کا۔ وحی الٰہی یا نبیؐ کے نقطۂ خیال سے ابھی وہ گروہ ہدایت یافتہ نہیں ہوتا اگر وحی یا نبی اس گروہ میں آئے تو وہ اس کا پہلا مخاطب ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی طرف منسوب بھی ہوتا ہے۔ مثلاً قوم نوح، قوم موسےٰ، قوم لوطؑ لیکن اگر اسی گروہ کا مقتدا کوئی بادشاہ یا سردار ہو تو وہ اس کی طرف منسوب ہوگا۔ مثلاً قوم عاد۔ قوم فرعون۔ اگر ایک ملک میں دو گروہ اکٹھے ہو جاویں اور اگر وہ متضاد قسم کے رہنماؤں کے گروہ ہوں تو وہ دونوں سے منسوب ہو سکتے ہیں مثلاً جہاں قوم موسیٰ تھی وہاں قوم فرعون بھی تھی۔ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَقَوْمَهٗ لیکن ہر مقام پر جہاں قوم کہا گیا وہاں گروہ عبارت تھا جو بھی ہدایت یافتہ اور غیر ہدایت یافتہ سب افراد پر مشتمل تھا جو افراد پیغمبر کی متابعت میں آتے گئے توحید تسلیم کرتے گئے وہ اس پیغمبر کی ملت میں آگئے اس کے دین میں آگئے یا واضح تر معنوں میں مسلم ہو گئے۔ یاد رہے کہ دین اور ملت کفار کی بھی ہو سکتی ہے۔ اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ ایک قوم کی ایک ملت یا اس کا منہاج تو ہو سکتا ہے لیکن ملت کی قوم کہیں نہیں آیا۔ اس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ خدا نے قرآن میں ایسے افراد کو جو مختلف اقوام و ملل سے نکل کر ملت ابراہیمی میں داخل ہو گئے۔ ان کو داخل ہونے کے بعد

Marfat.com

لفظِ قوم سے تعبیر نہیں کیا۔ بلکہ اُمّت کے لفظ سے۔ ان گزارشات سے میرا مقصد یہ ہے کہ جہاں تک میں دیکھ سکا ہوں۔ قرآن کریم میں مسلمانوں کے لیے اُمّت کے علاوہ اور کوئی لفظ نظر نہیں آیا۔ اگر کہیں آیا ہو تو ارشاد فرمایئے۔ قوم رجال کی جماعت کا نام ہے اور یہ جماعت بہ اعتبار قبیلہ، نسل، رنگ، زبان، وطن اور اخلاق ہزار رنگ ہزار رنگ میں پیدا ہو سکتی ہے لیکن ملّت سب جماعتوں کو تراش کر ایک نیا اور مشترک گروہ بنائے گی۔ گویا ملّت یا اُمّت جاذب ہے اقوام کی۔ خود ان میں جاذب نہیں ہو سکتی۔ عہدِ حاضر کے ہندوستان کے علماء کو حالات زمانے نے وہ باتیں کرنے اور دین کی ایسی تاویلیں کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ جو قرآن یا نبیؐ اُمّی کا منشا ہرگز نہ ہو سکتی تھیں۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت ابراہیمؑ سب سے پہلے پیغمبر تھے جن کی دعا میں قوموں نسلوں اور وطنوں کو بالائے طاق رکھا گیا۔ بنی نوع آدم کی صرف ایک تقسیم کی گئی۔ موحد و مشرک، اس وقت سے لے کر دو ہی ملّتیں دنیا میں ہیں۔ تیسری کوئی ملّت نہیں بعثتہ اللہ کے محافظ آج دعوتِ ابراہیمی اور دعوتِ اسماعیلی سے غافل ہو گئے قوم اور قومیت کی بدولت اور پڑھنے والوں کو اس ملّت کے بانیوں کی وہ دعا یاد آئی۔ جو اللہ کے گھر کی بنیاد رکھتے وقت ان دونوں پیغمبروں نے کی وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

Marfat.com

کیا خدا کی بارگاہ سے اُمّتِ مسلمہ کا نام رکھوانے کے بعد بھی یہ گنجائش باقی تھی۔ کہ آپ کی ہیئت اجتماعی کا کوئی حصّہ کسی عربی، ایرانی، افغانی، انگریزی، مصری یا ہندی قومیت میں جذب ہو سکتا ہے۔ اُمّتِ مسلمہ کے مقابل میں تو صرف ایک ہی ملّت ہے اور وہ الکفرۃ، ملۃ واحدۃ کی ہے اُمّت مسلمہ جس دین کی حامل ہے۔ اس کا نام دین قیّم ہے۔ دین قیّم کے الفاظ میں ایک عجیب و غریب لطیفہ قرآنی مخفی ہے اور وہ یہ کہ حرفِ دین ہی مقدم ہے۔ اس گروہ کے اُمورِ معادی کا جو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس کے نظام کے سپرد کر دے بالفاظ دیگر یہ کہ قرآن کی رُو سے حقیقی تمدّنی یا سیاسی معنوں میں قوم دین اسلام ہی سے تقویم پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن صاف صاف اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ کوئی دستور العمل جو غیر اسلامی ہو نامقبول و مردود ہے۔

ایک اور لطیف نکتہ بھی مسلمانوں کے لیے قابل غور ہے اگر وطنیت کا جذبہ ایسا اہم اور قابل قدر تھا تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعض اقارب اور ہم نسلوں اور ہم قوموں کو آپ سے پرخاش کیوں ہوئی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسلام کو محض ایک ہمہ گیر ملّت سمجھ کر بلحاظ قوم یا قومیت ابوجہل اور ابولہب کو اپنا بنائے رکھا اور ان کی دلجوئی کرتے رہے۔ بلکہ کیوں نہ عرب کے سیاسی امور میں ان کے ساتھ قومیت وطنی قائم رکھی۔ اگر اسلام سے مطلق آزادی مراد تھی تو آنادی کا نصب العین تو قریش رکھتے ہی تھا مگر افسوس اب اس نکتہ پر غور نہیں فرماتے۔

Marfat.com

کہ پیغمبر خُدا کے نزدیک اسلام دینِ قیم اور اُمّتِ مسلمہ کی آزادی مقصود تھی۔ ان کو چھوڑ کر یا ان کو کسی دُوسری ہیئت اجتماعیہ کے تابع رکھ کر کوئی اور آزادی چاہنا بے معنی تھا، ابوجہل اور ابولہب اُمّتِ مسلّمہ کو ہی آزادی سے پھُولتا پھلتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کہ بطورِ مدافعت ہے۔ ان سے نزع درپیش آئی۔ محمدؐ (فداہ امّی وابّی) کی قوم آپ کی بعثت سے پہلے قوم تھی اور آزاد تھی لیکن جب محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت بننے لگی تو اب قوم کی حیثیت ثانوی رہ گئی۔ جو لوگ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت میں آ گیے۔ وہ خواہ ان کی قوم میں سے تھے یا دیگر اقوام سے وہ سب اُمّتِ مسلمہ یا ملّت محمّدیہ بن گیے۔ پہلے وہ ملک و نسب کے گرفتار تھے۔ اب ملک و نسب ان کا گرفتار ہو گیا ؎

کسے کہ پنجۂ زد ملک و نسب را　　نہ داند نکتۂ دینِ عرب را

اگر قوم از وطن بودے محمّدؐ

ندا دے دعوتِ دینِ بولہب را

حضور رسالتمآب کے لیے یہ راہ بہت آسان تھی کہ آپ ابولہب یا ابوجہل یا کفّار مکّہ سے یہ فرماتے کہ تم اپنی بُت پرستی پر قائم رہو۔ ہم اپنی خُدا پرستی پر قائم رہتے ہیں۔ مگر اس نسلی اور وطنی اشتراک کی بنا پر جو ہمارے اور تمہارے درمیان موجود ہے۔ ایک وحدت عربیہ قائم کی جا سکتی ہے۔ اگر حضور نعوذ باللہ یہ راہ اختیار کرتے تو اس میں شک نہیں کہ یہ ایک وطن دوست کی راہ ہوتی۔ لیکن نبی آخرالزّمان کی راہ نہ ہوتی۔ نبوّت محمّدیہؐ کی غایت الغایات

Marfat.com

یہ ہے کہ ایک ہیئت اجتماعیہ انسانیہ قائم کی جائے جس کی تشکیل اس قانون الٰہی کے تابع ہو۔ جو نبوت محمدیہ کو بارگاہ الٰہی سے عطا ہوا۔ بالفاظ دیگر یوں کہیئے کہ نبی نوع انسان کی اقوام کو باوجود شعوب و قبائل اور الوان و السنہ کے اختلافات کو تسلیم کر لینے کے ان کو تمام آلودگیوں سے منزہ کیا جائے جو زمان و مکان، وطن، قوم، نسل، نسب، ملک وغیرہ کے ناموں سے موسوم کی جاتی ہیں اور اس طرح اس پیکر خاکی کو وہ ملکوتی تخیل عطا کیا جائے۔ جو اپنے وقت کے ہر لحظہ میں "ابدیت" سے ہمکنار رہتا ہے۔ یہ ہے مقام محمدیؐ، یہ ہے نصب العین ملت اسلامیہ کا اس کی بلندیوں تک پہنچنے تک معلوم نہیں حضرت انسان کو کتنی صدیاں لگیں مگر اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ اقوام عالم کی باہمی مغائرت دور کرنے اور باوجود شعوبی و قبائلی، نسلی، لونی اور لسانی امتیازات کے انکو یکرنگ کرنے میں اسلام نے وہ کام تیرہ سو سال میں کیا ہے۔ جو دیگر ادیان سے تین ہزار سال میں بھی نہ ہو سکا۔ یقین جانیئے کہ دین اسلام ایک پوشیدہ اور غیر محسوس حیاتی اور نفسیاتی عمل ہے جو بغیر کسی تبلیغی کوششوں کے بھی عالم انسانی کے فکر و عمل کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ایسے عمل کو حال کے سیاسی مفکرین کی جدت طرازیوں سے مسخ کرنا ظلم عظیم ہے۔ بنی نوع انسان پر اور اس نبوت کی ہمہ گیری پر جس کے قلب و ضمیر سے اس کا آغاز ہوا۔

مولانا حسین احمد کے بیان کا وہ حصہ جس میں آپ نے

Marfat.com

مدیرِ احسان" سے اس بات کی تائید میں نص طلب کی ہے کہ ملّتِ اسلامیہ شرفِ انسانی اور اُخوّت بشری پر مبنی ہے بہت سے مسلمانوں کے لیے تعجب خیز ہوگا۔ لیکن میرے لیے چنداں تعجب خیز نہیں اس لیے کہ مصیبت کی طرح گمراہی بھی تنہا نہیں آتی۔ جب کسی مسلمان کے دل و دماغ پر وطنیت کا وہ نظریہ غالب آجائے۔ جس کی دعوت مولانا دے رہے ہیں۔ تو اسلام کی اساس میں طرح طرح کے شکوک کا پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ وطنیت سے قدرتاً افکار حرکت کرتے ہیں۔ اس خیال کی طرف کہ بنی نوع انسان اقوام میں اس طرح بٹے ہوئے ہیں۔ کہ ان کا نوعی اتحاد امکان سے خارج ہے اس دوسری گمراہی سے جو وطنیت سے پیدا ہوتی ہے۔ ادیان کی اضافیت کی لعنت پیدا ہوتی ہے یعنی یہ تصوّر کہ ہر ملک کا دین اس ملک کے لیے خاص ہے اور دوسری اقوام کے طبائع کے موافق نہیں اس تیسری گمراہی کا نتیجہ سوائے لادینی اور دہریت کے اور کچھ نہیں۔ یہ ہے نفسیاتی تجزیہ اس تیرہ بخت مسلمان کا جو اس روحانی جذام میں گرفتار ہو جائے۔ باقی رہا نص کا معاملہ، میں سمجھتا ہوں کہ تمام قرآن ہی اس کے لیے نص ہے۔ الفاظ شرفِ انسانی کے متعلق کسی کو دھوکا نہیں ہونا چاہیئے۔ اسلامیات میں ان سے مراد وہ حقیقت کبریٰ ہے جو حضرت انسان کے قلب و ضمیر میں ودیعت کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ اس کی تقویم فطرۃ اللہ سے ہے اور اس شرف کا غیر ممنون یعنی غیر منقطع ہونا منحصر ہے اس تڑپ پر جو توحید الٰہی کے لیے اس کے رگ و ریشے میں مرکوز ہے۔

Marfat.com

انسان کی تاریخ پر نظر ڈالو۔ ایک نا متناہی سلسلہ ہے باہم آویزیوں کا، خون ریزیوں کا اور غائبانہ جنگیوں کا کیا ان حالات میں عالم بشری میں ایک ایسی ملّت قائم ہو سکتی ہے جس کی اجتماعی زندگی امن و سلامتی پر موسّس ہو۔ قرآن کا جواب ہے کہ ہاں ہو سکتی ہے بشرطیکہ توحید الٰہی کو انسانی فکر و عمل میں حسب منشائے الٰہی مشہود کرنا انسان کا نصب العین قرار پائے ایسے نصب العین کی تلاش اور اس کا قیام سیاسی تدبّر کا کرشمہ نہ سمجھئے۔ بلکہ یہ رحمۃ للعالمین کی ایک شان ہے کہ اقوام بشری کو ان کے تمام خود ساختہ تفوقوں اور فضیلتوں سے پاک کر کے ایک ایسی اُمّت کی تخلیق کی جائے جس کو اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ کہہ سکیں اور اس کے فکر و عمل پر شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ کا خدائی ارشاد صادق آ سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا حسین احمد یا ان کے دیگر ہمخیالوں کے افکار میں نظریۂ وطینت ایک معنی میں وہی حیثیت رکھتا ہے۔ جو قادیانی افکار میں انکار ختمیت کا نظریہ۔ وطینت کے حامی بالفاظ دیگر یہ کہتے ہیں کہ اُمّت مسلمہ کے لیے ضروری ہے کہ وقت کی مجبوریوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر اپنی حیثیت کے علاوہ جس کو قانون الٰہی ابد آلاباد تک متعین و متشکل کر چکا ہے کوئی اور حیثیت بھی اختیار کرے۔ جس طرح قادیانی نظریہ ایک جدید نبوّت کی اختراع سے قادیانی افکار کو ایسی راہ پر ڈال دیتا ہے کہ اس کی انتہا نبوّت محمدیہ کے کامل و اکمل ہونے سے انکار کی راہ کھولتا ہے۔ بظاہر نظریۂ وطینت سیاسی نظریہ ہے اور قادیانی انکار ختم نبوت الٰہیات

Marfat.com

کا ایک مسئلہ ہے لیکن ان دونوں میں ایک گہرا معنوی تعلق ہے جس کی توضیح اس وقت ہو سکے گی جب کوئی دقیق النظر مسلمان مورخ ہندی مسلمانوں اور بالخصوص ان کے بعض بظاہر مستعد فرقوں کے دینی افکار کی تاریخ مرتب کرے گا۔

اس مضمون کو میں خاقانی کے ان دو شعروں پر ختم کرتا ہوں جن میں اس نے اپنے ان معاصر حکمائے اسلام کو مخاطب کیا ہے۔ جو حقائق اسلامیہ کو یونانی فلسفہ کی روشنی میں بیان کرنا فضل و کمال کی انتہا سمجھتے ہیں۔ تھوڑے سے معنوی تغیر کے ساتھ یہ اشعار آجکل کے مسلمان سیاسی مفکرین پر بھی صادق آتے ہیں ؎

مرکب دین کہ زادہ عرب است
داغ یونانش بر کفل منہید
مشتے اطفال نو تعلیم را
لوح ادبار در بغل منہید

"تعمیر پاکستان اور علماء ربانی" کے مصنف منشی عبدالرحمان خان صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۳ پر رقمطراز ہیں :-

صالح انقلاب

اسی سال ۱۹۳۸ء میں، جب کہ حضرت تھانوی قائد اعظم کے پاس تبلیغی وفد بھیجنے میں اور علامہ اقبال قائد اعظم کو ترغیبی خطوط لکھنے میں مصروف تھے۔ جناب مودودی صاحب کی مشہور کتاب "مسلمان اور سیاسی کشمکش" کے پہلے دو حصے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔

Marfat.com

حصہ اوّل فروری ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا جس میں انھوں نے اسلامی ہند کی گذشتہ تاریخ، اس وقت کے حالات، آئندہ کے امکانات پر تبصرہ کیا تھا۔ حصہ دوم ستمبر ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا جس میں اس وقت کے سیاسی حالات کا تفصیلی تجزیہ، اسلامی جماعتوں کی سیاسی روش پر تنقید، جدید انقلابی نصب العین کی توضیح کی گئی تھی اور پوری شرح وبسط کے ساتھ کانگریس کے استعمار پرستانہ عزائم کا ناردپود بکھیر گیا تھا جس سے یہ توقع پیدا ہو گئی تھی کہ مودودی صاحب بھی آگے چل کر نظریۂ پاکستان کی تائید اور مطالبۂ پاکستان کی حمایت کریں گے۔ دوسری طرف کانگریسی حلقوں میں مودودی صاحب کی تحریریں پریشانی کا باعث بن رہی تھیں۔

سال ۱۹۳۹ء میں خدام دربار اشرفیہ تبلیغی مہم میں اور ارباب مسلم لیگ اپنی تنظیمی مہم میں مشغول رہے اور جناب مودودی صاحب مذکور الصدر کتاب کا تیسرا حصہ لکھتے رہے جس کے بعض حصے وقتاً فوقتاً ترجمان القرآن میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ ان کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پس پردہ کچھ ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے مودودی صاحب نے اپنا موقف بدل لیا ہے اور ان کے خیالات و نظریات میں انقلاب آ گیا ہے۔ کیونکہ اب مودودی صاحب اپنا سارا زورِ قلم ارباب مسلم لیگ کو بے دین، علماء کرام کو گمراہ ثابت کرنے اور مطالبۂ پاکستان کی مخالفت کرنے میں لگا رہے ہیں اور اس طرح ایک صالح انداز میں کانگریسی

لہ مزید معلومات کے لیے ہماری کتاب جماعت اسلامی کا تاریخ کو دار دیکھئے۔ (مؤلف)

Marfat.com

مقاصد کی تائید کر رہے تھے، اس کے لیے خود ان کا ضمیر انھیں سرزنش کر رہا تھا اور وہ محسوس کر رہے تھے کہ وہ اپنے مقام سے ہٹا دیئے گئے ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا کتاب کے تیسرے حصّہ کے دیباچہ کے ان الفاظ سے ظاہر ہے :-

"مسلمان اور موجودہ کشمکش" کے عنوان سے میرے مضامین کے دو مجموعے اس سے پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ اب اسی سلسلہ کا یہ تیسرا مجموعہ شائع کیا جا رہا ہے۔ بظاہر پہلے دونوں مجموعوں سے، اس تیسرے مجموعہ کا فاصلہ اتنا زیادہ ہے کہ ایک شخص بادی النظر میں یوں محسوس کرے گا۔ کہ میں نے حصّہ دوم کی اشاعت کے بعد سے یکایک اپنی پوزیشن بدل دی ہے اور خود اپنی بہت سی کہی ہوئی باتوں کی تردید کرنے لگا ہوں۔" (صفحہ ۳)

اس وقت اُن اسباب کی تلاش بے سود ہے۔ کہ مودودی صاحب خود اپنی بہت سی کہی ہوئی باتوں کی تردید کرنے پر کیوں مجبور ہیں۔ ان پر آنے والا مورخ ہی روشنی ڈالے گا دیکھنا یہ ہے کہ مودودی صاحب کے نظریات میں جو صالح انقلاب آیا، اس سے فائدہ کس کو پہنچا۔

فتوٰی مودودی :- تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کو کوئی قوم براہ راست اتنا نقصان نہیں پہنچا سکی، جتنا اس نے مسلمانوں کو واسطہ بنا کر نقصان پہنچایا ہے۔ عین اس وقت جبکہ ہندو سامراج کی غلامی سے نجات حاصل کرنے اور اسلام کی حفاظت اور دشمنانِ اسلام کی مدافعت کرنے کے لیے علماء کرام جمہور مسلمین کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع کرنے میں مصروف تھے مودودی

Marfat.com

صاحب نے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لیے حسب ذیل فتویٰ دیا کہ :-

۱- "لیگ کے قائداعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرزِ فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہو۔"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۳۰)

۲- "یہاں مسلمانوں کی قیادت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ نہ اسلام کو جانتے ہیں، نہ اپنے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے پہچانتے ہیں۔ نہ ان کو اس منبع کی خبر ہے، یہاں اسلام کی قوت تسخیر چھپی ہوئی ہے۔" (ایضاً صفحہ ۴۵)

۳- "اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام پر کام کر رہی ہیں۔ اگر فی الواقعہ اسلام کے معیار پر ان کے نظریات، مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے۔ تو سب کی سب جنس کا سد (کھوٹی) نکلیں گی۔ خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے ہوئے سیاسی لیڈر ہوں یا علماء دین مفتیان شرع مبین۔ دونوں راہِ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ دونوں اپنے اصلی ہدف کو چھوڑ کر ہوا میں چوپائی تیر چلا رہے ہیں۔ ایک گروہ کے دماغ پر ہندو کا ہوّا سوار ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ ہندو امپریلزم کے چنگل سے بچ جانے کا نام نجات ہے۔ دوسرے گروہ کے سر پر انگریز کا بھوت مسلط ہے اور وہ امپریلزم کے جال سے بچ نکلنے کو نجات سمجھ رہا ہے۔ ان میں سے کسی کی نظر بھی مسلمان کی نظر نہیں۔" (ایضاً صفحہ ۷۸)

Marfat.com

مودودی صاحب کی ان "اسلامی تحریروں" نے "صالح رنگ" میں مسلمانوں کے قومی مفاد کو جس قدر نقصان پہنچایا، اتنا نقصان کانگرس، جمعیۃ العلماء ہند، خدائی خدمتگار وغیرہ بھی نہ پہنچا سکے۔ با ایں ہمہ مودودی صاحب کی خود غرضانہ آواز، علماء ربانی کی مخلصانہ آواز میں دب کر رہ گئی۔ اور مسلمانوں نے، گم کردہ راہ علماء کرام کی ترغیب پر "اسلام سے ناواقف مسلم لیگ" کے جھنڈے تلے جوق در جوق جمع ہو کر ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور کے تاریخی اجلاس میں پاکستان کا ریزولیشن پاس کر دیا جس سے مخالفین پاکستان کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔"

سنہ ۱۹۴۵ء کا تاریخی الیکشن

"بعض خوش فہم لیگی حضرات کا خیال تھا کہ جماعت اسلامی اس الیکشن میں ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی امداد کرے گی اور مسلم لیگ کا ساتھ دے گی۔ چنانچہ انھوں نے مخلصانہ طور پر جماعت اسلامی کو اسی سلسلہ میں دعوت بھی دی، جو اس نے ٹھکرا دی اور صاف اعلان کر دیا کہ:

"ووٹ اور الیکشن کے معاملہ میں ہماری پوزیشن صاف صاف ذہن نشین کر لیجیے۔ پیش آمدہ انتخابات یا آئندہ آنے والے انتخاب کی اہمیت جو کچھ بھی ہو اور ان کا جیسا بھی اثر ہماری قوم یا ملک پر پڑتا ہو۔ بہرحال ایک با اصول جماعت ہونے کی حیثیت سے ہمارے لیے یہ ناممکن ہے۔ کہ کسی وقتی مصلحت کی بناء پر ہم ان اصولوں کی قربانی گوارا

Marfat.com

کرلیں جن پر ایمان لائے ہیں۔" (کوثر ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

یہ جماعتِ اسلامی کی طرف سے پاکستان کی پہلی عملی مخالفت ہی نہ تھی، بلکہ کانگریس کی خاموش تائید بھی تھی کیونکہ اس "ایماندار" اور "با اصول" جماعت کا اس تاریخی الیکشن میں مسلم لیگ کی حمایت نہ کرنے کا فائدہ گاندھی جی اور ان کی کانگرس کو ہی پہنچتا تھا۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

"جس زمانہ میں دارالاسلام پٹھان کوٹ سے مودودی صاحب کا یہ "فتویٰ" جاری ہوا کہ پاکستان کے نام پر لڑے جانے والے الیکشن میں جماعت اسلامی حصّہ نہ لے۔ اسی زمانہ میں سہارن پور میں جمعیتہ العلماء ہند کی کانفرنس ہوئی جس میں مولانا حسین احمد صاحب مدنی نے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت کرنے کی بجائے کانگریس میں شرکت کرنے کا مشورہ دیا اور کانگریس کے ساتھ اشتراکِ عمل کو بایں وجہ جائز قرار دیا کہ:۔

"جب کونسلوں، میونسپل کمیٹیوں میں ہندوؤں سے اشتراک عمل جائز ہے۔ تو دوسرے معاملات میں کیوں نہیں؟"

تعمیر پاکستان اور علماء ربانی صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶)

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:۔

مولانا ظفر احمد کا بیان

مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی نے اوّلین فرصت میں مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے اس خطبہ کی تردید میں ایک

Marfat.com

زوردار بیان جاری کیا جس میں انھوں نے کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل کو جائز قرار دیا تھا۔ مولانا ظفر احمد صاحب نے فرمایا کہ :۔

"مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ جہادِ آزادی میں اشتراک عمل اس شرط سے جائز ہے کہ حکم اہل شرک غالب نہ ہو۔ مسلمان مشرکین کے جھنڈے تلے جمع نہ ہوں بلکہ مشرکین اسلامی جھنڈے کے نیچے ہوں۔ چنانچہ سیر کبیر صفحہ ۲۴۱ جلد ۳ میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ اب فیصلہ اہل انصاف کے ہاتھ میں ہے۔ کہ کانگرس میں اس وقت حکم شرک غالب ہے یا حکم اسلام؟

رہا مطالبہ پاکستان! سو جب کہ تمام ہندوستان کو اسلامی سلطنت بنانا بحالت موجودہ کسی طرح ممکن نہیں تو کم از کم ان صوبوں کو جہاں مسلم اکثریت ہے اسلامی سلطنت بنالینا کہ وہاں اسلامی سلطنت! اسلامی اصول پر قائم کی جا سکے، لازم اور ضروری ہے۔" (حیات قائد اعظم جناح صفحہ ۴۵۳)

کونسلوں اور میونسپلٹیوں کی مثال کا جواب دیتے ہوئے مولانا ظفر احمد صاحب نے فرمایا کہ :۔

"ان محکموں میں ہندو مسلم اشتراکِ عمل، صرف حقوق غلامی میں اشتراک ہے۔ حکومت نے غلاموں کے سامنے روٹیوں کے چند ٹکڑے ڈال دئے ہیں۔ کہ ان کو حصہ رسدی تقسیم کرلو۔ ہندو مسلمان ان کو حصہ رسدی تقسیم کرتے ہیں۔ اگر کوئی فریق اپنا حصہ نہ لے تو بھوکا مرے گا۔ اس کو اس اشتراکِ عمل سے، جس کا نام جہادِ آزادی رکھا گیا ہے۔ دور کی بھی نسبت نہیں۔ کانگرس کے ساتھ اشتراک عمل، جہادِ آزادی میں اشتراکِ عمل ہے جس پر مذہبی حیثیت سے

Marfat.com

ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ موت وحیات کا مدار ہے۔"
(ایضاً صفحہ ۴۵۴)

مذکورہ بالا بیان کی تائید

مذکورہ بالا بیان کی تائید میں علامہ شبیر احمد عثمانی کا بیان :-

" کانگریس کے دائرہ میں جہاں ہندو عناصر کے کھلے ہوئے غلبہ سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، مٹھی بھر مسلمان داخل ہو کر تو یہ امید کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے معاملات میں ان سب کو راہ راست پر لے آئیں گے لیکن مسلم لیگ کے متعلق جو خالص مسلمانوں کی جماعت ہے۔ کیا اس امید کے دروازے بند ہو چکے ہیں؟ یہ چیز کم از کم میری سمجھ سے باہر ہے۔

مسلم لیگ کلمہ گو مسلمانوں کی جماعت ہے۔ اس میں ہزار عیب سہی، تاہم غیر مسلم قوموں کی نسبت تو وہ ہم سے قریب تر اور مفید تر ہے۔ اگر مسلم لیگ ناکام ہو گئی، تو قوی اندیشہ ہے کہ ایک سچا اصول ہی شاید ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے اور مسلمانوں کے قومی و سیاسی استقلال کی آواز فضائے ہندوستان میں پھر کبھی نہ سنائی دے۔ پاکستان ایک اصطلاحی نام ہے۔ یہ نام سن کر کسی کو بھی یہ غلط فہمی یا خوش فہمی نہیں ہونی چاہیئے کہ اس خطہ میں فوراً بلا تاخیر خلافتِ راشدہ یا خالص قرآنی اور اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔ ضرورت سے زیادہ امیدیں دلانا یا توقعات باندھنا کسی عاقبت اندیش، حقیقت پسند کے لیے زیبا نہیں ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے۔ کہ پاکستان ایک ایسا ابتدائی قدم

Marfat.com

ہے جو انجام کار قرآنی اصول کے مطابق احکم الحاکمین کی حکومت عادلہ قائم ہونے پر کسی وقت منتہی ہو سکتا ہے۔

(عصر جدید کلکتہ ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء)

جمعیۃ علماء اسلام

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، مولانا محمد طاہر قاسمی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی۔ مولانا ابو برکات عبدالرؤف دانا پوری، مولانا آزاد سبحانی، مولانا غلام مرشد خطیب جامع عالمگیری وغیرہ نے نومبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں جمع ہو کر ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی۔ جس کے صدر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ منتخب ہوئے۔ اس کانفرنس نے متفقہ طور پر مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا اور ایک قرارداد کے ذریعہ مسلم ووٹروں سے اپیل کی کہ مسلم لیگ کے نمائندہ کے سوا کسی دوسری جماعت کے نمائندہ کو ووٹ دینا۔

"اتحاد ملت، مفاد ملت، استقلال اسلام اور مستقل قوم کے مقاصد کے خلاف ہے کیونکہ پاکستان کے سوال کا فیصلہ بڑی حد تک ان انتخابات کے نتائج پر موقوف ہے۔"

مزید برآں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے مذہبی اور علمی حیثیت سے مطالبۂ پاکستان، حمایت مسلم لیگ کانگریس سے اختلاف اور متحدہ قومیت کے خلاف دو قومی نظریہ پر قرآن و حدیث اور فقہی دلائل کی روشنی میں بہت سے فتاوی اور رسائل لکھ کر شائع کیے جن میں سے رسالہ "کانگریس اور

Marfat.com

مسلم لیگ" افاداتِ اشرفیہ در مسائل سیاسیہ" بڑے مفید ثابت ہوئے" (تعمیر پاکستان اور علماء و باقی - صفحہ ۱۳۰ و ۱۳۱)

دیوبند کا عظیم الشان جلسہ

۲۶ دسمبر ۱۹۴۵ء کو دیوبند کے عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اعلان فرمایا کہ :-

"ایک عرصہ سے عافیت نشین تھا اور میری طویل علالت و خرابیٔ صحت کا اقتضیٰ بھی یہی تھا لیکن آج ملتِ اسلامیہ ایسی جدوجہد سے دوچار ہے کہ اس کے نتائج و عواقب اس قدر اہم ہیں کہ وہ مجھے اس بیماری کی حالت میں بھی سیاست میں کھینچ لائے - تحریک خلافت کے بعد سے میں سیاست سے کنارہ کش ہوں لیکن عرصہ دراز کی کاوشوں اور غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر حصولِ پاکستان کے لیے میرے خون کی ضرورت ہو تو میں اس راہ میں اپنا خون دینا باعثِ افتخار سمجھوں گا اور اس سے ہرگز دریغ نہ کروں گا - اس ملک میں ملتِ اسلامیہ کا وجود و بقا اور مسلمانوں کی باعزت زندگی قیامِ پاکستان سے وابستہ ہے میں اپنی زندگی کو کامیاب سمجھوں گا - اگر اس مقصد کے حصول میں کام آجاؤں" (حیات محمد علی جناح صفحہ ۴۵۸)

جہاں علمائے کرام اور پیران عظام مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے ایسے اعلانات و بیانات کے ساتھ ساتھ عملی طور پر حضرت قائداعظمؒ کی جدوجہد کو مزید روشن و تابناک بنانے کے لیے مصروفِ جہاد تھے - وہاں مودودی صاحب "نیشنلسٹ مولویوں کی مدد اس انداز سے فرما رہے تھے رقمطراز ہیں :-

Marfat.com

"مسلم لیگ فی الواقعہ مسلمانوں کو اسلام اور اس کے احکام کی اطاعت سے روز بروز دور تر لے جا رہی ہے۔"

(ترجمان القرآن جلد ۲۸ عدد ۳ صفحہ ۱۵۹)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

"جنت الحمقاء میں رہنے والے لوگ اپنے خوابوں میں خواہ کتنے ہی سبز باغ دیکھ رہے ہوں، لیکن آزاد پاکستان (اگر فی الواقع وہ بنا بھی تو) لازماً جمہوری لادینی اسٹیٹ کے نظریہ پر بنے گا۔ جس میں غیر مسلم اسی طرح برابر کے شریک ہوں گے جس طرح مسلمان۔ اور پاکستان میں ان کی تعداد اتنی کم اور ان کی نمائندگی کی طاقت اتنی کمزور نہ ہوگی کہ شریعت اسلامی کو حکومت کا قانون اور قرآن کو اس جمہوری نظام کا دستور بنایا جا سکے۔" (ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء)

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ ہم نے اپنی کتاب "جماعت اسلامی کا رُخ کردار" میں مودودی فریب و دجل کے تمام مقدس نقاب اُلٹ کر رکھ کر دیئے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے مودودی صاحب کی دینی قلابازیوں کے علاوہ ان کی قیام پاکستان کی مخالفت بھی واضح و نمایاں ہو کر سامنے آجائے گی۔ اس مقصد کے لیے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

اتنی فریب کارانہ جسارتیں اور اتنا فریب آمیز پروپیگنڈہ اسلام کے مقدس نام پر مسلمانوں کی تاریخ میں شاید کسی جماعت اور گروہ نے نہ کیا ہو۔ جتنا اس جماعت کے امیر و امام مودودی صاحب اور اُن کے صالحین کرام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ رنگین دینی لبادہ اوڑھ کر کس طرح بھیس بدل بدل کر عامۃ المسلمین کو دغا و فریب دینے کے

Marfat.com

کے لیے مختلف انداز اور نئے نئے ڈھنگ اختیار کرتے ہیں چنانچہ رقمطراز ہیں :-

"اس جماعت اسلامی کا دین ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک سیاست ہے۔ اور کہیں بھی سیاست سے الگ نہیں"۔

(ترجمان القرآن صفحہ ۱۶ ماہ اپریل سنہ ۱۹۵۰ء)

اب یہ سادہ لوحوں کو اپنے دام تزویر و دجل میں پھانسنے کے لیے جو جماعتی پروپیگنڈہ کی مہم شروع کیے ہوئے ہیں۔ مغربی پاکستان کے در و دیوار پر حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے شعر کا ایک مصرع بھی لکھ رہے ہیں۔

"جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی"

یہ اس مرد بصیر و خبیر کا فرمان ہے۔ جس کے عطا کردہ نظریۂ پاکستان کی مخالفت ان نقاب پوش مصلحین نے اسلام کے نام پر کی اور یہ ایک تاریخی اٹل حقیقت ہے۔ کہ جب مسلمانان ہند حضرت قائداعظمؒ کی قیادت میں جنگِ پاکستان لڑ رہے تھے تو ان صالحین و مقدسین و مودودین کا دین ملی سیاست سے کنارہ کش تحریک حصول پاکستان سے بالکل جدا اور الگ۔ ہماری تحریک کا مخالف و دشمن رہا۔ جب اقبالؒ و جناحؒ کے فرمودات کی روشنی میں عامۃ المسلمین نے پاکستان حاصل کر لیا۔ تو اپریل سنہ ۱۹۵۰ء میں فریب کاروں، دغا بازوں اور ریاکاروں کا یہ گروہ اور متقدر آزماؤں کا یہ بے ضمیر جتھہ جو اس موقعہ پر عقل سے پیدل ہو کر قائداعظمؒ کا نافرمان و سرکش رہا۔ پاکستان کی سیادت و قیادت پر قبضہ جمانے کے لیے یوں نعرہ زن ہوتا ہے کہ "اس جماعت کا دین ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیاست ہے اور کہیں بھی سیاست سے الگ نہیں"۔

Marfat.com

کیا یہ حضرات جو اسلامی حربوں سے لیس ہو کر قائداعظمؒ کی مخالفت و دشمنی سے کبھی نہیں چوکے یہ بتا سکتے ہیں۔ کہ آس کش مکش حیات میں جبکہ مسلمان زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے تھے۔ تمہارا دین مسلمانوں کی سیاست سے الگ کیوں رہا؟ نہ صرف الگ رہا۔ بلکہ مسلم لیگی قیادت پر جتنے بھر پور وار کر سکتا تھا۔ مخالفانہ انداز میں کرتا رہا اور کیا اب آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا مسلم دشمن دین۔ تحریک پاکستان کا مخالف دین ۱۹۵۰ء میں یا اس کے بعد فرزندان ملت اسی ملک میں قبول کر لیں گے۔ جس کے قیام کی مخالفت اس مودودی دین نے قدم قدم پر کی ہو؟ فریب دینے بھی نکلے ہیں تو اسی مرد خدا کے فرمان کا سہارا لے کر جس کے عطا کردہ نظریہ پاکستان کی مخالفت میں نیشنلسٹ مسلمانوں سے بھی مکروہ اور بھونڈا انداز اختیار کر چکے ہو۔ یہ اللہ کا شکر ہے۔ کہ ایک حقیقت خود انہی کے ذریعے عام ہو رہی ہے کہ ان کا دین مسلمانوں کی سیاست سے جدا اور الگ رہا اور اب یہ خود ہمیں احساس دلا رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں ہمیں پہچانو ہمارا دین تمہاری سیاست سے جدا رہا تھا۔ رہا یہ سوال کہ آن کی اس نازیبا ملت کش حرکت کو مودودیت کہا جائے۔ یہ فیصلہ ہم قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں۔

منشی عبدالرحمٰن خان صاحب لکھتے ہیں :۔

مخالفین کی کوششیں

کانگریس ہائی کمان نے مسلم لیگ کی مخالفت کا شعبہ مولانا ابوالکلام آزاد کے سپرد کر رکھا تھا۔ جنہوں نے مجلس احرار، جمعیۃ العلماء ہند، جماعت اسلامی، نیشنلسٹ کانفرنس اور

Marfat.com

خدائی خدمت گاروں غرضیکہ ہر اس جماعت سے جو مسلم لیگ کی مخالفت میں پیش پیش تھی، اپیل کی کہ وہ :-

"منظم ہو کر، ایک وجود بن کر، ڈٹ کر مسلم لیگ کا مقابلہ کریں"

ل - مولانا ابوالکلام آزاد کے شاگرد رشید اور دیرینہ رفیق کار مدیر روزنامہ "ہند" کلکتہ کا ۶ر دسمبر ۱۹۴۵ء کا مقالہ اشتہاروں اور ٹریکٹوں کی صورت میں شائع کیا گیا جس میں قائداعظم کو یزید سے تشبیہ دی گئی اور مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی و دیگر اکابر جمعیۃ علماء اسلام سے سوال کیا گیا کہ :-

"دیگ والے" علماء اسلام ارشاد فرمادیں کہ حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہؓ اور کوئی مسلمان جو یزید کے مخالف اور مسلمانوں کی واحد جماعت سے الگ تھے سچے مسلمان تھے یا اسلام سے باہر ہو چکے تھے، حق پر تھے یا معاذ اللہ جہنم کی راہ پر چل رہے تھے؟ .. .. کیونکہ یزید کے ساتھ مسلمانوں کی جو جماعت تھی اور جس میں تقریباً سبھی مسلمان شریک تھے وہ صرف دو کے علاوہ باقی سب صحابہ کی شرکت کی وجہ سے مسلم لیگ کی جماعت سے کہیں زیادہ مسلمانوں کی جماعت تھی اور یہ یزیدی جماعت مسلم لیگ کی جماعت سے کہیں اعلیٰ و افضل تھی"

ب - جماعت احرار نے قائداعظم کو کافر اعظم ثابت کرنے کے لیے اس مضمون کے اشتہار در و دیوار پر چسپاں کیے کہ :-

"لیگ کے قائد نے ۱۹۱۲ء میں سول میرج ایکٹ کے مطابق جو شادی ایک کافرہ سے کی تھی، اس میں اپنی لاڈلی بیٹی

Marfat.com

کا اعلان کر دیا تھا اور اب تک انھوں نے اپنا مسلمان ہونا ثابت نہیں کیا[1]

ج۔ امارت شرعیہ بہار کے مبلّغوں نے کانگریس کی حمایت میں مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا ایک پروگرام بنایا جس کا عکس روزنامہ "تنویر" لکھنؤ نے اپنی ۲۰ جنوری ۱۹۴۶ء کی اشاعت میں شائع کیا اس میں درج تھا کہ :-

"مخالف ووٹروں کو توڑنے کے لیے اگر ضرورت پیش آئی۔ تو قبائلی اور نسلی بنیاد والی اصلاحی تحریکوں کی بھی تبلیغ کی جائے جیسے جمعیۃ المومنین، جمعیۃ الراعین، جمعیۃ المنصورین وغیرہ۔ ہر ورکر کی تھوڑی بہت ٹریننگ ضروری ہے ان کو چند ایسی موٹی موٹی باتیں سکھلا دی جائیں۔ جس کو دیہات کے لوگ آسانی سے سمجھ سکیں اور اس کے نتیجہ میں لیگ سے متنفر ہو جائیں۔ مثلاً یہ کہ لیگ آزادی کی راہ میں روڑا ہے۔

---

[1] یہ بہتان سراسر غلط تھا۔ قائداعظم نے مس رتن پٹیٹ سے سول میرج ایکٹ کے ماتحت شادی نہیں کی تھی۔ بلکہ شادی کرنے سے پہلے :-

"انھوں نے اپنی ہونے والی رفیقہ حیات کے سامنے اسلام پیش کیا اور صاف صاف کہہ دیا۔ شادی اس طرح ہو سکتی ہے کہ ہم دونوں کا جہاں دل ایک ہے مذہب بھی ایک ہو۔ اللہ کی اس نیک بندی نے بلا تامل اسلام قبول کیا۔ اور چند مخصوص دوستوں کی موجودگی میں تقریب نکاح اتمام تک پہنچی۔ مسٹر شریف دیوجی کانجی نے اثنا عشری قاضی کا انتظام کیا .. .. اس شادی کی خبر سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۱۸ء و نمبر ۹ صفحہ کالم ۴ میں بعنوان قبول اسلام شائع ہوئی"

(حیات محمد علی جناح صفحہ ۸۷ و ۸۸)

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ ۱۹۰۷ء سے اب تک گورنمنٹ نے لیگ کو اپنا دشمن نہیں سمجھا نہ لیگ کو خلافِ قانون جماعت قرار دیا۔"

۷۔ جماعت اسلامی کی طرف سے "مسلمان اور موجودہ سیاسی کش مکش" حصہ سوئم کا تیسرا باب "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے" الگ پمفلٹ کی صورت میں شائع کرکے عوام میں تقسیم کیا گیا۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ پاکستان کی

"جو تجویز کی جا رہی ہے۔ اس کے نتیجہ میں ایک قومی حکومت بھی میسر آ سکتی ہے۔ اور بدرجۂ اقل وطنی حکومت میں اچھا خاصہ حصہ بھی مل سکتا ہے۔ لیکن اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کے مقصد تک پہنچنے کے لیے یہ پہلا قدم بھی نہیں بلکہ اُلٹا قدم ہے"

(صفحہ ۱۹)

طوفانی دورے:۔ یہ وہ حالات تھے، جن میں قائداعظم اور مسلم لیگ کو صوبائی انتخابات لڑنے پڑے۔ اگرچہ اس وقت ان کی پشت پر بڑے بڑے علماء کرام۔ مشائخ عظام، نوجوان طلبا اور عوام تھے۔ مگر کانگریسی علماء کے مقابلہ میں علماء اسلام کی تعداد اتنی قلیل تھی۔ کہ انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ پھر ان میں مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا حسین احمد مدنی، مولانا احمد سعید اور مولانا حفظ الرحمٰن وغیرہ کا توڑ علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی وغیرہ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اس لیے حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے یہ گوشہ نشین بھی اپنی اپنی خانقاہوں سے باہر نکل آئے۔ اور جس طرح قائداعظم بہ نفس نفیس سندھ، سرحد، پنجاب کا دورہ کر رہے تھے، اسی طرح انھوں نے بھی ملک کے طول و عرض میں طوفانی

Marfat.com

دورے شروع کر دیئے اور اپنے ہم مشرب علماء اور مشائخ کی معیت میں اسلامی ہند کے تن مُردہ میں اپنی مجاہدانہ تقریروں سے قوتِ حیات پیدا کرنے لگے۔

(تعمیر پاکستان اور علماء ربانی صفحہ ۳۴۵ تا ۳۴۹)

مجدّدی تلوار

اسی جدّوجہد کے زمانہ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ایک صالح دوست نے انھیں خط لکھا جس میں درج تھا کہ:۔

"میں نے خواب میں حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرّحمۃ کو دیکھا جو مجھے ایک چمکدار تلوار عطا کرتے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ "عزیزم تم دیوبند جا رہے ہو۔ میں تمھیں یہ تلوار دیتا ہوں وہاں پہنچ کر میرا یہ تحفہ بعد سلام و مسنون شبیر احمد عثمانی کو دے دینا"

اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ علامہ عثمانی نے یہ واقعہ سُنا کر فرمایا کہ بھائی مسلم لیگ کی فتح یقینی ہے۔ یہی وہ مجدّدی تلوار ہے جس سے اکبر کی قومیت متحدہ اور دین الٰہی کو فنا کے گھاٹ اُتارا گیا تھا۔ اب انشاء اللہ العزیز ہم اسی مجدّدی حربہ سے کانگریس کی قومیت متحدہ اور گاندھی ازم کو ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سلا دیں گے"

(حیات شیخ الاسلام صفحہ ۴۳۲)

"حیات محمد علی جناح" میں جناب رئیس احمد جعفری تحریر فرماتے ہیں:۔

کانگریس نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مجلس احرار کے واعظانِ آتش مقال اور علمائے شیوہ بیان دورہ پر نکل کھڑے ہوئے۔ دیوبند کے وہ طلباء اور علماء جو مولانا حسین احمد صاحب سے متاثر تھے۔ تبلیغ و تلقین کے لیے شہر شہر قریہ قریہ کا

Marfat.com

گشت کرنے لگے۔ جہاں دال گلتی نہ دیکھی وہاں مولانا آزاد نے پرپرواز پیدا کیے اور طیارے میں بیٹھ کر تفریق بین المسلمین اور تضعیف شوکتِ مومنین کا غیر فانی اور لازوال کارنامہ انجام دینے کے لیے اُڑ کر پہنچ گئے۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ ملّت اسلامیہ نے جواب کیا دیا؟ قوم کا فیصلہ کیا رہا؟ واقعات کا جواب یہ ہے کہ تن تنہا مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور دوسری مسلم جماعتیں ناکام و نامراد رہیں۔"

حیاتِ قائداعظمؒ کے مصنّف چودھری سردار محمد خان عزیز صاحب رقمطراز ہیں:۔

"گاندھی جی نے اپنے انگریز فرمانرواؤں سے سب سے بڑی حکمت عملی جو سیکھی ہے وہ "پھوٹ ڈالو" اور "حکومت کرو" کا نسخہ ہے ان کے گرد آب خیر سے ہمارے بڑے بڑے کرم فرما علمائے کرام جمع تھے جو وقتاً فوقتاً محض ہندوؤں کی خوشنودی مزاج کے لیے کوئی نہ کوئی شغل فرماتے رہتے تھے ایک زیرک اور ہوشیار شکاری جال بچھا کر خود دور ہٹ جاتا ہے اور کبھی شکار کے نزدیک نہیں جاتا بھولے بھالے شکار کو پھانسنے کے لیے وہ ایک مؤثر اور کارگر طریق عمل سے کام لیتا ہے وہ جال کے نزدیک سدھائے ہوئے پرندے چھوڑتا ہے یہی کام گاندھی جی نے کیا۔ گاندھی جی کا اشارہ پاتے ہی نیشنلسٹ مسلمان ایک ہو کر بولے کہ مہاراج آپ کیوں تکلیف کر رہے ہو۔ پرماتما کا دیا سب کچھ ہے۔ آپ کا نمک کھاتے ہیں آپ کی رسوئی سے بھوجن ملتا ہے۔ آخر ہم کس مرض کی دوا ہیں ہمیں کوئی سیوا فرمایئے۔ اگر حکم ہو تو کچھ کر کے دکھائیں۔ قرآن کریم

Marfat.com

تو ہم بدل نہیں سکتے یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہاں البتہ اتنا ضرور کر سکتے ہیں کہ ایک تفسیر لکھ سکتے ہیں جس میں آپ کی ساری مشکلوں کو حل کر دیں گے۔ چنانچہ بھارت ورش میں رام راجیہ کے قیام و بقا کے لیے مہاتما جی نے جو ارشاد فرمایا تھا۔ وہ فوراً پورا ہو گیا۔ اس پُر فن حربہ کی پہلی کڑی ترجمان القرآن کی شکل میں منصۂ شہود پر آئی۔ اکبر کے دین الٰہی کی تجدید کے امکانات آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگے۔ اسلام کے باقی مذاہب پر فوقیت کے دعوے کی تغلیط ہو گئی۔ اسلام کے تفوق کو تنگ نظری سے تعبیر کر دیا۔ قرآن کا مکمل دستور العمل اور ضابطۂ حیات ایک مذہبی تعصب نظر آنے لگا۔ گاندھی جی خوش ہو گیے۔

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

مسلمانوں کی بدقسمتی ملاحظہ فرمائیے۔ کہ اس غیر فطری اور غیر اسلامی متحدہ قومیت کا قوام ایک ایسی بزرگ ہستی کے ہاتھ سے تیار کروایا جس نے کبھی قرآنی روشنی سے مسلمانوں کے سینوں کو منور کرنے کی کوشش کی تھی جس نے کبھی ظلمت اور تاریکی کے خلاف جہاد کرنا سکھایا تھا۔ مگر جب انسان اپنی ذاتی نظر و فکر کو کھو کر محض اوروں کی خوشنودیٔ مزاج کو قبلۂ مقصود بنا لیتا ہے۔ تو اسی طرح اپنی خودی کی موت کا اعلان کرتا ہے۔" (صفحہ ۲۴۶ و ۲۴۷)

چودھری سردار محمد خان عزیز صفحہ ۲۵۳ و ۲۵۴ پر رقمطراز ہیں:۔

"مگر اس زمانے کے مسلمان رہنماؤں نے گاندھی جی کی

Marfat.com

سرپرستی میں ایک نیا مذہب تیار کیا۔ ہندو مت اور اسلام کا امتزاج سراسر ایک غیر فطری اور غیر اسلامی نظریہ ہے

چنیں دور آسمان کم دیدہ باشد

مگر جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ مسلمان کے ذہنی افلاس اور قلب و نظر کی محرومی کا اتنا جاں گسل نظارہ اس سے پہلے شائد آسمان نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ مدعی سے زیادہ گواہ چست نظر آ رہے تھے یہ سودا جی اسلامیوں کا گروہ تھا۔ جو گاندھی جی کے ساتھ کٹیا میں بیٹھ کر غیر کانگریسی مسلمانوں پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کر رہا تھا کبھی انھیں رجعت پسند کہتے تھے کبھی انگریز کے پٹھو بتاتے تھے، کبھی فرنگی اور ٹوڈی کے ناموں سے یاد کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو غیروں کی خوشنودی مزاج کے لیے اپنوں میں مغائرت پیدا کر رہے تھے۔ ان لوگوں کے دلوں میں یہ مفروضہ اچھی طرح راسخ کر دیا گیا تھا کہ وہ ایک مستقل اقلیت ہیں۔ یہی بزدلانہ جذبہ اپنوں سے کٹ کر غیروں سے رشتہ جوڑنے پر انھیں مجبور کر رہا تھا۔ یہ لوگ خود اعتمادی کھو بیٹھے تھے۔ اور ہرن کی طرح ایسی چوکڑی بھولے تھے کہ اصل منزل ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو چکی تھی ہندو ان کو مکمل طور پر فتح کر چکا تھا۔ گاندھی متحدہ قومیت کی بھنگ کا جو جام گردش میں لائے تھے۔ وہ ان کی اپنی توقعات سے بھی بڑھ کر موثر ثابت ہو رہا تھا اور غیر مسلموں کے درمیان قومیت کا جو خط امتیاز اسلام نے صدیوں پہلے کھینچا تھا وہ مٹتا نظر آ رہا تھا کسی قوم میں جب تشتت اور افتراق کا دور دورہ شروع ہوتا ہے۔ تو اس پر بڑی سے بڑی ذلت بھی مسلط کرنے میں

Marfat.com

کوئی وقعت محسوس نہیں ہوتی۔ ایسی قوم تضحیک اور استہزا کی خوگر ہو جاتی ہے۔ یہی حال مسلمانوں کا ہوا۔ ان کی قومیت کو فنا کیا جا رہا تھا۔ ان کی تہذیب اور ثقافت کا مذاق اڑایا جا رہا تھا۔ ان کے تمدن اور معاشرت کا استہزا ہو رہا تھا مگر مسلمان اسی بھنگ کے نشہ میں کعبہ سے منہ موڑ کر دوسری طرف قدم اٹھا رہا تھا۔ ہندو نے جب دیکھا کہ مسلمان تو متحدہ قومیت کے "برگ حشیش" کو آب حیات سمجھ کر غٹا غٹ پی رہا ہے۔ تو اس نے ایک دن بلا تکلف برملا اعلان کر دیا۔ کہ مسلم قوم کا وجود ہی نہیں۔ چلئے چھٹی ہوئی۔ روز کا جھگڑا ختم ہوا، یہ محض ایک ڈھکوسلا ہے جو چند خود غرض لوگوں نے پیدا کیا ہے۔ یہ خیالات ہندوؤں کے اس محترم لیڈر کے ہیں جن کو پنڈت جواہر لال نہرو کہتے ہیں"۔

مولانا کی صدارت

اب آپ مولانا آزاد کی صدارت کے متعلق ایک ہندو مسٹر ایم۔ این رائے کیا فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

"مولانا صاحب کی عہدہ صدارت کے لیے امیدواری کی اس بنا پر حمایت کی جا رہی ہے۔ کہ اس سے ہندو مسلم اتحاد میں آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ لیکن یہ خیال فرقہ وارانہ مسئلہ کے متعلق افسوسناک ناواقفیت کی غمازی کرتا ہے۔ اب یہ ممکن نہیں کہ آپ کسی ایک فرد کی عزت بڑھانے سے ملت اسلامیہ کو خوش کر لیں گے۔ بلکہ یہ خیال کہ مسلمان اس بات سے راضی ہو جائیں گے کہ کانگریس نے ایک مسلمان کو صدر منتخب کیا ہے۔ اور اس بنا پر

Marfat.com

وہ کانگریس سے مصالحت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کی ذہانت کی توہین ہے۔ یہ مسئلہ افراد کی عزت افزائی سے حاصل نہیں ہو سکتا۔" دیکھا ہندو اس حربہ کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے۔

بوس کی درگت

"مسٹر سوبھاش چندر بوس پہلی مرتبہ اس لیے ۱۹۳۷ء میں کانگریس کے صدر بن گئے، کہ گاندھی جی کی مرضی یہی تھی ۱۹۳۸ء میں کانگریس کے عام ممبروں کی متفقہ رائے کے بعد صدر منتخب ہونے کے باوجود انھیں مستعفی ہو جانا پڑا، اس لیے کہ گاندھی جی ان سے تعاون اور اشتراک عمل کے لیے تیار نہیں تھے۔ حالانکہ مسٹر بوس کانگریس کے صدر تھے۔ اور گاندھی جی کانگریس کے چار آنے کے ممبر بھی نہ تھے۔" آزادیٔ ہند

استدراک بجواب

رئیس احمد جعفری صفحہ ۱۴۱

جسے خلعت پیروا ر دھا گاندھی جی سے نہ ملے وہ کیونکر صدر رہ سکے۔ اصل بات یہ ہے کہ بوس تو ہندوؤں کی بہتری کے لیے کسی مقام پر گاندھی سے پالیسی میں اختلاف کر سکتے تھے۔ نیشنلسٹ مسلمانوں کے پیروا امامؒ الہندؒ تو گاندھی جی کی رضا و خوشنودی کے لیے قرآن عزیز کی تفسیر و تاویل بھی اپنے دورِ الہلال کے نظریات و عقائد کے برعکس کر گئے۔ اس مقام پر گاندھی جی نے یہ سوچا کہ صدر نام نہاد مسلمان کو بنا کر دنیا کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک ہندو بھی گاندھی جی کی اس سیاسی چال کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا اور ادھر مولانا ہیں کہ ہر رنگ میں راضی برضا ہیں۔

Marfat.com

"اقبالؒ کے آخری دو سال" کے مصنف ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی تحریر فرماتے ہیں:۔

"جولائی ۱۹۳۷ء میں جب کانگریس نے چھ صوبوں میں وزارتیں بنانے کا فیصلہ کیا تو ایک یہ سوال بھی درپیش تھا کہ ان وزارتوں میں مسلمانوں کو بھی شامل کیا جائے گا۔ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ میں صوبائی گورنروں کے نام جو ہدایات موجود تھیں اُن میں درج تھا کہ ہر صوبے کے گورنر کا فرض ہے کہ وہ اپنے صوبے کے کابینہ میں اقلیت کے نمائندوں کو بھی شریک کرے اس لحاظ سے ضروری تھا کہ کانگریسی صوبوں کی وزارتوں میں مسلمان بھی شامل کیے جائیں۔ یو۔پی کے اسمبلی میں مسلمانوں کی تعداد چھیاسٹھ (۶۶) تھی جن میں سے پینسٹھ (۶۵) غیر کانگریسی ممبر تھے اور صرف رفیع احمد قدوائی ایک ضمنی انتخاب میں کانگریس کے ٹکٹ پر منتخب ہو کر آئے تھے۔ تمام غیر کانگریسی مسلمان ممبر مسلم لیگ کے حلف نامے پر دستخط کر کے مسلم لیگی بن چکے تھے اور اور اُن کے لیڈر چودھری خلیق الزماں تھے۔"

گذشتہ دو سال کے واقعات کے پیش نظر ہر شخص کی یہی توقع تھی کہ آئندہ صوبائی حکومتوں میں کانگریس اور لیگ مل جل کر کام کریں گی۔ لیکن جب وزارت سازی کا وقت آیا تو یہ ساری توقعات خاک میں مل گئیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے جن کو کانگریس نے یو۔پی۔ بنگال۔ پنجاب اور سرحد کے پارلیمنٹری امور کا سربراہ بنا دیا تھا، چودھری خلیق الزماں کو خط لکھ کر چند شرائط پیش کیں اور فرمایا کہ اگر یہ شرطیں ماننے کو تیار ہو۔ تو مسلم لیگ کے کسی ممبر کو ہم وزارت میں

Marfat.com

جگہ دے سکتے ہیں :-

وہ شرطیں کیا تھیں - ملاحظہ فرمائیے :-

اوّل :- یو-پی اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی کو توڑ کر بالکل ختم کر دیا جائے -

دوم :- مسلم لیگ پارٹی کے تمام ممبر کانگریس کے حلف نامے پر دستخط کر کے کانگریسی بن جائیں - اس طرح یہ لوگ کلیتہً کانگریس کے نظم وضبط اور قواعد وضوابط کے تحت آجائیں گے اور آئندہ اپنے تمام اعمال وافعال کے لیے کانگریس کے سامنے جواب دہ ہوں گے - کانگریس پارٹی کے جلسوں میں ان لوگوں کو شریک ہونا ہوگا - جہاں دیگر کانگرسی ممبروں کی طرح یہ لوگ بھی ہر معاملہ میں ووٹ دیں گے -

سوئم :- کانگریس کی مجلس عاملہ نے مختلف اسمبلیوں کے کانگریسی ممبروں کے لیے جو ضابطۂ عمل تیار کیا ہے - مسلم لیگ کے ان ممبروں کو (جو آئندہ کانگریس کے ممبر سمجھے جائیں گے) اس ضابطے پر باقاعدہ عمل کرنا ہوگا -

چہارم :- مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کو توڑ دیا جائے گا اور آئندہ کسی انتخاب میں مسلم لیگ کو اپنے ٹکٹ پر اُمیدوار کھڑے کرنے کی اجازت نہیں ہوگی - یہ کام کانگریس کے ذمے ہوگا کہ وہ مسلمانوں کے حلقہ ہائے انتخاب میں اپنے ٹکٹ پر اُمیدوار کھڑے کرے -

پنجم :- تمام ممبروں کو کانگریس کے لائحہ عمل پر کاربند ہونا پڑے گا اور کانگریس کے اغراض ومقاصد کی تکمیل میں ہر ممکن کوشش کرنا ہوگی -

Marfat.com

ششم:۔ اگر کانگریس نے کبھی وزارت یا اسمبلی سے مستعفی ہو جانے کا فیصلہ کیا۔ تو ان ممبروں کو بھی اس فیصلے کی پابندی کرنا پڑے گی۔

غور فرمائیے۔ کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے کانگریس کا نقیب بن کر جو شرائط پیش کی تھیں کیا وہ مسلم لیگ کو اشتراک و تعاون کی دعوت تھی؟ یا اس بات کی للکار تھی۔ کہ ہتھیار ڈال کر گھٹنے ٹیک دو اور کانگریس کی غلامی کا پٹہ گردن میں ڈال کر ہماری بارگاہ میں سربسجود ہو جاؤ؟ کیا کوئی خوددار سیاسی جماعت ان ذلت آمیز شرائط کو ایک لمحے کے لیے بھی قبول کرنے پر تیار ہو سکتی تھی؟ چنانچہ جب مسٹر جناح کو ان شرائط کی اطلاع ملی تو انھوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم ایک مساوی فریق کی حیثیت سے تعاون کرنے کو ہر وقت تیار ہیں لیکن اپنی جداگانہ قومی ہستی کو ختم کر کے اپنے آپ کو مٹا دینے پر کبھی آمادہ نہیں ہو سکتے۔

کاش مولانا ابوالکلام آزاد اس موقع پر آس، حیات و ہمت اور اس غیرت و حمیت کا ثبوت دیتے۔ جو کسی زمانے میں ڈاکٹر انصاری کا شیوہ خاص تھا۔ ۱۹۳۳ء میں جب کانگریس فرقہ وارانہ فیصلے کی مخالفت کرنے پر تلی ہوئی تھی تو ڈاکٹر انصاری نے دیانا سے گاندھی جی کو تار دیا تھا کہ فرقہ وارانہ فیصلے کا بدل صرف ایک متفقہ فیصلہ ہی ہو سکتا ہے۔ جب تک ایسا متفقہ فیصلہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں نہ ہو جائے۔ کمیونل ایوارڈ کو برقرار رکھا جائے گا اور اگر کانگرس نے اس کے خلاف آواز بلند کی تو وہ کانگرس سے مستعفی ہو جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

(صفحہ ۴۴۶ تا ۴۴۹)

Marfat.com

ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

"جب مسلم لیگ نے اپنی جداگانہ قومی ہستی کو ختم کر دینے سے انکار کیا۔ تو یو۔پی میں کانگرس نے رفیع احمد قدوائی کو وزارت کا منصب سونپ دیا اور ساتھ ہی حافظ محمد ابراہیم کو، جو مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے تھے، یہ لالچ دیا کہ اگر وہ لیگ سے مستعفی ہو کر کانگرس کے حلف نامے پر دستخط کر دیں تو انھیں وزارت عطا کر دی جائے گی۔ چنانچہ حافظ صاحب اس لالچ کا شکار ہو گئے۔ یہی حربہ کانگرس نے مدارس، بمبئی، صوبجات متوسط اور بہار میں استعمال کیا۔ مدراس میں سیٹھ یعقوب حسن اور بہار میں ڈاکٹر سید محمود کو وزیر بنا دیا گیا۔ بمبئی اور صوبجات متوسط میں کوئی مسلمان کانگرس ٹکٹ پر کامیاب نہیں ہوا تھا۔ یہاں بھی مری حافظ ابراہیم والا کھیل کھیلا گیا اور یٰسین نوری اور محمد یوسف شریف کو لیگ سے توڑ کر کانگریس میں شامل کیا اور انھیں علی الترتیب بمبئی اور صوبجات متوسط کا وزیر بنا دیا گیا۔ یہ سب کچھ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ آئندہ کانگریس کے علاوہ ہندوستان میں کسی اور جماعت کو زندہ رہنے کا حق نہیں ہوگا اور اگر مسلمان اس ملک میں زندگی کا سانس لینا چاہتے ہیں تو انھیں اپنی جداگانہ قومی تنظیم کو ختم کر کے کانگریس میں جذب ہو جانا پڑے گا۔" (صفحہ ۴۵)

جناب ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی رقمطراز ہیں :۔

"یو۔پی میں حافظ ابراہیم اور رفیع قدوائی۔ بمبئی میں یٰسین نوری۔ مدراس میں سیٹھ یعقوب حسن۔ بہار میں سید محمود اور سی۔پی میں یوسف شریف کو محض اس لیے وزارت میں جگہ

Marfat.com

دی گئی تھی کہ وہ مسلمان تھے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے اپنے صوبے کی کابینہ میں کس کی نمائندگی کرتے تھے؟ یقیناً یہ نمائندگی مسلمان قوم کی نہیں تھیں۔ یو۔پی کی مجلس قانون ساز کے مسلمان ممبروں کی تعداد ۶۶ تھی جن میں سے ۶۴ حافظ ابراہیم اور رفیع قدوائی کو اپنا نمائندہ تسلیم کرنے سے انکار کرتے تھے۔ بمبئی اسمبلی میں مسلمان کل ۳۰ تھے۔ جن میں سے ۲۹ کو یٰسین نوری پر قطعاً کوئی اعتماد نہیں تھا۔ مدراس اسمبلی میں مسلمانوں کی تعداد ۲۸ تھی۔ جن میں سے ۲۳ کو سیٹھ یعقوب حسن پر کوئی اعتماد نہیں تھا۔ اسی طرح بہار اور صوبجات متوسط کی مجالسِ قانون ساز میں علی الترتیب مسلمان ۴۰ اور ۴۴ تھے۔ لیکن بہار کے ۳۶ اور صوبجات متوسط کے تیرہ ۱۳ ممبر سید محمود اور یوسف شریف کو اپنا اپنا نمائندہ تسلیم کرنے سے انکار کرتے تھے۔ پھر کانگرس نے ان نام نہاد مسلمان وزیروں کو کس قوم کا نمائندہ سمجھ کر اپنے سینے سے لگا رکھا تھا؟ (صفحہ ۴۵۲)

آگے چل کر صفحہ ۴۵۴ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"بعض لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے۔ کہ کانگرس تو یو۔پی میں مسلم لیگ کو وزارت میں شامل کرنے پر آمادہ تھی اور کانگرس لیگ کو صرف ایک وزارت دینے پر تیار تھی۔ یہ بات قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس باب میں کانگرس کی طرف سے جو باضابطہ تحریر چودھری خلیق الزماں کو بھیجی تھی۔ وہ الٰہ آباد کے انگریزی روزنامہ پائنیر مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۳۷ء میں چھپ گئی تھی اور مولانا کا یہ خط میں نے وہیں سے نقل کر کے اوپر درج کیا ہے۔"

Marfat.com

مسٹر جناح نے اکتوبر ۱۹۳۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ کے موقع پر اپنے خطبہ صدارت میں وزیر ہند لارڈ زٹلینڈ۔ وائسرائے اور گورنروں پر کھلے الفاظ میں یہی الزام عائد کیا تھا کہ

"... ... ان لوگوں نے کانگرس کے ساتھ مل کر اُن مسلمانوں کو وزارت کے منصب پر بٹھا دیا ہے جن کے متعلق اُن کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اُن افراد کو مسلمان قوم کی قطعاً تائید حاصل نہیں ہے۔ جب اس کام میں گورنروں نے اپنی بے بسی کا اظہار کر کے ثابت کر دیا کہ وہ اقلیت کے ان حقوق کی حفاظت کرنے سے قطعاً معذور ہیں جس کا ذمہ برطانوی حکومت نے اٹھایا تھا تو آئندہ اُن سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ آگے چل کر بیسیوں نہیں سینکڑوں ایسے مسائل پیش آئیں گے جب اقلیتوں کو اپنے حقوق کی پاسداری کے لیے اُن کی امداد و اعانت درکار ہوگی اُس وقت بھی یہ لوگ اس طرزِ عمل کا ثبوت دیں گے۔" (صفحہ ۴۵۵ و ۴۵۶)

ڈاکٹر صاحب ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"یہ سب کچھ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کی آنکھوں ہی کے سامنے نہیں بلکہ اُن کی شبانہ روز کوشش اور محنت سے ہو رہا تھا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ اب مولانا کا صرف یہ کام رہ گیا تھا کہ جہاں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں اُن کی جداگانہ ہستی کو ختم کر کے انھیں ہندو اکثریت میں مدغم کر دیا جائے اور جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں سازشوں۔ ریشہ دوانیوں اور اختراپردازیوں کے ذریعے اُن کی قومی جمعیت کو پارہ پارہ کیا جائے تاکہ اغیار کو حکمرانی کے مواقع مہیا ہوتے جائیں انا للہ وانا الیہ راجعون

Marfat.com

بدرالدین طیب جی سے لے کر تصدق احمد خان شروانی تک ہندوستان کے بیسیوں مسلمان اکابر وقتاً فوقتاً کانگرس میں شریک رہ چکے ہیں جن میں محمد علی ایسے آتش نفس، انصاری ایسے ایثار پیشہ، جناح ایسے آئین پسند، حسن امام ایسے قانون دان اور حسرت موہانی ایسے رئیس المتغزلین سبھی قسم کے لوگ موجود تھے لیکن مسلمانوں کے قومی مفاد کو جس بے حسی بلکہ سنگ دلی سے قربان کرنے کا شرف حضرت "امام الہند" کے حصے میں آیا وہ کسی اور کو نصیب نہ ہو سکا۔"

(صفحہ ۴۶۶ و ۴۶۷)

لہ مولانا ابوالکلام آزاد کا نام غلام محی الدین اور ان کے بڑے بھائی کا نام غلام یٰسین اور تخلص آہ تھا لیکن مولانا نے اپنا نام بتدریج بدلا پہلے محی الدین احمد رکھا پھر عرب بننے کے شوق میں صرف احمد رہ گیے۔ فرماتے ہیں:-

"یہ غریب الدیار عہد و نا آشنائے عصر۔ بیگانۂ خویش و نمک پروردۂ ریش معمورۂ تمنا و خرابۂ حسرت۔ کہ موسوم بہ احمد و مدعو بابی الکلام ہے۔"

مولانا کا آبائی وطن قصبہ کھیم کرن تحصیل قصور ضلع لاہور تھا لیکن مولانا فرماتے ہیں کہ

"آبائی وطن دہلی مرحوم ہے۔ مگر وطنِ مادری سرزمینِ مطہر طیبہ دارالہجرت سیدالکونینؐ و شہرستانِ نبوت و وحی ہے۔"

مولانا کے دادا کا نام عمر دین عرف عمرا چھیکڑی تھا۔ وہ کھیم کرن ہی گائے بھینس کی کھالیں رنگنے کا کام کرتے تھے اور کھیم کرن ہی میں دفن ہیں۔ باقی صفحہ ۴۶۸

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۷) لیکن مولانا فرماتے ہیں کہ

"میرے دادا مولانا محمد ہادی دہلی مرحوم کے ایک مشہور خاندان علم و فضیلت سے تعلق رکھتے تھے جس میں بیک وقت پانچ پانچ علما و درس و افتا و اصحاب سلوک

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۶۹ پر دیکھئے)

Marfat.com

پردہ اٹھنے کے بعد

کے عنوان سے مولانا ماہر القادری صاحب کا ماہنامہ "فاران" کراچی بابت مارچ ۱۹۶۰ء رقمطراز ہے :-

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی ذہانت اور عبقریت اپنی جگہ مسلّم

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۳۶) طریقت پیدا ہوتے ہیں۔"

مولانا کے والد خیر دین (جو بعد میں صوفی پیر خیر الدین کے لقب سے مشہور ہوئے) دس گیارہ سال کی عمر میں کھیم کرن سے بھاگ کر بمبئی چلے گئے۔ مولانا کے حقیقی چچا یعنی خیر دین کے بھائی امام دین کا ستر سال کی عمر کے لگ بھگ لاہور میں انتقال ہوا تھا اور اُن کی قبر بھی لاہور میں ہے۔ امام دین کے بیٹے یعنی مولانا کے چچا زاد بھائی فیروز دین گلٹ سازا بھی چند سال ہوئے لاہور میں موری دروازے کے اندر ایک چھوٹی سی دکان کرتے تھے۔

ان حقائق کے باوجود مولانا فرماتے ہیں :-

"والد مرحوم کے نانا رکن المدرّسین مولانا منوّر الدین اپنے عہد کے مشاہیر اساتذۂ علم و درس اور اصحاب طریقت و سلوک میں سے تھے اور ان مخصوص اصحاب کمال میں سے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ علوم ظاہر و باطن عطا (باقی صفحہ ۴۶۹)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۸) فرماتا ہے ان کا شمار حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے اجلۂ تلامذہ میں تھا اور سلطنتِ مغلیہ کے آخری رکن المدرّسین تھے۔"

تقسیم ہند کے بعد قصبہ کھیم کرن بھارت میں رہ گیا ہے۔ تازہ ترین اطلاع یہ ہے۔ کہ کھیم کرن کے باشندوں کی درخواست پر مشرقی پنجاب کی حکومت نے کھیم کرن کے چھٹا دروازہ کا نام مولانا آزاد گیٹ رکھ دیا ہے۔ اور مولانا کا آبائی مکان آثار قدیمہ کے طور پر محفوظ کر لیا گیا ہے۔"

Marfat.com

ہے، کوئی شک نہیں وہ غیر معمولی ذہین آدمی تھے۔ اور وہ جو مشہور کہاوت ہے "کہ یک من علم را دہ من عقل باید" تو یہ ضرب المثل اُن پر پوری اُترتی ہے! مولانا آزاد تحریر و تقریر میں اپنا آپ جواب تھے۔ اپنے انداز تحریر کے موجد بھی اور خاتم بھی! ہندوستان کی جنگِ آزادی میں وہ صفِ اوّل کے قائدین میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، انگریزی عہد حکومت میں بار بار جیل گئے اور قید و بند کے شدائد ان کی عزیمت پر اثر انداز نہ ہو سکے!

"مولانا آزاد کی ان تمام خوبیوں کا ہمیں اعتراف ہے مگر اُن کی زندگی کے یہ کمزور پہلو بھی ہمارے سامنے ہیں کہ وہ اپنے بارے میں تعلیم و سفر وغیرہ اور اپنے خاندان کے حالات جب بیان کرتے ہیں، تو اس میں نہ صرف یہ کہ بے جا مبالغہ سے کام لیتے ہیں بلکہ اس میں "ایجاد بندہ" کا خاصہ رنگ پیدا کر دیتے ہیں اپنی اور اپنے خاندان کی تذکرہ نگاری کے فن میں وہ اپنے وقت کے "واقدی" ہیں! کاش! مولانا آزاد احساسِ کمتری کے اس مرض میں مبتلا نہ ہوتے۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی اس کمزوری کی جانب غالباً سب سے پہلے علامہ سیّد سلیمان ندوی مرحوم نے سرسری اشارہ فرمایا تھا اُس کے بعد "فاران" میں مولانا آزاد کے عراق و مصر کے سفر اُن کے آبائی وطن اور دوسرے متعلقات پر ناقدانہ بحث کی گئی، پھر صاحب موصوف کی وفات کے بعد جب آزاد کی کہانی شائع ہوئی تو ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ کے دسمبر ۱۹۵۸ء کے شمارے میں مولوی نسیم احمد فریدی کا ایک مبسوط اور مدلّل تبصرہ چھپا جس میں مولانا آزاد کی بعض غلط

Marfat.com

بیانیوں کی کھل کر تردید کی گئی۔ جس کی مدافعت کی اُن کے کسی عقیدت مند کو جرأت نہیں ہوئی!!

ذرا آگے چل کر:۔

"مولانا مرحوم کے بارے میں جو بات سب سے زیادہ کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کی زندگی کا آغاز کس دینی جوش ولولہ کے ساتھ ہوا تھا۔ الہلال نے سچ مچ دینی جذبات کا صُور پھونک دیا تھا، مگر اُن کی آخری زندگی ایک مرقع عبرت بن کر رہ گئی وہ ایک لادینی حکومت کے بے عذر کارپرداز اور وفادار وزیر تھے جن کے محکمہ میں ایسی کتابیں نصاب میں شامل کی گئیں جن سے بُت پرستی کا پرچار اور اسلامی توحید کی نفی ہوتی تھی۔ بھارت میں گائے کے ذبیحہ کی ممانعت سے لے کر توہین رسولؐ تک کے اندوہناک واقعات رُونما ہو گیے مگر حزب اللہ کے موسسِ امام الاحرار مولانا محی الدین المکنی بابی الکلام الدہلوی دم سادھے بیٹھے رہے۔ انگریز کے دور میں وہ شورا شوری اور ہندو راج میں یہ بے نمکی!

"نظر کی نامسلمانی سے فریاد"

مبالغہ سے بچئے:۔ "ہر شخص کو اس کا حق حاصل ہے، جسے وہ پسند کرتا ہے اس کو سراہے اور اس کے مناقب بیان کرے! لیکن اہل علم کو اس معاملہ میں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے! عقیدت کے جوش میں کسی کو احمد بن حنبلؒ اور ابن تیمیہ کا ہمپایہ اور مثل ٹھہرایا جا سکتا ہے، مگر اس ممدوح کے یہاں اگر بعض انتہائی غلط اور گمراہ کن نظریات ملتے ہوں تو یہ مبالغہ آرائیاں اور قصیدہ خوانیاں آئندہ نسلوں کو بڑی الجھن

Marfat.com

میں مبتلا کر دیں گی کہ وہ کیا کریں اور کدھر جائیں! شخصیتوں کے بارے میں غلو نے بڑا نقصان پہنچایا ہے!" ——

پھر رقمطراز ہیں :-

"مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اپنے والد مولوی خیرالدین کا اس طمطراق کے ساتھ ذکر کیا ہے یا دوسروں نے ان کی زبان سے سُن کر لکھا ہے کہ وہ بہت بڑی شخصیت کے حامل تھے۔ دلّی میں مفتی صدرالدین آزردہ جیسی مایہ ناز ہستیوں کے وہ ہم نشین تھے، نواب یوسف علی خان ناظم والیٔ رام پور اُن کے حلقہ ارادت میں شامل تھے اور انھوں نے نہرزبیدہ کی مرمت و درستی کے لیے ممالک اسلامیہ میں چندے کے لیے اپیل کی تھی۔ .. .. .. مولانا حامد اللہ ندوی نے اپنے مقالہ میں "الحسنات فی رد السیات" نام کے ایک اردو رسالہ کے اقتباسات پیش کیے ہیں جو ۱۳۰۵ھ میں حافظ عبداللہ غازی پوری کے اہتمام سے مطبع غوثیہ کلکتہ میں چھپا ہے اس کے مصنف مولوی عبدالشکور مرحبا ہیں جو ٹانڈہ ضلع فیض آباد کے رہنے والے تھے اور کلکتہ میں بود و باش اختیار کر لی تھی! یہ رسالہ مقالہ نگار کے قول کے مطابق بمبئی کی کرمی لائبریری میں موجود ہے! ان اقتباسات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مولوی خیرالدین اہل بدعت کا مسلک رکھتے تھے اور ایسے وعظ کہے تھے کہ —— "غرض مولوی تصوری کی بدولت ان دنوں کلکتہ و سواد کلکتہ میں شرک و بدعت کا بازار کسی قدر گرم ہے، دل اہل سنّت سرد .. .. .."

"مولوی خیرالدین تصوری کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ

Marfat.com

بمبئی میں جب وہ مقیم تھے اور ایسی شر پسند تقریریں کرتے تھے۔ تو پولس نے ان کی تقریروں پر پابندی لگائی تھی وہ اپنی تقریروں میں شاہ ولی اللہ، قاضی ثناء اللہ اور شاہ عبدالعزیز قدس اللہ اسرارہم پر "وہابیت" کی پھبتی چست کیا کرتے تھے۔"

"اس رسالہ میں مولوی خیرالدین قصوری نے مہتمم (مضافات بمبئی) میں لال باڑی کے آگے ایک مسجد بنائی تھی اُسی مسجد کو چھ ہزار روپیہ میں ایک بقال کے یہاں رہن رکھ دیا، اگر مولوی صاحب کے میمن معتقدین اور کولسہ محلہ والے چندہ کرکے اس مسجد کو نہ چھڑاتے تو یہ مسجد نیلام چڑھ جاتی۔" (ماہنامہ فاران مارچ ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۳ تا ۱۵)

ہفت روزہ فاران جولائی ۱۹۶۰ء

جناب ماہر القادری ایڈیٹر ہفت روزہ فاران کراچی نے ایک مضمون "پردہ اُٹھ جانے کے بعد" اسی سال مارچ کے "فاران" میں شائع کیا تھا جس میں مولانا آزاد پر تنقید کی تھی۔ ماہر القادری صاحب نے اس سے ایک سال قبل ایک مضمون "جائزہ" کے عنوان سے مولانا امین احسن اصلاحی کے بارے میں رقم کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ مولانا اصلاحی جس شخصیت کی بے حد مدح وستائش کرتے ہیں۔ جب اس سے بگڑتے ہیں تو اس کے "محاسن" اُن کی نگاہ میں "معایب" سے بدل جاتے ہیں۔" ہمارے خیال میں ماہر القادری صاحب نے یہ مضمون مولانا اصلاحی صاحب کی جماعت اسلامی سے علیحدگی کے اقدام اور مودودی صاحب پر جرح و تنقید اور اختلاف کے تیر و نشتر جو بعد میں

Marfat.com

اصلاحی صاحب نے چلّا کر مودودی کی شخصیت کی عظمت کو مجروح و زخمی کیا، متاثر ہو کر "جائزہ" لکھا۔ ماہر القادری صاحب "تجزیہ" میں گلہ مند ہیں کہ اصلاحی صاحب نے دراصل مجھ سے میرے مضمون "جائزہ" کا انتقام لینے کے لیے "پردہ اٹھ جانے کے بعد" کو ذریعہ بنایا ہے اور وہی جذبہ ہے۔ جو "تذکرہ و تبصرہ" میں جھلک رہا ہے۔ یہ مولانا اصلاحی کے ذاتی رسالہ "میثاق" کا مستقل عنوان ہے۔ اصلاحی صاحب نے ماہ اپریل ۱۹۶۰ء کے "میثاق" میں "فاران" کے ایک مضمون پر نقد و احتساب کے عنوان سے "پردہ اٹھ جانے کے بعد" کی آڑ لے کر بقول ماہر القادری صاحب اُن سے "جائزہ" کا انتقام لیا ہے۔ یہ تو بہرحال ان دونوں بزرگوں کے خیالات ہیں اور رائے ایک دوسرے کے بارے میں ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ "تجزیہ" کافی طویل مضمون ہے۔ ہم اس سے مفید مطلب اقتباسات پیش کر رہے ہیں جن سے جناب ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صاحب کی اُس تحریر کی تائید و حمایت کا پہلو نکلتا ہے جو انھوں نے اپنی کتاب "اقبال کے آخری دو سال" میں پیش کی ہے۔ ان اقتباسات سے ہمارے قارئین یہ نتیجہ بھی اخذ کر سکیں گے کہ ایک برہنہ حقیقت جو ڈاکٹر صاحب نے پیش کی ہے وہ دوسروں کی زبان و قلم پر بھی ہے اور اس میدان میں وہ اکیلے نہیں ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے

ماہر القادری رقمطراز ہیں:۔

"اس کے جواب میں عرض ہے کہ مولانا ابن احسن اصلاحی صاحب نے مولانا آزاد کی ذات سے محبت و عقیدت اور

Marfat.com

مدافعت کا دنیا سے نرالا اور عجیب وغریب مظاہرہ فرمایا ہے کہ مولانا مرحوم پر جو بعض اعتراضات وارد کیے جاتے ہیں یا "فاران" میں جن کا ذکر کیا گیا ہے، ان کو رفع کرنے کے بجائے ان کی تصویب کی ہے، بلکہ ایک جگہ مولانا آزاد کی پوزیشن کو بہت کمزور کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں (یعنی اصلاحی صاحب)

"مولانا آزاد مکہ میں نہیں کھیم کرن میں پیدا ہوئے، ان کے باپ کوئی بڑے عالم نہیں تھے، بلکہ مسجد کے رہن رکھنے والے اور بدعتی آدمی تھے سوال یہ ہے کہ ان تحقیقات سے اقامتِ دین کے اس نصب العین کو کیا تقویت پہنچ رہی ہے۔ ۔ ۔ ۔"

"مولانا آزاد مرحوم کی یہ روایت اور اپنا بیان ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے ان کے اس بیان پر "فاران" میں کوئی تنقید نہیں کی گئی، جنوری ۱۹۵۲ء کے "فاران" میں یہ لکھا گیا تھا:۔

"مولانا آزاد اپنے کو الہلال میں دہلوی لکھا کرتے تھے۔ مگر دہلی نہ ان کا مولد ہے اور نہ ان کا منشا ہے۔ مسٹر ہمایوں کبیر نے لکھا ہے اور جو کچھ لکھا ہے اس کا ماخذ مولانا آزاد کا "تذکرہ" اور ان کا زبانی بیان ہے کہ مولانا ۱۸۸۸ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور دس سال تک وہیں رہے ۱۸۹۸ء میں ان کے والد مولانا خیرالدین کلکتہ میں آکر مقیم ہو گئے اور مولانا آزاد بھی ان کے ساتھ چلے آئے اور کلکتہ میں درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ دہلی سے مولانا آزاد کی وجہ نسبت البتہ یہ ہو سکتی ہے کہ بقول مسٹر ڈیسائی ان کے والد دہلی میں رہتے تھے ۱۸۵۷ء کے آشوب غدر میں انھیں دہلی چھوڑنی

Marfat.com

پڑی، اور اپنے مرید نواب یوسف علی خاں والئی رام پور کے پاس چلے گئے اور نواب صاحب نے مولانا خیرالدین کے بمبئی جانے کا انتظام کر دیا۔ بمبئی سے وہ مکہ چلے گئے۔

عرض کرنا یہ ہے کہ مولانا نے اپنے خاندانی حالات کے سلسلے میں بہت کچھ لکھا ہے مگر انھوں نے کھیم کرن کا نام نہیں لیا، اس مضمون کے پڑھنے والے متحیر ہوں گے کہ یہ کھیم کرن کیا بلا ہے؟ سنیئے! قصور (مغربی پنجاب) سے امرت سر ریل کے ذریعے جاتے ہوئے ایک قصبہ کھیم کرن پڑتا ہے۔ مولانا آزاد کے دادا جن کا نام عمر دین اور عرف "چھیکڑی" تھا۔ کھیم کرن ہی میں بود و باش رکھتے تھے، مولانا خیرالدین کے بڑے بھائی یعنی مولانا آزاد کے تایا کا نام "امام دین" تھا۔ عمر دین نے کھیم کرن کی سکونت ترک کر دی تھی۔ مگر اس کا پتہ نہ چل سکا۔ کہ وہاں کے لکھے پڑھے لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ ہماری بستی کے عمر دین کے پوتے نے اتنا نام پیدا کیا ہے! کوئی جا ہے تو کھیم کرن جا کر اس واقعہ کی آج بھی تحقیق کر سکتا ہے!"

ہم نے یہ کہیں نہیں کہا کہ مولانا آزاد مکہ معظمہ میں نہیں کھیم کرن میں پیدا ہوئے تھے افسوس ہے کہ مولانا اصلاحی نے ہم سے وہ غلط بات منسوب کر دی جو ہم نے نہیں کہی، یہ بات ارشاد فرما کر مولانا موصوف ہمارے بارے میں لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ مولانا آزاد کی کہی ہوئی ہر بات کو ہم جھٹلاتے ہیں یہاں تک کہ ان کی پیدائش کی روایت بھی ہمارے نزدیک جعلی اور گھڑی ہوئی ہے، مولانا اصلاحی کے یہ فرما دینے سے:۔

"مولانا آزاد مکہ میں نہیں پیدا ہوئے، کھیم کرن میں پیدا ہوئے"۔

Marfat.com

"خود مولانا آزاد کی اپنی پیدائش کے بارے میں ان کی بیان کی ہوئی روایت بھی غلط اور مجروح و مشتبہ ٹھہرتی ہے۔ جس کو ہمارے علم و اطلاع کی حد تک کسی نے مشتبہ نہیں سمجھا، اور مولانا آزاد کی اس روایت کو سب سے پہلے مولانا اصلاحی نے مجروح کیا ہے اور یہ اشتباہ پیدا فرمایا ہے۔"

(ہفت روزہ "تاران" جولائی ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۲ و ۲۲)

صفحہ ۲۴ پر رقمطراز ہیں:۔

حدیث کا غلط انطباق: ۔"اب لے دے کر ہمارا قصور مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کے بقول یہ رہ جاتا ہے۔ "وفات پا جانے والوں کے متعلق ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت ہے کہ اگر ان کی کچھ بھلائیاں ہمارے علم میں ہوں، تو ان کا ذکر کریں، ورنہ کم از کم لغزشوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کریں۔" کون مسلمان ہے جو حضورؐ کے فرمان سے سرتابی کی دیدہ دانستہ جرأت کر سکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اپنی جگہ واجب الاطاعت ہے اور اس میں دین و دنیا کی بڑی بھلائیاں اور حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ اسی لیے ہم نے اپنے کسی مضمون اور تحریر میں مولانا آزاد کے ذاتی اعمال اور شخصی احوال کا جن کی پردہ پوشی کی ارشاد نبویؐ میں ہدایت کی گئی ہے، ذکر کیا اشارہ تک نہیں کیا مگر اس حدیث شریف کو مولانائے محترم نے جو تذکرہ سوانح اور تاریخ و روایت کی غلط بیانوں کے ذکر و بیان تک پر منطبق اور چسپاں کر دیا ہے، یہ درست نہیں ہے کتاب و سنت کے منشاء مصداق اور اس کے انطباق کو مولانا ہم سے ..... بہتر سمجھتے ہیں، مگر انھوں نے اس حدیث کے منشاء و مصداق پر غور

Marfat.com

فرمانے کی زحمت نہیں فرمائی اور وہ اس لیے کہ حدیث کی آڑ لے کر ہمیں ہدفِ ملامت بنانا مقصود تھا!

"تذکرہ اموات" کے سلسلہ میں عرض ہے کہ عبرت و موعظت اور دوسری حکمتوں اور فن تاریخ و سیرت کی ضرورتوں کے لیے وفات پائی ہوئی شخصیتوں کے بعض ذاتی اعمال و کردار کا ذکر کرنا بھی اس حدیث کے تحت نہیں آتا اگر آتا تو حضرت طالب ابن ابی طالبؓ اور حضرت ماعزؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کی زندگیوں کے مشہور و شدید واقعات ان کی وفات کے بعد ہرگز بیان نہ کیے جاتے، اور ان روائتوں کا بیان کرنا بند کر دیا جاتا، ہم اس بحث کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ بلکہ سامنے کی باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گزر جائیں گے اور اس طرح یہ بات آپ ہی آپ کھلتی اور واضح ہوتی چلی جائے گی۔

مروان کی سیاسی چالبازیاں، یزید ابن ہبیرہ اور حجاج کے مظالم، ولید اور جہانگیر کی شراب نوشی، علاؤالدین خلجی کا اپنے بے گناہ چچا کو قتل کر دینا، محمد شاہ رنگیلے کی عیش پرستانہ زندگی، اس قسم کے بے شمار واقعات جو تاریخ میں ملتے ہیں اور وہ تحریر و بیان اور بحث و گفتگو میں آتے اور دہرائے جاتے رہتے ہیں، تو کیا یہ تذکرے گناہ ہیں؟ اور جو علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

جعفر از بنگال، صادق از دکن
ننگِ ملت، ننگِ دین، ننگِ وطن

تو کیا اس شعر سے "ذکر اموات" والی حدیث کی خلاف ورزی ہوتی ہے؟

Marfat.com

اسلامی لٹریچر میں اس کی کتنی مثالیں ملتی ہیں کہ فلاں فلاں محدث اور راوی کاذب تھا، وضاع اور مدلس تھا علمائے اسلام میں کسی کو حاطب اللیل کہا گیا ہے اور کسی کے قلم کو رطب کا تلوار بتایا گیا ہے۔ واقعات کے بیان کرنے اور کتابوں کے حوالے دینے میں جن اہل قلم نے غلطیاں کی ہیں ان کی چوریاں پکڑی گئی ہیں۔ کسی مفتی اور فقیہ نے کسی امیر اور بادشاہ کی خاطر دین و شریعت میں رخصتیں اور باتیں پیدا کی ہیں تو اس پر گرفت کی گئی ہے، تاریخ اور تذکروں میں افسانوں اور شہروں کے ناموں، تاریخی سنین اور واقعات کے اختلافات اور ان کی غلطیوں سے بحث کی گئی ہے، علماء تاریخ و سیر کی لغزشوں کو بے نقاب کیا گیا ہے، سفرناموں کے واقعات کو درایت و روایت کی کسوٹی پر جانچا اور پرکھا گیا ہے کہ ان میں یہ یہ باتیں غلط، شتبہ اور مبالغہ آمیز ہیں۔ اس پر بحثیں چھڑی ہیں کہ فلاں صاحب کی فلاں بزرگ سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں؟

اور آجتک

کسی نے بھی ان تحقیقی اور تنقیدی کوششوں کو "ذکر اموات" والی حدیث کا مخالف نہیں بتایا، اور نہ مولانا اصلاحی صاحب کی طرح نقد و احتساب کے اس سلسلہ پر یہ طنز کی "کہ" ان تحقیقات سے اقامت دین کے نصب العین کو کیا تقویت پہنچ رہی ہے۔۔؟"

جب شروع ہی سے

زندہ اور وفات پائی ہوئی اہم سے اہم شخصیتوں اور محترم سے محترم ہستیوں پر نقد و احتساب کا یہ سلسلہ جاری رہا ہے اور اسلامی تاریخ کے کسی دور میں یہ کام بند نہیں ہوا تو پھر کیا

Marfat.com

مولانا آزاد ہی کی پوری اُمّت میں ایسی نرالی، منفرد اور مقدّس شخصیّت گزری ہے جن کی تحریر و نگارش، تذکرہ و حالات اور اور روایت بیان پر نقد و احتساب کرنا گناہ ہے وہ اپنے سفر تعلیم اور اسلاف کے حالات کے بیان میں جو جی آئے بیان کر دیں، اس پر لب کشائی کی اجازت نہیں دی جا سکتی، مولانا ابوالکلام آزاد جو کچھ اپنے قلم سے خود لکھ دیں یا ان کی زبانی روایت کو دوسرے لوگ اپنی کتابوں اور تذکروں میں نقل کر دیں، اس کو اوّل تو درست ہی ماننا چاہیئے اور اگر کہیں کوئی کھٹک پیدا ہو یا پانی مرتا ہوا دکھائی دے، تو اس کھٹک کا زبان و قلم سے اظہار نہ کیا جائے ـــ "سمعنا و صدقنا" یا پھر "سکوت" ـــ یہ رویّہ ہونا چاہیئے مولانا آزاد کی نگارش و ملفوظات کے ساتھ!!

ع زباں سے کچھ نہ کہو دیکھتے چلے جاؤ ـــ خوب!!

خود مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اموات کا تذکرہ کس طرح کیا ہے، اس کا ایک نمونہ پیش کیا جاتا ہے:۔

"..... بات مخدوم الملک کے حیلہ زکوٰۃ سے چلی تھی، بدایونی لکھتے ہیں کہ اگرچہ ملّا عبدالغنی صدر اور مخدوم الملک دونوں ایک ہی تنور کے سوختہ تھے اور صلحاء اُمّت و اہل اللہ کی اذیّت و مخالفت میں ہم رنگ و ہم آہنگ، لیکن دُنیا کے عشق نے دونوں میں قابت کا رشتہ قائم کر دیا تھا اس لیے خود بھی ہمیشہ لڑتے جھگڑتے رہے اور آپس کی ٹکریں برابر چلتی رہتیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان آپس کی ٹکروں ہی سے دونوں پاش پاش ہو گیے۔

اذ تعارضا تساقطا۔ کسی دوسرے ہاتھ کی ضرورت ہی نہ ہوئی

..... یخربون بیوتھم بایدیھم، کا منظر نظروں میں پھر گیا، اور یہ اس گروہ کا اوّلین اور لاینفک خاص ہے۔ سانپ اور بچھو کا ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں گے۔ لیکن علماء دُنیا پرست کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے

Marfat.com

کتّوں کا مجمع ویسے خاموش رہتا ہے لیکن ادھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور ادھر ان کے پنجے تیز اور دانت زہر آلود ہو گیے، یہی حال ان سگانِ دُنیا کا ہے!" (تذکرہ - از مولانا ابوالکلام آزاد - مطبوعہ "مکتبہ جدید" صفحہ ۹۸)

مولانا آزاد نے وفات پائے ہوئے علماء کو "سگانِ دُنیا" سے تشبیہ دی ہے اور انھیں سانپ بچھوؤں سے بڑھ کر خراب بتایا ہے اور یہ کوئی بے نام کی صرف "عام تنقید" ہی نہیں ہے، اُوپر سے مخدوم الملک اور ملّا عبدالنبی کی سیرت و کردار کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ "سگانِ دُنیا" کی اس تشبیہ میں یہ دونوں علماء بھی لازماً شامل ہیں اور سب سے اوّل شامل ہیں۔ تو مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو اس کا حق پہنچتا ہے کہ وفات پائے ہوئے علماء جن کی سیرت کو وہ داغ دار اور قابلِ نقد و احتساب سمجھتے ہیں، ان کی پردہ پوشی کرنے کے بجائے ان کو شدید لب و لہجہ کے ساتھ منظرِ عام پر لائیں اور ان کو "سگانِ دُنیا" تک کہہ دیں، لیکن خود مولانا آزاد کی تحریر و روایت کی واقعاتی کمزوریوں پر اگر نرم سے نرم اور شائستہ سے شائستہ الفاظ میں بھی نقد و احتساب کیا جائے۔ تو ماہنامہ "میثاق" سے لے کر ہفتہ وار "چٹان" تک میں ایک شور مچ جائے کہ یہ بڑا ظلم ہو رہا ہے، سخت دل آزاری اور فرمانِ رسولؐ کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔ اور لکھنے والے کا سینہ خوفِ خدا سے بالکل خالی ہو گیا ہے۔"

(ماہنامہ "فاران" جولائی ۱۹۶۰ء صفحہ ۲۴ تا ۲۶)

صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں :-

ہم عرض کرتے ہیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے سیرت نگار کو ان کے تمام فضائل و مناقب کے ساتھ یہ بھی لکھنا چاہیئے۔ کہ خلافت اور ترکِ موالات کی تحریکیں جب ہندوستان میں شباب

Marfat.com

پر تھیں، تو مولانا آزاد نے اس کی کوشش کی تھی کہ ہندوستان کے مسلمان انھیں اپنا امام اور امیر تسلیم کر لیں، مولانا مرحوم کو بعض لیڈروں اور علماء کی تائید بھی حاصل ہو گئی تھی لیکن ان کی یہ کوشش بار آور نہ ہو سکی کہ خود دیوبند کے علماء مولانا آزاد کی دینی امامت و امارت کے موید نہ تھے، اور وہ اس لیے کہ خطابت و انشاء وسعتِ مطالعہ اور ذہانت و فطانت کے ساتھ دین و شریعت کے اس منصبِ جلیل کے لیے شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہ کے کردار جیسی خوبیاں بھی درکار تھیں ——— یہ بھی لکھنا چاہیئے کہ انگریزی دور میں مولانا آزاد نے آزادی کے لیے بے شک جدّوجہد فرمائی اور عزیمت کا ثبوت دیا، انھوں نے قید و بند کے مصائب بھی برداشت کیے مگر ہندو راج میں ان کی زندگی میں عزیمت کا باب بند نظر آتا ہے لادینی حکومت اور کافرانہ نظام میں زندگی بسر کرنا ایک "اضطرار" ہے۔ مگر اپنی خوشی سے لادینی حکومت کی مشین کا ایک پرزہ بن کر تعاون کرنا "اضطرار" نہیں "اختیار" ہے، مولانا آزاد کی سیاسی اور دینی زندگی کا آغاز کس ولولہ انگیز کلمہ حق، طوفانی جوش اور مجاہدانہ اسپرٹ سے ہوا تھا، وہ اپنی خطابت و نگارش میں امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابن تیمیہؒ کی عزیمت و استقامت، جذبہ سرفروشی اور ولولہ جہاد کے ہم صفیر نظر آتے تھے۔ مگر ان کا انجام بڑا عبرت آموز ہے، سکوت، سکون اور سپردگی کی زندگی، جیسے اپنے ماحول میں کوئی خلش و اضطراب ہی محسوس نہیں کرتے، کوئی صدائے احتجاج اور نالہ و فریاد نہیں، حالات سے پورا پورا تعاون اور سازگاری ——— ہائے! وہ ابلہ پائی جس کی آخری منزل پھولوں کی سیج ہو، اور آہ! وہ زندان و مقتل جس کا ڈراپ سین قصرِ ابدان بن کر رہ جائے ———

Marfat.com

مولانا آزاد کی زندگی کے اس آخری دور سپردگی سے ان کے بعض رفقاء نے اثر قبول کیا اور وہ اس حد تک پہنچ گیے کہ "مسلم قدرت انٹر کالج سیوہارہ ضلع بجنور" کا سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے، حافظ محمد ابراہیم صاحب مرکزی وزیر محکمہ آب پاشی نے ارشاد فرمایا:-

"... ہم سب ایک قوم ہیں، ہم میں مذہبی بنیاد پر کوئی تفریق نہ ہونا چاہیئے ورنہ ہم ملک کی کچھ بھی کامیاب ترقی حاصل نہ کر سکیں گے۔ ہمیں ایک ایسے ہندوستان کی تعمیر کرنی ہے، جہاں پر نہ ہندو ہندو ہو اور نہ مسلمان، مسلمان، ہندو خود کو نہ ہندو کہے اور نہ مسلمان اپنے کو مسلمان.. "

صفحہ ۳۰ پر مولانا ماہر القادری رقمطراز ہیں:-

"وفاران" کے جس مضمون (پردہ اٹھنے کے بعد) پر مجلہ "میثاق" میں تنقید کی گئی ہے اس کی شانِ اشاعت یہ ہے کہ مولانا حامد اللہ ندوی نے بمبئی سے ایک مضمون ہمارے پاس "فاران" میں چھپنے کے لیے بھیجا تھا، یہ مضمون پورے کا پورا "فاران" میں نہیں چھاپا گیا کہ اس کی بعض باتوں کی اشاعت کو مناسب نہیں سمجھا گیا، اس مضمون کی تلخیص چھاپ دی گئی۔

اس مضمون میں مولانا آزاد کی کتاب انڈیا ونس فریڈم صفحہ ۲۲۷ کی یہ سطور پیش کی گئیں (کتاب کی انگریزی عبارت صفحہ ۲۲۷ سے بھی دی گئی ہے جسے ہم کسی اور مقام پر پیش کر چکے ہیں اس لیے یہاں صرف اردو ترجمہ جو صفحہ ۳۰ پر "فاران" میں دیا گیا ہے۔ لکھا جائے گا۔

"تاریخ نے بہرحال یہ ثابت کر دیا ہے کہ شروع کے چالیس پچاس برس یا زیادہ سے زیادہ پہلی صدی کے بعد اسلام اس قابل رہی نہ تھا کہ وہ تمام مسلمان ملکوں کو صرف اسلام کی بنیاد پر ایک حکومت میں متحد کر سکتا"

Marfat.com

"مولانا آزاد کی کتاب کے اس انگریزی اقتباس کے بعد "فاران" میں اس پر ان لفظوں میں تنقید کی گئی ہے"۔

"یہ بات ایک غیر مسلم مستشرق کے قلم سے تو البتہ نکل سکتی تھی، مگر مولانا آزاد کے قلم سے اس "تجدد" کی تراوش دیکھ کر بڑا افسوس ہوا، قصور تھا مسلمان فرماں رواؤں کا، کہ وہ اپنے شخصی اقتدار کے سبب ایک جھنڈے کے نیچے اور ایک مرکز پر متحد نہ ہو سکے لیکن مولانا آزاد نے اس قصور کو بے چارے "اسلام" کے سر ڈال دیا ہے کہ (معاذ اللہ) اسلام میں تمام ملکوں کو صرف اسلام کی بنیاد پر ایک اسٹیٹ میں متحد کرنے کی صلاحیت ہی نہ تھی"۔

"مولانا اصلاحی صاحب اور بعض دوسرے اہل قلم نے مولانا آزاد کی عقیدت و محبت اور مدافعت میں جس جوش و خروش کا اظہار فرمایا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ "فاران" کے اسی مضمون میں مولانا آزاد کی یہ عبارت پڑھ کر ان کے اندر دینی غیرت پیدا نہیں ہوتی۔ اسلام کی مرکزیت و وحدت پر مولانا آزاد اتنی کھلی ہوئی چوٹ کر جائیں تو ان کے عقیدت مند اسے پی جائیں اور گوارا کر لیں مگر ——

صفحہ ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ پر لکھتے ہیں :-

"مولانا آزاد کے بارے میں یہ لکھ دیا جائے کہ :-

"اپنی اور اپنے خاندان کی تذکرہ نگاری کے فن میں وہ اپنے وقت کے "واقدی" ہیں"۔

تو غصہ کے مارے دہن خامہ سے جھاگ نکلنے لگیں! کیا اب اللہ تعالیٰ کا دین اس قدر مظلوم و غریب ہو گیا ہے، کہ اس پر طنز کرنے والوں کی تو حمایت کی جائے اور ان کی مدافعت میں زبان و قلم حرکت میں آجائیں مگر خود اسلام پر جو طنز کی گئی ہے اس کا سر

Marfat.com

سے نوٹس ہی نہ لیا جائے ——— !

ماہنامہ "الفرقان (لکھنؤ) کے دسمبر ۱۹۵۸ء کے شمارے میں مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے :- آزاد کی کہانی ——— نقد و نظر کی کسوٹی پر" اس مقالہ میں فاضل مقالہ نگار نے "مولانا آزاد کی کہانی بہ روایت مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی" پر بڑی تحقیق اور کد و کاوش کے ساتھ تنقید کی ہے، بلکہ یوں کہیے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ مولانا آزاد کی ان روایتوں کی تاریخی اور واقعاتی غلطیوں تک جہاں ہمارا تو خیال بھی نہ پہنچ سکا، وہاں مولانا فریدی کی نگاہ پہنچی ہے، ہماری نظر سے اس مضمون کی کوئی تردید نہیں گذری، اس لیے یہ بڑی وزنی اور معتبر و مستند تنقید ہے۔ اس میں انھوں نے مولانا آزاد کے ۱۹۰۵ء میں سفرِ حجاز کے بارے میں لکھا ہے کہ :-

" اسی طرح ۱۹۰۵ء میں سفرِ حجاز کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا جبکہ دسمبر ۱۹۰۴ء لغایت اپریل ۱۹۰۵ء مولانا کا قیام مسلسل بمبئی اور لکھنؤ میں رہا"

انھوں نے لکھا ہے کہ ۱۸۹۵ء سے لے کر ۱۹۵۱ء تک مولانا آزاد ہندوستان سے کہیں باہر نہیں گئے اس طرح نسیم احمد صاحب فریدی نے مولانا آزاد کے سفرِ مصر کو بھی غلط ثابت کر دیا۔

مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ نہر زبیدہ کی مرمت ان کے والد کے اہتمام سے ہوئی تھی۔ مولانا نسیم احمد فریدی کی تحقیق یہ ہے :-

"حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں نہر زبیدہ کی مرمت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکہ صاحب اظہار الحق و بانی مدرسہ صولتیہ کا کارنامہ ہے"

اس کتاب (مولانا آزاد کی کہانی) کے بارے میں فاضل تنقید

Marfat.com

نگار لکھتے ہیں :۔

"... ... میں نے جتنا جتنا اس کتاب کے قابل تنقید مقامات پر غور کیا، میرے دل نے بے ساختہ یہ کہا۔ کاش! یہ کتاب صرف "کہانی" نہ ہوتی مولانا آزاد کی شان کے مطابق اُن کی زندگی کی آئینہ دار ہوتی ان میں حقائق ہوتے، صحیح واقعات ہوتے ۔ مجھے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے بڑی دشواری پیش آرہی ہے ۔ ادھر مولانا آزاد کی کہانی اور بقول بلیح آبادی صاحب انہی کی زبانی، میرے سامنے ہے اور دوسری طرف تاریخی حقائق کی روشنی میں بات کچھ کی کچھ ہے۔"

(۲)

"مولانا بلیح آبادی پر (جن کی حیثیت محض ناشر و کاتب کی ہے) خیانت وعدم دیانت کا الزام بلا دلیل لگایا نہیں جا سکتا ۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ میں نے اس میں کسی قسم کا تصرف یا تغیر و تبدل کرنا خلاف دیانت سمجھا ہے ۔ بلکہ ایسا گمان کرنا بھی مشکل ہے، اس لیے کہ مولانا بلیح آبادی کا مولانا مرحوم سے جیسا تعلق معلوم ہے ۔ وہ اس طرح کی کسی بات کے بالکل منافی ہے۔ ... ..."

"مولانا منور الدین، مولانا آزاد کے والد کے نانا تھے، ان کے بارے میں مولانا آزاد کی روایت سے لکھا گیا ہے کہ ــــــ "مولانا سدید الدین، مولوی محبوب علی، مولوی فضل امام جو مولانا فضل حق خیرآبادی کے والد تھے، مولوی فضل رسول بدایونی اور صناف کشاف اصطلاحات الفنون مولانا منور الدین کے شاگرد تھے۔"

فاضل ناقد نگار نے مولانا منور الدین کے ان شاگردوں کے بارے میں تاریخی تحقیق اور دلائل کے ساتھ بتایا ہے کہ ان میں سے کوئی شخص بھی مولانا منور الدین کا شاگرد نہ تھا۔ ... ... بلکہ وہ تو یہاں

Marfat.com

نگ لکھتے ہیں :-

"سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ مولانا منور الدین نام کی دہلی میں کوئی ایسی شخصیت بھی ہوئی ہے جس کی یہ امتیازی خصوصیات ہوں! مجھ کو باوجود تلاشِ بسیار کے اس نام کا کوئی ایسا شخص نہ ملا جو شاہ صاحب کی شاگردی کا شرف بھی رکھتا ہو اور اطرافِ ہند سے طلبہ جوق در جوق اس کے حلقہ درس میں آتے ہوں" حیات عزیزی، حالات عزیزی، تذکرہ علمائے ہند نیز اس زمانے کے فتاوی اور ان کی مہروں کو دیکھا کہیں اس عظیم الشان شخصیت (مولانا آزاد کے والد کے نانا) کا نام و نشان نہیں ملا.. .. "

مولانا نسیم فریدی نے ان روائتوں کو "ہوائی باتوں" جو کہا ہے تو بالکل ٹھیک کہا ہے۔

ماہر القادری لکھتے ہیں :-

ہم اوپر تنقید کر چکے ہیں کہ "رکن المدرسین" عہد مغلیہ میں کوئی عہدہ ہی نہیں تھا، جسے مولانا آزاد ایک طرح کی وزارت تعلیم بتاتے ہیں، اور اس پر بقول ان کے مولانا منور الدین فائز تھے، اس عہدہ کا وجود ثابت کرنے کے لیے وہ تین دوسرے عہدوں ملک العلماء، نقیب الاولیا اور ملک الاطباء کے نام تراشے ہیں اب ان عہدوں کے بارے میں مولانا نسیم فریدی کی تحقیق ملاحظہ فرمائیے :-

"کم از کم میری نظر سے تو عہد مغلیہ کے آئین و دستور میں اس (رکن المدرسین) نام کا یا ملک العلماء، نقیب الاولیا، یا ملک الاطباء، کا کوئی عہدہ نہیں گزرا اور نہ وہ فرائض و اختیارات جو اس کتاب میں بیان کیے گئے ہیں نظر سے گزرے۔ آئین اکبری میں ان چاروں عہدوں میں سے کسی کا وجود نہیں، اور اگر اس کے بعد یہ عہدے قائم ہوئے تھے تو جہانگیر سے لے کر اکبر شاہ،

Marfat.com

ثانی تک کی تاریخوں میں اس کا تذکرہ ہوتا مآثر الامرا اور مآثر عالمگیری میں چھوٹے چھوٹے عہدہ دار اور امراء تک کا ذکر ہے مگر ان چاروں القاب میں سے کسی ایک لقب کے ساتھ بھی کسی عہدیدار کا ذکر نہیں"

فاضل ناقد نے بڑے پتے کی بات کہی ہے :۔

"آثار الصنادید ہی کو دیکھ لیجئے، مفتی صدرالدین صاحب کا جیسا والہانہ ذکر ہے وہ تو ہے ہی، ان حضرات کا تذکرہ بھی ملتا ہے جن کو مولانا منورالدین کا شاگرد بتایا گیا ہے مگر نہیں ملتا تو مولانا منورالدین کا تذکرہ آخر ان تذکرہ نگاروں کو مولانا موصوف ہی سے ایسی کیا کد ہو گئی تھی"۔

"آزاد کی کہانی، خود ان کی زبانی" مولانا منورالدین کے بھوپال جانے کا واقعہ درج ہے۔ کہ نواب سکندر بیگم نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی، اپنے عیش محل کو مسجد بنایا، اور جہانگیر محمد خان نے مولانا منورالدین کو حسد اور رقابت کی بنا پر قاب میں زہر دے دیا۔ ۔ ۔ ۔ مولانا نسیم احمد فریدی نے اس روایت پر بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور اس کے ایک ایک جزو کو غلط اور موضوع ثابت کیا ہے۔

لکھتے ہیں :۔

حقیقت یہ ہے کہ بھوپال میں کوئی ایسا واقعہ ہی پیش نہیں آیا اور پیش کیسے آتا جب مولانا مذکور (یعنی آزاد کے نانا) کے بھوپال آنے کے وقت نواب جہانگیر محمد خان کا دنیا میں وجود ہی نہ تھا"

اور سنیئے۔ مولانا آزاد روایت کرتے ہیں :۔

"میرے خاندانی سلسلہ میں سب سے پہلے شیخ جمال الدین معروف بہ بہلول دہلوی کا نام بہت ممتاز نظر آتا ہے، ان کا وطن دہلی مرحوم تھا اور عہد اکبری کے مشاہیر علماء اور اصحاب سلوک طریقت میں تھے۔ ۔ ۔ ۔"

Marfat.com

فاضل ناقد نے اس کی تحقیق کی تو پتہ چلا کہ مولانا آزاد نے اپنے جدّ امجد شیخ جمال الدین کا جن کتابوں میں تذکرہ بتایا ہے ان میں سے اخبار الاخیار (مؤلفہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی) میں جو روایت درج ہے اور جسے "آزاد کی کہانی" میں کہیں کہیں ایک دو لفظوں کا فرق کر کے بعینہٖ شیخ جمال الدین پر منطبق کیا گیا ہے۔ اس کا تعلق شیخ عبدالرزاق المشہور بہ شیخ بہلول سے ہے!

اوپر ذکر آچکا ہے کہ مولانا آزاد یہ تو بتاتے ہیں کہ بغداد کے نقیب الاشراف نے ان کے والد سے طریقہ نقشبندیہ میں اجازت لی، مگر اس کی تصریح نہیں فرماتے کہ خود ان کے والد کس سے بیعت تھے، اسی طرح وہ اپنے والد کی عربی زبان میں تصنیف کا جو دس جلدوں میں تھی، نام اور سن نہیں لکھتے۔ اسی طرح مولانا نسیم احمد فریدی کو یہ بات کھٹکی۔

"یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا کہ شیخ جمال الدین دہلوی کا خاندان دہلی کے کس محلّہ میں بود و باش رکھتا تھا۔ حتیٰ کہ خود مولانا کے دادا اور والد کے متعلق اس کتاب سے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ دہلی کے کس محلہ میں رہتے تھے"۔

صفحہ ۳۴ و ۳۵ پر مولانا ماہر القادری تحریر فرماتے ہیں:-

"مولانا ابوالکلام آزاد کی تعلیم، سفر اور خاندانی حالات کے بارے میں اب سے چند سال پہلے ہمارے کانوں میں بھنک پڑی کہ ان میں مبالغہ اور اشتباہ پایا جاتا ہے، اس اطلاع نے ہمیں چونکا دیا، سب سے پہلے ماہنامہ "برہان" (دہلی) میں مولوی مہر محمد خان شہاب مالیر کوٹلوی کا مضمون ہماری نظر سے گزرا تو خیال آیا کہ یہ باتیں محض افواہ نہیں ہیں۔ بات خامہ و قرطاس تک آن پہنچی ہے اس کے بعد مشہور انشاء پرداز جناب رئیس احمد جعفری کا مضمون مولانا

Marfat.com

آزاد کے سفر ایران و عراق کے بارے میں چھپنے کے لیے ہمارے یہاں آیا جس میں لکھا تھا کہ مولانا کا یہ سفر ایک افسانہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا، اس مضمون کو ہم نے "فاران" میں نہیں چھاپا، بلکہ تحقیق حال کے لیے مولانا ابوالکلام آزاد کی خدمت میں ایک عریضہ ۳۱ اگست ۱۹۵۱ء کو بھیجا اصل خط کی عبارت یہ تھی :-

صاحب المجد والکرم وامت معالیکم

السلام علیکم وعلیٰ من لا یکم! جناب والا سے چند ضروری باتیں دریافت طلب ہیں :-

۱- مکہ مکرمہ آپ کا مولد بتایا جاتا ہے، مگر آپ کا منشاء کونسا مقام ہے؟

۲- "الہلال" کے سرورق پر "المکنی بابی الکلام الدہلوی" چھپتا رہا ہے "دہلی" کی مرز بوم سے آپ کو کیا نسبت اور تعلق ہے؟

۳- کیا قصور (پنجاب) سے آپ کا کوئی خاندانی تعلق ہے؟

۴- "غبار خاطر" میں آپ نے مصر، ایران، شام اور عراق کے سفر کا ذکر فرمایا ہے، یہ سفر آپ نے کس سنہ اور کس ماہ یا مہینوں میں فرمایا تھا؟

۵- (الف) مسٹر مہادیو ڈیسائی (آنجہانی) نے آپ کے حالات زندگی لکھے ہیں جن کا اردو ترجمہ مسٹر آصف علی[1] نے کیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ آپ نے جامعہ ازہر میں تعلیم پائی تھی، براہ کرم مطلع فرمایا جائے کہ آپ کس سنہ میں جامعہ ازہر کے طالب علم رہے ہیں؟

(ب) آپ کے زبانی حوالہ کی بنیاد پر یہ بھی لکھا گیا ہے کہ آپ

---

[1] یہ خط جب ہم نے لکھا ہے تو واقعات پوری طرح سے متحقق نہیں ہوئے تھے۔

Marfat.com

کی شیوخ جامعہ ازہر سے علمی صحبتیں رہی ہیں، اس سلسلہ میں بھی مدد کی ضرورت ہے۔ جناب والا کی گوناگوں مصروفیات دیکھتے ہوئے مختصر سے مختصر عریضہ لکھا گیا ہے۔ "تاکہ جناب کم سے کم وقت میں جواب عنایت فرما سکیں، ان پانچ سوالوں کے لیے زیادہ سے زیادہ پانچ سطروں کے لیے (بلکہ اس سے بھی کم) جناب کو زحمت کرنا ہوگی! یقین ہے جواب سے ضرور مفتخر فرمایا جائے گا۔ (نیاز کیش ماہر القادری)

اس خط کا مولانا آزاد مرحوم نے کوئی جواب نہیں دیا، اٹھارہ دن کے انتظار کے بعد ۱۰ ستمبر ۱۹۵۱ء کو دوسرا عریضہ بھی رجسٹرڈ ہی گزرانا گیا اور پہلے خط کے جواب دینے کے لیے یاد دہانی کی گئی مگر مولانا نے جواب دینے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ مولانا آزاد مرحوم کے جواب نہ دینے سے اس کے سوا اور کوئی نتیجہ اخذ بھی نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے دانستہ پہلوتہی کی، اور واقعات کی سطح میں کہیں نہ کہیں ایسا نشیب ضرور تھا۔ جہاں پانی مرتا تھا۔ مولانا کو تو یہ چاہیئے تھا کہ ان غلط فہمیوں کے رفع کرنے کے لیے مفصل مضمون لکھتے "تاکہ بات صاف ہو جاتی"!

صفحہ ۳۶ تا ۳۴ تحریر فرماتے ہیں :-

مولانا آزاد کے حالات و سوانح اور رواستوں میں جو تضاد پایا جاتا ہے اس کے چند نمونے یہاں درج کیے جاتے ہیں :-

مسٹر مہادیو ڈیسائی جو گاندھی جی کے نہایت معتمد علیہ رفیق اور پرائیویٹ سیکرٹری تھے، انھوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کی "لائف" انگریزی میں لکھی تھی جس پر چھ سطروں کا مختصر دیباچہ گاندھی جی نے تحریر فرمایا تھا۔ اس کتاب میں مولانا آزاد کے سوانح

Marfat.com

حیات درج ہیں ان کا ماخذ مولانا کی خودنوشت سوانح عمری "تذکرہ" ہے یا خود ان کی زبان سے سنے ہوئے حالات ہیں۔ مسٹر ڈیسائی مولانا آزاد کی زبانی روایت کو یوں درج کرتے ہیں۔

ترجمہ:۔ "وہ مولانا آزاد کے والد مولوی خیرالدین، یہ چاہتے تھے کہ میں کسی نہ کسی طرح فاضل ترین علماء کی جماعت میں اپنا نام پیدا کروں، لہٰذا انھوں نے مجھے سنہ ۱۹۰۵ء میں اپنے ذاتی مصارف سے مصر بھیجا، تاکہ قاہرہ کی مشہور یونیورسٹی الازہر میں عربی کی تعلیم حاصل کرسکوں، میں وہاں دو سال تک مقیم رہا، اور سنہ ۱۹۰۷ء میں ہندوستان واپس آیا۔"

مگر ہماری تحقیق یہ ہے سنہ ۱۹۰۵ء اور سنہ ۱۹۰۶ء میں مولانا آزاد "الندوہ" کے ایڈیٹر رہے اور سنہ ۱۹۰۶ء کے بعد سنہ ۱۹۰۸ء تک اخبار "الوکیل" (امرتسر) کی ادارت ان سے متعلق رہی، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دو سال تک الازہر میں بھی تعلیم پاتے رہے ہوں اور ہندوستان میں "الوکیل" کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے ہوں۔"

"خود مولانا ابوالکلام آزاد نے اس قسم کی غلط فہمیوں کے رفع کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ "تذکرہ" میں لکھتے ہیں:۔

"دکھلانا یہ ہے کہ ہندوستان میں ابتداء سے مطالعہ و نظر کا میدان بہت محدود رہا ہے، اسی لیے عجیب و غریب لغزشیں ہوتی رہی ہیں، صاحب انتصار الحق، عسقلانی کی بلوغ المرام کو شاہ ولی اللہؒ کی تصنیف بتلاتے ہیں، ایک رسالہ دافع الفساد نظر سے گزرا، اس میں مجمع الجار کا مصنف سیوطی کو بتلایا ہے، صاحب ابراز لفی، عبدالحق حقی کی روح البیان کو روح المعانی آلوسی زادہ کی طرف نسبت دیتے ہیں حالانکہ روح المعانی آلوسی زادہ کی نہیں خود آلوسی کی ہے۔۔۔۔ ان سب سے بڑھ کر یہ کہ صاحب

Marfat.com

صیانت الایمان" خیرات الحسان" کو حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف سمجھ کر جا بجا اس پر زور دیتے ہیں، حالانکہ وہ ابن حجر مکی کی تصنیف ہے۔"

(صفحہ ۲۲۷ و ۲۲۸)

"وہ کتابیں ہوں، مقامات ہوں، سنین ہوں، خاندانی شجرے ہوں، سیر و سیاحت کے حالات اور سوانح حیات ہوں۔ ان میں جو غلط نسبتیں ہیں، ان کی تحقیق ہر دور میں کی گئی ہے اور واقعات کو کھنگالا گیا ہے، آخر مولانا ابوالکلام آزاد ہی کے سوانح و حالات ہی کی تحقیق کو کیوں "اعجوبہ" قرار دیا جاتا ہے اور لوگ اس پر اس طرح بدکتے ہیں جس طرح اونٹ بچھیرا بدکتا ہے۔ بڑے بڑے ثقہ اور زاہد و مرتاض محدثین کی بیان کی ہوئی روائتوں کی جب تحقیق کی جاتی ہے۔ تو مولانا آزاد کی لکھی ہوئی یا لکھوائی ہوئی یا ان سے سنی ہوئی روایات و واقعات کی تحقیق پر یہ ہنگامہ کیوں بپا ہے؟ تحقیق کا جواب تحقیق سے اور دلیلوں کا جواب دلیلوں سے ہی دینا چاہیئے، یہ غصہ، غیظ و غضب اور طنز و ملامت تو خود اپنے موقف کی کمزوری کی دلیل ہے۔"

مولانا "تذکرہ" میں لکھتے ہیں :-

"میری والدہ حضرت شیخ محمد بن طاہر وتری مفتی مدینہ منورہ کی بھانجی تھی۔"

مگر "انڈیا ونس فریڈم" میں یہ روایت ملتی ہے :-

ترجمہ :- میرے والد نے جب مکہ کی طرف رحلت کی ہے تو ان کی عمر تقریباً ۲۵ برس کی تھی انھوں نے وہیں اقامت اختیار کرلی، اپنے لیے مکان تعمیر کیا اور شیخ محمد طاہر وتری کی لڑکی سے شادی کرلی۔"

مولانا آزاد کے والد مولوی خیرالدین کے سفر عراق کا تذکرہ "آزاد کی کہانی" میں اس طرح کیا گیا ہے۔

Marfat.com

"(اُنھوں نے) عراق کا سفر کیا، اور چھ سات ماہ ٹھہرے، اس زمانہ میں شیخ عبدالرحمٰن نقیب الاشراف تھے، ان کے یہاں مہمان ہوئے، ان سے طریقہ قادریہ کی اجازت لی، اور اُنھوں نے ان سے طریقہ نقشبندیہ کی"۔

مگر نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی مرحوم کے نام جو مولانا آزاد کا مکتوب "کاروانِ خیال" کے صفحہ ۵۷ پر درج ہے، اس میں لکھا ہے :-

"والد مرحوم جب سنہ ۱۲۹۱ھ میں عراق گیے تھے، تو سید عبدالرحمٰن نقیب مرحوم کے والد سید علیؒ سجادہ نشین تھے، ان ہی کے ہاں ٹھہرے"

ان دونوں باتوں میں آخر کس بات کو درست مانا جائے، یہ کہ مولانا آزاد مرحوم کے والد جب عراق گیے تھے تو اس وقت نقیب الاشراف شیخ عبدالرحمٰن تھے، یا ان کے والد سید علیؒ تھے؟

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اپنے اسلاف کے بارے میں جو روائتیں بیان کی ہیں، اور ان کو جس قدر عظیم و شہیر بنا کر پیش فرمایا ہے، ان روائتوں کی درایت و روایت کے اعتبار سے عقبیٰ بھی تنقید اور تحقیق کیجیے، حیرت میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے، یعنی "جتنا چھانو اُتنا کرکرا" یہ ضرب المثل مولانا آزاد کی روایات و بیانات پر پوری اُترتی ہے۔

"انڈیا ونس فریڈم" میں مولانا آزاد اپنے والد مولانا خیرالدین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں (یا یوں کہیے لکھوتے ہیں)

"میرے والد نے عربی زبان میں دس جلدوں میں ایک کتاب لکھی تھی جو مصر میں چھپی تھی، اس وجہ سے وہ تمام عالم اسلام میں خوب متعارف ہو گیے"۔

عربی میں کتاب اور دس جلدوں میں، جو مولانا آزاد کے والد کو تمام عالم اسلام میں مشہور کر دیتی ہے، مگر نہ اس کتاب کا نام بتایا جاتا

Marfat.com

ہے اور نہ موضوع ! اس قسم کے مغالطوں کو آخر کیا کہا جائے اور کیا سمجھا جائے ؟ اپنے خاندان اور اسلاف کے حالات میں مولانا آزاد ایران و توران کا ذکر کرتے ہیں مگر کھیم کرن جہاں ان کے دادا پردادا رہتے تھے اس بیچارے گمنام قصبہ کا ذکر نہیں فرماتے "

" مولانا آزاد کے والد مولانا خیرالدین کے یہ حالات پڑھ کر عقل شش و پنج میں مبتلا ہو جاتی ہے - ایک طرف راوی کی نظر کا سوال دوسری طرف ان واقعات کی طرفگی و اعجوبگی ——— گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل ! اس قدر گوناگوں فضائل و کمالات کی حامل شخصیت کو جمال الدین افغانی کے برابر نہیں تو کم سے کم مفتی محمد عبدہ کے برابر تو مشہور ہونا تھا! حالانکہ ان کی شخصیت تو ایک طرف رہی خود ان کے وطن ہندوستان میں مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری جیسے خاموش اور شیوخ سلسلہ کے برابر بھی ان کی شہرت نہیں ہے، اگر مولانا آزاد ان کا تعارف نہ کراتے تو لوگ ان کا نام بھی نہ جانتے تھے غدر کے بعد کے ممتاز علماء اور مشائخ کی فہرست میں مولانا خیرالدین کا نام فخر نہیں آتا۔

بلکہ اس کے برخلاف

مولانا حامد اللہ ندوی کے بقول "الحسنات فی رد السیات" نام کے ایک اردو رسالہ ہیں، جو موصوف کے کہنے کے مطابق اب بھی بمبئی کی کریمی لائبریری میں موجود ہے، یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ مولوی خیرالدین قصوری نے مہائم (مضافات بمبئی) میں لال باڑی کے آگے ایک مسجد بنائی تھی، پھر اسی مسجد کو چھ ہزار میں ایک بقال کے ہاں رہن رکھ دیا تھا۔ دوسری طرف انہی مولانا خیرالدین صاحب کی مالی ساکھ اور بین الاسلامی رسوخ و اثر کا یہ عالم ہے کہ اب سے تقریباً نوے سال قبل

Marfat.com

بیس لاکھ روپیہ ان کی ایک آواز پر جمع ہو جاتے ہیں جو اس ہمارے زمانہ کے دس کروڑ کے برابر ہیں اور اس رقم سے نہرِ زبیدہ کی مرمت ہوتی ہے۔ ایسی بلندی، ایسی پستی"

"یہ بات ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتے ہیں کہ درجنوں اکیڈیمیاں اور سینکڑوں دانشور مل کر بھی مولانا آزاد کے بیانات کی چولیں ٹھیک طور پر نہیں بٹھا سکتے اور ان کی قابلِ قبول توجیہیں نہیں کر سکتے ۔ ۔ ۔ ۔"

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان تحریروں کا تحریکِ پاکستان سے گہرا تعلق تو نہیں ہے۔ جو آپ نے ماہنامہ "فاران" سے اقتباسات کی صورت میں پیش کی ہیں۔ اس مقام پر ہم ایک جملے میں یہی عرض کریں گے۔ کہ پیش کردہ تحریریں مولانا کے کیریکٹر کی عکاسی کرتی ہیں۔ ان سے یہ اندازہ کر لینا کچھ مشکل نہیں رہ جاتا کہ انھوں نے مہاتما گاندھی کے منشاء و مقصد کو پورا کرنے کے لیے قرآن عزیز کی گاندھوی تفسیر کیوں کی۔ ابوالکلام آزاد پاکستان کے متعلق کیا کیا فرماتے ہیں۔ پڑھتے جائیے اور اندازہ فرمائیے۔

اب آپ ایک ہندو لالہ ہردیال کا بیان ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد پاکستان کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں ہم خدمتِ قارئین کریں گے۔

بیان لالہ ہردیال

"پس اگر ہندوستان کو کبھی آزادی ملی، تو یہاں ہندو راج قائم ہوگا نہ صرف ہندو راج قائم ہوگا، بلکہ مسلمانوں کی شدھی۔ افغانستان کی فتح وغیرہ باقی آدرش بھی پورے ہو جائیں گے۔"

(روزنامہ ملاپ ۱۳ جنوری ۱۹۲۵ء)

Marfat.com

لفظ پاکستان سے اختلاف

"مَیں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ پاکستان کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی اس کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا کا ایک حصّہ تو پاک ہے اور باقی ناپاک، پاک اور ناپاک کی بنیاد پر کسی قطعہ ارض کی تقسیم غیر اسلامی، اور روح اسلام کے بالکل منافی ہے۔ اسلام اس طرح کی کوئی تقسیم قبول نہیں کرتا۔ آنحضرتؐ کا قول ہے کہ "خدا نے ساری دُنیا کو میرے لیے مسجد بنایا ہے"۔ علاوہ ازیں مَیں تو ایسا محسوس کرتا ہوں کہ پاکستان کی اسکیم شکست خوردگی کی ایک واضح علامت ہے۔ اس کی تعمیر جس بنیاد پر رکھی گئی ہے، وہ ہے یہودیوں کے قومی وطن کی مثال!

یہ اس بات کا اعتراف ہے کہ ہندوستانی مسلمان ہندوستان کو بحیثیت مجموعی اپنا وطن نہیں بنا سکتے، وہ صرف اس ٹکڑے پر قناعت کریں گے۔ جو ان کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہو"

کانگریسی "امام الہند" اس انداز سے اور صالح مولوی مودودی کہ "مجھے ایک مربعہ زمین ہی مل جائے تو مَیں اُسے ایسے پاکستان پر ترجیح دُوں گا۔ یہ نیشنلسٹ اور صالح اسلام بہرحال دونوں ہمارے تو دشمن جان و ایمان ہی رہے۔ باقی آزاد کے اس اعتراض کا جواب کہیں آپ کو مل جائے گا۔ جہاں یہ تحریر کیا جا چکا ہے کہ حضور اقدسؐ نے بھی ابتدا میں اسلام کو بطور نظام حیات برپا کرنے کے لیے اپنے وطن سے ہجرت کی تھی۔

قارئین کرام جیسا کہ بارہا عرض کیا جا چکا ہے۔ یہ باب نیشنلسٹ مسلمانوں کے بارے میں ہے۔ لہٰذا ہم کوششیں کر رہے ہیں کہ ہم اپنے ناظرین کو جتنی زیادہ سے زیادہ معلومات ان لوگوں کے متعلق بہم پہنچا

Marfat.com

سکیں اتنی پہنچائیں یہی وجہ ہے کہ یہ باب طویل سا ہوتا جا رہا ہے ایک زمانہ میں مولوی مظہر علی اظہر احراری نے شعر کہا تھا ؎

اِک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائداعظم ہے کہ ہے کافر اعظم

کافرہ سے احراری مولوی صاحب کی مراد حضرت قائداعظمؒ کی مرحوم بیوی تھی جو گو ایک پارسی کروڑپتی کی لڑکی تھی لیکن شیعہ مجتہد کے ہاتھ پر باقاعدہ مشرف بہ اسلام ہو چکی تھی اور بمبئی کے قبرستان میں ابدی نیند سو رہی تھیں اور ان کے قبول اسلام کی خبر کوئی راز نہ تھی اس وقت بمبئی کے اخبارات کے علاوہ لاہور کے سول اینڈ ملٹری گزٹ تک میں شائع ہو چکی تھی لیکن اظہر صاحب اور مولانا حسین احمد صاحب کو اصرار تھا کہ وہ "کافرہ" تھی اور خود کانگریس کے اندر جن زعماء نے سول میرج کر کے غیر مسلم بیویوں کو زینت پہلو بنا رکھا تھا مثلاً ڈاکٹر خاں صاحب، مسٹر آصف علی اور مسٹر ہمایوں کبیر وغیرہ ان کے خلاف یہ زعمائے کرام اور علمائے دین بالکل خاموش تھے، بلکہ الیکشن میں انھیں کامیاب بنانے کے لیے دوڑ دھوپ کر رہے تھے۔

ان نیشنلسٹ مولویوں کو اگر کد تھی تو مسلمانوں کی ہندوستان میں الگ حیثیت اور علیحدہ وجود رکھنے والوں سے تھی اس لیے مندرجہ بالا کانگریسیوں کے خلاف کیوں لب کشائی کرتے!

اکھنڈ ہندوستان کانفرنس

لدھیانہ (پنجاب) میں "اکھنڈ ہندوستان" کانفرنس میں مسٹر نمشی نے اپنے خطبۂ صدارت میں نہایت واضح الفاظ میں بتایا کہ ہندوؤں کو پاکستان کی مخالفت کیوں کرنی چاہیئے :-

Marfat.com

۱۔ تمام ہندوستان کے مسلمان ایک ملّتِ واحدہ اور (ہندوؤں) سے الگ قوم ہیں۔

۲۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو حق حاصل ہے کہ وہ ملک کے ایک یا ایک سے زیادہ گوشوں میں اپنے لیے ایسے اماکن و مساکن (HOMELANDS) بنائیں جہاں زندگی اور طرزِ حکومت قرآنی اصولوں کے سانچے میں ڈھل سکے اور جہاں اردو زبان ان کی قومی زبان بن سکے۔

مختصر الفاظ میں یوں سمجھے گا کہ پاکستان مسلمانوں کا ایسا خطّہ ارض ہوگا جس میں اسلامی حکومت قائم ہوگی۔ چنانچہ ابھی پچھلے دنوں مسٹر سہروردی نے کہا ہے کہ "ہم ملّتِ اسلامیہ کے لیے ہند وستان میں ایسے خطّے چاہتے ہیں جہاں ہم دنیا کا نقشہ اپنے مذہب کے خطوط پر تشکیل کر سکیں"۔

اس کے بعد مسٹر منشی جی نے اس "قرآنی حکومت" میں غیر مسلموں کا کیا حشر ہوگا اس کا مہیب اور بھیانک نقشہ کھینچنے کے بعد اپنے مخاطبین سے کہا کہ :۔

"ایک قوم (یعنی ہندو) خواہ کتنی ہی بزدل اور غیر منظّم کیوں نہ ہو وہ کبھی اسے برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے افراد شمشیر و سناں کا نشانہ بنائے جائیں ان کی عورتوں کی عصمت دری کی جائے اور ان کے مقدّس مقامات کی بے حرمتی ہو"۔

یہ تو تھا پاکستان کے متعلق اس کے بعد فرمایا کہ :۔

"تم جانتے ہو کہ "اکھنڈ ہندوستان" کے سامنے کیا مقصد ہے! اس کا مقصد، وہ عظیم الشّان کلچر ہے جسے ہندی کلچر کہا جاتا ہے وہ کلچر جو زمانہ قبل از تاریخ میں پیدا ہوا چھ ہزار برس کی مدت مدید میں بڑھتا۔ پھولتا پھلتا زمانہ کی سطح کو یوں روندتا۔ مسلتا آگے بڑھتا گیا جس طرح

Marfat.com

مادرِ گنگا طوفان کے وقت آنٹرتی چلی جا رہی ہو۔ ہاں اس کا مقصد؟ نوع انسانی کو نجات کا پیغام دینا ہے۔ کیسا پیغام! موت کے مقابلہ میں زندگی کا پیغام۔ سفلی خواہشات پر نصب العین کے غلبہ کا پیغام۔"

"جنگل کے قانون پر (جس کی دنیا پرستش کرتی ہے) اخلاقی نظام کی فتح کا پیغام۔ انسان کو مظہرِ اکوہیت بنانے کا پیغام۔ میں جانتا ہوں کہ یہ پیغام ناقابلِ فنا ہے اور میں یہ جانتا ہوں کہ "اکھنڈ ہندوستان" جو اس پیغام کا ایک زندہ پیکر ہے نہ فنا ہو سکتا ہے نہ فنا ہوگا۔"

(ٹریبیون ۲ ۱۱/۱۴)

ان کے تصریحات کے بعد

"میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ قومیت پرست مسلمانوں نے عوام تک پہنچ کر اس نظریۂ افتراق (پاکستان) کے خطرات سے آگاہ کیوں نہیں کیا۔ ایضاً

"آپ کو معلوم ہے کہ اس کے بعد کیا ہوا! قومیت پرست مسلمانوں کے ایک مقتدر روحانی پیشوا (بقول مسٹر منشی) جمعیت العلماء کے رکن حضرت مفتی محمد نعیم صاحب جلسہ میں تشریف فرما تھے یہ "دعوت حق" سن کر بے قرار ہو گئے اور بے تابانہ پکار اٹھے لبیک یا جبل لبیک! گھبرائیے نہیں! پاکستان کی ہم مخالفت کریں گے۔ یہ نظریہ اسلام کے خلاف ہے۔" (ہندوستان ٹائمز ۸ ۹/۴۱)

آپ نے غور فرمایا کہ جناب مفتی صاحب اور دیگر قومیت پرست مسلمان اور جمعیۃ العلماء کس چیز کی مخالفت پر سربکف میدانِ جہاد میں اتر رہے ہیں۔ ہندوستان میں مسلم اکثریت کے علاقوں میں قرآنی حکومت کے قیام کے خلاف

اے محمدؐ اگر قیامت را بر اری سر ز خاک سر برآرد این قیامت در میان خلق بین

Marfat.com

یہ تو خیر سے مفتی صاحب "جمعیت العلمائے ہند" کے رکن تھے باہمہ ادعائے زہد و تقدس و دعوائے علم و فضل، اور دوسری طرف سیدھا سادھا مسلمان جب اس کے کان میں یہ طوطا مینا نہ الفاظ پڑے تو جذبۂ حمیت اسلام سے تلملا اٹھا اور علی گڑھ سے للکارا کہ اوا سلام کو بربریت و سبعیت کا نظام کہنے والے سن رکھ کہ

"پاکستان کا نظریہ اس اصول پر مبنی ہے جو ہمیں اسلام نے سکھایا ہے وہ اسلام جو نہ صرف عدل و انصاف کی بلکہ غیر مسلموں سے کشادہ ظرفی کی تعلیم دیتا ہے اس لیے کہ وہ نوع انسانی ہونے کی حیثیت سے ہمارے بھائی کی مانند ہیں"۔ (ہندوستان ٹائمز ۱۱/۴/۶)

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

ایک دلچسپ دلیل

سندھ کے وزیر پیر الٰہی بخش صاحب نے "پاکستان" پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے کہا :-

"میرے خیال میں پاکستان ناقابل عمل ہے اور ہندوستانیوں کے لیے تقسیم ہونا اور اتحاد کو توڑ دینا خودکشی کے مرادف ہوگا میں تو اقبال کے ان اشعار کا معتقد ہوں جن میں انھوں نے کہا ہے کہ

ہندی ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

اور

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

جب ہم مسلمان ساری دنیا کو اپنا وطن قرار دیتے ہیں تو ہم ہندوستان

Marfat.com

کے ایک حصّہ کو یہ کہہ کر کیوں چھوڑ دیں کہ یہ ہمارا وطن نہیں ہے"۔

(مسلم دائس کراچی ۱۵ ۱۱/۴۱)

پاکستان کی مخالفت میں علامہؒ کے ان اشعار کو بطور دلیل پیش کرنا کس قدر دلچسپ ہے یعنی پیر صاحب ۱۹۰۵ء کے اشعار کو تو سند مانتے ہیں لیکن اسی اقبال نے ۱۹۳۰ء میں جو کچھ کہا اور جس کی آخری وقت تک تلقین کرتے رہے اسے سند نہیں مانتے"۔

مسٹر جناح کا تدبّر۔ خلوص اور کیریکٹر

اور

مولانا آزاد کلکتہ کے میدان میں نماز عید نہیں پڑھا سکتے

"مسٹر جناح کا تدبّر، خلوص اور کیریکٹر کی بلندی تو ایسے مسلّمات ہیں جن کا دشمن تک کو اعتراف ہے۔ .. ..

.. .. .. یہ اعتراف ہم اس سے پیشتر کئی مرتبہ کٹر کانگریسی لیڈروں کی زبان سے سن چکے ہیں۔ حال میں مسٹر آرتھر مور مدیر اسٹیٹسمین نے اپنے مشہور مقالہ ہماری جنگ" کے سلسلہ میں مسٹر جناح کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ہر صاحب بصیرت کے لیے حقیقت کشا شہادت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آخر اس کا راز کیا ہے کہ کل تک مسٹر جناح محض مسٹر جناح تھے لیکن آج وہ مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا ہیں؟ اس سوال کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ :-

"اس کا جواب ہم سب کے لیے اور کانگریس کے لیے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے بشرطیکہ ہم اس کا صحیح جواب معلوم کر سکیں" (اسٹیٹسمین ۲۳ ۱۱/۴۱)

اس جواب کی جستجو میں وہ مختلف چیزوں کو سامنے لاتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ جہاں تک میری بصیرت میری راہنمائی کرتی ہے میں

Marfat.com

سمجھتا ہوں کہ مسٹر جناح کی عظمت کا سب سے پہلا سبب اُن کی وہ خُدا داد بصیرت ہے جو قیادت کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ جب کانگریسیوں نے وزارتوں سے استعفیٰ دیا ہے۔ مسٹر جناح کا یہ برق آسا فیصلہ کہ اس پر مسلمان "یوم نجات" منائیں اُن کی خُدا داد بصیرت اور حُسنِ تدبّر کا زندہ ثبوت ہے۔ ایسا ثبوت جس کے متعلق وہ لکھتے ہیں :-

"ایسے نازک وقت میں ایسا محکم اور اتنا جلد فیصلہ مسٹر جناح کے جوہر قیادت کی ایسی دلیل ہے کہ جس کا مقابلہ اگر کہیں کیا جا سکتا ہے تو مسٹر چرچل کی اس تقریر سے جو انھوں نے ۲۲ جون کو جرمنی کے روس پر حملہ کرنے کے وقت کی تھی۔"

غور فرمایا آپ نے! آج ایک انگریز کے نزدیک دُنیا بھر کا سب سے بڑا سیاست دان چرچل ہے وہی انگریز مسٹر جناح کے جوہر قیادت کا مقابلہ کرتا ہے تو اس کی مثال میں چرچل کا وہ معرکۃ الآرا فیصلہ پیش کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ساری دُنیا کے مدبّرین کے نزدیک دِل خور تحسین و آفرین قرار دئے گیے تھے۔ یوم نجات کا فیصلہ ہم نے آپ نے سب نے دیکھا لیکن اس کی اصلی اہمیت و اندازہ کے لیے ایک بڑے سیاست دان کی ہی ضرورت تھی! یہ تو مسٹر جناح کے ایک فیصلے کا تعلق ہے کیا معلوم باقی باتیں جو ہماری نگاہوں میں یونہی عام حیثیت سے آگے نہیں بڑھتیں۔ اہل الرائے حضرات کے نزدیک کتنی بڑی اہمیت کی آئینہ دار ہوں گی۔ یہ تو رہا تدبّر کے متعلق اب کیریکٹر کے متعلق دیکھئے۔

مسٹر مور رقمطراز ہیں :-

"مسلمانوں میں مسٹر جناح کی بڑھتی ہوئی رفعت صرف اُن کی سیاستدانی

Marfat.com

اور شاطرانہ انداز حرب کی وجہ سے نہیں مسلمانوں نے خود مجھ سے کہا ہے کہ اس کا اصل راز یہ ہے کہ مسٹر جناح نے اپنی تمام بیباک زندگی میں ثابت کر دیا ہے کہ وہ جاہ طلب نہیں ہیں اگر مسٹر گاندھی اس لیے دیانت دار ہیں کہ انھیں مال و متاع سے کچھ دلچسپی نہیں رہی تو مسٹر جناح اس لیے (INCORRUPTIBLE) ہیں کہ اُن کے پاس (خدا کا دیا) بہت کچھ ہے اور وہ اپنے قانونی پیشہ سے معاش کی طرف سے ایک ذی وقار فارغ البالی حاصل کر چکے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بہت بڑی بات ہے۔"

یہ ہے مسٹر جناح کی قیادت اور عظمت کا حقیقی راز۔ ان کا کریکٹر اتنا بلند ہے کہ وہ کسی قیمت پر بھی خریدے نہیں جا سکتے اور دُنیا کی بڑی سے بڑی جاذبیت بھی انھیں اُصول پرستی سے ڈگمگا نہیں سکی جنھیں اُن کے اس مقام بلند سے حسد ہو وہ آئیں اور اپنے اندر ان سے بڑھ کر جوہر پیدا کر کے ان سے اس مقام کو چھین لیں۔ چھین لینے کی ضرورت ہی پیدا نہ ہو گی۔ جن مسلمانوں نے آج جناح کو یہ منصب دے رکھا ہے جب کوئی اور مسلمان ان سے بڑھ کر تدبّر۔ اخلاص اور قربانی کا ثبوت دے گا۔ یہی مقام ان کے سپرد کر دیا جائے گا۔ اس پر تڑپنے اور تلملانے کی کونسی بات ہے۔ ضمناً یہ بھی دیکھئے کہ مسٹر جناح نے اتنے موانع اور اسباب و ذرائع کے فقدان کے باوجود قوم کی آواز کو کس حد تک مؤثر بنا دیا ہے۔ ذرا ۱۹۳۸ء کی حالت پر مڑ کر نظر ڈالیے اور اندازہ فرمائیے کہ ہماری کیفیت کیا تھی۔ من حیث القوم ہمیں کوئی پوچھتا نہ تھا۔ پوچھنا تو ایک طرف ہمارے الگ قومی تشخّص کو کوئی تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ "کانگریس اور گورنمنٹ ملک میں دو ہی جماعتیں" تسلیم کی جاتی تھیں اور اکثریت کی حکومت ایک مسلّمہ کی حیثیت اختیار کر چکی تھی جس میں مسلمان اقلیت کو کچھ تحفظات دیئے جانے کے سوال پر غور و خوض ہوا

Marfat.com

کرتا تھا بیکسی اور بے بسی، تشتت و انتشار کے ان مایوس کن حالات میں یہ اللہ کا بندہ اٹھا اور اس نے اپنی ان تھک کوششوں سے "اپنوں" کی طرف سے ہر وقت کھٹک کے باوجود بفضل ایزدی آج حالت یہاں تک پہنچا دی کہ اکثریت کی حکومت کا تصور آج مخالفین کے نزدیک محض ایک ناقابل عمل حقیقت بن کے رہ گیا ہے چنانچہ مسٹر آرتھر مور لکھتے ہیں :-

"ہندوستان کو بھی چاہیئے کہ جس طرح یورپ نے کیا ہے اکثریت کی حکومت کے فرسودہ خیال کو نہایت سادگی اور سکون سے خیرباد کہہ دے۔"

(اسٹیٹسمین $\frac{11}{41}$ ۲۲)

اور دیکھئے کہ مسٹر آرتھر مور اگرچہ پاکستان کی اسکیم کے پورے طور پر حامی نہیں ہیں (وہ صوبوں کی تقسیم جدید اور تبادلہ آبادی تک کے حامی ہیں) الگ مرکز کے حامی نہیں، لیکن بایں ہمہ انھیں اعتراف ہے کہ :-

تحریک پاکستان ہماری آنکھوں کے سامنے ماہ بماہ بڑھتی چلی جا رہی ہے یہ اس صورت میں کم ہو گی جب اس بات کو تسلیم کر لیا جائے گا کہ اقلیتوں کو ثقافتی اعتبار سے تحفظ کا حق حاصل ہے۔ اتنا ہی کافی نہیں کہ مسٹر جناح سے یہ کہہ دیا جائے کہ کانگریس ایک قومی جماعت ہے فرقہ وارانہ نہیں اس لیے اس پر اعتماد کر لینا چاہیئے۔ (اسٹیٹسمین $\frac{11}{41}$ ۲۲)

اس مقالہ میں مسٹر مور نے جناب ابوالکلام آزاد کے متعلق ایک دلچسپ بات کہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ آج بھی جناب آزاد کا بہت سے مسلمانوں پر روحانی اثر ہے۔

"اگرچہ انھیں افسوس ہے کہ سیاسی وجوہات کی بنا پر انھیں اب اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ کلکتہ کے میدان میں عید کی نماز کی امامت کریں"

(اسٹیٹسمین $\frac{11}{41}$ ۲۲)

Marfat.com

معلوم نہیں اسے جناب آزاد کی تعریف سمجھا جائے یا مذمت مسلمانوں کی امامت کا مسئلہ مسلمانوں کی اکثریت حل کرتی ہے اور جب حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت جناب آزاد صاحب کو اپنا نمائندہ تسلیم نہیں کرتی تو ظاہر ہے کہ مسلمان اکثریت پر ان کا کوئی اثر نہیں ۔"

جامعہ ملیہ دہلی کے پرنسپل
ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب

یہ کراچی تشریف لائے تھے تو ان سے کچھ سوالات کیے گئے کہ جن میں سے ایک سوال اور اس کا جواب درج ذیل ہے:-

سوال :- پاکستان کے متعلق ایک قوم پرست کی حیثیت سے آپ کے نظریے کیا ہیں ؟

جواب :- اس سوال کا جواب میں ایک قوم پرست کی حیثیت سے نہیں دینا چاہتا۔ میں ایک مسلمان ہوں اور اسلام میرے لیے شمع ہدایت ہے۔ اس وقت ایسے صوبے موجود ہیں جن میں مسلمانوں کی آبادی ۵۷ فیصدی ہے اور جن میں کم یا زیادہ مکمل سیاسی اقتدار حاصل ہے لیکن وہاں بھی وہ کیفیت نہیں پائی جاتی جو ایک تمثیلی مسلم اسٹیٹ میں ہونی چاہیئے۔ اگر مطلوبہ پاکستان کو مسلم وطن بنا بھی لیا جائے تب بھی اس سے کیا فرق ہو سکتا ہے جبکہ وہاں مسلم آبادی ۵۲ فیصدی ہی رہے گی ؟ اسلام ایک عالمگیر مشن ہے اور اسے پاکستان جیسے تنگ رقبے میں مقید و محبوس کرنا مناسب نہیں ہے۔ سوسائٹی ایک تنظیم ہے جس کے تمام افراد کو ایک دوسرے پر اثر اور با اثر ڈالنا چاہیئے ۔"

(انصاری ۲۰ ۱/۲ ۴۲)

Marfat.com

خط کشیدہ سطور میں ڈاکٹر صاحب نے وہی دلیل دہرائی ہے جو باقی نیشنلسٹ مسلمان دیتے ہیں اس کا جواب کتاب میں کسی مقام پر آپ کو مل جائے گا۔

لیگ کونسل کا اجلاس

اب وارد ھا کی تعلیمی اسکیم جو مسلمانوں کے لیے نہایت مہلک اور نقصان دہ تھی اور جسے نیشنلسٹ مسلمان گاندھی کی خوشنودی ورضا جوئی کے لیے مسلمانوں میں پھیلا رہے تھے اس کے متعلق لیگ کونسل کا ایک ریزولیشن ملاحظہ فرمائیں۔

لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ ۲۲ فروری میں ایک ریزولیشن پیش ہوا جس کی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی نیشنلسٹ مسلمانوں کی طرف سے ملّت اسلامیہ کو جس قدر نقصان پہنچا ہے اس کا کچھ حصّہ تو ہنگامی تھا۔ وقتی طور پر کچھ نقصان ہوا جس کا بعد میں ازالہ ہو گیا۔ لیکن ایک نقصان ایسا بھی ہے جس کا اثر نسلوں تک مسلسل چلا جائے گا اور وہ ہے وارد ھا کی تعلیمی اسکیم۔ قارئین طلوعِ اسلام اس اسکیم سے ناواقف نہیں۔ ہر چند اس جدّوجہد کی وجہ سے جس کی تحریک (بحمارہ) طلوع اسلام کی طرف سے ہوئی تھی اس مذموم اسکیم کا سیلاب بڑی حد تک رُک گیا لیکن پھر بھی ان صوبوں میں جہاں ہندوؤں کا زور ہے یہ اسکیم عملی شکل اختیار کرتی گئی۔ اس اسکیم کا بنیادی اصول یہ ہے کہ مسلمان بچّوں کے لیے ایسا نصاب متعین کیا جائے جس سے وہ آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر اسلام کی امتیازی خصوصیّات کو بھلا کر اُسے کچھ اس قسم کا مذہب سمجھنے لگیں۔ جیسا گاندھی جی چاہتے ہیں اور جیسے عملاً نیشنلسٹ مسلمانوں نے اختیار کر رکھا ہے۔

Marfat.com

جناب ابوالحسن صاحب قادری بدایونی نے اپنا ریزولیشن پیش کرتے وقت بنیادی تعلیم کی ایک اردو پرائمر سے جو یو۔پی میں بچوں کا نصاب مقرر ہے ایسے اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ جنہیں سن کر حیرت چھا گئی۔ کہ اسلام کے خلاف کتنی بڑی سازش ہے جو اس طرح سے پھیلائی جا رہی ہے۔ بدایونی صاحب کا ریزولیشن تو صرف اتنا ہی تھا کہ اسکولوں کی درسی کتابوں میں نبی اکرمؐ اور اسلام کا ذکر اس طور پر نہ کیا جائے لیکن مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسے اور وسعت دی گئی اور قرار یہ پایا کہ اسے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں پیش کیا جائے۔ اس اثنا میں مختلف صوبوں کے نمائندہ حضرات اپنے اپنے ہاں کے کتب نصاب کی دیکھ بھال کریں اور اس کے بعد ایک جامع ریزولیشن مرتب کیا جائے۔ جس سے اس قسم کی سازشوں کا سدباب ہو سکے۔

ہم ارباب لیگ کی خدمت میں گذارش کرنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ سازش ایسی ہے۔ جس کا ازالہ ایک جامع ریزولیشن سے نہ ہو سکے گا۔ تعلیم کا مسئلہ قوم کا بنیادی مسئلہ ہے۔ افسوس ہے کہ ہم نے اس وقت تک اس کی اہمیت کا احساس نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ کہ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ہمارے بچوں کے قلب و دماغ کو کس سانچے میں ڈھالا جا رہا ہے اور کل کی آنے والی ملت اسلامیہ کیا بن کر ابھرے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لیگ کے اندر ایک مستقل شعبۂ تعلیم قائم کیا جائے۔ جس کی شاخیں تمام پراونشل لیگوں میں موجود ہوں۔ اور کانگریسی اور غیر کانگریسی تمام صوبوں میں اس امر کا فیصلہ کر دیا جائے کہ کوئی ایسی کتاب مسلمان بچوں کے نصاب میں نہیں رکھی جائے گی۔ جسے لیگ کی تعلیمی کمیٹی نے منظور نہ کر دیا ہو۔ یہ ایک بہت بڑا کام ہے

Marfat.com

اور اس کا نتیجہ تمام ہنگاموں سے کہیں زیادہ محکم اور دور رس ہے۔ جن میں ہم اپنا جوش و جذبہ فضا میں منتشر کر دینے کے عادی ہو چکے ہیں۔ قوم زندہ باد کے نعروں سے زندہ نہیں رہے گی بلکہ قوم کے بچوں کو زندہ رکھنے سے زندہ رہے گی۔

(ط۔ ا مارچ ۱۹۴۲ء صفحہ ۳ و ۴)

ڈاکٹر ذاکر حسین جامعی

ایک ماہر تعلیمات کو سیاسی دلدل میں پھنسانے کی کوشش

(از جناب احمد سعید یوسفی)

"ایک پرانی مثل ہے۔ کہ کتے کی دم کو بارہ برس نلکی میں رکھا جب کھولا تو ٹیڑھی کی ٹیڑھی نکلی۔ یہ مثل بعینہٖ کانگرسی سیاست پر راست آتی ہے مسلمانانِ ہند برسوں سے چلا رہے ہیں کہ کانگریس خالص ہندو جماعت ہے انتخابات میں انھوں نے اپنی اس بات کو جامۂ عمل بھی پہنا دیا لیکن مرغے کی ٹانگ وہی ایک کانگرسی ویتا برابر یہ رٹ لگائے جاتے ہیں کہ مسلمان بھی کانگرس میں شامل ہیں اور ان کی دلداری ان کا فرض ہے۔ سیاسیات عالم میں شاید ہی اس سے بڑھ کر ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کسی قوم نے کیا ہو کہ ایک طرف تو چند مسلمانوں کا اتنا خیال دوسری طرف کروڑوں مسلمانوں کی دل شکنی اور مخالفت۔ بہرکیف کانگرس نے وائسرائے سے یہ مطالبہ کر کے اپنے سیاہ اعمالنامے میں ایک اور سیاہ ترین داغ کا اضافہ کیا ہے۔ کہ ہندو کوٹے میں سے ڈاکٹر ذاکر حسین کو بطور نیشنلسٹ ایک سیٹ دی جائے اس نام کی پیشکش نے یقیناً اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ کانگرس کسی

Marfat.com

صورت میں بھی اپنی نیش زنی کی عادت ترک نہیں کر سکتی۔ ڈاکٹر صاحب جیسے ایک غیر سیاسی سکول ماسٹر پر کانگرس کی نگاہیں کیوں اٹھیں؟ یہ معلوم ہو جانے کے بعد قارئین کرام کو بھی اسی رائے سے اتفاق کرنا پڑے گا۔ ابوالکلام آزاد۔ حسین احمد۔ عبدالغفار۔ آصف علی وغیرہ کرٹیشنلسٹ جنھوں نے مسلم قوم کو تباہ کرنے میں کانگرس کی کیا کچھ امداد نہیں کی۔ آزاد نے ہندو کو خوش کرنے کے لیے قرآن مجید کے پیش کردہ دین کی شکل کو بدلا۔ اقرار رسالت محمدیہ کے بغیر گاندھی جیسے بت پرستی پر فخر کرنے والے ہندو اور منکر خدا کے لیے نجات کا دروازہ کھولا۔ ترجمان القرآن کو کانگرسی مفاد کے اس درجہ قریب کر دیا۔ کہ گاندھی جی نے اس تفسیر کا ہندی میں ترجمہ کرانا ضروری سمجھا۔ حسین احمد صاحب نے مسلمانوں کو ہندوؤں کے جال میں پھنسانے کے لیے خطبۂ صدارت کو کٹک اڑیسہ میں قرآن مجید کی آیات کی تاویل بالرائے کی۔ ... پانچ سو علمائے ہند کے متفقہ فتوے کو لات مار کر گاندھی اور نہرو کی امامت کا اقرار کیا اور دارالعلوم قاسمیہ میں نہرو کو بلا کر طلبائے دیوبند سے پنڈت جی کی جے اور زندہ باد کے نعرے لگوا کر حضرت قاسم نانوتوی اور حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ کی ارواح کو تڑپایا۔ وہ شیخ کہ جب وہ مالٹا سے کراچی اترے۔ تو گاندھی کی جے کا نعرہ سن کر ناراض ہوئے تھے۔

عبدالغفار نے سرخپوشوں کو کانگرس کے حوالے کر کے اسلامی عزّ و شرف کو داغدار کیا۔ مسجدوں پر جھنڈے لہرائے ان کا افتتاح کیا۔ آصف علی جس کی بیوی آج تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئی۔ کیا ایسی روسیاہیوں کے بعد بھی ان کا حق نہ تھا۔ کہ

Marfat.com

کہ کانگرس ان کا نام پیش کرتی ؟

رسوائے ہندوا ردھا سکیم

۲۰ جون کے زمیندار میں قارئین کرام نے یہ سرخی ملاحظہ کی ہو گی ۔ مسلمان جیلوں کو بھر دیں گے ۔ لیکن وا ردھا سکیم نافذ نہیں ہونے دیں گے ۔

کانگرس نے اپنی ساکھا شاہی حکومت کے دوران میں مسلمانوں کو ہندو بنانے یا ملک بدر کرنے یا غلام اور اچھوت بنانے کے لیے جو جو چالیں وضع کیں ان میں ایک وا ردھا سکیم بھی تھی جسے گاندھی جی نے اپنی لائبریری اور بیت الخلاء میں بیٹھ کر سوچا تھا اسکیم ہندوستان میں ابتدائی تعلیم کا ایک حل تھی ۔ جس کے نتیجے کا کچھ اندازہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کے اس بیان سے ہو سکتا ہے ۔

"میری انجمن کا نمائندہ قصبہ پانڈھرنا (سی ۔ پی) کے ایک سکول میں پہنچا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے یہ دیکھا کہ سکول کے شروع ہونے سے پیشتر ہندو اور مسلمان لڑکے سرسوتی دیوی کی مورت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کر رہے ہیں ۔ مسلمان لڑکے ان مدرسوں میں بیٹھ کر سلام تک بھول گئے ہیں اور اب وہ سلام کی جگہ "نمستے" اور "رام چندر کی جے" کہتے ہیں ۔" اس سکیم میں سکول کا نام ودیا مندر ۔ تعلیم مخلوط ۔ ناچنا گانا ۔ بجانا ۔ تصویریں اور مورتیں بنانا داخل نصاب اور سب سے بڑھ کر ستم یہ کہ مذہب اسلام اور تاریخ اسلام کی تعلیم اس درجہ مسخ کہ مسلمان بچے جب فارغ ہوں تو رام رام اور جے مہادیو کے نعرے لگاتے نکلیں ۔

Marfat.com

گاندھی کی چالاکی

گاندھی جی نے مسلمانوں کا منہ بند کرنے کی غرض سے اس اسکیم کی ترتیب و تدوین کے لیے مسلمانوں ہی کو منتخب کیا۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے پرنسپل ڈاکٹر ذاکر حسین کے سپرد یہ کام کیا گیا۔ ایک خواجہ غلام السیدین تھے جنھوں نے کشمیر میں ہندی کے رواج کے کلنک کا ٹیکہ اپنے ماتھے پر بعد میں لگایا۔ ۲ ستمبر ۱۹۳۷ء کو ڈاکٹر صاحب نے وارد ھا میں گاندھی جی کے سامنے اس اسکیم کو پیش کر دیا اور گاندھی جی نے اس کے متعلق بڑے ناز سے فرمایا۔

"ہم نے وارد ھا اسکیم سے مذہبی تعلیم کو خارج کر دیا ہے کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ مذہب اختلاف پیدا کرتے ہیں"

اللہ اللہ۔ مذہب کو خارج کر دینے والی اسکیم کے بنانے والے شیخ الجامعہ ملیہ اسلامیہ!

اس اسکیم پر عمل درآمد کے لیے اگرچہ کانگرس اور اس کے حواری خان بہادر مولوی بشیر الدین۔ مولوی نظام الدین نظامی۔ حافظ محمد ابراہیم و ڈاکٹر سید محمود وغیرہ نے بے حد سعی کی تاہم مسلم لیگ کے راہنماؤں نے اس کے خلاف کافی پروٹسٹ کیا اور شور مچایا لیکن ڈاکٹر صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ جامعہ ملیہ دہلی کی طرف سے پانچ کتابیں "نئی کتاب" کے نام سے مدرسوں میں داخل نصاب کرنے کے لیے شائع کی گئیں۔ یہ بھی وارد ھا اسکیم اور ودیا مندر سکیم ہی کا ایک حصہ تھا۔ ان کتابوں میں مروجہ اردو کو بدل کر ہندی الفاظ داخل کیے گئے اور مضامین میں اس بات کا خیال رکھا گیا کہ بچوں کے دل میں اسلام اور اسلامی معاشرت کی جگہ ہندو تہذیب۔ ہندو تمدن۔ ہندو

Marfat.com

تاریخ و روایات کی عظمت اور خوبی نقش ہو جائے۔ سیاست میں متحدہ قومیت اور وطن پرستی پر زور دیا گیا۔ جہاں مذہبی پیشواؤں کا ذکر کیا وہاں مہاتما گوتم بدھ کا حال نہایت تفصیل سے دیا گیا زرتشت کی تعلیم میں آگ اور سورج کی پرستش کا ذکر کیا گیا۔ حضرت مسیح کی تعلیم سے فلسفہ عدم تشدد ذہن نشین کرایا گیا۔ رامچندر جی کے رام راجیہ کی خوبیاں بیان کیں اور کرشن مہاراج کے فلسفے کو دل کھول کر بیان کیا۔ جس سے یہ معلوم ہو کہ مظلوموں کی حمایت کرنے والا ان سے بڑھ کر کوئی تھا ہی نہیں لیکن حضرت محمد صلعم کے تمام ذکر میں لفظ نبی۔ رسول اور اسلام سے پوری طرح پرہیز برتا گیا۔ حضورؐ کی تعلیمات اور آپ کے نبی عالم اور ہادی کل ہونے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اسلام کے پھیلنے کا واقعہ اس طرح مسخ کر کے بیان کیا گیا۔

مکے والوں پر اس مہربانی کا بہت اثر ہوا۔ انھوں نے پرانی برائیوں سے توبہ کر لی۔ سب نیک ہو گئے۔ اور ہوتے ہوتے عرب کے سب شہروں میں نیکی پھیل گئی۔ آپ کے کارہائے نمایاں کو مختصراً یوں لکھا گیا:۔

"آپ نے چالیس برس کی عمر میں اپنا کام شروع کیا اور ۶۳ برس کی عمر میں اس دنیا سے سدھار گئے۔"

کیا کام کیا اور کس کام کے لیے آئے تھے؟ اس کا کوئی ذکر نہیں۔

بمبئی کی کانگرسی حکومت نے ان کتابوں کو نصاب میں داخل کر کے جامعہ ملیہ کی مالی امداد شروع کر دی۔ یو۔پی کی کانگرسی حکومت نے پچاس ہزار روپیہ کی کتابیں خریدیں اور ان کتابوں کو یو۔پی کے

Marfat.com

ابتدائی مدارس میں بچوں کو بطور تحفہ جات وانعامات تقسیم کیا گیا
آج بھی دہلی میں جا کر جامعہ ملیہ کے طلباء کو دیکھئے اور خود ڈاکٹر
صاحب کے سر پر ٹوپی کھدر کی ٹوپیاں آپ کو نظر آئیں گی یہ ہیں
وہ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب جنھیں کانگرس کے مہاتما اور کانگرس کے
راشٹرپتی وائسرائے کی مجلس عاملہ میں لیے جانے کے لیے زور لگا رہے
ہیں کاش کہ بوڑھی کانگرس اب بھی عقل سے کام لے۔ مسلمان
بفضل خدا و ند تعالےٰ "قائداعظم مدظلہ" کی خدا داد فراست سے
ہوشیار ہو چکا ہے وہ دیوبند کے مولانا اور جامعہ ملیہ کے شیخ دونوں
سے خوب واقف ہے"۔ (روزنامہ "زمیندار" ۲۳ $\frac{6}{46}$)

نوٹ:۔ جناب یوسفی صاحب سٹی مسلم لیگ لدھیانہ کے سیکرٹری تھے اور آجکل
پیپلز کالونی لائلپور میں رہائش رکھتے ہیں۔ (مؤلف)

وارد ھا تعلیمی سکیم

وارد ھا تعلیمی اسکیم کیا تھی ہمارے قارئین کرام ان سطور
سے اس کی روح کو بخوبی سمجھ سکیں گے۔

صدر کمیٹی ـــ ڈاکٹر ذاکر حسین پرنسپل جامعہ (حال نائب
صدر ہندوستان)

اس تعلیمی سکیم کی جو رپورٹ ڈاکٹر ذاکر حسین نے گاندھی جی کی
خدمت میں پیش کی اس میں لکھا گیا:۔

ہم یہ رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے سچے دل
امید کرتے ہیں کہ آپ کی رہنمائی میں یہ اسکیم ہمارے ملک میں تعلیم
کے ایک اچھے نظام کی بنیاد ہو گی۔ (صفحہ ۱۰۸)

مذہب کے متعلق درج ہے:۔

Marfat.com

دُنیا کے مذہبوں کے اُصول بتا کر یہ ثابت کیا جائے کہ خاص خاص باتوں میں سب مذہب ایک ہیں۔ (صفحہ ۱۱۹)

اس سکیم کے بارے میں گاندھی جی کا اخباری بیان (از نیشنل کال بابت ۸ رجون ۱۹۳۸ء)

"ہم نے وارد ھا سکیم میں سے مذہبی تعلیم کو خارج کر دیا ہے۔ کیوں کہ ہمیں خطرہ ہے کہ مذہب کی تعلیم جس طرح آجکل دی جاتی ہے اور اس پر عمل کیا جاتا ہے وہ بجائے اتحاد کے اختلاف پیدا کرتی ہے لیکن اس کے برعکس میرا یہ خیال ہے کہ سچائیاں جو ہر ایک مذہب میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہیں بچوں کو پڑھائی جا سکتی ہیں اور ضرور پڑھائی جانی چاہئیں"

رپورٹ صفحہ ۱۱۹ :-

جن لوگوں نے قوموں کو آزاد کرایا ہے اور امن کے ذریعے فتح حاصل کی ہے ان کی کہانیاں اس میں خاص طور پر ہونی چاہئیں۔ انسانوں کی زندگی کے ایسے سبق سکھانے چاہئیں۔ جن سے اہمسا اور اس کے ساتھ خوبیوں کا ہمسا دھوکے اور دغا سے اچھا ہونا ثابت ہو۔

اس کے جواب میں مسلمان کا مقام بزبان علامہ اقبال یہ ہے کہ

تمہاری دغا فراری و تدوسی و جبریت — یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم — دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

باب چہارم (معاشرت)

گانا۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ بچوں کو اچھے گیت یاد ہو جائیں اور انہیں اچھے گانے کی پہچان اور شوق ہو جائے۔ بچوں میں تال کا جو قدرتی احساس ہوتا ہے۔ اُسے ترقی دینے کے لیے دونوں ہاتھوں سے تالی دینا سکھایا جائے۔

(صفحہ ۱۲۳)

Marfat.com

گاندھی جی کا بیان

اسٹیٹسمین ۷ ارجولائی ۱۹۳۸ء نیز ہندوستان ٹائمز ۱۷ ارجولائی ۱۹۳۸ء

"مختلف طبقات و مذاہب کے بچوں میں رواداری اور دوستی کی جو روح پیدا ہو رہی ہے اس کے پیش نظر میں اس بات کو سخت مہلک سمجھتا ہوں کہ ان کو یہ سکھایا جائے کہ ان کا مذہب دیگر مذاہب پر برتری رکھتا ہے یا جس مذہب کے وہ قائل ہیں۔ ان کے نزدیک بس وہی سچا مذہب ہے۔"

وارد ھا تعلیمی اسکیم کے نتائج

گاندھی جی کے نام بابائے اردو مولانا عبدالحق (مرحوم) کا خط

"انڈین نیشنل کانگرس کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ وہ اقلیتوں کی زبان و تہذیب کی محافظ ہے۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا۔ کہ میری انجمن کا نمائندہ قصبہ پاتڑھرنا (ضلع چھندواڑہ) کے مدرسے میں پہنچا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے یہ دیکھا کہ اسکول کے شروع ہونے سے پیشتر ہندو اور مسلمان لڑکے سرسوتی کی مورت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کر رہے ہیں۔ مسلمان لڑکے ان مدرسوں میں پڑھ کر سلام تک بھول گئے ہیں وہ سلام کی جگہ "نمستے" اور "رام جی" کی جے" کہتے ہیں، کیا زبان اور تہذیب کی حفاظت کے یہی معنی ہیں۔

مہاتما جی! ہم نے ہر جائز اور آئینی کوشش کر کے دیکھ لیا۔ آپ سے یہ آخری گذارش ہے۔ اور اس کے بعد بھی اگر کوئی شافی جواب نہ ملا تو میں آپ کو بصد عاجزی متنبہ کرتا ہوں کہ پھر مسلمانوں کے لیے بجز اس کے کوئی چارہ کار نہ رہے گا۔ کہ وہ آپ ہی کے ہتھیار آپ کے مقابلے میں استعمال کریں۔" (بحوالہ ماہنامہ ہمایوں بابت اکتوبر ۱۹۳۸ء)

Marfat.com

ذرا آگے چل کر رقمطراز ہے:۔

"کاپیاں لکھی جا چکی تھیں کہ جریدہ اسٹیٹسمین کی ۲۴ فروری کی اشاعت مقالہ افتتاحیہ سامنے آیا ان ابتدائی صفحات میں اس تحریک کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ جو نان پارٹی (یعنی سپرو) کانفرنس کی طرف سے معرضِ وجود میں آ رہی ہے اور جس میں ایک نئے بھیس میں وہی کچھ کیا جا رہا ہے۔ جو کانگریس اور مہاسبھا کے متشدد ہندو کرنا چاہتے ہیں یعنی ہندوستان میں اکثریت کی حکومت اس کانفرنس کی اس روش کے خلاف مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے اپنے ۲۲ فروری کے اجلاس میں ایک نہایت موزوں اور برمحل قرارداد پاس کی ہے۔ جو اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ اس قرارداد کے خلاف جریدہ اسٹیٹسمین نے محولہ صدر مقالہ افتتاحیہ سپردِ قلم فرمایا ہے۔ اگرچہ اس مقالہ میں صاف صاف الفاظ میں یہ نہیں کہا گیا لیکن قرائن سے صاف نظر آ رہا ہے۔ کہ ہندوستان میں عنقریب آئینی تغیرات ہونے والے ہیں اور ان تغیرات کی اساس اغلباً سپرو کانفرنس کی تجاویز ہیں۔ وقت نہیں کہ ہم اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کر سکیں لیکن اس عجلت میں جریدہ اسٹیٹسمین پر اتنا واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلم لیگ نے اپنے ریزولیشن میں جو کچھ فیصلہ کیا ہے وہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے نمائندے وہ چند خود غرض افراد نہیں جنھیں سامنے رکھ کر یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ ملت اسلامیہ ایک منتشر قوم ہے جس کے افراد یک رنگی اور ہم آہنگی نہیں خود غرض افراد کس قوم میں نہیں پائے جاتے۔ یاد رکھیئے کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان کامل یک جہتی اور ہم آہنگی سے جناب جناح کے

Marfat.com

ساتھ ہیں اور ان کے ایک ادنیٰ سے اشارے پر بڑی سے بڑی قربانی کر دینے پر آمادہ ہیں۔ جریدہ اسٹیٹسمین نے طعن دیا ہے کہ لوگوں کو جلوسوں، پھولوں کے ہاروں اور تقریروں سے فریب نہیں کھانا چاہیئے۔ ہم اس فریب خوردہ معاصر کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اس بھول میں نہ رہے کہ یہ جلوس۔ پھولوں کے ہار اور تقریریں محض رسمی ہیں۔ مسٹر جناح کی عظمت اور توقیر مسلمانوں کے دل کے عمیق ترین گوشوں میں گھر کر چکی ہے اور یہ مظاہرے اس گہری عقیدت کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ اگر ہمعصر مذکور یا اس کے ہم خیال حضرات امتحان لینا چاہتے ہیں۔ مسٹر جناح کے مقابلہ میں کسی اور کو کھڑا کر کے دیکھ لیں۔ نتیجہ ظاہر کر دے گا کہ نمائندہ کسے کہتے ہیں۔ ہم اس حقیقت کو پھر دہرا دینا چاہتے ہیں کہ مسلم لیگ کے مطالبات مسلم انڈیا کے مطالبات ہیں اور ان کو ٹھکرانا دس کروڑ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھکرانا ہے۔ مسلمان کسی ایسے سیاسی آئین کو قبول نہیں کر سکتے جس میں ان کی حیثیت ایک قوم کی بجائے ایک فرقہ کی ہے۔ یہاں دو بڑی قومیں بستی ہیں۔ اقلیت اور اکثریت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ جب تک اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا جاتا ہندوستان کی آئینی گتھی کے سلجھاؤ کی کوئی صورت نہیں پیدا ہو سکتی۔

ہم اس موقعہ پر مسلمانوں کے ان نمائندوں کی توجہ بھی اس طرف منعطف کرانا چاہتے ہیں جن کی آواز ایوانِ حکومت میں مسلمانوں کی آواز سمجھی جاتی ہے کہ وہ اس نازک وقت میں اپنی کامل ذمہ داری کے احساس کو فراموش نہ فرمادیں اور ارباب حکومت کو قوم کے صحیح جذبات و احساسات سے آگاہ فرمائیں۔ یہ قوم کی بھی صحیح

Marfat.com

نمائندگی ہوگی اور ان کی ذمہ داری کی صحیح سرانجام دہی بھی۔"
(ط-۱ مارچ ۱۹۴۲ء صفحہ ۸ و ۹)

روزنامہ انقلاب ۱۵ فروری

"جب مسلمان اور ہندو ایک قوم نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو پھر کیوں مسلمانوں کی حفاظت کا مستقل بندوبست نہ کیا جائے؟ اس حفاظت کا صحیح ترین مرقع لیگ کی قرارداد لاہور ہے۔ جس کا مدعا یہ ہے کہ ہندو اپنی اکثریت کے صوبوں میں اپنا جائز حق حاصل کر لیں۔ اقلیتوں کی حفاظت کے لیے دونوں قومیں ایک سمجھوتہ کریں اور اس پر عمل پیرا رہیں۔ مرکز کو بالکل اڑا دیا جائے اس لیے کہ مرکز محض ہندوؤں کے اقتدارِ عامہ کی ایک دستاویز ہے۔ جسے مسلمان کسی حالت میں بھی قبول نہیں کر سکتے۔"

قائداعظم

اگرچہ سر نہ تراشد قلندری دانا

"ایسی آنکھ بمشکل مل سکے گی جو تاریکی کے جانے اور روشنی کے آنے کے درمیانی لمحہ کو بھانپ سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان ہر دو مراحل کے درمیان حد فاصل ہوتی ہی نہیں۔ ایک چمک ہے جونہی وہ پیدا ہوئی اندھیرا غائب ہوگیا۔ خواہ وہ اندھیرا سالہا سال کا بھی پرانا کیوں نہ ہو۔ قلب و دماغ کی دنیا میں اس کا نام انشراح صدر ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ علم ہی وہ نور ہے جس کے آنے سے جہالت کی تاریکی کافور ہو جاتی ہے۔ لیکن علم کے لیے ضروری نہیں کہ وہ انسانوں کے متعین کردہ نصاب کے چکروں سے گذر کر ہی حاصل ہو۔

Marfat.com

اگر اللہ تعالےٰ کسی کو قلبِ سلیم اور ذہن رسا عطا فرمائے۔ تو ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم کی ہادی نور سے ایک بار گذرنے سے ہی اس کی نگاہوں میں وہ بصیرت پیدا ہو جائے۔ جو حقیقت اشیاء کو بے نقاب اور رموزِ دین کو اس طرح بے پردہ دیکھ لے جو دوسرے کو عمر بھر کی ورق گردانی کے بعد میسر نہ آسکے۔ اس قسم کے انشراح صدر اور کشف غطاء کی بہت سی مثالیں سامنے آسکتی ہیں لیکن ان میں نزدیک ترین مثال وہ ہے۔ جو ناخدائے کشتی ملت جناب محمد علی جناح کی نگہ حقیقت بین میں بصیرت فرقانی بن کر چمکی ہے۔ جناب جناح کے خلاف کتاب خواں طبقہ کی طرف سے جو اپنے آپ کو حقائق دینی کا واحد اجارہ دار سمجھتا ہے ہمیشہ یہ اعتراض عائد کیا جاتا ہے کہ مسٹر کیا جانے دین کسے کہتے ہیں؟ اس میں شبہ نہیں کہ اگر دین جاننے سے مفہوم یہ ہے کہ وہ کافیہ قطبی پڑھا ہوا ہے یا نہیں تو بے شک مسٹر جناح "دین" سے ناواقف ہے لیکن اگر سوال یہ ہے کہ وہ دین کی حقیقت سے واقف ہے یا نہیں تو بلا تامل کہا جا سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس باب میں اپنے اس مخلص بندے کو وہ بصیرت فرمائی ہے۔ جس کے لیے ہمارے بڑے بڑے مدعیان علم شریعت کو دعائیں مانگنی چاہئیں۔ ذرا غور فرمائیے کہ آج ہمارا "علماء کرام" کا طبقہ اپنے اس "علم دین" پر ناز کرتا ہے جو انھیں یہ سکھا رہا ہے کہ ہندوستان میں مغربی اصول جمہوری کی بناء پر ہندوؤں اور مسلمانوں کی ایک مشترکہ حکومت قائم کی جائے جس میں اکثریت کے فیصلے قانون کی حیثیت اختیار کریں، باقی رہا اسلام سو اگر مسلمانوں کو نماز روزہ کی اجازت حاصل ہو جائے تو بس مقصد حاصل ہو گیا! اس کے برعکس یہ دیکھئے کہ مذہب اور اس کے لوازم

Marfat.com

کے متعلق یہ مسٹر کیا کہتا ہے اور اس کے بعد فیصلہ کیجئے کہ رموزِ دین سے یہ طبقہ علماء کرام" واقف ہے یا مسٹر محمد علی جناح۔

۱۹ اگست ۱۹۴۱ء کو جناب جناح حیدرآباد تشریف لے گئے وہاں بعض نوجوان طلباء نے ان سے کچھ سوالات کیے۔ اس مکالمہ کو مسٹر محمود علی صاحب بی۔ اے (عثمانیہ) نے محفوظ کرلیا اور اب اورینٹ پریس کی وساطت سے شائع ہوا ہے یہ مکالمہ انگریزی زبان میں ہوگا۔ لیکن اخبارات میں اس کا اردو ترجمہ شائع ہوا ہے۔ ہمارے سامنے انقلاب ۸ فروری ۱۹۴۲ء کا پرچہ ہے۔ ترجمہ کی زبان میں کہیں کہیں اُلجھاؤ نظر آتا ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ ان مقامات میں سلاست پیدا کردی جائے ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ دین کے متعلق مسٹر جناح کے کیا خیالات ہیں۔

سوال :۔ مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازم کیا ہیں؟

جواب :۔ جب میں انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں۔ تو اس زبان اور قوم کے محاورے کے مطابق لامحالہ میرا ذہن خدا اور بندے کی باہمی نسبت اور رابطہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود اور مقید مفہوم یا تصور نہیں ہے۔ میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ ملّا۔ نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے البتہ میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی سیاسی ہو یا معاشی غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں۔ جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ سے

Marfat.com

باہر ہو۔ قرآن کریم کی اصولی ہدایات اور سیاسی طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے بہترین ہیں بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لیے حسن سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے۔ اس سے بہتر تصور ناممکن ہے۔

سوال :۔ اس سلسلہ میں اشتراکی حکومت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب :۔ اشتراکیت۔ بالشویت یا دیگر اسی قسم کے سیاسی اور معاشی مسلک دراصل اسلام اور اس کے نظام سیاست کی غیر مکمل اور بھونڈی سی نقلیں ہیں ان میں اسلامی نظام کے اجزاء کا سا ربط اور تناسب و توازن نہیں پایا جاتا۔

سوال :۔ ترکی حکومت تو ایک مادی اسٹیٹ ہے۔ کیا اس سے اسلامی حکومت مختلف ہے؟ آپ کا اس باب میں کیا خیال ہے؟

جواب :۔ ترکی حکومت پر میرے خیال میں مادی حکومت کی سیاسی اصطلاح اپنے پورے مفہوم میں منطبق نہیں ہوتی اب رہا اسلامی حکومت کے تصور کا امتیاز سو یہ بالکل واضح ہے۔ اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ اس میں اطاعت اور وفاکیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے۔ جس کے لیے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی۔ نہ کسی اور شخص یا ادارہ کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے۔ اور حکمرانی کے لیے (آپ جس نوعیت کی بھی چاہتے ہوں) بہرحال آپ کو علاقہ اور سلطنت کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

سوالی :۔ وُہ سلطنت ہمیں ہند میں کس طرح نصیب ہو سکتی ہے ؟

جواب :۔ مسلم لیگ۔ اس کی تنظیم۔ اس کی جد و جہد۔ اس کا رُخ اس کی راہ سب اس سوالی کے جواب ہیں۔

سوال :۔ جب آپ اسلامی اُصول کے نصب العین اور طریق کار دونوں میں بہترین اور برترین کا یقین رکھتے ہیں اور اجمالاً یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے خود مختار علاقے اس لیے مطلوب ہیں کہ وہاں وہ اپنے ذہنی میلانات اور تصوراتِ زندگی کو بلا روک ٹوک بروئے کار اور روز بروز ترقی لا سکیں۔ تو پھر اس میں کونسا امر مانع ہے کہ مسلم لیگ زیادہ تفصیل اور توضیح کے ساتھ اپنی جد و جہد کی مذہبی تعبیر و تشریح کرے۔

جواب :۔ (دقت یہ ہے کہ) جب اس جد و جہد کو مذہب سے تعبیر کیجئے تو ہمارے علماء کی ایک جماعت بغیر اس بات کے سمجھنے کے کہ کام کی نوعیت تقسیم عمل اور اس کے اصل حدود کیا ہیں۔ ان اُمور کو صرف مولویوں کا ارادہ خیال کر لیتی ہے اور اپنے حلقہ سے باہر اہلیت و مستعدی کے باوجود بھی میں یا آپ میں (یعنی کسی اور میں) اس خدمت کے سرانجام دینے کی کوئی صورت نہیں دیکھتی۔ حالانکہ اس منصب کی بجا آوری کے لیے جن اجتہادی صلاحیتوں کی ضرورت ہے انھیں میں ان مولوی صاحبان میں (الا ماشاء اللہ) نہیں پاتا (اور پھر مشکل اندر مشکل یہ کہ) وہ اس مشن کی تکمیل میں دوسروں کی صلاحیتوں سے کام لینے کا سلیقہ بھی نہیں رکھتے۔"

"ان تصریحات پر غور فرمائیے اور پھر سوچئے کہ کیا دین یہ ہے۔ جسے مسٹر جناح پیش کر رہے ہیں یا وہ جو غیر سے علماء کرام کی جمعیت کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے وہ "دین" جس میں امتزاج بولہبی و مصطفوی

Marfat.com

سے ایک ایسی متحدہ قومیت کی تشکیل کی جا رہی ہے۔ جس کی آزادی میں طاغوتی اکثریت کا نظام حکومت کارفرما ہوگا۔ اس کے برعکس مسٹر جناح کا دین یہ ہے کہ اطاعت و وفاکیشی میں مرجع صرف خدا کی ذات ہے اور اسی کی تعمیل کا مرکز قرآن کریم کے احکام۔ مسلمان نہ کسی بادشاہ کا محکوم ہو سکتا ہے نہ پارلیمان کا۔ نہ کسی شخص کا نہ ادارہ کا بلکہ وہ صرف اپنے خدا کا محکوم ہو سکتا ہے۔ اس لیے اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی احکام و اصول کی حکومت ہے۔ اور یہی وہ حکومت ہے جس کے لیے مسلم لیگ برسرپیکار رہے۔ "وہ ہیں علماء کرام" یہ ہے۔ مسٹر جناح۔ اگر یہ خدا کی دین نہیں تو اور کیا ہے۔ سچ کہا تھا کسی نے کہ

ز سومنات جناح و ز کاشمیرا قبال
ز دیوبند حسین احمدؐ ایں چہ بوالعجبی است

ان تصریحات کے بعد غور فرمائیے کہ مسلم لیگ کی مخالفت دینِ خداوندی کے تمکن و ترویج کی مخالفت ہے یا کوئی نیک کام اور یہ بھی کہ ایک ایسی جماعت کی موجودگی میں جس کا نصب العین یہ ہو۔ کسی اور جماعت کی تشکیل ملت میں تشتت و افتراق ہے یا صلاح و خیر!

(ط۔ ا صفحہ ۲۵ تا ۲۸ ۱۹۴۲ء)

جمعیت العلماء

"انسان کی نفسیاتی کیفیت بھی عجیب ہے۔ اصولاً کسی سے پوچھئے تو بلا تامل کہدے گا۔ کہ ہر شخص سے غلطی کا امکان ہے لیکن بہت کم ایسے ملیں گے۔ جو اپنی غلطی کا اعتراف کھلی پیشانی سے کرلیں بالعموم ہوتا یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی غلطیات کسی وقت کسی جذبہ یا خیال کے ماتحت منہ سے نکل جاتی ہے۔ تو اس کے بعد وہ پوری کوشش کرتا ہے

Marfat.com

کہ کسی نہ کسی طرح اسے صحیح تسلیم کرا دے۔ اس سعی لاحاصل میں اس فریب خوردگی اور فریب دہی کے ایسے ایسے مظاہرے ہوتے ہیں کہ جس پر ساری دُنیا ہنستی ہے لیکن اس سے اور چڑھ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ساری دُنیا کے خلاف اس کے دل میں انتقام کی آگ شعلہ زن ہو جاتی ہے۔ کچھ وقت کے بعد ایسا ہوتا ہے کہ یا تو قلب میں سکون پیدا ہو جانے کی وجہ سے یا خارجی احوال و ظروف کی بنا پر اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے۔ انسانی زندگی میں آزمائش کی یہ گھڑی بڑی نازک اور کٹھن ہوتی ہے غلطی کے اعتراف میں اپنی خودی کے (غلط تصوّر) کو ٹھیس لگتی ہے جس شدّ و مد سے اپنے غلط خیال کو صحیح ثابت کرنے میں تگ و دو کی تھی وہ تمام مراحل ایک ایک کر کے سامنے آجاتے ہیں۔ پھر نام کی شہرت۔ معتقدین کا خیال۔ گرد و پیش کے کنکھیوں کے اشارے۔ یہ تمام تصوّرات جمع ہو کر اعتراف حقیقت میں گلو گیر ہو جاتے ہیں۔ ایسے واقعات میں اگر اللہ کی توفیق شامل حال ہو جائے۔ تو انسان ان تمام ذہنی موانع کو جھٹک کر الگ کر دیتا ہے اور نہایت کشادہ نگہی اور وسیع النظرفی سے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتا ہے اور اس کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ جھوٹی عزّت کا زعم باطل جو اعترافِ حقیقت میں یوں عناں گیر ہو رہا تھا اس کی اصل اس کے دماغ کے بُت کدہ سے باہر کہیں کچھ بھی نہ تھی لیکن اگر اس کشمکش کے عالم میں یہی باطل تصورات انسان کے قلب و دماغ پر چھا جائیں تو وہ کبھی اعترافِ حقیقت نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی غلط روش پر پہلے سے بھی زیادہ شدّت سے کاربند رہتا ہے۔ حتّٰی کہ یہ راہ اسے ہلاکت و بربادی کے مہیب غار میں دھکیل دیتی ہے۔

ارباب نظر دیکھ رہے ہیں۔ کہ ہمارے علمائے کرام کی جماعت

Marfat.com

آجکل ایسی ہی نفسیاتی کشمکش میں گرفتار رہے اور اس کی کھلی ہوئی دلیل جناب حسین احمد صاحب مدنی کا وہ خطبہ صدارت ہے جو انھوں نے جمعیت کے گذشتہ اجلاس (لاہور) میں ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ میں علاوہ اس پریشانی تحریر کے جو صاحب تحریر کی قلبی کیفیت کا غماز ہے۔ خیالات کا تضاد اس درجہ ہے کی طرف صاف صاف اشارہ کر رہا ہے۔ جہاں پہنچ کر انسان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ

ایمان مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

ہندوستان کا وہ کون سا مسلمان ہے جسے ۱۹۳۸ء کا وہ تاسف انگیز واقعہ نہ یاد ہوگا۔ جب مدنی نے یہ ارشاد فرمایا کہ "قومیں اوطان سے بنتی ہیں"۔ اسلام کے پیش تر عہد جاہلیت کے بولہبی فسانہ کہن کی پھر سے یاد تازہ کر دی تھی اور یہ بھی کسے نہ یاد ہوگا کہ حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ نے انھیں کس طرح اپنے مخصوص انداز میں اس پر متنبہ فرمایا تھا لیکن قوم کی بدبختی کہ بجائے اس کے جناب مدنی اس تنبیہ سے اپنی غلطی کا اعتراف فرما لیتے۔ انھوں نے ضد اور کج کی راہ اختیار فرمالی اور اس تین چار سال کے عرصہ میں مسلمانوں کی بہت سی کوششیں جو اپنی تعمیر میں صرف ہوتی تھیں ان کی اس غلط روش سے پھیلنے والے زہر کے ازالہ میں ضائع ہو گئیں۔ لیکن ہمیں خوشی ہوئی کہ واقعات نے جناب مدنی کو ان کی غلطی کے احساس پر مجبور کر دیا اور انھوں نے بالآخر محسوس کر لیا کہ فی الواقعہ قومیں اوطان سے نہیں بنتیں بلکہ ہندوستان میں بسنے والے مسلمان اپنے جداگانہ تصور حیات (یعنی دینی اساس) کی بناء پر ایک الگ قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنے خطبہ صدارت میں ارشاد فرمایا ہے۔

Marfat.com

"ہندوستان کے داخلی مسائل میں مسلمانوں کا مسئلہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ گذشتہ ایک صدی سے ہندوستان میں برطانیہ کی حکمت عملی نے مسلمانوں کو بھی ہندوستان کی اقلیتوں میں داخل کرکے ان کے متعلقہ مسائل سے وابستہ کر دیا۔ برطانوی سیاسیین و مدبرین ہمیشہ مسلمانوں کو ایک سیاسی اقلیت کی صف میں شمار کرنے اور ان کے معاملے کو اقلیتوں کے معاملات میں شامل کرنے کے عادی ہو گیے ہیں اور اسی بناء پر ہندوستان کی غیر مسلم قومیں بھی ہندوستان کے سیاسی مستقبل میں مسلمانوں کے ایک طبقے کے دلوں میں بھی یہ احساس پیدا ہو گیا کہ وہ ہندوستان میں ایک سیاسی اقلیت ہیں اور اس وجہ سے وہ تمام اندیشے اور وسوسے اور خطرات ان کے دلوں پر چھا گیے جو ایک اقلیت کو اپنی زندگی اور انفرادیت کے متعلق اکثریت کی طرف سے پیش آتے ہیں اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستان کی مجموعی مردم شماری میں تعداد کے لحاظ سے مسلمان بھی عددی اقلیت میں ہیں لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ بجائے خود ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد یورپ کے کسی بڑے سے بڑے خطے کی آبادی سے کہیں زیادہ ہے۔ نیز ہندوستان کی تعمیر میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ ہندوستان میں ان کی تعداد نو اور دس کروڑ کے درمیان ہے تہذیب اور ثقافت کے لحاظ سے وہ اہم خصوصیات کے مالک ہیں۔ جغرافیائی حیثیت سے انھیں قدرتی استحکام حاصل ہے۔ ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں سے چار میں وہ اکثریت رکھتے ہیں۔ اور اگر صوبوں کی از سر نو تجدید اور توسیع کی جائے تو وہ تیرہ مجوزہ صوبوں میں سے چھ صوبوں میں اکثریت حاصل کر لیں گے۔ ان تمام حالات میں بھی اگر مسلمانوں کو ایک سیاسی اقلیت قرار دے کر دیگر اقلیتوں میں انھیں شامل کر دیا جائے تو اس سے زیادہ سیاسی غلطی

Marfat.com

اور کیا ہو سکتی ہے اور اس سے بڑا اور کیا فریب دُنیا کو دیا جا سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۳۸ء میں یونہی جناب مدنی کے مُنہ سے ایک بات نکل گئی جس کی تہ میں وُہ اڑ گیے ورنہ وہ تو اس سے پہلے ۱۹۲۸ء میں بھی اس حقیقت کے قائل تھے کہ ہندوؤں کے ساتھ مل کر متحدہ قومیت نہیں بنائی جا سکتی۔ چنانچہ جناب مدنی نے ۱۹۲۸ء میں جناب شوکت علی صاحب (مرحوم) کے نام اپنی ایک چٹھی میں تحریر فرمایا تھا:۔

"چونکہ مسلمان ہندوستان میں اقلیت ہیں اور ہندو اکثریت میں اور ان کی اکثریت بھی غیر معمولی ہے اور تین اور ایک کی نسبت ہے اور ان کی یہ حالت ہے کہ آج تک ڈاکٹر مونجے صاحب یہی فرما رہے ہیں کہ "یہ سرزمین کسی مسلمان یا کسی فرقہ کی زمین نہیں ہے یہاں جو راج قائم ہوگا وہ ہندو راج ہوگا۔ مجھے کروڑوں ہندو رضا کاروں کی ضرورت ہے" جو مظالم آئے دن دفتروں میں شہروں میں اور ریاستوں میں کیے جا رہے ہیں اور جس تعصب اور عدم رواداری کا ثبوت حسب تصریح جناب "ہندو دیوتا" گاندھی جی اور نہرو صاحب نے دیا ہے ان کی بنا پر ہم کسی طرح بھی اپنے ابنائے وطن کے ساتھ متحدہ قومیت کی توقع نہیں کر سکتے"۔

یہ الگ بات ہے کہ جناب مدنی ہندوؤں کی تنگ نظری اور شقاوت قلبی کی بنا پر اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ ان سے متحدہ قومیت کی توقع نہیں رکھی جا سکتی اور حضرت علامہ اقبالؒ نے اپنی بصیرتِ فرقانی سے اس حقیقت کو بے نقاب دیکھ لیا تھا کہ کفر اور اسلام (یعنی مسلم و غیر مسلم) کے امتزاج سے کبھی ایک قوم بن ہی نہیں سکتی۔ ایسا تصور یکسر غیر اسلامی (یعنی عجمی) ہے۔ بہر حال ہمیں خوشی ہوئی کہ جناب مدنی نے اب

Marfat.com

حقیقت کا احساس فرمایا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حیثیت ایک قوم کی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اب دوسرا مسئلہ لیجئے ۱۹۳۸ء میں جناب مدنی نے ارشاد فرمایا تھا:۔

"ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو۔ مسلمان۔ سکھ۔ عیسائی پارسی سب شامل ہوں حاصل کرنے کے لیے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہیئے ایسی مشترکہ آزادی اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے اور اسلام ایسی آزادی کی اجازت دیتا ہے۔"

(زمزم، ۷ جولائی ۱۹۳۸ء)

یعنی پہلے جناب مدنی صاحب کے نزدیک ہندو۔ مسلمان۔ سکھ۔ عیسائی۔ پارسی۔ (مسلم و غیر مسلم) کی مشترکہ حکومت کسی صورت میں بھی اسلام میں جائز قرار نہیں دی جا سکتی۔ باقی رہی مغربی جمہوریت سو وہ بھی انسانیت کے لیے لعنت اور درحقیقت نقاب پوش استبداد ہے۔ جناب مدنی نے اس کی بھی بڑی شدت سے مخالفت کی اور ارباب ذوق سے پوشیدہ نہیں کہ اس مخالفت میں انھوں نے کیا کیا۔ کہہ ڈالا وہ ۱۹۳۸ء تھا۔ اب دیکھئے کہ ۱۹۴۲ء میں آپ کا کیا خیال ہے جمہوریت کے متعلق ارشاد ہے:۔

"شخصی حکومتوں اور ملوکانہ جبر و استبداد اور حاکمانہ خود غرضیوں اور شہوت پرستیوں وغیرہ کی وجہ سے عالم انسانی پر جو بربادیاں اور ہلاکت کے پہاڑ ٹوٹا کرتے تھے۔ اس سے تنگ آکر انسانی دنیا نے انقلابات کے دروازے کھولے اور جگہ جگہ جمہوری نظام جاری کیا گیا اگرچہ بعض ممالک میں شاہی خاندانوں کو بھی باقی رکھا گیا مگر ان کو اس قدر بے دست و پا کر دیا گیا تھا کہ نظم و نسق اور عام رعایا کے متعلق کسی قسم کے تصرف کا اختیار باقی نہیں رکھا گیا تھا۔ یہ جمہوری

Marfat.com

نظام اگرچہ ظاہری نظر میں عام انسانوں کے لیے خوش کن تھا اور ممکن تھا کہ ابتدائی مراحل میں اس میں پوری طرح ہر عام و خاص غریب و امیر کا لحاظ بھی رکھا گیا ہو۔ مگر اقتدار کے قائم ہوتے ہی بالادستی اور سرمایہ پرستی کا غلبہ ہوگیا۔ غربا اور مزدوروں کے خون پسینہ سے ہولی کھیلی جانے لگی۔ نظام میں اس قدر سرمایہ پرستی۔ خود غرضی اور بے رحمی قومیت کی لعنت گھس گئی کہ عام انسانی دنیا شخصی حکومتوں سے اس قدر ہلاکت اور بربادی کا شکار نہیں ہوئی جتنی کہ اس فریبانہ جمہوریت کے دور نام نہاد خدمتِ خلق سے ہونے لگی۔ بالآخر عالم انسانی میں دوبارہ انقلاب کا نشو و نما ہوا اس غلط اور برباد کن جمہوریت کے نظام کو توڑنے اور اس کو مٹا دینے کے ولولے ظہور پذیر ہوئے۔"

یعنی وہی جو ۱۹۳۸ء میں حضرت علامہؒ نے ارشاد فرمایا تھا لیکن جناب مدنی کا سینہ احساس غلط روی اور اعترافِ حقیقت کی جس کشمکش کی آماجگاہ بن رہا ہے۔ اس کا مظاہرہ اس تضاد سے ہوتا ہے۔ جو چند ہی صفحات کے بعد ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اپنے خطبہ کے صفحہ ۲۶ پر "اٹلانٹک کے نوشتہ" کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

"جب مسٹر چرچل نے اعلان کیا تھا کہ جنگ کے بعد کمزور قوموں کو آزادی دی جائے گی۔ تو ہندوستان کی مردہ امیدوں میں پھر زندگی کی ایک لہر پیدا ہوئی اور یہ خیال کیا گیا کہ جنگ کے بعد دنیا میں زندگی۔ آزادی اور جمہوریت کا جو نیا نظام قائم کیا جائے گا۔ ہندوستان بھی اس نظام میں اپنا باعزت مقام حاصل کرلے گا۔"

یعنی ابھی ابھی مغربی جمہوریت کو انسانیت کی لعنت بتایا جا رہا تھا اور ایک ہی سانس کے بعد ارشاد ہے کہ اس احساس سے کہ

Marfat.com

"جنگ کے بعد ہندوستان جمہوریت کے نئے نظام میں باعزت مقام حاصل کرلے گا۔ ہندوستان کی مردہ امیدوں میں زندگی کی ایک لہر پیدا ہوگئی"

اب دوسری شق لیجئے یعنی کیا مسلم و غیر مسلم کی مشترکہ حکومت کا تصور اسلامی ہوسکتا ہے۔ جناب مدنی کا ۱۹۴۲ء کا خیال ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ہے:۔

"اس لیے اس خالق الکل رب العلمین کا بنایا ہوا انسانی نظام ہر خاص و عام اور ہر فرد و جماعت کے لیے مفید اور کارآمد اور انتہائی منفعت کا کفیل ہوسکتا ہے نہ کہ انسانوں کا خود ساختہ نظام"

اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

"ان اصول نے صاف طور پر یہ بھی روشن کردیا کہ کوئی امیر اور سلطان نہ مطلق العنان ہے اور نہ صرف اپنے خاندان یا کسی پارٹی کا نمائندہ ہے اور نہ کسی استبدادی آمریت کا مالک ہے بلکہ وہ خداوند کریم کا نائب، اور خدائی قانون کو نافذ کرنے والا حاکم ہے اور اسی قانون کے ماتحت جوابدہ اور مسئول ہے"

پھر ارشاد ہے:۔

"بہرحال آج ہم تمام دنیائے انسانی کو دعوت دیتے ہیں کہ اگر وہ امن عام اور کارآمد ترقی اور حقیقی رفاہیت اور خوشحالی چاہتے ہیں تو صرف اسلامی نظام میں ہی پاسکتے ہیں۔ بالشویزم یا نازی ازم یا یورپ کا فیشلزم ڈیموکریسی، یا اور کوئی نظام جو کہ انسانی عقل و دماغ کا اختراع کیا ہوا ہے۔ ہرگز اس کی کفالت نہیں کرسکتا نہ اس میں رب العلمین کے حقوق کی کفالت ہے نہ مخلوقات اور اقوام و افراد انسانی کے حقوق کی"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلامی نظام حکومت وہ

Marfat.com

ہے جس کی تصریح ارشادات بالا میں کی گئی ہے۔ تو پھر حضرات علمائے کرام نے اپنا موجودہ مسلک جس میں کفر و اسلام کے امتزاج سے خالص انسانی حکومت اور وہ بھی مغربی انداز جمہوریت کی قائم کرنا مطمح نگاہ ہے کیوں اختیار فرمایا؟ اس کے متعلق ارشاد ہے :-

"آپ کو تاریخ کے صفحات دیکھنے بالخصوص علمائے ہند کی شاندار ماضی کے دیکھنے سے پتہ چل جائے گا کہ علمائے ہند نے ہمیشہ سے اسی مقصد کی تکمیل کے لیے کوششیں کی ہیں، حالانکہ شاندار ماضی میں ان کی جد و جہد کے سمندر میں چند قطرے ہی دکھائے گیے ہیں مگر وائے بدقسمتی کہ باوجود انتہائی جد و جہد اور بے شمار قربانیوں کے اصل مقصد حاصل نہ ہو سکا۔ تب موجودہ احوال اور گرد و پیش کی انتہائی مشکلات جو کہ داخلی اور خارجی بے حد و بے شمار ہیں ضروری معلوم ہوا کہ اہون البلیتین کو اختیار کیا جائے اور ہندوستان کی آزادی کے لیے مشترکہ جد و جہد میں حصہ لیا جائے۔ اہون البلیتین کو اختیار کرنا شرعی اصول ہے اور ہر زمانہ میں معمول بہ رہا ہے۔ اور اگرچہ مشترکہ جد و جہد سے حاصل ہونے والی آزادی نظام اسلامی نہ کہلا سکے گی۔ تاہم بہت سی مشکلات اور سخت موانع کے رفع ہو جانے سے حقیقی نصب العین کے لیے راستہ کھل جائے گا۔"

یعنی علماء کرام کو ہندوؤں کی آزادی کی تحریک میں حصہ لینا۔ "دو مصیبتوں میں سے کمتر درجہ کی مصیبت اختیار کر لینے" کے شرعی اصول کے مطابق ہے۔ بہت اچھا! لیکن ذرا یہ بھی سنیئے کہ ۱۹۲۸ء میں جناب مدنی کا اس قسم کی آزادی کے متعلق کیا خیال تھا۔ آپ نے جناب شوکت علی صاحب (مرحوم) کے محولہ بالا چٹھی کے دوران تحریر فرمایا تھا

"میں آنجناب کی توجہ ایک خاص طریقہ پر اور ایک حقیقت نفس الامری کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ آزادی کامل ہمارا مذہبی

Marfat.com

سیاسی اور وطنی نصب العین ہے۔ اور ہر حیثیت سے ہم کو اس کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مگر اس کے ساتھ ہم اپنے مذہب اور قوم کو ضروری سمجھتے ہیں بلکہ آزادی کو بھی مذہب اور قوم کی وجہ سے ڈھونڈتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ مذہب برباد ہو جائے اور مسلمان فنا ہو جائیں تو ایسی آزادی سے کیا فائدہ ہے۔"

یعنی خود جناب مدنی صاحب کے نزدیک وہ آزادی جس میں مسلمانوں کا مذہب اور قوم باقی نہ رہے۔ مسلمانوں کے نزدیک قطعاً قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ایسی تحریک میں شمولیت اور تعاون یکسر غیر اسلامی ہوگا۔

یہ چیز کہ ہندوستان کی آزادی کے بعد ملک کی متحدہ قومیت کے جمہوری نظام حکومت میں مسلمانوں کے مذہب اور قوم کی حالت کیا ہوگی؟ اب کسی تشریح کی محتاج نہیں رہی اس آنے والی آزاد حکومت کے ارباب اہل وعقد کھلے کھلے الفاظ میں بتا چکے ہیں کہ:-

"اب یہ ناممکن ہوگا کہ کوئی ایسا نظام حکومت قائم کیا جائے جس کی بنیاد مذہب پر ہو۔ اب وقت آ چکا ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کر لیں اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ ضمیر مذہب اور خدا کو ان کے مناسب مقام یعنی آسمان کی بلندیوں پر رکھ دیا جائے اور انھیں خواہ مخواہ زمین کے معاملات میں گھسیٹ کر نہ لایا جائے۔ اس بات کا تصور بھی ناممکن ہے کہ اگر مذہب کو سیاست سے الگ نہ کیا جائے تو کوئی نظام حکومت قائم ہو سکتا ہے۔" .. .. ..

عہد حاضر میں بہترین نظام حکومت کی بنا اس نظریے پر قائم ہو سکتی ہے کہ جغرافیائی حدود کے اندر گھرا ہوا ایک ملک ہو اور اس ملک کے اندر رہنے والے تمام افراد معاشی اور سیاسی مفاد کے رشتہ میں

Marfat.com

منسلک ہو کر ایک متحدہ قومیت بن جائیں۔"[1] (ہندوستان ٹائمز مورخہ ۹/۳۸ء)

مسلم قومیت کے متعلق بھی سن لیجئے :-

"ہندوستان میں مسلم قومیت پر زور دینے کا مطلب کیا ہوتا ہے بس یہی کہ ایک قوم کے اندر ایک دوسری قوم موجود ہے جو یک جا نہیں منتشر ہے۔ مبہم ہے اور غیر متعین ہے۔ اب سیاسی نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو یہ تخیل بالکل لغو معلوم ہوتا ہے اور معاشی نقطۂ نظر سے یہ بہت دور رس کار ہے ... ...

مسلم قومیت کا ذکر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں کوئی قوم ہی نہیں بس مذہبی اخوت کا رشتہ ہی ایک چیز ہے۔"

(میری کہانی جلد دوم صفحہ ۳۳۱-۳۳۲ از پنڈت نہرو)

پھر فرماتے ہیں :-

"مسلم قوم کا تخیل تو صرف چند لوگوں کی من گھڑت اور محض پرواز خیال ہے۔ اگر اخبارات اس کی اس قدر اشاعت نہ کرتے تو بہت تھوڑے لوگ اس سے واقف ہوتے اور اگر زیادہ لوگوں کو اس پر اعتقاد ہوتا بھی تو حقیقت سے دوچار ہونے کے بعد اس کا خاتمہ ہو جاتا۔"

کس قدر تأسف سے لکھتے ہیں :-

"ایسے لوگ ابھی زندہ ہیں جو ہندو مسلمانوں کا ذکر اس طور پر کرتے ہیں گویا دو ملتوں اور قوموں کے بارے میں گفتگو ہے۔ جدید دنیا میں اس دقیانوسی خیال کی گنجائش نہیں ہے۔"

اب اس کے بعد خود ہی اندازہ فرمائیے کہ یہ دلیل کہ علماء کرام نے "متحدہ قومیت" اور "مشترکہ حکومت" کا مسلک اہون البلیتین کے شرعی اصول کے ماتحت اختیار فرمایا تھا کس قدر کمزور اور سست بنیاد ہے۔

---

[1] یہ اسمبلی کی کانگریس پارٹی کے لیڈر مسٹر ڈیسائی کے ارشادات ہیں۔

Marfat.com

اب اس مقام پر پہنچے جہاں اس "دوراہے" کی کشمکش اور بھی نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ ہندوستان کی موجودہ جدوجہد کے مطالع نگاہ کے متعلق فرماتے ہیں :-

"آئندہ آزاد ہندوستان میں برطانیہ نے اپنے مقاصد میں استعمال کرنے کی غرض سے مسلمانوں کے لیے کونسا سیاسی مقام تجویز کیا ہے؟ میں اس وقت اس بحث کو چھیڑ کر تلخیوں میں اضافہ کرنا نہیں چاہتا لیکن خود ہندوستان کے سیاسی مفکرین کے سیاسی تصورات کا جہاں تک تعلق ہے انھیں تین گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک گروہ وہ ہے جو ہندوستان کے آئندہ آئین حکومت کی تشکیل اس طریق پر کرنا چاہتا ہے۔ کہ فرقہ وارانہ اکثریت کی ایسی مستحکم مرکزی حکومت قائم ہو کہ مسلمانوں کو تمام ہندوستان میں ایک اقلیت کی حیثیت ملے اور ان کی زندگی اور بقا تمام تر ایک طاقتور اور ناقابل تسخیر اکثریت کی مرضی سے وابستہ ہو لیکن یہ تصور محض ایک پریشانی خواب ہے۔ جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔ یہ تصور نہ صرف سیاست ہونے کے علاوہ صائب الرائے مفکرین کے نزدیک ناقابل عمل بھی ہے۔ اس تصور کو جس قدر دماغوں سے محو کر دیا جائے اسی قدر ہندوستان کے مجموعی مفاد کے لیے بہتر اور ہندوستانیوں کے لیے مفید ہوگا۔ دوسرا گروہ ہے جو پہلے گروہ کے تصور اور اس کے عواقب و نتائج سے گھبرا کر مسلمانوں کی نجات اور خوش عیشی کے لیے صرف یہ راستہ تجویز کرتا ہے۔ کہ ہندوستان کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے اپنا جداگانہ سیاسی منطقہ بنا کر براہِ راست تاج برطانیہ کے ساتھ اپنی قسمت کو وابستہ کر دے۔ اس گروہ نے اپنے تقسیم ہند کے مطالبہ کو تو نہایت بلند آہنگی اور شدت کے ساتھ منظر پر لانا شروع کر دیا ہے لیکن اس کے کسی پہلو پر ہلکی سی روشنی بھی نہیں ڈالی ظاہر ہے کہ ہندوستان

Marfat.com

کے ہر صوبہ میں مسلمانوں کی آبادی ان کے مذہبی مقدس شعائر۔ مساجد۔ مزارات علمی ادارے۔ اوقاف وغیرہ اس قدر کثیر تعداد میں موجود ہیں کہ مسلمان کسی حالت میں ان کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور تقسیم ہند کی صورت میں ان کا حشر کیا ہوگا۔ اس پر مجوزین تقسیم بالکل خاموش ہیں اس لیے جب تک یہ نظریہ پوری تفصیل کے ساتھ روشنی میں نہ آئے اس وقت تک اس پر کوئی بحث بے سود اور بے نتیجہ ہے۔

یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ مجوزین تقسیم کے نزدیک بھی اسلامی منطقہ میں قائم ہونے والی حکومت کا دستور اساسی اسلامی اور الٰہی حکومت کا دستور نہ ہوگا۔ اس کی بنیاد بھی یورپین طرز حکومت پر ہوگی اور اپنے تحفظ کے اطمینان ہو جانے پر اسے قبول کرنے میں بھی وہی اہون البلیتین اختیار کرنے کا اصول برتنا ہوگا۔ نیز اس نظریہ کے ماتحت ہندو منطقے قائم ہو جانے کی صورت میں ہندو منطقوں میں مسلمان جن کی پوزیشن زیادہ سے زیادہ ۱۴ فیصدی اور اکثری طور سات یا پانچ فیصدی ہوگی بالکل بے دست و پا اور زندہ درگور ہو جائیں گے اور مسلم منطقوں میں غیر مسلم جن کی تعداد ۴۵ فی صدی تک ہوگی مسلم حکومت کے لیے وبالِ جان ہوں گے۔

"پس مسلم منطقے ہندو منطقوں کے تقریباً ساڑھے تین کروڑ مسلمانوں کی تباہی اور ہلاکت کی دستاویز پر خود دستخط کر کے اور اپنی جگہ ایسی حکومت جس میں غیر مسلم متعصب مؤثر اقلیتیں ان کے وبال جان ہوں حاصل کر کے کون سی فلاح و بہبود اور اطمینان و مسرت حاصل کر سکیں گے۔

کیا یہ غضب کچھ کم ہے کہ مسلم اقلیتوں کے مسلمانوں کی حفاظت کے لیے جو کام کیا گیا ہو۔ وہ ایسے طرز پر کیا جائے کہ انھیں غریب بیکس مسلمانوں کی ساڑھے تین کروڑ کی تعداد ہلاک و برباد کر دی جائے اور اپنی اکثریت بھی شدید خطرات میں مبتلا ہو جائے۔ تیسرا گروہ جو ہندوستان کے آئندہ آئین کو وفاقی، لامرکزی اصول پر مرتب کرنا ہندوستان کے لیے اور اس کے تمام صوبوں اور قوموں کے لیے مفید اور قابل عمل سمجھتا ہے۔ وفاق میں شامل ہونے والی حکومتیں اپنی اپنی جگہ کلیتاً آزاد

Marfat.com

اور خود مختار رہوں گی، مرکزی حکومت ان کی آزادی میں کوئی مداخلت نہیں کر سکے گی۔ مرکز کو صرف وہ اختیارات ملیں گے جو وفاق کے اجزاء اس کو اتفاق رائے سے سپرد کریں گے اور غیر مصرحہ اختیارات صوبائی حکومتوں کو حاصل رہیں گے۔ ہر حکومت میں اقلیتوں کے تہذیبی۔ سیاسی۔ مذہبی حقوق کی حفاظت کی جائے گی اور ان کی صوابدید کے موافق تحفظات دئے جائیں گے۔ اکثریت اپنے حقوق اکثریت سے مستفید ہو گی اور اقلیتیں امن و اطمینان کی زندگی بسر کریں گی۔ غیر مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمان اقلیت کو کسی تکلیف اور بے انصافی کا خوف نہ ہوگا۔ ان کے تمام سیاسی اور مذہبی حقوق اور مقدس شعائر بجائے خود محفوظ ہو جائیں گے اور مسلم اکثریت کے صوبوں میں غیر مسلم اقلیتیں امن و اطمینان سے زندگی بسر کریں گی۔ اور ان کے ساتھ کوئی بے انصافی نہ کی جائے اور ان کے تمام سیاسی اور مذہبی حقوق اور شعائر محفوظ ہو جائیں گے۔ ہندوستان کے ذی بصیرت اصحاب رائے اس تجویز کو موجودہ ماحول میں قابل عمل اور ہندوستان کے پیچیدہ مسائل کے حل کرنے کا واحد راستہ سمجھتے ہیں۔"

آپ نے غور فرمایا کہ جناب مدنی کس طرح دوراہے کے بیچوں بیچ کھڑے ہیں۔ ایک طرف ہندوؤں کا مطالبہ کہ تمام ہندوستان کا مرکز ایک ہو اور مستحکم ہو۔ دوسری طرف مسلمانوں کا مطالبہ کہ وحدتِ مرکز مسلمانوں کی غلامی کا استمراری پٹہ ہے۔ اس لیے مرکز کو بالکل آزاد کیا جائے اور ان دونوں کے درمیان ہمارے "علمائے کرام" کا یہ مطالبہ کہ مرکز رہے لیکن کمزور سا رہے۔

Marfat.com

زیادہ اس کا ساغر ہے یاد ہے نظام
منہ موڑ کر اُدھر کو اِدھر کو بڑھائے ہاتھ

بہرحال ہمیں خوشی ہوئی کہ یہ حضرات کچھ تو روبہ کعبہ ہوئے اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

آپ ہنوز تر شرو ہوں گے۔ کہ یہ حضرات مسلمانوں کے مطالبہ کی کامل ہمنوائی کیوں نہیں کرتے جو یکسر مسلمانوں کی آزادی کے مرادف ہے لیکن ہم خوش ہیں کہ یہ حضرات غیروں سے کٹ کے کم از ایک قدم اپنوں کی طرف تو بڑھے۔ بھلا ایک ہی جست میں کس طرح کاشی سے مکّہ جا پہنچیں۔ ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے کہ غلطی کے کھلے کھلے اعتراف کے لیے کس قدر ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جلدی نہ کیجیے کسی کو مطعون کرنے سے پیش تر اس کی مجبوری پر ضرور نگاہ ڈالیے۔

اک عمر کا رشتہ ٹوٹتا ہے مدّت کا سہارا چھوٹتا ہے
دل سنبھلتے سنبھلتے سنبھلے گا صبر آتے آتے آئے گا

گھبرائیے نہیں ان حضرات کو اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہے اب انشاء اللہ آہستہ آہستہ

آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک

ہم اس لیے پُر اُمید ہیں کہ ان حضرات نے اپنے دعوے کے ثبوت میں جو دلیل پیش کی ہے وہ اس قدر بودی ہے کہ اسے محض منہ رکھنے کی خاطر دلیل کہا جا سکتا ہے۔ جب یہ حضرات ذرا اور ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں گے۔ تو ان پر اس کی کمزوری خود بخود واضح ہو جائے گی جھگڑا تو سارا مرکز کا ہے۔ اب دیکھیے کہ مرکز کے مفید اور مضر ہونے کے متعلق ان حضرات نے کیا فرمایا

Marfat.com

ارشاد ہوتا ہے کہ :-

۱ - ایک مستحکم مرکز کے ماتحت نظامِ حکومت مسلمانوں کے غلامی کے مرادف ہوگا -

۲ - اس مرکز کو کمزور کر دیا جائے (جیسا کہ جمعیّت العلماء کا خیال ہے) تو مسلمانوں کے مذہبی حقوق مقدّس شعائر خواہ وہ اقلیتوں کے صوبوں میں ہوں یا اکثریت کے سب محفوظ ہو جائیں گے -

۳ - اور اگر اس مرکز کو بالکل اُڑا دیا جائے (جیسا کہ مسلمانوں کا مطالبہ ہے) تو اس سے جمعیّت العلماء کے خیال میں، مسلمان تباہ ہو جائیں گے - ان کے مذہبی حقوق پامال ہو جائیں گے - ان کے مقدّس شعائر منہدم ہو جائیں گے وغیرہ وغیرہ -

آپ نے منطق پر غور فرمایا کہ :-

۱ - مرکز کو مستحکم رکھنے میں مسلمانوں کی غلامی اور بربادی -

۲ - اسے کمزور کرنے میں آزادی اور

۳ - اسے بالکل فنا کر دینے میں غلامی اور بربادی یعنی

۱ - سانپ کو کھلا چھوڑنے میں ہلاکت

۲ - اسے زخمی کر کے چھوڑ دینے میں عافیت -

۳ - اسے مار ڈالنے میں پھر ہلاکت -

ہمارا خیال ہے کہ جناب مدنی صاحب نے جان بوجھ کر ایسا کمزور مسلک پیش کیا ہے تاکہ اگلا قدم اٹھانے میں آسانی رہے - خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور ان لوگوں کا خیال غلط ثابت ہو جن حضرات کو ختم اللہ علیٰ قلوبہم کی شق سمجھے ہوئے ہیں -

اب ذرا پاکستانی اسکیم کے خلاف اعتراض ملاحظہ فرمایئے ارشاد ہے :-

Marfat.com

"یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ مجوزین تقسیم ہند کے نزدیک بھی اسلامی منطقہ میں قائم ہونے والی حکومت کا دستور اساسی بھی اسلامی اور دینی حکومت کا دستور نہ ہوگا اس کی بنیاد بھی یورپین طرز پر ہوگی۔"

ہم اس اعتراض کی تردید میں زیادہ کچھ عرض کرنا نہیں چاہتے اس نظریہ کو حضرت علامہ اقبالؒ نے ۱۹۳۰ء میں ان الفاظ کے ساتھ پیش فرمایا تھا:۔

"ہندوستان دنیا بھر میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اس ملک میں اسلام بہ حیثیت ایک تمدنی قوت اسی صورت میں زندہ رہ سکتا ہے کہ اسے ایک مخصوص علاقہ میں مرکوز کر دیا جائے۔"

اور آج اس اسکیم کے علمبردار جناح کا اسلامی حکومت کے متعلق کیا خیال ہے اس کے لیے طلوع اسلام کے اسی اشاعت کے اوّلین اداریہ بہ عنوان قائداعظم[1] ملاحظہ فرمایئے۔ بات خود بخود واضح ہو جائے گی۔

یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ پاکستان سے کیا مفہوم ہے ایک سچے مسلمان کی کیا روش ہونی چاہیئے۔ یہ ہم سے نہیں خود مدنی صاحب سے سنیئے۔ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اگر کسی جدوجہد کے نتیجہ میں خدا کی ایک فرمانبردار ملت کو دنیا کے کسی حصہ میں خدائی احکام کے مطابق یا اس سے قریب تر کوئی اجتماعی نظام قائم کرنے کے مواقع حاصل ہوتے ہوں تو اس کو اسلام کی تائید حاصل ہو سکتی ہے اور صرف اسی جدوجہد کو اسلام نے جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ قرار دیا ہے۔"

ہم اس جدوجہد کی طرف آپ کو دعوت دیتے ہیں مسلم لیگ اسی جدوجہد کی حامل ہے۔

---

[1] یہ ہم کتاب میں درج کر چکے ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

اس کے بعد جناب مدنی فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے اختلافات محض انگریز کے پیدا کردہ ہیں (یعنی وہی دلیل جو سائے وار دھا سے نازل ہوا کرتی ہے) ان سے پہلے کہیں اختلافات دکھائی نہیں دیتے تھے، اس کے بعد کئی صفحات میں ایسے تاریخی شواہد پیش کیے ہیں جن سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ انگریزوں سے پیشتر مسلمانوں اور ہندوؤں کے دور میں مسلمانوں اور ہندو سب شیر و شکر ہو کر رہتے تھے کہیں اختلافات و تنازعات نہ تھے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے عہد حکومت میں اگر باہمی تنازعات نہ تھے۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جہاں مسلمان حاکم تھے ہندو محکوم کی حیثیت رکھتے تھے اس لیے محکوم کا حاکم سے جھگڑا کیسا۔ اسی طرح جہاں ہندو حاکم تھے مسلمان ان کی رعایا تھے راجہ اور پرجا میں لڑائی کیسی! جھگڑے اور تنازعے تو اس وقت پیدا ہوتے ہیں۔ جب قوت کی تقسیم کا سوال پیدا ہو۔ آپ تو ہندوؤں اور مسلمانوں کو یاد دلاتے ہیں۔ ذرا پچاس برس ادھر خود انگریز کے عہد حکومت میں دیکھئے کہیں ہندو مسلم سوال نظر نہ آئے گا۔ اس لیے جھگڑا اس وقت شروع ہوا جب قوت انگریز کے ہاتھ سے منتقل ہو کر ہندوستانیوں کے ہاتھ میں آنے لگی۔ اس وقت ہندو نے تہیہ کر لیا کہ مسلمان سے اس کی آٹھ سو سالہ حکومت کا انتقام لے گا۔ جب تک مسلمان سویا رہا اور قومیت پرست حضرات نے اسے تھپکیاں دے سلا کر اور بھی گہری نیند میں سلائے رکھا ہندو اپنی من مانی کرتا رہا کہیں لڑائی جھگڑا نہ تھا لیکن جونہی مسلمان بیدار ہوا اور اس نے ہندو ہمسایہ سے کہا کہ مہاراج! خدا کی زمین میں دوسروں کو بھی زندہ رہنے کا حق دیجئے تو وہیں جھگڑا شروع ہو گیا۔ یہ ہے ہندو مسلم تنازعات

Marfat.com

کا پس منظر۔ چونکہ ہندوؤں نے ایک مدت سے شور مچا رکھا ہے کہ سب جھگڑے انگریز کے پیدا کردہ ہیں اسے یہاں سے نکال دو سب جھگڑے طے ہو جائیں گے۔ اس لیے آپ حضرات بھی ان کے دام فریب میں آ گئے اور یہ نہ سوچا کہ ہندو ایسا کیوں کہہ رہا ہے! اختلافات و تنازعات کی داستان دہرانے کے بعد جناب مدنی جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ وہی سازِ کہن ہے کہ جداگانہ انتخاب بھی انگریز ہی کا کرشمہ ہے ارشاد فرماتے ہیں :۔

"مسلمانوں کے ایک بڑے ذی بصیرت اور ماہر سیاست طبقہ کی رائے میں جداگانہ انتخاب مسلمانوں کے لیے زیادہ مضر ہے اور یہ تو یقینی ہے کہ اس کی موجودگی میں مختلف فرقوں کے درمیان آشتی اور سیاسی اور معاشرتی یگانگت اور اتفاق پیدا ہونا ناممکن ہے جو ہندوستان جیسے ملک کے لیے ناگزیر ہے۔ جمعیۃ علماء ہند نے اس پر متعدد مجالس میں غور و بحث کر کے یہ سمجھا ہے۔ کہ جمہوری اور نیابتی طرز حکومت کی صورت میں مخلوط انتخاب ہی پبلک کے درمیان رابطہ مودت و اتحاد قائم رکھ سکتا ہے اور جداگانہ انتخاب ہمیشہ ہمیشہ باہمی اختلاف اور کشمکش بلکہ فتنہ و فساد پیدا کرنے کے سوا کسی مفید نتیجے پر نہیں پہنچا سکتا۔ جمعیۃ العلماء نے اپنے سہارن پور والے فارمولا میں مسلم حقوق کی حفاظت کے تمام ذرائع اور شرائط محفوظ کرتے ہوئے مخلوط انتخاب قبول کرنے کی تجویز اسی نظریہ کے ماتحت رکھی تھی۔"

ذرا اس ٹکڑے پر دوبارہ غور فرمائیے :۔

"جمعیۃ العلماء ہند نے اس پر متعدد مجالس میں غور و بحث کر کے یہ سمجھا ہے کہ جمہوری اور نیابتی طرز حکومت کی صورت میں مخلوط انتخاب ہی پبلک کے درمیان رابطہ مودت و اتحاد قائم رکھ سکتا ہے۔"

Marfat.com

یعنی :-

۱ - وہی جمہوری حکومت جسے ابتدائی صفحات میں لعنت قرار دیا گیا ہے۔ اس کے استحکام کے لیے مخلوط انتخاب ضروری قرار دیا جا رہا ہے۔

۲ - مخلوط انتخاب کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس سے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں مودت کا رشتہ مستحکم ہوگا! کیا ہم جناب مدنی سے دریافت کر سکتے ہیں کہ کافر و مومن میں بسلسلۂ مودت و مواخات قرآن کریم کی کونسی آیت اور اسوۂ نبی اکرمؐ کی کون سی شق کے مطابق جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد نفس مضمون پر آئیے۔ یعنی مخلوط انتخاب میں مسلمانوں کے لیے کیا کیا خطرات ہیں۔ سو اس کی تفصیل ہم سے نہیں جناب مدنی سے سنیئے! آپ نے ۱۹۲۸ء میں جناب شوکت علی مرحوم کے خط میں لکھا تھا

"خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے مخلوط انتخاب قبول کرنے سے حالانکہ وہ مشروط فائدہ اٹھایا گیا اور قبل از تحقق اعلان کر دیا گیا کہ مسلمانوں نے مخلوط انتخاب قبول کر لیا ہے۔ (اب نشستوں کے تعین کو بھی اٹھا دو اور اس حیلہ سے اٹھا دو کہ اکثریت کے لیے کسی جگہ نشستیں متعین نہ رہیں۔ مسلمانوں کے لیے اپنی کمزوریوں کی وجہ سے مخلوط انتخاب ہی میں خطرہ تھا یعنی ہندو اثرات کی بنا پر ایسے بھیس بھرے مسلمان منتخب ہوں جو بے دین، ایمان فروش اور ہندو پرست ہوں۔ صورت ظاہر میں مسلمان ہوں اور باطن میں ہندو ہوں۔ ان سے جن کی تعلیم یافتہ طبقوں میں کثرت ہے کس اسلامی مفاد کی امید کی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اب جبکہ نشستیں بھی اٹھ گئیں۔ تب تو مسلمان کا کسی بھی صوبہ میں اپنی شمار کے موافق ان نشستوں کا حاصل کرنا مستحیل ہو گیا۔"

Marfat.com

یہ دلیل کسی اضافے کی محتاج نہیں یہ حقیقت اور واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ ہندو کو اعتماد ہی اس مسلمان پر ہوتا ہے جو "بے دین" ایمان فروش اور ہندو پرست ہو اور ہمیشہ بھیس بھر کر ان کے ایجنٹ کی حیثیت سے ملت اسلامیہ سے غداری کرتا رہے!

ہم یہ سطور لکھ رہے ہیں اور ہماری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہیں اس لیے کہ ایک سچے عالم کی جتنی قدر ہمارے دل میں ہے شاید ہی کسی اور قلب میں ہو گی۔ ہم ایسے عالم کی خاک رہگذر کو اپنی چشم بصیرت کا سرمہ سمجھتے ہیں لیکن ہمارا دل خون ہو کر رہ جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ان حضرات نے اپنی غلط روی اور پھر بات کی پچ میں عالم کے صحیح مرتبہ کو خاک میں ملا دیا۔ اور آج مولوی کا لفظ انتہائی جہالت اور تنگ نظری کا مظہر قرار پا گیا۔

ملت اسلامیہ کی اس سے بڑی بدبختی اور کیا ہو سکتی ہے!

آج وقت تھا کہ یہ گروہ علماء کرام ہندوستان کی تحریک آزادی اسلام میں سب سے پیش پیش ہوتا۔ ان کی ہر مجلس اور ہر محفل ہر منبر اور ہر مسند سے یہ صدائے حق بلند ہوتی کہ ہم انسانوں کی حکومتوں کا خاتمہ کر کے ہندوستان کے (کم از کم) ایک گوشہ میں خالص خدائی حکومت کو قائم کریں گے اور یہاں اپنی قوتوں کو مستحکم کر کے پھر سارے ہندوستان اور ساری دنیا میں لوائے محمد الرسول اللہ کو سربلند و سرفراز کریں گے یہ کہتے اور مسلمانوں کو دعوت سرفروشی اور جاں سپاری دیتے پھر دیکھتے کہ ان کی عزت اور قوم کی عظمت کا کیا رنگ ہوتا۔

لیکن اللہ کی شان کہ آج یہ سعادت اسے نصیب ہے جس نے عمر بھر کبھی کسی مکتب کی شکل نہیں دیکھی۔ آج وہ اعلان کر رہا ہے۔ کہ اسلامی حکومت کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اطاعت کا مرجع

Marfat.com

خدا کی ذات اور اس کی عملی شکل قرآنی احکام کا عملی نفاذ ہے انہیں کی طرف سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے اور علماء کرامؒ سے اس کی مخالفت ہو رہی ہے تو یہ تو یہ۔

چنیں دور آسماں کم دیدہ باشد

ہم ان حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ گذارش کریں گے کہ خدا اور حسد کو چھوڑ کر اب حقیقت ثابتہ کا کھلے کھلے الفاظ میں اقرار کر لیں اس میں کسی قسم کی تحقیر نہیں۔ غلطی کس سے نہیں ہو جاتی آئیں اور نہایت خندہ پیشانی سے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت میں بصدق دل شامل ہو جائیں جس کا نصب العین ہندوستان میں اسلامی حکومت کا قیام و بقا ہے۔ اس میں شامل ہوں اور پھر اللہ کی حکومت کے قیام کے لیے مسلمانوں کی قیادت کریں۔ دنیا میں بھی سرفرازی ہو اور عاقبت میں بھی سرخروئی ہمیں یقین ہے کہ آپ حضرات جب مسلمانوں کے مطالبے کے اس قدر قریب ہو چکے ہیں تو اس کے بعد لپک کر بچھڑے ہوئے بھائیوں سے گلے مل جانے میں کچھ، حجاب ہو گا؟ خدا آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

جمعیۃ العلماء نے اپنے اجلاس لاہور میں چند تجاویز ایسی بھی پاس کی ہیں جنہیں دیکھ کر ہمیں خوشی ہوئی۔ کہ اب ان حضرات کا قدم صحیح راستہ کی طرف اٹھتا دکھائی دے رہا ہے۔

تجویز ۱۔ جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بھی کہ فقہ اسلامی، عبادات و معاملات۔ تمدن اور معاشرت سیاست اور اقتصادیات کے تمام اصول پر حاوی ہے دیکھ رہا ہے۔ کہ عصری ایجادات اور غیر اسلامی اصول اقتصادیات کے رواج سے ایسی صورتیں پیش آ رہی ہیں کہ ان کے جواز و عدم جواز کے بارے میں علماء مختلف الرائے

Marfat.com

ہو جاتے ہیں اور ان کا باہمی اختلاف مسلمانوں کے لیے موجب تشویش و پریشانی ہوتا ہے اس لیے یہ اجلاس طے کرتا ہے کہ جمعیۃ العلماء ایسے جدید پیش آنے والے مسائل میں علماء متبحرین کی معتمد جماعت سے تبادلۂ خیالات اور بحث و مباحثہ غور و فکر کے بعد ایسے فیصلے مرتب کرائے جن پر علماء متبحرین کی زیادہ سے زیادہ جماعت متفق ہو پھر ان فیصلوں پر عمل کرنے کے لیے مسلمانوں میں شائع کر دیا جائے۔"

یہ وہ مسلک ہے جس کی طرف ہم چار برس سے مسلسل دعوت دے رہے ہیں اور جس کی بنا پر ہمیں ہدف طعن و ملامت بنایا جا رہا ہے الحمد للہ کہ ان حضرات کو اس ضرورت کا احساس ہو گیا لیکن ہم ان کی خدمت میں ایک اہم گذارش ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ آپ لاکھ جتن کریں کوئی متفقہ علیہ مسلک اختیار نہ کر سکیں گے تاوقتیکہ آپ اپنے اختلافی معاملات کا حل قرآن کریم سے طلب نہیں فرمائیں گے اختلافات صرف قرآن کریم سے مٹ سکیں گے کہ قرآن کریم کا مقصد ہی اختلافات کا مٹانا ہے۔ ایک دوسری تجویز میں کہا گیا۔

۲۔ جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ وقت کی نزاکت اور باہمی افتراق و انشقاق کی ہلاکت خیزی اور اس کے عواقب و نتائج مشئومہ کا پورا پورا احساس کریں اور ان مختلف فیہ مسائل میں جو دور اوّل یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور تابعین و ائمہ مجتہدین کے زمانہ سے مختلف فیہ چلے آتے ہیں باہم دست و گریبان نہ ہوں۔ اپنی اپنی جگہ اپنے عقیدہ کے موافق مذہب راجح پر عمل کرتے ہوئے دوسرے خیال کے مسلمانوں پر زبان طعن دراز نہ کریں اور سب و شتم سے محترز رہیں۔ انما المومنون اخوۃ کے ماتحت بھائی بھائی کی طرح زندگی بسر کریں اور باہمی تعاون و تعاضد

Marfat.com

کرکے لبنیان یشد بعضہ بعضاً ایک مستحکم اور مضبوط دیوار بن جائیں جس کو کسی مخالف کی دشمنی کسی قسم کا گزند نہ پہنچا سکے۔

اسی طرح یہ جلسہ موت وحیات کی کش مکش کے اس دور میں تمام مسلم جماعتوں سے دردمندانہ اپیل کرتا ہے کہ اسلام اور قوم کی فلاح ونجات کی خاطر اس کے اختلافات کو دلائل وبراہین کی روشنی میں تحقیق حق کے اصول پر وضع کرنے کی سعی کریں اور اختلاف رائے کے باوجود باہمی منافرت اور توہین وتذلیل کا مذموم طریقہ اختیار نہ کریں کہ یہ اسلامی وقار اور قومی زندگی کے لیے تباہ کن اور اسلامی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔"

یہ تجویز بھی موجب اطمینان ہے اور مقام مسرت ہے کہ وہ حضرات جو اپنی ہستی کا راز فرقوں کے قیام میں دیکھتے تھے آج زمانہ کے ہاتھوں اتنے مجبور ہو چکے ہیں کہ فرقہ بندی کی لعنت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی ضرورت محسوس فرما رہے ہیں۔ خدا کا احسان ہے کہ اس نے ان حضرات کے دل میں یہ نیک خیال پیدا کر دیا۔ اس تجویز کے بارے میں ہم اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ بحالات موجودہ اس مسلک پر کاربند ہو جائیے کہ اصول دین میں اتفاق کرکے فروعات کے اختلافات کو اہمیت نہ دی جائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ دین کے حقیقی نظام کی فکر کیجئے اور وہ نظام اسی صورت میں قائم ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی اپنی حکومت ہو جس میں قرآن کریم کا قانون عملاً نافذ ہو اور اختلافات کی صورت میں مرکز ملت کی طرف رجوع کیا جائے جب تک یہ نظام قائم نہ ہوگا۔ دین اپنے صحیح اور حقیقی خطوط پر متشکل نہ ہوگا۔ حضور نبی اکرمؐ کے اسوۂ مقدسہ نے دین کے تمکن کی یہی شکل بتائی ہے۔

Marfat.com

تجویز بابت مدارس عربیہ کا نصاب

جمعیۃ العلماء ہند کا یہ اجلاس مدارس عربیہ دینیہ کے مروجہ نصاب میں دورِ حاضرہ کی ضرورتوں کے موافق تبدیلی کی ضرورت شدت سے محسوس کرتا ہے اور مدارس عربیہ کے ذمہ دار حضرات اور تعلیمی جماعتوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ماہرین تعلیم کی ایک کمیٹی اس پر غور کرنے کے لیے باہمی مشورے اور تعاون سے مقرر کر کے ایک ایسا نصاب مرتب کرائیں جو دینی علوم کی تکمیل کے ساتھ ضروریات عصریہ میں بھی مہارت پیدا کرنے کا کفیل ہو

اللہ کا شکر ہے۔ کہ ان حضرات نے اس ضرورت کو بھی محسوس کر لیا ورنہ ہم نے جب کبھی ان کے نصاب پر تنقید کی ہمیشہ پیشانی کے تیوروں سے اس کا جواب ملا۔

جمعیۃ العلماء ہند کا یہ جلسہ مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ ایک شہر میں بلاضرورت دس دس بیس بیس مساجد میں نماز جمعہ قائم کرنے سے احتراز کریں کیونکہ اس تعداد و انتشار سے نماز جمعہ قائم کرنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے اور شوکتِ اسلامیہ کے اظہار میں خلل پڑتا ہے۔ حتی الامکان ایک مسجد میں تمام مسلمان نماز جمعہ پڑھا جائے تو مضائقہ نہ ہوگا غیر ضروری تعدد کا جس نے جمعہ کی نماز کو بھی پنجگانہ نمازوں کی حیثیت دے دی ہے جہاں تک جلد ممکن ہو موقوف کر دیا جائے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا ہوتا کہ جمعہ کا خطبہ اس زبان میں دیا جائے جسے سامعین سمجھتے ہوں ورنہ اس کے بغیر خطبہ اور اس طرح جمعہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہے مساجد اس صورت میں آباد ہوں کہ ان میں صحیح دینی کشش پیدا کی جائے۔ اور مسلمانوں میں وحدت اسی شکل میں پیدا ہوگی کہ اختلافی مسائل کو چھوڑ کر جمعہ میں دین کے اصول کے متعلق خطبات دیئے جائیں۔

ہم ان تجاویز کو دیکھ رہے ہیں اور ہماری جبین نیاز اس درگاہ

Marfat.com

صمدیت کے قبلۂ عالیہ پر یہ ہزار خشوع و خضوع جھک رہی ہے کہ اس نے ان ناتواں و ضعیف بندوں کی آواز میں یہ اثر پیدا کر دیا کہ چار سال کے قلیل ترین عرصہ میں مولوی صاحبان کے گروہ میں یہ انقلاب نظر آ رہا ہے۔ حالانکہ ان حضرات کے سب و شتم سے بظاہر یہ نظر آتا تھا کہ یہ کبھی اس راہ کی طرف نہیں آئیں گے لیکن صداقت کی آواز ضرور اثر کرتی ہے یہ اللہ کا احسان ہے۔ جس کے لیے ہم اس کے حضور بہ تن سجود ہیں۔

ایک تجویز میں کہا گیا:۔

"جمعیۃ العلماء ہند کا یہ اجلاس اسلامی ممالک خصوصاً عراق، ایران شام و فلسطین وغیرہ کے موجودہ نازک ترین حالات کو نہایت خطرہ کی نظر سے دیکھتا ہے کہ ان اسلامی ممالک کو استعمار پسند طاقتیں کس طرح اپنے اغراض فاسدہ میں استعمال کرنے کے لیے متھور و مجبور کر رہی ہیں۔ ان کی تسلیم شدہ آزادی کو پامال کیا جا رہا ہے یا ان کے فطری حق آزادی سے انھیں محروم کرنے یا رکھنے کے لیے کیسے کیسے حیلے تراشے جا رہے ہیں۔ جمعیۃ العلماء بار بار اس امر کا اعلان کر چکی ہے۔ اور آج بھی اس اعلان کا اعادہ کرتی ہے کہ اسلامی ممالک پر کسی اجنبی طاقت کا تسلط اور قہر و غلبہ مسلمانان عالم کسی طرح برداشت نہیں کریں گے اور جب تک اسلامی ممالک پر سے استعمار پسند طاقتیں اپنا تسلط بالکلیہ نہ اٹھا لیں گی اور ان کو آزادی کامل کی فضا میں سانس لینے کا موقعہ نہ دیں گی۔ دس وقت تک مسلمان چین سے نہیں بیٹھیں گے اور مطمئن نہ ہوں گے۔ اس تجویز کی تائید میں جناب احمد سعید صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہم سے اگر کہا جائے کہ تمھیں دوسری سلطنتوں کے رہنے یا جانے کا کیا فائدہ یا غم۔ تو ہم کہیں گے کہ تمام دنیا کے مسلمان اسلامی اخوت کے رشتہ میں منسلک ہیں وہ غیر نہیں ہیں اور

Marfat.com

جس طرح اگر کسی غریب آدمی کا کوئی رشتہ دار امیر ہو تو وہ اس کی دولت میں حصہ دار نہیں ہوتا لیکن پھر بھی اسے ہمیشہ یہ خوشی اور حوصلہ ہوتا ہے۔ کہ میرا ایک رشتہ دار امیر ہے اور یہی اس کی عزت کا باعث ہے دوسرے لوگ بھی اس کو کچھ کہنے یا نقصان پہنچانے سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ امیر رشتہ دار اس کی مدد کو آجائے۔ اسی طرح غلام مسلمان بھی ہمیشہ اس احساس سے سرشار رہتا ہے کہ میرے دوسرے بھائی برسر حکومت ہیں۔ اور مجھے کسی دشمن سے گزند پہنچنے کا احتمال نہیں۔ اگر کوئی اس قسم کا ارادہ بھی کرے گا۔ تو میرا آزاد مسلم بھائی میری مدد کو آئے گا۔

اس تقریر کو سامنے رکھیئے اور اس کے بعد جناب حسین احمد صاحب مدنی کے خطبۂ صدارت کے اس حصہ پر غور کیجیے۔ جو پچھلے صفحات میں نقل کیا جا چکا ہے اور جس میں انھوں نے پاکستان کی اسکیم کے خلاف یہ اعتراض عائد فرمایا کہ "اس سے ہندو منطقوں میں مسلمان جن کی پوزیشن زیادہ سے زیادہ ۱۴ فیصدی اور اکثری طور پر سات یا پانچ فی صدی ہوگی بالکل بے دست و پا اور زنانہ درگور ہو جائیں گے"۔

ہم جناب مدنی سے دریافت کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ جب احمد سعید صاحب کے خیال کے مطابق پنجاب کے غلام مسلمان کے لیے یہ امر باعث ہزار اطمینان ہے کہ افغانستان میں اس کا بھائی خوشحال آزاد اور طاقتور ہے اور اس کی وجہ سے یہاں کا کوئی دشمن اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ تو کیا پنجاب کے آزاد اور طاقتور ہونے کی صورت میں یو۔پی کے مسلمان کو یہی اطمینان نصیب نہ ہو جائے گا۔ کہ اس کا بھائی پنجاب میں طاقت اور حکومت کا مالک ہے اس لیے اس کی طرف کوئی دشمن آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ مسلم اکثریت کے صوبوں کی کامل آزادی اور اپنی جداگانہ حکومت جس میں

Marfat.com

دفاع۔ اُمورِ خارجہ مالیات وغیرہ کا نظم ونسق سب اپنے ہاتھ میں ہوگا۔ اقلیت کے صوبوں کے مسلمانوں کے لیے ہزار تقویت کا باعث ہوگا۔ اگر مدراس کے مسلمان کے پاؤں میں کانٹا چبھے گا تو پنجاب کے مسلمان کی آنکھ میں نیند حرام ہو جائے گی اور جب کسی دست دراز کو یہ معلوم ہو کہ مظلوم بے کس و بے یار نہیں بلکہ اس کی تکلیف اس کے کروڑوں طاقتور اور آزاد بھائیوں کے لیے وجہ اضطراب ہوگی تو وہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے سے پیشتر سو مرتبہ سوچے گا۔

بہرحال جیسا کہ ہم نے شروع میں لکھا ہے۔ یہ امر موجب اطمینان ہے کہ ہمارے ان غلطی خوردہ بھائیوں کا قدم اب صحیح راستہ کی طرف اٹھ رہا ہے خدا کرے کہ اب ان میں یہ توفیق پیدا ہو جائے کہ کشادہ ظرفی سے اپنی غلطی کا کھلے بندوں اعتراف کر کے بچھڑی ہوئی ملت سے پھر آملیں اس میں یقیناً ملتِ اسلامیہ کی بھی بہبود ہے لیکن ملت سے زیادہ خود ان حضرات کے وقار کا راز بھی اس میں مضمر ہے۔ اب وہ زمانہ گذر گیا کہ غیروں کو ان حضرات کی ضرورت تھی اب ہندو اور انگریز دونوں جانتے ہیں کہ ملت کا ساتھ چھوڑنے والوں کی مسلمانوں کی نگاہ میں کیا وقعت ہوتی ہے۔ اس لیے نہ تو اس اعتبار سے ہی انھیں ان کی ضرورت ہے اور نہ ہی ان کی سیاسی بصیرت کی بنا پر جس کے افلاس کی مثال خود جناب مدنی کا خطبۂ صدارت ہے۔ خدا کرے کہ ان حضرات کی سمجھ میں یہ بات آجائے۔ ورنہ ملت اسلامیہ کا کاروان اب بفضلہ تعالےٰ خراماں خراماں جانبِ منزل جادہ پیما ہے اللہ کی رحمتیں اس کاروان کے ساتھ ہوں۔"

(طلوع اسلام بابت ۱۹۴۲ء صفحہ ۵ تا ۷)

Marfat.com

جداگانہ انتخاب

قومیت پرست مسلمان مخلوط انتخاب کے ذریعہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی متحدہ قومیت بنانا چاہتے تھے لیکن ایک حقیقت پسند غیر مسلم اس بارے میں اپنی رائے کا یوں اظہار کرتا ہے یہ صاحب آندھرا یونیورسٹی کے وائس چانسلر، ڈاکٹر سی، آر، ریڈی ہیں اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں :-

"... جداگانہ انتخاب کا بنیادی سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہندو اکثریت کی حکومت پر اعتماد نہیں ہے لیکن یاد رکھیئے کہ تنہا جداگانہ انتخاب مسلمانوں کے جملہ خدشات کو رفع کرنے کے لیے کافی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ صرف اُن مسلمانوں کو وزارت میں شامل کیا جائے جو جداگانہ انتخاب کے تحت اپنی قوم کا اعتماد حاصل کر کے اسمبلی میں آئے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ ایوان کی سب سے بڑی پارٹی کے رکن ہیں یا نہیں ... فرض کیجئے کہ مسلمانوں کے لیے بیس نشستیں محفوظ ہیں انتخاب کے وقت کانگریس ان بیس نشستوں سے اپنے اُمیدوار کھڑے کرتی ہے لیکن صرف پانچ نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوتی ہے۔ اگر کانگرس ان پانچ اُمیدواروں سے ایک کو وزارت کا منصب بخش کر یہ خیال کرتی ہے کہ اُس کا نامزد کیا ہوا مسلمان وزیر۔ مسلمانوں کے حقوق کا محافظ تصوّر کیا جانا چاہیئے تو یہ طرزِ عمل جمہوری اُصولوں کے قطعاً منافی ہے۔"

"ایک صوبے میں جہاں کانگریس ٹکٹ پر کوئی مسلمان بھی کامیاب نہیں ہوا تھا۔ ایک انڈی پنڈنٹ مسلمان کو گھیر گھار کر اُس سے کانگرس کے حلف نامے پر دستخط کرا لیے اور اُسے فوراً وزارت کی کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ میں پوچھتا ہوں کیا اسی کا نام جمہوریت ہے؟ کیا جداگانہ انتخاب کے اُصول پر عمل

Marfat.com

کرنے کا یہی طریقہ ہے ؟"

"اب یہ امر بالکل واضح ہو چکا ہے کہ اقلیتوں کے تحفظات اور جداگانہ انتخاب کو کانگریس کے اس طرز عمل نے تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے مسلمانوں نے آئین اور دستور میں اپنے لیے جو مقام حاصل کیا تھا اسے بالکل توڑ پھوڑ دیا گیا ہے۔ اندریں حالات کیا آپ یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ مسلمان آپ کی اس کارگزاری سے مطمئن ہوں گے ؟ یہی وجہ ہے کہ ان کے جذبات میں اضطراب اور ہیجان پیدا ہو رہا ہے اور وہ آئندہ کسی بہتر اور زیادہ مؤثر دستور کا مطالبہ کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔"

"میں خود ایک زمانے میں اس بات کا حامی تھا کہ نشستوں کے تحفظ کے ساتھ ملک میں مخلوط انتخاب رائج ہونا چاہیئے لیکن کانگرس کا موجودہ رویہ اور اس کا ردِ عمل دیکھنے کے بعد مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ آئندہ ہندوستان میں مخلوط انتخاب جاری ہونے کا قطعاً کوئی امکان باقی نہیں رہا۔"[1]

(اقبال کے آخری دو سال صفحہ ۴۵۸ تا ۴۶۰)

سر پرسیول گرفتھس

"سر پرسیول گرفتھس، جو ایک زمانے میں ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں یورپین گروپ کے لیڈر رہے تھے۔ اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :—

"... کانگریس ہائی کمان نے ہندو اکثریت کے صوبوں میں کانگرس اور لیگ کی مشترکہ وزارتیں بنانے سے انکار کر دیا اور اپنی وزارتیں

---

[1] CONGRESS IN OFFICE (1940) B P C. R. RODDY, PAGE 82.

Marfat.com

کو صرف کانگرس پارٹی کے ممبروں تک محدود رکھا۔ مثلاً یو۔پی میں وزارت سازی کا وقت آیا تو مسلمانوں سے کہا گیا کہ اگر وہ مسلم لیگ کو توڑ کر انفرادی اور مجموعی طور پر کانگریس میں جذب ہو جائیں تو انھیں وزارت میں جگہ دی جا سکتی ہے۔ باقی صوبوں میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔"

"بلاشبہ کانگرس کی یہ بہت بڑی غلطی تھی۔ لیگ اور کانگرس کے معاشرتی اور سیاسی پروگرام میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اس لیے اگر کانگرس لیگ سے مل کر مشترکہ وزارتیں بنا لیتی تو ایسی وزارتیں نہایت آسانی سے کام کر سکتی تھیں۔ بجا سہی یا بے جا۔ مسلمان یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے۔ کہ انھیں اقتدار سے صرف اس لیے محروم رکھا گیا ہے کہ کانگرس سراسر ہندوانہ ایک جماعت ہے۔"[1]

سید طفیل احمد منگلوری مرحوم

جو مسلم لیگ کے سخت مخالف اور کانگرس کے بہت بڑے معاون تھے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :-

"... مسلم لیگ کے بیسی منٹو میں مسلمانوں کی مخصوص ضروریات میں سے صرف مذہب، زبان اور رسم الخط کی حفاظت درج تھی۔ اس کے بعد ملکی ترقی کے کاموں اور عوام الناس کے فوائد کے بارے میں مسلم لیگ نے کانگرس کا پروگرام اختیار کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم لیگ کے امیدواروں کو ہر جگہ کانگرس نے انتخابات اسمبلی میں مدد دی۔ اُس وقت معلوم ہوتا تھا کہ بیس سال بعد قرآن السعدین واقع ہوگا اور مسلم لیگ اور کانگرس یک جان دو قالب ہو کر ملکی کام کریں گی۔ مگر فلک کج رفتار

---

[1] THE BRITISH IMPACT ON INDIA BY SIR PERCEVAL GRIFFITHS, PAGE 340

Marfat.com

کو کب گوارا تھا کہ یہ دونوں جماعتیں پھر دوش بدوش کام کریں۔ چنانچہ انتخابات میں کانگرس کی غیر معمولی کامیابی کے ساتھ ہی مسلم لیگ سے اُس کی بدمزگی ہوگئی۔ بدمزگی کی وجہ یہ ہوئی کہ کانگرس نے اپنی اکثریت دیکھ کر اپنے وزراء میں مسلم لیگ کے لوگوں کو شامل کرنے سے انکار کر دیا۔[1]

ایڈورڈ ٹامسن

جو گاندھی، جواہر لال، راج گوپال آچاری اور رابندر ناتھ ٹیگور کے ذاتی دوست تھے۔ اور انگلستان میں سالہا سال تک کانگرس کا پرا پاگنڈہ کرتے رہے تھے اسی مسئلے پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اگر آپ مجلس قانون ساز میں کسی جماعت کے لیے جداگانہ نشستیں محفوظ کرنے کا قاعدہ اختیار کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس قاعدے کا طبعی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ جماعت کابینہ میں بھی اسی نسبت سے اپنے لیے جداگانہ نمائندگی کا مطالبہ کرے گی اور اگر آپ یہ مطالبہ پورا کرنے سے انکار کریں گے تو وہ جماعت یہ کہنے پر مجبور ہوگی۔ کہ اس قسم کی جداگانہ نیابت جو اُسے طاقت اور اقتدار سے محروم رکھتی ہے۔ محض ایک فریب ہے۔"

"کانگرس نے اپنے مختصر سے کابینہ میں، جو صرف چھ آدمیوں پر مشتمل تھا، کسی مسلم لیگی کو شامل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس طرح مسلم لیگ میں غم و غصہ کی ایک شدید لہر پھیل گئی۔ موجودہ ہندو مسلم کشیدگی کی سب سے بڑی وجہ یہی ایک واقعہ ہے۔ مسلم لیگ نے جب دیکھا کہ اُسے سیاسی طاقت سے محروم کر دیا گیا ہے تو وہ صرف مخالفت ہی نہیں۔ بلکہ سخت مخالفت پر اُتر آئی۔"

---

[1] "مسلمانوں کا روشن مستقبل" از سید طفیل احمد منگلوری صفحہ ۴۵۹

Marfat.com

"بہرحال یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ کانگریس کی غلطی تھی جب تک جداگانہ انتخاب کا طریقہ قائم ہے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ فرقہ وارانہ اصولوں پر پارٹیاں بنائی جائیں۔ بلکہ میں تو یوں کہوں گا کہ جب تک جداگانہ انتخاب ختم نہیں ہو جاتا ہندوستان میں مشترکہ وزارتیں (کولیشن) ہی قائم ہونی چاہئیں۔ کانگرسی لیڈر اب اپنی غلطی محسوس کر رہے ہیں۔"[1]

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مسلم لیگ نے صرف چھ وزارتوں کے لیے ہندوستان بھر میں طوفان کھڑا کر دیا۔ یہ اندازِ فکر غلط، گمراہ کن اور سیاسی حقائق سے بے خبری کا ثبوت ہے۔ سوال چھ وزارتوں کا نہیں تھا بلکہ سوال یہ تھا کہ ہندوستان کے مسلمان ایک جداگانہ قومی ہستی کے مالک ہیں یا نہیں؟ انگریز نے ۱۹۰۶ء میں جداگانہ انتخاب کا اصول منظور کر کے مسلمانوں کی جداگانہ قومی ہستی کو تسلیم کر لیا تھا اور کانگرس نے ۱۹۱۶ء میں میثاق لکھنؤ پر دستخط کر کے اس جداگانہ قومی ہستی کی توثیق کر دی تھی۔ میثاق لکھنؤ بدستور قائم تھا جس کے بوجھ سے لیگ اور کانگرس کے کندھے جھکے ہوئے تھے۔ پھر کانگرس کس منہ سے مسلمانوں کی جداگانہ قومی ہستی سے انکار کر سکتی تھی؟

کانگرس نے جب کھلے میدان میں شکست کھائی تو چور دروازہ سے داخل ہو کر مسلمانوں کے قومی شیرازہ کو منتشر کرنا شروع کیا۔ گاندھی جی ہمیشہ صداقت، اخلاق اور اصول کا پرچار کرتے تھے لیکن اُن کے حواریوں نے، اُن کی آنکھوں کے سامنے مسلمانوں کو وزارت کی رشوت دے دے کر اپنی قوم سے غداری کرنے کا سبق سکھانا شروع کیا۔ کسی مسلمان کو پارلیمنٹری سیکرٹری بنانے کا چکمہ دیا گیا

---

[1] ENLIST INDIA FOR FREEDOM (1940) BY EDWARD THOMPSON, PAGE 56

Marfat.com

کسی سے نوکری کا وعدہ کیا گیا اور کسی کو ممبری کا لالچ دیا گیا لیکن ہر جگہ شرط یہ رکھی گئی۔ کہ پہلے مسلم لیگ کو چھوڑ کر کانگرس کے حلف نامے پر دستخط کرو۔ پھر سب کچھ مل جائے گا۔ یہ وہی پرانے ہتھکنڈے تھے جو انگریز برتا کرتا تھا اور اب چونکہ انگریز کے "امپیریلزم" کی جگہ کانگرس کا "امپیریلزم" قائم ہو گیا تھا اس لیے پرانی شراب نئے گلاسوں میں تقسیم ہونے لگی تھی۔" (اقبال کے آخری دو سال صفحہ ۴۶۰ تا ۴۶۶)

پروفیسر کوپ لینڈ

رقمطراز ہیں :-

"مسلمانوں کی اکثریت کے صوبوں میں کانگرس کا طریق کار یہ تھا کہ وہاں غیر کانگرسی وزارتوں کے مخالفوں کی ہر ممکن طریقہ سے حوصلہ افزائی کی جائے اور حامیانِ وزارت میں پھوٹ ڈالی جائے۔ مسلم لیگ کا زیادہ زور اقلیت کے صوبوں میں تھا۔ کانگرس محسوس کر رہی تھی کہ اگر اقلیت کے صوبوں میں مسلم لیگ کو کچل دیا گیا تو باقی صوبوں میں اس کا زور خود بخود ختم ہو جائے گا۔ چونکہ مسلم لیگ کے علاوہ اور کوئی جماعت ایسی نہیں تھی جو ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکے اس لیے لیگ کے ختم ہوتے ہی مسلمانوں کا بے والی وارث ہو جانا یقینی تھا۔ صوبہ سرحد میں کانگرسی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ پنجاب اور بنگال میں اگرچہ کانگرس کا برسر اقتدار ہونا بظاہر ممکن نظر نہیں آتا تھا لیکن اگر ان صوبوں کے مسلمانوں کو مجتمع کرنے والی کوئی طاقت باقی نہ رہی تو پھر کانگرس ان میں ہر صوبے کے لیڈروں سے الگ الگ مفاہمت کر کے اور انھیں چند تحفظات عطا کر کے اپنی بالادستی قائم کرے گی۔"[1]

---

[1] INDIN POLITICS (1936 TO 1940) PAGE 181

Marfat.com

کانگرس بھی انگریز کے "امپیریلزم" کو اپنے لیے نمونہ عمل قرار دے کر اسی راستے پر گامزن ہو چکی تھی۔ چنانچہ اب اس کی انتہائی کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانان ہند کے مرکزی نظام کو جس کا نام آل انڈیا مسلم لیگ تھا پاش پاش کیا جائے۔ ڈاکٹر سی آر۔ ریڈی وائس چانسلر آندھرا یونیورسٹی فرماتے ہیں :۔

"کانگرس نے مسلم لیگ کا زور توڑنے کے لیے جو طریقے اور حربے اختیار کیے تھے ان میں سب سے پہلا حربہ یہ تھا کہ تمام فرقہ وارانہ جماعتوں کو ختم کر دیا جائے تاکہ کانگرس کا یہ دعوے صحیح ثابت ہو سکے کہ وہی ہندوستان کی واحد سیاسی جماعت ہے جو برطانوی امپیریلزم کے ساتھ گفت و شنید کا استحقاق رکھتی ہے۔"

"جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ کانگرس نے اپنی مذکورہ بالا پالیسی کے پیش نظر مندرجہ ذیل طریق کار اختیار کیا۔

۱۔ مسلم رابطہ عوام کی تحریک جاری کر کے مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ مسٹر جناح اور مسلم لیگ کے لیڈروں کو اپنا رہنما تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔

۲۔ الیکشن میں مسلم لیگ کے مقابلے میں کانگرسی امیدوار کھڑے کیے گئے۔

۳۔ کانگرسی وزارتوں میں ان مسلمانوں کو شامل کرنے سے انکار کیا گیا جنہیں علیحدگانہ انتخاب کی رو سے اپنی قوم کا اعتماد حاصل تھا اور جو اپنی قوم کے حقوق کی حفاظت کرنے کے سب سے زیادہ اہل تھے۔

۴۔ اسمبلی کے ان ممبروں کو، جو مسلم لیگ کے ٹکٹ یا انڈی پنڈنٹ منتخب ہو کر آئے تھے، وزارتوں اور عہدوں کا لالچ دے کر

Marfat.com

کانگرس کے حلف نامے پر دستخط کرنے کے لیے مجبور کیا گیا اور جب انھیں اس قسم کے ہتھکنڈوں سے خرید لیا گیا تو شرافت کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر انھیں دوبارہ الیکشن لڑنے کے لیے مجبور نہیں کیا گیا۔

۵۔ ہر چند کہ کانگرس کا یہ دعوے تھا کہ وہ کسی غیر کانگرسی فریق کے ساتھ مل کر مخلوط وزارت نہیں بنائے گی۔ لیکن مسلمانوں کی اکثریت کے صوبوں میں کانگرس نے اس اصول کو آسانی سے ترک کر دیا۔ اس نے پہلے تو مسلمانوں کے اندر پھوٹ ڈالی اور پھر ان کے باہمی اختلافات سے فائدہ اٹھا کر ان کی وزارتوں کو توڑا اور اپنی مخلوط وزارتیں قائم کیں۔

۶۔ کانگرس نے اقلیتوں کے آئینی تحفظات کا قلع قمع کر دیا اور صوبوں میں وحدانی وزارتیں قائم کر کے نیز دوسرے قابل اعتراض ذرائع اختیار کر کے ایسی جمہوری حکومتوں کے قیام کے تمام امکانات کو ختم کر دیا جن میں باہمی مشاورت اور یگانگت سے نظام سلطنت چلایا جاتا ہے۔ بقول مسٹر جناح کے کانگرس نے اس طرح اپنی فسطائیت کا ثبوت دیا۔[1]

(اقبال کے آخری دو سال صفحہ ۴۹۹ تا ۵۰۲)

سردار سردول سنگھ کوہیشر

انہی دنوں سردار سردول سنگھ کوہیشر نے مہاتما گاندھی کو خط لکھ کر بڑی دردمندی سے التجا کی تھی کہ خدا کے لیے صوبائی وزارتوں میں مسلم لیگ کو شامل کر کے متحدہ محاذ قائم کیجیے۔ سردار سردول سنگھ

---

[1] CONGRESS IN OFFICE . PAGE 135

Marfat.com

کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کے بڑے پرانے رکن تھے لیکن چونکہ وہ وزارتیں قبول کرنے حامی نہیں تھے اس لیے جب اس مسئلہ پر اُن کا کانگرس سے اختلاف ہُوا تو انھوں نے ورکنگ کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا تھا تاہم کانگرس کے بالائی حلقوں میں اُن کا وقار بدستور قائم تھا۔

سردار کویشر نے گاندھی جی کو لکھا تھا کہ :۔

۱۔ جب کانگرس مسلمانوں کے حلقہ ہائے انتخاب میں قطعاً کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکی۔ تو کہاں کا اخلاق اور انصاف ہے کہ آپ اِکّے دُکّے مسلمان ممبر کو وزارت کا چکمہ دے کر کانگریس میں شامل کر لیتے ہیں اور پھر اس کو مسلمان قوم کا نمائندہ قرار دے کر بڑے فخر سے اُس کی نمائش کرتے پھرتے ہیں۔

۲۔ جب کانگرس نے جداگانہ انتخاب کے اُصول کو منظور کرتے ہُوئے یہ الیکشن لڑی ہے تو جداگانہ انتخاب کا تقاضا ہے۔ کہ اسی مسلمان کو وزارت میں جگہ دی جائے۔ جس پر اُس کی قوم کو اعتماد ہے۔

۳۔ جہاں تک تعمیری اور سیاسی پروگرام کا تعلق ہے مسلم لیگ اور کانگرس کے بیچ مسئلوں میں کوئی فرق نہیں اس لیے مسلم لیگ کے ممبروں کو لیگ سے منحرف کر کے کانگرس میں شامل کرنے کی جدّوجہد بیکار ہی نہیں بلکہ شر انگیز ہے۔ اس طرح مسلمان ہمارے دشمن بن جائیں گے۔

۴۔ جب مسلم لیگی ممبر کانگرس کے پروگرام پر عمل کرنے کو بخوشی تیار ہیں تو انھیں کیوں ورغلا کر کانگرس کے حلف نامے پر دستخط کرنے کے لیے مجبور کیا جاتا ہے۔

گاندھی جی نے اس خط کا جواب دیا تھا کہ :۔

Marfat.com

"آپ کا خط آپ ہی کی طرح مدلل اور دوسروں کو قائل کر دینے والا ہے۔ لیکن میں مجبور ہوں۔ میں نے آپ کا خط بالائی حلقوں میں بھیج دیا ہے۔"
(اقبال کے آخری دو سال صفحہ ۴۵۶ تا ۴۵۷)

قوم میں فکر سے محروم ہو کر کس طرح تباہ ہو جاتی ہیں اور ایسے افراد جن کی فہم و فراست اور عقل و بصیرت گرد و غبار ہو جاتی ہے وہ کس طرح آنی کی ہاں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں جن کے لیے وہ اپنی صلاحیتیں نذر کر دیتے ہیں آپ دیکھ رہے ہیں کہ بعض غیر مسلم کس طرح ایک حقیقت کو عالم تشرح دیکھ کر اس کا خود ہی اعتراف و اقرار نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی حقیقت پسندی کی تلقین و درخواست کر رہے ہیں۔ اور دوسری طرف ہمارے "نیشنلسٹ علماء" ہیں جن کی نمازیں بھی ہندو میں نادرِ برہمن ہو چکی تھیں۔ کس طرح واردھا کے ساحری کے سحر کا شکار ہو کر مسلمانوں کی ملی تحریک کے خلاف سینہ سپر اور مخالفت و دشمنی کے سمندر میں غرق ہیں۔ محولہ بالا سطور میں قارئین کرام اندازہ فرما چکے ہوں گے کہ وہ ہندو کانگرس جس کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ تمام ہندوستانیوں کی واحد جماعت ہے۔ کس طرح ملی تشخص کے حامل مسلمان کو وزارت میں لینے سے گریز و پرہیز کر رہی ہے اور جداگانہ انتخاب کو تسلیم کر لینے کے بعد ایسے کردار کا مظاہرہ یہ واضح و ثابت کرتا ہے کہ کانگرس کے نیتاؤں کے عزائم و ارادے کیا تھے۔

نوائے وقت بحوالہ سول ملٹری گزٹ

۲۶ اپریل ۱۹۴۵ء

"کانگرس جناح دشمن محاذ قائم کرنے لگی"

مسلم لیگ کو شکست دینے کے لیے قوم پرست مسلمانوں کے منصوبے۔

Marfat.com

پشاور ۲۵ اپریل سرحد پولٹیکل کانفرنس تین دن کی نشست کے بعد ختم ہو گئی۔ کانفرنس کے متعلق جیسا کہ بیشتر مقررین نے بھی کہا یہ کہنا غلط ہوگا۔ کہ یہ صرف سرخپوشوں کی ہنگامہ آرائی کا نتیجہ تھی اس کے برعکس یہ کانفرنس تمام ہندوستان کے کانگریسی اداروں کے جذبات کا آئینہ دار تھی اور اس کی کارروائی پورے غور و خوض کا نتیجہ تھی۔

اس کانفرنس کے دو مقاصد تھے اوّل یہ کہ کانگرس کے نقطہ نظر کا سرکاری طور پر اعلان کیا جائے اور دوسرے یہ کہ مسلمانوں میں خلافِ جناح محاذ کو تقویت دی جائے۔ خلافِ جناح محاذ کی تجویز شیخ محمد عبداللہ کاشمیری نے پیش کی۔ انھوں نے ایک تقریر میں واضح طور پر کہا کہ کیا یہ وقت نہیں آگیا کہ مسلمانوں کو مسٹر جناح سے برگشتہ کیا جائے تاکہ وہ راہ نمائی کے لیے ان کی طرف نہ دیکھیں۔ شیخ عبداللہ نے کہا کہ مسٹر جناح کی شخصیت صدر کانگریس مولانا ابوالکلام آزاد کے مقابلے میں کمتر ہے لیکن مسلم لیگ کا صدر ہمیشہ عوام کی تائید حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ شیخ عبداللہ نے قوم پرست مسلمانوں سے اپیل کی کہ حقیقت حال کا مقابلہ کریں اور مسٹر جناح کی قیادت کو ختم کر کے رکھ دیں۔

کانفرنس کے صدر سید محمود نے اگرچہ خلافِ جناح محاذ کے قیام کی تفصیلات بتانے سے انکار کیا لیکن انھوں نے اتنا ضرور کہا کہ لیگ کے صدر کو منانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اب ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا ہے۔ اور وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ مسٹر جناح کی قیادت میں مسلمانوں کو ہندو اقتدار کا خوف دلا کر ہندوستان کی آزادی کا

Marfat.com

مخالف بنایا جاتا رہے۔"

نیشنلسٹ مسلمانوں کی تصویر دیکھئے

پنڈت جواہر لال نہرو کے موقلم سے

"کانگرس میں بہت سے مسلمان شریک تھے ان کی تعداد کافی تھی اور ان میں بہت سے قابل آدمی بھی تھے۔ بلکہ یوں کہئے کہ ہندوستان کے سب سے زیادہ مشہور اور ہر دلعزیز لیڈر کانگرس کے ساتھ تھے۔ ان کانگرسی مسلمانوں نے اپنی ایک جماعت "قوم پرست مسلم پارٹی" کے نام سے ترتیب دی۔ اور فرقہ پرست مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ شروع شروع میں تو انہیں کچھ کامیابی ہوئی۔ اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ آن کے ساتھ ہو گیا۔ لیکن وہ سب اونچے اوسط طبقے کے لوگ تھے اور ان میں کوئی مؤثر شخصیت نہ تھی۔ وہ اپنے پیشے اور کاروبار میں لگ گئے اور انہیں عام لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ بلکہ سچ پوچھئے۔ تو کبھی تعلق پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر مشورے اور معاہدے کرتے تھے۔ مگر اس کام میں ان کے حریف یعنی فرقہ پرست لیڈر زیادہ ماہر تھے۔ چنانچہ ان حریفوں نے قوم پرست مسلمانوں کی موچہ بہ مورچہ پیچھے ہٹانا شروع کیا اور انہیں ایک ایک کرکے اپنے سارے اصول ترک کرنے پڑے۔ بار بار قوم پرست مسلمانوں نے مزید پسپائی سے بچنے کے لیے یہ کوشش کی کہ اپنے مطالبات کو کم کرکے ان پر اڑ جائیں لیکن اس کا نتیجہ یہی ہوا کہ انہیں پیچھے ہٹنا پڑا اور اپنے مطالبات کو اور کم کرنا پڑا یہاں تک کہ ان کے پاس کوئی چیز باقی نہ رہی جسے وہ اپنی کہہ سکتے۔ کوئی بنیادی اصول نہ رہا۔ جس پر وہ قدم جما کر کھڑے ہو سکتے

Marfat.com

سوائے ایک اصول کے جو ان کی کشتی کا لنگر تھا یعنی مخلوط انتخاب مگر اس کے بعد ایک اور نازک موقعہ آیا جب انھیں اپنے مطالبات کم کرنے پڑے اور ان کا یہ لنگر بھی ٹوٹ گیا۔ چنانچہ آج وہ ہر اصول اور عمل کو جس پر انھوں نے اپنی جماعت کی بنیاد رکھی تھی جسے وہ بڑے زور شور سے لے کر اٹھے تھے کھو چکے ہیں اور ان کے پاس نام کے سوا کچھ بھی باقی نہیں۔

انفرادی حیثیت سے قوم پرست مسلمان اب بھی کانگرس میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں لیکن جماعت کی حیثیت سے ان کی تباہی کی داستان بڑی دردناک ہے۔ یہ تباہی برسوں میں تکمیل کو پہنچی لیکن اس پر آخری مہر اسی سال ۱۹۳۷ء میں ثبت ہوئی ۱۹۲۳ء میں اور اس کے بعد بھی کئی برس تک ان کی جماعت بہت طاقتور رہی اور انھوں نے مسلم فرقہ پرستوں کے خلاف جارحانہ رویہ اختیار کیا بارہا ایسا ہوا کہ گاندھی جی ان فرقہ پرستوں کے مطالبات اپنی مرضی کے خلاف منظور کرنے کو تیار ہو گئے لیکن ان کے رفقائے کار یعنی قوم پرست مسلم لیڈروں نے خود انہیں روکا اور بڑی سختی سے مخالفت کی۔"

(میری کہانی صفحہ ۲۳۵ تا ۲۳۷)

پھر وہی مسلم ماس کانٹیکٹ

نیشنلسٹ مسلمانوں کی جو قدر و منزلت اور عزت و قیمت عامۃ المسلمین کے دلوں میں تھی۔ پنڈت نہرو محولہ بالا سطور میں اپنی خود نوشت "میری کہانی" میں تحریر کر چکے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ ہندو لیڈر مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کر کے مسلمانوں کو مسلم لیگی قیادت سے متنفر و مایوس اور بدظن کرنے کے لیے ٹھہرے بدل بدل کر نیشنلسٹ مسلمانوں کو سادہ لوح مسلمان کو

Marfat.com

جناح سے بدگمان کرنے کے لیے مسلمانوں میں بھیجتے تھے۔ اگر کہیں سجادہ و عمامہ رہزن ایمان و دین تھا تو کہیں جنرل شاہ نواز صاحب مسلم لیگ کے خلاف پراپیگنڈہ کے لیے نکلتے ہیں۔

یکم جون ۱۹۴۶ء کا نوائے وقت لکھتا ہے:۔

"آج ہی کسی دوسری جگہ یہ خبر درج ہے کہ ہندو کانگرس پنجاب میں مسلم رابطہ عوام کی تحریک شروع کرنے والی ہے اس نئی مہم کا آغاز راولپنڈی ڈویژن سے ہوگا اور اس کے انچارج مسٹر شاہ نواز ہوں گے۔ یہ مسٹر شاہ نواز مظفر ضلع راولپنڈی کے وہی نوجوان ہیں جو انگریزی فوج میں کیپٹن تھے۔ بوس کی فوج میں میجر جنرل بنے اور شاید اگلے سال تک پورے جرنیل بن جائیں گے۔ یہ میجر صاحب جب سے رہا ہوئے ہیں۔ ہندو کانگرس کا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ گذشتہ جنرل انتخابات میں انھوں نے سارے ہندوستان کی خاک چھانی اور مسلم حلقوں میں مسلم لیگ کے خلاف پروپیگنڈہ کیا اس کے باوجود انھیں یہ جرأت ہوئی کہ آپ سے قائداعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے یہ شکایت کی کہ پنجاب کے مسلمان اخبار مجھے ہندو کانگرس کا پٹھو سمجھتے ہیں۔

ہمیں حیرت ہے کہ ایک مسلمان کو ہندو کانگرس کا پٹھو بنتے ہوئے شرم نہیں آتی مگر جب اُسے یہ کہا جاتا ہے کہ تم کانگرس کے پٹھو ہو تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے گالی دی گئی ہے۔ شاہ نواز صاحب نے اب جس مہم کا بیڑہ اُٹھایا ہے یہ پہلے ان کے آقا و مولا پنڈت نہرو کے ہاتھ میں تھی اور پنڈت جی کو اس مہم میں عبرت ناک ناکامی ہوئی۔ اب شاہ نواز آزمائے ہوئے کو آزمانے نکلے ہیں۔ ہم اُن کی خدمت میں یہ عرض کرنی چاہتے ہیں کہ جلوس نکلوانا اور نوجوانوں

Marfat.com

سے تلک لگوانا اور کام ہے اور مسلمانوں کو ہندو کانگرس کے جھنڈے تلے منظم کرنا اور کام۔ اگر مقصد بعض مسلمان "پرانت پتیوں" اور "صلح پتیوں" کی طرح کانگریسی سیٹھوں کے بلیک مارکیٹ سے کمائے ہوئے روپے سے گلچھرے اڑانا اور عیش کرنا ہی ہے تو میجر جنرل شاہ نواز شوق سے یہ مہم چلائیں لیکن اگر وہ واقعی کوئی کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو جو کام نہرو اور آزاد سے نہیں ہو سکا اُسے راولپنڈی کے ایک کوردہ کو نہ کا یہ نوجوان جو سوچتا بہت کم اور بولتا بہت زیادہ ہے کیونکر سرانجام دے سکے گا۔ بہرحال راولپنڈی کے مسلمان خبردار رہیں۔"

ترنتارن میں احراری فتنہ انگیزی

"ترنتارن کے مسلمان ایک پسماندہ اقلیت ہیں اس لیے مقامی مسلم لیگ کی ایک سب کمیٹی میں یہ طے پایا کہ مقامی ہندو مہاسبھا اور کانگرس کی ریشہ دوانیوں کے مقابلہ میں اسلامیان ترنتارن کی پختہ اور اتحاد کو برقرار رکھنے کے لیے۔ مقامی مجلس احرار سے یہ سمجھوتہ کر لیا جائے کہ آئندہ پبلک جلسوں میں ہر دو جماعتوں کے راہنماؤں پر ذاتی اور شخصی حملوں سے پرہیز کر کے صرف اپنی جماعتی پالیسی خدمات اور پروگرام کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ مسٹر حمید انور (مسلم لیگ) اور مسٹر عبدالواحد صدر مجلس احرار کے درمیان ہر دو جماعتوں کی طرف سے اس اصول پر سمجھوتہ طے پا گیا مگر مورخہ ۲۷ دسمبر کی شب کو ایک احراری پبلک جلسہ میں احراری دوستوں نے اس سمجھوتہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قائداعظم کی ذات گرامی پر نہایت رکیک حملے کیے جس سے جلسہ میں بدامنی پھیل گئی اور پولیس کو امن

Marfat.com

بحال کرنے میں مشکلات پیش آئیں۔ ایک احراری مولوی نے چیلنج دیا کہ ان کے اعتراضات کا جواب دیا جائے۔ اس پر مسٹر حمید انور نے اعلان کیا کہ وہ اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں۔ مگر احراری دوستوں نے وقت دینے سے انکار کر دیا جس پر جلسہ میں دوبارہ بدامنی پھیل گئی جو پولیس کی کوششوں کے باوجود دور نہ ہو سکی اور جلسہ بغیر کسی انجام کے منتشر ہو گیا۔ اختتام پر عبدالواحد صدر مجلس احرار نے یہ اعلان کیا کہ ان کی جماعت کی طرف سے سمجھوتہ کی جو خلاف ورزی کی گئی ہے اس سے انھیں سخت صدمہ ہوا ہے۔ لہٰذا وہ مجلس احرار کی صدارت سے بطور پروٹسٹ مستعفی ہوتے ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بدامنی کے دوران میں سکھ اور ہندوؤں کی طرف سے بھی مجلس احرار کی تائید و پشت پناہی میں نعرہ تکبیر بلند کیا جاتا رہا جس سے مقامی مسلمانوں کو سخت حیرت اور اچنبہ ہوا۔ شہر کے مسلمان اس واقعہ کی ہر جگہ مذمت کر رہے ہیں۔" (نوائے وقت یکم جنوری ۱۹۴۷ء)

مسلم طلبا احرار کے گڑھ میں

"راہوں (ڈاک سے) آج اسلامیہ کالج لاہور کا وفد مشتمل محمد یٰسین قائد وفد۔ ظہور الدین۔ محمد امین۔ فیاض الحسن۔ معراج الدین اور دیگر ممبران وفد نے "راہوں"[1] اور اس کے اردگرد کے علاقہ بیٹ جو کہ احرار کا مرکز ہے۔ کا دورہ کیا اور تبلیغ کرنے کے بعد کئی احراریوں کو مسلم لیگی بنایا۔

---

[1] قصبہ راہوں میں (چودھری عبدالرحمٰن خان مرحوم) ایک بڑے زمیندار تھے۔ جو زندگی بھر احرار کی حمایت و تائید کرتے اور الیکشن لڑتے اور کامیاب ہوتے رہے لیکن ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں مسلم لیگی امیدوار نے انھیں شکست دی۔ (مؤلف)

Marfat.com

پندرہ میل پیدل سفر کیا اور قریباً دس دیہات کا دورہ کیا
اب تک یہ وفد نو ہزار اشخاص کو لیگ کا پیغام پہنچا چکا ہے۔ راہوں
میں محمد یٰسین نے تقریر کی راہوں کا جلسہ کامیاب تھا۔"

فقط قائد وفد
(لوائے وقت ۵ جنوری ۱۹۴۶ء)

ایک ورق گم گشتہ

جناب خلیق قریشی پاکستان کے نامور صحافی اور نظریہ پاکستان پر اعتقاد و ایمان رکھنے والے مخلص ونڈرا ور اسلام کے بے باک ترجمان ہیں۔ آپ نے میری درخواست پر یہ واقعہ "ایک ورق گم گشتہ" تحریر فرمایا ہے جس کی میں نے اپنی کتاب کے لیے فرمائش کی تھی۔

ملاحظہ فرمائیے :۔

"قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی بے مثال فراست۔ بے نظیر قابلیت اور بے عدیل قوتِ فیصلہ کے باعث بڑوں کے لیے خوف اور نوجوانوں کے لیے محبت کا مرکز بن چکے تھے۔"

ذرا آگے چل کر رقمطراز ہیں :۔

"قائدِ اعظمؒ نے بالکل صحیح طور پر نوجوانوں کو اپنا مخاطب قرار دیا تھا وہ افسردہ اور پژمردہ رگوں کی بجائے ان شہ رگوں کو دیکھ رہے تھے جن میں ابلتا ہوا گرم خون دوڑ سکتا تھا وہ برق و شرار سے کام لینا جانتے تھے اور کام لینا چاہتے تھے وہ دیکھتے تھے کہ مختلف اوقات میں بکھری ہوئی اور منتشر تحریکوں سے قوم کو وہ حاصل نہیں ہو سکا۔ جس کی یہ تحریکیں اور قوم مستحق تھی۔

پھر فرماتے ہیں :۔

Marfat.com

"چنانچہ نوجوان گروہ در گروہ قائداعظمؒ کے گرد پروانہ وار جمع ہو رہے تھے۔ برِصغیر کے ایک سرے سے لے کر دوسرے کونے تک نوجوان پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعرے بلند کر رہے تھے انھیں حالات میں قائداعظمؒ لاہور تشریف لائے۔ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہو رہی تھی۔ یہ کانفرنس فی الحقیقت پاکستان کے لیے خشتِ بنیاد اور اس منزل پر صحیح قدم اوّل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کانفرنس نے طلبا کی راہوں کو معیّن اور ارادوں کو مضبوط کیا تھا۔ اس کانفرنس نے ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کی بے مثال فتح کی بشارت دی تھی۔ اس کانفرنس کے متعلق بے شمار مضامین اخباروں میں آچکے ہیں، اس لیے ان تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔"

لکھتے ہیں :-

"میں بھی اپنے بے شمار ساتھیوں کی طرح اس کانفرنس میں شرکت کے لیے بطورِ خاص گیا ہوا تھا۔ اس ضمن میں کام کرنے کا شرف بھی مجھے حاصل تھا اس کانفرنس میں جس کی صدارت آنریبل سیّد حسن امام کر رہے تھے جہاں تمام اکابر قوم جمع تھے۔ یہ اعزاز بھی مجھے حاصل ہوا کہ مرتبہ پروگرام میں تنظم کا وقت گذر جانے کے بعد قائداعظمؒ کے خاص ارشاد کے تحت میں نے وہ نظم پڑھی ؎

پھر پرچمِ اسلام اڑاتے ہوئے اٹھو
توحید کا نقارہ بجاتے ہوئے اٹھو

لیکن مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی۔ کہ قائداعظمؒ نے اس کانفرنس کے موقع پر میری گذارشات خصوصی توجہ کے ساتھ سنیں جو میں نے سابق پنجاب کے ان بدنصیب انسانوں کے متعلق

Marfat.com

کیں جنھیں دیہات میں "کمین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ میں نے حضرت قائداعظمؒ سے عرض کیا کہ دیہات میں مسلمان طبقوں میں نہایت ہی بری غیر اسلامی تقسیم ہے۔ انگریز نے اپنے وسیع تر مقاصد کے تحت یہ تقسیم پیدا کی ہے۔ مگر اس سے مسلمانوں کو من حیث القوم بڑا نقصان پہنچ رہا ہے۔ خصوصیت سے اس لیے کہ ہندوؤں کے تینوں طبقوں یعنی شہری ہندو جاٹ۔ ہندو اور اچھوت ہندو کو مراعات مل رہی ہیں۔ شہری سکھ جاٹ سکھ اور مذہبی سکھ بھی تمام مفادات حاصل کر رہے ہیں۔ مگر مسلمان انگریز کی پیدا کردہ تقسیم سے محدود گروہی مفادات میں الجھ گئے ہیں اور برادریوں کے تعصب کا بہت بری طرح شکار ہو گئے ہیں۔ مجھے خوشی ہے۔ کہ قائداعظمؒ نے میری ان گذارشات کو بے حد توجہ کے ساتھ سنا اور اکثر لمحات میں حیرت کے ساتھ فرمایا۔ "واقعی دیہات میں ایسی صورت ہے، یہ تو بری بات ہے۔

قائداعظمؒ نے پاکستان کی جنگ فتح و کامرانی کے ساتھ جیتی انھوں نے پاکستان کو پاکستان کے عوام کا سرمایہ قرار دیا۔ آج قائداعظمؒ ہم میں نہیں مگر یہ موضوع آج بھی موجود ہے کیا صدر ایوب اس نہایت درجہ، اسلامی اور انسانی موضوع کی طرف توجہ کریں گے۔"

(روزنامہ "عوام" ۲۷ فروری ۱۹۶۲ء)

ترانۂ پاکستان

اب آپ ترانۂ پاکستان جو جناب انور کرمانی صاحب لدھیانوی نے ۶ فروری ۱۹۴۶ء کو "نوائے وقت" میں شائع کرایا تھا رفتہ کی یاد تازہ جوش و ایمان تازہ کرنے کے لیے ملاحظہ فرمایئے۔ ہمارے نوجوانانِ ملت

Marfat.com

اس ترانہ سے بخوبی اندازہ فرما سکیں گے۔ کہ اقبالؒ کے دیوانوں اور قائدِ اعظمؒ کے فرزندانوں نے کس جوش و خروش سے جنگ پاکستان لڑی تھی۔ توجّہ فرمائیے :۔

ایک ہی دھن میں، ایک ہی لے میں　　بڑھتے جائیں گاتے جائیں
جادۂ پاکستان کے راہی　　ملّت کے بے باک سپاہی
ہم کو ڈرائے گی کیا شاہی
"لے کے رہیں گے پاکستان"

مسلم لیگ کا پرچم لے کر　　ہر بستی ہر شہر میں جا کر
پاکستان کا نعرہ لگا کر　　غفلت کے ماتوں کو جگا کر
ملّت کا پیغام سنا دو
"لے کے رہیں گے پاکستان"

طاغوتی یلغار سے ڈرنا؟　　دبدبۂ اغیار سے ڈرنا؟
ملّت کے غدّار سے ڈرنا؟　　غازی اور پیکار سے ڈرنا؟
کوئی خریدے کا کیا ہم کو
"لے کے رہیں گے پاکستان"

کون ہے اب جو آگے بڑھ کر　　بپھرے ہوئے طوفان کو روکے
شمعِ حرم کے پروانوں کو　　قوم و وطن کے نام پہ ٹوکے
غیرتِ ملّت بیچنے والے!
"لے کے رہیں گے پاکستان"

ہند کے مسلم جاگ اٹھے ہیں　　حق اپنا اب مانگ رہے ہیں
ملّت کا فرمان یہی ہے　　مسلم کا ایمان یہی ہے
جنگ پاکستان یہی ہے
"لے کے رہیں گے پاکستان"

Marfat.com

مذہب کے نام پر منافقت

"پچھلے دنوں دہلی میں مسٹر گاندھی کی پرارتھنا کے دوران گڑبڑ سی ہوئی۔ کئی سال سے مسٹر گاندھی نے معمول بنا رکھا ہے کہ جہاں اُن کی پرارتھنا میں ہندو دیوی دیوتاؤں کی حمد وثنا میں بُت پرستانہ بھجن گائے جاتے ہیں وہاں کوئی مولوی صاحب قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ پچھلے دنوں بعض ہندو نوجوانوں نے اس پر شور مچایا اور یہ کہا کہ ہم مسٹر گاندھی کو بالمیکی مندر میں قرآن نہیں پڑھنے دیں گے اس پر کانگرسی رضا کاروں نے ان نوجوانوں کو مار پیٹ کر باہر نکال دیا دوسرے دن پھر یہی گڑبڑ ہوئی اور پولیس کو مداخلت کرنی پڑی چنانچہ تین ہندو نوجوانوں پر اس سلسلہ میں مقدمہ چل رہا ہے۔

"کل مسٹر گاندھی نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ میں ایک سناتنی ہندو ہوں اس لیے میں عیسائی۔ بدھ اور مسلمان ہونے کا بھی دعویٰ کرتا ہوں۔ کچھ مسلمان دوست بھی کہتے ہیں کہ میں پرارتھنا میں قرآن کی آیات کیوں پڑھتا ہوں لیکن وہ نہیں جانتے کہ اصلی مذہب زبان اور کتاب کی بندشوں سے آزاد ہے مجھے کوئی وجہ نہیں دکھائی دیتی کہ میں کلمہ کیوں نہ پڑھوں۔ اللہ کی حمد وثنا کیوں نہ کروں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنا پیغمبر کیوں نہ سمجھوں۔

ہم یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ مسٹر گاندھی اسلام کی مبادیات اور کلمہ کی اساس تک سے ناواقف ہیں اس لیے ہمیں بڑے افسوس اور دلی رنج کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ ریاکاری اور منافقت سے کام لیتے ہوئے عوام کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ سناتنی ہندو بدھ کیسے ہو سکتا ہے؟ بدھ مت

Marfat.com

کی تحریک سناتن دھرم کے خلاف بغاوت کی تحریک تھی۔ کسی شخص کا یہ کہنا کہ وہ بیک وقت ہندو بھی ہے اور بدھ بھی بالکل اسی طرح سے ہے جس طرح کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ وہ نازی بھی ہے اور کمیونسٹ بھی۔ اسلام اور ہندو دھرم کا فرق اس سے بھی زیادہ ہے۔ سناتن دھرم دیوی دیوتاؤں اور بتوں کی پوجا پر زور دیتا ہے مگر اسلام کی اساس ہی توحید پر ہے اور مسٹر گاندھی کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ کلمہ پڑھنے کے بعد ایک سے زیادہ خداؤں کو کیوں کر مان سکتے ہیں؟ اگر وہ کلمہ پڑھنا چاہتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر سمجھتے ہیں تو انھیں ہندو دھرم چھوڑ کر اسلام قبول کرنا ہوگا۔ اسلام دین کامل ہے اور وہ کسی معاملہ میں کسی دوسرے مذہب سے سمجھوتہ کا روادار نہیں کوئی شخص کلمہ پڑھنے کے بعد ہندو دھرم یا عیسائیت کا حلقہ بگوش نہیں رہ سکتا۔

بات دراصل یہ ہے کہ مسٹر گاندھی نے یہ ڈھونگ بھی ایک مذموم غرض کے ماتحت رچایا ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور اسلام باقی سب دینوں سے مکمل اور افضل ہی نہیں بلکہ اب ہدایت و نجات کا رستہ صرف دین اسلام ہی ہے۔ مسٹر گاندھی مسلمانوں کو اس عقیدہ سے منحرف کرنا چاہتے ہیں اگر وہ مسلمانوں کے اس عقیدہ پر کھلم کھلا حملہ کریں تو انھیں اس میں کامیابی نہیں ہوگی۔ بلکہ اس سے مسلمان مشتعل ہوں گے لہٰذا انھوں نے ایک اور طریقہ ڈھونڈ نکالا ہے جو زیادہ مؤثر ہے وہ طریقہ یہ ہے۔ کہ یہ پروپیگنڈہ کیا جائے کہ سب مذہب سچے ہیں اور سب مذہب برابر ہیں۔ سب مذہبوں میں بنیادی

Marfat.com

سچائی ایک ہی ہے اس لیے اسلام ہندو دھرم اور بدھ مت میں کوئی فرق نہیں۔ مسٹر گاندھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کا یہ پروپیگنڈا فریب پر مبنی ہے ورنہ وہ اسلام اور ہندو دھرم میں فرق کے قائل نہ ہوتے تو اپنے سب سے بڑے بیٹے ہیرا لال کے قبول اسلام پر جامے سے باہر نہ ہوتے اور نہ یہ اعلان کرتے کہ میرے احباب کو میرے نو مسلم بیٹے سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیئے میں نے اسے عاق کر دیا ہے۔

قرآن کریم کی پرارتھنا میں تلاوت کی نہ میں بھی یہی مذموم ہندو کام کر رہا ہے مسٹر گاندھی قرآن حکیم کو بھی رامائن اور گیتا کی سطح پر لے آنا چاہتے ہیں۔ بت پرستانہ بھجنوں کے گائے جانے کے پہلے یا بعد قرآن کی تلاوت کر کے مسٹر گاندھی مسلمانوں کی کوئی خدمت نہیں کر رہے۔ بلکہ وہ مسلمانوں کی دلازاری کرتے ہیں اگر وہ اپنی مشرکانہ پرارتھنا میں قرآن کریم کی تلاوت بند کر دیں تو مسلمان ان کے شکر گزار ہوں گے۔"

(نوائے وقت ۱۰ اپریل ۱۹۴۷ء)

مولانا ابوالکلام مرحوم نے قرآن عزیز کی جو تفسیر اپنے دور متحدہ قومیت میں کی ہے۔ وہ مہاتما گاندھی کے اسی نظریئے کو پیش نظر رکھ کر کی ہے کہ تمام مذاہب یکساں ہیں اور عالمگیر سچائیاں تمام مذاہب میں یکساں ہیں۔ قرآن عزیز کی اسی گاندھوی تفسیر و تشریح اور تاویل نے مہاتما گاندھی میں یہ حوصلہ پیدا کیا کہ وہ مسلمانوں کو ورغلانے اور دھوکہ دینے کے لیے ایسے فریب آمیز ہتھکنڈے استعمال کرے جب کسی شخص کی دل و نگاہ غلامانہ ہو تو اس سے ایسی حرکات کا سرزد ہو جانا تعجب انگیز نہیں ہوتا۔ ابوالکلام مرحوم کی کانگریسانہ تفسیر ہی نے

Marfat.com

گاندھی میں یہ ہمت پیدا کی کہ وہ اسلام کو بدھ مت اور ہندوازم کے ساتھ لا کھڑا کرے چونکہ اس موضوع پر اس کتاب میں جگہ بجگہ مواد دیا گیا ہے اس لیے اس مقام پر ہم چنداں ضروری نہیں سمجھتے کہ مزید کچھ لکھا جائے صرف اتنا عرض کریں گے کہ نیشنلسٹ علماء کے سرخیل اور ابوالاباء ابوالکلام مرحوم نے گاندھی و کانگرس کے لیے جتنا مؤثر و مفید کام کیا ہے اور اسلام کے بنیادی اصولوں کی حقیقت و روح کو مسخ کرنے کے لیے وہ قابل نافراموش کردار ادا کیا ہے جسے رہتی دنیا تک تاریخ اپنے دامن میں محفوظ رکھے گی اور آئندہ آنے والی نسلوں کو عبرت و موعظت کے ہزاروں سبق ملیں گے اور ان تاریخی حقائق کو دیکھ کر نوجوانان ملت مضطربانہ کیفیت و حالت میں بے تابانہ پکار اٹھیں گے کہ

ہماری منزل کا تھا وہ دشمن ہماری راہیں لگا کاٹنا تھا۔

جب راشٹرپتی ابوالکلام مرحوم واردھا کے سامری کے سحر کے زیر اثر قرآن عزیز کی اس قسم کی تفسیر کر رہے تھے تو فطرت ان کی اس حرکت مذموم پر مسکرا رہی تھی اور نوجوانانِ ملت کو یہ مژدہ جانفزا سنا رہی تھی۔

کھلیں گے کچھ قارئی شگوفے جب اپنے کانٹے یہ بو چکے گا۔

دنیا نے دیکھا کہ اقبالؒ کے مدرسے میں جو اس وقت زیر تربیت تھے۔ انھوں نے کس طرح اس دجل و فریب کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا اور مسلمانانِ ہندوستان کو اس مکر و ریا سے آگاہ و خبردار کر دیا جو گاندھی کی آرزوؤں اور مطلب برآریوں کی شکل میں اس تفسیر میں جھلکتا نظر آتا تھا۔ اس مرد خبیر و بصیر کے شاگردوں اور فیض یافتہ نوجوانوں نے جو رہ و رسم شاہبازی کے طور طریقے اور انداز و اسلوب حکیم الامتؒ کی زیر تربیت رہ کر سیکھ چکے تھے۔ کس طرح واردھا کے اس گدھ کی تکا بوٹی کر دی۔

Marfat.com

راجہ مہندر پرتاپ

"کانگرس کو مسلمانوں کا اعتماد حاصل نہیں اس پر ہندو ذہنیت غالب ہے"

مشہور انقلاب پسند راجہ مہندر پرتاپ کا اعلان حق

ڈیرہ دون ۱۶ جنوری۔ ہندوستان کے مشہور انقلاب پسند لیڈر راجہ مہندر پرتاپ نے جو ۳۱ سال کی جلا وطنی کے بعد ہندوستان واپس آئے ہیں اپنے اخبار میں کانگرس کی ہندو ذہنیت کی شدید مذمت کی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ کانگرس کو مسلمانوں کا اعتماد حاصل نہیں۔ راجہ صاحب نے اپنے بیان میں فرمایا ہے کیا یہ حقیقت نہیں کہ مسلمان ہند کی نوّے فیصدی آبادی مسلم لیگ کے رہنماؤں کو دن رات مغلظات نہیں سناتے؟ ایک ایسی سیاسی جماعت کو "واحد نمائندہ جماعت" کا دعوےٰ زیب نہیں دیتا جس پر ملک کی اتنی کثیر تعداد عدم اعتماد ظاہر کرتی ہو مجھے کانگریس کی تحقیر و تذلیل مقصود نہیں صرف اپنی جماعت کی خامیوں کے دور کرنے کے لیے حقیقت حال بیان کر رہا ہوں میں ببانگ دہل کہتا ہوں کہ اگر کانگرس کو اس نیم براعظم ہندوستان کی "واحد نمائندہ" جماعت بنانا مقصود ہے تو ان تمام نظریات کو خیرباد کہہ دینا چاہیئے جو ملک میں اختلاف کا باعث بنیں۔

مجھے اعلان کرنے میں ذرا باک نہیں کہ کانگرس میں ہندو ذہنیت کام کر رہی ہے۔ غیر ملکی حکومت کے مشترکہ نظام حکومت میں تو کسی فرقہ وارانہ عصبیت اور تنگ نظری کو کوئی واضح نقصان

Marfat.com

نہیں پہنچاتی لیکن آزاد ہندوستان میں ایسے جذبات کی پرورش تباہی و بربادی پر منتج ہوگی۔ کیا ہمارے ہندو بھائی نہیں جانتے کہ افغانستان سے مراکو تک ہزارہا اور لکھوکھا میلوں کے وسیع و عریض رقبہ میں پیروان اسلام آباد ہیں۔ روسی وسطی ایشیا میں تین آزاد اسلامی ریاستیں قائم ہیں۔ چین میں تیس کروڑ بلکہ اس سے زائد مسلمان آباد ہیں۔ جاوا۔ سماٹرا سب خالص مسلمانوں کی آبادیاں ہیں۔" (نوائے وقت ۱۸ جنوری ۱۹۴۷ء)

غازی جمال الحسینی

اب آپ بیرون ہندوستان کے مسلم زعما و قائدین کے مسلم لیگ قائداعظم اور پاکستان کے متعلق خیالات و احساسات دیکھئے۔ ہم نے حقیقت پسند غیر مسلموں کی حق بیانیاں بھی اپنے قارئین کی نذر کی ہیں اور اسیروادروھا ابوالکلام وندتی (مرحومین) کی "اسلام دوستی" اور مسلمانوں سے ہمدردیوں کے بارے میں کافی روشنی ڈال چکے ہیں۔ اور آپ دیکھ چکے ہیں کہ نیشنلسٹ علماء اسلام کے مقدس نام پر کس طرح مہاتما گاندھی کے مذموم عزائم اور ناپاک آرزوؤں کی تائید و حمایت کرتے چلے آرہے ہیں اور مسلمانانِ ہند کے مفادات کو کس طرح زک پہنچانے کی تراکیب و تجاویز سامنے لا رہے ہیں۔ اب آپ غازی جمال الحسینی صاحب کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں:۔

"لندن کی فلسطین کانفرنس میں فلسطینی عربوں کے قائد غازی جمال الحسینی نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس کے اختتام پر لندن مسلم لیگ کی طرف سے عرب ڈیلی گیٹس کے اعزاز میں ایک شاندار ڈنر دیا گیا۔ اس تقریب میں عرب رہنماؤں کے علاوہ انڈیا آفس

Marfat.com

کے ارکان اور برطانی وزارت کے اکثر وزیروں نے شرکت کی اس موقع پر مسٹر عبدالرحمان صدیقی رکن اوّل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے جو فلسطین کانفرنس میں ہندوستان کی طرف سے غیر سرکاری شاہد تھے عرب راہنماؤں کا خیر مقدم کرتے ہوئے ایک پرجوش تقریر کی۔ آپ نے فرمایا:۔

"دنیائے اسلام نے یہودیوں کے جارحانہ اقدامات کے مقابلہ میں جو متحدہ محاذ قائم کیا ہے۔ اسلامیان ہند اس جدوجہد میں ساری اسلامی دنیا کے ساتھ مل کر ہر طرح کی قربانی کے لیے تیار ہیں۔ میں ہندوستان کے دس کروڑ فرزندان اسلام کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی طرف سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ارض مقدس کو یہودی دست برد سے محفوظ رکھنے کی جنگ میں مسلم لیگ تن من دھن سے عربوں کی مدد کرنے کے لیے تیار رہے اور اگر ارضِ مقدس کی حفاظت کے لیے عرب ممالک نے برطانی ملوکیت اور یہودی سرمایہ داری کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تو مسلم لیگ ہزاروں کی تعداد میں رضاکاروں کے دستے اس مقدس جنگ میں حصہ لینے کے لیے بھیجے گی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دس کروڑ فرزندان توحید فلسطینی عربوں کے مطالبات کی پشت پر ہیں"

آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"مسلم لیگ کی مخالف جماعت کی طرف سے اسلامی دنیا یورپ اور امریکہ میں نہایت شدّ و مد سے یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ مسلمان ہندوستان میں برطانوی ملوکیت کو قائم رکھنے کے حامی ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ ہندوستان بھی آزاد ممالک کی صف

Marfat.com

ہیں کھڑا ہو۔

ہمارے مخالفین کا یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے جس پر خود اُن کے سر ندامت سے جھک جانے چاہئیں۔"

ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

"آج پاکستان محض ایک نظریہ اور تخیل ہی نہیں رہ گیا بلکہ دس کروڑ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال بن چکا ہے اور ایک قومی نصب العین کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ مسلمانوں کا بچہ بچہ یہ عزم کر چکا ہے کہ وہ ہندوستان میں ایک خود دار۔ باوقار اور آزاد قوم کی حیثیت سے رہے گا۔ خواہ اس کے لیے اسے ہندو اور انگریز کی اجتماعی قوتوں کے خلاف ہی کیوں نہ لڑنا پڑے۔"

ولی عہد شہزادہ امیر سیف الاسلام

مسٹر عبدالرحمٰن صدیقی کی تقریر کے بعد یمن کے ولی عہد شہزادہ امیر سیف الاسلام نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا :۔

"فلسطین کے معاملہ میں ہندوستانی مسلمان جس ہمدردی اور سرگرمی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ عرب دنیا اس کے لیے اسلامی ہند کے شکر گزار ہیں۔ عرب دنیا کی ہمیشہ یہ تمنا رہی ہے کہ ہندوستان جلد سے جلد عروس آزادی سے ہمکنار ہو۔ ہم عرب مسلمانوں اور اُن کے قائد محمد علی جناح کے سپاس گزار ہیں۔ کہ انھوں نے فلسطین کی تحریک آزادی سے ہمدردی ظاہر کر کے بین الملی اور اسلامی تعلقات کے قصر رفیع کی بنیاد رکھ دی ہے۔"

آگے چل کر آپ نے فرمایا :۔

Marfat.com

"میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہندی مسلمان اپنے مطالبہ پر یقین محکم کے ساتھ ڈٹے رہے تو وہ یقیناً اس کو منوا لیں گے۔"

فلسطین کی مجلس کبیر کے صدر جمال الحسینی نے جنھوں نے ۱۹۳۳ء میں جہاد حریت فلسطین کی قیادت کی تھی ایک مختصر تقریر میں فرمایا:۔

"میں نے مسلمانانِ ہندوستان کے مطالبہ آزادی کا عمیق نظروں سے مطالعہ کیا ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں ان بیانات واعلانات کو جو مختلف مواقع اور مراحل پر برطانوی حکومت اور کانگریس کی طرف سے شائع کیے گئے ہیں پڑھا ہے ایک غیر جانبدار مبصر کی حیثیت سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں کے مطالبہ میں معقولیت اور وزن ہے اور خود اس مطالبہ کے مخالف بھی اسے تسلیم کرتے ہیں لیکن جماعتی رقابت۔ سیاسی ہٹ دھرمی اور ضد نے ان مخالفین کو اس قدر اندھا کر دیا ہے کہ وہ مطالبہ کی معقولیت کو تسلیم کرنے کے باوجود نہیں چاہتے کہ ایشیا میں ایک نئی مستحکم اور مضبوط جمہوریت قائم ہو جائے جو اپنے وسیع فوجی، زرعی اور معدنی وسائل کی بدولت مستقبل میں اسلامی دنیا کی قیادت سنبھالنے کے قابل ہو سکے۔"

(عرب اور خلافتِ پاکستان صفحہ ۷۲ تا ۸۲)

ڈاکٹر حسین البنا پاشا

"جمعیت اخوۃ اسلامیہ مصر کے قائد ڈاکٹر حسین البنا پاشا "المصری" میں پاکستان کے متعلق ذیل کے تاثرات کا اظہار کیا:۔

"جن دنوں ہندوستانی مسلمانوں کے لیڈر مصر آئے ہوئے تھے مجھے ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ عام طور پر مسلمانوں کے لیڈر سیدی محمد علی جناح کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ متکبر اور خود پرست لیڈر ہیں

Marfat.com

اس کے ساتھ ہی ان کے مخالفین یہ بھی تسلیم کرتے تھے وہ گہرے سیاست دان اور اعلیٰ درجہ کے خطیب ہیں۔

مَیں نے پہلی نظر میں جناح کے متعلق اندازہ لگا لیا کہ وہ مضبوط عزم کا انسان ہے اور سیاست کے میدان میں ایک قابل کھلاڑی ہے۔ گو مجھے اس ملاقات میں اُن سے زیادہ بات چیت کا موقع نہ مل سکا لیکن جب مَیں اُن سے دوبارہ ملا تو وہ مسکراتے چہرے اور متبسّم آنکھوں سے پیش آئے۔ بڑھاپے نے چہرے پر جھریاں ڈال دی ہیں بال برف کی مانند سفید ہو گیے ہیں لیکن عزم کی یہ حالت ہے کہ اس بڑھاپے میں بھی دس کروڑ مسلمانانِ ہند کا یہ باوقار لیڈر کمال تمکنت سے مجھے یہ کہنے لگا:۔

"برطانی استعمار نے گو ساری اسلامی دُنیا کو اپنی مضبوط گرفت میں لے رکھا ہے اور غلامی کی زنجیریں ہمیں جکڑے ہوئے ہیں لیکن میری نظر میں اس غلامی کے دُھندلکے میں آزادی کی شعاعوں کو تیزی سے بڑھتے ہوئے دیکھ رہی ہیں۔ دُنیائے اسلام میں بیداری اور آزادی کا احساس روز بروز ترقی کرتا جا رہا ہے۔ دوری منزل کم ہوتی جا رہی ہے۔ مَیں مسلمانوں سے کبھی مایوس نہیں ہوا اور میرا ایمان ہے کہ کوئی چیز دُنیا میں ناممکن نہیں اگر ناممکن ہو بھی تو انسانی عزم اور یقینِ محکم ناممکن کو بھی ممکن بنا دیتا ہے۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"مسلمانوں کو ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کے بعد سر سیّد احمد خان کے سوا مدّت تک کوئی قابل سیاسی لیڈر نہ مل سکا۔ لیکن ۱۹۰۰ء کے بعد کچھ قابل مسلمان سیاست دان میدان میں آ گئے۔ جنھوں نے قوم کی گری ہوئی حالت کو سدھارنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس کوشش

Marfat.com

کا نتیجہ تحریک خلافت اور تحریک ہجرت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ مسلمانوں نے ان تحریکات کے بعد متواتر آگے بڑھنا شروع کیا لیکن برطانیہ اور ہندو دونوں نے مسلمانوں کو تنظیم سے غافل رکھنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا۔ ہندوؤں کی یہ تگ و دو ۱۹۳۵ء تک جاری رہی لیکن ۱۹۳۷ء میں جب پنڈت جواہر لال نہرو نے پہلی بار یہ نعرہ بلند کیا کہ اس ملک میں صرف دو جماعتیں موجود ہیں ایک کانگرس اور دوسری برسر اقتدار حکمران جماعت۔ اگر کوئی سمجھوتہ ہوا تو ان دونوں جماعتوں میں ہوگا۔ اور ہونا چاہیئے۔

میں نے پہلی بار محسوس کیا کہ کانگرس مسلمانوں کو غلام بنانے کا عزم کیے ہوئے ہے۔ اس کے سامنے ہندوستان کی آزادی نہیں بلکہ ہندو حکومت کا قیام ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی قوم کے منتشر اجزا کو ایک مرکز پر لانے کا عزم کر لیا۔ میں نے عہد کیا کہ قوم کو آنے والے خطرات سے آگاہ کروں چنانچہ لکھنؤ میں مسلم لیگ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں ہم نے اپنی آزادی اور تنظیم کا سنگ بنیاد رکھا۔

خدا کا شکر ہے جس تنظیم کام کے بوجھ کو میں نے اپنے نحیف۔ کمزور اور بوڑھے شانوں پر اٹھایا تھا۔ دس سال کے عرصہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلمان ایک مضبوط قوم ہے۔ ان کی تنظیم ہے۔ ان کا ایک نصب العین ہے اور انھوں نے اپنے لیے ایک منزل تجویز کر لی ہے۔ وہ منزل پاکستان ہے" (عرب اور خلافت پاکستان صفحہ ۹۰ تا ۹۴)

الاہرام

ایک عربی اخبار رقمطراز ہے:۔

"اس میں شک نہیں کہ پاکستان کے قیام سے ہندوستان

Marfat.com

کی متحدہ قومیت پر زد پڑے گی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اگر پاکستان قائم نہ ہو تو اس صورت میں ہندوستان دائمی امن سے دوچار ہو سکے گا؟ ہندوستان میں حال ہی میں جو فسادات ہوئے ہیں ان کے پیشِ نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندو اور مسلمان لیڈر اپنی اپنی قوم کو اب اس مرحلہ پر لے آئے ہیں کہ ان کے رگ و ریشہ میں دشمنی کا زہر سرایت کر چکا ہے اور دونوں قومیں ایک دوسرے کو اپنا دشمن سمجھنے لگی ہیں۔ ہم اس سلسلہ میں دونوں قوموں کے لیڈروں کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں۔ یہ ایک قدرتی امر ہے کہ اکثریت کی دراز دستیوں سے اقلیت کے وسوسات یقین کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ کانگرسی حکومتوں کے لیے یہ زرّیں موقع تھا کہ وہ مسلمانوں کے قلوب مسخر کرنے کے لیے فراخ دلی اور بلند حوصلگی کا ثبوت دیتی لیکن ہمیں یہ معلوم کر کے دکھ ہوا ہے کہ کانگریسی صوبوں میں اکثریت نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم توڑے۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ بہار، یو۔پی اور بمبئی میں مسلم اقلیت پر ہندوؤں نے کانگریسی جھنڈے کے تحت منظم حملے کیے اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا ان بیانات کو ہم کبھی درست تسلیم نہ کرتے بشرطیکہ مسئلہ ہند پر برطانوی پارلیمان کی حالیہ بحث اس کی تصدیق نہ کر دیتی۔ ان فسادات کو ہر جگہ پر ایک دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے اور یہ وہ دلیل ہے جسے ہندوستان کی قوم پرست جماعت کانگریس بھی کسی صورت میں جھٹلا نہیں سکتی۔" (عرب اور خلافت پاکستان صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۱)

المصری

"المصری" نے ایک طویل مقالہ میں "پاکستان" اور "کانگرس" کے عنوان کے

Marfat.com

تحت بحث کی اور لکھا:-

"مسلمان اور ہندو دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ برطانیہ جا رہا ہے حقیقت بھی یہ ہے اور ایشیا بیدار ہو گیا ہے۔ برطانیہ بار ہا اس امر کا اعلان کر چکا ہے کہ وہ ہندوستان کو چھوڑنے کے لیے تیار ہے۔ بشرطیکہ ہندوستان کی دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان آپس میں مل جائیں اور متفق ہو جائیں۔ ان واضح اعلانات کے بعد بھی اگر ہندوستان پر برطانی تسلط قائم رہتا ہے اور ہندو اور مسلمان دونوں کسی ایک خیالی یا معاہدہ پر متفق نہیں ہوتے تو ایشیائی اقوام یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گی کہ مشرق میں برطانی گرفت کو مضبوط کرنے میں ہندوستانی لیڈروں اور سیاسی جماعتوں کا ہاتھ ہے۔ ہم نے ان بیانات کو جو قاہرہ ریڈیو سے نشر کیے گئے ہیں یا دس کروڑ مسلمانوں کے لیڈر ریاستی محمد علی جناح نے عام اجتماعات میں قاہرہ دیئے غور سے پڑھا ہے۔ پراپیگنڈا سے الگ ہو کر ایک چیز تسلیم کرنی پڑے گی کہ مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ $\frac{1}{4}$ حصہ میں انھیں اور $\frac{3}{4}$ حصہ میں ہندوؤں کو اپنی مرضی اور منشا کے مطابق حکومت قائم کرنے کا حق ہو کافی وزنی ہے۔

(صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۴)

قاہرہ ریڈیو

قاہرہ ریڈیو نے عربی کے پروگرام میں قائداعظم محمد علی جناح سے اپنے خاص نمائندہ کا ایک انٹرویو نشر کیا۔ قاہرہ ریڈیو نے اپنے خاص نمائندہ احمد عبدالغفار کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کر کے ہندوستانی مسلمانوں کے

Marfat.com

معاملات پر ایک انٹرویو حاصل کریں۔ چنانچہ قاہرہ ریڈیو کے خاص نمائندہ نے قائداعظم جناح سے ملاقات کی اور ملاقات کے بعد اس نے ذیل کے تأثرات بیان کیے۔ جو قاہرہ ریڈیو سے عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں نشر کیے گئے:۔

"ہندوستانی مسلمانوں کا قائداعظم اعلیٰ درجہ کا نباض اور دوررس نظر رکھتا ہے وہ اپنے خیالات و افکار اور نظریات کو پیش کرنے کے لیے بہترین الفاظ کے انتخاب پر پوری طرح قادر ہے میرے ساتھ ان کی گفت و شنید نہایت متأثر کرنے والی اور اثر ریز تھی وہ نہایت پُر متانت اور مدبرانہ انداز میں بات چیت کر رہے تھے جیسے ہی انھوں نے گفتگو شروع کی میں نے محسوس کیا کہ ایک اعلیٰ درجہ کا سیاست دان اور مدبر بول رہا ہے۔ ایک محتاط سیاسی خیالات کی حامل و مظہر شخصیت متکلم ہے۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ وہ اپنے مشن کی وضاحت کرنے پر قادر ہے مجھے باآسانی یہ سمجھنے میں آیا کہ وہ ہندوستان میں اپنے ہم مذہبوں کے کاز کے لیے ناقابل تسخیر عزم کے ساتھ لڑنے کی قوت رکھتا ہے۔"

میں نے اُن سے اُن کے مشن کے متعلق سوال کیا۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوئے اپنی پیشانی کو چھوا اور پھر اپنے برف سے سفید بالوں میں لانبی انگلیوں سے شانہ کرنے لگے۔ پھر سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے اثر ریز آواز میں سلسلہ کلام شروع کیا آپ نے فرمایا:۔

"ہندوستان ایک براعظم ہے اس کی تاریخ ماضیہ پر نظر ڈالنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ماضی میں ہندوستان کبھی بھی ایک مرکزی حکومت کے زیر اقتدار نہیں رہا اور نہ ہندوستان پر حکومت کرنے والے شاہی خاندان اس وسیع تر براعظم کے مختلف فرقوں اور قوموں کو ایک مرکز کے ماتحت لا سکے لیکن برطانیہ اب ہندوستان کو

Marfat.com

یہ مشورہ دے رہا ہے کہ انھیں مرکزی حکومت قائم کرنی چاہیئے جس کا صدر مقام دہلی میں ہو۔ لیکن مسلمانان ہندوستان اس مرکزی حکومت کے قیام کے خلاف ہیں اگر متحدہ ہندوستان کی حکمت عملی کو تسلیم کر لیا جائے یا یہ کامیاب ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان ختم ہو گئے"۔ (صفحہ ۵-۱ تا ۱۰۷)

وزیراعظم مصر

وزیراعظم مصر محمود فہمی النقراشی پاشا نے قائداعظم محمد علی جناح کے اعزاز میں ایک عصرانہ دیا۔ اس تقریب میں مصر کی تمام پارٹیوں کے لیڈروں اسمٰعیل صدقی پاشا۔ عبید مکرم پاشا۔ نحاس پاشا۔ حسین ہیکل پاشا۔ عبدالرحمٰن عزام پاشا۔ عمر پاشا۔ عبدالفتاح پاشا۔ حضرت مفتی اعظم فلسطین الحاج سید امین الحسینی اور دوسرے عرب لیڈروں نے شرکت کی اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے قائداعظم جناح نے نظریہ پاکستان کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مصر کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلم انڈیا کس بات کے لیے جدوجہد کر رہا ہے اور عربوں اور مصر کے لیے پاکستان کا حصول کیا اہمیت رکھتا ہے۔ صرف پاکستان کے حصول کے بعد ہی ہندوستان اور مصر صحیح معنی میں آزاد اور خود مختار ہوں گے ورنہ طول و عرض مشرق وسطیٰ میں ہندو سامراج قائم ہو جائے گا"

آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"مخالفین کی طرف سے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ مسلمان آزادی ہندوستان کے خلاف ہیں یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جس کی تردید

Marfat.com

کرنا بھی مسلمان اپنے لیے توہین خیال کرتا ہے۔ مسلمان نے ہندوستان کی آزادی کے لیے ہندوؤں سے بہت زیادہ قربانی کی ہے۔ مسلمان آج بھی ہندوستان کی آزادی کے لیے انگریز سے نبرد آزما ہے۔ مسلمان ہندوستان میں ہر فرقہ اور قوم کی آزادی کے لیے لڑ رہا ہے۔ مسلمان ہندوستانی سرمایہ دار (بنیا) کے خلاف لڑ رہا ہے وہ اس طاقت کے خلاف لڑ رہا ہے جو اعلیٰ ذات کے ہندو سرمایہ داروں کو تمام ہندوستان کی قوموں پر مسلط کر دینا چاہتی ہے۔

مسلمان یہ چیز ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ وہ انگریز کی غلامی کی زنجیریں توڑنے کے بعد ہندو سرمایہ دار کی غلامی میں چلا جائے۔ ہندوستان کا مسلمان برطانیہ اور ہندو سرمایہ دار دونوں سے اس وقت تک لڑے گا۔ جب تک کہ وہ اپنے لیے آزاد ہندوستان میں آزاد پاکستان قائم نہیں کرے گا۔"

"حضرات! آپ اس وقت پاکستان کی اہمیت کو نہیں سمجھ رہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایک وقت آئے گا۔ کہ جب مشرق وسطیٰ کے مسلمان پاکستان کی اہمیت کو سمجھیں گے۔ پاکستان دس کروڑ مسلمانان ہندوستان کا محبوب نصب العین ہی نہیں بلکہ اس کے قیام سے مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک یہودیوں سے بھی زیادہ خطرناک اور سازشی قوم سے محفوظ ہو جائیں گے۔ جس کے پیش نظر یہ چیز ہے کہ اکھنڈ ہندوستان کی اجتماعی فوجی طاقت کے بل بوتے پر مشرق وسطیٰ کے ممالک کو تجارتی منڈیاں بنا لیا جائے۔ جس کے پیش نظر یہ ہے کہ عدن پر قبضہ کر کے اس کو ہندوستان کے دفاع کی پہلی چوکی بنایا جائے۔"

ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں :-

Marfat.com

"ہم اپنے عرب بھائیوں سے اپنی جدوجہد میں امداد کے طالب ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اُن کی دُعائیں ہمارے شامل حال رہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ مسلمانانِ ہندوستان کی مشکلات سے پُورے طور پر باخبر رہیں اور ان کی آواز ہماری آواز کے ساتھ مل کر اُٹھے تاکہ اس کے خروش سے دُنیا کو معلوم ہو جائے کہ ہندوستان کا مسلمان تنہا نہیں بلکہ اسلامی دنیا کی حمایت اس کے ساتھ ہے۔"

مصطفےٰ نحاس پاشا

قائداعظم کی تقریر کے بعد وفد پارٹی کے لیڈر نحاس پاشا نے ایک مختصر سی تقریر میں فرمایا:۔

"مجھے یہ معلوم کرکے دُکھ ہُوا ہے کہ کانگرس ایسی قوم پرست جماعت کے جھنڈے تلے بلوائیوں نے بہار، بمبئی اور جہاں اکثریت کے دُوسرے صُوبوں میں مسلمانوں پر وحشیانہ اور انسانیت سوز مظالم ڈھائے ہیں اگر ہندوستان کا ہندو یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس قوم کو جو ہزار سال تک ہندوستان پر حکومت کرتی رہی ہو ختم کر سکے گا۔ مٹا سکے گا یا مجبُور کر دے گا کہ وہ ہندوستان کو چھوڑ دے تو یہ ایک مجنونانہ اور دیوانوں کا سا تخیّل ہے۔ ایک ایسا خواب ہے جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا اس کا لازمی نتیجہ ایک ایسی خُوں ریزی ہوگا۔ جو امن عالم کو کسی وقت بھی تباہ کر سکے گی۔ مجھے مسلمانوں کے حق خود ارادیت سے پورا اتفاق ہے۔"

مصطفےٰ نحاس پاشا مصر کی وفد پارٹی کے لیڈر ہیں اور پنڈت جواہر لعل نہرو کے گہرے اور عزیز دوستوں میں سے ہیں ان کی تقریر اس لیے اس کتاب میں درج کر دی گئی ہے تاکہ مصر کے قوم پرست طبقہ کے متعلق ہندو جرائد میں جو اکثر لکھا جاتا ہے کہ وہ مسلم لیگ

Marfat.com

کے خلاف ہیں اور عرب قوم پرست پاکستان کے تخیّل اور نظریہ کے مخالف ہیں یہ واضح ہو جائے کہ ہندو کانگرس کا یہ کتنا غلط اور گمراہ کن پراپیگنڈہ ہے۔" (عرب اور خلافت پاکستان صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۷)

حضرت مفتی اعظم الحاج سیّد امین الحسینی

حضرت مفتی اعظم الحاج سیّد امین الحسینی نے آجکل قاہرہ میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"میں نے محمد علی جناح سے تخلیہ میں تین گھنٹے تک بات چیت کی۔ مجھ سے زیادہ برطانی ملوکیت اور شہنشاہیت کا دشمن شاید ہی اس مختصر سے اجتماع میں کوئی ہو اس لیے محمد علی جناح کے خیالات و افکار کو اس زاویہ نگاہ سے جانچا کہ آیا وہ حقیقتاً آزادی چاہتے ہیں اور اس آزادی کے لیے وہ انگریز کا مقابلہ کرنے کا عزم رکھتے ہیں اُن سے گفت و شنید کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ محمد علی جناح بہترین ستوری اور آئینی شخصیت کے ہی حامل نہیں بلکہ وہ انتہائی انقلاب پسندانہ خیالات اپنے دل و دماغ میں رکھتے ہیں مجھے اس امر کا یقین ہو گیا کہ ہندی مسلمان اپنی آزادی کے لیے برطانی شہنشاہیت اور ہندو سرمایہ داریت دونوں کے خلاف لڑنے کا تہیّہ کیے ہوئے ہیں۔"

میرا یہ یقین ہے۔ میرا عقیدہ اور ایمان ہے کہ جب کوئی قوم اس بات کا عزم کر لیتی ہے کہ وہ اپنی آزادی کے لیے ہر بڑی سے بڑی طاغوتی طاقت سے ٹکرا جائے گی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس قوم کی آزادی کو روک نہیں سکتی۔

ہندوستان کا مسلمان اگر آزادی کا نعرہ لگاتا ہے تو پھر ہندو یا کسی اور فرقے یا قوم کو سیخ پا یا ہراساں نہیں ہونا چاہیئے۔ ہر قوم کا

Marfat.com

پیدائشی حق ہے کہ وہ آزادی حاصل کرے۔ کسی قوم کو محض طاقت اور اکثریت کے بل بوتے پر یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دس کروڑ مسلمانوں کو مجبور کرے کہ وہ اکثریت کے سامنے سرنگوں ہو جائیں۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"ہندوستانی مسلمانوں نے اسلامی ممالک کے ابتلا میں ہمیشہ مسلمانوں کا ساتھ دیا ہے۔ اگر آج ہندوستان کا مسلمان اپنے ابتلا و مصائب میں ہم سے مدد کا متمنی ہے تو میں عرب ممالک کے مسلمانوں سے کہوں گا کہ وہ اس موقع پر ہندوستانی مسلمانوں کی اس جدّ و جہد میں مدد کریں۔ ہندوستانی مسلمانوں کو میرا پیغام یہ ہے کہ:۔

"آزادی مانگنے سے نہیں ملا کرتی۔ بلکہ آزادی قوت بازو سے چھینی جاتی ہے۔ اور یہ قوت نظم و ضبط تنظیم اور جذبۂ ایثار و قربانی سے قوموں میں پیدا ہوتی ہے۔"

(عرب اور خلافتِ پاکستان صفحہ ۱۲۸ تا ۱۳۰)

حسن ہگل پاشا لیڈر لبرل پارٹی

حسن ہگل پاشا لیڈر لبرل پارٹی نے تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"عرب ہندوستان کی تحریک آزادی اور مسلمانوں کی سیاسی جدّ و جہد سے گہری دلچسپی لے رہے ہیں دنیا بھر کے مسلمان اسلامی اُخوّت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق اگر کسی ہندی مسلمان کو تکلیف پہنچے تو اس تکلیف کا احساس دنیا بھر کے مسلمانوں کے قلوب میں ہونا چاہیئے۔ ضرورت اس امر کی متقاضی ہے کہ تمام اسلامی ممالک کی ایک مؤتمر بلائی جائے۔ جس میں دنیا کے ہر خطہ اور ملک کے مسلمانوں کے نمائندے شامل ہوں تاکہ وہ ایک

Marfat.com

دوسرے کے مطالبات وخیالات سے واقف ہوسکیں"۔
(صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۱)

ڈاکٹر عبدالوہاب عزام پاشا

اس موقعہ پر مصری نمائندہ ہز ایکسلنسی ڈاکٹر عبدالوہاب عزام پاشا نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میرے خیال میں دنیا میں اسلامی برادری کی موجودگی پر چنداں روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان خواہ وہ کہاں بھی ہوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور اس کے طلبا سے ملنے کے لیے اپنی پرخلوص خواہش کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ میں پرزور طریقے سے اعلان کرتا ہوں کہ میں نے علی گڑھ کو اپنی توقعات سے کہیں اونچا پایا"۔ (صفحہ ۱۳۵)

حاجی رشیدی لیڈر انڈونیشین وفد

"حاجی رشیدی نے کہا آج کا دن میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا اور ہندوستان اور انڈونیشیا کے مسلمانوں کے مابین دوستانہ تعلقات برقرار رکھنے کے لیے میں انڈونیشیا سے اپنے طلبا علی گڑھ روانہ کروں گا۔ اس توقع کے ساتھ کہ آپ بھی اپنے طلبا روانہ کریں"۔

پروفیسر دانا مردم

"آپ نے فرمایا کہ علی گڑھ ہم سب کے لیے علم کا ایک عظیم الشان مرکز ہوجائے گا۔ پروفیسر دانا مردم انڈونیشیا کے اخبار "الجہاد" کے ایڈیٹر

Marfat.com

ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے ملک کے مسلمان دوسرے ممالک سے عموماً اور اسلامی ہند سے خصوصاً دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لیے بے قرار ہیں۔"

آپ نے پُرزور لہجہ میں کہا:۔

"قائداعظم مسٹر محمد علی جناح صرف ہندوستان ہی کے قائد نہیں بلکہ وہ ہمارے بھی قائد ہیں۔"

جامعہ علی گڑھ کے متعلق آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی یہ واحد یونیورسٹی ہے اس سے بڑی یونیورسٹی اور کہیں نہیں ہے۔ اس لیے علی گڑھ سارے عالم اسلام کا اسلامی مرکز ہونا چاہیئے۔ آخر میں مسلم یونیورسٹی کے سیکرٹری نے فلپائن سیلون اور کے وفد کے لیڈر مسٹر آصف علی حکمت کے بیانات پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد قرارداد پاکستان پڑھ کر سنائی گئی۔"

(عرب اور خلافت پاکستان صفحہ ۱۳۷ تا ۱۳۹)

برنارڈ شا

"یورپ کے بڑے بڑے فلسفی اور مفکر جن میں برنارڈ شا جیسے اشخاص بھی شامل ہیں مطالبہ پاکستان کے حامی ہیں۔" (صفحہ ۱۲۰)

ڈاکٹر حسین خالدی

"کچھ عرصہ ہوا کہ فلسطین کی عرب کمیٹی کے سیکرٹری ڈاکٹر حسین خالدی کا ایک پیغام لاہور کے ایک اخبار کے نام آیا تھا جس میں انھوں نے ہندوستانی مسلمانوں کو اس متفقہ مطالبے پر جمے رہنے کی پُرزور ہدایت کی تھی۔ اس سے پہلے مشہور اسلامی مفکر اور مجاہد

Marfat.com

اعظم امیر شعیب ارسلاں نے اپنے مقالات میں پاکستان کی حمایت کی تھی۔ عرب و عراق بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں ہے۔ وہاں کی پارلیمان کے نائب صدر کا قائد اعظم کے پاس فلسطین کے معاملے میں بھیجنا اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اب ہر اسلامی ملک میں مسلم لیگ اور پاکستان کی اہمیّت کو محسوس کیا جا رہا ہے۔ شبان المسلمین کے صدر اعلیٰ ابو صالح عربی پاشا نے اپنی انجمن کے ترجمان "الفجر الصادق" میں ایک مضمون "عالم اسلام کا نیا دور" شائع کیا جس میں ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے یہ تحریر کیا گیا تھا۔

ونرٰی مشروع الپاکستان لرشك ان المغق امل تسعین هلیوماً من مسلمی الهند۔ یعنی ہم یہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ تحریک پاکستان ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی امیدوں کو بارآور کرنے والی ہے۔ اس کے بعد اسی مذکورہ بالا رسالہ کے اسی پرچہ میں تجویز پاکستان پر ایک مستقل مضمون بھی شائع ہوا تھا۔ جس کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اس مضمون کے تحریر کرنے والے محمّد محفوظ ہیں اور یہ "الفجر الصادق" مصر کے ماہ جون ۱۹۴۶ء کے پرچہ میں شائع ہوا تھا۔"

(عرب اور خلافت پاکستان صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳)

انور نشایشبی

عرب وفد کے ایک رکن انور نشایشبی نے لندن میں ۲۹ر اگست ۱۹۴۵ء کو لندن مسلم لیگ کے صدر مسٹر عباس علی کو ذیل کا مکتوب لکھا:۔

Marfat.com

"اگر پاکستان قائم ہو جائے تو فلسطین کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔ دس کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کی ایک عظیم الشان حکومت کا قیام ایشیا کی تاریخ کو بدل دے گا اور عرب حکومتوں کے مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی رحمت ثابت ہوگا۔"

فارس الخوری

شام کے سابق وزیراعظم اور موجودہ وزیر خارجہ فارس الخوری نے ۲۴ جنوری ۱۹۴۵ء کو "ڈان" کے نامہ نگار کو ایک بیان دیتے ہوئے کہا:۔

"میں ہندوستان میں مسلمانوں کی آزاد حکومت کے قیام کو بے حد پسند کرتا ہوں۔ آپ نے پُرجوش لہجہ میں فرمایا ہندوستانی مسلمانوں کی یہ آزاد ریاست اسلامی ممالک کے لیے بے حد مفید اور ضروری ہوگی۔"

ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"میں یہ بھی کہوں گا کہ دس کروڑ مسلمانوں کو جو نہ صرف ہندو سے مذہبی تفاوت رکھتے ہیں بلکہ دونوں کے طرز بود و باش اور لباس میں بھی نمایاں ہے۔"

"میں آخر میں پھر کانگرسی لیڈروں سے اپیل کروں گا۔ کہ وہ اس بنیادی نکتہ کو سمجھیں اور مسلمانوں کی دوستی کی اہمیت کا احساس کریں کیونکہ یہ چیز ان کے لیے مفید ثابت ہوگی۔" (۲۲ جنوری ۱۹۴۵ء لندن)

(عرب اور خلافتِ پاکستان صفحہ ۴۸ تا ۵۳)

سیدی ظہ

عرب لیگ کی پروپیگنڈہ کمیٹی کے جنرل سیکرٹری سیدی ظہ

Marfat.com

نے اپنے ایک طویل بیان میں جس کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔ پاکستان پر بحث کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"رہا پاکستان کا سوال تو یہ بذات خود بہت واضح ہے کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان جو یورپ کی بڑی سے بڑی قوم سے تعداد میں زیادہ ہیں۔ یہ چاہتے ہیں انھیں آزاد ستا ہیں آزاد وطن کے قیام کا حق حاصل ہو اور اس وطن میں جسے وہ پاکستان کا نام دیتے ہیں اپنی خواہشات اور مذہبی تعلیمات کی روشنی میں حکومت قائم کر سکیں۔" (صفحہ ۴۶)

شیخ نشاشیبی

مشرق وسطیٰ کا دورہ کرنے کے بعد جب لندن پہنچے۔ تو آپ نے سیاسیات ہند پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا :۔

"پاکستان میرے نزدیک ایک خوش آئند چیز ہے۔ تمام ممالک عربیہ محمد علی جناح کی سکیم پاکستان کو دل سے پسند کرتے ہیں کیونکہ اس سکیم میں مسلم حکومت کا جو تصور قائم کیا گیا ہے۔ وہ مستقبل میں عربوں کے لیے بے حد مفید اور ممد و معاون ثابت ہوگا۔"

(۳۰ جون ۱۹۴۵ء)

(عرب اور خلافت پاکستان صفحہ ۴۳۰)

گاندھی جی کے اعتراضات

یہ تو اسلام سے عشق و محبت اور مسلمان کو سربلند و سرفراز صاحب شوکت و جلال اور قوی و قادر اور برومند دیکھنے کے متمنی حضرات تھے جن کے خیالات و احساسات اور جذبات آپ سطور

Marfat.com

بالا میں پڑھ چکے ہیں اب آپ مسلمانوں کے مونس وغمخوار اور دردمند و دلفگار گاندھی جی کو دیکھئے کہ وہ کس انداز میں قائداعظم کی مخالفت اور مسلمانوں سے ہمدردی و مہربانی کا اظہار فرماتے ہیں۔

اب ہم مسلم لیگ کے معترضین کے آشا واز لی جناب گاندھی جی کے اعتراضات کا تجزیہ کرکے دیکھتے ہیں کہ وہ کس درجہ وقیع ہیں۔ وہ حسب معمول اس میدان میں بھی اپنی شان مہاتمائیت کے ساتھ وارد ہوئے ہیں چہرہ زرد لب پر آہ سرد۔ غم سے نڈھال دونوں ہاتھ سے کلیجہ تھامے افتاں وخیزاں تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں :۔

"میں پوری جرأت وجسارت کے ساتھ اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ مسٹر جناح اور ان کے ہم خیال حضرات اپنی اس روش سے اسلام کی کوئی خدمت سرانجام نہیں دے رہے۔ بلکہ وہ اس پیغام کی غلط ترجمانی کر رہے ہیں جو لفظ اسلام کے اندر پوشیدہ ہے مجھے یہ کہنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ آجکل مسلم لیگ کی طرف سے جو کچھ ہو رہا ہے اس سے میرے دل پر سخت ٹھیس لگ رہی ہے میں اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کروں گا۔ اگر میں ہندوستان کے مسلمانوں کو اس دروغ بافی سے متنبہ نہ کروں جس کا اس نازک وقت میں ان میں پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے" (ہندوستان ٹائمز ۲۴/۷)

اللہ اکبر! مسلمانوں کا درد مہاتما جی کے قلب حزیں کو کس درجہ ستا رہا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس غم میں گھلے جا رہے ہیں کہ اسلام کے دامن تقدیس پر کوئی دھبہ نہ آجائے۔ مسلمانوں کو کوئی سیدھے راستہ سے نہ بھٹکا دے۔ اللہ رے انداز غمخواری!

ہوئے تم دوست جس کے اس کا دشمن آسماں کیوں ہو

اس اثر میں ڈوبی ہوئی تمہید کے بعد اعتراضات ملاحظہ فرمایئے:۔

Marfat.com

گاندھی جی علیحدگی کی اسکیم کے خلاف براہِ راست اعتراض نہیں کرتے بلکہ وہ اس اصول کے خلاف اعتراض کرتے ہیں۔ جس پر علیحدگی کی اسکیم مبنی ہے۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ یہ نظریہ سراسر غیر اسلامی اور حقائق کے خلاف ہے کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں اور چونکہ علیحدگی کی اسکیم کی بنیاد اس "مفروضہ" پر ہے کہ مسلمان ایک جداگانہ قوم ہیں اذفات الشرط فات المشروط۔ جب یہ ثابت ہو جائے کہ وہ جداگانہ قوم ہی نہیں تو پھر جداگانہ حکومت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

فرماتے ہیں :-

"دو قوموں کا نظریہ بالکل باطل ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت یا خود دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر مسلمان ہوئی ہے یا ان کے آباؤ اجداد مسلمان ہوئے تھے۔ اس لیے محض مسلمان ہو جانے سے وہ ایک جداگانہ قوم نہیں بن سکتے۔ بنگال کا مسلمان وہی زبان بولتا ہے جو وہاں کا ہندو بولتا ہے۔ وہی کچھ کھاتا ہے انہی چیزوں سے دل بہلاتا ہے جن سے ان کا ہندو ہمسایہ دل بستگی کے سامان پیدا کرتا ہے ان کا لباس ایک جیسا ہوتا ہے۔ میرے لیے اکثر بیرونی علامات کی بنا پر ایک مسلمان بنگالی اور ہندو بنگالی میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ سر علی امام (مرحوم) کو پہلی دفعہ دیکھا میں قطعاً محسوس نہ کر سکا کہ وہ ہندو نہیں ہیں ان کی گفتگو۔ لباس آداب و اطوار خوراک سب وہی تھے جو ان ہندوؤں کے تھے جن میں وہ رہتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ جب میں پہلی مرتبہ قائداعظم مسٹر محمد علی جناح سے ملا ہوں تو پہچان نہ سکا کہ وہ مسلمان ہیں۔ ان کی قومیت تو ان کے چہرے اور آداب و اطوار پر لکھی ہوئی تھی۔ قارئین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ میں کئی دنوں تک نہیں

Marfat.com

مہینوں تک مسٹر پٹیل (آں جہانی) کو مسلمان ہی سمجھتا رہا کیونکہ وہ داڑھی رکھتے تھے اور ترکی ٹوپی پہنتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ بس ہندو اور مسلمان دو قومیں نہیں ہیں۔ جنھیں خدا نے ایک بنا دیا ہو انسان انھیں کبھی دو نہیں بنا سکتا۔ ۔ ۔ ۔ میری روح اس امر کے تصور سے بغاوت کرتی ہے کہ اسلام اور ہندو مت دو مختلف اور متضاد کلچر اور نظریۂ حیات کے مذاہب ہیں۔ کسی ایسے نظریہ کا تسلیم کرنا میرے نزدیک خدا کے انکار کے مرادف ہے۔ کیونکہ میرا یہ قلبی عقیدہ ہے۔ کہ قرآن کا خدا بھی وہی ہے جو گیتا کا خدا ہے اور ہم تمام ایک ہی خدا کے عیال ہیں۔ خواہ ہم کسی نام سے کیوں نہ پکارے جائیں۔ میں اس نظریہ کے خلاف یقیناً بغاوت کروں گا کہ وہ لاکھوں مسلمان جو ابھی کل تک ہندو تھے۔ اسلام قبول کرکے اپنی قومیت بھی بدل بیٹھیں"۔

(ہندوستان ٹائمز ۱۴ اپریل ۱۹۴۷ء)

ملاحظہ فرمایئے آپ نے وہ دلائل جن کی بنا پر گاندھی جی کے نزدیک مسلمان ایک الگ قوم نہیں بن سکتے؟

۱۔ یعنی ہندوستان کے مسلمان چونکہ نومسلم ہیں یا نومسلموں کی اولاد ہیں اس لیے تبدیلی مذہب سے قومیت کی تبدیلی بھی نہیں ہو سکتی۔

۲۔ ہندو اور مسلمان چونکہ ایک زبان بولتے ہیں۔ ایک جیسا لباس پہنتے ہیں۔ ایک جیسا کھاتے پیتے ہیں۔ بظاہر دیکھئے ایک دوسرے سے پہچانے نہیں جاتے۔ اس لیے قوم کے افراد ہیں۔

۳۔ زبان۔ لباس۔ خوراک۔ آداب و اطوار کی یکسانیت کی بنا پر خدا نے انھیں ایک قوم بنا دیا ہے۔ اس لیے کوئی انسان

Marfat.com

ان کو الگ الگ قومیں قرار نہیں دے سکتا۔

۴۔ قرآن اور گیتا کا خدا ایک ہے۔

۵۔ ہم سب ایک ہی خدا کے عیال ہیں۔

۶۔ ہندو مت اور اسلام ایک ہی کلچر اور ایک ہی نظریۂ زندگی پیش کرتے ہیں۔

اگر آپ کو یہ نہ بتایا جاتا کہ یہ دلائل کس کی طرف سے دئے گئے ہیں تو آپ ان کے طفلانہ پن پر اپنی ہنسی نہ تھام سکتے لیکن چونکہ یہ دلائل اس کی طرف سے ہیں جسے ایک قوم دنیا کا سب سے بڑا انسان مانتی ہے اس لیے مجبوراً انھیں در خورِ اعتنا سمجھنا پڑتا ہے گاندھی جی نے اکثر اس دعوے کا اعادہ کیا ہے کہ انھوں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ قرآن بھی پڑھا ہے اور سیرت مقدسہ پر بھی عبور ہے۔ اگر ان کا دعویٰ صحیح ہے تو حیرت ہے کہ وہ کونسا قرآن اور کونسی سیرت کی کتاب تھی جس کے مطالعہ نے انھیں اس نتیجہ پر پہنچا دیا جس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد یہ دلائل انھوں نے اس شرح وبسط سے پیش فرمائے ہیں۔ ہم گاندھی جی کی خدمت میں گذارش کریں گے۔ کہ وہ سب باتوں سے قطع نظر صرف اسلام کے اولین دور کی تاریخ کو سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ وہ انھیں کس نتیجہ پر پہنچاتی ہے۔ اس حقیقت سے تو کسی شخص کو انکار نہیں ہو سکتا کہ نبی اکرم صلعم نے اسلام کے ذریعہ ایک جدید قوم تیار فرمائی جسے ملت اسلامیہ کہا جاتا تھا۔ وہ قوم جسے قرآن کریم نے کہیں خیر امۃ کہا۔ کہیں اسے امت وسطیٰ قرار دیا۔ کہیں انھیں حزب اللہ (اللہ کے گروہ) کے لقب سے سرفراز فرمایا اور ہر مقام پر یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (جماعت مومنین) سے مخاطب کیا۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ کہ

Marfat.com

اسلام نے آکر ایک نئی قوم کی تخلیق کی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نئی قوم بنی کیسے تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام مسلمان یکسر نو مسلم (CONVERTS) تھے۔ کفر کو چھوڑ کر ایمان لائے تھے۔ پھر ان کے بعد کے مسلمان انہی نو مسلموں کی اولاد تھے سو اب غور فرمائیے کہ اس کے بعد گاندھی جی کی دلیل میں کیا وزن رہ گیا۔ کہ ہندوستان کے مسلمان چونکہ نو مسلم ہیں یا نو مسلموں کی اولاد ہیں اس لیے وہ تبدیلی مذہب سے قومیت تبدیل نہیں کر سکتے۔ اگر حضرت عمرؓ بن خطاب اسلام لانے کے ساتھ ایک جدید قوم کے فرد بن گئے تھے۔ اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک نو مسلم (CONVERTS) کی اولاد ہونے کے باوجود امت مسلمہ کے فرد تھے اور اپنے والد کی پرانی قومیت سے انھیں کوئی علاقہ نہیں رہا تھا۔ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندوستان کا نو مسلم یا اس نو مسلم کی اولاد تبدیلی مذہب کے بعد بھی قومیت کے لحاظ سے ہندو کیسے رہے گی! آپ نے غور فرمایا کہ یہ خیال کہ یہاں کے مسلمان بھی ہندو ہوتے تھے کس طرح گاندھی جی کے سینہ پر سانپ بن کر لوٹ رہا ہے۔ اور وہ کس طرح تلملا رہے ہیں۔ کہ یہ نو مسلم اگر مذہب کو سردست نہیں چھوڑ سکتے تو کم از کم اپنے دامن قومیت کو آبا و اجداد سے وابستہ رکھیں۔ اس کے بعد انھیں پھر سے ہندو دھرم کے آغوش میں لے لینا مشکل نہ ہوگا۔

اب اس کے بعد ذرا زبان۔ لباس۔ خوراک و شباہت کی یکسانیت کو لیجئے۔ جس کی بنا پر گاندھی جی ہندو مسلمانوں کو ایک قوم قرار دے رہے ہیں۔ اس کے لیے بھی آپ کو اسلام کے دورِ اولیٰ کی تاریخ پر نگاہ ڈالنی ہوگی۔ کفارِ عرب میں سے جو لوگ مسلمان

Marfat.com

ہوئے تھے اُن کی زبان وہی تھی۔ لباس وہی تھا۔ کھانے پینے کے انداز وہی تھے۔ وہی کھجوریں اور وہی اونٹنی کا دودھ شکل و شباہت ایک جیسی تھی۔ میدانِ بدر میں ابوجہل اور ابوبکر صدیقؓ ایک جیسا لباس پہنے ایک جیسے ہتھیار باندھے ایک سی زبان بولتے ایک جیسی شکل و شباہت لیے ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے حتیٰ کہ مسٹر پٹیل آنجہانی کی طرح ابوجہل، ابولہب کی بھی ڈاڑھیاں موجود تھیں لیکن ان تمام ظاہری یکسانیت کے باوجود ان دونوں (یعنی حضرت ابوبکرؓ اور ابوجہل کے درمیان ایک اختلافِ عظیم تھا۔ ایک افتراق وسیع تھا اور وہ اختلاف کفر و ایمان کا اختلاف تھا جو ان دونوں کو دو الگ الگ قوموں میں تقسیم کرکے نسل و رنگ۔ خون۔ وطن کے اشتراک کے باوجود شمشیر بکف ایک دوسرے کے مدِمقابل لے آیا تھا۔ اور اس انداز سے کہ باپ ایک طرف تھا اور بیٹا دوسری طرف چچا ایک طرف اور بھتیجا دوسری طرف۔ داماد ایک طرف تھا اور خسر دوسری طرف۔ یہ تھا اسلامی نقطۂ نظر قوموں کی تقسیم کے متعلق۔ ان میں کوئی ذاتی مخاصمت نہ تھی۔ تقسیم جائداد کے جھگڑے نہ تھے۔ خاندانی رقابتوں کی مناقشت نہ تھی۔ اختلاف تھا تو صرف ایک اور وہ تھا فقط کفر اور ایمان کا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ ایک قوم ہونے کے جس قدر معیار گاندھی جی نے قائم کیے ان میں سے کون سا معیار تھا جو ابوجہل اور حضرت ابوبکر صدیقؓ میں مشترک نہ تھا لیکن اس اشتراک کے باوجود کیا آج کوئی شخص ایسا ہے جو یہ کہہ سکے کہ (نعوذ باللہ) ابوجہل اور حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک قوم کے فرد تھے! یہ جس قدر معیار گاندھی جی نے قائم کیے ہیں۔ سب انسانوں کے وضع کردہ ہیں لیکن جس معیار

Marfat.com

کے مطابق ابوجہل اور ابوبکر صدیقؓ مختلف قوموں میں تقسیم ہو گئے تھے وہ معیار خدا کا قائم کردہ تھا۔ لہٰذا جنھیں خدا نے دو قوموں میں تقسیم کر دیا کونسا انسان ہے جو انھیں ایک قوم بنا سکتا ہے؟ یہ خدا کی تقسیم کا ہی نتیجہ تھا کہ ایک ہی ملک۔ ایک ہی شہر کے باشندے۔ ایک نسل۔ ایک پیشے والے ایک جیسی ظاہری شکل و شباہت رکھنے کے باوجود ابوجہل کی لڑکی کی شادی ابوبکرؓ کے لڑکے کے ساتھ نہیں ہو سکتی تھی۔ ناجائز تھی۔ حرام تھی۔ اس وقت بھی حرام تھی اور آج بھی ایک مسلم اور مشرک کی شادی حرام ہے، لیکن اس کے برعکس اختلافِ نسل۔ اختلافِ رنگ۔ اختلافِ زبان۔ اختلافِ لباس کے باوجود بلالِ حبشی کے نکاح کے لیے بڑے بڑے سرداران قریش اپنے ہاں کے رشتے پیش کرتے تھے۔ یہ کیا تھا! وہی خدا کی تقسیم کہ جونہی ایک شخص نے کہا لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ وہ اپنے سابقہ تمام تعلقات کو منقطع کر کے ایک جدید قوم کا فرد ہو گیا کہ جس طرح دنیا کی کوئی طاقت ایک قطرے کو سمندر سے الگ نہیں کر سکتی اسے بھی کوئی اس نئی قوم سے الگ نہیں کر سکتا!

یہ ہے مہاتما صاحب! اسلام کا معیارِ قومیت۔ یہ زمانہ علم و بصیرت کا عہد ہے اس میں نری مہاتمائیت سے ہندوؤں جیسی پتھر پوجنے والی قوم میں تو کام چل سکتا ہے۔ فہم و دانش رکھنے والے ان باتوں سے نہیں بھٹکائے جا سکتے۔

اگر ہو سکے تو کوئی ایسی دلیل پیش کیجیے جو علم و دانش کے معیار پر بھی پوری اترے اور ظاہری یکسانیت ہی معیارِ قومیت ہے تو ذرا مہاتما جی سے پوچھیے کہ جرمنی کے یہودی اور وہاں کے ایک عیسائی میں شکل و صورت، لباس۔ وضع قطع زبان وغیرہ میں

Marfat.com

کیا فرق ہے؟ اس کے باوجود ایک قوم کے افراد نہ بن سکے۔
دُور کیوں جائیے ایک انگریز اور ایک جرمن کو لیجئے۔ کوئی شخص ان کی ظاہری ہیئت سے ان میں تمیز ہی نہیں کر سکتا۔ لیکن فرمائیے کہ کیا یہ دونوں ایک ہی قوم کے افراد ہیں اور اس پر بھی وہ نہ سمجھے تو اس بُت سے خدا سمجھے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک قوم ہونے کی یہ بھی دلیل ہے۔ کہ قرآن کا خدا وہی ہے۔ جو گیتا کا خدا ہے سبحان اللہ کیا لاجواب دلیل لائے ہیں۔

جان تذرِ دینی بھول گیا اضطراب میں

ذرا ان سے پُوچھئے کہ کیا گیتا اور انجیل کا خدا ایک نہیں! اگر ایک ہی ہے تو پھر انگریز اور ہندو مختلف قوموں کے افراد ہیں یا ایک ہی قوم ہیں۔

انگریزوں اور ہندوؤں کو کیوں الگ الگ قومیں قرار دیا جا رہا ہے اور اشتراک معبودیت کے لیے صرف قرآن اور گیتا ہی کو کیوں مخصوص کیا گیا ہے؟ خدا جانے یہ مہاتما جی کس آسمان سے بولتے ہیں۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اس بیان کی آخری دلیل تو واقعی اس زمین کی نہیں کسی آسمان سے اُتری ہوئی ہے۔ یعنی یہ کہ ہندو اور مسلمان ایک ہی خدا کے عیال (CHILDREN) ہیں اس لیے ایک ہی قوم کے فرد ہیں یعنی ہندو اور مسلمان ایک خدا کی "اولاد" ہیں اور انگریز۔ جرمنی۔ فرانسیسی۔ اطالوی۔ حبشی۔ رُوسی، یہ نعوذ باللہ الگ الگ خداؤں کی مخلوق ہیں۔ اس لیے الگ الگ قومیت رکھتے ہیں! اور

Marfat.com

اگر یہ بھی اسی ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں تو ساری دنیا کے انسان ایک ہی قوم ہیں۔ ہندو اور مسلمان کی اس میں تخصیص کیا ہے سچ فرمایا ہے شیخ سعدیؒ نے کہ

تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنر نہفتہ باشد

اور پھر یہ بھی سنا آپ نے کہ مہاتما جی فرماتے ہیں کہ یہ تصور کہ اسلام اور ہندومت دو الگ الگ کلچر اور نظریات حیات کے مذاہب ہیں میری روح میں بغاوت پیدا کرتا ہے۔ یہ تصور خدا کی ہستی سے انکار کے مرادف ہے۔"

ذرا جمعیت العلماء کو آواز دینا! وہ فرماتے تھے کہ آزاد ہندوستان میں ایک ایسا شعبہ قائم ہوگا جو مسلمانوں کے مخصوص کلچر اور نظریاتِ حیات کا محافظ ہوگا، اور اُن سے متعلقہ احکام صرف وہی شعبہ جاری کر سکے گا۔"

اُن کے رہبر کا تو یہ فیصلہ ہے کہ یہ خیال کہ اسلام کسی الگ کلچر کا حامل ہے خدا سے انکار کے مرادف ہے۔

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیرما!

مثل مشہور ہے کہ "یہ نتھ بنوانے کو پھرے وہ ناک کاٹنے کو پھرے"۔ یہ حضرات اسلامی کلچر کے تحفظ کے خواب دیکھ رہے ہیں اور مہاتما جی اس تصور ہی کو الحاد و زندیقیت قرار دے رہے ہیں اس کے باوجود ان حضرات کا دعویٰ ہے کہ مہاتما گاندھی کی رہنمائی ہمیں منزلِ مقصود تک پہنچا سکتی ہے؟" (راشٹرپتی مولانا ابوالکلام آزاد)

گاندھی جی اپنے ایک دوسرے مضمون میں لکھتے ہیں:۔

"میں ایک تنگ نظر ہندومت یا تنگ نظر اسلام کا تصور نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

ہندوستان ایک بہت بڑا ملک ہے۔ اور ایک بڑی قوم ہے جو مختلف تہذیبوں پر مشتمل ہے اور یہ تہذیبیں اب ایک دوسری میں مدغم ہونی شروع ہو گئی ہیں ..... لیکن مسلم لیگ نے مسلمانوں کو یہ سبق پڑھانا شروع کر دیا ہے کہ یہ تہذیبیں ایک دوسرے میں مدغم نہیں ہو سکتیں۔"

(ہندوستان ٹائمز۔ مورخہ ۸ مئی سنہ ۱۹۴۰ء)

ہمارا خیال ہے کہ اس مضمون میں گاندھی جی نے ہندوستان کی موجودہ کشمکش کے متعلق ہندوؤں اور مسلمانوں کے نقاط نگاہ کو واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ اسلام ایک جداگانہ تشخص رکھتا ہے۔ اپنا الگ امتیازی نشان رکھتا ہے اور یہی جداگانہ تشخص اور الگ امتیازی نشان ہے۔ جسے اسلامی تہذیب کہتے ہیں اور یہی تہذیب ہے۔ جو ہر ہندو کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کا یہ امتیازی نشان مٹا دیا جائے۔

مسلمانوں سے پیشتر جتنے لوگ ہندوستان میں آئے۔ ہندوؤں نے ان کے ساتھ یہی کیا۔ ان کی تہذیب کو اپنے اندر مدغم کرنا شروع کیا اور جب وہ اپنے جداگانہ تشخص کو یوں کھو بیٹھے تو خود بخود ہندو قوم کا جزو بن گئے۔ یونانی۔ پارتھین۔ ستھین۔ کتنی مختلف قومیں یہاں آئیں۔ لیکن آج ان کا کہیں پتہ نشان نہیں ملتا۔ اب سب کو یہ اکمال الامم نگل گیا۔ مسلمانوں کے ساتھ بھی اس نے یہی کچھ کرنا چاہا۔ لیکن یہ ہڈی ذرا سخت تھی آسانی سے نگلی نہ گئی۔ بایں ہمہ ہندو نے اپنی کوشش نہیں چھوڑی۔ دین الٰہی۔ برہمو سماج۔ کبیر پنتھ۔ ست سنگ وغیرہ تحریکیں اسی کوشش ناتمام کی مختلف شاخیں تھیں اور یہی کوشش آج "ایک قوم" اور ایک "ملک"

Marfat.com

کے نئے لباس میں جلوہ پیرا ہو رہی ہے۔ وار دھا کی تعلیمی اسکیم بھی اس شاخ کا شگوفہ اور مولانا ابوالکلام کی برہمو سماجی تفسیر بھی اسی زنجیر کی ایک کڑی تھی۔

یہ تو ہے ہندوؤں کا نقطۂ نگاہ۔ اس کے برعکس مسلم لیگ کا نظریہ۔ خود گاندھی جی کے الفاظ میں یہ ہے کہ مسلمان ایک الگ تہذیب رکھتے ہیں اور یہ تہذیب کسی دوسری تہذیب میں مدغم نہیں ہو سکتی اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان کسی دوسری قوم کا جزو نہیں بن سکتے چونکہ لیگ کی یہ روش ہندوؤں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا رہی ہے اس لیے یہ اس کا اتنا بڑا جرم ہے۔ جو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ مسلم لیگ کا نصب العین کیا ہے! ہندو اس کی مخالفت کیوں کرتا ہے! یہ سب کچھ گاندھی جی نے اپنے ان چند الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ اب ہم اپنے قومیت پرست حضرات سے بالعموم اور ان میں سے حضرات علماء کرام سے بالخصوص دریافت کرتے ہیں کہ اس کے بعد ان کے پاس اپنے مسلک کے جواز میں کونسی دلیل رہ جاتی ہے! یہ حضرات ہمیشہ اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم اسلامی تہذیب کے محافظ ہیں۔ ہم ہندوستان کے مستقبل کے نظام حکومت میں اسلامی تمدن و تہذیب کے تحفظ کا پورا پورا انتظام کریں گے ذرا غور فرمائیے کہ جو کچھ گاندھی جی فرما رہے ہیں اس کے بعد اسلام کی جداگانہ تہذیب اور اس تہذیب کے تحفظ کا کوئی سوال باقی رہ جاتا ہے! کیا بھی وہ چیزیں نہیں جس کی بنا پر مسلم لیگ کشتنی اور گردن زدنی قرار دی جا رہی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ یا تو یہ حضرات اس قدر سادہ لوح ہیں کہ اتنی سی بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آ سکتی اور یا یہ اتنی گہری سازش ہے جس کے یہ حضرات دیدہ و دانستہ کل پرزے بنے ہوئے

Marfat.com

ہیں۔ اس کے سوا کوئی تیسری چیز تو ہماری سمجھ میں آتی نہیں۔

اس کے بعد گاندھی جی اپنے محولہ صدر مضمون میں فرماتے ہیں کہ

"مذہب کا کام یہ ہے کہ وہ خدا اور بندے اور انسان اور انسان میں رشتہ پیدا کر دے۔ کیا اسلام صرف ایک مسلمان ہی کو دوسرے مسلمان سے ملاتا ہے اور ہندو کی مخالفت سکھاتا ہے! کیا رسول اکرمؐ کا پیغام مسلمانوں کو اپنے اندر ہی امن و سلامتی کی تلقین کرتا ہے اور ہندوؤں اور غیر مسلموں کے ساتھ جنگ کرنا سکھاتا تھا! کیا ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کے قلوب کی پرورش اس چیز سے کی جائے گی۔ جسے میں زہر ہلاہل کے سوا اور کچھ قرار نہیں دے سکتا۔ وہ لوگ جو اس زہر کو مسلمانوں کے دلوں میں بھر رہے ہیں وہ اسلام کے ساتھ بہت بڑی بدخواہی کر رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اسلام یہ نہیں ہے۔ میں مسلمانوں میں ایک آدھ دن نہیں مسلسل بیس برس سے رہتا چلا آ رہا ہوں۔ مجھے تو کسی ایک مسلمان نے بھی ایسا نہیں بتایا کہ اسلام ہندو مت کے مخالف ہے" (ایضاً)

ہم گاندھی جی سے پوچھتے ہیں کہ ان کے اصول کے مطابق تمام انسان ایک جیسے ہیں۔ ان کا دھرم انھیں تمام انسانوں سے محبت و امن اور سلامتی کی تلقین کرتا ہے! جب ان کا دھرم انھیں یہ سکھاتا ہے تو ہندوستان کے رہنے والوں کو ایک الگ قوم قرار دے کر انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی کیوں لڑ رہے ہیں! کیا انگریز انسان نہیں اور کیا ان کی حکومت انسانوں کی حکومت نہیں! پھر اس حکومت کو لعنت کیوں قرار دیا جا رہا ہے۔ کیا یہ ہندوستانی اور انگریز کی تفریق انگریزوں کے خلاف جذبۂ منافرت پیدا نہیں کرتی! کیا گاندھی جی جذبۂ منافرت کی زہر ہندوستانیوں کے دلوں میں نہیں بھر رہے!

Marfat.com

کیا یہ ایک انسان کو دوسرے سے جدا کرنا نہیں! کیا انکا دھرم صرف ایک ہندوستانی کو دوسرے ہندوستانی کے ساتھ ملانیکا ہی سبق دیتا ہے۔ گاندھی جی کو یہ کہنا چاہیئے کہ ہندوستانی ایک جدا قوم ہیں اور انگریز ایک جدا گانہ قوم اور اُن کی تمام جدّوجہد انگریز کے خلاف نہیں بلکہ ہندوستانیوں کی تائید میں ہے۔ وہ ہندوستانیوں کو اُن کا حق دلانے کی خاطر جنگ آزادی لڑ رہے ہیں اور یہ کوئی جرم نہیں جرم اس وقت تھا جب انگریز کے ساتھ ظلم کیا جاتا! اس جواب کے بعد مسلمانوں کی پوزیشن کو سمجھئے۔ گاندھی جی کی نزدیک ایک انسان کو دوسرے انسان سے متمیز کرنے کا معیار وطن ہے۔ اس لیے اُن کے نظریہ کی رو سے ہندوستان کے رہنے والے ایک الگ قوم اور انگریز ایک دوسری قوم ہیں اور ایک قوم کو کوئی حق حاصل نہیں کہ دوسری قوم پر غلبہ و تسلط حاصل کرے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کے خلاف جدّوجہد کرنا کوئی جرم نہیں۔ اسی طرح اسلام نے بھی ایک انسان کو دوسرے انسان سے متمیز کرنے کا اُصول قائم کیا ہے۔ وہ اُصول وطنی حدود نہیں۔ بلکہ مذہب ہے جو شخص اسلام قبول کرتا ہے۔ وہ ایک الگ قوم کا فرد اور جو نہیں کرتا وہ دوسری قوم سے متعلق ہو جاتا ہے۔ بس اتنا فرق سمجھ لینے کے بعد باقی سب باتیں خود بخود حل ہو جاتی ہیں۔

مسلمانوں کے نقطۂ نگاہ سے چونکہ ہندو ایک الگ قوم ہیں اسی لیے وہ ہندوؤں کے غلبہ و تسلط کو کسی حالت میں بھی برداشت نہیں کر سکتے جس طرح گاندھی جی انگریز کے غلبہ و تسلط کو "بدیشی" قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان بھی غیر مسلموں کے غلبہ و تسلط کو (خواہ وہ انگریز کا ہو یا ہندو کا) "بدیشی" (یعنی غیر اسلامی سمجھنے پر مجبور ہیں اور اس غلبہ و تسلط کے خلاف پوری

Marfat.com

جدّوجہد کرنا ان کے نزدیک جہاد ہے۔ مقدّس فریضہ مذہبی ہے جس طرح گاندھی جی کے نزدیک یہ جدّوجہد ایک قومی اور وطنی فریضہ ہے۔ مسلمانوں کی یہ جدّوجہد نہ کسی کی مخالفت ہے نہ امن وسلامتی کے منافی۔ اس لیے کوئی جرم نہیں۔ جرم اس وقت ہوتا ہے جب یہ دوسروں کے حقوق غصب کرتے۔ ان پر ظلم کرتے۔ گاندھی جی نے انگریزوں سے اپنا حق چھیننے کے لیے یہ جدّوجہد کی۔ تو عین شرف انسانیت اور مسلمان ہندوؤں سے اپنا حق واپس لینے کے لیے جدّوجہد کریں تو یہ انتہائی وحشت و بربریت۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

باقی رہا اسلام کا (ANTI HINDU) ہونا سو اگر (ANTI) کے معنی ایسی مخالفت ہے جس میں ظلم وعدوان پایا جائے تو اسلام دنیا میں قطعاً (ANTI HINDU) نہیں۔ کسی مذہب کا بھی ایسا مخالف نہیں۔ کسی انسان کا بھی ایسا دشمن نہیں اس لحاظ سے وہ سرتاپا امن وسلامتی کا پیغامبر ہے کہ وہ کسی کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتا لیکن اگر (ANTI) سے مراد یہ ہے کہ وہ صرف اپنے آپ کو خدا کا سچا مذہب سمجھتا ہے اور کسی کو حق پر نہیں مانتا تو ہمیں اس امر کے اعلان کرنے میں قطعاً تامل نہیں۔ کہ اسلام دنیا کے ہر مذہب۔ انسانوں کے وضع کردہ ہر نظریہ اور اپنے متعین کردہ نظام کے سوا دنیا کے ہر نظام کو باطل سمجھتا ہے اس کا اعلان ہے کہ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

اللہ کے نزدیک اگر کوئی دین ہے تو صرف اسلام ہے جو اس کے سوا کسی اور دین کو دین حق سمجھتا ہے تو باطل پرست ہے اس کا وہ دین قطعی قابل پذیرائی نہیں"۔

Marfat.com

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه

"جو اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرے گا تو اس کا وہ دین کبھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس نے اپنی بعثت کا مقصد ہی یہ بیان کیا ہے کہ وہ تمام ادیان عالم پر غالب آجائے۔ وھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کله ولو کرہ المشرکون ۔

"اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت یعنی دین حق کے ساتھ بھیجا کہ وہ دین تمام ادیان پر غالب آجائے خواہ یہ بات مشرکین کو کتنی ہی گراں کیوں نہ گذرے اس نے آتے ہی اعلان کر دیا کہ "جاء الحق وزھق الباطل ط ان الباطل کان زھوقا ط حق آگیا اور باطل دور ہو گیا کہ باطل کی فطرت ہی یہ ہے کہ حق آنے پر کافور ہو جائے۔"

گاندھی جی کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر دس برس کے عرصہ میں کسی مسلمان نے قرآن کریم کی یہ صریح آیات پڑھ کر سنائیں تو اس نے اسلام کے ساتھ غداری کی ہے اور گاندھی جی کے ساتھ فریب کاری۔ یہ یاد رہے کہ اسلام کا یہ دعویٰ کسی تنگ نظری یا تعصب پر مبنی نہیں بلکہ جیسا کہ ہم شروع میں لکھ چکے ہیں اسلام دین فطرت ہے اور فطرت کا قانون ہمیشہ ایک ہوتا ہے۔ دو متضاد قوانین ایک ہی فطرت کے قانون نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اگر سناتھیا کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ہلاکت کا موجب ہے کوئی تعصب یا تنگ نظری نہیں تو کسی غیر اسلامی (یعنی غیر فطری) نظریۂ زندگی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ زندگی بخش نہیں (لہٰذا باطل ہے) کوئی برائی نہیں"۔ مذہبی جنون" نہیں حق کو حق کہنا عین انصاف ہے۔ خواہ اس سے ساری دنیا ناراض کیوں نہ ہو جائے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے — یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

(مولانا محمد علی جوہرؒ)

Marfat.com

پھر گاندھی جی فرماتے ہیں کہ ذرا ان مسلمانوں کو دیکھئے ان کے نزدیک

"ہندو حکومت کے ماتحت رہنا گناہ ہے حتیٰ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ حکومت بھی ان کے نزدیک ناقابلِ تصور رہے۔" (ایضاً)

لیکن مہاتما جی نے اتنا نہیں سوچا کہ خود انکی اپنی کیا حالت ہے۔ پاکستان میں مسلمانوں کی حکومت کا تصور اُن کا خون کھولا رہا ہے حتیٰ کہ انھوں نے اعلان کر دیا کہ وہ اس سکیم کی مخالفت میں اپنے اہنسا کی پوری قوتیں صرف کر دیں گے۔

حالانکہ گاندھی جی پر اسکے متعلق کوئی مذہبی پابندی عائد نہیں ہوتی جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ہم باب اوّل میں لکھ چکے ہیں کہ انکے نزدیک کسی غیر مسلم کی حکومت کے ماتحت رہنا گناہ ہی نہیں بلکہ غیر اسلامی زندگی ہے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ حکومت کا تصور بھی روحِ اسلامی کے منافی ہے۔ اسلئے اگر مسلمان ایسی حکومت کے ماتحت رہنا گناہ سمجھتے ہیں تو بالکل حق بجانب ہیں۔ انکے نزدیک یہ ویسی ہی غلامی ہے جیسی انگریز کی خواہ یہ خالص ہندوؤں کی حکومت ہو یا ایسی حکومت جس میں اکثریت ہندوؤں کی ہو۔ دونوں قرآن کی رُو سے ناجائز اور اسلئے مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول ہیں۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ کو ن ط

مصیبت یہ ہے کہ گاندھی جی یا ان کے ہمنوا حضرات کو اسلام کے متعلق واقفیت تو کچھ ہے نہیں اور دعویٰ ہمدردی کا کرتے ہیں اس سے بڑھ کر یہ مصیبت کہ مسلمانوں سے جو لوگ ان کے حاشیہ نشین ہیں وہ بھی تو روحِ اسلام سے بالکل کورے ہیں یا اگر اس سے واقف ہیں تو اس جرأت ایمانی سے محروم ہیں جو ان میں حق گوئی کی قوت پیدا کرے۔ نتیجہ یہ کہ گاندھی جی آئے دن اس قسم کے فتاوی صادر فرماتے رہتے ہیں کہ فلاں چیز اسلام کے خلاف ہے اور فلاں نظریہ اسلام کے عین مطابق ہے اور قومیت پرست علماء سب کچھ سنتے ہیں اور ایک لفظ تک اپنی زبان پر لانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر ہندو ارباب سیاست کو اسلام کی صحیح تعلیم سے آگاہ کیا جائے تو اس کے بعد وہ اپنے خفیہ منصوبوں کو اسلام کے نقاب میں پیش کرنے کی جرأت تو نہ کر سکا کریں۔ لیکن آج یہ کون کرے۔ ایک کرنے والے تھے انھیں بھی کارپردازانِ قضاو قدر نے ہم سے چھین لیا۔ سچ کہا تھا اس مردِ قلندر نے کہ ؎

از تب و تابم نصیب خود بگیر بعد ازیں ناید چو من مردِ فقیر (اقبالؒ)

Marfat.com

پھر گاندھی جی فرماتے ہیں :-

"اگر پاکستان محض ایک دھمکی ہی نہیں بلکہ ایک قابل قبول (DESIRABLE) نصب العین ہے تو پھر اسکی مخالفت کیوں کی جائے لیکن اگر یہ ناقابل قبول (UNDESIRABLE) ہے اور اس کا مقصد محض یہ ہے کہ مسلمان اسکی آڑ میں زیادہ کچھ حاصل کر لیں تو پھر اس کا کوئی حل بھی ہو۔ وہ نا انصافی پر مبنی ہوگی اسلئے میں بیٹھا دیکھ رہا ہوں کہ کب یہ بیٹا دور ہو" (ایضاً)

"یہ زیادہ حاصل کرنے کا طعنہ بھی آپ نے سنا ؟ ایک کم تولنے والے بنیا سے اگر آپ لڑ جھگڑ کر پورے تول کا سودا خرید لیں تو آپ کے معیار کے مطابق وہ پورا ہوگا لیکن بنیا کے نزدیک وہ زیادہ ہوگا۔ مسلمان چاہتے کیا ہیں فقط اتنا کہ جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں ہندوؤں کی حکومت ہو اور جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی حکومت ہو اور گاندھی جی کے نزدیک مسلمان ڈرا دھمکا کر زیادہ کچھ حاصل کرنے کی ٹھان رہے ہیں۔ گاندھی جی کے نزدیک "پورا تول" تو اس وقت ہوگا۔ جب مسلمان خاموشی سے اکثریت کی حکومت قبول کر لیں اور اس کو آزادی قرار دے دیں لیکن گاندھی جی سے کہا جائے کہ وہ سوچیں کہ وہ سودا گر گئے جو اس قسم کے سودے کیا کرتے تھے ؎

اس عہد میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور (اقبالؒ)

غیر مسلم اقلیتیں اس اسکیم کی مخالفت میں جو سب سے بڑا حربہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ وہ غیر مسلم اقلیتوں کو یہ کہہ کر مشتعل کرنا ہے۔ کہ اس اسلامی حکومت میں تمہارے حقوق پامال ہو جائیں گے۔ اس لیے تمہیں پورے زور اور قوت کے ساتھ اس کی مخالفت کرنی چاہیے چنانچہ اس باب میں پنجاب کے سکھوں کو بہت زیادہ بھڑکایا جا رہا ہے۔

Marfat.com

قرآنی حکومت میں غیر مسلموں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جاتا ہے اس کا جواب ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں دینا چاہتے۔ یہ حکومت ضابطۂ قرآن کے ماتحت ہوگی اس لیے اس کے جواب کے لیے قرآن کریم کا مطالعہ کر لینا کافی ہے۔ قرآن کوئی گیت "دُنیا" (علم مخفی نہیں ہے۔ دُنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں اس کے تراجم موجود ہیں۔ جس کا جی چاہے اُٹھا کر دیکھ لے کہ اس کی رُو سے غیر مسلموں کو کس درجہ آزادی حاصل ہوگی۔ "اسلام اور مذہبی رواداری" ایک مجدانگانہ عنوان ہے اور اس عنوان پر ادارۂ طلوع اسلام کی طرف سے ایک مفصل پمفلٹ شائع ہو چکا ہے۔ اس کے مطالعہ سے آپ پر یہ حقیقت بے نقاب ہو جائے گی۔ کہ قرآنی حکومت میں غیر مسلموں کے ساتھ کس قدر عدل و انصاف کا سلوک ہوگا۔ ایسا سلوک کہ جب حمص کی عیسائی رعایا کو یہ معلوم ہوا کہ مسلمان اس شہر کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا رہے ہیں۔ تو وہ روتے تھے اور منتیں کرتے تھے کہ خدا کے لیے تم جلدی واپس آجانا کہیں ہمیں دوبارہ رومیوں کے ماتحت نہ ہو جانا پڑے اور آپ کو معلوم ہے کہ یہ رومی کون تھے؟ عیسائی تھے عیسائی رعایا یہ کہہ رہی ہے کہ ہم مسلمانوں کی حکومت میں رہنا چاہتے ہیں۔ عیسائیوں کی حکومت میں نہیں رہنا چاہتے۔ حسن سلوک اور تحفظ حقوق کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے!

قرآن کریم تو یہاں تک حکم دیتا ہے:۔

لا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا۔

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم ان سے عدل نہ کرو۔ ہمیشہ عدل کرو۔

یعنی اسلام تو دشمن سے بھی عدل کرنے کا حکم دیتا ہے چہ جائیکہ

Marfat.com

وہ لوگ جن کی حفاظت کی ذمہ واری اس نے خود لے لی۔ اس باب میں قرآن کریم۔ احادیث۔ آثار و شواہد اس کثرت سے موجود ہیں کہ ان کی موجودگی میں کسی شخص کو مجال انکار نہیں ہو سکتی کہ اسلام اپنی غیر مسلم رعایا سے کس حسن سلوک کا برتاؤ کرتا ہے۔

علاوہ بریں ذرا ایک ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیے کہا یہ جاتا ہے کہ اگر تمام ہندوستان میں جمہوری نظام حکومت قائم کیا جائے تو ہندو اکثریت اقلیتوں کے تحفظ حقوق کی ذمہ دار ہو گی۔ یعنی وہ ہندو جن کے مذہب میں کوئی غیر ہندو انسان بھی نہیں کہلا سکتا اسے "ملیکش" کہا جاتا ہے۔ وہ غیر ہندوؤں کے حقوق کی نگہداشت کریں گے وہ ہندو جس کی حالت یہ ہے۔ کہ انھوں نے ہزارہا سال سے کروڑوں اچھوتوں کو انسانیت کے حقوق سے محروم کر رکھا ہے اور ان کا یہ سلوک ان کے ذاتی رجحانات کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کا مذہب انھیں مجبور کرتا ہے۔ کہ وہ ایسا ہی کریں ان ہندوؤں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ان پر پورا پورا اعتماد کرو۔ یہ اقلیتوں کے ساتھ مساوات کا سلوک کریں گے ان سے پوچھئے کہ آپ نے آج تک خود "اپنوں" کے ساتھ کیا کیا ہے جو دوسرے آپ پر بھروسہ کریں!

تو بہ خویشتن کردی کہ بما کنی نظیری
بخدا کہ لازم آید ز تو احتراز کردن

ان ہندوؤں پر بھروسہ کرو لیکن مسلمانوں پر بھروسہ نہ کرو جن کا مذہب انھیں حکم دیتا ہے کہ وہ کبھی کسی حال میں بھی جادۂ عدل و انصاف سے ادھر اُدھر نہ ہونے پائیں۔ وہ مسلمان جن کی تاریخ کے اوراق آج بھی دنیا کو بتا رہے ہیں کہ انھوں نے اپنی حکومت میں غیروں کے ساتھ کیا سلوک کیا! وہ مسلمان جن کی عطا کردہ جاگیریں

Marfat.com

آج بھی ہندوؤں کے سینکڑوں مندروں کی کفالت کا موجب ہیں وہ مسلمان جن کا قرآن انھیں حکم دیتا ہے کہ غیر مذاہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت بھی اسی طرح کرو جس طرح تم اپنی مساجد کی حفاظت کرتے ہو (القرآن) وہ جن کا مذہب انھیں تلقین کرتا ہے کہ غیر مذہب کے معبودوں (بتوں تک) کو بھی گالی نہ دو۔ وہ مذہب جو انسانیت کا اس درجہ احترام سکھاتا ہے۔ کہ اس کے نزدیک کسی ایک جان کا ناحق ضائع کرنا گویا تمام نوع انسان کو ہلاک کر دینا اور کسی ایک نفس کا بچا لینا تمام انسانیت کو زندگی عطا کر دینا ہے (القرآن)

کہا جا سکتا ہے کہ جب مسلمان یہ کہتے ہیں کہ انھیں غیر مسلم اکثریت کی حکومت میں مذہب کی آزادی نہیں مل سکتی تو غیر مسلم اقلیتیں" یہ کیسے باور کر لیں کہ انھیں مسلم اکثریت کی حکومت میں مذہب کی آزادی مل جائے گی۔ اعتراض بظاہر معقول نظر آتا ہے لیکن اس کے جواب کے لیے ذرا باب اوّل پر ایک نگاہ پھر سے ڈالیے اور دیکھئے کہ ایک مسلمان کے نزدیک "مذہب کی آزادی" کا مفہوم کیا ہے۔ اور غیر مسلم کے نزدیک مذہبی آزادی کسے کہتے ہیں۔ مسلمان کا مذہب اس کی حکومت ہے۔ اور مذہبی آزادی سے مفہوم ایک آزاد حکومت کا قیام ہے۔ برعکس اس کے دیگر اہل مذاہب میں مذہب سے مفہوم چند عبادات و رسومات کی ادائیگی ہے۔ اس سے آگے امور دنیاوی کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ آپ نے آج تک کسی ہندو۔ سکھ۔ پارسی وغیرہ کو یہ کہتے نہیں سنا ہوگا۔ کہ انگریز کے عہد حکومت میں انھیں مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے، بلکہ وکٹوریہ کے منشور (MAGNACARTA) میں جس قسم کی مذہبی آزادی کا اعلان کیا گیا ہے۔ وہ آزادی تمام غیر مسلم اہل مذاہب کے معیاد پر پوری اترتی

Marfat.com

ہے۔ اس قسم کی مذہبی آزادی اسلام بھی دیتا ہے اور صرف آزادی ہی نہیں دیتا بلکہ ان کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لیتا ہے۔

برعکس اس کے مسلمان کو دنیا میں کوئی حکومت مذہبی آزادی نہیں دے سکتی کہ ان کا مذہب آزاد نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ حکومت بھی ان کے اپنے ہاتھ میں نہ ہو۔

یہ ہے بنیادی فرق اسلام کی آزادی اور دیگر مذاہب کی آزادی میں اس لیے تمام غیر مسلم اقلیتوں کو بالکل مطمئن رہنا چاہیئے کہ مسلمان از روئے مذہب مجبور ہے کہ وہ انھیں مذہبی آزادی اور اس کی آزادی کی ضمانت کے لیے وہ جس قسم کی شرائط چاہیں۔ ان سے لکھوا لیں انھیں کسی قسم کا اعتراض ہی نہ ہوگا بلکہ ان شرائط کی پابندی تو ان پر بطور فریضہ مذہبی لازم ہو گی۔ مسلمان حاکم نہیں ہوتا تحفظ حقوق انسانیت کے لیے چوکیدار ہوتا ہے اور خوف چور سے ہوتا ہے چوکیدار سے نہیں۔"

(طلوع اسلام ماہ جون ۱۹۴۰ء صفحہ ۴۶ تا ۴۷)

جمعیۃ العلماء اور اسلامی ہند

ہندوؤں کے جاہل آلہ ہائے کار

"مسٹر جناح نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ چند لوگ جو جمعیۃ العلماء کا نام استعمال کر رہے ہیں۔ ملت اور ملک دونوں کو سب سے بڑھ کر نقصان پہنچا رہے ہیں ہندوؤں اور مسلمانوں میں آج جو تلخی اور کشیدگی پائی جاتی ہے اس کا ایک سبب یہ لوگ ہی ہیں اور دونوں قوموں (ہندوؤں اور مسلمانوں) کے درمیان باعزت مفاہمت کے راستے میں جو مشکلات حائل ہیں ان کے لیے کافی حد تک یہ ذمہ دار

Marfat.com

ہیں۔ یہ بالکل درست ہے یہی لوگ ہیں جنھیں کانگرس مسلم لیگ کے خلاف انتخابات میں استعمال کرتی رہی۔ یہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے ہندو مسلمانوں کے مطالبات کو ٹھکراتے رہے ہیں۔"

مولانا حسین احمد

"ہماری معلومات کے مطابق ان لوگوں میں بھی مدارج ہیں ان سب کے پیش رو مولانا حسین احمد ہیں جن سے بڑھ کر مسلمانوں کے مقاصد و تحفظ کے ساتھ دشمنی اور عداوت کا اظہار غالباً کسی نے نہیں کیا۔ ان کی حالت بڑی ہی عجیب ہے انھیں زیر بحث سیاسیات کے مبادی سے بھی آشنائی حاصل نہیں اور نہ وہ اتنی صلاحیت رکھتے ہیں کہ دستور اساسی کی پیچیدگیوں یا ان کے ضمن میں کسی تجویز کے نتائج و عواقب کا صحیح اندازہ کر سکیں اس لیے کہ وہ اس کوچہ سے بالکل نابلد ہیں۔"

ذرا آگے چل کر:—

ہندوؤں کے آلہ ہائے کار

"مسٹر جناح نے جمعیۃ کی حقیقی پوزیشن واضح کرنے کے علاوہ بزرگان جمعیۃ سے اپیل کی کہ انھیں اب بھی لیگ کے جھنڈے تلے آجانا چاہیئے اس لیے کہ لیگ ہی واحد نمائندہ اسلامی جماعت ہے۔ علماء کی موجودہ روش سے اس کے سوا کیا نتیجہ نکلا ہے کہ ہندو اور کانگرسی ان کے ذریعہ سے اپنی فرقہ پرستانہ اغراض پوری کرتے رہے ہیں۔ جب کبھی ہندوؤں یا کانگریسیوں کو یہ محسوس ہوا کہ لیگ کے مطالبات کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تو انھوں نے جھٹ جمعیۃ، احرار اور خدائی خدمتگاروں کا نام لے دیا اور کہہ دیا۔ کہ یہ

Marfat.com

لوگ لیگ کے ساتھ نہیں ہیں لہٰذا لیگ نمایندہ جماعت نہیں ہے"
روزنامہ انقلاب ۵ مارچ ۱۹۳۹ء کا اداریہ ہے جس میں سے مندرجہ بالا اقتباسات پیش کیے ہیں۔
ملاحظہ فرمائیے:۔

"کانگریس جمعیۃ العلماء کے اجلاس دہلی میں مولوی حبیب الرحمٰن اور مولوی عطاء اللہ بخاری نے مسلم لیگ کو جو ملاحیاں سنائیں ان کا ذکر اخباروں میں آچکا ہے۔ ان لوگوں نے مسٹر محمد علی جناح کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزیدوں سے تشبیہ دی خدا کا شکر ہے۔ کہ کہیں گاندھی کو امام حسینؓ سے مشابہ قرار نہیں دے دیا"۔ (انقلاب ۵ مارچ ۱۹۳۹ء۔ صفحہ ۳)

نیشنلسٹ علماء اور ان کے ہمنوا پاکستان اور مسلم لیگی قائدین کے خلاف کس طرح زہر اگلتے اور کیا کیا فرماتے رہے ہیں۔
ملاحظہ فرمائیے:۔
مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب صدر احرار لکھتے ہیں:۔

"دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر جواہر لعل نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جا سکتے ہیں"۔

(چمنستان از مولانا ظفر علی خان۔ صفحہ ۱۶۵)

عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم نے پشاور کانفرنس ۱۹۴۶ء میں کہا:۔

"پاکستان کا بننا تو بڑی بات ہے۔ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی پ بھی بنا سکے"۔

(روزنامہ جدید نظام استقلال نمبر ۱۹۵۰ء)

"ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ وہ اب بھی پاکستان کا نام لیتے ہیں۔۔۔۔ سچ ہے پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے۔ جو

Marfat.com

سنہ ۱۹۴۰ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ ہائی کمانڈ ایک سپیرا ہے۔" ("آزاد" ۹ر نومبر سنہ ۱۹۴۶ء)

چوہدری افضل حق رئیس الاحرار لکھتے ہیں :-

"کتوں کو بھونکنا چھوڑ دو۔ کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو۔ احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں۔ احرار اس کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔" (خطبات احرار صفحہ ۹۹)

"مسٹر جناح۔ آج تک کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان نہیں ہوا لیکن پھر بھی مسلمانوں کا قائداعظم ہے۔"

(ٹائیٹل پیج مسٹر جناح کا اسلام)

"جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے۔ وہ سور ہیں اور سور کھانے والے ہیں۔" (چمنستان صفحہ ۱۶۵۔ از مولانا ظفر علی خان)

"برادران اسلام! آنے والا الیکشن ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی آزادی کا بنیادی پتھر ہے اس پتھر کو سیدھا اور صحیح رکھنے کی کوشش کیجئے۔ خوشنما نعروں۔ غلط وعدوں، جھوٹی خبروں اور دولت مندوں کے بچھائے ہوئے دوسرے خطرناک جالوں میں گرفتار ہونے سے اپنے آپ کو بچائیے اور نوابوں، راجاؤں اور خان بہادروں کو جو انگریزی حکومت کے بلاشبہ ایجنٹ ہیں قطعاً مایوس کر دیجئے۔ کرنل لارنس نے ملک عرب کو تقسیم کرا کر عرب قوم کو انگریزوں اور فرانسیسیوں کا غلام بنا کر خوفناک مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ مسلم لیگ پاکستان کے نام سے ہندوستان کو تقسیم کرا کر اس کے مختلف حصوں کو ہمیشہ کے لیے انگریز کے پنجہ آہنی میں پھنسا دینا چاہتی ہے اس کے نعرہ اسلام اور مسلم لیگ کے فریب سے بچو۔ ہمارا نعرہ پاکستان انگریزی ایجنٹوں کا فریب ہے،

Marfat.com

آزاد ہندوستان میں آزاد اسلام۔ اللہ آپ کی مدد کرے۔
سچائی کو فتح نصیب ہو۔ آپ کے مخلص خادم
(اراکین مرکزی مسلم پارلیمنٹری بورڈ)

آزاد ہندوستان میں آزاد اسلام

پاکستان انگریز ایجنٹوں کا فریب ہے

نامی پریس پیسہ اخبار سٹریٹ لاہور

"مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے کہا "ملک آزاد ہونے پر مسٹر جناح اور اس کے لیگی لیڈروں پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ انھوں نے ہند کے مفاد کو اس قدر نقصان پہنچایا ہے۔ کبھی بھی یہ پاکستان کے حقدار نہیں۔" (اردو روزنامہ جنگ استقلال ۱۹۴۹ء)

"دشمن کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ طاقت سے پاکستان پر کامیاب نہیں ہو سکتا اس لیے پاکستان کے اندرونی انتشار سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور اتحاد کو توڑنا چاہتا ہے اس کام میں احرار اس کے ہاتھ بٹا رہے ہیں۔" (در نجف ۸ ۵/۴۵)

"یہ ہیں مسلمانوں کے قائداعظم جو ایک پارسی عورت سے کورٹ شپ کر کے اپنے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا حتمی اعلان کر چکے ہیں۔ (رسالہ مسٹر جناح کا اسلام)

اہم ملکی حالات

مسٹر جناح کی براڈکاسٹ کی تقریر

"مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے ۱۳ نومبر کو بمبئی ریڈیو اسٹیشن سے ایک طویل تقریر براڈکاسٹ کی جس میں

Marfat.com

کہا کہ مسلمانوں کو ضبط و نظم۔ رواداری اُخوّت اور آزادی کی بنیادوں پر ہندوستان میں ایک ایسی عظیم الشّان عمارت تعمیر کرنی چاہیئے جس میں اس ملک میں رہنے والی تمام اقوام صلح و امن اور پیار و محبّت کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ رمضان المبارک مسلمانوں کو یہی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنے کا سبق دیتا ہے۔ ہم متحدہ ہندوستان کے شاندار مستقبل کو روشن تر کرنے کے لیے ہر ممکن رواداری کا ثبوت دیں گے اور اپنے حقوق کو تسلیم کرانے کے لیے کوئی ضد نہیں کریں گے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی یہی تعلیم ہے۔ کہ ہم انسانیت کے معیار کو بلند کرنے کے لیے کام کریں اور اسلام نام ہی عمل۔ حرکت۔ رواداری۔ اُخوّت۔ نظم و ضبط اور آزادی کا ہے۔ ہمارے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دُنیا میں انسانیت کے معیار کو معراج کمال تک پہنچا دیا ہے ہمیں اسلامی تعلیم کا مطالعہ نظر عمیق سے کرنا چاہیئے۔ آپ نے فلسفہ نماز بیان کرتے ہوئے کہا اس میں ہمیں اتحاد کا درس دیا گیا ہے اور جمعہ و عیدین وغیرہ تقاریب کا مقصد بھی یہی ہے اگر ہم اسلام کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے سوا کسی کی رہنمائی منظور نہ کریں تو چشم زدن میں سب مصائب کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ مسلمان طبعًا روادار ہے اور اپنے مطالبات اور حقوق منوانے کے لیے ضد کرنا نہیں چاہتا اور نہ ہی کسی اور کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے وطن کا مستقبل شاندار دیکھنے کا صمیم قلب سے متمنّی ہے اور اس کے لیے ہر ممکن قربانی کے واسطے آمادہ و تیار رہتا ہے۔"

(الفضل ۱۶ نومبر ۱۹۳۹ء)

Marfat.com

"قارئین کرام! یہ ہیں میرِ قافلہ قائدِ اعظمؒ جنھیں "مسٹر جناح کا اسلام" ہیں احراری حضرات نے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ یہ وہ محروم تمنا لوگ ہیں جن کے ذہنوں میں ویرانیاں اور دماغوں میں خرابے بس چکے تھے اور یہ ہندوؤں کے دامِ فریب میں پھنس کر مسلمانوں کی ملی تحریک کی مخالفت اور رسالارِ کارواں کو بدنام و رسوا کرتے رہے ہمارے نزدیک اب بھی ان کے تخیل اور اعمال نہیں بدلے۔ ان کے احساسات اور نصب العین اب بھی نہیں بدلا۔ ان کے ذہن اور دماغ میں اب بھی نیشنلزم کے آہنی شیطانوں کا ڈیرا ہے۔ یہ ابلیہ فریب اور عیار دشمن اور مسلمانوں کے جالاک و ہشیار مخالف اور جانی روگ لگا دینے والے عدو نے ان کے صنم کدۂ قلب و نظر میں بسا دئے تھے۔ اسی کیفیت سے مضطرب و پریشان ہو کر مولانا ظفر علی خانؒ نے فرمایا تھا"

رسول اللہؐ کے گھر میں یہ کیسا انقلاب آیا
کہ گاندھی جی کی کٹیا عالمانِ دین کا ڈیرا ہے
خدا ہی جانتا ہے حشر اس ٹولی کا کیا ہوگا
حرم سے جس کی بدبختی نے رخ ملت کا پھیرا ہے
یہ کہہ دو شب پرستوں سے کہ بستر تہ کریں اپنا
پھٹی ہے پو ہوا جاتا کوئی دم میں سویرا ہے

گاندھی جی کی فتویٰ بازی

جس ناواقفیت پر سرخیل علماء (جناب راشٹرپتی ابو الکلام صاحب آزاد کبھی لب کشائی نہیں کرتے اور باقی "علمائے عظام"۔
گاندھی جی کا ارشاد:۔

Marfat.com

"اگر مذہب کو علیٰحدہ رہنے دیا جائے یعنی ایک نج کا معاملہ اور خدا اور بندے کے درمیان ایک ذاتی تعلق تو پھر ہندوؤں اور مسلمانوں میں کئی ایک اہم مشترک عناصر نکل آئیں گے جو مجبور کریں گے کہ یہ دونوں ایک مشترکہ زندگی بسر کریں اور ان کی راہ عمل بھی مشترکہ ہو۔ مذاہب انسانوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لیے نہیں ہیں وہ انھیں ایک رشتہ میں پرونے کے لیے ہیں"

(ہندوستان ٹائمز ۹/۶/۴۰)

یہ ہے دجل و فریب کے دھاگوں کا بُنا ہوا متحدہ قومیت کا جال جس کے ذریعے مسلمانوں کے ملّی تشخص و انفرادیت کو یہ وار دھاتی شکاری شکار کرنا چاہتا تھا اور اس غرض کے لیے اپنے سدھائے ہوئے پرندوں کو ملک بھر میں پھیلا رکھا تھا کہ سادہ لوح مسلمان ہم جنسی کے خیال میں سحر سامری کے جادو کا شکار ہو کر ملّت سے کٹ جائے۔ یہ تھے وہ یاس آمیز اور روح فرسا حالات جن میں حکیم الامتؒ کے انتخاب کردہ سالارِ کارواں قائداعظمؒ نے خود فراموشی و غفلت سے نجات دلا کر ہندو کانگرس کے فریب آمیز اور سحر طلسم انگیز سے آگاہ و خبردار کر کے مسلمانانِ ہند کو پہلے ایک مرکز پھر ایک مقصد سے روشناس کرایا اور پھر حصولِ پاکستان کا جذبہ و شوق پیدا کر کے دلوں میں ایک تڑپ اور سینوں میں ایک آگ سی لگا کر اس ناآشنائے منزل کے اندر وہ عزم و صلاحیت پیدا کر دی کہ پاکستان ایک حقیقت بن کر دنیا کے نقشہ پر ابھر کر رہا۔ قیامت بالائے قیامت کہ گاندھی کے ایسے خیالاتِ فاسدہ کی تائید و حمایت کرنے والا علماء کرام کا طبقہ پیش پیش تھا یہی وہ طبقہ تھا جس کے متعلق علامہ اقبالؒ کو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں با صد حسرت و یاس کہنا پڑا تھا کہ

Marfat.com

چہ بے خبر ز مقام محمدؐ عربی است

اسلامی کلچر کے محافظ

جونپور کا اجلاس جون ۱۹۴۰ء

جلسہ کا اشتہار حسب ذیل ہے

"آپ کو جان کر بڑی خوشی ہوگی کہ ہمارے شہر میں جمعیت العلماء کا بارہواں سالانہ جلسہ اوپر لکھت تاریخوں میں مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی کی صدارت میں ہوگا۔ جس میں دیش کے سب ہی بڑے بڑے مسلم نیتا آویں گے۔ یہ آپ کو بھلی بھانتی گیات ہے۔ کہ جمعیت العلمائے ہند ایک ایسی سنستھا ہے جس نے سرودار (؟) کانگریس کی آزادی کی لڑائی میں ساتھ دیا ہے اور اب بھی دیش کی آزادی کے لیے مسلم جاتی کو نیترتو کر رہی ہے۔ اتھ آپ سے سن روودھ پرارتھنا ہے کہ اس سمیلن کو سپھل کیجئے۔

پروگرام نیم لکھت ہے:۔

۷ر جون کو چار بجے جونپور اسٹیشن سے سبھا پتی کا جلوس نکلے گا۔

۷ر جون سیا نکال آٹھ بجے اٹالہ مسجد میں کھلا ادھویشن ہوگا۔

۸ر جون صبح آٹھ بجے احرار سوا ین میبوک سمیلن ہوگا۔

۸ر جون چار بجے کھلا ادھویشن ہوگا۔

۸ر جون رات آٹھ بجے جمعیت العلماء کا کھلا ادھویشن ہوگا۔

۹ر جون ۴ بجے کھلا ادھویشن ہوگا۔

۹ر جون رات آٹھ بجے جمعیت العلماء کا کھلا ادھویشن ہوگا۔"

غور فرمایا آپ نے! یہ ہے وہ اسلامی کلچر کے تحفظ کے ذمہ دار

Marfat.com

ہمارے نیشنلسٹ علمائے عظام"

یہ جتنی زبان تو آپ نے پڑھ لی۔ آپ حیران ہوں گے کہ احرار اور جمعیت العلماء کے اشتہار میں ایسی زبان کیوں استعمال کی گئی سطور ذیل سے آپ کو پتہ چل جائے گا۔ کہ چونکہ ہندو اردو کو پسند نہیں کرتا تو آخر یہ علمائے دین متین جن کے ابوالاباؤں نے گاندھی کے ایما و اشارہ پر قرآن عزیز تک کی تفسیر کر ڈالی بھلا وہ ہندوؤں کی خوشنودی اور گاندھی جی کی اشیرباد حاصل کرنے کے لیے ایسا کیوں نہ کریں۔

ہندوؤں کے خیالات

"اردو زبان تو کبھی ہندوستان کی قومی زبان نہیں ہو سکتی اس لیے ہندوؤں کے شاستر میں ان کو مسلمانوں کی زبان بولنے سے روکا گیا ہے"

("ہماری زبان" یکم جولائی ۱۹۴۸ء)

عصمت بی بی از بیچارگی

ایک خط

گاندھی جی نے ہریجن میں کسی صاحب کا ایک خط نقل کیا ہے۔ جس میں وہ رقمطراز ہیں:۔

"کانگرس والے اس لیے عدم تشدد پر کاربند رہتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ اگر انھوں نے ظالم کے خلاف تشدد برتا تو اس سے وہ اور مشتعل ہوگا اور ایسی سختی کرے گا جسے یہ برداشت نہ کر سکیں گے کانگرس والوں کے مسلک عدم تشدد کا محرک جذبہ یہ نظر آتا ہے جو یقیناً بزدلی

Marfat.com

اور دونوں ہمّتی کا آئینہ دار رہے نہ کہ محبّت کا کیونکہ جذبۂ محرکہ یہ ہے کہ کسی طرح اپنی جان بچانے کی فکر ہو جائے نہ یہ کہ اعلیٰ مقصد کی خاطر جان دے دی جائے۔"

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے گاندھی جی لکھتے ہیں :-

"اس خط میں عام کانگریسیوں کی ذہنیت کا صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے۔"

(آئی۔آئی ص ۱۴)

یہ ہے وہ عدم تشدد جسے برسوں سے ہمارے مسلمان قومیّت پرست اور علماء حضرات اپنا عقیدہ (CREAD) بنائے ہوئے تھے۔

بنگال کے سیّد حبیب الرّحمٰن

"ہندوستان میں کسی اکثریت یا اقلیّت کی حکومت نہیں ہوگی بلکہ اس کی زمام حکومت ایسے ہندوؤں اور مسلمان محبّانِ وطن کے ہاتھوں میں ہوگی جو نہ صرف مسلمانوں کا ہی اعتماد رکھتے ہوں گے۔ بلکہ انھیں ہندوؤں اور دوسری جماعتوں کا بھی اعتماد حاصل ہوگا بالفاظ دیگر یہ جمہور کی حکومت ہوگی۔ جو جمہور کے ہاتھوں سے وجود میں آئے گی۔ مسٹر جناح سخت مغالطہ میں ہوں گے۔ اگر وہ یہ سمجھیں کہ کانگرس۔ مجلس احرار۔ بنگال کی کرشک پرجا پارٹی۔ جمعیّت العلماء۔ جمعیّت المومنین وغیرہ کے قومیّت پرست ان سے (مسٹر جناح سے) کسی طرح بھی مسلمانوں کے کم خیر خواہ یا کم محبِّ وطن ہیں۔

نزاکتِ وقت کا تقاضا ہے کہ تمام قومیّت پرست مسلم لیڈر خصوصیں ہندوستانی مسلمانوں کی راہ نمائی کا فطری حق حاصل ہے آگے بڑھیں اور ہندوؤں کے ساتھ ایک ایسا معاہدہ کریں جس سے مسٹر جناح اور ان کے ہمنوا مسلمانوں کی یا تو اصلاح ہو

Marfat.com

جائے یا ان کا خاتمہ ہو جائے" (ہندوستان ٹائمز ۴ ۱/۴۱)

یوں تو نور مصطفوی سے شرار بولہبی روزِ اوّل سے ستیزہ کار چلا آ رہا ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ ستاروں کی آنکھوں نے دنیا کی اسٹیج پر ایسا تماشا شاید ہی کہیں دیکھا ہو کہ مسلمان علماء کا گروہ اپنے جبّوں اور قبّوں۔ عماموں اور قباؤں۔ تسبیحوں اور مصلّوں سے آراستہ پیراستہ غیر مسلموں سے عہد و پیمان قائم کر کے ایک متحدہ محاذ اس غرض سے قائم کر رہا ہو کہ ملک کے کسی کونے میں کہیں ایسی حکومت نہ قائم ہو جائے جس میں شریعتِ الٰہی کا قانون نافذ ہو۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۝

اے محمدؐ گر قیامت را برآری سر ز خاک
سر برآرد ایں قیامت درمیان خلق بین

سر تیج بہادر سپرو کا بیان بسلسلۂ مفاہمت

۱۴ر جنوری ۱۹۴۱ء

گاندھی جی کی وکالت

"کیا مسلمان اس بنیادی حقیقت کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ کہ ہندوستان ان کا وطن ہے اور صدیوں سے ان کا وطن رہا ہے وہ اپنے آپ کو علیحدہ قوم تسلیم کریں یا نہ کریں آخر انھیں رہنا تو اسی ملک میں ہے۔ کیا خوش معاملگی انصاف اور خرد کا یہ تقاضا نہیں کہ اگر بعض اقلیتیں اپنے مذہبی۔ ثقافتی۔ اقتصادی اور سیاسی تحفّظات کی ضرورت محسوس کریں تو انھیں اس قسم کے تحفّظات دئے جائیں۔

.. .. میری ناچیز رائے میں دن رات اس بات پر عالمانہ بحث

Marfat.com

کرنا کہ آیا ہندو اور مسلمان ایک قوم ہیں یا الگ الگ دو اقوام محض تضیع اوقات ہے۔ آج سے پچاس سال قبل لڑکپن کے زمانہ میں جب اسکول یا اسکول سے باہر میں اپنے اقران و اماثل سے ملتا تھا تو میں نے اور نہ انھوں نے کبھی یہ خیال تک بھی کیا کہ ہندو اور مسلمان دو علیحدہ قومیں ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ہندوؤں کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا حماقت ہوگی کہ وہ گذشتہ سات سو سال کی تاریخ کو مٹا ڈالیں اور خیال کرنے لگیں کہ ہندوستان صرف انہی کا وطن ہے اور اسی طرح سے مسلمانوں کا یہ خیال بھی فضول ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو ہندوؤں سے علیحدہ کرنے کے بعد ہی اپنے حقوق حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس ملک میں من چاہتے ہیں اور نہایت ہی ہموار طریقہ پر ملکی ترقی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں جان لینا چاہیئے کہ اکثریت اور اقلیت کے تمام فرقے ملک کے استحکام کے لیے اجزاء ترکیبی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان تمام کا مشترکہ فرض ہے کہ وہ نہ صرف آزادی حاصل کریں بلکہ اس کے برقرار رکھنے کی بھی کوششیں کریں۔"

"وہی راگ الاپا جا رہا ہے جو سامبر متی آشرم کے "سامری" کی دیرینہ منطق کا آئینہ دار ہے۔"

مسلم اسٹوڈینس فیڈریشن

کے پاکستان سیشن منعقدہ یکم مارچ ۱۹۴۱ء لاہور کے خطبہ صدارت میں قائداعظم نے کیا فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

"ہمارے سامنے کوئی معمولی کام نہیں۔ مغل سلطنت کے زوال کے بعد ہم نے سب سے بڑا عزم کیا ہے۔ اور ایک بہت بڑے کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں سب کچھ

Marfat.com

قربان کرنا پڑے گا۔" (انقلاب ۴ مارچ ۱۹۴۱ء)

"لاہور کے پلیٹ فارم سے ہی مسلم لیگ نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا اور آج اس پلیٹ فارم سے یہ اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان ایک ایسی منزل ہے۔ جہاں تک پہنچنے کے لیے مسلمانوں کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ پاکستان کا تخیل آج ہندوستان کے ایک ایک مسلمان کے دماغ پر چھا چکا ہے۔ بلکہ میں یہاں تک کہوں گا۔ کہ پاکستان ہندوستان کی اسلامی سیاست کا جزو بن چکا ہے اور ملک کے ہر حصے کے مسلمانوں میں اس کے متعلق جوش و خروش پایا جاتا ہے اس کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے اس نصب العین کو ہندوستان ہی نہیں بلکہ اسلامی دنیا کے مسلمانوں کی حمایت حاصل ہے۔ .. .. .. ہندوستان کے برّاعظم میں پاکستان کے سوا اور کوئی دستور کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

(انقلاب ۴ مارچ ۱۹۴۱ء)

"مخالفت کے ہجوم" کا تذکرہ آ گیا تو اس کی کچھ اجمالی تفصیل بھی ضروری نظر آتی ہے۔ پاکستان ایک ایسا عزم ہے۔ جس کی ہر طرف سے مخالفت ہونی ضروری تھی۔ باطل کی کونسی قوت ہے جسے حق کی سربلندی خوش آ سکتی ہے۔ وہ کون سا شرارہ بو لہبی ہے جو چراغ مصطفوی سے شرر کار نہیں رہنا چاہتا۔ وہ کون سا "فرعون" ہے جو موسیٰ کی بڑھتی ہوئی قوت سے متوحش نہیں ہوا؟ وہ کونسی چمگادڑ ہے جو ظہور آفتاب سے تلملا نہیں اٹھتی۔ وہ کونسا چور ہے جو اہل خانہ کی بیداری پر سر نہیں پیٹ لیتا۔

لہٰذا اس تحریک کی مخالفت غیر متوقع نہ تھی۔ موجودہ سیاسی کش مکش میں ہندوؤں نے مسلمانوں کی مخالفت خود مسلمانوں کے ہاتھوں

Marfat.com

سے ہی کرائی ہے اور یہ حقیقت خواہ کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو اور اس کا تذکرہ کیسا ہی جانگداز لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی پُرالم داستان کے بکھرے ہوئے ورق جہاں کہیں بھی ملیں گے بین السطور میں کسی نہ کسی جعفر (بنگال) اور کسی نہ کسی صادق (دکن) کا نام "واٹر مارک" کی طرح پنہاں نظر آئے گا۔ جو حقیقت کی روشنی کے سامنے آنے پر اُبھر کر سطح پر آجائے گا۔ ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کی مخالفت اور کن کی طرف سے جمعیت العلماء مجلس احرار۔ آزاد کانفرنس۔

ننگِ آدم۔ ننگِ دین۔ ننگ وطن

مخالفت کا سیلاب اُمڈا تو اس زور و شور سے لیکن ہندو کی "بنیا بدھی" نے جلد ہی بھانپ لیا کہ سودا خسارے کا ہے۔ ہندو تو بخشہ کار بنیا ہے وہ یونہی روپیہ ضائع نہیں کرتا اسے جس وقت معلوم ہو جائے کہ تجارت نفع کی نہیں جھٹ ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ آزاد کانفرنس دہلی کا اجتماع تزئین و آرائش کے اعتبار سے بڑا بھڑکیلا تھا لیکن اس کے بعد کانوں کان خبر ہی نہ ہوئی کہ اس حسین آغاز کا انجام کیا ہوا۔

خوش درخشید و لے شعلۂ مستعجل بود

مجلس احرار کا یہ عالم ہے:۔

کہ ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی۔ کچھ ہماری خبر نہیں آتی

اور جمعیت العلماء

بیچاری کئی روز سے دم توڑ رہی ہے

ڈر ہے کہ خبر بد میرے منہ سے نہ نکل جائے (اقبالؒ)

حالِ بد میں یہ کیفیت ہو گئی کہ ان کے نام تک ذہنوں سے اُتر گئے

Marfat.com

سوچیے! کہ حق کی مخالفت، اسلامی حکومت کے قیام کی مخالفت۔ قوانین شریعت کے نفاذ کی مخالفت۔ مسلمانوں کی سرفرازی و سربلندی کی مخالفت! بھلا یہ لوگ دُنیا میں پنپ سکتے تھے! یُریدون یطفئوا نور اللہ

چراغ را کہ نورِ حق فروزد کسے کو پف زند ریشش بسوزد

اُف کیا عبرت خیز انجام ہے اور کس قدر افسوسناک منظر

دیکھو انھیں جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو ان کی سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے

اب آپ چلتے چلتے سر سکندر حیات خان صاحب مرحوم اور تحریک پاکستان کے بارے میں دیکھتے جائیے کہ وہ کیا کردار ادا کر رہے تھے۔

سر چھوٹو رام

سر چھوٹو رام نے سونی پت کی جاٹ کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ سکندر تحریک پاکستان کے مخالف ہیں اور

"وہ کسی خالص اسلامی حکومت میں وزیر اعظم بننا تو درکنار کوئی ذمہ داری کا عہدہ تک لینے کو تیار نہ ہوں گے"

۱۱ مارچ ۱۹۴۱ء

پنجاب اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے سر سکندر حیات خاں نے ارشاد فرمایا:-

"اگر پاکستان سے مفہوم یہ ہے کہ پنجاب میں خالص اسلامی راج ہوگا۔ تو مجھے اس سے کوئی واسطہ نہ ہوگا" (ہندوستان ٹائمز ۱۲ ۳/۴۱)

ستمبر ۱۹۴۱ء

سر سکندر حیات خان صاحب بمبئی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے

Marfat.com

اجلاس میں تشریف لے گئے۔ وہاں پاکستان اسکیم کی تائید میں ریزولیشن پاس ہوا۔ واپسی پر ٹریبون کے نامہ نگار کو بیان دیتے ہوئے فرمایا:۔

"میں آج بھی ہندوستان کی تقسیم کا مخالف ہوں اور میرا ابھی تک عقیدہ ہے۔ کہ پنجاب میں نہ کسی ایک فرقہ کی حکومت ہو سکتی ہے۔ نہ ہونی چاہیئے۔ یہاں صرف پنجابیوں کی حکومت ہونی چاہیئے۔

ہندوستان ٹائمز ۹/۴۰ ۱۲)

میلہ بسنت کی تقریب

"پاکستان۔ خالصتان اور اسی قسم کی دوسری تحریکات قابلِ مذمت ہیں اور پنجاب میں صرف پنجابیوں کی حکومت ہو سکتی ہے۔"

(زمزم بحوالہ نقیب۔ تقریر سر سکندر حیات خان ۲/۴۱ ۷)

انقلاب مورخہ ۳/۴۱ ۵

"مسٹر جناح نے ان مسلمانوں کو جو ابھی تک پاکستان کے متعلق مذبذب ہیں زبردست تنبیہ کی۔ اور کہا کہ "وہ مسلمان جو ابھی تک مذبذب ہیں۔ اور جن کی روش متزلزل ہے۔ انھیں فوراً دو ٹوک فیصلہ کرنا چاہیئے۔ کہ انھیں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا ہے۔ انھیں فوراً کسی نہ کسی طرف ہو جانا چاہیئے۔"

مجلسِ عاملہ کا اجلاس

جس میں مسٹر جناح نے فرمایا:۔

"پاکستان کا مطلب ہر عقل مند خوب جانتا ہے کوئی شخص شیطنت

Marfat.com

یا شرارت کا مظاہرہ کرے تو اُسے خدا ہی سمجھے گا۔ میرے بس کا روگ نہیں لیکن جب ہم پاکستان کہتے ہیں۔ تو ہماری مراد قرار داد لاہور ہوتی ہے۔ (انقلاب ۲۴/۳/۴۱)

نوٹ:۔ سر سکندر حیات لفظ "پاکستان" کی آڑ لے کر اپنی روش کی مدافعت کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔

اینٹی پاکستان کانفرنس

"پاکستان کانفرنس" کے اجلاس ہو رہے تھے تو مقابلہ میں ہندوؤں نے "اینٹی پاکستان کانفرنس" بھی منعقد کی اس کے صدر ڈاکٹر مکرجی نے اپنی تقریر میں کہا:۔

"مسلمانوں کے ایک حلقہ کی طرف سے یہ سوال اٹھایا گیا ہے۔ کہ ہندوستان کی گتھی کبھی سلجھ نہیں سکتی۔ جب تک کہ مسٹر جناح کی پاکستان کی اسکیم کو تسلیم نہ کر لیا جائے۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ پنجاب کے وزیر اعظم ان مسلمانوں میں سے نہیں ہیں"

(ہندوستان ٹائمز ۳/۴۱ ۲)

۷ مارچ پنجاب اسمبلی

۷ مارچ پنجاب اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے سر سکندر حیات خان نے ارشاد فرمایا:۔

"میں پنجابیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ پاکستان ہندوستان یا خالصستان کی باتیں نہ کریں۔ بلکہ اپنے تمام اختلافات مٹا کر ساری دنیا پر واضح کر دیں کہ پنجاب نہ صرف پنجاب کا ہی نجات دہندہ ہے بلکہ باقی ہندوستان کا بھی"۔ (ہندوستان ٹائمز ۳/۴۱ ۹)

Marfat.com

پاکستان سے مفہوم

"اگر پاکستان سے یہ مفہوم ہے۔کہ پنجاب میں خالص اسلامی حکومت قائم ہو جائے۔تو میرا ایسی حکومت سے کوئی تعلق نہ ہوگا جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے۔میں باہر والوں کے مشورہ کو سننے کے لیے تیار ہوں لیکن اس مشورہ کو ماننا یا مسترد کر دینا یہ میری مرضی پر موقوف ہے۔جس طرح مہاتما گاندھی چاہتے ہیں۔کہ وہ خود مختار ہوں کانگریس اور مسلم لیگ چاہتی ہے کہ وہ بھی خود مختار ہوں۔اسی طرح ہم بھی یہی چاہتے ہیں ہمیں اس سے کیوں محروم رکھا جائے (اس میں شک نہیں کہ) ہر شخص کو آزادی کا حق حاصل ہے۔لیکن دوسروں کو مغلوب کر لینے کی آزادی نہیں۔میں ہر شخص کو علانیہ کہہ دینا چاہتا ہوں۔کسے باشد کہ پنجاب سے ہاتھ دھو رکھو" (ہندوستان ٹائمز $\frac{۳}{۴۱}$ ۱۲)

بھائی پرمانند

"پاکستان کسی کو بھی اپیل نہیں کرتا۔حتیٰ کہ خود لیگ کے اندر اس مسئلہ پر پہلے ہی سے اختلاف پیدا ہو چکا ہے۔یہ ایک خوش کن علامت تھی۔کہ وزیر اعظم پنجاب نے نہایت واضح الفاظ میں بتا دیا تھا۔کہ پنجاب میں کوئی فرقہ وارانہ حکومت قائم نہیں ہو سکتی"

(اسٹیٹسمین $\frac{۲}{۴۱}$ ۲۱)

بروقت و پُرلطف

راہ کی مشکلوں اور راستے کے خطرات سے محفوظ و مصئون منزلِ مقصود کی طرف لے جانے والا کس قدر زیرک و ہشیار اور

Marfat.com

رموزِ حیات سے واقف تھا جس کی قیادت و رہنمائی سے منتشر و پراگندہ حال مسلمان قوم کے نوجوانوں کی نگاہوں میں چمک اور اُمیدوں میں بالیدگی پیدا ہونا شروع ہو گئی تھی۔ جس نے غیروں کے پیدا کردہ انتشار و اختلال اور فتور و فساد کو اپنے حسن تدبر سے ختم کر کے حصولِ پاکستان ہندی مسلمان کا مقصودِ حیات بنا دیا تھا۔ اس جناحؒ کی حاضر جوابی ضرب المثل ہے اور ایک مردِ دانا و زیرک کو ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے ورنہ "مشنے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زند" قسم کے لوگ تو مارے مارے پھرتے ہیں۔

مسٹر اینے

مسٹر اینے نے اسمبلی میں کہا:۔

"مجھے اُمید ہے کہ اگر مسٹر جناح اور کانگرس اور دوسرے حضرات کہیں سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور موجودہ صورتِ حالات کے لیے کوئی مشترکہ حل سوچیں تو ہو سکتا ہے کہ پاکستان کی ضرورت ہی نہ پیش آئے۔"

ہنوز مسٹر اینے کی زبان سے آخری لفظ جدا بھی نہ ہونے پایا تھا۔ کہ مقابل سے مسٹر جناح نے اُن کے فقرہ کو یوں پورا کر دیا:۔

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ مطالبہ پاکستان کو تسلیم ہی کر لیا جائے۔"

مسلم دانش ۱۹۴۷

متحدہ قومیت

اور مسٹر ایم۔ این رائے

"اگرچہ سیاسی مصالح کی خاطر ہم ہندوستان کی تحریک کو ایک

Marfat.com

"قومی تحریک" اور ہندوستان کو ایک "قوم" کہہ دیتے ہیں لیکن ایک سائنس دان اور ایک مورّخ کی حیثیت سے ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ بجز اس کے کہ جغرافیائی اور سیاسی اعتبار سے ہندوستان کو ایک وحدت کہا جا سکے اور وہ بھی اس لیے نہیں کہ اہل ہند میں یہ وحدت کا رشتہ کسی اندرونی یک جہتی کی بنا پر قائم ہے۔ بلکہ اس لیے کہ ایک خارجی قوت نے (خواہ نخواہ) اس رشتہ کو ہم پر مسلّط کر رکھا ہے۔ (اس صورت کے علاوہ) ہندوستان کو کبھی ایک قوم قرار نہیں دیا جا سکتا ..... تاریخ کو کئی مصالح کی خاطر توڑا مروڑا جاتا ہے۔ انہی مصالح میں سے ایک متحدّہ قومیّت بھی ہے ..... ہندوستان میں چھوٹی بڑی کئی ایک سلطنتیں رہی ہیں۔ لیکن اس کا ثابت کرنا بہت مشکل ہوگا۔ کہ تمام کا تمام ہندوستان یا اس کا بیشتر حصّہ کبھی بھی ایک قومیّت بن کر رہا ہے۔ (یہاں تک کہ) قدیم ہندوستان کی سلطنتیں تو اس کی (موجودہ) حدود سے بھی باہر تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اور اس کے برعکس خود ہندوستان کے بعض حصّے ان سلطنتوں کی حدود سے باہر ہوا کرتے تھے۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر "قومیت پرستی" کا جذبہ کہ سارے ہندوستان کو ایک وحدت تسلیم کر لیا جائے صرف سیاسی حیثیت سے نہیں بلکہ کلچر کے اعتبار سے بھی۔ یا یہ کوشش کہ ہندوستان کی مختلف قوموں کو اُن کی نسلی۔ ثقافتی اور دیگر اختلافات کے باوجود ایک قوم بنا دیا جائے۔ بڑی ہراساں کن باتیں ہیں یہ وہ مسائل نہیں جنھیں محض فرقہ پرستی کا لیبل لگا کر طعنہ زنی اور دشنام طرازی سے حل کر دیا جائے۔"

اعتراف

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور نے گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کے کانووکیشن

Marfat.com

ایڈریس کے دوران میں کہا:۔

ہمیں بحیثیت قوم اپنے آپ سے اچھی طرح آگاہ ہونا چاہیئے یہ بالکل درست ہوگا اگر کہا جائے کہ کسی قوم کی وحدت کے معنی یہ نہیں کہ وہ قوم اپنے کل اور اس کل کے تمام اجزا سے اچھی طرح واقف ہو لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ ہماری اکثریت کو ہندوستان کے متعلق کچھ علم نہیں اور نہ ہی اس علم کے اکتساب کی تمنا ہی ہے۔ ہم اپنے سیاسی پراپیگنڈہ کے لیے متحدہ قومیت کا زور زور سے ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور اس سے یقین کر لیتے ہیں کہ واقعی متحدہ قومیت پیدا ہو گئی اور یوں اپنے آپ کو سیاست کی اس افسانوی دنیا میں رکھ چھوڑتے ہیں۔ جو خود ہمارے ذہن کی پیداوار ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں خود اپنے ملک میں بھی تمام نوع انسانی کے ساتھ بہت کم دلچسپی ہے۔ سیاسیات اور معاشیات کے متعلق باتیں کرتے رہنا ہمارا شعار ہو گیا ہے۔ ہم نظری مسائل فضاؤں میں اڑاتے رہتے ہیں اور تصورات کی ہواؤں میں خاک چھانتے پھرتے ہیں لیکن یہ کبھی نہیں کرتے کہ اپنی معاشرتی حدود سے نکل کر اپنی ہمسایہ قوم (یعنی مسلمانوں کے) قریب جائیں اور خود معلوم کریں کہ ان کے خیالات و احساسات کیا ہیں۔ اور ان کا اسلوب زندگی کیسا ہے۔

(انڈی پنڈنٹ، ۲۱ اپریل ۱۹۲۱ء)

اہل کانگریس کے نزدیک کانگرس

"مدراس میل" میں کانگرس پارٹی کے ایک بہت بڑے ممبر کی گمنام چٹھی شائع ہوئی ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں۔ بڑا افسوس ہے کہ کانگرس، گاندھی اور اس کے متعبین کی براہمنیت کی کیچڑ میں اس

Marfat.com

بُری طرح سے پھنسی ہے کہ اب اس کا اس سے نکلنا مشکل ہو گیا ہے اگر یہ اُلجھاؤ محض سیاسی ہوتا تو اس کی اصلاح ہو سکتی تھی۔ لیکن مشکل تو یہ ہے۔ کہ اس نے مذہب کا چولہ پہن لیا ہے۔ اس جماعت کی موجودہ نازک حالت کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں کانگرس کے لیڈر (گاندھی جی) کی (اندھی) اطاعت اور ضبط پر بے جا زور دیا جا رہا ہے۔ کانگرس دراصل براہمنیت کا مندر بن چکی ہے۔ جس میں اُس کے راہ نما (گاندھی جی) کا بُت رکھ دیا گیا ہے۔ یہی بُت پرستی ہے جس سے گھبرا کر معقولیت پسند ہندو اور غیر ہندو اس سے الگ ہو چکے ہیں۔"

(انڈی پنڈنٹ انڈیا، ۲ر اپریل ۱۹۴۱ء)

ہندو ریفارمز کمیٹی

شری شنکر آچاریہ جی نے ایک بیان دیتے ہوئے کہا:۔

"ہر نظام وراثت مقاصد معاشرت کا ایک فلسفہ اپنے پیچھے رکھتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہندوؤں کے قانون کو جیسا یہ ہے ویسا ہی رہنے دینا چاہیئے۔ اس میں جس قدر تغیرات آج تک ہو چکے ہیں۔ میں انھیں بھی اصولاً پسند نہیں کرتا اور میں جس قدر تبدیلیوں کی اب تجویز ہو رہی ہے انھیں بھی نامناسب اور غیر ضروری سمجھتا ہوں۔

(ہندوستان ٹائمز ۲۸ر اپریل ۱۹۴۱ء)

تغیرات و تبدلات کے متعلق مذہبی نقطۂ نگاہ سے یہ پوزیشن ہے لیکن زمانہ کی ضروریات ہندوؤں کو مجبور کر رہی ہیں کہ وہ اپنے مذہبی قانون میں تبدیلیاں پیدا کریں کیونکہ جو قانون زمانے کا ساتھ نہ دے سکے وہ کبھی خدائی قانون کہلا سکتا ہے

خدائی قانون اور انسان کی اصلاحات کا محتاج
ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیئے

Marfat.com

ایک مشورہ

سر سی پی - راما سوامی آئر جو ہندوؤں میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں :-

"ہندو مذہب - ان کی موسیقی کی طرح ایک انفرادی مذہب تھا اور یہ اس کا نقص تھا - اس زمانہ میں جبکہ قومیں ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہی ہیں انھیں چاہیئے کہ ہندو سوسائٹی کی پھر سے تخلیق کریں اور اسے اجتماعی رنگ دیں اور اپنے مذہب اور موسیقی کو عالمگیر بنائیں تاکہ وہ (دنیا میں) ایک فرد کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک رجمنٹ بٹالین اور فوج کے دستہ کی حیثیت سے آگے بڑھیں"

(ایسٹرن ٹائمز ۱۶ مئی ۱۹۴۷ء)

تجویز - مذہب کے بنیادی اصول کو ہی بدلنے کی تجویزیں ہو رہی ہیں - تجویزیں کیا - ہندوؤں نے اپنے انفرادی مذہب کو مدت سے تیاگ کر اس کی جگہ ایک اجتماعی فلسفہ اسلام سے مستعار لے رکھا ہے - لیکن اس کے باوجود "ویدک دھرم" ازلی و ابدی ہے -

آنکھ نرگس کی - دہن غنچہ کا، حیرت میری
ان کی تصویر میں پوچھے کوئی ان کا کیا ہے

مہاتمائیت

جب ملک میں ہندو مسلم فساد ہو جائے - جونہی فساد کی خبر ملے تو وہ بلا تحقیق و کاوش اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ سارا قصور مسلمانوں کا ہے - ہندو بیچارے معصوم و مظلوم ہیں - مسلمان وحشی، درندے، ڈاکو - چور اور بدمعاش ہیں - چنانچہ پچھلے دنوں ڈھاکہ

Marfat.com

اور احمد آباد میں جو افسوسناک فسادات ہوئے اُن کے متعلق بھی اُن کے سینہ میں تمامیت میں ایک قیامت خیز درد اُٹھا اور اُنھوں نے اخبارات میں ایک بیان شائع کرایا جس کے دوران میں وہ رقمطراز ہیں:-

"جو تفصیلات موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹوٹا کہ احمد آباد میں مسلمان مذہبی دیوانوں نے ہندوؤں کی جائیداد کو نقصان پہنچانے۔ لوٹنے اور آگ لگانے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی اور یہ سب کچھ اس انداز سے ہوا جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ پہلے سے طے شدہ تھا۔" (اسٹیٹسمین ۸ ستمبر ۱۹۴۱ء)

مسٹر منشی سابق منسٹر کانگرس گورنمنٹ بمبئی

"میرا عاجلہ مقصد یہ ہے۔ کہ تمام ہندوستان کے باشندوں کی توجہات کو اس نقطہ پر مرکوز کروں۔ کہ وہ تقسیم ہند کی اسکیم کی مخالفت کریں۔ اس لیے کہ میرے نزدیک یہ اسکیم ایسی ہی بُری ہے۔ جیسی یہ تحریک کہ ہندوستان میں ہندو اکثریت کو اقلیت میں بدل دیا جائے۔"

(ہندوستان ٹائمز ۲۲ $\frac{۸}{۴۱}$)

چہ خوش

متحدہ قومیت۔ متحدہ ملک۔ متحدہ کلچر کے متعلق ایک دلچسپ ثبوت ملاحظہ فرمائیے:-

"گذشتہ انڈین سول سروس کے امتحان میں ایک صاحب ڈاکٹر سچیدانند بھی انٹرویو بورڈ (ملاقاتی مجلس) کے ممبر تھے۔ انھوں نے آمیدواران (طلبا) کی ملاقات کے تاثرات کو ایک مضمون کی صورت میں قلمبند کر کے شائع فرمایا ہے جس کے دوران میں آپ رقمطراز ہیں:-

"سوائے ایک پنجابی طالب علم (آمیدوار) کے جس کا خیال تھا کہ

Marfat.com

پاکستان اسکیم شاید فرقہ وارانہ مسئلہ کا حل بن سکے۔ باقی تمام امیدواروں نے جن کی تعداد چھتیس تھی۔ بڑی شدت سے اس خیال کا اظہار کیا کہ علیحدگی کی اسکیم کو جلد از جلد مرفوع القلم قرار دے دینا چاہیئے اس لیے کہ ان کے نزدیک یہ اسکیم معاشی اور عسکری وجوہات کی بناء پر یکسر ناقابل عمل تھی۔ انھوں نے یہ بھی کہا۔ کہ یہ اسکیم فرقہ وارانہ مسئلہ کا حل ہونے کے بجائے اس مسئلہ کو اور پیچیدہ بنا دے گی۔

ڈاکٹر سنہا صاحب

ڈاکٹر سنہا صاحب اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"کیا ان نوجوانوں نے جن میں بعض ملک کے انتظام میں اعلیٰ مناصب پر فائز ہوں گے مسلم لیگ کی لٹیا ہی نہیں ڈبو دی جس کا دعوے یہ ہے کہ وہ ملت اسلامیہ کی ترجمان ہے! کیا ان کا یہ طرزِ عمل قائداعظم کی طرف سے ایک فرمان شائع کرنے کا مستوجب نہیں۔ کہ یہ لڑکے مسلمانوں کے صحیح نمائندے نہیں ہیں"

بالکل بجا مسلمانوں کے صحیح نمائندے تو صرف وہ لوگ ہیں جو پاکستان کی اسکیم کے خلاف ہیں۔

آب ذرا آگے بڑھیئے :۔

کلچر کے متعلق بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں :۔

"سوائے سکھوں کے جن کا امتیازی نشان ان کی داڑھی اور مونچھ تھے باقی امیدواران کے لباس اور وضع قطع سے کوئی تمیز نہیں کر سکتا تھا کہ کون ہندو ہے اور کون مسلمان! ان ۱۷ امیدواران میں سے ایک کے سوائے باقی سب مغربی وضع کے لباس میں ملبوس تھے اور سکھوں کے علاوہ سب کے سب کلین شیون"

Marfat.com

اس پر ڈاکٹر صاحب کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیے :-

"یہ حقیقت کہ ان تمام امیدواران کے ذہنی تصورات۔ اخلاقی معیار اور سیاسی مطالبات قریب قریب ایک جیسے تھے اس دعوے کی محکم دلیل ہے کہ ہندوستان میں دو الگ الگ قومیں آباد نہیں ہیں"۔ ہندوستان ٹائمز ۱۴/۱۱/۴۱

معلوم نہیں ان ڈاکٹر صاحب کی یہ تحقیق انیق جوہر شناسانِ مغرب کے سامنے بھی آئی ہے یا نہیں ورنہ انھیں نوبل پرائز مل جانا چاہیئے تھا۔ یہاں کتنے بڑے بڑے محقق موجود ہیں لیکن افسوس کوئی قدردان نہیں۔ کوٹ اور پتلون کی یکسانیت سے ذہنی۔ اخلاقی سیاسی تصورات و معتقدات کی یکسانیت کا پتہ چلا لینا کسی نگہ ژرف بین کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ باقی رہا یہ کہ مسلمان امیدواران نے اپنے انٹرویو میں پاکستان اسکیم کی مخالفت کر دی تو ظاہر ہے کہ جب انھیں اپنے سامنے ڈاکٹر سنہا جیسے ممتحن نظر آئے ہوں گے۔ تو انھوں نے عافیت اسی میں سمجھی ہو گی ؎

نامزائے زا بچو بینی بختیار
علاقاں تسلیم کردن اختیار

ہم نہیں سمجھ سکے۔ کہ ڈاکٹر سنہا جیسے بزرگوں کو حلقۂ ممتحنین میں شامل کرنا اور پھر طالب علموں سے اس قسم کے اختلافی مسائل پر گفتگو کرنا کہاں تک روا و صواب قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان شعبوں کو اس قسم کی چیزوں سے بلند رکھا جائے تو بہتر ہے۔ ہم اتنا لکھ چکے تھے کہ ۲۲ اگست کو ایسٹرن ٹائمز میں ایک امیدوار کی چٹھی نظر سے گذری جس میں اس نے بھی یہی لکھا ہے۔ کہ سنہا صاحب کی ذہنیت کا مطالعہ کرتے ہوئے مسلم امیدواروں نے مصلحت کا یہی تقاضا سمجھا۔

Marfat.com

جیتی رہو؟

آجکل اخبارات میں شادی بیاہ کے معاملات کے متعلق اشتہار بازی ایک عام روش ہوگئی ہے۔ ۱۸ اگست کے ہندوستان ٹائمز میں دو "وسیع القلب۔ مہذب اور جاذب نگاہ" دوشیزگان کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا۔ ان میں ایک ہندو لڑکی ہے دوسری مسلمان۔

ہندو لڑکی نے لکھا تھا کہ وہ کسی مسلمان سے شادی کرنا چاہتی ہیں اور مسلمان لڑکی نے لکھا تھا۔ کہ وہ کسی ہندو نوجوان سے وابستۂ دامن ہونے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ اشتہار نکلا اور اس کے بعد کوئی چیز منصۂ شہود پر نہ آئی۔ فتح گڑھ (یوپی) کے ایک مسلمان نے محسوس کیا کہ "دنیا ایسی کور ذوق ہو چکی ہے کہ کسی نے ان "دیویوں" کے اس عزم و ہمت اور متحدہ قومیت کے لیے اس جاں فروشانہ اقدام کی داد ہی نہیں دی۔ چنانچہ انھوں نے اپنے جوش کے تقاضے سے ہندوستان ٹائمز مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء میں ایک طول طویل مکتوب شائع کرا دیا جس میں ان مصلحات قوم کی اس ہمت کی جی بھر کر داد دی ہے جس کے دو ران میں وہ رقمطراز ہیں:۔

"یہ دونوں باغی (لڑکیاں) باغی نہیں بلکہ مصلح۔ جنھوں نے یہ اشتہار دیا ہے میں انھیں خوش بختی کی دعا دیتا ہوں۔ خدا کی برکات ان کے ساتھ ہوں۔ میرا سر نیاز ان کے حضور جھک رہا ہے۔ میں انھیں ہندوستان کی نشاۃ ثانیہ کے لیے مقدمہ الجیش سمجھ کر ان کی بارگاہ میں ہدیۂ سلام پیش کرتا ہوں۔ خدا ان کے، ہم وطنوں کو بھی اس قسم کی بصیرت عطا فرمائے۔ کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر چلیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے یقین ہے کہ

Marfat.com

مادرِ ہندان پر فخر کرے گی اور انھیں شاباش دے گی۔ کہ انھوں نے اپنے عقیدہ اور عمل سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ اس کی سچی بیٹیاں ہیں"۔

اب ان داد دینے والے مسلمان سے یہ بھی سُن لیجئے۔ کہ ان کے نزدیک ان لڑکیوں کے اس اقدام کو سراہنے کی وجوہات کیا ہیں وہ فرماتے ہیں :-

"اس کے لیے ہمارے پاس مہاتما گاندھی سب سے بڑی سند ہیں۔ انھوں نے ۱۳ اپریل ۱۹۴۰ء کے ہریجن میں لکھا تھا کہ میں یقیناً اس خیال کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لاکھوں ہندوستانی جو چند دنوں پیشتر ہندو تھے۔ جب مسلمان ہو گئے تو مذہب کی تبدیلی کے ساتھ ہی ان کی قومیت بھی بدل گئی؟"

یہ دلیل ہے قومیت کے نقطۂ خیال سے۔ اب دوسری دلیل ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں :-

"وہ کون سی بات ہے۔ جو اس قسم کی مخلوط شادیوں سے مانع ہو سکتی ہے؟

اس قسم کی شادیوں پر کیوں پابندیاں عائد کی جاتی ہیں اور انھیں آئے دن کے فسادات اور خون ریزی کا سبب کیوں بنا دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ مذہب نے یہ حیثیت اختیار کر رکھی ہے۔ کہ جس جس تک اس کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے۔ وہ اس کے اخلاق کا محافظ ہے اور پھر اخلاق کو خدا کے قوانین کے تابع نہیں رکھتا۔ بلکہ اسے عہدِ قدیم کی قبائلی رسومات اور توہم پرستانہ عقائد پر قائم کرتا ہے۔ جنھیں کوئی سمجھدار آدمی برداشت نہیں کر سکتا"

یہ آخری الفاظ انھوں نے مسٹر ڈی۔ ایف۔ کراسکائی کی کتاب

Marfat.com

سے اقتباساً لکھے ہیں۔

یہ عہد قدیم کے فرسودہ معتقدات ہیں۔ جو ملک کی ترقی اور آزادی کی راہ میں حائل ہیں۔

ہمیں نہ تو ان بلند حوصلہ۔ وسیع القلب۔ روشن خیال۔ بھارت ورش کی سپوت بیٹیوں سے کوئی علاقہ ہے۔ نہ ان کے ان داد دینے والے قومیت پرست مسلمان صاحب سے کچھ دلچسپی۔ دلچسپی صرف اتنی ہے کہ انھوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ مذہبی اخلاقیات کی بنا خدا کے قوانین کی بجائے انسانوں کے رسمی معتقدات کو قرار دے رکھا ہے یعنی اگر خدا کے قوانین کے مطابق اخلاقیات کی بنیادیں قائم کر دی جائیں تو یہ روش ان کے نزدیک بالکل درست اور عقل و بصیرت کے مطابق ہے۔ اب دیکھئے کہ مسئلہ زیر نظر کے متعلق خدا کا قانون کیا کہتا ہے۔ ان صاحب کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ مسلمان ہیں اور ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کو خدا کا قانون سمجھے۔ اس خدا کے قانون میں مشرکین کے ساتھ مناکحت کے متعلق ارشاد ہے کہ

ولا تنکحوا المشرکٰت ... ۲/۲۲۱

"اور مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو۔ جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مشرک عورت تمہیں بظاہر کتنی ہی پسند کیوں نہ آئے لیکن مومن عورت اس سے کہیں بہتر ہے۔ اس طرح مشرک مرد جب تک ایمان نہ لے آئیں۔ مومن عورتیں ان کے نکاح میں نہیں دی جائیں یقیناً خدا کا مومن بندہ ایک مشرک مرد سے بہتر ہے۔ اگرچہ (بظاہر) مشرک مرد تمہیں کتنا ہی پسند کیوں نہ ہو۔ یہ (مشرکین) تمہیں آگ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اللہ تمہیں جنت و مغفرت کی طرف

Marfat.com

بلا رہا ہے۔ اللہ لوگوں کی ہدایت کے لیے اپنی آیتیں واضح کر دیتا ہے۔ تاکہ متنبہ ہوں اور نصیحت پکڑیں۔

ذرا غور کیجئے! کہ اگر کوئی نوجوان مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جائے تو یہ پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ کہ تمہارے ٹخنے ڈھکے ہوئے ہیں۔ آستینیں کھلی ہیں۔ داڑھی منڈی ہوئی ہے۔ سر کے بال انگریزی۔ کوٹ کی لمبائی چھوٹی ہے۔ لیکن ان کے سامنے آئے دن قومیت پرست نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی طرف سے اس قسم کی چیزیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ جو علانیہ مذہب کے خلاف بغاوت لیے ہوتی ہیں۔ لیکن یہ حضرات ٹس سے مس نہیں ہوتے اس لیے کہ یہ علماء حضرات خود قومیت پرست واقع ہوئے ہیں۔" (طلوع اسلام نومبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۳ تا ۵ ۴)

دریدہ دہن اخبار

"امریکہ کے دریدہ دہن اخبار نے حضور ختمی مرتبت سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کی ذات اقدس و اعظم کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ جس کے خلاف سر عبدالحلیم صاحب غزنوی نے اسمبلی میں التوا کی تحریک پیش کی۔ ہم جناب غزنوی کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے صدائے احتجاج سے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کی لیکن افسوس ہے۔ کہ حکومت نے مسئلے کی اہمیت کا کما حقہ احساس نہیں کیا دنیا کو شاید معلوم نہیں کہ ایک مسلمان کے نزدیک جس کے دل میں ایمان کی کوئی کرن بھی موجود ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کیا ہے! وہ ذات گرامی (فداہ ابی و امی) جن پر ایمان

Marfat.com

ہمارے لیے باعث نجات وسعادت اور جن کی محبت سرمایۂ زندگی و متاع حیات ہے۔ ہمارے نزدیک معراجِ انسانیت کا مظہر اتم اور دنیا وآخرت کی بلند ترین سرفرازیوں کا پیکر مقدس ہے۔ اس ذاتِ فخرِ موجودات کی شان میں نازیبا الفاظ تو کجا ہم تو ان کوچوں اور گلیوں کی توہین بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ جن کے ذرات کو اس پیکر رفعت وعظمت کی کفش بوسی کی سعادت نصیب ہو گئی۔ خوشا بخت وہ راہیں جن میں وہ شمع فروزاں ضیاء بار وجلوہ ریز ہوئی اور زہے نصیب خاک کے ان ذروں کے جو ان درخشندہ وتابناک نقوش قدم کے چومنے سے آسمان کی بلندیوں پر پہنچ گئے۔ دنیا کیا جانے کہ اس پیکر محبوبیت کے ساتھ ہمارے قلوب کا کیا رشتہ ہے! ایک زندگی کیا! ہزار بار زندگی نصیب ہو اور ہزار بار اس شاہنشاہ کونین کی ناموس پر نچھاور ہو جائے۔ تو بھی دل کی تمنا بر نہ آئے جس سینے میں عشق رسولؐ کا سوز نہیں سینہ نہیں۔ بدبختیوں اور تاریکیوں کا قبرستان ہے۔ جس دل میں ناموس محمدؐ پر مر مٹنے کی تمنا نہیں دل نہیں بوم وکرگس کا وحشت انگیز کاشانہ ہے لیکن! غلام کا عشق کیا اور محکوم کی تمنا کیسی؟

تحفظِ ناموس رسولؐ گداگری کے احتجاجات سے نہیں ہو سکتا۔ جماعت کی قوت سے ہو سکتا ہے۔ قوت جس کے ضعف کا باعث خود جناب عبدالحلیم صاحب غزنوی ہیں۔ ہم اپنے بھائی سے ناموس رسالت کے نام پر اپیل کریں گے۔ کہ وہ اپنی انفرادی روش کو چھوڑ کر پھر سے جماعت میں آملیں اور یوں ریت کے بکھرے ہوئے ذرات کو ایک ایسی محکم چٹان بنا دیں کہ مخالفت ونامساعدت کی جو موج اس سے ٹکرائے پاش پاش ہو جائے۔ اس وقت ہم

Marfat.com

دیکھیں گے۔ کہ کس میں یہ ہمت پڑتی ہے کہ وہ شاہنشاہ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام، تو کجا اُن کے کسی ادنیٰ غلام کی طرف بھی آنکھ اُٹھا کر دیکھ جائے ؎

افرنگ زخود بے خبرت کردو گرنہ
اے بندۂ مومن تو بشیری تو نذیری

(طلوع اسلام نومبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۵۱ و ۵۲)

اس تحریر سے قارئین کو بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔ کہ طلوع اسلام میں کتنی تڑپ و آرزو ہے۔ کہ مسلمان ملّتِ واحدہ کی حیثیت میں دنیا میں زندہ و سرفراز رہے اور کس ولولہ و جوش سے نظریۂ پاکستان کی ترجمانی کر رہا ہے۔ جہاں تک حضور اقدس و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و عقیدت کا تعلق ہے۔ وہ بھی اس تحریر کے ایک ایک لفظ سے جھلک رہی ہے۔ ہمارے نزدیک نیشنلسٹ علماء اور اُن کے عقیدت کیش حضرات کی تحریکِ پاکستان کے ساتھ مخالفت و دشمنی کو عریاں و بے نقاب کرنے اور ان کے دارد ھائی دلائل کا مسکت جواب دینے کے علاوہ اقبالؒ و جناحؒ کے فرمودات کو خرز نادانِ ملّت کے حضور پیش کرنے میں جس جرأت و ہمت سے اس نے کام کیا ہے۔ طلوع اسلام کا یہ کارنامہ ایک منفرد حیثیت لیے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کانگرسی ملّاؤں کی معنوی اولاد اس کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کر کے اپنی روح کو تسکین اور اپنے ابوالاباؤں سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتی ہے۔ اُن کے نزدیک یہ پرویز کا بہت بڑا جرم ہے جسے وہ کسی حالت میں معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جہاں کانگریسی علماء اور ان کے مریدین کا مقصدِ حیات حضرت قائدِ اعظمؒ اور حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی مخالفت تھا وہاں چودھری غلام احمد صاحب پرویز کی زندگی کا مقصد عظیم حکیم الامتؒ کے افکار و خیالات

Marfat.com

کی تائید و حمایت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ضابطۂ حیات کو دنیائے انسانیت کے سامنے ہر دور کے تقاضوں کا مکمل حل سمجھا کر پیش کرنا ہے۔

مولانا محمد شعیب صاحب

اب آپ مولانا محمد شعیب صاحب جنرل سیکرٹری جمعیت العلماء صوبہ سرحد کا بیان دیکھئے جس سے اُن کی حقیقت پسندی ٹپکتی ہے :۔

"کانگرس سے جمعیتہ العلماء ہند کی وابستگی مسلمانوں کے لیے سود مند ثابت نہیں ہو سکی۔

جمعیتہ کے زعما مسلم مفاد کی خاطر کانگرس سے علیحدہ ہو جائیں۔ سرحدی لیڈر مولانا محمد شعیب کا مشورہ۔

مردان (بذریعہ ڈاک) مشہور قومی کارکن مولانا محمد شعیب صاحب جنرل سیکرٹری جمعیت العلماء صوبہ سرحد آف مردان نے مندرجہ ذیل بیان برائے اشاعت بھیجا ہے۔

جمعیت العلماء ہند کے سیکرٹری مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے فرمایا تھا کہ مسلم لیگ اور جمعیتہ العلماء کو آپس میں کوئی سمجھوتہ کر لینا چاہیئے۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر جمعیتہ کو یہ سمجھایا جائے کہ کانگرس کے ساتھ ان کی وابستگی مسلمانوں کے لیے مفید نہیں ہے تو جمعیتہ کانگرس سے علیحدہ ہو جائے گی۔

مولانا صاحب کے ان ارشادات کے متعلق ہم جمعیتہ العلماء ہند کے ارباب حل و عقد کی توجہ اس حقیقت کی طرف منعطف کرانا چاہتے ہیں کہ مسلم لیگ مسلمانان ہند کی صحیح طور پر نمائندگی کرتی ہے اور ان کے لیے آزادی اور حکمرانی کا اصلی مؤقف حاصل کرنا

Marfat.com

چاہتی ہے۔ اس کے لیے انگریز اور ہندو دونوں سے نپٹ رہی ہے۔ ان حالات میں کیا یہ مناسب ہے کہ جمعیۃ العلماء سمجھوتہ کی آڑ میں مسلم لیگ کی معاونت سے احتراز کرے اور کانگرس جیسی غیر مسلم جماعت کے ساتھ بغیر کسی سمجھوتہ اور فارمولا طے کرنے کے اشتراک و تعاون کرے۔ جمعیۃ العلماء کا تو ہر وقت یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ ہر حالت میں غیر مسلموں کے مقابلہ میں اپنے مسلم بھائیوں کے قومی محاذ میں رہے۔ اس امر کے متعلق کہ کانگریس کے ساتھ جمعیۃ العلماء کی وابستگی مسلمانوں کے لیے مفید ہے کہ نہیں ہم مولانا صاحب سے گذارش کریں گے کہ وہ بتائیں کہ کانگرس کے ساتھ جمعیۃ العلماء کی وابستگی سے اسلامیان ہند کو اب تک کیا فائدہ پہنچا ہے اور کیا فائدہ ہو رہا ہے اور کیا فائدہ ملنے والا ہے۔ یقیناً ان تینوں سوالات کا جواب نفی میں ہے۔ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ کانگرس سے جمعیۃ کی وابستگی مسلمانانِ ہند کے لیے نقصان کی حامل ہے اس لیے ضروری ہے کہ جمعیۃ بغیر کسی تاخیر کے کانگرس سے علیحدہ ہو کر مسلم لیگ سے تعاون کرے۔ (نوائے وقت ۲۸ مئی ۱۹۴۷ء)

خان محمد علی خان کا بیان

اب آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ اس وقت خان عبدالغفار خان کی کیا روش تھی اور سرخپوش کس طرح ہندو کانگرس کا آلۂ کار بنے ہوئے تھے۔

"مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے سرخپوش کانگرس کا آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔

خان عبدالغفار خان اپنے ہندو آقاؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں

پشاور۔ خان محمد علی خان سیکرٹری فرنٹیئر پراونشل مسلم لیگ

Marfat.com

نے ایک بیان میں اس امر کا اظہار کیا ہے۔ کہ علیحدہ پٹھانستان ریاست بنانے کا خیال ایک چال ہے۔ جو خان عبدالغفار خان نے اپنے ہندو آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے چلی۔ کانگرس نے اس بات کو تسلیم کرکے کہ ہندو اور مسلمان دو علیحدہ علیحدہ قومیں ہیں تقسیم ہند کی تجویز کو قبول کر لیا۔ لیکن کانگرس اس بات کے سراسر خلاف تھی۔ کہ ہندوستان کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بلقان کی طرح تقسیم کر دیا جائے۔ میں حیران ہوں کہ مسٹر گاندھی نے کس طرح پٹھانستان بنانے کے حق میں اپنی رائے دی اور اس تجویز کی حمایت کا اعلان کیا حالانکہ اس قسم کا تصور بھی ان کے نزدیک ناقابل قبول ہے۔ یہ چال تو کانگریسی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے چلی گئی اور اس کا انکشاف مسٹر گاندھی نے اپنی پرارتھنا میں تقریر کرتے وقت کر دیا۔ آپ نے پٹھانوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اب پٹھانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں سے رشتۂ مودت قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ہندو اب بھی یہی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں تفریق ڈالیں انھوں نے مختلف علاقوں میں اپنے ایجنٹ چھوڑ رکھے ہیں جو اُن کے مقصد کے لیے ان کا آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ پنجاب میں انھوں نے سکھوں کو اپنا آلۂ کار بنایا ہے۔ مغربی بنگال میں ہندوؤں سے اپنا کام نکالا اور اب وہ صوبہ سرحد میں سرخپوشوں سے یہ کام لینا چاہتے ہیں۔

خان عبدالغفار خان نے ریفرنڈم کے بائیکاٹ کا جو اعلان کیا ہے دراصل یہ مسلم لیگ کی مہم کو بے اثر بنانے اور جوش و خروش کو کم کرنے کے لیے ایک چال ہے۔ صوبہ سرحد کے پٹھان اب بیدار ہو چکے ہیں۔ وہ خان عبدالغفار خان یا کسی اور کے کہنے پر غلط راستے

Marfat.com

پر نہیں چل سکتے۔" (نوائے وقت، ۲۷ جون ۱۹۴۷ء)

خان برادران

"خان برادران کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔
انھیں سر چھپانے کو جگہ تک نہیں ملے گی۔
ڈیرہ اسمٰعیل خان۔ ۲۷ جون پیر صاحب زکوڑی شریف بنوں اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کے اضلاع کا دورہ کر رہے ہیں انھوں نے ایک بیان میں فرمایا کہ خان برادران کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں انھیں سر چھپانے کے لیے جگہ نہ ملے گی۔ بنوں میں ۲۱ جون کو خان برادران کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ان کے لیے سرمۂ بصر ثابت ہوگا۔ انھیں جلسہ تک منعقد نہ کرنے دیا گیا۔ (نوائے وقت، ۲۷ جون ۱۹۴۷ء)

نیو سٹیسمین

خان عبدالغفار خان نے پٹھانستان کے نام پر جو فریب بازی شروع کر رکھی ہے۔ کانگرس کو اس کی مذمت کرنی چاہیے۔

مشہور سوشلسٹ اخبار نیو سٹیسمین کا تبصرہ

پٹھانستان کی تجویز رخنہ اندازی کے مترادف ہے۔

مسٹر گاندھی کو اس کی حمایت سے پہلوتہی کرنا چاہیے۔

لندن۔ ۲۷ جولائی برطانوی آزاد سوشلسٹ اخبار "نیو سٹیسمین" نے ایک مقالہ سپردِ قلم کیا ہے۔ جس میں عبدالغفار خان کے پٹھانستان قائم کرنے کی کوششوں پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔ کہ خان عبدالغفار خان نے پٹھانستان کے قیام کے لیے جو کوششیں شروع کر رکھی تھیں وہ بالکل ناکام ہو گئیں اور اب ریفرنڈم

Marfat.com

برطانوی اسکیم کے مطابق ہو رہا ہے۔ خان عبدالغفار خان نے ایک طرف تو کانگرس کے فیصلہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ جو اس تین جون والی اسکیم کو قبول کرنے کے سلسلہ میں کیا تھا دوسری طرف وہ موقع کھو بیٹھے دو سال پہلے پٹھانوں نے افغانستان کے الحاق کے حق میں اظہار خیال کیا تھا لیکن کانگرس نے انہیں ایسا کرنے سے روکے رکھا۔ اس وقت سے مسلم لیگ کے اثر و اقتدار کا زور بڑھ رہا ہے۔ اور اس کے برعکس سرخ پوش اپنا رسوخ کھو رہے ہیں۔ مقامی کانگریسیوں نے آخری ساعت پر ریفرنڈم کا مقاطعہ کر کے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا اور یہ کوششیں کر رہے ہیں کہ پٹھانوں پر اپنا کنٹرول قائم رکھنے کے لیے ہاتھ پاؤں ماریں جس کی حمایت بدقسمتی سے مسٹر گاندھی کر رہے ہیں۔ اس موقع پر اگر (قائداعظم) مسٹر جناح یہ کہیں کہ اس قسم کی مساعی صریحاً دھوکہ اور فریب ہے تو غلط نہ ہوگا۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ کانگرس ہائی کمان عبدالغفار خان کی اس تحریک کی مذمت اور برائی کرے جو رخنہ اندازی کرنے کے مترادف ہے۔

پنجاب اور کلکتہ کے علاوہ باقی تمام علاقوں میں تقسیم کا کام پرامن طریق پر پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ پنجاب میں سب سے نمایاں اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ مسلم لیگ نے صوبہ کے تمام مسلمانوں کی حمایت حاصل کر لی۔ یہاں تک کہ ملک سر خضر حیات اور ان کے آٹھ مسلمان ساتھیوں نے بھی پاکستان میں شمول کے حق میں ووٹ دیئے۔

(نوائے وقت، ۲ جولائی ۱۹۴۷ء)

Marfat.com

وزیراعظم سرحد

"اگر مسلم لیگ ۳۰ فیصدی سے زائد ووٹ لے گئی۔ تو میں مستعفی ہو جاؤں گا۔
میں پاکستان سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتا۔
(ڈاکٹر خان)

پشاور۔ ۸ر جولائی وزیراعظم سرحد ڈاکٹر خان صاحب نے ایک پریس کانفرنس میں کل کہا کہ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اگر مسلم لیگ اس ریفرنڈم میں ۳۰ فیصدی سے زائد ووٹ حاصل کر گئی تو میرا اخلاقی فرض ہوگا۔ کہ میں سرحد کی وزارت عظمیٰ سے استعفیٰ دے دوں"

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر خان صاحب نے کہا کہ پچھلے انتخابات میں کل ووٹوں میں سے صرف ۴۲ فی صدی ووٹ ڈالے گئے یعنی کل چھ ہزار میں سے ۲۵۸۰۰۰۔ اس لیے اگر مسلم لیگ اسی حساب کے مطابق پچاس فیصدی سے زائد ووٹ حاصل کرے۔ تو میرا استعفا دینا اخلاقاً واجب ہو جاتا ہے لیکن یہ میری ذاتی رائے ہے اصل فیصلہ مقامی کانگرس جماعت کے ہاتھ میں ہے"

ڈاکٹر خان صاحب نے مزید فرمایا کہ "ہماری وزارت سے استعفے کا قدرتی نتیجہ نئے انتخابات ہوگا" جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا استصواب رائے کے بعد سے ۱۵ر اگست تک آپ ایک مشترکہ نگران حکومت بنانے پر رضامند ہوں گے؟ تو ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ "ہماری ذاتی رائے ایسی نہیں۔ میں ذاتی طور پر

Marfat.com

پاکستان سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتا ہوں"۔
(نوائے وقت ۹ر جولائی ۱۹۴۷ء - ا - پ)

خان عبدالقیوم خان

"ملّتِ اسلامیہ کے غدّاروں پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے۔

خان عبدالغفّار خان سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (عبدالقیوم)

پشاور۔ ۸ر جولائی۔ آج شام پشاور سٹی مسلم لیگ کے زیر اہتمام چوک یادگار میں ایک عظیم الشّان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سرحد مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے لیڈر خان عبدالقیوم نے کہا کہ ملّت اسلامیہ کے بعض غدّاروں کی مسلم کش سرگرمیوں کے باوجود صوبہ سرحد قدرتی طور پر پاکستان کا ایک اہم حصّہ ہے اور رہے گا۔ خان عبدالقیوم خان نے کہا صوبہ سرحد کی کانگریس نے موجودہ استصواب رائے کا جو بائیکاٹ کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنی متوقع شکست پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے، خان عبدالغفار نے پٹھانستان کا جو فتنہ برپا کیا ہے وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ جس مسئلے پر استصواب رائے عامہ ہو رہا ہے اسے خان عبدالغفار خان اور ان کے سیاسی رہنما مسٹر گاندھی پنڈت جواہر لعل نہرو، آل انڈیا کانگرس کی مجلس عاملہ اور آل انڈیا کانگرس کمیٹی منظور کر چکی ہے۔ خان عبدالقیوم خان نے کہا کہ خان عبدالغفار خان کی سرگرمیوں کا اس کے سوا کوئی مقصد نہیں کہ وہ بے بنیاد دلائل اور مباحثہ سے سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنا چاہتے

Marfat.com

ہیں۔ مثال کے طور پر خان عبدالغفار خان مسلم لیگ سے یہ یقین حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان دستور ساز اسمبلی کے قیام کے بعد پاکستانی علاقوں میں برطانوی فوج مقیم نہ رہے گی۔ حالانکہ اس سلسلہ میں مسلم لیگ نے بارہا اپنے دیانتدارانہ عزائم کا اعلان کیا ہے۔ خان عبدالقیوم خان نے مزید کہا کہ خان عبدالغفار خان اور ان کے حواری ہمارے متعلق تو غیر ضروری طور پر شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر وہ ہندو انڈیا اور ہندو لیڈروں کے رویہ کے متعلق کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ حالانکہ ہندوؤں کے لیڈروں نے آزاد جمہوری حکومت کے قیام کے متعلق موجودہ دستور ساز اسمبلی میں ایک واضح قرارداد پاس کرنے کے باوجود درجنہ نوآبادیات منظور کر لیا ہے۔ خان عبدالقیوم خان نے کہا کہ صوبہ سرحد کے عوام میں اب خاطر خواہ سیاسی بیداری پیدا ہو گئی ہے اب کوئی انہیں گمراہ نہیں کر سکتا۔ موجودہ استصواب رائے عامہ میں اگر عوام نے پاکستان کے حق میں قطعی رائے دے دی تو غفار خان پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا۔"

(رائے وقت ۹ جولائی ۱۹۴۷ء)

سردار عبدالرب نشتر

"خان عبدالغفار خان کے بیانات جھوٹ کا پلندہ ہیں۔

(عبدالرب نشتر کا بیان)

یہ غلط ہے کہ عبدالغفار خاں ریفرنڈم کے خلاف تھے۔ انھوں نے کانگریس کی مجلسِ عاملہ میں ہرگز مخالفت نہ کی۔

نئی دہلی ۱۱ جولائی سردار عبدالرب نشتر وزیر مواصلات

Marfat.com

نے ایک بیان میں فرمایا"

(نوائے وقت ۱۲ر جولائی ۱۹۴۷ء)

نوائے وقت

"اگر ہمیں کچھ کہنا ہوا تو ہم مسٹر جناح سے کہیں گے"

محسود ملکوں کا خط پنڈت نہرو کے نام

یہ وہ خط ہے جو زرک میں محسود جرگہ کی طرف سے پنڈت جواہر لعل نہرو کی خدمت میں پیش کیا گیا اور جس کے متعلق خان عبدالغفار کا ارشاد یہ تھا۔ کہ "مجھے اس میں کسی کا ہاتھ نظر آتا ہے"

مورخہ ۱۵/۴۶ء کیمپ زرک

از طرف تمام قوم محسود ان وزیرستان کے

بنام جناب صاحب پنڈت جواہری لعل

۱۔ ہم کو معلوم نہیں ہے کہ جناب صاحب کس مطلب کے لیے آئے ہیں۔

۲۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ کسی بادشاہ لئے افغانستان مسلمان و ہندوستان کئی میں گزر رہے ہیں۔

۳۔ ہم نے کسی کا حکومت نہیں مانا۔ اور ہم آزاد قوم ہیں آج تک۔

۴۔ ہمارا پیارا مہربان ہم درد خیر خواہ جناب صاحب مسٹر محمد علی جناح کو سرحدی دورے پر آنا چاہتے ہیں قدم بوسی کے لیے۔

۵۔ اگر ہم کو کچھ عرض کرنا ہو تو ہم اپنا خیر خواہ جناب صاحب

Marfat.com

مسٹر جناح کو کریں گے۔

(نوائے وقت ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء)

مسلمانان سرحد کو ملتِ اسلامیہ سے علیحدہ کرنے کے لیے کانگرس کی ناپاک سازش۔

خان عبدالغفار خان ملت میں ایک نیا فتنہ اٹھائیں گے۔

نئی دہلی۔ خان عبدالغفار ایک نئی سیاسی چال چلنے والے ہیں۔ خان صاحب اور ان کے ہندو کانگرسی آقاؤں کو اس کا یقین ہو گیا ہے کہ صوبہ سرحد میں ان کا طلسم ٹوٹ چکا ہے اور اب ان کے لیے کانگرس کے نام پر پٹھانوں کو دھوکہ دینا بہت مشکل ہے۔ خان عبدالغفار خان کو اچانک دہلی میں اس لیے بلایا گیا ہے کہ کانگرسی آقاؤں کو اس کا یقین ہو گیا ہے۔ کہ کسی نہ کسی صورت میں صوبہ سرحد میں استصواب رائے عام یقینی ہے۔ اور اس میں کانگرس کی ناکامی لازمی ہے۔

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پنڈت نہرو۔ مسٹر ولبھ بھائی پٹیل اور خان عبدالغفار خان میں اب یہ طے پایا ہے کہ خان صاحب سرحد واپس جا کر ڈاکٹر خان صاحب اور لالہ مہر چند کھنہ سے مشورہ کریں اور حالات کے مطابق فوراً آہستہ آہستہ خدائی خدمتگار تحریک کا رُخ بدل دیا جائے۔ خان عبدالغفار خان کانگرس اور اکھنڈ ہندوستان سے وابستگی کی بجائے پٹھانستان پر زور دیں پنجابی اور پٹھان کا سوال پیدا کیا جائے۔ اور پٹھانوں میں یہ پراپیگنڈا کیا جائے کہ صوبہ سرحد الگ تھلگ رہے یا افغانستان سے مل جائے مگر پاکستان سے ملحق نہ ہو۔ خان عبدالغفار نے پنڈت نہرو اور مسٹر پٹیل کو یہ یقین دلایا ہے کہ صرف اسی طرح صوبہ سرحد کے

Marfat.com

مسلمانوں کو مسلم لیگ سے برگشتہ کیا جا سکتا ہے۔ کانگرس نے یہ اسکیم منظور کر لی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مہم پر ایک کروڑ روپیہ صرف کیا جائے گا۔ (شامہ نگار سیاسی) (نوائے وقت ۸ مئی ۱۹۴۷ء)

"سرحدی مسلمانوں کا مستقبل نہایت درخشاں ہے"۔

(پیر مانکی شریف)

"سرحد کے لیگی زعما دہلی سے واپس پشاور پہنچ گئے"۔

"لاہور۔ ۷ جولائی صوبہ سرحد کے مسلم لیگی زعما جو قائد اعظم سے تبادلہ خیالات کرنے کے لیے دہلی گئے ہوئے تھے آج دہلی سے بذریعہ ہوائی جہاز پشاور جاتے ہوئے تھوڑی دیر کے لیے لاہور کے فضائی اڈہ پر اترے۔ لاہور کے بے شمار مسلمانوں نے سرحدی زعما کا استقبال کیا۔ استقبال کرنے والوں میں مولانا ابراہیم علی چشتی اور مولانا عبدالستار خان نیازی ایم۔ ایل۔ اے پنجاب بھی شامل تھے۔

نمایندہ پریس سے انٹرویو کے دوران میں پیر مانکی شریف نے کہا کہ صوبہ سرحد کے مسلمانوں کا مستقبل نہایت درخشاں ہے۔ اور وہ پاکستان کی تعمیر میں اہم پارٹ ادا کریں گے۔ پیر صاحب نے مولانا ابراہیم علی کو بتایا کہ وہ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی تحریک کے خاتمہ کے بعد مسلم قوم کی اخلاقی بلندی کے لیے جدوجہد کریں گے"۔

(نوائے وقت ۸ مئی ۱۹۴۷ء)

آپ سرحدی زعما مسلم لیگ کے بیانات پڑھ چکے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ خان عبدالغفار خان کی حرکاتِ مذمومہ بھی آپ کے سامنے آ چکی ہیں جو ہندو کانگرس کی خوشنودی کے لیے انھوں نے کی۔ اب آپ جناب سہروردی صاحب کی ایک تقریر ملاحظہ فرمائیں:۔

"کانگرسی علما مسلمانوں کو دنیا کی نظر میں ذلیل کرنے کی کوشش

Marfat.com

کر رہے ہیں۔" (سہروردی)

"پاکستان اپنی ضروریات سے زیادہ اناج پیدا کرے گا"

"سلہٹ ۳۰ جولائی ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک عظیم الشان اجلاس میں پرسوں رات تقریر کرتے ہوئے بنگال کے وزیر اعظم حسین شہید سہروردی نے سلہٹ کے عوام اور خاص طور پر اقلیتوں کو یقین دلایا کہ پاکستانی حکومت میں ان کے حقوق اور مفاد کا پورا تحفظ کیا جائے گا۔

برطانوی حکومت کے تازہ ترین اعلان کا پس منظر پیش کرتے ہوئے مسٹر سہروردی نے فرمایا کہ آسام کی کانگرسی حکومت نے کانگرس ہائی کمانڈ کی ہدایت کے باوجود وزارتی مشن کی تجاویز کو ٹھکرا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج بنگال اور پنجاب کو بانٹ دیا گیا ہے۔

سلہٹ میں جمعیۃ العلماء کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے سہروردی صاحب نے فرمایا کہ یہ لوگ کانگرس کے ایجنٹ ہیں جو مسلمانوں کو ہندوستان میں رہنے کے لیے گمراہ اور مجبور کر رہے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جب پاکستان قائم ہو چکا ہے اور مسلمان قوم کا مستقبل ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے تو یہ مسلمانوں کو دنیا کی نظروں میں ذلیل کرنے کی کوششیں کیوں کر رہے ہیں۔

یہ علماء کہتے ہیں کہ اگر سلہٹ پاکستان میں شامل ہو گیا تو وہاں خوراک کی کمی واقع ہو جائے گی اور غذائی اناج کی قیمتیں چڑھ جائیں گی اس سے زیادہ غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ مشرقی بنگال میں اناج کی گرانی کی وجہ یہ ہے کہ اناج کی تقسیم مرکزی حکومت کے اختیار میں ہے اور پاکستان کی پیداوار تمام ملک میں تقسیم ہو کر اس کا صرف ایک حصہ بنگال میں پہنچتا ہے جو یہاں کی ضروریات کے لیے کافی نہیں ہو سکتا لیکن جب ہم آزاد اور خود مختار ہو جائیں گے تو ہمارے ملک میں اس قدر وافر اناج پیدا ہو گا جو ہماری ضروریات پوری کر کے بچ رہے گا اور دنیا کے باقی حصے اپنی ضروریات کے لیے ہمارے محتاج ہوں گے"

(آب) (۵ جولائی ۴۷ء نوائے وقت)

Marfat.com

وطن پوجتا ہے

بھارت میں بُت گنگ و جمن پُوجتا ہے
پُوجتی ہے زمین چرخِ کہن پُوجتا ہے
اللہ کی پُوجا ہے یہاں جُرم عظیم
اس اندھوں کی نگری میں وطن پوجتا ہے

(خلیق قریشی)

انجام کے ہندو

مسلمان نام کے تو ہیں مگر ہیں کام کے ہندو
انھیں ہم سے کہیں پیارے ہیں سندھ آسام کے ہندو
وُہ ہیں آغاز کے مُسلم، مگر انجام کے ہندو
غرض ایسے ہیں وُہ جیسے کہ ہوں اسلام کے ہندو

(اے۔ڈی۔ اظہر سیالکوٹی)

Marfat.com

مُسلم نیشنل گارڈز

"جالندھر میں دفتر مسلم نیشنل گارڈز کا افتتاح"
اور پرچم کشائی کی رسم

"جالندھر شہر ۵ر جولائی (بذریعہ ڈاک) ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ پرسوں جامع مسجد کے بالمقابل دفتر مسلم نیشنل گارڈ کا افتتاح ہوا۔ اس موقعہ پر کم و بیش ایک ہزار باوردی مسلم نیشنل کے رضاکار موجود تھے۔ پرچم کشائی کی رسم صوبیدار محمد صالح سالار سٹی مسلم لیگ نیشنل گارڈز نے ادا کی سب سے آخر میں نیشنل گارڈز کے باوردی رضاکاروں نے بینڈ کے ساتھ پریڈ کی۔"

مرزا گل محمد آفس سیکرٹری
سٹی مسلم لیگ جالندھر شہر
(نوائے وقت ۱۲ر جولائی ۱۹۴۷ء)

سرکردہ لیگی ورکر

"ایک سرکردہ لیگی ورکر کا جالندھر اور نکودر کی تحصیلوں میں داخلہ بند۔"

"جالندھر ۲۸ر جون۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جالندھر نے ایک سرکردہ مسلم لیگی ورکر میاں شمس الحق کا جالندھر اور نکودر تحصیل میں داخلہ تین ماہ کے لیے بند کر دیا ہے۔ میاں شمس الحق آج کل ضمانت پر رہا ہیں۔ آپ کو ریوٹل کیمپ میں بھوک ہڑتال کرنے کے سلسلہ میں چار ماہ قید کی سزا دی گئی تھی۔"

(نوائے وقت ۲۹ر جون ۱۹۴۷ء)

Marfat.com

"قائداعظم کی کوٹھی میں سکھ نوجوان کا داخلہ"
پولیس نے اُسے موقع پر گرفتار کرلیا

دہلی ۲۸ جون۔ دہلی کے اخبار "اسٹیٹسمین نیوز کرانیکل" کی دیروز اشاعت میں ایک فوٹو شائع ہوا۔ جس میں پولیس ایک سکھ نوجوان سے باز پرس کر رہی ہے۔ جس کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ کہ وہ پچھلے ہفتہ قائداعظم کی کوٹھی کے عقب سے کوٹھی کی دیوار پھاند کر کوٹھی میں داخل ہو گیا تھا۔" (۲۹ جون ۱۹۴۷ء۔ نوائے وقت)

حضرت سچ جالندھری

"حضرت سچ جالندھری کے وارنٹ گرفتاری اور حاضر ضمانت"

"جالندھر کے لیگی کارکن مولانا عبدالمجید صاحب سچ جالندھری مورخہ ۲/۵/۴۷ کو حاضرِ ضمانت پر رہا کر دیئے گئے۔ پولیس نے آپ کے وارنٹ گرفتاری مورخہ ۵/۴/۴۷ کو جاری کیے تھے۔ واقعات یوں بیان کیے جاتے ہیں۔ کہ مسلم لیگ کی سابقہ پُرامن سول نافرمانی کے سلسلہ میں سچ صاحب کو زیر دفعہ ۱۲/۸ سیفٹی آرڈیننس بتاریخ ۲۵/۱/۴۷ گرفتار کیا گیا۔ مورخہ ۳۰/۱/۴۷ کو عدالت ماتحت نے انھیں ایک سال سزائے قید بامشقت سے نوازا۔ ۲۷/۲/۴۷ کو جب کہ جملہ اسیران کو لیشن وزارت رہا ہوئے انھیں بھی رہا کر دیا گیا۔ رہائی سے قبل سچ صاحب کی طرف سے عدالت ماتحت کے فیصلہ کے خلاف سیشن کورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی تھی۔ اس اپیل کا فیصلہ مورخہ ۱۱/۳/۴۷ کو یعنی رہائی کے ۱۳ دن بعد سنا دیا گیا۔ فاضل جج نے بلیک سیفٹی آرڈی نینس کو سرے سے خلافِ قانون قرار دیتے ہوئے سچ صاحب کو باعزت

Marfat.com

طور پر بری کر دیا۔ پولیس سیشن کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف ہائیکورٹ میں چیلنج کر چکی ہے۔ جج صاحب ۱۲ کو ہائی کورٹ میں پیش ہو رہے ہیں۔" (نوائے وقت ۷ مئی ۱۹۴۷ء)

"ملایا کے تمام مسلمان مطالبہ پاکستان کے حامی ہیں"۔

قائداعظم سے ملاقات کے بعد پنیانگ مسلم لیگ کے صدر کا اعلان

نئی دہلی ۲۹ مئی۔ آج پنیانگ (ملایا) مسلم لیگ کے صدر مسٹر ابراہیم نے قائداعظم جناح سے ملاقات کے بعد اخباری نمائندہ کو بتایا کہ وہ مسلمانان ملایا کی طرف سے قائداعظم جناح کو یہ دعوت دینے آئے تھے۔ کہ وہ ملایا میں ہونے والی مسلم کانفرنس کی صدارت قبول فرمائیں لیکن قائداعظم نے ہندوستانی مسائل کے سلسلہ میں اپنی شدید مصروفیتوں کے پیش نظر دعوت منظور کرنے سے اظہار معذوری کیا ہے۔

مسٹر ابراہیم نے کہا کہ "ملایا کے تمام مسلمان ہندوستان میں اپنے بھائیوں کے مطالبہ پاکستان کے حامی ہیں اور وہ اس سلسلہ میں اسلامیان ہند کو ہر ممکن امداد دینے کو تیار ہیں"۔

مسٹر ابراہیم عارضی حکومت کے خانس ممبر مسٹر لیاقت علی خان اور رکن مواصلات سردار عبدالرب نشتر سے بھی ملاقات کر چکے ہیں" (۳۰ مئی ۱۹۴۷ء نوائے وقت)

"پاکستان کی حمایت میں لندن کے ایک ہزار سے زائد مسلمانوں کا مظاہرہ"

"وزیراعظم برطانیہ کی خدمت میں ایک میمورنڈم پیش کیا گیا

Marfat.com

تقسیم پنجاب بنگال کی مخالفت"

"لندن ۲۶ مئی۔ برطانیہ کی مسلم لیگ نے کل وزیر اعظم ایٹلی کی خدمت میں ایک میمورنڈم پیش کیا جس میں مکمل پنجاب اور مکمل بنگال سمیت پاکستان کا مطالبہ کیا۔ مسٹر علی محمد خان صدر برطانیہ مسلم لیگ نے چار دیگر سرکردہ لیگی اراکین کے ساتھ میمورنڈم پیش کیا اور وزیر اعظم ایٹلی کی خدمت میں واضح کیا کہ کانگرس کی بنگال اور پنجاب کی تحریک شرارت پر مبنی ہے۔ اور محض پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے کی گئی ہے۔ اس سے قبل ایک ہزار سے زائد مسلمانوں نے سڑکوں پر جلوس نکالا اور "زندہ باد قائداعظم" "ہم پاکستان کے لیے مر مٹیں گے" "ہم بنگال اور پنجاب کی تقسیم منظور نہیں کریں گے"۔ وغیرہ وغیرہ پرجوش نعرے لگائے"۔ (۲۷ مئی ۱۹۴۶ء نوائے وقت)

مسلم طلبا دوسوہہ کا انتخابی دورہ

"دوسوہہ (ڈاک سے) سٹوڈنٹس فیڈریشن تقریباً تین ہفتے سے اردگرد کے گاؤں میں دورہ کر رہی ہے۔ تمام لوگوں نے وعدہ کیا ہم مسلم لیگ کے امیدوار چوہدری علی اکبر خان کو ووٹ دیں گے اور یہ بھی وعدہ کیا کہ ہم پیدل چل کر جلوس کی شکل میں ووٹ دینے جائیں گے"۔ (یکم فروری ۱۹۴۶ء۔ نوائے وقت)

داؤدخیل لیگ کی سرگرمیاں

داؤدخیل (ڈاک سے) ملک امیر محمد خان صاحب نے موجودہ الیکشن کی اہمیت واضح فرما کر تمام حاضرین کو کہا کہ آپ اپنا ووٹ

Marfat.com

مسلم لیگ کے اُمیدوار مولانا محمد عبدالستار خان صاحب نیازی کو دیں۔ اس کے بعد مولانا فخر الزماں شاہ صاحب نے مسلمانوں کو شرعی پہلو سے آگاہ فرماتے ہوئے کہا کہ عبدالستار صاحب نیازی ہر پہلو سے خالق داد خان صاحب سے اوّل ترین ہیں۔ تمام مسلمانوں نے دُعا اور وعدہ کیا کہ ہم اپنا ووٹ عبدالستار خان نیازی کو دیں گے۔" (۲۶ جولائی ۱۹۴۶ء نوائے وقت)

"مرکزی اسمبلی کے انتخاب میں بنگال کے ہر حلقہ میں مخالفین لیگ کی ضمانت ضبط ہوگئی۔"

نیشنلسٹ مسلمانوں کو پانچ فیصدی ووٹ ملے

کلکتہ ۱۳ دسمبر مرکزی اسمبلی کی باقی دو مسلم نشستوں کا نتیجہ بھی آج سُنا دیا گیا۔ دونوں حلقوں میں نیشنلسٹ اُمیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہوگئی ہیں۔

مولوی تمیز الدین (لیگ) نے ۱۲۰۲۴ ووٹ حاصل کیے ان کے مخالف سر عبدالحلیم غزنوی کو صرف ۷۷۰ ووٹ ملے۔ واضح رہے کہ کانگرس اور ہندو مہاسبھا دونوں نے مل کر سر عبدالحلیم کی کامیابی کے لیے بڑا زور لگایا تھا اور ہندو زمینداروں نے اپنے مسلمان کارکنوں پر دباؤ ڈالا تھا کہ ووٹ سر عبدالحلیم کو دیں۔

دوسرے حلقہ سے چودھری محمد اسمٰعیل (لیگ) کو ۹۱۹۵ اور خان بہادر ہاشم علی (نیشنلسٹ) کو صرف ۱۰۴۱ ووٹ ملے۔ بنگال مسلم لیگ کو کل ووٹ نوّے ہزار گیارہ اور نیشنلسٹ مسلمانوں کو صرف ۵۵۳۰ ووٹ ملے یعنی کل ووٹوں کے ۵ فیصدی سے کچھ اوپر۔

Marfat.com

اس مرتبہ مرکزی اسمبلی کی کل مسلم نشستوں کی تعداد ۳۴ تھی وہ سب نشستیں مسلم لیگ نے جیت لی ہیں۔ ان میں سے ۹ نشستیں بلامقابلہ مسلم لیگ نے حاصل کرلیں اور تیرہ حلقوں میں مخالفین لیگ کی ضمانت ضبط ہوگئی۔ اب مرکزی اسمبلی کے مسلمان ممبروں میں سے صرف دو مسلم لیگ سے باہر ہیں۔ یعنی مسٹر آصف علی اور خان عبدالغنی اور یہ دونوں مخلوط حلقوں سے غیر مسلم ووٹوں کی مدد سے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔ مسلم لیگ نے ان حلقوں میں اپنے امیدوار کھڑے نہیں کیے تھے۔" (نامہ نگار)

(نوائے وقت یکم جنوری ۱۹۴۶ء)

"انتخابی جنگ کے پہلے مرحلے میں بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اب دوسرے مرحلے کی تیاریاں شروع کردو۔" ۱۱ر جنوری کو ہندوستان بھر کے مسلمان جشن فتح منائیں۔

مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں بے مثل کامیابی پر قائداعظم کا بیان

"بمبئی ۳۱ر دسمبر۔ قائداعظم محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ ایک بیان میں فرماتے ہیں۔ کہ مرکزی انتخابات کے پیش نظر ہمارے مخالفوں کو یہ بات معلوم ہوجانی چاہیئے کہ اب پاکستان اور مسلم لیگ کی مخالفت فضول ہے۔ ان انتخابات کے نتائج نے پاکستان کے حق میں غیر مبہم فیصلہ دے دیا ہے اور مسلمانوں نے ثابت کردیا ہے کہ مسلم لیگ ہی ان کی نمائندہ سیاسی جماعت ہے۔ قائداعظم نے ہدایات جاری کی ہیں کہ اس غیر معمولی فتح کی خوشی میں ۱۱ر جنوری کو جشن فتح منایا جائے۔ اب

Marfat.com

جبکہ بنگال کی دو باقی ماندہ نشستوں کے نتائج کا بھی اعلان کر دیا گیا ہے۔ میں ہندوستان کے مسلمانوں کو ان کی غیر معمولی اور درخشاں کامیابی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے ہندوستان بھر میں سو فیصدی نشستوں پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کامیابی کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے۔ کہ لیگ کے بیش تر مخالفوں کی ضمانتیں ضبط ہو گئی ہیں۔ بنگال میں تو ہر مخالف لیگ کی خواہ وہ کانگرسی تھا یا نام نہاد قوم پرست مسلمان ضمانت ضبط ہو گئی ہے۔ اس شرمناک اور دندانِ شکن شکست کے پیشِ نظر مخالفین لیگ کو یہ محسوس کر لینا چاہیئے کہ اب کانگرس کی امداد سے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی تمام کوششیں لاحاصل ہیں۔ اب ہندوؤں کے اخباری اور مالی ذرائع بھی اس معاملے میں بے کار ہو چکے ہیں۔ مطالبہ پاکستان کے حق میں مسلمانوں کا یہ واضح فیصلہ ہے اور اس نے ثابت کر دیا ہے کہ صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمایندہ جماعت ہے اور کانگرس کو مسلمانوں کی نمایندگی بالکل حاصل نہیں۔

کانگرس کو صرف اعلےٰ ذات کے ہندوؤں کی نمایندگی حاصل ہے۔ ہندو مہاسبھا جو ہندو کانگرس کی صرف ایک امدادی جماعت تھی ختم ہو چکی ہے۔ یہ چیز اب نمایاں طور پر ثابت ہو چکی ہے۔ کہ کانگرس اور ہندو مہاسبھا ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

مسلم لیگ کی درخشاں اور غیر معمولی فتح کے پیشِ نظر میں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری کے نام ہدایات جاری کر دی ہیں کہ تمام صوبائی اور پرائمری لیگیوں کو اس مطلب کی

Marfat.com

ہدایات دے دیں۔ کہ ۱۱ر جنوری بروز جمعہ جشن فتح منایا جائے اس روز جلسے منعقد کر کے عوام کو جنگ کے پہلے مرحلے میں کامیابی سے روشناس کرایا جائے تاکہ ہم ایک منظم قوم کی طرح جنگ کے دوسرے مرحلہ میں قدم رکھ سکیں۔ جو صوبائی انتخابات میں فتح حاصل کرنا ہے۔ مکمل کامیابی کے لیے ہمیں مسلم لیگ کے سرکاری امیدواروں کی امداد کر کے اور انھیں ووٹ دے کر ہر صوبے میں نمایاں اکثریت حاصل کرنی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم کانگرس اور نام نہاد قوم پرست مسلمانوں کی سازشوں کے باوجود انتخابات میں کامل فتح حاصل کریں اور اس معاملے میں ہندو کانگرس کے اخباری اور مالی ذرائع ہمارا راستہ نہ روک سکیں گے۔ میں ہر مسلمان مرد اور عورت سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ ہر صوبے میں مسلم لیگ کے سرکاری امیدوار کی پوری پوری امداد اور اعانت کی جائے۔" (ا۔ پ) (نوائے وقت یکم جنوری ۱۹۴۶ء)

"مسٹر جناح نے ثابت کر دیا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی نمائندہ ہے"

مرکزی اسمبلی کے انتخابات پر حکومت برطانیہ کے ایک ترجمان کے تاثرات

مسلم لیگ نے کانگرس اور کانگرسی مسلمانوں کے دعوے باطل کر دیئے

لندن ۳۱ر دسمبر۔ پارلیمنٹ کی تعطیلات کے دوران میں لارڈ ہتھیک لارنس اور مسٹر آرتھر ہنڈرسن کو ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے انتخابات کی تفصیلات کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ حکومت برطانیہ کے ایک ترجمان نے نمائندہ گلوب کو مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے بتایا۔ کہ مسلم لیگ کی فتح اہم حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ مسلم لیگ کو کانگرس

Marfat.com

اور مسلم نیشنلسٹ دونوں پارٹیوں کا مقابلہ درپیش تھا۔ مسٹر جناح نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی نمایندہ جماعت ہے اور اس طرح کانگرس اور کانگرسی مسلمانوں کے دعوے باطل کر دیئے ہیں اب پاکستان کا دارومدار صوبائی انتخابات پر ہے۔ مرکزی اسمبلی کے انتخابات سے پتہ چلتا ہے کہ صوبائی انتخابات میں بھی مسلم لیگ کامیاب ہوگی اور اب حکومت برطانیہ کی توجہ مسئلہ پاکستان کے لیے وقف ہو جائے گی۔" (گلوب) (نوائے وقت یکم جنوری ۱۹۴۶ء)

"اسلامی ہندوستان نے واضح فیصلہ دے دیا ہے کہ مسلم لیگ مسلمانان ہند کی واحد نمایندہ جماعت اور پاکستان ان کا محبوب نصب العین ہے۔ دنیا کے کسی ملک میں کسی جماعت کو کسی انتخاب میں آجتک ایسی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔"

مدراس

مسلم لیگ کے امیدواران	حاصل کردہ ووٹ	مخالف امیدواران	حاصل کردہ ووٹ
حاجی اسحاق سیٹھ	۶۳۰۰	مسٹر پی کونیا نیشنلسٹ	ضمانت ضبط
کے۔ ایم رحمت اللہ	۲۳۷۲	مسٹر عبدالقدوس	ضمانت ضبط
مسٹر جمال محی الدین	بلا مقابلہ	×	

پنجاب

مولانا ظفر علی خان	۴۰۹۶	مسٹر گاہا (خاکسار)	۶۲۳
حافظ محمد عبداللہ	۷۱۴۹	چوہدری محمد قاسم (یونانسٹ)	۲۹۳۶
مخدوم حاجی شیر شاہ	بلا مقابلہ	×	
سید عابد حسین	۲۳۲۵	سلطان شاہ	ضمانت ضبط
سر مہر شاہ	بلا مقابلہ	×	

Marfat.com

بہار و اوڑیسہ

مسلم لیگ کے اُمیدواران	حاصل کردہ ووٹ	مخالف اُمیدواران	حاصل کردہ ووٹ
خان بہادر حبیب الرحمٰن خان	۱۲۳۵	مسٹر عبدالغفور (نیشنلسٹ)	۲۴۹
مسٹر محمد نعمان	بلا مقابلہ	×	×
چوہدری عابد حسین	بلا مقابلہ	×	×
نواب نذیر چوہدری	بلا مقابلہ	×	×

آسام

علی	۲۴۹۷	مسٹر ایم موزمدار	ضمانت ضبط

سی پی

نواب صدیق علی خان	بلا مقابلہ	×	×

بمبئی

قائداعظم جناح	۳۶۰۲	مسٹر حسین بھائی لالجی	۱۲۷ ضمانت ضبط
مسٹر احمد ہارون جعفر	۱۶۰۱	مسٹر حسین بھائی لالجی	ضمانت ضبط
ایم۔ ایم قلحدار	بلا مقابلہ		

صوبہ جات متحدہ

نواب محمد اسمٰعیل خان	۷۳۰۰	ڈاکٹر محمد فاروقی نیشنلسٹ	۸۵۱ ضمانت ضبط
راجہ صاحب محمود آباد	۳۱۵۴	مسٹر احترام علی نیشنلسٹ	۴۳۴ ضمانت ضبط
سر محمد یامین خان	۱۷۹۶	مسٹر فخرالدین نیشنلسٹ	۴۰۰
نوابزادہ لیاقت علی خان	۴۵۲۰	محمد احمد کاظمی نیشنلسٹ	۲۷۲۲
سر ضیاءالدین احمد	۳۲۴۸	مسٹر شاکر علی نیشنلسٹ	۵۶۶
خان بہادر غضنفراللہ	۳۲۱۰	حاجی محمد یعقوب نیشنلسٹ	۱۶۵۴۰

بنگال

عبدالرحمٰن صدیقی	۴۵۸۰	مسٹر واحد علی کانگرس	۲۸۰ ضمانت ضبط

Marfat.com

مسلم لیگ کے امیدواران	حاصل کردہ ووٹ	مخالف امیدواران	حاصل کردہ ووٹ
سرحسان سہروردی	۲۰۳۵۹	مسٹر ولی الرحمٰن کانگرس	۱۴۷۰ ضمانت ضبط
سرحسان سہروردی	〃	مسٹر ذکریا آزاد	۱۲۷ ضمانت ضبط
عبدالحمید شاہ	۲۳۰۶۴	معین الدین کانگرس	۱۴۶ ضمانت ضبط
حاجی چوہدری محمد اسمٰعیل خان	۹۱۹۵	مولوی ہاشم علی کانگرس	۱۰۴۱ ضمانت ضبط
مولوی تمیز الدین خان	۱۲۰۲۴	سر عبدالحلیم نیشنلسٹ	۷۰۷ ضمانت ضبط
ایس ربیع الدین احمد صدیقی	۱۹۰۲۷	اکرام الحق نیشنلسٹ	ضمانت ضبط

سندھ

یوسف ہارون	بلا مقابلہ	×	×
مسٹر راشدی	بلا مقابلہ	×	×

(نوائے وقت یکم جنوری ۱۹۴۶ء)

مرکزی انتخابات میں لیگ کی تاریخی فتح

(از خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی)

"شرم سے کرتے ہیں ہا دیکھے ہیں نہرو اور پٹیل
ہے یہ پہلی فتح مسلم لیگ کی کیا شان دار
گر پڑے ہیں منہ کے بل وہ آج سب میدان میں
باد کے گھوڑے پہ جو نادان تھے کل تک سوار
نیشنل مسلم کی ہستی ہو چکی ہے کالعدم
حق نے غارت کر دیا دم بھر میں باطل کا وقار
لیگ کی قوت کا قائل ہو گیا برطانیہ
کہہ رہے ہیں سارے انگلستان کے نامہ نگار
اب تو پاکستان کی تحصیل کچھ مشکل نہیں
ہر قدم ہے منزل مقصود سے اب ہم کنار

Marfat.com

اے مسلمانوں یونہی سر کرلو صوبائی بہم
فتح کامل کا اسی نقطے پہ ہے دار و مدار
اپنی ہر اک چیز ہو قربان خدا کے نام پر
حرف آجائے نہ دیکھو عزتِ اسلام پر

علامہ علاؤالدین صدیقی کا دورۂ ہوشیارپور

ہوشیارپور (ڈاک سے) علامہ صدیقی مدظلہ نے ڈسٹرکٹ مسلم لیگ ہوشیارپور کے زیر اہتمام ضلع ہوشیارپور کے تینوں شہری اور دیہاتی انتخابی حلقوں کا دورہ فرمایا۔ نماز جمعہ جامع مسجد ہریانہ میں ادا کی جس کے بعد مسلمانان ہریانہ کے ایک عظیم الشان مجمع میں مسلم لیگ اور پاکستان کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ بعد نماز عشا "یوم فتح" کی تقریب میں جو سٹی مسلم لیگ کے زیر اہتمام منائی گئی شرکت فرمائی اور ہزارہا مسلمانوں کے مجمع کو تقریباً دو گھنٹے اپنی بصیرت افروز تقریر سے مسحور کیے رکھا۔ آپ نے مسلمانوں کو مرکزی اسمبلی کی شاندار فتح پر مبارک باد دی اور فرمایا کہ یہ فتح اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کی رضا ہمارے ساتھ ہے زاں بعد قائداعظم کی درازیٔ عمر اور مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے دعا فرمائی۔ اگلے روز علامہ صدیقی دوسوہرہ تحصیل میں تشریف لے گئے۔

(نوائے وقت ۹ جنوری ۱۹۴۶ء)

"لیگ کے ساتھ تعاون کرنے میں بقائے ملی کا راز مضمر ہے"۔

(بجنور میں چودھری خلیق الزماں کی تقریر)

"بجنور (ڈاک سے) مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کا ایک وفد زیر

Marfat.com

سرکردگی جناب خلیق الزماں صاحب ۲۹ دسمبر ۱۹۴۵ء کو وارد بجنور ہوا اور ضلع کے ذمہ دار لیگیوں سے تبادلہ خیال کیا بعد نماز عشا ایک بارونق جلسہ اعجاز علی ہال میں زیر صدارت صدر مسلم لیگ منعقد ہوا جس میں مختار دین صاحب نائب صدر اسٹوڈنٹس فیڈریشن اور نسیم قریشی صاحب لکھنوی نے اپنے اثر انگیز خطاب میں پاکستان اس کی ضرورت اور فوائد کو حاضرین جلسہ کے ذہن نشین کیا۔ آخر میں چودھری خلیق الزماں صاحب نے اپنے پُر اثر پیرایۂ بیان میں مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت کرنے اور ووٹ دینے کی اپیل کی۔ انھوں نے بتایا کہ مسلم لیگ کی ہمدردی اور اس کے ساتھ تعاون کرنے میں مسلمانوں کی بقائے ملی کا راز مضمر ہے۔ حاضرین پر جس میں کانگرس کے بہت سے ہمنوا بھی تھے بہت اثر پڑا۔ ضلع مسلم لیگ کی طرف سے پانچ ہزار روپیہ کی تھیلی قائد ملت کی خدمت میں الیکشن فنڈ کے لیے پیش کی گئی۔" (ذامہ نگار) (۲ جنوری ۱۹۴۶ء نوائے وقت)

پاکستان نہ دیا گیا تو اسلامی ہند بغاوت کر دے گا

قائداعظم محمد علی جناح کا انتباہ

"نیویارک ۱۴ فروری۔ جناح نے خانہ جنگی کی دھمکی دی۔" کے موضوع کے تحت "نیویارک ٹائمز" نے اپنے نامہ نگار متعینہ دہلی کا ایک تار شائع کیا ہے۔ اس نامہ نگار کی اطلاع کے مطابق مسٹر جناح نے اُسے بتلایا کہ اگر برطانیہ ہندوستان کے چھ شمالی صوبوں میں پاکستان قائم نہ کر سکا تو مسلمان جنگ پر آمادہ ہو جائیں گے اگر برطانیہ نے صرف ایک مجلس دستور ساز بلانے کا ارادہ پورا کیا تو اس کا نتیجہ ہندوستان کے طول و عرض میں مسلمانوں کی

Marfat.com

بغاوت کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ اب یہ برطانیہ کا فرض ہے کہ وہ صحیح اقدام اٹھائے۔ مسٹر جناح نے مرکز میں عارضی حکومت کے قیام کے لیے وائسرائے کی تجویز کی شدید مذمت کی۔ مسٹر جناح نے کہا کہ برطانیہ کو پاکستان کے حق میں غیر مبہم اعلان کر دینا ہوگا اس کے بعد ہم ہندوستان اور پاکستان کی سرحدوں کا مسئلہ خود حل کر لیں گے۔ مسئلہ فلسطین کے متعلق آپ نے فرمایا عرب فلسطین کی امداد کے لیے ہر ممکن قدم اٹھایا جائے گا۔ کیونکہ ہم کسی صورت میں یہ گوارا نہیں کریں گے کہ فلسطین مسلمانوں کے تسلط میں نہ رہے۔" (۱۵۔ فروری ۱۹۴۶ء۔ نوائے وقت)

"قائداعظم لاہور پہنچ گئے۔ زندہ باد پنجاب قائداعظم کا ہدیۂ تبریک"

"ہم آپ کی فوج اور اسلحہ ہیں"۔ فضائی اڈے پر مسلمان فوجیوں کے عقیدت بھرے تاثرات۔

لاہور۔ ۲۔ مارچ آج صبح قائداعظم اپنی ہمشیرہ مس فاطمہ جناح کی معیت میں ہوائی جہاز میں لاہور پہنچ گئے۔ آپ نے شلوار اور اچکن پہن رکھی تھی اور بشاش نظر آتے تھے۔ فضائی اڈے پر آپ کے استقبال کے لیے نواب ممدوٹ لیڈر مسلم لیگ اسمبلی پارٹی۔ میاں ممتاز دولتانہ جنرل سیکرٹری پراونشل مسلم لیگ۔ سر مراتب علی پریذیڈنٹ مسلم چیمبر آف کامرس۔ میاں اللہ یار خان دولتانہ۔ سید مبارک علی اور رانا نصر اللہ خان رکن اسمبلی موجود تھے۔ جونہی قائداعظم جہاز سے باہر تشریف لائے۔ رائل ایئر فورس کے

Marfat.com

مقامی یونٹ کے کئی ارکان نے آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور ایک تھیلی پیش کرتے وقت ایئر فورس پارٹی کے لیڈر نے کہا "ہم آپ کی فوج ہیں اور آپ کا اسلحہ ہیں"

قائداعظم نے ان کا شکریہ ادا کرنے اور تھیلی قبول کرنے کے بعد انھیں خدا سے مسلم لیگ کی کامیابی کی دعا کے لیے کہا اس کے بعد پنجاب کے مسلم لیگی لیڈروں کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا "زندہ باد پنجاب" آپ نے صرف پنجاب کی خدمت نہیں کی۔ بلکہ دس کروڑ اسلامیان ہند کے وقار کو قائم کر دیا ہے۔ آپ نے وہ کارنامہ سرانجام دیا ہے جو تاریخ میں ہمیشہ یاد رہے گا"

(نوائے وقت ۱۲ مارچ ۱۹۴۶ء)

"قائداعظم کے ایک لفظ پر ہندوستان بھر کے مسلمان بغاوت کر سکتے ہیں"

"کانگرس مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتی ہے اور حکومت اس کی پشت پر ہے"

"اب انقلابی پروگرام کا وقت آگیا"

"بمبئی، ۲ جولائی۔ مسلم لیگ کونسل کے پہلے اجلاس میں سر فیروز خان نون کی ایک پرجوش تقریر" (۳ جولائی ۱۹۴۶ء نوائے وقت)

"اب مسلمان اس دن کے منتظر ہیں جب قائداعظم "مارچ کا بگل" بجا دیں گے"

"ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلہ پر مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی"

Marfat.com

"لاہور کے مقتدر ہمدردان لیگ نے خطابات ترک کر دیئے"
(نوائے وقت۔ ۳۰ جولائی ۱۹۴۶ء)

جواہر لال نہرو

۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کو جواہر لال نہرو نے لکھنؤ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔
"اگر ہم نے انتخابات لڑنے کا فیصلہ کیا تو ہم اس کی پوری تیاری کریں گے اور جو کوئی ہماری مخالفت کرے گا۔ ہم اس کو کچل دیں گے۔ ہم لڑنا جانتے ہیں ہم نے حکومت برطانیہ سے بھی لڑائی کی ہے"

قائداعظم

۱۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں قائداعظم نے کوئٹہ میں فرمایا:۔
"ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ انشاء اللہ ہم ضرور کامیاب ہوں گے"

"جناح نے مسلمانوں کو بیدار کر دیا ہے"

۱۹۴۶ء کے ایک اجتماع میں ہندوؤں کو ڈاکٹر مکرجی کا انتباہ
"نظریۂ پاکستان ہر مسلمان کا جزوِ ایمان بن چکا ہے اور وہ قیام پاکستان کے لیے کمربستہ ہو چکا تھا۔ لیکن ان حالات میں بھی پنجاب میں یونینسٹ پارٹی اور ہندوستان بھر میں کانگرس کے ساتھ ساتھ احرار نیشنلسٹ مسلمان اور جمعیت العلمائے ہند مسلم لیگ کے خلاف متحد تھے۔ ان سب کے علاوہ ہندو مہاسبھا بھی اکھنڈ بھارت کے نام پر مسلم لیگ کے خلاف صف آرا تھی۔ ہندو مہاسبھا اور کانگرس دونوں خالص ہندو جماعتیں تھیں صرف اتنا فرق تھا کہ ہندو مہاسبھا واضح طور پر اپنے آپ کو ہندو جماعت کہتی تھی اور کانگرس مسلمانوں اور سکھوں کی نمائندگی

Marfat.com

بھی دعویدار تھی سکھوں کی بھی ایک جماعت تھی جو اکالی پارٹی کے نام سے مشہور تھی اور جس کی قیادت ماسٹر تارا سنگھ کے ہاتھ میں تھی اپنے غلط اندازِ فکر کی بنا پر یہ جماعت بھی مسلم لیگ اور پاکستان کے خلاف تھی۔"

"اسی سلسلے میں ایک مرتبہ ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی جو اُس زمانے میں ہندو مہا سبھا کے صدر تھے۔ لاہور میں ہندوؤں کے مختلف اجتماعات کو خطاب کیا ان میں سے اہم ترین اجتماع وہ تھا جو گوردت بھون (سرکلر روڈ نزد داتا صاحب) میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں صرف منتخب لوگوں کو شمولیت کی اجازت دی گئی۔ ادھر مسلم لیگی حلقے بھی یہ جاننے کے خواہش مند تھے کہ اس اجتماع میں مسلمانوں کے خلاف کیا منصوبے ہو رہے ہیں چنانچہ ایسے آدمی کی تلاش ہوئی جو کسی نہ کسی صورت میں اجتماع کے متعلق خبر لائے۔ راقم الحروف کو مسلم لیگ کے دفتر میں طلب کیا گیا۔ اور میرے ذمہ یہ کام سپرد کیا گیا کہ گوردت بھون والے اجلاس میں شرکت کر کے مکمل رپورٹ مہیا کروں۔ میاں افتخار الدین مرحوم کی تجویز پر میں کھدر کی قمیض و پاجامہ اور گاندھی کیپ پہن کر ظاہری طور پر ہندو بن گیا۔ یہ لباس راتوں رات سلوایا گیا اور دھو کر سکھایا گیا۔ میں اس ہیئت کذائی کے ساتھ بے دھڑک اور پورے اعتماد کے ساتھ ہال میں داخل ہو گیا، ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حاضرین میں مرد عورتیں سب شامل تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی سفید دھوتی اور کرتے میں ملبوس ہال میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب بہت لمبے تڑنگے اور گرانڈیل ہندو تھے ان کی آمد کے چند منٹ بعد ماسٹر تارا سنگھ بھی سکھوں کے مخصوص لباس میں پہنچ گئے اور جلسہ کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

Marfat.com

میں ایک کونے میں چپکا بیٹھا رہا اور تمام کارروائی سنتا رہا۔
ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی نے اپنی تقریر میں کہا کہ مسلمان ایک جداگانہ قوم ہے جن کے پاس ایک ایسا نظام حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتا ہے۔ جن کے پاس تعلیمات کا ایک ایسا خزانہ موجود ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہے اور جس کی بدولت وہ ایک زندہ و پائندہ قوم کی حیثیت سے تاریخ عالم کے صفحات پر چمکے اور چشم زدن میں دنیا کے ہر گوشے کو زیر نگیں کر لیا، اسلامی نظریہ حیات سے مسلمانوں کی والہانہ وابستگی نے ان میں ایک ایسا اجتماعی شعور پیدا کر دیا، جس نے فکری اور عملی اعتبار سے انھیں ایک مکمل قوم بنا دیا وہ آگے آگے بڑھتے گئے۔ تا آنکہ بھارت بھی اُن کے قدموں تلے آگیا، وہ یہاں عرصہ دراز تک حکومت کرتے رہے لیکن رفتہ رفتہ ان کے قوائے عملیہ میں اضمحلال پیدا ہوتا چلا گیا۔ تن آسانی اور عافیت کوشی نے ان کے تمام مجاہدانہ جذبات کو سرد کر دیا۔ عین اس موقعہ پر انگریز بھارت میں داخل ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے اقتدار کی باگ ڈور چھین لی انھیں معلوم تھا کہ اصل خطرہ مسلمان ہیں ہندو نہیں۔ چنانچہ انھوں نے طرح طرح کے حربوں سے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا شروع کیا۔ ان کا اجتماعی شعور اور جذبہ ملی منتشر ہو کر رہ گیا۔ چنانچہ مسلمانوں کے مقابلہ میں انھوں نے ہندوؤں کو اوپر اٹھانا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

انگریز نے بلاواسطہ اور بالواسطہ ہندوؤں کو (EDUCATE) کرنا شروع کر دیا اور انھیں ایک قوم کی حیثیت سے آگے بڑھنے کے لیے ابھارا چنانچہ ہندو مذہبی و ثقافتی اور معاشرتی لحاظ سے ایک قوم

Marfat.com

بننا شروع ہو گیے اس طرح ہندوؤں کی قومی انا نے جنم لیا اور انگریز بھارت میں ایک ایسا عنصر پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیے جنھیں وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کر سکتے تھے۔ انگریز دیسے بھی مسلمانوں سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اسلام اور عیسائیت کی جنگ میں انھوں نے منہ کی کھائی تھی وہ مسلمانوں کو نیچا دکھانے پر تلے ہوئے تھے اور اس طرح کی دوسری وجوہ نے انگریز کو ہندو کا ہمدرد بنا دیا۔ اس اشتراک نے ہندوؤں کو بھارت میں بہت مضبوط کر دیا۔ اور خود مسلمان بھی ذہنی طور پر ان سے مرعوب ہو گیے۔

مسلم لیگ کی مقبولیت سے پیشتر تو مسلمانوں کے سامنے نہ کوئی راہ تھی اور نہ منزل لیکن اب محمد علی جناح (قائداعظم) نے انھیں خواب گراں سے بیدار کر دیا ہے۔ مسلمان میں پھر وہی جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس میں خود اعتمادی بھی عود کر آئی ہے۔ اب وہ ایسی راہوں کی تلاش میں ہے۔ جن پر چل کر وہ جلد از جلد "پاکستان" کی منزل تک پہنچ سکے اور اگر اسے یہ منزل مل گئی تو یاد رکھیے اسے ایک مرکز میسر آ جائے گا۔ اور مسلمان کو جب مرکز میسر ہو جائے تو وہ طوفان بن کر اٹھتا ہے اور تمام چھوٹی چھوٹی رکاوٹوں کو راستے سے اٹھا کر لے جاتا ہے۔ پہلے تو وہ عربستان سے آیا تھا۔ لیکن اب تو وہ یہیں موجود ہے۔ وہ ایک ایسی ریاست قائم کریں گے جس میں انھیں اشاعتِ اسلام کے مواقع میسر ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے کانگرس اور ہندو مہا سبھا میں فرق بیان کرتے ہوئے کہا "کانگرس اور ہندو مہا سبھا میں مقصد کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا مقصد بھارت میں ہندو راج قائم کرنا ہے۔ ہم یہ بات کھل کر کہتے ہیں۔ کہ

Marfat.com

مسلمانوں اور انگریزوں نے بھارت ہم سے چھینا ہے اور یہ ہمیں واپس ملنا چاہیئے لیکن کانگرس اس بارے میں منافقت سے کام لیتی ہے۔ اور صرف یہ کہتی ہے کہ ہندوستان ہندوستانیوں کا ہے اور مسلمانوں سے یہ توقع رکھتی ہے کہ وہ حصول آزادی میں اُس کا ہاتھ بٹائیں۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے مسلمانوں کے موجودہ سیاسی شعور کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس فریب میں کبھی مبتلا نہیں ہوں گے۔

خاص طور پر مسٹر جناح نے تو کانگرس کو بالکل ننگا کر دیا ہے اور اب تو کوئی ایسا بانیع نظر اور دیانت دار مسلمان ایسا نہیں جو مسٹر جناح کی بات پر یقین نہ رکھتا ہو۔ اب تو کسی قسم کی ہیرا پھیری کام نہیں دے سکتی۔ لہٰذا میں آپ لوگوں سے اپیل کروں گا۔ کہ پوری طرح منظم و مستعد ہو جائیں۔ ہندو مت کے فروغ کے لیے آنے والے خطرات کا احساس کریں اور پوری قوت سے پاکستان کی مخالفت کریں یہ ہمارا سیاسی فریضہ ہی نہیں۔ مذہبی تقاضا بھی ہے۔" اس کے بعد ماسٹر تارا سنگھ نے بھی تقریر کی۔ ان کی تقریر میں کوئی بات قابل ذکر نہیں تھی۔ وہ کہتے تھے اگر جناح کی سیاست کامیاب ہو گئی اور پاکستان بن گیا۔ تو پھر ہم سب تباہ ہو جائیں گے اور مسلمانوں کی غلامی میں چلے جائیں گے۔ ہم پر مسلمانوں نے پہلے ہی بہت ظلم کیے ہیں۔ اب تو ہمیں ہندو کی پناہ ہی ڈھونڈنی چاہیئے۔ ہمیں پاکستان کی مخالفت کرنی چاہیئے بھارت ماتا کو تقسیم نہیں ہونے دینا چاہیئے اور اگر ہم متحد رہیں تو مسلمانوں کو تباہ کر دیں گے۔"

Marfat.com

مندرجہ بالا تحریر جناب عبدالرؤف شباب مفتی صاحب ایڈوکیٹ کے ایک مضمون سے لی گئی ہے۔ جو ۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء کو "نوائے وقت" لاہور میں شائع ہوا۔ مفتی صاحب تحریک پاکستان کے ان مخلصین میں سے ہیں۔ جن کے دل میں یہ تمنا و آرزو اب بھی ہے۔ کہ یہ جادہ فراموش قافلہ اس جادۂ حق کو اختیار کرے۔ جس پر حکیم الامت اور سالارِ کاروانِ ملت قائداعظم چلتا دیکھنے کے متمنی و آرزومند تھے۔ تحریک پاکستان کے اس جانباز مجاہد اور مایہ ناز کارکن کے اس جرأت مندانہ اقدام اور فرض شناسی پر جس قدر بھی ناز کیا جائے کم ہے۔ مفتی صاحب لائق صد احترام و افتخار ہیں کہ ان کی جسارت و ہمت۔ معاملہ فہمی اور بروقت قلندرانہ جہد کے طفیل ہندو مہاسبھا کے لیڈر کا اعترافِ حق جو انھوں نے اپنے مخصوص لوگوں کے سامنے کیا من وعن تاریخ تحریک پاکستان کے لیے ریکارڈ ہو گیا۔

اس مرقومہ واقعہ سے اس حقیقتِ صادقہ پر مہر تصدیق ثبت ہو گئی جسے مسلم لیگی قیادت اپنے راہ گم کردہ بھائیوں (نیشنلسٹ علماء) کے سامنے پیش کر کے انھیں وارد ھا کے سامری کے سحر سے آزاد اور مسلمانانِ ہند کی ملی تحریک کی ہمنوا و ہمقدم دیکھنا چاہتی تھی لیکن واحسرتا ایسا نہ ہوا۔

ہمارا سر عجز و نیاز و عبودیت اس خدائے لم یزل کی بارگاہ صمدیت میں جھک جاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس قادر مطلق تعالےٰ نے ایک تاریخی انمٹ حقیقت ایک ہندو لیڈر کی زبان سے کہلوا دی جس کے تسلیم و اقرار سے ہمارے متحدہ قومیت کے علمبردار عماموں۔ قباؤں اور جبہ و دستار کے حاملین نیشنلسٹ علماء ہمیشہ انکار کرتے

Marfat.com

رہے اور اُن کے مریدین و معتقدین تاہنوز اپنی ضد پر قائم ہیں۔ جہاں جانثارانِ تحریک پاکستان مفتی صاحب کے اس تاریخی کارنامہ پر نازاں و فرحاں ہیں وہاں ہم ڈاکٹر صاحب کی حق گوئی اور صاف بیانی کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک حقیقت کو برملا کہا اور دل و زبان سے اس کا اقرار کیا لیکن ہمارے نیشنلسٹ مسلمانوں کی فریب خوردگی و خودغرضی کا یہ عالم رہا کہ اپنوں سے بیر اور بتوں سے پیار مقصدِ حیات قرار دے لیا اور یہ حضرات پاکستانی قیادت و سیادت کی مخالفت و دشمنی میں اس قدر بڑھے کہ قیام پاکستان تک انھیں توفیق نہ ہوئی۔ کہ مسلمانوں کی ملی تحریک کا ساتھ دے سکیں۔ انھیں اگر فرنگ زدہ نظر آتے تھے تو مسلم لیگی قائدین ان کے نزدیک اگر اسلام ناشناس تھے۔ تو ملی عمائدین مسلم معاشے چھوڑ کر گزریں۔ اُن پر حرف زنی اور حرف گیری ان علماء کے نزدیک گناہ کبیرہ تھی اور اعترافِ حقیقت ان کے ہاں جرم مولانا ظفر علی خانؒ کی زبان میں ؎

ہتے گاندھی جی سے اُن کا رشتہ اور یہ رشتہ ہے زرّیں
گہ ہاتھ اُن کا زرافشاں ہے تو جیب ان کی بھی زرکش ہے

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ؎

بتوں سے جا ملے کٹ کر ہمارے مولوی ہم سے
نہ رکھی شرم انھوں نے اپنی پیشانی کے گھٹے کی

ہندو مہاسبھا کے صدر کے یہ رجحانات اس حقیقت کے غمّاز تھے کہ یہ حضرات دل کی گہرائیوں میں ملّتِ اسلامیہ کے دعاوی و مطالبات کو حق بجانب محسوس کر لیتے لیکن ہماری شوریدہ بختی کہ اس کے باوجود بھی انھیں یہ جرأت نصیب نہ ہوئی کہ کھلے بندوں یہ اعترافِ

Marfat.com

کر لیتے کہ اب تک ہم نے قوم کی تگ و تاز کی جو مخالفت کی ہے۔ ہم غلطی پر تھے اب تعمیری مقصد کے لیے اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں لیکن ایسا نہ ہوا اور یہ بزعم خویش اسلام کے علمبردار ہمارے ملی نصب العین کے قبول کرنے اور تائید و حمایت کے لیے آمادہ و تیار نہ ہوئے۔ حالات و واقعات نے ثابت کر دیا۔ کہ فکر سے عروی تدبر و فراست سے تہی دامنی کس طرح بڑے بڑوں کو ذلت و گمراہی سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ زمانہ نے دیکھا کہ اسلام کے دعویداروں نے کس طرح مفادِ مسلم کی مخالفت میں ہندوؤں کا ساتھ دیا۔

آپ ایک ہندو لیڈر کے خیالات دیکھ چکے ہیں۔ جو اپنی قوم کو حالات حاضرہ سے باخبر کر رہا ہے۔ اجلاس عام میں نہیں مخصوص ہندوؤں کی محدود حاضری میں جو برملا اور واشگاف طور پر کہہ رہا ہے۔ کہ مسٹر جناح نے مسلمانوں کو بیدار و ہشیار کر دیا ہے۔ قیام پاکستان کی مخالفت میں اپنا سارا زور صرف کر دو۔ اگر مسٹر جناح کی سیاست کامیاب ہو گئی تو انگریز نے ہمیں برسوں مراعات دے دے کر جو زندگی میں ابھارا اور مسلمانوں کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ انگریز اور ہمارے دونوں کے زیر اثر رہے۔ مسلمان دوبارہ حیاتِ نو حاصل کرے گا اور اس کی سب سے بڑی وجہ پاکستان کا قیام ہو گا۔ اب آپ دوسرا رخ دیکھئے کہ اسی وادھارا شٹرپتی ابوالکلام "انڈیا ونس فریڈم" میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

"مسلم لیگ نے پاکستان کی جو اسکیم تجویز کی ہے اس پر میں نے ہر پہلو سے غور کیا ہے۔ ایک ہندوستانی کی حیثیت سے میں نے سوچا ہے۔ کہ پورے ہندوستان کے مستقبل پر اس کا کیا اثر ہو گا، ایک مسلمان کی حیثیت سے میں نے دیکھا ہے۔ کہ مسلمانوں کے مستقبل پر کیا اثر پڑ سکتا ہے

Marfat.com

اسکیم کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ نہ صرف بحیثیت مجموعی پورے ہندوستان کے لیے بلکہ خاص طور پر مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہوگی، اور دراصل جتنے مسئلے اس کے ذریعے حل ہوں گے، ان سے زیادہ نئے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے۔"

"مجھے اس کا اعتراف ہے کہ پاکستان کا نام ہی میرے حلق سے نہیں اترتا۔ اس سے یہ خیال پیدا کیا جاتا ہے۔ کہ دنیا کے کچھ حصے پاک اور کچھ ناپاک ہیں۔ پاک اور ناپاک علاقوں کی یہ تقسیم سراسر غیر اسلامی ہے، بلکہ اسلام سے انحراف ہے۔ اسلام ایسی کسی تقسیم کو تسلیم نہیں کرتا۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں"۔ خدا نے پوری دنیا کو میرے لیے مسجد بنایا ہے۔"

"اس کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کی اسکیم شکست کی علامت ہے۔ اور اس کا خیال اسی طرح پیدا ہوا ہے جیسے یہودیوں میں قومی وطن کا خیال۔ یہ اس بات کا اعتراف ہے کہ ہندوستانی مسلمان، ہندوستان میں اپنی حیثیت قائم نہیں رکھ سکتے اور اس پر راضی ہیں کہ ایک کونے میں جو ان کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہو سمٹ کر بیٹھ جائیں۔"

ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"ان حالات میں پاکستان کے مطالبے میں کوئی جان نہیں رہتی کم از کم ایک مسلمان کی حیثیت سے، ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے اس حق کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوں کہ پورے ہندوستان کو میدانِ عمل سمجھوں اور اس کی سیاسی اور معاشی زندگی کی تشکیل میں شرکت کروں۔ میرے نزدیک بزدلی کی بات ہے۔ کہ میں اپنی آبائی جائداد سے دست بردار ہو جاؤں اور اس کے ایک ٹکڑے پر قناعت کروں۔"

Marfat.com

اب یوں گویا ہوتے ہیں :-

"میں اس کے لیے تیار ہوں۔ کہ اس مسئلے کے باقی تمام پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا جائے اور اس پر صرف مسلمانوں کے مفاد کے نقطۂ نظر سے غور کیا جائے۔ مَیں اس سے بھی آگے جانے اور یہ کہنے کے لیے تیار ہوں کہ اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ پاکستان کی اسکیم سے مسلمانوں کو کسی طرح سے بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو مَیں خود اس کو منظور کر لوں گا اور دوسروں کو اسے منظور کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے کوشش کروں گا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر میں اس اسکیم کا خود مسلمانوں کے جماعتی مفاد کے نقطۂ نظر سے جائزہ لوں تو مجبوراً اس نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ اس سے اُن کو ذرا بھی فائدہ نہیں ہو سکتا اور ان کے جائز اندیشے دُور نہیں ہو سکتے۔"

(صفحہ ۸۷۰ تا ۸۹۰ انڈیا ونس فریڈم مترجمہ محمد مجیب)

اگر ہم یہ عرض کریں گے۔ کہ یا تو مولانا آزاد مرحوم "تاریخ اسلام سے قطعاً نابلد اور کورے تھے تو اُن کے معتقدین ہمیں گھورنا شروع کر دیں گے اور اگر یہ کہیں گے کہ مولانا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پیش کر کے مسلمانوں کو فریب دینا چاہتے ہیں تو بھی ہمیں معاف نہیں کیا جائے گا۔ لیکن ان دونوں باتوں میں سے بہرحال ایک کو ٹھیک اور درست ماننا ہی پڑے گا۔

تاریخ اسلام کا ہر واقف جانتا ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نامساعد حالات اور ناسازگار فضا اور مخالف و دشمن ماحول سے مجبور ہو کر حکم خداوندی کے تحت ہجرت فرمائی اور اپنے آبائی وطن کو خیرباد کہہ کر تاریخ انسانیت پر ہمیشہ کے لیے یہ مہر ثبت فرما دی۔

Marfat.com

کہ اسلام نسل۔ وطن۔ رنگ کی چار دیواری میں محدود نہیں ہو سکتا۔ توجہ فرمائیے کہ حضور اقدس سالار انسانیت کا یہ اقدام بزدلانہ تھا؟ کہ آنھوں نے اپنے اعزہ و اقربا اور یک جدّی رشتہ داروں اور وطن کو چھوڑ کر اللہ کا نام بلند و بالا کرنے کے لیے ابتدائی طور پر ایک علاقہ اپنے کے لیے مخصوص کر لیا تاکہ پھر ساری دُنیا کو رحمۃ للعالمینی کے دامن میں لے سکیں۔ تحریک قیام پاکستان اور نظریہ پاکستان میں بھی یہی رُوح جاری و ساری ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ مولانا کو متحدہ قومیّت کی محبّت نے سبق اوّلیں بھلا دیا ہے۔ حضورؐ نے جو فرمایا تھا کہ ساری دُنیا میرے لیے مسجد ہے اس میں رُوح یہ کارفرما ہے کہ مومن خاک کے ذرّات کے ساتھ نہیں بندھ کر رہ جاتا اگر جماعت مسلمین یہ سمجھے کہ کسی خاص جگہ پر وہ اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی زندگی بسر نہیں کر سکتی تو وہ سنّت نبویؐ کی تقلید و اتباع میں اپنے لیے جہانِ تو پیدا کرے۔ ہم اس موضوع پر اسی کتاب میں اس لغو اعتراض کا مدلّل جواب لکھ آئے ہیں اس مقام پر تفصیل میں جانا ضروری نہیں۔

مولانا ابوالکلام مرحوم کی اس تحریر سے یہ واضح کرنا تھا کہ ہندو اپنے لیے قیام پاکستان کو خطرہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ وہ شیر جس نے صحرا سے نکل کر ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اب قریب سے اُٹھ کر پھر ہم پر فاتحانہ یلغار نہ کر دے اور مقام تاسّف و افسوس ہے کہ دورِ الہلال کا بھٹکا ہوا آزاد بھی پاکستان کو مسلمانوں کے لیے نقصان دہ کہہ رہا ہے۔

قائداعظم کس فکر و احتیاط سے کاروانِ حیات کو سوئے منزل لیے جا رہے ہیں اور ان کے باقی مخالفین و سوائے ابوالکلام آزاد مرحوم) کے کس طرح ان کی فہم و دانش اور سیاسی تدبّر اور مومنانہ

Marfat.com

فراست کا اعتراف کر رہے ہیں۔ اور جب حضورؐ ساری زمین کو اپنے لیے مسجد فرما رہے ہیں۔ تو مولانا آزاد اپنے لیے صرف ہندوستان کو کیوں مختص کرتے ہیں۔

تاج محل ہوٹل بمبئی میں عصرانہ

"یہ میرا چشم دید واقعہ ہے تاج محل ہوٹل بمبئی میں ایک عصرانہ تھا اس زمانہ میں مسز نائیڈو اکثر بمبئی میں رہتی تھیں اور ہوٹل کا ایک کمرہ ان کے لیے مخصوص تھا، عصرانہ میں زیادہ تر کانگرس کے سربرآوردہ مقامی اور غیر مقامی۔ جو اس وقت بمبئی میں موجود تھے۔ لیڈر شریک تھے۔ مسز نائیڈو ایک بلند آہنگ خطیبہ، ایک شاعر شیریں نوا اور کانگرس کی ایک مقتدر رہنما کی حیثیت سے مشہور تھیں، سب ان کا بڑا ادب لحاظ کرتے تھے لیکن وہ جب کسی محفل میں پہنچ جاتیں تو جانِ محفل بن جاتی تھیں، سب کا مذاق اڑاتی تھیں، حاضر و نائب رہنماؤں کا ایسا خاکہ کھینچتی تھیں کہ بس۔ وہ کہیں اور سنا کرے کوئی۔ حد یہ ہے کہ گاندھی جی تک ان کے طنز لطیف کے تیروں سے نہیں بچتے تھے۔ باتوں باتوں میں مسٹر جناح کا ذکر چل نکلا۔ مخالفانہ اور معاندانہ رنگ میں، کیونکہ حاضرین میں اُن کا ہمنوا شاید ایک ہی آدمی تھا، مخالف سب تھے، دفعتہً مسز نائیڈو چپ ہو گئیں، اُن پر سنجیدگی طاری ہو گئی، آنکھوں نے کہا۔

"جناح کے بارے میں جو چاہو کہو، لیکن یاد رکھو، وہی ایسا شخص ہے۔ جو خریدا نہیں جا سکتا"

اصل میں امام الہند و ریاالہلال کو خیرباد کہہ کر متحدہ قومیت کی

Marfat.com

دیوی کے سامنے سربسجود ہونے کے بعد ایسے نظر آتے ہیں جسے میر نے انہی کے متعلق کہا ہو ؎

میر کے دین و مذہب کو کیا پوچھو ہو، اب اس نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب سے ترک اسلام کیا

سچی بات ہے مولانا آزاد مرحوم کی تبدیلی و کیفیت سے ہمیں اب اس دعا کی اہمیت کا پتہ چلا کہ بڑے بوڑھے انجام بخیر۔ خاتمہ بالایمان کی دعا کیوں مانگا کرتے ہیں۔

اب ہم آپ کی خدمت میں ایک واقعہ پیش کر رہے ہیں۔ جس سے حضرت "قائداعظمؒ" کی عظمت و بزرگی اور ملی درد کا اندازہ ہو سکے گا:۔

"جنوری ۱۹۳۸ء میں پنڈت جواہر لعل نہرو لاہور تشریف لائے اور جاوید منزل میں علامہ اقبال سے بھی ملے۔ پنڈت نہرو کی تشریف آوری کی وجہ بڑی دلچسپ تھی۔ ۷ مئی ۱۹۳۷ء کو سول ملٹری گزٹ میں میاں احمد یار خان دولتانہ کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ کانگرس ہائی کمان نے پنجاب کے مسلمانوں میں کانگرس کا پراپاگنڈا کرنے کے لیے ڈھائی لاکھ روپیہ خرچ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور عنقریب مولانا ابوالکلام آزاد لاہور تشریف لائیں گے۔ تاکہ مولانا عبدالقادر قصوری اور ڈاکٹر محمد عالم بیرسٹرایٹ لاء کے مشورے سے اس پراپاگنڈہ کا خاکہ تیار کیا جائے یہ روپیہ ڈاکٹر محمد عالم کی تحویل میں رہے گا جس سے وہ اردو کا ایک روزنامہ اخبار جاری کریں گے اور بہت سے تنخواہ دار آدمیوں کو پراپاگنڈے کیلئے ملازم بھی رکھیں گے

ڈاکٹر عالم اپنی شہرت اور ٹیک نامی کے بارے میں بلاوجہ ذکی الحس واقع ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ مضمون پڑھنے کے بعد

Marfat.com

سول ملٹری گزٹ کے انگریز ایڈیٹر اور میاں احمد یار خاں دولتانہ کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا استغاثہ دائر کر دیا اور پنڈت جواہر لعل نہرو کو بطور گواہ طلب کیا۔ چنانچہ پنڈت نہرو اس مقدمہ میں شہادت دینے کے لیے لاہور تشریف لائے اور میاں افتخار الدین کے دولت کدے پر فروکش ہوئے۔

علامہ اقبال نے انھیں پیغام بھیجا کہ مجھ سے ملتے جائیے گا چنانچہ پنڈت نہرو اس پیغام کی تعمیل میں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پنڈت نہرو نے اس واقعہ کا ذکر اپنی کتاب میں بھی کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ :-

"۔ ۔ ۔ اپنے انتقال کے چند مہینے قبل جبکہ وہ بستر علالت پر دراز تھے انھوں نے مجھے یاد فرمایا اور میں نہایت خوشی سے اس ارشاد کی تعمیل میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے محسوس کیا کہ اختلافات کے باوجود ہمارے درمیان کسی قدر باہمی اشتراک موجود تھا اور مجھے یہ بھی محسوس ہوا کہ اس شخص کے ساتھ کام کرنا کتنا آسان اور سہل ہے۔ وہ اُس وقت پرانی یادیں تازہ کر رہے تھے اور گفتگو مختلف موضوعات پر ہوتی رہی جس میں میں نے خود بہت کم حصہ لیا بلکہ زیادہ تر انھی کی باتیں سنتا رہا میں اُن کی شاعری کا مداح ہوں اور مجھے یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ وہ بھی مجھے پسند فرماتے اور میرے متعلق اچھی رائے رکھتے ہیں۔"[1]

---

[1] "THE DISCOVERY OF INDIA
BY JAWAHAR LAL NEHRU (PAGE 298)

Marfat.com

پنڈت نہرو کے ساتھ میاں افتخار الدین بھی تھے اور باتیں واقعی مختلف موضوعات پر ہوتی رہیں۔ پنڈت نہرو اُس زمانے میں زور شور سے سوشلزم کا پرچار کرنے میں مصروف تھے۔ آل انڈین نیشنل کانگرس کے دو اجلاسوں کے وہ صدر رہ چکے تھے اور دونوں مرتبہ اپنے خطباتِ صدارت میں اُنھوں نے کہا تھا کہ ہندوستان کے تمام مصائب کا علاج سوشلزم ہے لیکن کانگرس کے بڑے بڑے لیڈروں میں کوئی شخص بھی اس بارے میں پنڈت نہرو کا معاون یا ہم خیال نہیں تھا۔ بلکہ سردار پٹیل۔ راج گوپال آچاری اور سیتا رمیہ مورتی نے تو علی الاعلان پنڈت نہرو کے اس عقیدے سے اختلاف کا اظہار کیا تھا۔

دورانِ ملاقات میں ڈاکٹر صاحب نے پنڈت نہرو سے پوچھا۔ کہ "سوشلزم کے بارے میں کانگرس کے کتنے آدمی آپ کے ہم خیال ہیں؟"

پنڈت جی نے جواب دیا کہ "نصف درجن کے قریب"

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ "تعجب ہے۔ خود آپ کی جماعت میں آپ کے ہم خیالوں کی تعداد صرف نصف درجن ہے ادھر آپ مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ میں مسلمانوں کو کانگرس میں شامل ہو جانے کا مشورہ دوں۔ تو کیا میں دس کروڑ مسلمانوں کو چھ آدمیوں کی خاطر آگ میں جھونک دوں؟"

اس پر پنڈت جی خاموش ہو گئے۔

پھر جب ہندو مسلم کشیدگی کا ذکر چھڑا تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مغربی ایشیا دراصل اسلامی ایشیا ہے اور آئندہ سیاسیاتِ عالم میں مغربی ایشیا کی اہمیت بڑھ جائے گی اگر ہندوستان

Marfat.com

میں ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا اور انھیں ناراض کر لیا تو خود مغربی ایشیا کے ساتھ اُن کے تعلقات خراب ہو جائیں گے اس لیے ہندوؤں کا فائدہ اسی میں ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رکھیں تاکہ مغربی ایشیا کے ساتھ بھی ان کے تعلقات اچھے رہیں۔

ابھی ان دو عظیم المرتبت انسانوں کے ساتھ گفتگو جاری تھی کہ یکایک میاں افتخار الدین بیچ میں بول اُٹھے کہ "ڈاکٹر صاحب! آپ مسلمانوں کے لیڈر کیوں نہیں بن جاتے مسلمان مسٹر جناح سے زیادہ آپ کی عزت کرتے ہیں۔ اگر آپ مسلمانوں کی طرف سے کانگرس کے ساتھ بات چیت کریں تو نتیجہ بہتر نکلے گا۔"

ڈاکٹر صاحب لیٹے ہوئے تھے یہ سنتے ہی غصے میں آگئے اور اُٹھ کر بیٹھ گئے اور انگریزی میں کہنے لگے "اچھا تو چال یہ ہے کہ آپ مجھے بھلا پھسلا کر مسٹر جناح کے مقابلے پر کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسٹر جناح ہی مسلمانوں کے اصل لیڈر ہیں اور میں تو اُن کا ایک معمولی سپاہی ہوں۔"

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب بالکل خاموش ہو گئے۔ اور کمرے میں تکدر آمیز سکوت طاری ہو گیا۔ پنڈت نہرو نے فوراً محسوس کر لیا کہ میاں افتخار الدین کے دخل در معقولات نے ڈاکٹر صاحب کو ناراض کر دیا اب مزید گفتگو جاری رکھنا بے سود ہے چنانچہ وہ اجازت لے کر رخصت ہو گئے۔"[1]

(اقبال کے آخری دو سال صفحہ ۵۴۶ تا ۵۵۰)

---

[1] اس ملاقات کے وقت میرے دو دوست بھی وہاں موجود تھے ایک میاں فیروز الدین احمد مرحوم اور دوسرے راجہ حسن اختر۔ چند روز بعد دونوں نے مجھ سے ملاقات کی پوری روئداد سنائی تھی۔ تاہم میں نے بہ نظر احتیاط پچھلے دنوں راجہ حسن اختر کو لاہور خط لکھ کر اس واقعہ کی تصدیق کی۔ تو راجہ صاحب نے ایک ایک لفظ کی تائید فرمائی۔ (مؤلف)

Marfat.com

ناظرین کرام! اس آشنائے روزگار مردِ خبیر و بصیر کے فرمودہ سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اُن کے دل میں حضرت قائداعظمؒ کی کتنی عزّت اور احترام تھا اور وہ ان کی قابلیت و صلاحیت کے کس قدر معترف اور اُن کی قیادت میں اپنے آپ کو ایک سپاہی کی حیثیت دینے پر کتنا فخر و ناز تھا۔ عزیزانِ ملّت! یہ ہیں وہ قائداعظم محمّد علی جناحؒ بیشتر سنّت علماء اور صالحین کرام جنھیں اسلام ناشناس کہتے ہیں۔ اسلامیوں کی قیادت کے لیے جن کو حکیم الامّت علاّمہ اقبالؒ نے قبول و پسند کیا لیکن آپ نے دیکھا کہ مسلمانوں ہی میں سے حریف بدزبان ان کی شان میں گستاخیاں کرتے رہے اور انھیں طرح طرح کے الزامات و اتہامات سے نوازتے رہے اور یہ ان دعوے کہ وہ علمائے اسلام ہیں۔ سچ کہا تھا اُس مردِ خدا نے کہ دیدہ خفّاش حقیقی نور کی جھلک دیکھنے سے قاصر و عاجز ہے۔ یہ لوگ نمازیں بھی پڑھتے تھے اور وضع قطع اور تراش خراش کے لحاظ سے بھی مقدّس و برگزیدہ معلوم ہوتے تھے لیکن ان کی قلبی کیفیّت وہ نہ تھی جو ایک مردِ مومن کی ہونی چاہیئے تھی۔ درست فرمایا تھا دانائے راز نے ؎

سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں

ان کے دل کانگرسی نیتاؤں کی چوکھٹ پر جھکے ہوئے تھے اور یہ لوگ مسلمانوں کی شکل و لباس میں متحدہ قومیّت کی دیوی کی پرستش کرتے تھے اُن کو اقبالؒ و جناحؒ سے کد اور پاکستان کے نام سے چڑ ہے اور یہ بہزار حیلہ و فریب اس لیے کوشاں ہیں کہ اُس نورِ حق کو جو اقبالؒ کے اپنی اعلیٰ ذہانت اور خداداد صلاحیتوں سے اکنافِ

Marfat.com

عالم میں پھیلایا ہے۔ اُسے باطل کی پھونکوں سے بجھا دیں۔ یہ بیچارے نہیں سمجھتے کہ اقبالؒ کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز اور یہ تیز تر ہی ہوتی جائے گی۔ ایک وقت آئے گا کہ سارے زمانے کو اقبال کا پیام یثربی یاد آجائے گا اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی روشن کی ہوئی قرآنی قندیل دنیائے انسانیت کو منوّر کر دے گی اور خدا کے آئین و قانون سے باغی انسان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ضابطۂ حیات ہی کو انسانیت کے لیے آئین حیات تسلیم کرنے پر آمادہ و تیار ہوگا۔ نظریۂ پاکستان میں یہی راز مضمر و پنہاں ہے اور یہی ہے وہ درسِ حیات جو اقبالؒ نے ہنسی بے پر و بال مسلمانوں کو دے کر انھیں ایک زندہ و باوقار قوم بننے کا راستہ دکھا دیا اور ساتھ ہی یہ اعتماد و یقین پیدا کر دیا کہ اسلام کا دیا ہوا ضابطۂ حیات۔ ہادیٔ برحقؐ کا عطا کردہ نظام حیات ہی تمام نظام ہائے حیات پر غالب آکر رہے گا اور ؎

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ جہاں معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

اہلِ بصیرت دیکھ رہے ہیں۔ کہ نورِ خدا کفر کی اس حرکت پہ خندہ زن ہے جو اردھا کے سامری سے متاثر کفر نوازوں نے عام کرنے کی سعیِ لاحاصل کی اور یہ بھی ایک مسلّمہ امر ہے کہ باطل کی پھونکوں سے نورِ حق کا یہ چراغ بجھایا نہیں جا سکے گا۔ خواہ منکرین حق سر پیٹ لیں۔

ترجمانِ حقیقت اور حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اپنے کو قائداعظمؒ کا ایک ادنیٰ سپاہی کہہ کر حاسدان تیرہ باطن پر ظاہر کر دیا کہ جناحؒ کی

Marfat.com

عزّت و توقیر علاّمہؒ کے دل میں کس قدر تھی اور حکیم الامّت اس مقام و منصب کے حقدار اور اہل جسے مسلمانوں کا صحیح قائد کہا جا سکتا ہے۔ صرف جناحؒ کو سمجھتے تھے۔ یہ امر بے حد المناک اور جگر سوز ہے کہ مسلمان قوم کا ایک طبقہ اقبالؒ و جناحؒ کی خداداد صلاحیتوں سے بہرہ ور اور فیض یاب ہونے کے بجائے الٹا مخالفت و دشمنی میں مصروف رہا اور جنگ پاکستان میں آخری دم تک ملّی نصب العین قیام پاکستان کے خلاف ہندو کانگرس کا ہمقدم و ہمنوا رہا اور مسلمانوں کی وحدت ملّی کو تقویت پہنچانے کے بجائے مسلمانانِ ہند کے ضعف و انتشار کا باعث بنا اور ان لوگوں نے اسلام شناس اقبالؒ کے نظریہ پاکستان کے خلاف جنگ و پیکار کو مقصد حیات بنا لیا اور اپنی تمام توانائیاں مسلم لیگ کے متعلق مسلمانانِ ہند کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے صرف کیں۔ اور فکر اقبال کو فرسودہ و پامال ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور یہ ہندو کانگرس کی خفیہ سازشوں میں شریک ہو کر ذہن و فکر کی اس جلاوت کو جو نوجوانانِ ملّت میں فکر اقبال سے پیدا ہو گئی تھی۔ اُسے کند کرنے کے لیے طرح طرح کے حربے آزماتے رہے اور نہ سمجھے کہ اقبال مسلمانوں کو خوشگوار ماحول اور کن رُوح پرور فضاؤں میں دیکھنے کا متمنی ہے یہ حضرات اقبال کے حیات آور اور زندگی بخش پیغام کو خود تو سمجھے نہیں۔ ستم یہ ہے کہ دوسروں کو بھی اس ملّی تحریک میں شرکت و ہمنوائی سے روکتے رہے

آہ اے اقبال تجھ کو بے خبر سمجھے نہیں،
جو سمجھنا چاہیئے تھا اس قدر سمجھے نہیں
ہائے کیا بدبخت تھے جو بے بصر سمجھے نہیں
از عم باطل تھا کہ سمجھے ہیں مگر سمجھے نہیں

Marfat.com

تو زمانے سے نرالا تھا، انوکھے طور سے
تیرے آئینے میں وہ رمزِ نہاں کچھ اور تھے
سوز و سازِ زندگی کا راز دار ایسا بھی ہے
بول اے دنیا کہ فخرِ روزگار ایسا بھی ہے

جب اقبال کی دردمندانہ نوائوں اور پُر اثر صداؤں سے ناشناسی کی شعاعیں منتشر ہونے لگی اور مسلمان خود شناس ہوتا چلا گیا تو سوادِ اعظم نے اقبال کے عطا کردہ نظریہ کو قبول کر کے اس مردِ درویش کے فرمودات پر عمل پیرا ہو کر قائداعظمؒ کی قیادت میں اسلام کا علم بلند کر کے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ فکر و عمل کی آمیزش سے کس طرح مسلمانانِ ہند نے حالات و واقعات کی رفتار و رُخ بدل کر رکھ دیا اور زمانہ نے دیکھا کہ فرزندانِ ملت کے فہم و حواس میں کس تیزی سے بالیدگی اور جلا پیدا ہوتی چلی گئی اور اس دُر یکتا نے دنیا میں اس مسلمان کی قیمت کتنی بڑھا دی جسے اس تنظیم اور نصب العین کے اعلان سے پہلے جنس ناکارہ و کاسد قرار دیا جاتا تھا۔

محمد علی جناح

اب آپ میاں بشیر احمد صاحب کی وہ نظم جو انھوں نے ۱۹۴۰ء میں لکھی تھی اور شہرت دوام حاصل کر گئی۔ ملاحظہ فرمائیں۔ یوں تو یہ میاں صاحب کے جذبات و احساسات ہیں۔ لیکن یہ تمام فرزندانِ ملت کی ترجمان ہے اور ملت کا ہر فرد یہی جذبہ و عقیدت اور یہی امید و خیال اپنے قائدؒ کے متعلق رکھتا تھا۔ یہ تاریخی نظم بھی تاریخ تحریک پاکستان کا ایک زرّیں ورق ہے ؎

(نظم اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)

Marfat.com

ملّت کا پاسباں ہے محمّد علی جناح
ملّت ہے جسم، جاں ہے محمّد علی جناح
حدِ شکر پھر ہے گرمِ سفر اپنا کارواں
اور میرِ کارواں ہے محمّد علی جناح
بیدارِ مغز، ناظمِ اسلامیانِ ہند
ہے کون؟ بیگماں ہے محمّد علی جناح
تصویرِ عزم، جانِ وفا، رُوحِ حُریّت
ہے کون؟ بے گماں ہے محمّد علی جناح
رکھتا ہے دل میں تاب و تواں تو کروڑ کی
کہنے کو ناتواں ہے محمّد علی جناح
رگ رگ میں اس کی ولولہ ہے حبِّ قوم کا
پیری میں بھی جواں ہے محمّد علی جناح
لگتا ہے ٹھیک جا کے نشانے پہ جس کا تیر
ایسی کڑی کماں ہے محمّد علی جناح
ملّت ہوئی ہے، زندہ پھر اس کی پکار سے
تقدیر کی اذاں ہے محمّد علی جناح
غیروں کے دل بھی سینے کے اندر دہل گیے
مظلوم کی فغاں ہے محمّد علی جناح
اے قوم! اپنے قائدِ اعظم کی قدر کر
اسلام کا نشاں ہے محمّد علی جناح
عمرِ دراز پائے، مسلماں کی ہے دعا
ملّت کا ترجماں ہے محمّد علی جناح

یہ حقیقت ہے کہ اگر قدرت ان حالات میں اس

Marfat.com

سالارِ کاروانِ ملّت کو رہنمائی و رہبری کے لیے میدان میں نہ لاتی اور دانائے رازِ حیات اقبالؒ کی نگہ دُوررس اس کا انتخاب نہ کرتی تو ہندی مسلمان نا اُمیدیوں کے بگولوں میں اُلجھ کر رہ جاتا۔ اَور نیشنلسٹ مسلمان جن مہاتمائی جذباتِ رذیلہ کو ابلہ فریب غلافوں میں لپیٹ کر سادہ لوح مسلمانوں کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ مسلمان واردھا کے سامری کے سحر و طلسم کا شکار ہو کر اپنا ملّی تشخص ہمیشہ کے لیے ختم کر بیٹھتا اور زمانہ حسرت زدہ نگاہوں سے اس خزاں دیدہ چمنستان کو دیکھتا جس میں فرزندانِ توحید کو ہزاروں سال کی بہاروں نے عزّت و رفعت کے جھولے جھولائے تھے۔

قائداعظمؒ
غیروں کی نظر میں
مہاتما گاندھی

"مَیں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مجھے مسٹر جناح کے خلوص پر پُورا اعتماد ہے۔ جناح صاحب کے اعلان کردہ "یوم نجات" پر مجھے گلبرگہ کے مسلمانوں کی طرف سے مندرجہ ذیل تار موصول ہُوا

"یوم نجات مبارک! قائداعظم زندہ باد!!"

جب مجھے یہ تار ملا تو مَیں دل ہی دل میں اُن کا ہمنوا بن گیا قائداعظم زندہ باد۔ قائداعظم میرے پرانے رفیق ہیں اگر آج ہم چند سیاسی معاملات میں ایک دوسرے سے آنکھیں چار نہیں کر سکتے تو اس سے ہمارے خلوص میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ جناح

Marfat.com

صاحب ایک زمانے میں بڑے سرگرم کانگریسی تھے۔ لارڈ ولنگڈن سے ان کی لڑائیاں فراموش نہیں کی جا سکتیں۔ بمبئے کانگریس کا "جناح ہال" کانگریس کی جانب سے ان کی مخلصانہ خدمات کی زندہ یادگار ہے۔"

مسز سروجنی نائیڈو

"کون ہے جو راز ہائے فردا کو منکشف کر سکے؟ کون ہے جو ان خفیہ قوتوں کو حیطۂ نگاہ میں لا سکے۔ جو سرگرم عمل ہو کر بعض اوقات خواب و خیال کو حقیقت میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ پھر بھی مجھے یقین ہے کہ کتاب مستقبل میں یہ تحریر ہو چکا ہے کہ جناح اپنی اولوالعزمی سے مسلمانوں کا گو کھلے بننا چاہتا ہے۔ ہماری قومی جدوجہد اور نازک حالات میں جناح ہندوستان کا میزینی (اطلی کا نجات دہندہ) بن کر غیر فانی شہرت حاصل کرے گا۔"

ڈاکٹر امبیدکار

"یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جناح کسی قیمت پر بھی برطانیہ کے آلۂ کار نہیں بن سکتے۔ ان کے بڑے سے بڑے دشمن کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ وہ کسی قیمت پر بھی خریدے نہیں جا سکتے۔ یہ اور بات ہے کہ مسٹر جناح اپنے ارادوں اور اپنی رائے میں سخت ہیں لیکن ان کے رویہ میں کبھی بھی لوچ نہیں پایا جاتا۔ ... ... اب جناح عوام کے قائد ہیں اور عوام جناح کے سرفروش پیرو۔"

Marfat.com

مسٹر ہیوری نکلسن

"... میں نے مسٹر جناح کو ایشیا کی اہم ترین شخصیت قرار دیا ہے تاکہ آپ کی نگاہِ تصوّر میں اس کی ایک واضح اور روشن تمثیل آجائے۔ ایک محدود اور مختصر دور میں ہندوستان دنیا کا نازک ترین مسئلہ بننے والا ہے اور مسٹر جناح اس انقلاب آفرین دور کے ہیرو ہوں گے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق جس طرف چاہیں گے جنگ کا رُخ موڑ سکتے ہیں۔ دس کروڑ مسلمان اُن کے ایک اشارہ ابرو پر سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار ہیں یہ منزلت برِّ صغیر میں اور کسی کو حاصل نہیں"

(مسٹر ہیوری ایک انگریز صحافی کے تاثرات)

مسٹر مانٹیگو سابق وزیر ہند

"جناح داخل ہوا، نوجوان، شائستہ، باوقار، دلائل کے ہتھیاروں سے مسلّح، اپنی اسکیم کی برتری پر مُصر اور بضد۔ وہی ذمہ دار حکومتِ خود اختیاری کی اسکیم۔ اس سے کم پر راضی نہیں ہو سکتا۔ میں پہلے ہی تھکا ہوا تھا۔ اس نوجوان نے تو مجھے بالکل زچ کر کے رکھ دیا۔ چیمسفورڈ اس وقت کے وائسرائے ہند) نے اس بحث میں اُلجھنے کی کوشش کی تو اس نوجوان سیاست دان نے غریب چیمسفورڈ کو اس طرح جکڑ دیا۔ جیسے مکڑی اپنے جالے میں مکھی کو جکڑ لیتی ہے۔ ذہانت و فراست جناح کی خصوصیت ہے۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ ایسا قابل و ہونہار اپنے ملک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتا"

(مسٹر مانٹیگو کی ڈائری سے)

Marfat.com

وُہ جو موت سے بھی مَر نہ سکے

ہوا گر خُود نگر و خُود گر و خُود گیر خُودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

علاّمہ اقبالؒ نے ۱۹۳۷ء میں قائداعظم کو لکھا :۔

"اسلامی قانون کے طویل اور گہرے مطالعے کے بعد مَیں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اگر اسلام کے قانون کو اچھی طرح سمجھ کر عملی جامہ پہنایا جائے تو کم سے کم ہر فرد کے معاشی حقوق کا تحفّظ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس ملک میں شریعت کا نفاذ ایک آزاد مسلم مملکت یا چند مملکتوں کے بغیر ناممکن ہے ——— کئی سال سے میرا یہ یقین ہو گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کے معاشی مسئلہ کا صرف یہی حل ہے ———

قائداعظمؒ جنھیں کانگرس اور خلافت کی تیز مزاج قیادت کے اعمال، اُن کے نتائج، اپنی قوم کی جذباتیت اور تیز روی کا تجربہ تھا اب تیز چلنے کے حق میں نہ تھے انھوں نے علاّمہ کو لکھا :۔

"اس بات میں کوئی فائدہ نہیں کہ لیڈر شپ تیز چلتے چلتے قوم کے کارواں سے علیٰحدہ ہو جائے ——— ہمیں ماضی کے واقعات سے سبق لینا چاہیئے ———"

قائداعظمؒ کی عظمت یہ ہے۔ کہ وُہ اپنی قوم کے نبض شناس تھے۔

ایک سو سال میں پُوری قوم میں بلند سے بلند شخصیتیں اپنی

Marfat.com

بے مثل صلاحیتوں کے باوجود اس روحِ قیادت کے معیار پر پوری نہ اُتریں کہ قائد قوم کا مزاج شناس ہوتا ہے اور وہ اکیلا منزل کی طرف نہیں دوڑتا ـــــ بلکہ پوری قوم کو منزل تک لے جاتا ہے۔

قائداعظمؒ نے ایسے نازک وقت میں قوم کا ہاتھ پکڑا جبکہ سب نے اُسے مُردہ سمجھ کر گدھوں کے نوچنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

شیخ الہندؒ و امام الہند جیسے دینی راہنما بھی اس پُل صراط پر نہ چل سکے کہ وہ انگریز اور ہندو کی فطرت کو سمجھ کر مسلمان کے مزاج کے مطابق اُس کی علیحدہ مستقل قومیت نہیں "اسلامیت" کو قائم رکھ سکیں۔

مسلمان بحیثیت قوم ایک ایسا کارواں تھا جسے اپنی منزل کا کچھ پتہ نہ تھا اس کے اپنے بیگانے اور ناخدا راہزن بن چکے تھے۔ قائداعظمؒ نے اُن کی دستگیری کی اُن کو گمنامی اور ذلت سے نکال کر منزل کا پتہ دیا ـــــ چراغ راہ سے نوازا ـــــ یہی نہیں اپنے عزم، استقلال اور جہاد سے اس منتشر پراگندہ اور راہ گم کردہ قوم کو نہ صرف ایک قوم بنایا۔ بلکہ اس قابل بنایا کہ وہ منظم ہو کر ایک کامیاب سیاسی جدوجہد کر سکے۔ اور اپنی منزلِ مقصود کو پالے۔

یہ ہے وہ عظمت جو قائداعظمؒ کو رہتی دنیا تک ایک عظیم لیڈر کی حیثیت سے تاریخ میں زندہ رکھے گی۔

یہ اُن کی عظمت کا ایسا نقش ہے جسے زمانہ کبھی مٹا نہ سکے گا اور جوں جوں پاکستان ترقی کرے گا۔ اور ملت پاکستانیہ عروج کی

Marfat.com

منزلیں طے کرتی ہوئی آگے بڑھے گی ـــــ ہندوستان کے مسلمانوں کے نجات دہندہ محمد علی جناح کی عظمت کا کبھی نہ غروب ہونے والا آفتاب زیادہ تابناکی سے چمکے گا ـــــ بیشک قائداعظم انتقال فرما گئے لیکن اُن کا کارنامہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔

جب تک پاکستان زندہ ہے۔ قائداعظم کا نام اور اُن کا کام زندہ ہے۔ اب اگر ہمیں قائداعظم سے واقعی محبت ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم انھیں مرنے نہ دیں اور اُن کو ہمیشہ زندہ و پائندہ رکھیں۔ اس کی صرف ایک ہی صورت ہے۔ کہ ہم خود زندہ رہیں۔ پاکستان کو مضبوط کریں۔ پاکستان کے رہنے والوں کی ترقی اور خوشحالی میں کوشاں رہیں۔

قوم کے رہنما موت کے ہاتھوں کبھی نہیں مرا کرتے ان کو مارنے اور زندہ رکھنے والی دراصل ان کی قومیں ہوا کرتی ہیں اگر قوم زندہ ہو تو اس کے راہنما زندہ ہوتے ہیں۔

اگر قوم اپنے لیے موت کو پسند کرے تو بڑی سے بڑی عظمتیں بھی کسی راہنما کو زندہ نہیں رکھ سکتیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ملت پاکستانیہ قائداعظم کی عالی مرتبت شخصیت کے لیے یا دوسرے لفظوں میں خود اپنے لیے کیا پسند کرتی ہے۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ یہ ملت اپنے اتنے بڑے محسن کو کبھی مرنے نہیں دے گی۔ اور خود کبھی مرنا گوارا نہ کرے گی۔ اس کی ابتلائیں اور ہنگامی طوفان اس کی جڑوں کو پہلے سے زیادہ مضبوط کریں گے۔ اس کا ہر فرزند خدائے واحد سے ڈر کر غیر اللہ کے ہر خوف سے ناآشنا رہے گا وہ موت کو زندگی سمجھتے ہوئے اعلائے کلمۃ الحق کا فرض ادا کرے گا ـــــ ؎

Marfat.com

جس دل میں خُدا کا خوف رہے باطل سے ہراساں کیا ہوگا
جو موت کو خود لبّیک کہے وُہ حق سے گریزاں کیا ہوگا

مندرجہ بالا مضمون ہم نے ہفت روزہ "حمایت اسلام" ۱۴ ستمبر ۱۹۵۶ء سے نقل کیا ہے۔ جو جناب پروفیسر عبدالحمید مرزا ایم۔اے کے قلم سے ہے آپ اُس وقت دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر تھے۔ جس کے زیر اہتمام ۱۹۴۱ء میں پاکستان کانفرنس اسلامیہ کالج لاہور کے وسیع میدان میں منعقد ہوئی اور حضرت قائداعظمؒ نے اپنے حیات بخش اور حرکت انگیز خطاب سے نوجوانانِ ملّت کو نوازا۔

قائداعظم کا لقب

"دورِ الہلال" میں مولانا کی انقلابی تحریریں جب کتابی شکل میں شائع ہوتی تھیں تو اُن کے ناشرین کتاب کے ابتدا میں اُن کو "قائداعظم" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ مثلاً اُن کے ایک بیان مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۱۳ء کے دیباچے میں جو ۱۹۲۱ء میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔ مشتاق احمد صاحب کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں:۔

"مولانا کی چشمِ حقیقت بین اُس وقت وُہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ جو آج پیش آیا۔ ایک حقیقی مصلح، رفیق اور پارٹی قائداعظم میں یہ وصف لازمی ہے کہ آیندہ کے متعلق صحیح نتائج پر پہنچ جائے۔"

لیکن زمانے کا مزاج بڑا ستم ظریف ہے یہ لفظ مولانا کے نام کے ساتھ اُس وقت رواج پذیر نہ ہو سکا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کے نام کے ساتھ "امام الہند" چسپاں ہو چکا تھا، ورنہ اس

Marfat.com

دور میں ابوالکلام مسلمانوں کے دماغوں پر حکمران تھے اور اس وقت انھیں اس قسم کے القاب اور خطابات کی پرواہ بھی کیا تھی؟ مگر پچیس برس بعد جب ایک ایسا شخص اس لقب سے نوازا گیا جو نہ مذہبی قیادت میں مولانا کا ہمسر تھا نہ آزادیٔ ہند کے لیے مولانا کی طرح جیل کے مصائب میں گرفتار ہوا تھا، تو ظاہر ہے مولانا کی انانیت کو صدمہ ہوا اور اس صدمہ کا اظہار یوں تو کتاب کے بہت سے مقامات میں ہے لیکن ایک جگہ تو انھوں نے صرف اس جرم میں مہاتما گاندھی کی خبر لی ہے کہ انھوں نے اپنے خط میں کیوں جناح کے ساتھ "قائداعظم" کا لقب وابستہ کر دیا۔ مولانا سے زیادہ ہم جیسے عقیدت مندوں کو خود یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ ابوالکلام جیسا بلند کردار انسان تاریخ کے کٹہرے میں ایک ہیرو کی طرح نہیں بلکہ ایک ملزم کی طرح کھڑا کیا جائے۔ جو شخص امام احمد بن حنبلؒ اور مجدد الف ثانیؒ کے راستے کو اپنا نصب العین بنا کر نکلا تھا اس کی "امیدوں کا آخری سہارا مہاتما گاندھی ہو"

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت
رفتی و نشار بت پرستی کر دی

تقسیم ہند از خان عبدالوحید خاں صاحب
مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات

خدا کی دین ہے جسے دے

ایک ایسا انسان جسے عربی زبان پر عبور کامل حاصل ہو لیکن اس کی زندگی کے دھارے قرآن کے متعین کردہ نقوش و خطوط کے ساحلوں میں نہ بہیں۔ ہمارے نزدیک اسلام فہم نہیں کہلا سکتا

Marfat.com

اور نہ ہی اُسے وُہ درجہ دیا جا سکتا ہے جو اسلامی اُصولوں کو دل و جان سے تسلیم کرنے والے انسان کو دیا جا سکتا ہے۔ اور خصوصی طور پر ایسے انسان سے تقابل بھی نہیں کیا جا سکتا، جو اسلام کے نام لیواؤں کی سربلندی و سرفرازی کے لیے مجسمۂ خلوص و ایثار بن کر سامنے آیا ہو۔ ہم یہاں محمد علی جناحؒ جن کو قدرت کی عالی ظرفی نے قائداعظمؒ کے لقب کا تاج پہنایا اس مردِ خُودی۔ روشن ضمیر اور دانائے حقیقت قائد جس نے مسلمانانِ ہند کو واردھا کے سامری کی ساحرانہ شعبدہ بازیوں سے باخبر کیا اُن کا حیدر آباد دکن کے اجتماع سے خطاب کا ایک اقتباس پیش کر چکے ہیں۔ جس سے بخوبی پتہ چل سکتا ہے۔ کہ یہ مغربی طرزِ لباس کا دلدادہ کتنا قرآن شناس تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں :۔

"یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ گاندھی جی پہلے شخص تھے۔ جنھوں نے مسٹر جناح کے لقب "قائداعظم" کو رواج دیا۔ گاندھی جی کے آشرم میں ایک سادہ لوح مگر نیک خاتون تھیں جن کا نام اُمّت السّلام تھا، اُنھوں نے کچھ اُردو اخبارات میں مسٹر جناح کے نام کے ساتھ "قایداعظم" لکھا ہُوا دیکھا تھا جب گاندھی جی مسٹر جناح کو ملاقات کے لیے خط لکھ رہے تھے تو انھوں نے گاندھی جی سے کہا۔ کہ اُردو اخبارات مسٹر جناح کو قائداعظم کہتے ہیں اس لیے آپ بھی اسی نام سے خطاب کیجئے۔ ایک منٹ سوچے بغیر کہ اس کے اثرات کیا ہوں گے، گاندھی جی نے مسٹر جناح کو قائداعظم کہہ کر خطاب کیا، یہ خط جلد ہی اخبارات میں

Marfat.com

شائع ہو گیا جب ہندوستانی مسلمانوں نے دیکھا کہ گاندھی جی بھی مسٹر جناح کو قائداعظم کہتے ہیں تو انھوں نے سوچا کہ وہ حقیقت میں یہی مرتبہ رکھتے ہوں گے۔" انڈیا ونس فریڈم صفحہ ۱۹۳

مترجمہ محمد مجیب

یہ اُس مفاہمت نا آشنا۔ زیرک پالیٹیشن کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے جن کی عظمت کی مولانا مرحوم کی ساتھی مسز نائیڈو دل و جان سے معترف تھیں جس کا ہم کسی اور جگہ حوالہ دے چکے ہیں۔

"جولائی ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کونسل نے اجلاس بمبئی میں وائسرائے کی ۱۶ جون ۱۹۴۶ء کی تجاویز کو مسترد کر دیا اور اعلان کیا کہ اب "دستوریت" کا دور ختم کر کے آزاد و خود مختار پاکستان کے لیے براہ راست اقدام (DIRECT ACTION) کیا جائے گا۔ مسلم لیگ کے مطالبہ پر کہ برطانوی حکومت کی بددیانتی کے خلاف احتجاج کے طور پر اس کے عطا کردہ خطابات ترک کر دیئے جائیں اور بڑے بڑے ٹوڈیوں اور سرکار پرستوں نے ملت کا اشارہ پاتے ہی غلامی کے یہ تمغے انگریزی حکومت کے منہ پر دے مارے اور ایک ہی جھٹکے میں لیگ ایک بڑی لعنت سے پاک ہو گئی کئی ایک حضرات نے سرکاری جاگیریں تک واپس کر دیں اور اس طرح مسلم عوام کے سامنے قربانی و ایثار کی ایک عمدہ مثال پیش کی۔

قوم نے براہ راست اقدام کے فیصلے کا احترام انتہائی گرم جوشی سے کیا۔ قوم پاکستان کے لیے اس آخری جہاد میں سب کچھ نثار کرنے کو بے تاب تھی وہ صرف اپنے محبوب "قائداعظم کے "بزن" کے حکم کی منتظر تھی۔ قوم کی یکسوئی اور تیاری کا اندازہ کرنے کے

Marfat.com

بے قائداعظم نے ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو ڈائریکٹ ایکشن ڈے (یوم عمل) منانے کا ارشاد کیا تاکہ مسلمان اس روز ہڑتال جلسوں اور جلوسوں اور پُرامن مظاہروں سے اپنی وحدتِ عمل کا ثبوت دیں۔ اس روز اسلامیان ہند نے اپنے جوش و خروش اور اس کے ساتھ ضبط و نظم کا بے مثال مظاہرہ کیا۔

"سوئے ہوئے شیروں کی یہ انگڑائی دشمنانِ ملت کو کیسے بھا سکتی تھی۔ ہندوستان بھر میں ہر چھوٹے بڑے قصبے میں یوم عمل دھوم دھام سے اور پُرامن طریق پر منایا گیا لیکن کلکتہ میں جب مسلمان جلوس میں جا رہے تھے اور سب کو میدان میں جمع ہونا تھا۔ ہر جگہ نہتے مسلمانوں پر پہلے سے سوچی ہوئی سکیم کے مطابق غنڈوں نے جا بجا حملے شروع کر دیئے۔ میں خطبہ پر کھڑا تھا کہ جمال الدینؒ کی مسجد کے سامنے ایک مسلمان کی لاش گر پڑی میں نے اب جلوس کی کمان خود سنبھال لی اور کولوٹولہ سے "میدان" تک مسلمانوں کی کئی لاشیں راستے میں نظر آئیں۔ میری رہائش ان دنوں ہندو مسلم آبادی کے سنگم پر تھی۔ ڈاکٹر سین راشمنی کی کوٹھی (کارپوریشن سٹریٹ) اور دھرمتلہ روڈ تین طرف ہندو تھے اور ویلزلی سے پارک سرکس تک مسلمان آباد تھے۔ میں نے ایک دن میں ہی اپنے محلہ کو ایک نظام میں لے لیا۔ لیکن جو کچھ آنکھوں نے دیکھا وہ جاں گداز تھا ایسے ایسے لرزہ خیز جگر خراش اور ہولناک مناظر تھے جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں نے جوان عورتیں دیکھیں جن کی چھاتیاں کاٹ لی گئیں، میں نے معصوم بچے دیکھے جو خون میں لت پت موت کی آغوش میں ہمیشگی کی نیند سو رہے تھے۔ فساد کے دوران میں گشت کرتے ہوئے میں نے ہندو

Marfat.com

سُورماؤں کو دیکھا جنھوں نے مسلمان ہمسایوں کو پٹرول چھڑک کر جلا دیا تھا بعض مسلمانوں کو بھی بے گناہ ہندو راہگیروں کی گردن کُند چھُری سے کاٹتے دیکھا۔ میں بے خطر فسادات میں کُود پڑا۔ ہندو محلوں میں جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنا فرض ادا کیا۔ ریڈ کراس کے اس ایریا کا سیکرٹری بن کر بے یار و مددگار انسانوں کی مدد کے لیے میدان میں نکلا۔ میرے "امیر" اور کئی ریشائل (سرکاری نوکر) ساتھی روپوش ہو گیے صرف چند مخلصین تھے جو اس "جنون" کے رفیق تھے۔ کولوٹولہ میں سے شیخ محمد امین اور پارک سرکس میں سے طٰہٰ خان۔ فاروق اور احمد"

سِم زندگی از داعی الی الحق

صفحہ ۲۴ تا ۲۶

"بزم ملّت کی آخری شمع جس کی ضیا پاشیوں سے لاکھوں آنکھیں پُرنور تھیں ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کی صبح کو بجھ چکی تھی۔ اس کس مپرسی اور بے کسی کے عالم میں اللہ تعالےٰ نے اس منتشر قافلہ کی شیرازہ بندی کے لیے جناحؒ کو قائد اعظم بنا کر بھیجا۔ اس دانائے کار کی نگہ دُوررس نے اپنے قافلے کو بتایا کہ اس کے گرد و پیش کس قسم کی خطرناک گھاٹیاں موجود ہیں وہ گھاٹیاں کہ جن میں کبھی "متحدہ قومیّت" کے دام ہمرنگ زمین کبوتر حرم کو پھانسنے کی تجویزیں ہو رہی تھیں۔ کبھی کسی منبر سے یہ آواز آ رہی تھی کہ قومیں مذہب سے نہیں اوطان سے بنتی ہیں۔ اور یُوں اس طاہر لاہوتی کے بال و پَر کو غبار آلودہ ارض و بوم بنا کر امّت رسُول کافتہً النّاس کو جغرافیائی حدُود کی آب و گل میں محبوس کیا جا رہا تھا، امرھم شوریٰ بینھم کی حامل قوم کی نگاہوں میں مخلوط انتخاب کے سراب کو آب حیواں بنا کر دکھایا جا رہا تھا، کہیں

Marfat.com

ابن اولی الامر منکم کی امور جماعت کے لیے غیر مسلموں کی امامت و قیادت کو عین دین قرار دیا جا رہا تھا۔ کہیں انگریز کے خلاف متحدہ محاذ کے طلسم سے کفار و مشرکین سے توّلی کے جواز کے فتاوٰی شائع ہو رہے تھے۔ ایک طرف ایک مغنّی آتش نفس سرود گاہ وار دھا کی مستعار لے میں یہ خواب آور گیت گا رہا تھا کہ "عالمگیر سچائیاں تمام مذاہب میں یکساں طور پر موجود ہیں"۔ اس لیے اسلام کو کسی دوسرے مذہب پر کوئی فوقیت نہیں۔ دوسری طرف کچھ خداوندان مکتب شاہین بچوں کے لیے اہنسا کی بازو شکن تعلیم کی اسکیمیں تیار کر رہے تھے۔ ہندو اپنے ذہن میں رام راج کے قیام کے منصوبے باندھ رہا تھا اور اس کے لیے انگریز سے شریفانہ معاہدے (GENTLEMEN'S AGREEMENT) استوار کر رہا تھا۔ ہندوؤں کے شور و غوغا سے متاثر ہو کر انگریز بھی مسلمانوں کو بلا تامل ہندو کے ہاتھ میں دے دینے پر آمادہ تھا کہ وہ اپنی ایک ہزار سالہ غلامی کا جذبۂ انتقام اس کے خون سے ٹھنڈا کرے جو لوگ اغیار کی صفوں میں کھڑے ہو کر ملّت اسلامیہ کی نمائندگی کا دعویٰ کر رہے تھے ان میں اتنا سمجھنے کی بھی استطاعت نہ تھی۔ کہ بساط سیاست پر یہ مہرے کس طرح چلائے جا رہے ہیں۔ ہندو خوش تھا کہ میں نے تو کروڑ فرزندان تہذیب کو اچھوتوں کی صف میں ملا دیا انگریز راضی تھا کہ وہ خنجر ہلال جس کے بے نیام ہونے کے خلاف سے کلیجۂ صلیب میں ہمیشہ دھڑکن رہتی تھی اسے گنگا کی لہروں میں بہا دیا گیا کہ اس کس مپرسی کے عالم اور خلفشار و تشتت کے وقت قائداعظم آگے بڑھے اور ہندوؤں اور انگریزوں کے ہر خفیہ منصوبے اور ہر پوشیدہ سازش کو ایک ایک کر کے

Marfat.com

بے نقاب کر دیا اور یوں اُن کے تصوّرات کی حسین دُنیا کو ایک خواب پریشان میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔ اور ساری دُنیا پر اس حقیقت عظمیٰ کو واضح کر دیا۔" کہ

آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا۔

(جہادِ زندگی از داعی الی الحق صفحہ ۱۸ تا ۱۹)

شورش کا ابوالکلام

"نوائے وقت" کی نظر میں

"روزنامہ نوائے وقت" ابوالکلام آزاد کے متعلق ۱۴ مئی ۱۹۵۱ء کی اشاعت جبکہ وہ "جہاد" کے نام سے نکلا تھا۔ رقمطراز ہے کہ :۔

"حیرت اور سخت حیرت ہے کہ جس حکومت کا ایک وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد جیسا مفسر قرآن اور فاضل اجل ہو، وہاں ہندوستان کے چار پانچ کروڑ مسلمانوں ہی کے نہیں، بلکہ ساری دُنیا کے مسلمانوں کے احساسات کو علانیہ مجروح کیا جائے اور اس سے بڑھ کر یہ حیرت ہے کہ مولانا آزاد ٹس سے مس نہ ہوں ؎

سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں"

اسی "نوائے وقت" میں ابوالکلام آزاد کی وفات کے موقع پر ۱۳ مارچ ۱۹۵۸ء میں مذکور ہے کہ :۔

"اس میں شک نہیں کہ ابوالکلام نے اپنی قومی زندگی کے پہلے دس بارہ سال میں قابل قدر علمی و قومی خدمات انجام دیں، اور اگر تحریک خلافت و ترکِ موالات کے زمانہ میں ان کا انتقال ہو جاتا تو ان کی موت پر جتنا بھی ماتم کیا جاتا کم ہوتا لیکن اس مختصر دور کے بعد ان کی زندگی

Marfat.com

ہیں جو انقلاب ہوا اور پینتیس سال تک وہ جس راستہ پر گامزن رہے وہ خود رہنماؤں کے گمراہ ہوجانے کی ایک المناک مثال ہے۔ ابوالکلام کے اس طرز عمل کو محض سیاسی اختلاف قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ملّی نصب العین کے حصول کی خاطر موت و حیات کی جنگ میں اپنی ملّت کا ساتھ چھوڑ کر دشمن کا آلہ کار بننا اگر محض سیاسی اختلاف ہے، تو پھر غدّاری کی کیا تعریف ہوگی؟ اور اگر سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان کی طرح قائداعظم بھی اپنی جدّوجہد میں ناکام ہوجاتے، تو کیا اس کے نتائج پلاسی اور سرنگاپٹم میں شکست کے نتائج سے زیادہ تباہ کن نہ ہوتے؟ ہندوؤں نے اچھوتوں سے جو سلوک کیا، ہندوستان میں بدھ مت کا جو حشر ہوا، اور نہرو کے جمہوری اور سیکولر بھارت میں مسلمانوں پر جو مظالم ہو رہے ہیں کیا سب اس حقیقت کا ثبوت نہیں کہ ہندو سامراج، برطانوی سامراج سے بھی زیادہ تباہ کار رہے اب اگر ہندو سامراج کے آلہ کار ابوالکلام قابل تعریف ہو سکتے ہیں، تو پھر میر جعفر اور میر صادق کو کیوں ملعون قرار دیا جاتا ہے، اور ان کے طرز عمل کو بھی سیاسی اختلاف کیوں نہیں کہا جاتا؟

ابوالکلام اور ان کے دونوں پیش روؤں میں جو فرق ہے، وہ صرف زمانہ کا ہے۔ دو سو سال کے زمانی بُعد نے بنگال اور دکن کے غدّاروں کو تو اس طرح بے نقاب کر دیا کہ وہ ننگ آدم، ننگِ دین۔ ننگِ وطن نظر آنے لگے،

Marfat.com

لیکن زمانی قُرب، ذاتی تعلقات اور پاس و لحاظ کی بدولت مسلمانوں کی جنگِ آزادی کے غدّار طرح طرح کے رنگین نقابوں میں چھپے ہوئے ہیں، مگر وہ دن دُور نہیں جب حقیقت شناس مورّخ ان نقابوں کو پارہ پارہ کر دیں گے، اور جعفران آں زماں کے ساتھ "جعفران ایں زماں" کی رُوحیں بھی قلزم خونین میں مبتلائے عذاب نظر آنے لگیں گی۔ سجّاد انصاری نے جس ابوالکلام کی تعریف کی ہے وہ قرآنی دعوت دینے والے مولانا ابوالکلام تھے نہ کہ اس سے منحرف ہو جانے والے شری ابوالکلام۔ اس کے علاوہ یہ تعریف جس کو محض لفاظی کہنا چاہیئے اس قدر مبالغہ آمیز ہے کہ ابوالکلام اپنی زندگی کے روشن ترین دور میں بھی اس کے مستحق نہ تھے۔ اگر ابوالکلام کو پرکھنے کا یہی معیار ہے، تو پھر انہی سجّاد انصاری کا یہ قول کیوں نہ ملحوظ رکھا جائے کہ فرشتہ اور عالم دونوں گمراہ ہو کر شیطان بن جاتے ہیں۔ اس طرح "حضرت معلم الملکوت" اور "حضرت امام الہند" کی زندگی میں حیرت انگیز مماثلت سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جائے گی۔ کہ ہر عالم کی موت عالَم کی موت نہیں ہوتی، اور ایک مخصوص دَور کی نیکیاں بقیہ تمام زندگی کے گناہوں کا جواز نہیں بن سکتیں۔ موت ہر شخص کی افسوسناک ہوتی ہے، اور اُس پر اظہارِ تأسّف بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن ملّت کے بحرموں کے سوگ میں اتنا غلو ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ پاکستان کے بدنام ترین دشمن اس یقین اور اطمینان کے ساتھ مریں کہ ان کے غم میں پاکستانی صحافت سیاہ

Marfat.com

پوش ہو جائے گی۔" نوائے وقت ۱۳ مارچ ۱۹۵۸ء

(ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور صفحہ ۲)

شورش کاشمیری کے ممدوح حمید نظامی جو نظریۂ پاکستان کے بارے میں مفاہمت نا آشنا اور تحریک پاکستان کے سچے نڈر۔ بے باک اور مخلص سپاہی تھے۔ یہ تحریر جہاں ہم نے اس مقصد کے لیے نظر قارئین کی ہے کہ وہ اندازہ فرما سکیں کہ ایڈیٹر نوائے وقت حمید نظامی کے تحریک پاکستان کے مخالفین کے متعلق کیا جذبات و خیالات تھے وہاں غرض یہ بھی ہے کہ ابوالکلام مرحوم کے مداحین و معتقدین کو اگر کہیں ہماری تحریر میں تیزی نظر آئے۔ تو وہ تحریک پاکستان کے نوجوان کارکنوں کے اس سالار اور پاکستان کے بے خوف صحافی کے ان رشحاتِ قلم کو پیش نظر رکھیں اور یہ سمجھ سکیں کہ اس روشن ضمیر نظامی مرحوم کے یہ فرمودات دراصل کارکنانِ تحریک پاکستان کے احساسات و نظریات کے صحیح ترجمان ہیں۔ کیونکہ ؎

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق (اقبالؒ)

شیخ حسام الدین کی گاندھی ٹوپی

از

چوہدری افضل حق کی پگڑی

از کوہ پیما (اکرام قمر)

مطبوعہ روزنامہ "زمیندار" لاہور — مورخہ ۹ جنوری و ۱۱ جنوری ۱۹۴۷ء

"چوہدری افضل حق مرحوم کی وفات کو اس مہینے پورے

Marfat.com

پانچ برس ہو جائیں گے۔ جنوری کی آمد کے ساتھ ساتھ اُن کا نام ذہن پر اُبھرنے لگا اور میں یہ سوچنے لگا کہ مرحوم کے رفقار نے ان سے کہاں تک وفاداری کا ثبوت دیا؟ میرے دل نے گواہی دی کہ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو مجلس احرار کانگرس کا ضمیمہ ہو کر نہ رہ جاتی اور اس کی سیاسیات کا رنگ کچھ اور ہی ہوتا۔

اس فکر میں غلطاں تھا کہ آج سے دو تین ماہ پہلے کی ایک خبر دماغ میں چکر کاٹنے لگی۔ ہندو اخبارات نے بلدیہ امرت سر کے انتخابی اجلاس کی کارروائی بڑے طمطراق سے شائع کی تھی اور بڑے فخر سے یہ لکھا تھا کہ میونسپل کانگرس پارٹی کے لیڈر شیخ حسام الدین گاندھی ٹوپی پہن کر آئے تھے۔ یہ پڑھ کر زبان سے بے ساختہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن نکل گیا۔

یہ وہی شیخ حسام الدین ہیں جو پچھلے برس مجلس احرار ہند کے صدر تھے اور اب اس کی مجلسِ عاملہ کے رکن ہیں یہ وہی مجلس احرار ہے جس کا دماغ "پاکستان اور چھوت" کے مصنف چوہدری افضل حق مرحوم تھے اور یہ وہی چوہدری افضل حق ہیں۔ جن کی تعریف کرتے آج بھی اکابر احرار کی زبانیں نہیں تھکتیں۔ اس سے پہلے اپنے ایک مضمون "کیا نیشنلسٹ مسلمان سوچیں گے؟" میں یہ بتا چکا ہوں کہ چوہدری صاحب مرحوم کانگرس سے کس درجہ بیزار تھے اس لیے احرار کے ایک مقتدر رکن کے سر پر گاندھی ٹوپی کی خبر پڑھ کر از حد صدمہ ہوا۔

Marfat.com

بدور کی کوڑی لانے والے یہ کہتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف موٹر ڈرائیورز یونین کے بدستور صدر بنے رہنا چاہتے ہیں اور اس ادارے میں غالب اکثریت غیر مسلموں کی ہے اس کے علاوہ آپ یہ بھی چاہتے ہیں کہ غیر مسلموں کے سہارے امرت سر میونسپلٹی کے صدر بن جائیں۔ پہلے پہل تو اس خبر پر یقین کرنے کے لیے دل آمادہ نہیں ہوتا تھا کہ چوہدری افضل حق مرحوم کے رفیق اس درجہ گر سکتے ہیں کہ معمولی صدارتوں کے لیے اپنے اصول بیچ کھائیں۔ لیکن شیخ صاحب کی گاندھی ٹوپی اب اسی جانب اشارہ کر رہی ہے کہ تم مانو یا نہ مانو۔۔۔۔ ابن الوقتی اور خود غرضی انسان سے بڑے بڑے اصول تڑوا دیتی ہے اور ذلیل سے ذلیل کام کروا دیتی ہے۔

یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ شیخ صاحب نے اس قرارداد سہارنپور کے ہوتے ہوئے کہ مجلس احرار کا رکن کسی دوسری سیاسی جماعت کا رکن نہیں بن سکتا کانگرس پارٹی کی رکنیت کیوں اختیار کی؟ اور اگر ان کی کانگرس میں شمولیت جائز ہے۔ تو بیچارے قیصر مصطفےٰ کا ایک سرکاری میجر کے خلاف مسلم لیگ کا محض ساتھ دینا کیوں ناقابل معافی جرم ہے؟ شیخ صاحب تو کانگرس کے رکن بھی بن سکتے ہیں اور قیصر مصطفےٰ مسلم لیگ میں شامل ہوتا تو ایک طرف اس کا ساتھ بھی نہیں سکتے۔ ع

بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

چونکہ شیخ حسام الدین اور ان کے رفقاء آج تک چوہدری

Marfat.com

صاحب مرحوم کا نام لے کر اپنی لیڈری کی دوکان چمکانے رہے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ اس ٹولی کی نئی روشن کا چوہدری صاحب مرحوم کی زندگی سے مقابلہ و موازنہ کرکے یہ بتایا جائے

؎ یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرؓ و دلقِ اویسؓ و چادرِ زہراؓ

گذشتہ پنجاب اسمبلی کے امرت سر کے ضمنی انتخابات کی داستان اتنی دہرائی جا چکی ہے کہ اب اس کا مزید اعادہ مناسب معلوم نہیں ہوتا لیکن یہاں شیخ صاحب سے نہایت ادب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کو میونسپل کانگرس پارٹی کا حلف نامہ بھر کر گاندھی ٹوپی ہی پہننی تھی تو کانگرسی اُمیدوار کے مقابلے میں چوہدری افضل حق مرحوم کو کیوں کھڑا کیا تھا؟ کیا محض اس لیے کہ اُس ایثار پیشہ انسان کو شکست دلا کر اُس کی توہین کرائی جائے؟ چوہدری صاحب مرحوم اگر زندہ ہوتے تو ایسی رفاقت پر یقیناً لعنت بھیج کر الگ ہو جاتے"۔

ذرا آگے چل کر رقمطراز ہیں:۔

اکرام قمر نے اپنے اس مضمون میں جن واقعات کا ذکر کیا تھا۔ احراریوں سے اُس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اپنی جگہ وہ یہ سمجھتے تھے "کوہ پیما" کے نام سے یہ مضمون مجلس احرار کے سابق جنرل سیکرٹری مولوی مظہر علی اظہر نے لکھا ہے، کیونکہ اس مضمون میں جن حقایق پر "آزاد" لاہور اس مضمون سے بوکھلا اُٹھا اور اس اخبار کے ایڈیٹر آغا شورش کاشمیری کے ایک نوٹ کے ساتھ "آزاد" کے شاعر خاص کا ایک قطعہ "زمیندار کا کوہ پیما" کے عنوان سے "آزاد" کے ۱۱ جنوری ۱۹۴۷ء

Marfat.com

کے شمارے میں شائع ہوا۔ جو قارئین کرام کے تفنّن طبع کے لیے آغا شورش کاشمیری کے محولہ بالا نوٹ سمیت یہاں درج کیا جا رہا ہے۔ جس سے بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اکرام قمر کے اس مضمون سے احراریوں کی ذہنی کیفیت کیا ہو گئی تھی۔

زمیندار کا کوہ پیما

روزنامہ زمیندار میں "کوہ پیما" نے شیخ حسام الدین کے خلاف خامہ فرسائی کی ہے اور علامہ اقبال کا مندرجہ ذیل شعر مستعار لے کر اُن پر پھبتی کسی ہے ؎

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرؓ دلقِ اویسؓ و چادرِ زہراؓ

یہ تو خود "کوہ پیما" جانتا ہے کہ عاشورہ کے دنوں میں چادرِ زہراؓ کون بیچتا ہے؟ اور چوہدری افضل حقؒ کی رُوح سے کس نے غدّاری کی ہے؟ آزاد کے شاعر خاص نے ذیل کے قطعہ میں "کوہ پیما" کے چہرے سے ہلکی سی نقاب اُٹھائی ہے۔ (شورش کاشمیری)

جو حسام الدین پر در پردہ ہے دشنام زن
یہ تقیّہ باز، یہ جان تبرّا کون ہے؟
کوئی شاید خضر کا پروردۂ سابق نہ ہو
پوچھتا ہوں میں یہ آخر "کوہ پیما" کون ہے؟

روزنامہ "آزاد" لاہور ۱۱ جنوری ۱۹۴۷ء

آغا شورش کاشمیری اور "آزاد" کے شاعر خاص اس

Marfat.com

بات کو بھول گیے کہ چوہدری افضل حق مرحوم کی زندگی کے آخری دنوں میں ایک اور شخص بھی مرحوم کے قریب رہا تھا۔ وہ شخص تھا اسلامیہ کالج لاہور کا ایک طالب علم اکرام قمر جس نے مرحوم کی انگریزی تصنیف "پاکستان اور چھوت" کا اردو ترجمہ کیا تھا۔ وہی اکرام قمر "آب" کوہ پیما کے قلمی نام سے سیاسی مضامین لکھ رہا تھا۔"

جس روز ہمارے قصبہ بجواڑہ شریف تحصیل و ضلع ہوشیارپور کا جلوس نکلا۔ اور جب ہم گرفتاری کے لیے پیش ہوئے ہم نوجوان یہ جھنڈا پڑھ رہے تھے۔ یہی جھنڈا ہے جو قبلہ حکیم سید عبدالحق صاحب قادری اویسی (آف بہادرپور ضلع ہوشیارپور) جو ان دنوں لائل پور میں قیام پذیر ہیں۔ مسلم لیگ کے جلسوں میں کیف آور ترنم اور ایمان پرور لے میں پڑھا کرتے تھے۔ اسے ہم اپنے عہد ماضی کی ایک خوشگوار اور حیات افروز یاد سمجھ کر نذر قارئین کر رہے ہیں۔ اس سے ہماری ابھرنے والی نسلوں اور موجودہ نوجوانوں کو بھی یہ احساس و اندازہ ہو سکے گا کہ کس جوش و ولولہ اور جنون و عشق کے ساتھ جنگ پاکستان لڑی گئی تھی اور یہ ملک اسلام کو بطور قانون حیات نافذ کرنے کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔ اب "اے اسلام کے پرچم لہرا" پڑھیے اور دلوں کو ایمان و عشق سے لبریز اور سینوں کو جوش و ولولہ سے معمور دیکھیے

(نظم اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجیے)

Marfat.com

اے اسلام کے پرچم لہرا

(۱)

نت نت لہرا جم جم لہرا　　پل پل لہرا دم دم لہرا
چھم چھم لہرا جھم جھم لہرا　　لہرا ہو کر بے غم لہرا

(۲)

رُک جا بیل باطل رُک جا　　چُک جا شرک کے جھکڑ چُک جا
چُھک جا جی میں مُشرک چُھک جا　　جُھک جا کُفر کے جھنڈے جُھک جا

(۳)

چہرہ کیوں ہے فق باطل کا　　سینہ کیوں ہے شق باطل کا
میل ہی کیا ہے حق باطل کا　　خوف نہ رکھ مطلق باطل کا

(۴)

کُفر کا نکلا ہے دیوالا　　نیلے پیلے ہوئے مُنہ کالا
تیرا باغ سدا ہریالا　　تیرا بول ہمیشہ بالا

اے اسلام کے پرچم لہرا

یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا　　قرآنی احکام کا جھنڈا
مال سے پیارا جان سے پیارا　　دل کا نُور آنکھوں کا تارا
دو جگ میں عزّت کا سہارا
یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا

دین کا اَور دُنیا کا اُجالا　　عزّت والا حُرمت والا
سب سے اُونچا سب سے بالا
یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا

ظالم کا دل پھٹ جاتا ہے　　ظلم کا بادل چُھٹ جاتا ہے

Marfat.com

جب میدان میں ڈٹ جاتا ہے — یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا
لہرائے گا اوج کے اوپر — دریا کی ہر موج کے اوپر
میدان کی ہر فوج کے اوپر — یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا
نارِ تعصب سرد کرے گا — کوہِ ستم کو گرد کرے گا
رنگِ حسد کو زرد کرے گا — یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا
او ظالم مغرور ستم گر — دیکھ مسلمانوں کا لشکر
لہراتا ہے جس کے سر پر — یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا
یہ جھنڈا مزدور کا حامی — مظلوم و مجبور کا حامی
نار کا دشمن نور کا حامی — یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا

تحریک پاکستان اور طلبہ

"مجھے یاد ہے کہ میں تحریک پاکستان کے سلسلہ میں تین مرتبہ لائل پور آیا ہوں۔ میرا پہلا دورہ (۱۹۴۲ء) سر چھوٹو رام کی ایک انتخابی مہم کو ناکام بنانے کے سلسلہ میں تھا اس وقت صوبہ میں یونینسٹ راج تھا اور آنجہانی سر چھوٹو رام زمیندارہ لیگ جسے جاٹ لیگ بھی کہا جاتا تھا۔ کی تنظیم کے سلسلے میں یہاں اپنا سالانہ جلسہ منعقد کرنے والے تھے۔ میں طلبہ کا ایک وفد لے کر جب یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس وقت کے ڈپٹی کمشنر نے زمیندارہ لیگ کے جلسہ گاہ کے باہر کی تمام حدود میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی ہے لیکن ہم نے فی الفور لاؤڈ سپیکر کا انتظام کیا اور اسے جلسہ گاہ کی اس حد پر نصب کر دیا جہاں دفعہ ۱۴۴ نافذ نہیں تھی۔ مجھے اب تک یاد ہے کہ میں کسی وقفہ کے بغیر مسلسل مائیکروفون کے ذریعے مسلمانوں کو زمیندارہ لیگ کے جلسے میں

Marfat.com

شمولیت سے منع کرتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمیندارہ لیگ کا پنڈال حاضرین سے بالکل خالی رہا اور سر چھوٹو رام آنجہانی سخت مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ چنانچہ صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں سر چھوٹو رام نے "اعتراف" کیا کہ مسلم طلبہ نے ہماری سیاسی زندگی کم کر دی ہے۔ عجیب بات ہے کہ اس کے بعد جلد ہی سر چھوٹو رام سورگباش ہو گئے یہ تھا لائل پور میں میرا پہلا دورہ!

دوسری مرتبہ حاجی عبداللہ مرحوم کے الیکشن کے سلسلے میں ادھر آنے کا اتفاق ہوا۔ حاجی صاحب مرحوم کا مقابلہ ذیلدار محمد قاسم سے تھا۔ میں طالب علموں کی ایک جماعت کے ساتھ گوجرہ کے علاقہ میں گیارہ روز تک بس پر سفر کرتا رہا ہوں۔ لاؤڈ سپیکر بھی اس بس میں نصب کیا ہوا تھا۔ ہم اس میں دن بھر گھومتے پھرتے اور پھر اسی میں رات کا قیام ہوتا۔ گیارہ روز کی اس مہم میں ہمیں اکثر چنوں پر قناعت کرنا پڑی اس مہم میں میرے ہمراہ بعض دوسرے طلبہ کے علاوہ اکبر یزدانی اور مسٹر عزیز بھی تھے۔ ان میں اوّل الذکر آجکل فوج میں میجر ہیں۔ اور موخر الذکر پہلے فنانس ڈیپارٹمنٹ میں تھے اور آجکل مرکزی حکومت کے ہوم ڈیپارٹمنٹ میں ہیں یہ دورہ اس لحاظ سے بہت ہی کامیاب تھا کہ عام مسلمان ہماری "تبلیغ" سے بے حد متاثر ہوئے۔ ہم اس وقت محسوس کر رہے تھے کہ عام لوگ تعصب سے بہت بلند ہیں اور اصول پرستی کا بہترین نمونہ۔ کردار کی مضبوطی ان کے چہروں سے جھلک رہی تھی اور اپنا ذاتی نقصان کر کے بھی اصول پرستی

Marfat.com

کو ترجیح دیتے تھے افسوس کہ یہ کیفیت پھر کبھی دیکھنے میں نہ آئی تیسری مرتبہ لائل پور آنے کا اتفاق اس وقت ہوا جب فیڈریشن کی تنظیم کے سلسلے میں مختلف سکولوں کا دورہ کر رہے تھے اس موقع پر شاہ جیونہ ضلع جھنگ کے ایک جلسہ عام میں شریک ہوئے جس میں میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ نے پہلی مرتبہ پنجابی زبان میں تقریر کی یہ تقریر بے حد اثر انگیز تھی جلسے کا اہتمام سید عابد حسین اور میجر مبارک علی شاہ کی طرف سے کیا گیا تھا واپسی پر میاں دولتانہ نے لائل پور میں بھی تقریر کی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے دفتر میں میرے ہمراہ محمد نواز مرحوم بھی تھے ہم یہاں تمام سکولوں میں گئے اور فیڈریشن کی شاخیں قائم کرنے میں ہمیں خوب کامیابی ہوئی!

لائل پور کے دوسرے دورہ کے سلسلے میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ یہاں سر چھوٹو رام کے جلسے کو کامیاب بنانے کے لیے جلسہ گاہ سے باہر جب دفعہ ۱۴۴ نافذ کی گئی تھی تو میں ایک وفد لے کر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا تھا مگر وہ ہماری کوئی بات سننے کے لیے تیار نہ تھے اور اپنے موقف کی حمایت میں بھی انھوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ میں ان کی کوٹھی پر بھی گیا مگر وہاں بھی یہ صورت پیش آئی کہ انھوں نے کوئی بات سنے بغیر ہمیں اپنی کوٹھی سے باہر نکال دیا۔ میں نے جب یہاں پچھلے دنوں ڈپٹی کمشنر کے عہدہ کا چارج لیا تو موجودہ ڈسٹرکٹ کونسل ہال اور ڈپٹی کمشنر کی قیام گاہ کا جائزہ لیا۔ پرانی یادوں کو ذہن میں تازہ کرتے ہوئے مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں کا ماحول پہلے سے کہیں مختلف ہے۔

Marfat.com

مَیں ڈپٹی کمشنر کی قیامگاہ کے اس گوشے میں کھڑا ہو کر یہ بھی سوچتا رہا کہ خدا کرے کوئی ایسا موقع نہ آئے کہ کوئی شخص کوئی جائز اور صحیح مطالبہ لے کر آئے اور مَیں اس کے ساتھ وہ سلوک کروں جو اس وقت کے ڈپٹی کمشنر نے میرے ساتھیوں سے روا رکھا تھا۔

اس وقت یہاں کے مقامی مسلم لیگی راہنما بھی بڑے "محتاط" تھے اور ہمارے طلبہ کے توجّہ دلانے کے باوجود انھوں نے ہماری مہم میں ہمارا کوئی ہاتھ نہ بٹایا۔ بلکہ وہ کسی حد تک ہماری ان سرگرمیوں کے خلاف بھی تھے۔ بیتے لمحوں کی یادوں میں مجھے شہید عبدالمالک بھی یاد آ رہا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ مَیں اس وقت لاہور میں نہیں تھا جب اس جانباز طالب علم نے جام شہادت نوش کیا۔ ہم پچیس طالب علم خلیق الزّماں کے الیکشن کے سلسلے میں لکھنؤ گیے ہوئے تھے۔ اس مہم میں ہم نے ایک پائی تک بھی مسلم لیگ کے فنڈ سے خرچ نہیں کی بلکہ تمام خرچ اپنی جیب سے کیا۔

لاہور کا ایک اور جلسہ بھی یادگار ہے۔ یہ جلسہ مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام منعقد ہُوا تھا اور اس میں مولانا حسین احمد مدنی مرحوم کو خطاب کرنا تھا۔ ہم اکیس طالب علموں نے جن میں لائل پور کے چوہدری نصراللہ خان مرحوم اور ایک دُوسرے سرگرم کارکن مسٹر محمّد صادق بھی شامل تھے پلے کارڈ اُٹھا رکھے تھے جن پر علّامہ اقبالؒ کی مشہور رُباعی

سرود برسر منبر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لکھی ہُوئی تھی۔

(ہفت روزہ "وفاق" استقلال نمبر ۱۹۴۷ء)

Marfat.com

یہ اقتباسات ہم نے ہفت روزہ "وفاق" استقلال نمبر ۱۹۴۱ء سے جناب سیّد قاسم رضوی جو اُس وقت لائل پور کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ اُن کے ایڈیٹر وفاق کے ساتھ ایک انٹرویو سے لیے ہیں۔ بلاشبہ رضوی صاحب اسلامیہ کالج لاہور کے صفِ اوّل کے ان طلبا میں سے تھے۔ جنھیں محترم عبدالحمید مرزا ایم۔اے (جو ان دنوں پنّو کی کالج کے پرنسپل ہیں) اور اُن دنوں اسلامیہ کالج میں اسلامیات کے پروفیسر اور پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر تھے تحریک پاکستان کے لیے کام کرنے کے لیے نکالا۔ یہ فخر و امتیاز اس کتاب کے مؤلّف کو بھی حاصل ہے۔ کہ وہ بھی سالارِ کارواں کی ہدایت و تربیت کو لیے ہوئے شریکِ سفر تھا۔ جہاں آفتاب قرشی۔ احمد سعید کرمانی۔ حافظ نذر احمد صاحب کے علاوہ بہت سے رفقائے کار مجھے اسی زمانہ سے آج تک جانتے ہیں۔ وہاں سیّد صاحب ملازمت اختیار کر لینے کی وجہ سے مجھے لائل پور میں ڈپٹی کمشنری کے زمانہ میں نہ پہچان سکے۔ انھوں نے اس انٹرویو میں قیام پاکستان کے قبل کے ڈپٹی کمشنر کے متعلق فرمایا ہے کہ انھوں نے ہمارے ایک جائز مطالبہ کو نہ مانا اور بدسلوکی کی۔ میں اس مقام پر صرف اتنا عرض کرتا ہوا گذر جاؤں گا۔ کہ شاید یہ اُس کمرہ ہی کی خصوصیّت ہو۔

دو سوداگر

تحریک پاکستان کے زمانہ میں "دو سوداگر" "ابوالکلام آزاد عرف راشٹر پتی" اور "عبدالغفار خان عرف سرحدی گاندھی" کے جلی عنوان سے احمد سعید یوسفی صاحب مشن روڈ لدھیانہ کا لکھا ہوا پوسٹر ابوالسکندر لطیف نے سیالکوٹ شہر ممتاز برقی پریس سیالکوٹ سے شائع کیا۔

Marfat.com

ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے :-

"ساتھ ہی کانگرس داتاؤں کی دوربین نگاہوں نے تاڑ لیا کہ آزاد اُن کی تمنائے رام راجیہ کی تکمیل کا باعث ہو سکتا ہے بانس پر چڑھانا شروع کیا۔ اوّلین دور میں مسلمان انھیں ایک مفسّر قرآن کی حیثیت سے جانتے تھے۔ آزاد نے اپنی اسی شہرت کی بنا پر متحدہ قومیت کے لیے اکبر کے دین الٰہی کی طرح ایک نئے دین کی بنیاد ڈالی۔ ترجمان القرآن عالم وجود میں آیا کہ اصل دین خدا پرستی اور نیکوکاری ہے۔ انسان جس مذہب میں چاہے رہے وہ نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اس نظریہ نے کفر و شرک اسلام و ایمان کے امتیازات کو ختم کر دیا۔ گاندھی جی نے اظہار مسرّت کیا۔ ترجمان القرآن کی کئی ہزار جلدیں ہندی میں تیار کرائی گئیں۔ آزاد گاندھی کے منظور نظر بن گیے۔ آپ کے سپرد ہندو صوبوں میں ہندو مظالم کی تردید کا کام سپرد کیا گیا اور بالآخر کانگرس کے صدر بنا کر راشٹرپتی بنا دئے گیے۔ انتخاب صدارت کے بعد ہی راشٹرپتی نے جو بیان دیا اُس میں کہا۔ "مسٹر جناح کا یہ نظریہ کہ ہندو مسلمان دو جدا قومیں ہیں۔ غلط فہمی پر مبنی ہے۔" یہ گویا اعلان تھا کہ مجھے راشٹرپتی بنا دیا گیا ہے تو اس کے لیے گاندھی جی کو متاسف ہونا نہ پڑے گا۔ کتنے فخر سے کہا جاتا ہے۔ میری کامیابی مسٹر گاندھی کی لیڈری پر اعتماد اور ان کے پروگرام کی منظوری کی علامت ہے۔ وہ پروگرام کیا ہے۔ راشٹرپتی جی کے قائد و رہنما، مرشد و ہادی گاندھی جی کی زبان سے سنیئے۔ مسلمان کو ہندو بنایا جائے یا ہندوستان سے باہر نکال دیا

Marfat.com

جائے یا ہندوستان میں غلام بنا کر رکھا جائے۔" (ینگ انڈیا)

دوسرے پوسٹر کا ایک اقتباس :-

"کانگرس تاریخ میں تلک کے متعلق حسب ذیل تعریفی الفاظ موجود ہیں۔" تلک مہاراشٹر کا بے تاج بادشاہ۔ فیض پور کانگرس ۱۹۳۶ء کے خطبہ استقبالیہ میں کہا گیا۔" "لوکمانیہ تلک نے شیواجی کی سالگرہ کو ایک قانونی تہوار قرار دیا تھا۔ کون شیواجی مسلمانوں کا بدترین سیاسی حریف۔ گاندھی جی کہتے ہیں۔" تلک مجھے ہمالیہ کی طرح نظر آیا، عظیم اور بلند۔۔۔۔"

جب تلک مرا تو گاندھی جی اور نہرو نے اس کی ارتھی کو سہارا دیا۔ تمام ملک میں سوگ منایا گیا۔ ۱۹۱۹ء میں کانگرس نے اپنا نمائندہ بنا کر تلک کو انگلستان روانہ کیا۔ یہ ہے وہ تلک جو سیواجی کو معصوم، قومی ہیرو، مسلمانوں کو چور۔ زندہ جلا دینے کے قابل اور غیر ملکی قرار دیتا ہے۔ اسی تلک نے مرنے سے قبل گاندھی جی کو ایک وصیّت کی۔" میری طرح ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ جس طرح بھی ہو سکے ہندوستان کی جائیدادیں ہندوؤں کے قبضہ میں آجائیں۔ پھر صرف حکومت کا مسئلہ باقی رہ جائے گا۔ جس کا حل بالکل آسان ہوگا۔ مقدم بات یہ ہے کہ ملکیّت ہندو قوم کی ہو جائے۔"

Marfat.com

اب آپ کی خدمت میں علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کے لاہور و کلکتہ کے وہ خطبات پیش کیے جا رہے ہیں جو آپ نے جمعیۃ علمائے اسلام کی کانفرنسوں میں دیئے ان حیات انگیز اور ایمان افروز فرمودات سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ عالم حق پرست کس جوش و تڑپ اور جرأت و ہمت سے تحریک پاکستان کی حمایت کرتا رہا ہے یہ خطبات ہم نے جناب پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب انور اسلامیہ کالج لائل پور کی کتاب "تجلیات عثمانی" سے لیے ہیں۔

ہمارا پاکستان

خطبۂ صدارت

خطبہ صوبہ پنجاب جمعیۃ علمائے اسلام کانفرنس لاہور

منعقدہ ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ جنوری ۱۹۴۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ط

"امّا بعد۔ آپ نے اپنے حسن ظن کی بنا پر جمعیۃ علمائے اسلام کی اس پہلی صوبائی کانفرنس کا صدر تجویز فرما کر مجھے جو عزت بخشی، اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھ لے۔ آپ کے نیک گمان کو میرے حق میں اپنی قدرت کاملہ سے سچا کر دکھائے اور ایک ادنیٰ خادم دین کی قدر افزائی کا صلہ دین و ملت کی کسی عظیم فلاح و کامرانی کی صورت میں سب کو مرحمت فرمائے۔ بس یہی میری متضرعانہ دعا اور یہی میری طرف سے آپ کا مخلصانہ شکریہ ہے۔ کیا میرے بھائی اس پر قناعت کریں گے؟"

Marfat.com

"میں جلسوں کے آداب وحقوق اور منصب صدارت کے فنی رسوم وفرائض سے نہ پوری طرح واقف ہوں نہ اپنی افتاد طبیعت سے ان کے انجام دینے کی صلاحیت وقدرت رکھتا ہوں۔ اس لیے اگر میں آپ کے تخمینہ یا عصری معیار کے مطابق کوئی خطبہ پیش نہ کرسکوں مجھے معذور سمجھیے"

"میرا مشورہ تو دوسروں کے لیے بھی یہی ہے کہ اب ہم مسلمانوں کے پاس اپنے قومی جہاز کو شدید ترین خوفناک گرداب بلا سے نکالتے ہوئے اتنا فضول وقت نہیں بچنا چاہیئے۔ جس میں اہم اور ضروری مقاصد کو چھوڑ کر ہم محض اپنی علمی قابلیت کا اظہار اور رسمی وزبانی شکریوں کی نمائش کیا کریں"

ذرا آگے چل کر:-

"میں آج "زنارہ دلان پنجاب" کے ماحول میں اپنے اندر بھی ایک قسم کی زنارہ دلی محسوس کرتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ پاکستان کے قلب وجگر سے جو صدائے حق بلند ہوگی۔ اس کی گونج اخوۃ اسلامی کی عروق وشرائین کے ذریعہ بہت تیزی کے ساتھ تمام جسد پاکستان بلکہ ملک ہند کے تمام اعضا میں پھیل جائے گی۔ اس وقت پورا حوالہ مجھے یاد نہیں رہا۔ لیکن پورے جزم ووثوق کے ساتھ عرض کرسکتا ہوں کہ اب سے تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ نے اپنی کسی تحریر میں ازراہ کشف ارشاد فرمایا تھا کہ آجکل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی توجہ یا نظر التفات شہر لاہور پر مرتکز ہے۔

Marfat.com

رسول اکرم محمد صلعم کی نظر کرم

میں سوچتا ہوں کہ لاہور کے حق میں کیا اس محبوب خدا اور آقائے دو جہاں کی وہ نظر کیمیا اثر خالی جا سکتی ہے؟ وہ نگاہ لطف و کرم جس کی ایک معمولی جھپک ہزار سالہ بت پرست کو ایک آن میں ولی کامل بنا دے جو مدت کے بگڑے ہوئے شیطان کو ایک لمحہ میں درست اور پاک و صاف بنا کر فرشتوں کے زمرے میں شامل کر دے۔ جو ذرا سی دیر میں قلوب و ارواح کی دنیا بدل ڈالے۔ ملکوں اور قوموں کی کایا پلٹ کر رکھ دے۔ کیا چند صدیوں کی مسافت زمانی نے لاہور کے مستقبل کو اس انقلاب آفرین نگاہ لطف کی عظیم تاثیر و تصرف کے فیض سے بالکلیہ محروم کر دیا ہوگا؟ ہرگز نہیں! ان کی شان تو یہ ہے ؎

دو نشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا — دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
جو نہ تھے خود راہ پر دنیا کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

غور کیجئے "مردے" اس نظر سے صرف "زندہ" نہیں ہوئے۔ بلکہ مسیحا بن گئے۔ جن کی مسیحائی سے کروڑوں مردہ دلوں کو حیات تازہ حاصل ہوئی۔

حضرت شیخ مجدد رح کا نعرہ حق

یہ بھی چیز لائق غور ہے کہ شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ (جن کو لاہور کی یہ سعادت مکشوف ہوئی) وہ ہی بزرگ ہیں۔ جنہوں نے اکبر بادشاہ کی بنائی ہوئی "قومیت متحدہ" اور نام نہاد دین الٰہی کے مقابلہ میں تاریخی جہاد کیا تھا۔ ممکن ہے ان کے مذکورہ بالا کشف سے ادھر بھی اشارہ ہو کہ آگے چل کر جب "قومیت متحدہ" ایک دوسرے رنگ میں اور اکبر کا دین الٰہی گاندھی ازم کی شکل میں ظہور کرے گا

Marfat.com

اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ گرامی اور التفات خصوصی کی بدولت لاہور رہی وہ مقام ہوگا جہاں سے ان نئے بتوں کے توڑنے کی پہلی آواز بلند ہوگی، پھیلے گی، پھلے گی اور پھولے گی۔"

حضرت شیخ الہند کا آخری پیغام

بہرحال آج اس نئی مہم کا ابتدائی منظر ہمارے سامنے ہے۔ "جداگانہ قومیت" کا عقیدہ تو ہمیشہ سے مسلمانوں کے جذر قلوب میں بطور ایک مفروغ عنہ مسئلہ کے مرتسم و متمکن ہے اور کانگرس کے چند سالہ شور و غل سے پہلے کوئی اس پر نظر ثانی کی ضرورت بھی نہ سمجھتا تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے آخری پیغام صدارت میں جو جمعیۃ علمائے ہند کے اجلاس دہلی کے موقع پر حضرت کی وفات سے نو دن پہلے پڑھا گیا۔ ہندو مسلمان کے دو قوم ہونے کی تصریح موجود ہے۔ کسی شخص نے آج تک اس پر حرف گیری نہیں کی۔"

"ہاں ہندوستان کے مسئلہ کا پاکستانی حل ابتداءً لاہور کی آرام گاہ میں سونے والے ڈاکٹر اقبال مرحومؒ کے قلم سے سنہ ۱۹۳۰ء میں سامنے آیا لیکن یہ نام "پاکستان" علامہ اقبالؒ کا تجویز کردہ نہیں بلکہ پیام اقبال کے ایک پُرجوش علمبردار چودھری رحمت علی صاحب نے سنہ ۱۹۳۲ء میں اس تجویز کو یہ نام دیا ہے۔ جو آگے چل کر اختصار کی وجہ سے لوگوں میں مقبول ہوگیا تقسیم ہند کی اس تجویز پر جس کا اصطلاحی نام پاکستان ہے اور جس کا اصل واضح علامہ اقبال مرحومؒ ہے۔ آخر کار قدرے ترمیم و تغیر کے ساتھ آپ کے اس تاریخی شہر لاہور میں آل انڈیا

Marfat.com

مسلم لیگ نے مہر تصدیق ثبت کر دی اور آج پاکستانی جمہور مسلمانانِ ہند کے لیے محض ایک گرمی اور جوش بیدار کرنے والا نعرہ نہیں بلکہ ایک مضبوط اور اٹل سیاسی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب پاکستان کا نام آتے ہی اُن کے دلوں میں جذباتِ مسرّت و ابتہاج کی لہر دوڑ جاتی ہے اور وہ یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ہمارا درخشاں مستقبل گویا ہماری طرف کو تیزی سے بڑھا چلا آ رہا ہے۔ مسلمان جب اپنے نصب العین کے متعلق یہ یقین حاصل کر لے اور مطمئن ہو جائے کہ اسلامی نقطہ نظر سے وہ صاف، واضح، غیر مبہم اور بے غبار ہے تو اس کے حصول کے لیے اسے کوئی قربانی بھاری نہیں معلوم ہوتی۔ وہ آگ کے طوفان سے کھیلنے اور خون کے دریا میں کود نے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کسی دھمکی کو خاطر میں نہیں لاتا اور دلیر پٹیل جیسے ناعاقبت اندیش مدعیوں کے چیلنج کو بہت خوشی اور اطمینان کے ساتھ منظور کرتا ہے۔"

یوں رقمطراز ہیں :-

"کیا کوئی حساس مسلمان اپنی خوشی سے یہ منظور کر سکتا ہے۔ کہ دس کروڑ فرزندانِ اسلام انگریز کی جگہ ہندو کے غلام بن کر رہیں یا انگریز ہندو کی ڈبل غلامی کو ہمیشہ کے لیے قبول کر لیں"

مسلم لیگ کا تاریخی فیصلہ

مسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ نے ان تمام خطرات و عواقب کا اندازہ لگا کر جو زمانہ ماضی کی رلی ملی سیاست سے پیدا ہو سکتے تھے آخر کار آپ

Marfat.com

کے اسی تاریخی شہر میں دو ٹوک فیصلہ کر لیا کہ جس طرح ہندو مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، ان کی سیاست اور مرکز حکومت بھی اب الگ الگ رہنا چاہیئے۔ انھوں نے اپنے سب سے بڑے ہادی اور دنیا کے سب سے بڑے مصلح اور خداوند قدوس کے سب سے بڑے پیغمبر کی سیرت طیبہ پر ایک نظر ڈالی جو ہم مختصراً اس خطبہ کے آغاز میں آپ کو سنا چکے ہیں۔ اس کی صاف روشنی میں وہ سمجھ گئے کہ ہندوستان کے اس برّ صغیر میں سے ہم کو ایک ایسا خطہ حاصل کر لینا چاہیئے جو نسبتاً چھوٹا اور محدود ہی کیوں نہ ہو مگر وہاں ہم پوری آزادی کے ساتھ اپنے آسمانی قانون کے موافق اپنے مذہب، اپنے علوم و معارف، اپنی تاریخی روایات، قومی خصائص اور تہذیب و معاشرت کی حفاظت کر سکیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق و دستگیری سے اس بے مثال قانون عدل و حکمت کا کوئی چھوٹا سا نمونہ قائم کر کے دنیا کو دکھلا دیں کہ قرآن کی حکومت جبر و استبداد اور ظلم و ستم کی حکومت نہیں۔ بلکہ وہ تمام اقوام اور بزرگان خدا کے لیے انصاف، رواداری، رحمت و رافت اور امن و سلام کا پیغام ہے۔"

پھر فرماتے ہیں:—

"یہ غیر پاکستانی بے شک ترکِ وطن کر کے نہیں آئے اور وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے قیام سے ہم کو براہ راست وہ نفع نہیں پہنچے گا جو پاکستانی مسلمانوں کو پہنچ سکتا ہے۔ پھر بھی وہ اپنی قوم کے دو تہائی سے زیادہ افراد کی آزادی اور خوشحالی میں حائل ہونا نہیں چاہتے بلکہ بڑے خلوص و شوق سے ان کی آزادی

Marfat.com

میں ساعی ہیں۔ اور اس کے لیے تدبیریں اور دعائیں کرتے ہیں گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ جس طرح مکّہ کے مہاجرین کرام آخر مکّہ کے مستضعفین کو وہیں چھوڑ کر اور اللہ کے سپرد کر کے چلے آئے تھے اور اپنے معابد وغیرہ کو بھی ساتھ نہ لے جا سکے تھے"۔

آگے چل کر اپنے ایک مخلص دوست کی تحریر کا جو اُس نے بعض خدشات کے پیش نظر لکھی تھی جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اقتباس ملاحظہ ہوں:۔

بہرحال میں سیاسی معاملات میں اس طرح کی خیالی لائنوں کو چھوڑ کر تمام غیر مسلم قوموں کا "الکفر ملّۃ واحدۃ" کے مطابق ایک ہی بلاک فرض کیے لیتا ہوں۔ تب بھی ستر مسلم اور تیس غیر مسلم فیصدی کا تناسب رہے گا درآں حالیکہ آپ کے بیان کردہ جمعیتی فارمولا کے مطابق سارے ہندوستان کی مرکزی حکومت میں ۴۵ مسلم اور ۵۵ غیر مسلم رہتے ہیں۔ یہ چیز عجائب دہر میں سے ہے کہ ہم ستر فی صدی رہتے ہوئے تو خسارہ میں رہتے ہیں اور جب ۴۵ فیصدی ہو جائیں تو فلاح و کامرانی کے خزانوں کی گویا سب کنجیاں ہمارے ہاتھ میں آجاتی ہیں۔ نیز ہماری صوبجاتی قلیل اکثریت جو آپ کے نزدیک غیر مؤثر اور ناقابل اعتداد ہے متحدہ حکومت کی صورت میں کس طرح مؤثر بن جائے گی۔ جبکہ اوپر مرکز میں بھی ہم اقلیت میں ہوں گے"۔

یوں گویا ہوتے ہیں:۔

"ابھی چند روز ہوئے ایک مضمون "پاکستان کی اقتصادی و سیاسی پوزیشن" کے عنوان سے جناب بابو رام شرما نے شائع کرایا ہے۔ جو معلومات سے لبریز ہے اس کا اقتباس بھی ذیل

Marfat.com

میں درج کیا جاتا ہے۔

ہمارے صوبوں کی معدنیات

کسی ملک کی اقتصادی حالت کا جائزہ لینے کے لیے بنیادی طور پر تین چیزیں سامنے ہوتی ہیں۔ اوّل اس ملک کی آبادی، دوسرے معدنیات، تیسرے زرعی پیداوار۔ آبادی کے لحاظ سے شمال مغربی پاکستان کی آبادی تقریباً ۳ ½ کروڑ اور شمال مشرقی پاکستان کی آبادی ۳ ½ کروڑ کے لگ بھگ ہے جو یورپ کے سب سے بڑے ملک رُوس کو چھوڑ کر یورپ کے تمام ممالک سے زیادہ ہے یعنی سات کروڑ کی آبادی یورپ کے کسی ملک کی بھی نہیں ہے اور غالباً یورپی رشیا (RUSSIA) کی بھی اتنی نہیں ہے۔ اس لیے آبادی کے لحاظ سے پاکستان ایک بہت بڑا طاقتور ملک ہے اور اس کے باشندے نہایت خوب صورت، لانبے، مضبوط اور سڈول جسم کے ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی موجودہ فوج میں ساٹھ فیصدی بھرتی اسی خطّہ پاکستان سے لی جاتی ہے اس کی آبادی قدرتی طور پر سپاہی ہے اور اس سات کروڑ آبادی میں سے تقریباً دو کروڑ فوج تیار ہو سکتی ہے۔ معدنیات کے لحاظ سے ہمالیہ پہاڑ کا بیشتر حصّہ پاکستان میں سے گزرتا ہے۔ جو ریسرچ کرنے پر معدنیات سے بھرپور ہے۔ نمک (کھیوڑہ) اور مٹی کا تیل (اٹک) پنجاب میں کافی مقدار میں موجود ہے اور سیمنٹ کے لیے بھی یہاں بہت بڑا وسیع میدان ہے۔ کوئلہ کی کمی مشرقی بنگال سے پوری کی جا سکتی ہے جہاں ہائیڈرو الیکٹرک پاور دُنیا کی بہت بڑی الیکٹرک پاور زمین

Marfat.com

سے ایک ہے جس سے نیشنل لائن پر بہت بڑا کام لیا جا سکتا ہے جو پاکستانی باشندوں کے لیے بہت بڑی خوشحالی کا باعث بن سکتی ہے۔ عمارتی لکڑی پنجاب میں ضرورت سے بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے اس لیے معدنیات کے اعتبار سے پاکستان کا علاقہ کچھ کم زرخیز نہیں ہے۔ زرعی اعتبار سے پاکستان دنیا کا بہترین خطہ ہے۔ پاکستان آج بھی دنیا کا بہت بڑا گندم پیدا کرنے والا ملک ہے۔ حالانکہ ابھی سائنٹیفک طور اور نیشنل طریقہ پر گندم کی کاشت کا کوئی انتظام نہیں۔ اگر سائنٹیفک اور نیشنل طریقہ پر گندم کی کاشت کا انتظام کر لیا جائے اور اس کے خشک علاقوں میں آبپاشی کا انتظام ہو جائے تو یقیناً پاکستان دنیا میں سب سے زیادہ گندم پیدا کرنے والا ملک ہو سکتا ہے۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ پاکستانی حکومت ایسے ہاتھوں میں جانے ہی کیوں دیتے ہیں۔ یہ قصور تو آپ کا ہے۔ آج اگر تمام علماء و زعماء لیگ میں آجائیں اور لاکھوں صحیح الخیال و صحیح العقیدہ مسلمانوں کو اس کا ممبر بنائیں۔ پھر اکثریت آپ کی ہو گی۔ آپ ہر طرح کی اصلاح جمہور کی طاقت کو ساتھ لے کر کر سکیں گے اور نا قابل اصلاح ہونے کی تقدیر پر فاسد عنصر کو نکال باہر کریں گے بہرحال اُن مشکلات کا واحد حل یہی ہے ورنہ کیا ہندو اکثریت کی حکومت سے آپ یہ اُمید کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے دین و مذہب کے تحفظ کی ضامن و کفیل ہو گی۔ اگر کلمہ پڑھنے والوں سے آپ اپنی مذہبی بات نہیں منوا سکتے تو کھلے ہوئے کافروں سے کس طرح تسلیم کرائیں گے؟

کانگریسی وزارتوں کے زمانہ میں جو دردناک مظالم ہوئے

Marfat.com

انھیں چھوڑ کر کیا وار دھا اسکیم ہی آپ کانگریس سے منسوخ کرانے میں کامیاب ہو گیے جس کی پُرزور مذمت تمام مسلم جماعتوں نے متفقہ طور سے کی؟

جمہور مسلمانوں کا مطالبہ

یاد رکھیئے مسلمان اب بیدار ہو چکا ہے اُس نے اپنی منزل مقصود معلوم کر لی ہے اور اپنا نصب العین خوب سمجھ لیا ہے وہ اس راہ میں جان و مال نثار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ خوش قسمتی سے بہت سے علماء اُمت اور اکثر مشائخ طریقت نے مذہبی نقطۂ نظر سے پاکستان کی حمایت و تائید کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اور وہ اپنے پیروؤں کو برابر یہ تلقین کر رہے ہیں کہ پاکستان اور مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی انتہائی سعی کریں اور کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لائیں کیونکہ اس وقت یہ مسلمانانِ ہند کی موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ اب ہم مضمون پاکستان کو چودھری رحمت علی صاحب کے الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔ جو ترکی کی شہرۂ آفاق خاتون خالدہ ادیب خانم کی کتاب "درونِ ہند" سے ماخوذ ہیں۔ آنھوں نے اسلامی ہند کی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے پاکستان نیشنل تحریک پر ایک باب باندھا ہے اور اس سلسلہ میں چودھری صاحب سے پیرس اور لندن میں دو دفعہ ملاقات کی ہے اور پاکستان کا باب انھی ملاقاتوں کا نتیجہ ہے۔ اس باب میں سے ہم چند سطور ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"ہماری تجویز ایک آزاد اور علیحدہ پاکستان کا تصور ہے جو شمال کے پانچ صوبوں پر مشتمل ہے اور جس کا سیاسی درجہ دیگر مہذب اقوام کے برابر ہوگا۔ ہمارا یقین ہے کہ یہ حل دونوں قوموں

Marfat.com

(پاکستان کے مسلمان اور ہندوستان کے ہندو) کے لیے آبرو مندانہ زندگی کا تحفظ کرے گا اور دونوں کو برطانوی شاہنشاہیت کا آلۂ کار بننے سے بچائے گا۔ .. .. ہم مسلمانوں کا ہندو اکثریت میں مدغم ہو جانا سیاسی موت کے مترادف ہوگا۔"

ملی خودکشی کے معنی؟ "کیا تاریخ عالم میں ایسی ایک بھی مثال ملتی ہے کہ ایک قوم نے ہمسایہ قوم کے اتحاد کے لیے ملی خودکشی کی ہو۔ شکست ایک بری چیز ہے۔ لیکن بغیر مقابلہ کے ہتھیار ڈال دینا گناہ عظیم ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ برطانوی راج اور ہندو وطن پرستی اپنی مخصوص مصالح کی خاطر ہم سے متحدہ ہندوستان کے نام پر قومی خودکشی کی توقع رکھتی ہے لیکن ایسا ہونا قبیل محالات سے ہے۔ ہندوستان کو متحدہ کرنا علیحدہ بات ہے لیکن پاکستان کو غصب کرنا اور بات۔ یہ ہم کبھی گوارا نہیں کر سکتے۔ .. .. .. ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم کش مکش حیات میں چند در چند مصائب میں مبتلا ہیں۔ لیکن یہ درخشاں حقیقت ہم فراموش نہیں کر سکتے۔ کہ ہمارے آباؤ اجداد نے اس سرزمین میں ان سے کہیں زیادہ عظیم الشان مصائب کا نہایت جواں مردی اور کامیابی سے مقابلہ کیا تھا۔ ہمارا مستقبل پاکستان سے وابستہ ہے۔ اور ہم اسے زندگی اور موت کا سوال سمجھتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ تقدیر نے ہمیں پاکستان کے تحفظ کے لیے انتخاب کیا ہے اور یہ چیز آئندہ نسلوں کو ورثہ میں ملے گی۔ امروز شاید ہمارا مذاق اڑائے لیکن ہماری آنکھیں صبح

Marfat.com

فردا کے اس دلفریب خندہ کا نظارہ کر رہی ہیں جس کے پردہ سے ہماری کامرانیوں کا مہر منیر طلوع ہوگا۔ اس صبح اُمید کی نمود تک ہم نومیدیوں کی شب تار کو اپنی قربانیوں کے نور سے روشن رکھیں گے اور اسلام کے سچے فرزندوں کی طرح ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں گے۔ دیگر اقوام عالم کی طرح ہمارے سامنے بھی خدمتِ خلق کا معین مقصد ہے اور وہ اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ ہم پاکستانی روح کو منزہ اور محفوظ رکھیں۔ اندریں حالات اگر ہم قومیت متحدہ ہندیہ کے برخود غلط اور خطرناک نظریہ کے لیے اپنے ہی قتل نامہ پر دستخط ثبت کر دیں۔ تو یہ آئندہ نسلوں سے غداری، اپنی تاریخ سے صریح ظلم اور انسانیت کے خلاف گناہ عظیم ہوگا۔"

پاکستان کا نظام حکومت

"اب آپ نے سمجھ لیا کہ پاکستان کیا ہے۔ اگر یہ پاکستان بن گیا تو وہاں نظام حکومت کس قسم کا ہوگا اس کے متعلق ہم سر دست بدون تفصیلات میں جائے۔ آپ انہی اعلانات پر اکتفا کرتے ہیں جو آل انڈیا مسلم لیگ کے قائد مسٹر محمد علی جناح، اس کے جنرل سیکرٹری نواب زادہ لیاقت علی خان اور اس کی مجلس عمل کے صدر نواب محمد اسماعیل خان صاحب وقتاً فوقتاً کرتے رہے ہیں کہ سرزمین پاکستان میں قرآن کریم کے سیاسی اصول کی بنیادوں پر اسلام کی حکومت عادلہ قائم ہوگی۔ جس میں تمام اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ بلکہ فیاضانہ برتاؤ کیا جائے گا۔ ذمہ دارانِ لیگ کے اعلانات پر اعتبار کرتے ہوئے مجھے اس قدر وضاحت کرنے کی اجازت دی جائے۔ کہ یہ اعلیٰ اور پاک

Marfat.com

نصب العین ممکن ہے بتدریج حاصل ہوتا ہم ہر دوسرا قدم جو اٹھایا جائے گا۔ انشاء اللہ پہلے قدم سے زیادہ مسلم قوم کو اس محبوب نصب العین کے قریب تر کرے گا۔ ہاں اس موقع پر میں یہ کہنے کی جرأت ضرور کروں گا۔ کہ پاکستان بنانے والوں کے لیے بہت ضروری ہے۔ کہ وہ پہلے خود پاک بنیں۔"

مسلم لیگ کی درخشاں کامیابی

"الحمد للہ والمنۃ کہ سنٹرل اسمبلی کے انتخابات میں انھوں نے بہت ہی صاف طور پر اس کا ثبوت پیش کر دیا اب دوسرا مرحلہ شروع ہے اور محض تائید ربانی سے آثار ایسے پیدا ہیں کہ اس مرحلہ پر بھی ہمارا یہ دعویٰ جھوٹا ثابت نہ ہوگا۔ ضرورت ہے کہ اس ایک دو ماہ میں مسلمان چین سے نہ بیٹھیں اور ہر فرد مسلم اپنی اپنی جگہ مطالبۂ پاکستان کو حق بجانب ظاہر کرنے کے لیے ہر امکانی کوشش عمل میں لائے۔ کاش جو مسلمان اس مطالبہ سے علیحدہ ہیں وہ بھی اس وقت متفق ہوتے یا کم از کم برسرپیکار نہ ہوتے تو بسہولت اور بلا ادنیٰ مقابلہ کے ہمارا یہ قومی نصب العین انگریز اور ہندو دونوں سے تسلیم کرایا جا سکتا خصوصیت کے ساتھ ہمارے احرار بھائی پہلے مسلم لیگ کے ساتھ ہو کر ہندوستان میں کوئی مناسب زمین حاصل کر لیتے پھر وہاں حکومت الٰہیہ کی مضبوط عمارت بنوانے کی خدمت پوری قوت کے ساتھ انجام دیتے افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔"

ہمارا قومی نعرہ

"اس موقع پر ہمارا قومی نعرہ وہی ہوگا۔ جو روہیلا کھنڈ کے آخری ہیرو حافظ رحمت خان نے اپنے تاریخی خط میں شجاع الدولہ کو لکھا تھا کہ ؎

Marfat.com

"اگر صلاح دوست کشاں بصلح ہمرنگ است بارک اللہ
وگر بستیز و جنگ است۔ بسم اللہ!
جواں مرداں نتابند از کسے روئے
ہمیں میدان ہمیں چوگاں ہمیں گوئے

حالات کا آخری نتیجہ کچھ بھی ہو اور اس منزل کے قطع کرنے میں کچھ بھی مصائب کسی طرف سے پیش آئیں۔ مگر ہندی مسلمان اب جاگنے کے بعد پھر سونے کا اور اٹھنے کے بعد بیٹھ جانے کا ارادہ نہیں رکھتا ؎

سینے میں دل آگاہ جو ہو کچھ غم نہ کر نا شاد سہی
مشغول تو ہے بیدار تو ہے نغمہ نہ سہی فریاد سہی
ہر چند بگولا مضطر ہے اک جوش تو اس کے اندر ہے
اک وجد تو ہے اک رقص تو ہے بے چین سہی برباد سہی
وہ صید خوش کہ کروں گا قتل اسے یا قید قفس میں رکھوں گا
میں خوش کہ وہ طالب تو ہے میرا، صیاد سہی جلاد سہی

یونینسٹ پارٹی کے مسلم ارکان سے خطاب

آب سخصت ہونے سے پہلے مجھے دو لفظ اور کہنے دیجئے۔ جو یہاں کی برسر حکومت پارٹی سے متعلق ہیں۔ میں ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یونینسٹ پارٹی کے مسلم ارکان باوجود پاکستان کے حامی ہونے کے کس نوعیت کا اختلاف مسلم لیگ سے رکھتے ہیں۔ میں ایک غیر سیاسی آدمی ہوں۔ ایسے دقیق سیاسی اختلافات کا سمجھنا شاید میری دسترس سے باہر ہے۔ اخبارات و جرائد سے جو کچھ مجھے اندازہ ہوا وہ یہ ہے کہ اصولاً اختلاف زیادہ شدید

Marfat.com

قسم کا معلوم نہیں ہوتا۔ مگر اس نے عملاً ایک سخت نوعیت اختیار کر لی ہے۔ کیا پنجاب میں کوئی سمجھدار اور با اثر ایسا نہیں۔ جو اختلاف کی اس گتھی کو سلجھا سکے۔ اوس خواج کی ایک سو بیس سالہ جنگ کے اثرات کو اسلام کی ربّانی تاثیر نے ایک آن میں ختم کر دیا تھا کیا آج ہمارا مشترک جذبۂ اسلامیت اور اعلیٰ قومی مفاد کا تصور ایسے حقیر نزاعات کو ایسے نازک موقع پر ختم نہیں کر سکتا۔ ضرور کر سکتا ہے۔ مگر وہ ختم کرنا اسی خداوند قدوس کے نام پر ممکن ہوگا۔ جس کا واسطہ دینا الیکشن کے زمانہ میں جرم قرار دے دیا گیا۔ اکبر مرحوم نے شاید اسی دن کے لیے کہا تھا ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانہ میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں

اب فرمائیے کہ اگر کلینسی ہمارا خضر بن جائے۔ اور خضر راہ ہی راستہ سے ہٹانے لگے۔ تو صحیح رہنمائی کی توقع کس طرح کی جا سکتی ہے۔

بارے! خدا کا شکر کہ مسلمانوں نے یہ سیاسی مہم سر کرنے کے لیے اپنا رہنما چن لیا ہے جس نے عظیم ترین قومی تنظیم کو ہر قیمت پر محفوظ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائیں، اللہ تعالیٰ انھیں بیش از بیش خدمتِ دین و ملت کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے اور اپنی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ (شبیر احمد عثمانی دیوبندی)

مجلس استقبالیہ جمعیۃ علمائے اسلام کانفرنس پنجاب ۲۶ جنوری ۱۹۴۶ء
شائع کردہ خانصاحب چوہدری عبدالکریم جنرل سیکرٹری قلعہ گوجر سنگھ لاہور

Marfat.com

آل انڈیا جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس کلکتہ

مسلم لیگ کی تائید میں زبردست اور متفقہ تجاویز

آل انڈیا جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس ۲۶-۲۷-۲۸-۲۹- اکتوبر ۱۹۴۵ء کو محمد علی پارک کلکتہ میں عظیم الشان پنڈال میں منعقد ہوئی۔ جس میں پانچ سو سے اوپر علماء مشائخ تمام اطراف ہند سے جمع ہوئے۔ پچاس ہزار سے اوپر مسلمان شریک ہوئے مولانا ظفر احمد تھانوی خلیفہ حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں منجملہ دیگر تجاویز کے مندرجہ ذیل اہم قرار دادیں ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء کے اجلاس میں اتفاق رائے سے پاس ہوئیں۔

۱- امت اسلامیہ کا انفراد و استقلال

"مؤتمر کل ہند جمعیۃ علماء اسلام (آل انڈیا جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس) کا یہ اجلاس اسلام کے اس بنیادی، اساسی عقیدہ کا اور ہر مومن و مسلم کے اس قلبی یقین و اذعان کا اعلان کرتی ہے کہ ملت اسلامیہ ایک مستقل، جداگانہ اور آزاد قومیت ہے اور جو کسی حال میں کسی دوسری قومیت یا دوسری قومی تہذیب کا جزو یا تابع نہیں ہو سکتی۔ بنا بریں اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ دنیا میں درحقیقت دو ہی قوموں اور دو ہی ملتوں کا وجود ہے۔ ایک قومیت اسلامیہ جو دین و شریعت محمدیہ پر مؤسس ہے اور دوم قومیت غیر اسلام جو شریعت محمدیہ کی جامعیت، کاملیت، حاکمیت، اور خاتمیت کے انکار پر قائم ہے اور یہی مطلب ہے۔ "لکل ملۃ واحدۃ"

Marfat.com

اور "انہ لا نبی بعدی" کی تعلیم نبوی کا۔ اور یہی مقصود ہے قرآن پاک کی آیت وکذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ وما جعلنا القبلۃ التی الخ کے نص قطعی کا، جو اُمّت محمدیہ کو امۃ وسطا اور ساری انسانیت کے لیے نمونہ اور گواہ قرار دیتی ہے اور رسولؐ کو اُمّت کے لیے نمونہ و گواہ قرار دیتی ہے اور جس کا مرکز قومیت و ملّت کے لیے ایک عالمگیر قبلہ، کعبہ مکرمہ کو قرار دیتی ہے۔

"موتمر کل ہند جمعیۃ علماء اسلام یہ اعلان کرتی ہے کہ دو قوموں کا نظریہ دراصل اسلام کا اعلان ہے۔ اور کسی انسان کی ایجاد نہیں ہے۔ بنا بریں یہ اجلاس دس کروڑ مسلمانان ہند کو دوسری غیر مسلم اقوام ہند کے مقابلہ میں ایک مستقل قومیّت یقین کرتا ہے۔ لیکن ایسی قومیّت جس کی بنیاد اسلامی ملّت اور اسلامی شریعت حقہ کے اُصول پر قائم ہے نہ رنگ و نسل و وطن و مرز بوم یا کسی مادی اساس پر"۔

۲۔ عالمگیر خلافت اسلامی علیٰ منہاج نبوّت محمدی کا نصب العین

"موتمر کل ہند جمعیۃ علماء اسلام (آل انڈیا جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس) کا یہ اجلاس اعلان کرتا ہے۔ کہ ملّت اسلامیہ کا سیاسی و دینی نصب العین عالمگیر خلافت اسلامی علیٰ منہاج نبوّت محمدی کی تاسیس اور شریعت اسلامیہ کے نظام کا قیام ہے۔ اور لازم و ضروری ہے کہ مسلمان انفرادی و

Marfat.com

اجتماعی طور پر اس نصب العین کو حاصل کرنے اور تاسیس خلافت کے ذریعہ عالم اسلامی کی مرکزیت قائم کرنے کے لیے فی سبیل اللہ جد و جہد جاری رکھیں، موتمر اپنے اس ایمان کا اعلان کرتی ہے کہ عالم اسلام کے لیے اس کے سوا کوئی مفر نہیں ہے اور انسانیت کی نجات اس کے سوا ممکن نہیں ہے کہ خلافت اسلامیہ علی منہاج نبوّتِ محمدیہ کی عالمگیر سلطنت و دستور اساسی دنیا میں قائم کیا جائے۔

۳۔ پاکستان واحد راہ آزادی و استخلاص ہے۔ موتمر کل ہند

جمعیۃ علماء اسلام (آل انڈیا جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس) کا یہ اجلاس ان مخصوص حالات کو مدّنظر رکھتے ہوئے جس میں ملّت اسلامیہ اس برکوچک ہند میں گھری ہوئی ہے اعلان کرتا ہے کہ غلبۂ کفّار و استیلائے کفر سے نکالنے اور مسلمانوں کی آزادی و استخلاص اور دین و شریعت کی حفاظت و مدافعت کرنے کی صورت یہی ہے کہ مسلمانان ہند، اکھنڈ بھارت اور آل انڈیا فیڈریشن کی سختی سے مخالفت کریں۔ اور پاکستان و تقسیم ہندوستان کے مطالبہ کی جو آل انڈیا مسلم لیگ کی نمائندہ جمعیۃ المسلمین نے مسلم قوم کی طرف سے پیش کیا ہے پُرزور تائید کریں اور اس کے حاصل کرنے کے لیے تمام طاقتوں کو مسلم لیگ کے زیر ہدایت منظم کریں۔

۴۔ آل انڈیا مسلم لیگ اور مسٹر محمد علی جناحؒ کی خدمات جلیلہ کا پُر محبت اعتراف

آل انڈیا جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس کا یہ

Marfat.com

اجلاس اُن خدمات جلیلہ کا پُرزور اعتراف کرتا ہے جو گزشتہ سالوں میں آل انڈیا مسلم لیگ نے ملّت اسلامیہ ہند کے ملّی انفراد و استقلال کو قائم کرنے اور مسلمانوں کو بہ حیثیت مسلمان ایک مستقل قوم کی حیثیت سے کھڑا کرنے اور استقلال اسلام کا اعلان کرنے کے لیے ساری قوم کو جمہوری اساس پر منظم کرنے اور مخالف طاقتوں کے مقابلہ میں جد و جہد جاری کرنے کے لیے نہایت درجہ حوصلہ شکن حالات میں انجام دی ہیں ملّت اسلامیہ کی تنظیم اور مدافعت اور اس کے استقلال کے لیے مسلم لیگ اور اس کے صدر محترم محبوب ملّت جناب محمد علی جناح کی یہ خدمات تاریخی حیثیت حاصل کر چکی ہیں اور یہ اجلاس ملّت اسلامیہ اور اس کے علماء و مشائخ کی طرف سے ان کی خدمت میں مخلصانہ شکریہ پیش کرتا ہے۔ ان کو اپنی محبت و ہمدردی اور عملی تائید کا یقین دلاتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ ان کی عمر، صحت، ایمان اور عزم میں برکت دے اور ان کو زیادہ سے زیادہ ملّت کی خدمت کی توفیق دے۔

۶۔ مسلم لیگ مسلم ہند کی نمائندہ ہے

آل انڈیا جمعیۃ علماء اسلام کا

یہ اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ کو ملّت اسلامیہ ہند کی واحد نمائندہ سیاسی، قومی مجلس اور سیاسی ترجمان تسلیم کرتا ہے اور تمام برادران اسلام سے عموماً اور علماء و مشائخ سے خصوصاً درخواست کرتا ہے کہ وہ مسلم لیگ اور اس کے اصول حقہ کی ہر طرح تائید فرمائیں اور مسلمانوں کی اجتماعی و ملّی آواز کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔

Marfat.com

۶۔ انتخابات اسمبلی و کونسل میں مسلم لیگ کی تائید کرنا فرض ہے

(موتمر کل ہند جمعیتہ علمائے اسلام (آل انڈیا جمعیتہ علماء اسلام کانفرنس)

کا یہ اجلاس تمام مسلمانوں خصوصاً جملہ مسلم رائے دہندگان (ووٹر) سے درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ آئندہ انتخابات اسمبلی و کونسل میں صرف ان امیدواران کی تائید فرمائیں اور ووٹ دیں جن کو مسلمانوں کی مسلمہ آل انڈیا سیاسی قومی مجلس آل انڈیا مسلم لیگ نامزد کرے گی وہ کسی حال میں ایسے شخص کی تائید نہ کریں جو مسلمانوں کی اس مسلمہ سیاسی و ملی جماعت مسلم لیگ کے ضبط و نظام کے خلاف خود آزادانہ یا کسی دوسری جماعت کی طرف سے کھڑا ہو گیا ہو۔ ایسا کرنا اتحاد ملت، مفاد امت، استقلال اسلام اور مستقبل قوم کے مقاصد کے سخت خلاف ہے۔ کیونکہ پاکستان کے سوال پر فیصلہ بڑی حد تک ان انتخابات کے نتائج پر منحصر و موقوف ہے

(دستخط ظفر احمد تھانوی صدر اجلاس)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کا مدلل و مسکت جواب

مولانا حسین احمد صاحب کا بے بنیاد و بے دلیل فتویٰ

نئی دہلی ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء۔ مولانا حسین احمد صاحب نے مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیتے اور قائداعظم کو "کافر اعظم" کا لقب دیتے ہوئے حال میں جو فتویٰ دیا تھا اس کا مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی نے اپنے مکتوب میں جو دہلی کے ایک روزنامہ میں شائع ہوا حسب ذیل جواب دیا ہے مولانا

Marfat.com

موصوف مولانا حسین احمد صاحب کے فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ

"مسلم لیگ کی شرکت کو احکام شریعت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ انھوں نے اس کے کیا دلائل شرعیہ پیش کیے ہیں؟ محض کسی عالم کے اتنا لکھ دینے سے کہ فلاں چیز ناجائز ہے دوسرے علماء کے لیے کیسے ساکت ہو سکتی ہیں؟ دلائل سامنے ہوں تو اُن پر کہا جائے مجھے تو عدم جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ غلطیاں اور کوتاہیاں کس جماعت اور کس شخص سے نہیں ہوتیں۔ ہمارے بڑے بڑے مقدس ادارے بھی اس سے مستثنیٰ نہیں لیکن یہ چیز اس کا سبب نہیں بن سکتی کہ ادارے میں شرکت ہی حرام ہو (درآنحالیکہ اس کے فوائد اور منافع اس کے مفاد اور نقصانات سے زائد ہوں۔

مسلم قوم کی مستقل ہستی لیگ نے بنوائی

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تمام امور سے قطع نظر کرکے اگر لیگ کے وجود سے اتنا کام ہو گیا کہ مسلم قوم کی مستقل ہستی اور اس کی غیر مخلوط صاف آواز ہر انگریز اور ہندو دونوں کے نزدیک تسلیم ہو گئی اور تھوڑی سی مدت میں باوجود بہت زیادہ نقصان اُٹھانے دنیا نے ہندوستان کے اندر ایک تیسری طاقت کے وجود کا اعتراف کر لیا۔ بلکہ لیگ اور کانگرس صلح یا جنگ کے ہر معاملہ میں ایک ہی صف میں دوش بدوش کھڑا کیا جانے لگا تو کیا یہ فائدہ شرعی اور سیاسی نقطۂ نظر سے کچھ کم ہے"

رہبر دکن حیدرآباد دکن
مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء

Marfat.com

اپنا قلم - اپنا چہرہ

اَب آپ ہفت روزہ "چٹان" جلد ۴۰ شمارہ نمبر ۱۶ ۱۶ اپریل ۱۹۵۱ء "بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل" قسط ۱۰۷ کے وہ اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔ جن میں ایڈیٹر "چٹان" نے اس روپیہ کا ذکر کیا ہے۔ جو احرار لیڈر یونائیٹڈ حکومت اور کانگریس سے حاصل کرتے رہے۔

پہلا اقتباس :-

"جہاں تک کانگرس کے روپے کا تعلق ہے۔ وہ تو خود مولانا حبیب الرحمٰن کے علم میں ہے۔ بلکہ پچاس ہزار روپے کی قسط دلوانے کے حصہ دار ہی آپ تھے۔ رہا یونیٹڈ پارٹی کے روپے کا سوال تو میرا مخبر تمام کاغذات شاہ جی یا مولانا غلام غوث کو دکھانے کے لیے تیار رہے۔ ان کے سوا وہ کسی کو بھی کوئی کاغذ دکھانے کے حق میں نہیں، وہ سب کو ناقابل اعتبار سمجھتا ہے وہ ایک سرکاری ملازم ہے۔ میں اس کا نام بھی بتانے کو تیار نہیں۔ البتہ شاہ جی اور مولانا غلام غوث چاہیں۔ تو وہ ان سے ملنے کو تیار رہے"

دوسرا اقتباس :-

"جب مولانا دھنکار کر جانے لگے تو شاہ جی نے روک لیا۔ "مولوی صاحب آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کے خلاف۔ یا جماعت کے خلاف۔ شورش کچھ چارج لگا رہا ہے"۔ مولوی صاحب رک گئے۔

Marfat.com

مَیں نے ترتیب وار چارج لگانے شروع کیے۔ کانگرس کا روپیہ ساٹھ ہزار۔ دس ہزار کی ایک قسط اور پچاس ہزار کی دُوسری قسط۔ اَور یونیسٹ پارٹی ـــــ! ابھی فقرہ پُورا بھی نہ ہُوا تھا کہ مولانا غلام غوث نے ایک ایک شق پر زور دیا کچھ دیر تو سناٹا چھایا رہا۔ پھر سکوت ٹوٹا۔ مولانا نے تسلیم کیا کہ روپیہ لیا گیا ہے۔ لیکن اس وقت اُن کے ذہن میں صحیح یاد نہیں کہ یہ رقم کتنی ہے، بات صُبح پر ملتوی ہوگئی۔ مجھے صاحبزادہ فیض الحسن شاہ، مولانا مظہر علی اظہر کے مکان پر لے گیے۔ رات وہیں کاٹی۔ مولانا اس افشا کو بُرا خیال کرتے تھے اور مضطرب بھی تھے۔ لیکن وہ اِخفا کے حق میں تھے۔ مَیں نے عرض کیا۔ جب تمام لوگ آپ سے روپیہ لے چکے ہیں تو پھر وہ معصوم عن الخطا کیوں بنتے ہیں؟ رات جو گذری سو گذری۔ صُبح پھر وہی حیث بحث، صاحبزادہ صاحب نے ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں کہیں یہ کہہ دیا کہ شورش اپنے الزام واپس لیتا ہے۔ مَیں موجود نہ تھا۔ جب پہنچا تو مجھے حیرت ہُوئی، خیر دوبارہ وہی قصّہ چھڑ گیا۔ مولانا مظہر علی نے تسلیم کیا کہ روپیہ لیا گیا ہے۔ لیکن اس کے سزاوار وہ تنہا نہیں بلکہ باقاعدہ مشورہ سے رقم قبول کی گئی ہے۔ پہلا دس ہزار روپیہ مولانا داؤد غزنوی نے دیا تھا اور شیخ حسام الدین اُس وقت موجود تھے۔ دُوسری قسط بھی انہی حضرات کے مشورے سے حاصل کی گئی۔ یعنی شیخ حسام الدین نے مولانا حبیب الرحمٰن کو لدھیانہ خط لکھا کہ وہ کلکتہ میں کانگرس ہائی کمانڈ تک پہنچیں۔ یہ خط لے کر خافان بابر مولانا مظہر علی کے صاحبزادے لدھیانہ پہنچے۔ مولانا حبیب الرحمٰن کلکتہ گیے۔ مولانا ابوالکلام ایک لاکھ روپے کے لگ بھگ رقم دینے کو تیار ہو گیے مگر سردار

Marfat.com

پبلسٹی جو کانگرس کے خازن تھے۔ اس سے اختلاف کیا اور پچاس ہزار روپے کی رقم کا چیک لالہ بھیم سین سچّر کی تحویل میں دیا گیا۔ جو اُن کی معرفت دفتر احرار میں پہنچا پھر اس رقم کی ہندر بانٹ کی گئی۔ وہ رقم جو یونینسٹ پارٹی سے وصول کی گئی اور جس کو بہ اختلاف مولانا نے تسلیم کیا اور وہ رقم جو دو چار ہزار بطور چندہ فراہم کی گئی۔ یہ تمام مل ملا کر پچھتر یا پچاسی ہزار بنتے تھے۔ جب مولانا مظہر علی نے بتایا کہ نواب زادہ نصراللہ خاں کے سوا ورکنگ کمیٹی کے ہر اُمیدوار ممبر نے اُن سے روپیہ لیا ہے تو سب نے تسلیم کیا۔ شیخ حسام الدین بھی مان گئے، ماسٹر تاج الدین نے بھی سر ہلا دیا۔ مولانا حبیب الرحمٰن نے بھی صاد کیا۔ اس مجموعی رقم میں سے لے دے کر صرف بیس ہزار بچتے تھے۔ مولانا مظہر علی نے دس ہزار اپنے الیکشن کا صرفہ بتایا اور دس ہزار روپے کے متعلق کہا کہ وہ روزنامہ "آزاد" نکالنے کے لیے جمع رکھا گیا ہے۔"

یہ دونوں اقتباسات بلا تبصرہ نذرِ قارئین کیے گیے ہیں۔ خود ہی اندازہ فرمالیں۔ کہ ہندو اور انگریز گماشتے قیام پاکستان کی تحریک کو ناکام بنانے کے لیے مسلم لیگ کی مخالف جماعتوں کی روپیہ سے مدد کرتے تھے۔

Marfat.com

مُراسلاتِ سیاسیہ

یعنی

جانشین شیخ الہند حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی مدظلہ العالی

کے نام

سیاسیات حاضرہ کے متعلق چودہ ۱۴ استفساری خطوط اور حضرت ممدوح کے مدلل جوابات

شائع کردہ شعبہ نشر و اشاعت آل انڈیا مسلم لیگ (دہلی)

قیمت آٹھ آنے

مسلم لیگ پرنٹنگ پریس دہلی

مندرجہ بالا پمفلٹ پروفیسر مولانا انوار الحسن صاحب اسلامیہ کالج لائل پور سے اُس وقت ہمیں ملا جب کتاب پریس میں جا چکی تھی اور پروف بھی دیکھا جا چکا تھا۔ اس ذخیرہ کی اہمیت نے مجبور کیا کہ اسے بھی درج کتاب کیا جائے۔ پروفیسر صاحب ان خطوط کو بہ کمال و تمام شائع کرانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہم اس مقام پر انھیں آقتباساً پیش کر رہے ہیں۔ قارئین کرام علامہ عثمانیؒ کی حسن و صاحت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ انھوں نے کس فہم و فراست اور علم و تدبر سے نیشنلسٹ علما کو راہ راست پر لانے اور مسلمانوں کو اُن کے غلط نظریات و تصورات سے بچانے کی سعی فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:-

سوالات از ابیم سعید الدین صاحب بہاری

محترم المقام حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذارش ہے کہ کل ہند جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس کے اجلاس کلکتہ

Marfat.com

منعقدہ ۲۶-۲۷-۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں ایک روح پرور پیغام یہ کہہ کر سنایا گیا کہ یہ پیغام حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب کا ہے۔ اور وہی پیغام اخبار روزانہ عصر جدید میں بھی شائع ہوا... اور ایک ریزولیوشن کے ذریعہ جناب والا کو کانفرنس ہذا کا مستقل صدر بھی منتخب کیا گیا۔ پڑھ کر مجھ کو تعجب ہوا کیونکہ مجھ کو آج تک یہی معلوم تھا کہ آنجناب بھی جمعیۃ علمائے ہند دہلی کے رکن و ممبر ہیں بنا بریں چند سوالات میرے دل میں پیدا ہوئے جو درج ذیل ہیں۔ امید ہے جواب باصواب عنایت فرما کر رہبری فرمائیں گے۔"

۱۔ پاکستان کیا ہے؟

۲۔ جمعیۃ علمائے ہند دہلی میں جناب والا شریک ہیں یا نہیں؟

حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دامت برکاتہم کے جوابات

"پاکستان ایک اصطلاحی نام ہے جس کا سادہ مطلب یہ ہے کہ جن صوبوں میں مسلم قوم کی اکثریت ہے وہاں ان کی آزاد حکومت قائم ہو۔ آگے وہاں کے دستور و آئین کی تشکیل کس نوعیت کی ہوگی یہ وہاں کے احوال و ظروف کی مناسبت سے اہل حل و عقد کی مشاورۃ کے بعد وقت پر بروئے کار آئے گی اور وہاں کی اکثریت اس بارہ میں اپنی قدرت کی حد تک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے مکمل ترین قانون عدل و حکمت اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے استناۃ و استفادہ کی پوری سعی کرے گی۔"

مولانا کی جمعیۃ دہلی سے علیحدگی

"میں کچھ مدت سے جمعیۃ العلماء دہلی سے علیحدہ ہو چکا ہوں اور سہارنپور

Marfat.com

سیشن کے بعد اُدھر سے جوائنٹ کنیت کی دعوت دی گئی تھی۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ اب میں اس کارکن بننا پسند نہیں کرتا۔"

نیز مولانا نے فرمایا:۔

"نیز قوموں کی تقسیم اس سے زیادہ صاف اور واضح کسی دوسرے ملک میں کہاں مل سکتی ہے کہ ایک قوم پر دوسری قوم کا اگر سایہ پڑ جائے تو وہ شودروں اور کتوں سے زیادہ ۔۔ ۔۔ ۔۔ اسے نجس سمجھتی ہے اور لطف یہ ہے کہ مسٹر گاندھی نے اچھوت سدھار کی اتنی جان توڑ کوشش کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ اس چھوت چھات کو دور کرنے کا کبھی ہلکا سا اشارہ بھی اپنی قوم کو نہیں کیا۔" (صفحہ ۱ تا ۸)

سوالات از مولانا بہاالحق صاحب قاسمی امرتسری

حضرت مخدومنا ومولانا المکرم مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ مزاج گرامی

"آج روزنامہ "نوائے وقت" لاہور میں آپ کا ایک اعلان نظر سے گزرا جس میں آپ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے۔ کہ وہ مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ اس اعلان میں یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

"مسلم لیگ مسلمانوں کے لئے سفینۂ نجات ہے"

یقین نہیں آتا کہ یہ اعلان آپ ہی کی طرف سے ہوا گر فی الواقع یہ آپ ہی کا اعلان ہے تو میں اس کے متعلق چند گزارشات پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں امید ہے جواب باصواب سے مجھے سرفراز فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

"آپ کو معلوم ہوگا کہ مسلم لیگ کے ممبر کمیونسٹ بھی ہیں اور کمیونزم کی بنیاد ہی دہریت اور عداوت مذہب پر قائم ہے۔ مرزائی بھی لیگ

Marfat.com

کے ممبر ہیں اور ان کی دونوں پارٹیاں (قادیانی اور لاہوری) الیکشن میں لیگ کو کامیاب بنانے کے لیے سرتوڑ کوشش اور آنتہائی جدوجہد کر رہی ہیں۔ بلکہ مرزا محمود قادیانی نے اعلان کر دیا ہے۔ کہ مسلم لیگ کی کامیابی "احمدیت" کی کامیابی ہے۔ ان کے علاوہ آج لیگ کی سیاست پر وہ شیعہ لیڈر چھائے ہوئے ہیں جنھوں نے تبرا ایجی ٹیشن میں تبرائیوں کو ہر طرح امداد دی جس جماعت کی تشکیل اس قسم کے بے دینوں اور مرتدوں سے عمل میں لائی گئی ہو اور جو جماعت کمیونسٹوں اور مرزائیوں کو "مسلمان" ہونے کا سارٹیفکیٹ دیتی ہو، اس جماعت کو "سفینۂ نجات" قرار دینا آپ کی ذاتِ گرامی سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ از راہِ لطف کرم مطلع فرمائیے کہ کیا مذکورہ بالا اعلان آپ ہی کا ہے؟"

جواب از حضرت مولانا عثمانی دامت برکاتہم

کرم فرما محترم دامت برکاتہم

بعد سلام و مسنون آنکہ گرامی نامہ صادر ہوا۔ ممنون فرمایا۔

"میں جناب سے دریافت کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں اس وقت کوئی جماعت بجز مسلم لیگ کے یہ دعویٰ لے کر کھڑی ہوئی ہے کہ الیکشن میں یہاں کے مسلمان ایک جداگانہ اور مستقل قوم ہیں اور ان کی یہاں کی دوسری قوموں سے ایسی پوزیشن میں رہ کر معاملہ طے کرنا ہے۔ کیا اس خاص حیثیت سے مسلم لیگ سفینۂ نجات نہیں؟"

مولانا فرماتے ہیں :-

"اللہ تعالےٰ کی ہزاروں ہزار رحمت امام محمد بن الحسن شیبانی پر کہ انہوں نے یہ مشکل میں ڈالنے والا مسئلہ پہلے سے صاف کر دیا اور تصریح کر دی کہ اہل حق مسلمان خوارج کے ساتھ ہو کر مشرکین سے لڑیں

Marfat.com

تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ جنگ دفع فتنۂ کفر اور اظہار اسلام کے لیئے ہوگی اور اس میں اعلاً کلمۃ اللہ اور اثبات اصل طریق ہے۔
دیکھو شرح السیر الکبیر للسرخسی صفحہ ۲۷۱/۳"

"ایک چیز اور بھی ملحوظ خاطر رہے۔ کہ یہ مرتدین و ملحدین اس طرح کے نہیں جو نفس کلمۂ اسلام ہی سے اعلانیہ بیزار ہوں وہ بھی بزعم خود مشرکین سے اسی نام پر لڑتے ہیں کہ مشرکین کے غلبہ و تسلط سے مسلم قوم کو بچایا جائے اور کلمۂ اسلام کو ان کے مقابلہ میں پست نہ ہونے دیا جائے اور مسلمانوں کے قومی و ملی استقلال کی حفاظت ہو۔"

"نیز کانگریس میں ہر قسم کے لوگ بے شمار ہندو، عیسائی، سکھ، مرتد، دہریئے اور اگر یہاں ہیں تو قادیانی بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ (یعنی کسی کے لئے ممانعت نہیں) کیا محض سیاست کے حیلہ سے ایسی جماعت کی شرکت جناب کے خیال میں درست ہے۔ کیا جناب بھی توجہ فرمائیں گے۔" (صفحہ نمبر ۱۲ تا ۱۹)

(شبیر احمد عثمانی از دیوبند ۹ ذی الحجہ ۶۲ھ - ۲۵ نومبر ۱۹۴۵ء)

مکتوب (۴)

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کا خط

۷۸۶

حبیب روڈ لدھیانہ
۱۷ نومبر ۱۹۴۵ء

"حضرت استاذ المکرم علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جو فتوے قتل کے جواز میں کلکتہ میں تیار کیا گیا ہے اس پر آپ کے دستخط دیکھ کر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ اس دنیا

Marfat.com

میں ہر چیز کی اُمید کرنی چاہیئے۔ آپ کے ان دستخطوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حق بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں ہونا چاہیئے۔ اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ والسّلام۔ (حبیب الرحمٰن)

جواب حضرت مولانا عثمانی دامت برکاتہم

برادر محترم! بعد سلام مسنون آنکہ نوازش نامہ پہنچا۔ بحمداللہ اس کے مضمرات کو میں نے سمجھ لیا۔ اپنے مسلکِ سیاسی کے خلاف میری نرم سے نرم تحریر کو فتویٰ قتل سے تعبیر کرنے کی کوئی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کیا عام حالات کا جائزہ لے کر اس پر کوئی رائے قائم کرنا اور زیادہ سے زیادہ مہذّب انداز میں اس کا اعلان صرف آپ ہی حضرات کا حق ہے کسی دوسرے کو اس کی آزادی نہیں"۔

"اگر میرے طرزِ عمل سے آپ کو یہ واضح ہوگیا کہ حق بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرنا چاہیئے۔ تو یقیناً میں اس سے خوش ہوں۔ بشرطیکہ اسی طرز و شان سے حق کہا جائے جس طرح میں نے کہا ہے اگر بدلحاظی کا جواز اس سے نکالا جاتا ہے۔ تو حسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔ والسّلام۔

(العبد شبیر احمد عثمانی از دیوبند۔ ۱۴ ذی الحجہ ۶۲ھ، ۳۰ نومبر ۱۹۴۵ء
از صفحہ ۳۳ تا ۳۴)

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کا دوسرا خط
آستاذ المکرم حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی

"السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا گرامی نامہ پہنچا۔ جواب کا بہت بہت ممنون ہوں۔ آپ کی عزّت اور محبت جس قدر میرے

Marfat.com

دل میں ہے۔ اس کا اندازہ آپ نہیں فرما سکتے۔ آپ نے مجھ ہی کو نہیں بلکہ اپنے سینکڑوں بے غرض۔ مخلص محبت کرنے والوں کو بے گناہ قتل کر دیا ہے۔ جناح کی قیادت کا اعلان اور پاکستان کی حمایت کو سوائے قتل کے فتویٰ سے اور کن الفاظ سے تعبیر کروں"۔

"آپ کے بزرگواروں کا فتویٰ تو یہ تھا کہ سرسیّد احمد خان کے ساتھ اشتراک عمل بھی جائز نہیں اور ہندوؤں سے مل کر دنیاوی کام چلانے میں کوئی حرج نہیں۔ تقریباً تیس برس کا عرصہ ہوا آپ نے دیوبند میں مجھ سے نصرت الابرار کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ تمہارے بزرگوں نے سرسیّد احمد اور قادیانیوں کے بارے میں جس رائے کا اظہار فرمایا۔ وہ ان کا کشف صریح تھا اور انھوں نے مسلمانوں کو گمراہی سے بچا لیا" رسالہ نصرت الابرار بھیج رہا ہوں اس پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی دستخط ہیں۔ اللہ کی شان ہے سرسیّد احمد کو کافر کہنے والوں کی روحانی اولاد اسی سرسیّد احمد کی روحانی اولاد کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی ہے اور اسی کو اسلام اور مسلمانوں کا نجات دہندہ سمجھتی ہے۔ میں اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سہارنپور میں آپ کے اس بیان کا ذکر کر رہے تھے۔ کہ مولانا حفظ الرحمٰن کے آنسو آ گئے۔ اور انھوں نے کہا کہ آگے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے سے ہمارے اور اسلام کے دشمن ہم کو ذبح کرتے تھے۔ اب آپ نے ان کی جگہ لے لی"۔

مولانا حبیب الرحمٰن فرماتے ہیں:۔

"میں نے اعلان کیا تھا کہ اگر مسلم لیگ میں صداقت ہے تو پچاس نئی صدی نشستیں علماء کے لیے مخصوص کر دے۔ ہم پنجاب سے احرار اور کانگریس کے ٹکٹ پر چھ مستند علماء کو کھڑا کر رہے ہیں

Marfat.com

دو تین دوست مثل علمائے کے ہیں۔ عالموں کے لیے میں کوئی شرط نہیں لگاتا عالم ہوں خواہ بریلوی ہوں خواہ دیوبندی ہوں کیونکہ میرے نزدیک ہندوستان کی آزادی اور ہندو مسلمان کے مسئلے کا حل اور مذہب کی حفاظت صرف علمائے کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے۔ جب تک علماء اسمبلیوں میں پچاس فی صدی نہیں ہوں گے ہندوستان کا مسئلہ کبھی حل نہیں ہوگا۔" ہم قربانی و ایثار کے راستے سے ہندوستان کو آزاد کرائیں گے اور اسلام کو سربلند کر کے دکھائیں گے تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ ہم صرف مسجدوں کے ملا ہی نہیں بلکہ ہم قرآن شریف کی تعلیم کے ذریعہ سے دنیا کی سیاسی رہنمائی بھی کر سکتے ہیں اور قرآن شریف کی تعلیم ہی سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ ... مگر آپ نے اور جمعیۃ العلماء اسلام نے کہا تو یہ کہا کہ جناح کی تقلید کرو وہی ہندوستان کا سیاسی رہنما ہو سکتا ہے۔ اس اعلان کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن جاننے والے قرآن کے ذریعہ سے سیاسی رہنمائی نہیں کر سکتے۔"

آگے چل کر یوں تحریر کرتے ہیں :-

"مولانا ابوالکلام آزاد کی عزت اس وقت میرے دل میں اس لیے سب سے زیادہ ہے کہ وہ کانگریس کے صدر ہو کر مذہب اور اسلام کی حفاظت کر رہے ہیں انھوں نے کانگریس کی صدارت لے کر دہریوں اور تمام غیر مذاہب ہی پر نہیں بلکہ مسلمانوں کے اس غیر اسلامی ذہن رکھنے والے طبقہ پر یہ بات ثابت کر دی کہ قرآن کا عالم اور صرف قرآن کا عالم جو دنیا کی موجودہ تعلیم سے کوئی تعلق نہیں رکھتا وہ اس دنیا میں بڑی سے بڑی سیاسی رہنمائی کر سکتا ہے۔ مولانا آزاد کے اس طرز عمل نے یہ اعلان کر دیا کہ قرآن کا جاننے والا ہی حقیقی معنی میں غلاموں کو آزادی دلا سکتا ہے اور امن قائم کر سکتا ہے کاش

Marfat.com

آپ آج بجائے جیناح کے مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ ہوتے تاکہ دنیا پکار اٹھتی کہ قرآن جاننے والے مُلّاں ہی ہندوستان کو آزاد کرائیں گے"

لکھتے ہیں :-

"مجھ کو آپ کے اس لکھنے سے کہ جیناح کو ہندوستان کا سیاسی لیڈر تسلیم کیا جائے بڑا دکھ ہُوا - گویا کہ ہندوستان کے قرآن کے مفسّر نے انگریزی دان طبقے کے سامنے اقرار کر لیا کہ مولوی سیاست نہیں جانتا اور یہ بھی اقرار کر لیا کہ وقت کی سیاست کو قرآن کا سب سے بڑا مفسّر نہ پچھلا سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ یہ علماء کے قتل کا فتویٰ نہیں تو اور کیا ہے۔

میرے محترم و مکرّم پاکستان الیکشن کے لیے ایک نعرہ ہے - الیکشن ختم ہو جائے گا تو مسلم لیگ کانگریس کے ساتھ مل کر وزارتیں بنانے کی کوشش کرے گی۔ واحد نمایندگی کا مقصد یہ ہے کہ تمام اقتدار بے دین طبقے کے ہاتھ میں رہے اور سیاسی اقتدار کسی ایسی جماعت کے ہاتھ میں نہ آجائے جو مذہب کی سربلندی اور ہندوستان کی آزادی کی خواہش مند ہو۔ اور یہ بھی میری بات آپ کو خیال شریف میں رکھنی چاہیئے کہ یہ انگریزی طبقہ کانگریس سے صلح کے بعد علماء کو کچلنے کے لیے علماء ہی کے فتوے پیش کرے گا کہ ان علماء نے ہمیں کانگریس میں شامل ہونے اور وطن کی آزادی سے روکا تھا۔ کیونکہ اس طبقے کے سامنے مذہب نہیں ہے۔ چند نوکریاں اور نشستیں ہیں اور بس"

جواب از حضرت العلّامہ مولانا عثمانی دامت برکاتہم

برادرم محترم دامت برکاتہم - بعد سلام و مسنون

"جن خوفناک عواقب و نتائج پر آپ متنبہ فرما رہے ہیں، میں بحمداللہ ان کے امکان سے غافل نہیں لیکن اگر خدانکردہ وہ وقوع میں آگئے تو

Marfat.com

اس کا سبب صرف وہ لوگ ہوں گے جو آنکھ بند کر کے ہندوؤں کی کانگریسی سیاست کے پیچھے چل پڑے اور اپنی قوم کے بہترین احساسات اور صحیح نصب العین کو نہایت لاپروائی سے بے سوچے سمجھے ٹھکرا دیا۔ کاش آپ سب حضرات دینداری اور سرفروشی کے سچے جذبہ کے ساتھ اس سیاسی ادارے میں داخل ہو کر جس کا دروازہ ہر مسلمان کے لیے ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ سچائی کی طاقت اور جمہور مسلمین کی پشت پناہی سے اس پر قبضہ کر لیتے اور بھیڑ بکریوں کے گلے کو بھیڑیوں کی پاسبانی میں چھوڑ کر دوسری طرف نہ بھاگ جاتے۔ تو اللہ کے فضل سے اس روزِ سیاہ کو دیکھنے کا کوئی اندیشہ نہ ہتا جس کے تصوّر سے آپ گھبرا رہے ہیں (اور وقت نہیں گیا اب بھی ایسا کر سکتے ہیں) آپ لوگوں نے اپنی قوم کا ساتھ دینے اور ان کی غلط کاریوں کی اصلاح کرنے کے بجائے کھلم کھلا ایسا رویہ اختیار کر لیا جو قوم سے بے وفائی اور احکام شرعیہ سے لاپروائی کی طرف مشعر ہے۔

مولانا عثمانیؒ فرماتے ہیں:۔

"وہ جماعت جو بے شمار سنّی مسلمانوں، قلیل التعداد شیعیوں اور چند بزعم خود دعویٰ اسلام رکھنے والے اور کلمہ پڑھنے والے ملحدوں یا زندیقوں پر مشتمل ہوتے ہوئے مسلم قوم کے استقلال اور کلمۂ اسلام کی سربلندی کے نام پر لڑ رہی ہے۔ کیا اس کے مقابلہ میں آپ اس جماعت کا تسلّط و اقتدار بڑھا کر اسلام کو سربلند اور مسلمانوں کو معزز اور علماء کو موقر بنائیں گے، جس میں اکثریت غالبہ ان افراد کی ہے جو کلمۂ اسلام سے علانیہ بے زار، حکومت الٰہیہ کے شدید ترین مخالف اور مسلمانوں کے قومی و سیاسی استقلال کے بدترین دشمن ہیں۔ جن کی اسلام دشمنی برملا اور بکرات و مرات ظاہر ہو

Marfat.com

چکی ہے۔ اور اب بھی ظاہر ہو رہی ہے۔ پھر وہاں دہریئے بھی ہیں۔ بلکہ ایک دہری آجکل اس پر مسٹر گاندھی کے بعد اقتدار رکھتا ہے اور قادیانی، شیعہ، مشرقی، مغربی، کسی کے لیئے اس کا دروازہ بند نہیں۔ یہ ہی کمیونسٹ جن کا ذکر مسلم لیگ کے ساتھ بار بار کیا جاتا ہے کل تک اس میں سب شریک تھے۔" مسٹر جناح کی قیادت کا مسئلہ تو آپ کو معلوم ہے۔ کہ ہم نے ان کو ابتداً قائد نہیں بنایا وہ اپنی دماغی قابلیت یا دوسرے تکوینی اسباب کی بناء پر مسلم اکثریت کے قائد بن گیے۔ اب ان کا مقابلہ کر کے جماعت مسلمین میں تفرقہ ڈالنا، درآں حالیکہ وہ اس وقت ایک مضبوط اصول اور صحیح نظریہ کے حامل بھی ہیں، کیسے درست ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس قیادت کو خود اکابر جمعیۃ العلماء ۱۹۳۷ء میں مستقل اور کلی اختیارات سپرد کر کے خوب مستحکم اور مضبوط کر چکے ہیں۔" (دیکھو خط مطبوعہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی بابتہ الیکشن ۱۹۳۷ء)

مولانا ابوالکلام کے بارے میں :-

"مولانا ابوالکلام آزاد کے علم اور ذاتی عقائد و خیالات پر میں کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا، نہ میں ان کو خود غرض سمجھتا ہوں، لیکن فی الحال جس لائن پر چل رہے ہیں۔ میرے نزدیک وہ اس منزل مقصود پر پہنچانے والی نہیں۔ جس کا فشان انھوں نے "الہلال" وغیرہ میں دیا تھا۔"

آخر میں فرماتے ہیں :-

"میرے بھائی اپنے گرد حد سے زیادہ ذہین و فہیم اور دور و سرس کو بالکل احمق نہ سمجھئے۔ کبھی ایک چیز کو غائب حاضر سے بہتر سمجھ لیتا ہے میں جس چیز کو پورے غور و فکر کے بعد بحمداللہ شریعت کی روشنی میں

Marfat.com

صحیح سمجھتا ہوں جب تک اس بنیادی اصول کی غلطی مجھ پر ظاہر نہ ہو۔
زوائد سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔ صفحہ ۳۵ تا ۴۷۔ از مراسلات سیاسیہ

مکتوب ۶

نقل خط مولوی احمد اسمٰعیل صالح صاحب بوڈہان سائن ضلع سورت ۱۸ نومبر ۱۹۴۵ء

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محترم المقام زید مجدکم۔ مزاج شریف

"آیا حضرت مولانا حسین احمد صاحب یا حضرت مفتی صاحب یا مولانا احمد سعید صاحب وغیرہم کی اس پالیسی میں جو حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ العزیز کی موجودگی میں تھی اس میں ردّ و بدل ہوا ہے

جواب از حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دامت برکاتہم

"شیخ الہندؒ کا ہرگز وہ طرز عمل نہ تھا جو آجکل جمعیۃ علماء دہلی کا ہے میں اپنے مشاہدات کی بنا پر یقین رکھتا ہوں کہ جو طرز عمل آج جمعیۃ علماء کا ہے۔ ہرگز حضرت شیخ الہندؒ کا نہ تھا وہ (معاذ اللہ) ہندو اکثریت کی دم کبھی نہیں بنے نہ ان کا تابع مہمل بن کر رہے وہ تو غالباً کانگریس کے ۴ آنے والے ممبر بھی نہ تھے۔ ان کے آخری پیغام صدارت کو دیکھئے جو وفات سے نو دن پہلے جمعیۃ العلماء کے اجلاس دہلی میں پڑھا گیا تھا۔ اس سے دو قوموں کا نظریہ بھی سمجھ میں آجائے گا۔"

صفحہ ۴۸ تا ۵۰
از مراسلات سیاسیہ

Marfat.com

مکتوب ۷

نقل خط مولوی عبدالاحد صاحب قاسمی ۷ے
پورب لین چوک بازار ڈھاکہ

حضرتنا المطاع، زید مجدکم السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
(۱) کیا مولانا حسین احمد صاحب نے گاندھی کی پالیسی کو جمعیۃ العلماء کا نصب العین بنا لیا؟

جواب از حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

۱ے نصب العین تو نہیں لیکن عملاً اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے اس سے یہی سمجھا جاتا ہے۔ کہ جمعیۃ بالکل کانگریس کے تابع ہے اور کانگریس کا گاندھی جی کی پالیسی پر چلنا کسی عاقل سے مخفی نہیں "

تسبیر احمد عثمانی از دیوبند ۸ ذی الحجہ ۶۲ھ صفحہ ۵۳

مکتوب ۸

نقل خط جناب بشیر الدین احمد صاحب میرٹھ شہر

محترمی و معظمی قبلہ جناب حضرت مولانا صاحب دام فیوضکم

"میں خود ۱۹۴۴ء تک مسلم لیگ میں کام کرتا رہا ہوں اور مجھ کو ان سر اور خان بہادروں اور سرمایہ داروں کی حالت کا بہت اچھی طرح پتہ ہے اور جو ان کا مقصد ہے خوب جانتا ہوں۔ میں اکثر لاہور رہتا ہوں اور حالات دیکھتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں کانگریسی نہیں ہوں۔ میں مسلم لیگ کے بعد سے مجلس احرار اسلام کا ایک ادنیٰ خادم ہوں جو کسی بھی غیر مسلم کو اپنے میں ملانا اپنا پروگرام

Marfat.com

نہیں رکھتی اور حکومت الٰہیہ اس کا مقصد ہے۔"

جواب از حضرت مولانا شبیر احمد صاحب دامت برکاتہم

برادرم محترم، دامت برکاتہم۔ بعد سلام مسنون آنکہ گرامی نامہ پہنچا۔

مسلم لیگ اور کانگریس میں اصولی اختلاف

اقتباسات ملاحظہ ہوں :۔

"لیگ کہتی ہے کہ کم از کم ہندوستان کے ایک وسیع علاقہ میں مسلم قوم کی آزاد حکومت ہو جسے پاکستان کہا جاتا ہے۔ کانگریس اس اصول کو نہیں مانتی کیونکہ ہندو قوم کا غلبہ ہے اور اس کا فائدہ اس میں ہے کہ ملک کو پوری آزادی ملے یا نہ ملے مگر کسی وقت اور کسی جگہ ہندو اکثریت کا طوق غلامی مسلمانوں کی گردن سے نکلنے نہ دیا جائے مسلمانوں میں اس وقت جو کانگریس کی امداد اور معاون جماعتیں ہیں وہ ان کے ہمنوا ہیں اسی لیے لیگ ان جماعتوں کے مقابلہ پر بھی مجبور ہوئی ورنہ دراصل مقابلہ ان سے نہ تھا۔"

حکومت الٰہیہ

"ہندو مسلم کی مخلوط حکومت میں جہاں ایک اور تین چوتھائی کی نسبت ہوگی ظاہر ہے کہ یہ صورت حکومت الٰہیہ کی نہیں ہو سکتی اس لیے ضرورت ہے کہ کوئی وسیع خطہ پہلے ہم ایسا حاصل کر لیں جہاں حکومت الٰہیہ قائم کر سکیں۔ اب اگر پاکستان کا فیصلہ ہو جائے تو وہ ایک جگہ ایسی ہوگی۔ جہاں قانون سازی کی طاقت مسلم اکثریت کے پاس رہے گی۔ لیگ کے موجودہ قائدین بھی بار

Marfat.com

بارا علان کر رہے ہیں کہ پاکستان میں حکومت قرآنی اصول کے مطابق شریعت مطہرہ کی قائم ہو گی۔ ابھی حال میں بمقام پیشاور مسٹر جناح کے اعلان کا اعادہ کیا ہے"

شبیر احمد عثمانی از دیوبند ۸ ذالحجہ ۶۴ھ صفحہ ۵۳ تا ۵۷

ازمراسلات سیاسیہ

مکتوب ۹

نقل خط مولانا عبدالحنان صاحب مظاہری محلہ قاضی پور شہر گورکھپور

محترم المقام جناب مولانا صاحب زادمجدہٗ

السلام علیکم۔ اخبارات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب والا مسلم لیگ کی حمایت کر رہے ہیں۔ اور لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو سفینۂ نجات اور پاکستان کو اقرب الی الشریعہ متصور فرماتے ہیں۔ مجھے کسی طرح یقین نہیں آتا کہ جناب والا جیسا متبحر عالم ایسا بیان شائع کرے گا۔ میرا خیال ہے کہ لیگ والے اپنے پروپیگنڈے کے لیے فرضی بیانات جناب کی طرف منسوب کر کے اخبارات میں شائع کرتے رہتے ہیں۔ .. .. .. جناب کو معلوم ہوگا کہ یہ مسلم لیگ وہی ہے جس کے صدر مسٹر محمد علی جناح نے کلکتہ کے ایک عظیم الشان جلسہ میں فخریہ طور پر فرمایا تھا کہ میں نے اس ناپاک جماعت کے وقار کو ختم کر دیا جو اپنے آپ کو علما کہتی ہے۔

عبدالحنان مظاہری
محلہ قاضی پور شہر گورکھپور

Marfat.com

جواب از حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد صاحب

دامت برکاتہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

وہ بیانات میرے ہیں محض پروپیگنڈہ نہیں۔ البتہ الفاظ میں کچھ اختصار ہو گیا ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں کہ اس وقت مسلم لیگ کو مسلمانوں کے قومی و سیاسی استقلال کے لیے سفینۂ نجات تصوّر کرتا ہوں۔

ع۲ اس کی تشریح بھی بعد میں لیگ والوں کی طرف سے ہو چکی ہے کہ اس سے تمام مُراد نہیں۔ خاص قسم کے علماء مراد ہیں"۔

.. .. .. اقرب الی الشریعۃ اس لیے کہا گیا ہے کہ پاکستان کی بنا جغرافیائی تقسیم پر نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کو ایک مستقل قوم تسلیم کر لینے پر ہے۔ وہ من حیث القوم دوسری قوم سے مساویانہ معاہدات کرے گی اور دونوں قومیں ان ہی معاملات کے تحت اپنے اپنے ہاں انتظامات کرنے پر مجبور ہوں گی"۔

(شبیر احمد عثمانی از دیوبند، ۱۷ ذی الحجہ ۶۲ھ صفحہ ۷، ۵ تا ۶۰)

مکتوب ۱۱

نقل خط مولانا علی احمد صاحب مدرسہ نصر الاسلام فتح پور ضلع چاٹگام

از طرف احقر الوری علی احمد عفی عنہٗ

دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہم

اما بعد گذارش بخدمت مخدوم اعلیٰ یہ ہے کہ احقر الخدام نوعی خریت رہ کر خریت آنجناب بدرگاہ خداوند کریم شبانہ روز

Marfat.com

طالب دُعا آمین ثم آمین۔

"عرض نیاز یہ ہے۔ کہ آجکل دُنیا میں جو جو جماعتیں اپنی حد کی ماتحت کام کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک مسلم لیگ جو مسٹر جینا کے تحت میں ہیں۔ دیگر جمعیۃ العلمائے ہند جن کی صدر مولانا مدنی صاحب ہیں۔ لیکن آج دو چار روز گذرے ہیں کہ میرے مخدوم اعلیٰ جمعیۃ العلمائے اسلام کی ہمیشہ کے لیے صدارت منظور فرما چکے ہیں۔ احقر یہ چیز جس وقت سُنا اسی وقت سے نہایت ہموم و غموم میں مبتلا ہے۔ صرف احقر نہیں بلکہ بنگال دہ علمائے کرام جو حضرت والا سے تعلق رکھتے ہیں۔ حیران ہیں۔

جواب از حضرت العلامہ مولانا عثمانی دامت برکاتہم

۷۸۶

برادرم عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ

"یہ خبر سُن کر کہ جمعیۃ علمائے اسلام نے مجھے مستقل صدر منتخب کیا خدا جانے آپ کیوں ہموم و غموم میں پڑ گئے۔ اور دوسرے لوگ کیوں حیران ہیں۔ اس کے مقاصد کیا بُرے ہیں اور اس کے موجودہ طرزِ عمل پر کیا اعتراض ہے۔ رہا مسلم لیگ اور جمعیۃ العلماء ہند کا مقابلہ تو یہ سرے سے بے موقع ہے۔ اصل مقابلہ لیگ کا کانگریس سے ہے۔ کانگریس یہ چاہتی ہے کہ ہندوستان کو آزادی ملے یا نہ ملے۔ مگر اکثریت کی غلامی کا طوق کبھی اور کسی جگہ مسلمانوں کے گلے سے نکلنے نہ پائے۔ مسلم لیگ کہتی ہے کہ یہاں دو مستقل قومیں آباد ہیں۔ جس صوبہ میں جس قوم کی اکثریت ہے وہاں وہ آزاد ہو۔ اور دونوں قومیں آپس میں باعزت اور

Marfat.com

مساویانہ معاہدہ کرکے سارے ملک کی آزادی اور خوش حالی کا سامان کرسکیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب جو مسلم جماعتیں کانگریسی نظریہ کی حامی اور لیگ کے نظریہ کی مخالف ہیں۔ خواہ جمعیۃ العلماء ہو یا کوئی اور ان کو ووٹ دینا فی الحقیقت کانگریس ہی کو ووٹ دینا ہے۔" (شبیر احمد عثمانی از دیوبند صفحہ ۶۴ تا ۶۶)

مکتوب ۱۴

حکیم رشید علی صاحب محلہ کسرول مرادآباد کا دوسرا خط

مخدومی و محترمی دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پریشان کن سوالات کا تسلی بخش جواب عنایت فرماویں۔

۱۔ مسلم لیگ کے ۱۹۳۷ء میں تمام کے تمام گورنمنٹ کے بہت مخالف تھے۔ اور اب سارے کے سارے حتیٰ کہ حکام تک ان کی حمایت اور مدد کر رہے ہیں۔ یو۔پی کے جس قدر آنریبل اس وقت لیگ کی طرف سے ہیں۔ وہ خالص ٹوڈی ہیں جو کھٹکتا ہے۔" (خادم حکیم رشید علی کسرول مرادآباد۔ ۱۰ ذوالحجہ ۶۴ھ بروز جمعہ)

جواب از حضرت العلامہ عثمانی دامت برکاتہم

السلام علیکم

"جن کو گورنمنٹ پرست کہا جاتا ہے۔ اور وہ ہی اکابر لیگ سمجھے جاتے ہیں۔ ان ہی کی قیادت و سیادت اس وقت تھی مسٹر

Marfat.com

جناح، نواب اسماعیل خان صاحب، راجہ محمود آباد، چودھری خلیق الزماں اور سر ظفر اللہ خاں قادیانی سب اس میں شریک تھے۔ انھیں سے اکثر آج اس کے قائد ہیں۔ بلکہ بہت سے بڑے بڑے کانگریسی زعماً بھی ادھر سے ٹوٹ کر لیگ میں آچکے ہیں۔ اور عامۂ مسلمین کی جو تعداد آج اس میں شریک ہے ۱۹۳۷ء میں اس کا عشر عشیر بھی شریک نہ تھے۔ پھر جب مولانا حسین احمد صاحب اور مفتی صاحب وغیرہ اکابر علماء اس میں شریک ہوئے اور اسی کی کمانڈ میں الیکشن لڑا یا اس کے ایک ماہ بعد ہی وہ سب جو حکومت کے مخالف تھے۔ حکومت پرست بن گیے ..... تمام ذمہ داران لیگ کے بہت سے اعلانات اس بارہ میں ہو چکے ہیں کہ ہمارا پروگرام قرآن کریم ہے۔"

از دیوبند ۱۶ ذی الحجہ ۶۴ھ

صفحہ ۷۴ تا ۸۰

از مراسلات سیاسیہ

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ یہ پمفلٹ ہمیں مناسب وقت پر نہیں ملا۔ ہم ان خطوط پر تنقید و تبصرہ اس لیے ضروری نہیں سمجھتے۔ کہ یہ خیالات و نظریات وہی ہیں۔ جن کے متعلق پوری کتاب میں نہایت واضح طور پر لکھا جا چکا ہے۔ یہاں تو مقصود و مطلوب صرف یہ ہے کہ ان تحریروں کو نذرِ قارئین کر دیا جائے۔ تاکہ نیشنلسٹ علماء کے ان سوالات کے جوابات جو علامہ عثمانیؒ نے دیئے ہیں۔ موضوع کے لحاظ سے یہ ذخیرہ بھی اس کتاب میں محفوظ ہو جائے۔ اور اُن "نکتہ وروں" کو جو تحریک پاکستان کے حقائق کو مسخ کرنے کی سعیٔ لاحاصل کر رہے ہیں۔ انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ ذمہ داران مسلم لیگ

Marfat.com

نے قرآنی اُصولوں کے مطابق حکومت قائم کرنے کا بار بار اعلان کیا تھا ۔

کسے کو بیچہ زد ملک و نسب را
نداند نکتۂ دینِ عرب را
اگر قوم از وطن بودے محمدؐ
نہ دادے دعوتِ دیں بولہب را

(حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

حرفِ آخر

مدت سے آرزو تھی کہ تحریکِ حصولِ پاکستان کے اُس گوشہ اور دلخراش پہلو کو فرزندانِ ملّت کے حضور پیش کیا جائے جس سے یہ واضح ہو سکے کہ معرکۂ دین و وطن میں وطن پرست علمأ نے اسلام کے مقدّس نام پر نظریۂ پاکستان کی مخالفت کس کس انداز و اسلوب سے کی۔ اللہ نے ہمیں توفیق دی اب ہم اُسی کی بارگاہِ صمدیت میں سرِ عجز و نیاز جھکائے ہوئے اس فخر و ناز سے یہ پیش کش تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علمأ حاضرِ خدمت کر رہے ہیں اور یہ سعادت بھی ہمارے حصّہ میں آئی کہ نقاب پوش مصلحین کے خلافِ پاکستان اسلام اور حکیم الامّت علاّمہ اقبالؒ کے پیش کردہ تصوّرِ دین میں خطِ امتیاز کھینچ کر جہاں جماعت اسلامی کے مذمومہ عزائم کو بے نقاب کیا وہاں نیشنلسٹ اسلام کے علمبرداروں کی طرف سے افسوسناک طرز و طریق پر قیامِ پاکستان کی مخالفت کے زندہ حقائق بھی ہمارے ہی قلم سے تو نہالانِ ملّت کے سامنے آئے نیشنلسٹ مسلمانوں کے اس کردار کے متعلق اس میں جتنا صحیح اور صحت مند ذخیرۂ حقائق فراہم کیا گیا ہے ابھی تک ہماری نظر سے ایسی کوئی کتاب نہیں گذری۔ خدا شاہد ہے کہ ہمیں کسی خوبی و فضیلت اور کسی بڑی حیثیت کا دعویٰ نہیں۔ ہمارا پیش کردہ مجموعہ تاریخِ تحریکِ پاکستان کی زندہ شہادتیں اور درخشندہ و تابناک حقیقتوں سے بھرپور ہے جنھیں پوری احتیاط و محنت اور دیانت و امانت کو مدِ نظر رکھ کر جمع کیا گیا ہے۔ اگر اتنی کاوش و دیانت کے باوجود بھی اس حوالہ جاتی کتاب میں کہیں حوالہ کی غلطی ہو تو ہم مخلصانِ ملّت کی رہبری و راہنمائی قبول کرنے پر مسرّت محسوس کریں گے۔ لیکن اگر تلخ حقائق سے کسی کی جبین شکن آلود ہو جائے اور ہمیں التفات و عنایات سے نوازا جائے تو حضور ربّ العزّت

Marfat.com

دُعا کریں گے کہ وُہ انھیں حقیقت پسند بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ غلطی کا ہر شخص سے احتمال ہے۔ تاہم یہ مواد اس اعتماد و یقین سے پیش کیا جا رہا ہے۔ کہ حوالوں اور اقتباسات میں زیر۔ زبر تک کی تبدیلی کو بھی خیانت تصوّر کیا اور خلافِ دیانت سمجھا گیا ہے۔ چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی کی اس ستیزہ کاری اور حق و باطل کی اس حریفانہ کشاکش میں غیروں کے لئے اپنوں نے ہم سے جو سلوک کیا یہ کتاب اُنہی افسوسناک و الم انگیز حقیقتوں کی مسلسل داستان ہے اور اس کی ایک ایک سطر سے نیشنلسٹ مسلمانوں کا کردار جھلک رہا ہے۔ اسلامیانِ ہند کی تاریخ کا یہ وُہ سیاہ باب ہے جسے پیش کرتے ہوئے ہمارا قلم لرزتا ہے اور ہم دل گرفتگی سی محسوس کرتے ہیں لیکن یہ قصّہ درد سُنانے کے لیے اپنے کو مجبور بھی پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان واقعات و حوادث کو طوعًا و کرہًا نوکِ قلم پر لانا ہی پڑا ہے۔ ہمیں دعویٰ ہمہ دانی بھی نہیں اس لیے دوستوں اور بزرگوں کے مفید و مشفقانہ مشوروں کے لیے قلب و نظر کے دریچے وا کیے ہوئے ہیں لیکن اندھی عقیدت اور حقیقت کُش جذبہ کی دلجوئی کے لیے اپنے ہاں کوئی ساماں نہیں رکھتے۔ وہ جن کی آنکھیں نُورِ حقیقت سے چُندھیا جائیں اور صنم کدۂ وطن کے کسی پُجاری پر دل و جاں نثار کر بیٹھے ہوں۔ ان کے درد کا درماں ہمارے پاس نہیں۔ ایسے اصحابِ سیاست جنھوں نے ماضی میں اپنی سیاسی نمازیں اس امام الہند کی اقتدا میں ادا کی ہوں جو آبِ کوثر سے پھسل کر لبِ گنگا پہنچ گیا ہو۔ ایسے ذہنی مریضوں کا مداوا بھی ہمارے پاس نہیں۔ وُہ شیخانِ حرم جنھوں نے کعبہ سے رُخ موڑ کر آنند بھون کو قبلۂ مقصود بنا لیا ہو اور تھانہ بھون سے بے نیاز ہو بیٹھے ہوں ان کی ارادت و عقیدت کے حلقۂ زنجیر میں گرفتاروں کے لیے بھی ان کی ذہنی و نظری تبدیلی کے لیے اپنے دامن میں صرف آرزو ہے ایسوں کے حلقۂ اثر میں آکر حقیقت فراموشوں کے لیے خلوصِ نیت سے حضورِ

Marfat.com

مقلب القلوب لرزتے ہوئے ہاتھ اُٹھا کر دُعا گو ہیں کہ انھیں وہ نورِ بصیرت عطا کر جو تُو نے اقبالؒ کے فرزانوں کو عطا کیا اور اُس آفتابِ حقیقت کی ضیا پاشیوں سے ان کے دلوں کی دُنیا منوّر کر دے جس سے تُو نے حکیم الامّت کے دیوانوں کے قلب و نگاہ کو روشن و تابناک کیا۔

چودھری حبیب احمدؒ

Marfat.com

غیر مقلّدوں (وہابیوں) کے فریب

مفتی جلال الدّین احمد امجدی

(ناشر)
احمد جاوید فاروقی پبلشرز۔ لاہور

Marfat.com

حکیم اہل سنت

اور

تحریک پاکستان

جلال الدین ڈیروی

(ناشر)
احمد جاوید فاروقی پبلشرز۔ لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن

محمد یحییٰ انصاری آشرفی

(ناشر)
احمد جاوید فاروقی پبلشرز۔ لاہور

Marfat.com

سیرت طیبہ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم

شرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف:

امام علامہ ابوسعید عبدالملک بن عثمان نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ

المتوفی ۴۰۷ھ، (استاذ حاکم نیشاپوری)

ترتیب و ترجمہ:

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

(ناشر)

احمد جاوید فاروقی پبلشرز۔ لاہور

Marfat.com

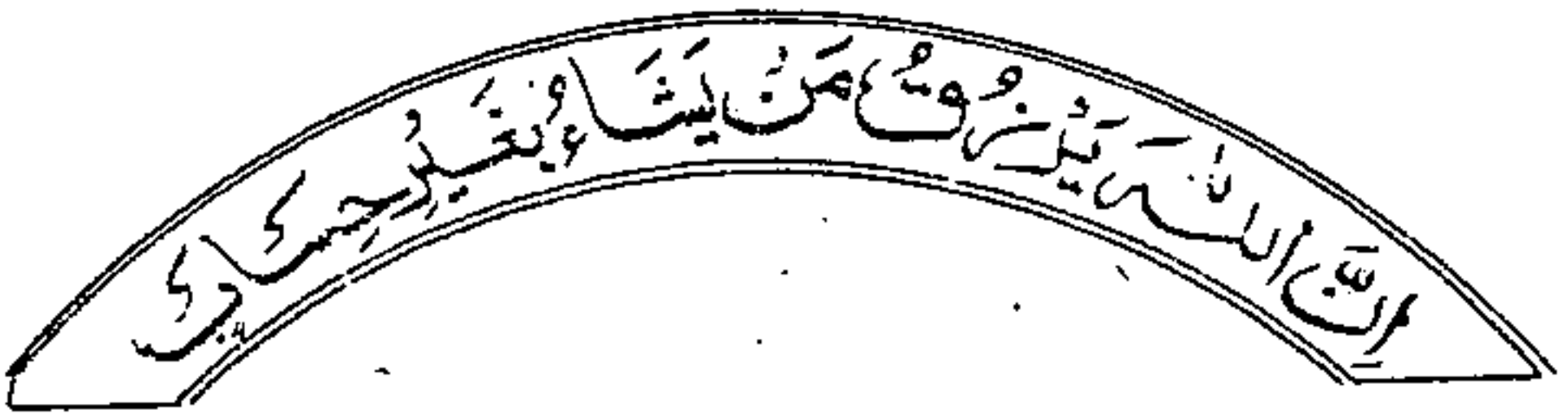

سید عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خداداد علم غیب،
اختیارات، آپکی حیات بعد وصال، صحابہ کرام کا آپ سے عشق، تبرک و
توسل اور فضائل اولیاء کرام، وغیرہا، ضروری اسلامی عقائد کے
بیان و ثبوت میں
تقریباً دو سو احادیث کریمہ کا مجموعہ

حدیث کی روشنی

المرتب

مولانا تطہیر احمد بریلوی

(ناشر)

احمد جاوید فاروقی پبلشرز۔ لاہور

Marfat.com

قابلِ مطالعہ کتابیں

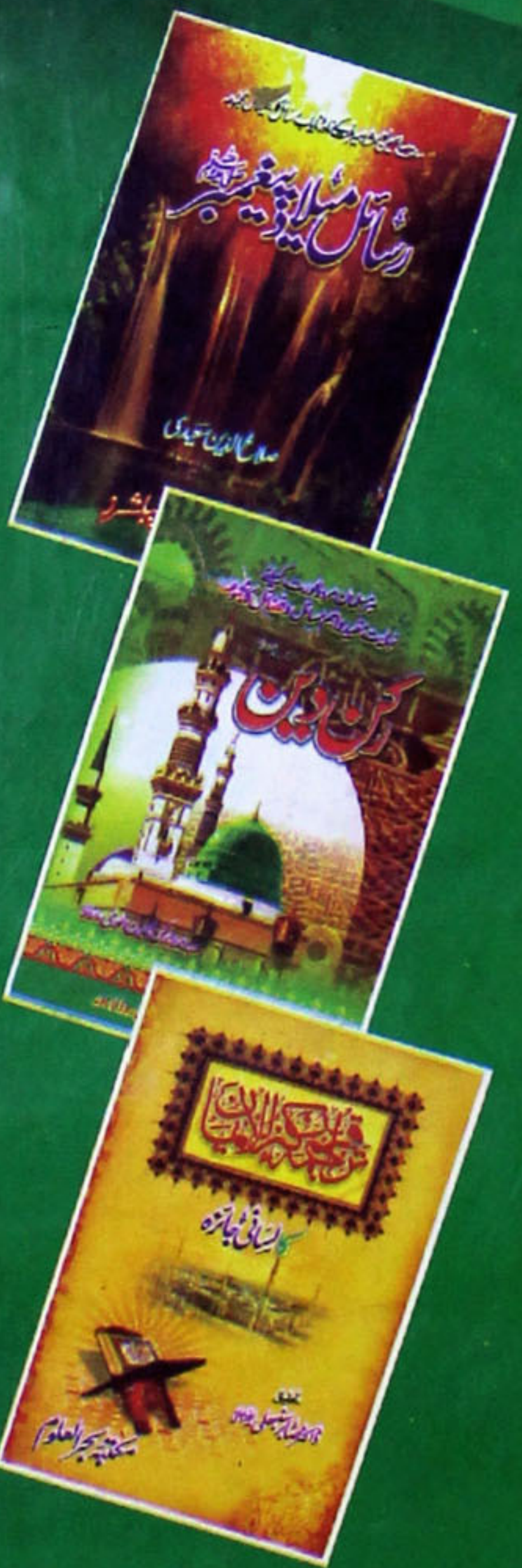

حماد احمد جاوید فاروقی پبلشرز

دربار مارکیٹ لاہور 0342-4584608, 0300-4157405

مکتبۂ نبویہ

گنج بخش روڈ لاہور

0342-4584608

0300-4157405